

# تسلسلہ کتب اسلامیہ تالیخ فرست



جلد چہارم  
از ابتداء حکومت اسماعیل عادل شاہ  
تا ختم کتاب  
ترجمہ

مولوی محمد فردا علی صاحب طالب  
رکن شعبہ تالیف و ترجمہ جامعہ عثمانیہ سرکارِ عالی  
۱۳۵۰ھ ۱۳۴۱ھ ۱۳۳۲ھ

طبع و نشر  
دارالافتاء  
دارالحدیث  
دارالتألیف و ترجمہ  
دارالحدیث و التفسیر  
دارالحدیث و التفسیر



Ram Babu Saksena Collection.

۹۵۴۵.۲

۲۴۴

(۱۱۱۱۱۱)

۲۴۴

۴

M.A.LIBRARY, A.M.U.



U32555

۳۲۵۵۵

۷۸۶



29 AUG 1963

# فہرست مضامین

## تاریخ فرشتہ جلد چہارم



صفحہ نمبر	مضمون	نشان
	دیباچہ	(الف)
۳۴ تا ۱	اسماعیل عادل شاہ بن یوسف عادل شاہ	(ب)
۳۵ تا ۳۲	لمو عادل شاہ بن اسماعیل عادل شاہ	۲
۵۶ تا ۳۶	ابراہیم عادل شاہ بن اسماعیل عادل شاہ	۳
۸۷ تا ۵۶	ابو المظفر علی عادل شاہ بن ابراہیم عادل شاہ	۴
۸۸ تا ۸۷	ابراہیم عادل شاہ ثانی	۴
۱۰۵ تا ۸۸	واقعات خسرو عدالت آئین ابراہیم عادل شاہ ثانی	۵
۱۰۷ تا ۱۰۷	بادشاہ کا ہمیشہ محمد علی قطب شاہ کے ساتھ عقد کرنا	۶
۱۱۳ تا ۱۰۷	عدالت پناہ کا بھی خواہان احمد نگر کی التجا کے موافق اس ملک کا سفر کرنا۔	۷
۱۲۶ تا ۱۱۳	عدالت پناہ کا برہان نظام شاہ کی مدد کے لئے احمد نگر جانا اور دلاور خاں	۸
	اور جمال خاں کی جنگ	
۱۴۲ تا ۱۲۶	شہزادہ اسماعیل بن شاہ طہا اسپ کا خروج	۹
۱۵۲ تا ۱۴۲	ابراہیم نظام شاہ ثانی کا قتل اور عدالت پناہ کی فوج کی کامیابی	۱۰
۱۵۷ تا ۱۵۲	مغلوں کا نظام شاہی ملک پر حملہ کرنا اور دکن میں ہمیشہ کے لئے فساد برپا ہونا	۱۱

۱۴۹ تا ۱۵۰	روضہ سویم سلاطین احمد نگر کے حالات میں جو نظام شاہی معروف مشہور ہیں	۱۲
۲۱۰ تا ۲۱۱	ذکر شاہی برہان نظام شاہ بن احمد نظام شاہ بھری	۱۳
۲۳۱ تا ۲۳۲	حسین نظام شاہ بن برہان نظام شاہ	۱۳
۲۴۲ تا ۲۴۳	مرتضیٰ نظام شاہ بن حسین نظام شاہ المشہور بہ دیوانہ	۱۵
۲۴۸ تا ۲۴۹	میراں حسین بن مرتضیٰ نظام شاہ	۱۶
۲۸۲ تا ۲۸۳	اسٹیلیل بن برہان نظام شاہ	۱۷
۲۹۳ تا ۲۹۴	برہان شاہ بن حسین نظام شاہ	۱۸
۲۹۵ تا ۲۹۶	ابراہیم نظام بن برہان نظام	۱۹
۳۰۵ تا ۳۰۶	احمد شاہ بن شاہ طاہر	۲۰
۳۱۰ تا ۳۱۱	بہادر شاہ بن ابراہیم نظام شاہ ثانی	۲۱
۳۱۵ تا ۳۱۶	مرتضیٰ نظام بن شاہ علی برہان شاہ اول	۲۲
۳۱۵	روضہ چہارم سلاطین ملنگانہ کے حالات میں	۲۳
۳۱۸ تا ۳۱۹	سلطنت سلطان قلی	۲۴
۳۲۱ تا ۳۲۲	جمشید قطب شاہ بن سلطان قلی	۲۵
۳۲۶ تا ۳۲۷	ابراہیم قطب شاہ	۲۶
۳۳۰ تا ۳۳۱	محمد علی قطب شاہ	۲۷
۳۳۱	پانچواں روضہ عماد الملک کے حالات میں جس نے براہیں حکومت کی	۲۸
۳۳۲ تا ۳۳۳	علاء الدین عماد الملک کی حکومت کا بیان	۲۹
۳۳۲	دریا عماد شاہ کی حکومت کا بیان	۳۰
۳۳۳ تا ۳۳۴	برہان عماد شاہ ابن دریا عماد شاہ کی حکومت	۳۱
۳۳۳ تا ۳۳۴	عماد الملک پر تغال خاں کا غلبہ اور دولت عماد شاہی کا نظام شاہی خاندان میں منتقل ہونا۔	۳۲
۳۳۵	چھٹا روضہ برید شاہیہ کے حالات میں جو بریدیں حکمران تھے	۳۳
۳۳۵	قاسم برید کی حکومت کا بیان	۳۴
۳۳۶ تا ۳۳۷	امیر علی برید کی حکومت کا ذکر	۳۵
۳۳۸ تا ۳۳۹	علی برید شاہ کی حکومت کا تذکرہ	۳۶

۳۳۸	چوتھا مقالہ سلاطین گجرات کے بیان میں	۳۷
۳۳۸ تا ۳۴۹	سلطان مظفر گجراتی کی حکومت اور ظفر خان المشہور بہ مظفر شاہ کی	۳۸
۳۴۱ تا ۳۴۸	سیدائش کا حال	۳۹
۳۴۱ تا ۳۴۸	بادشاہ جمجاہ سلطان احمد شاہ گجراتی	۴۰
۳۴۲	محمد شاہ ابن احمد شاہ گجراتی	۴۱
۳۴۳	(الف) قطب الدین بن محمد شاہ گجراتی	ایضاً
۳۴۹ تا ۳۸۰	(ب) سلطان داؤد شاہ بن احمد شاہ گجراتی	۴۲
۳۸۰ تا ۳۸۵	سلطان محمود شاہ گجراتی المشہور بہ سلطان محمود بیگہ	۴۳
۳۸۵ تا ۳۹۳	ذکر سلطنت سلطان مظفر شاہ بن سلطان محمود گجراتی	۴۴
۳۹۳ تا ۳۹۷	ذکر سلطنت سلطان سکند بن سلطان مظفر شاہ گجراتی	۴۵
۳۹۷ تا ۴۰۱	ذکر سلطان محمود بن سلطان مظفر شاہ گجراتی	۴۶
۴۰۱ تا ۴۰۲	ذکر شاہی سلطان بہادر بن مظفر شاہ گجراتی	۴۷
۴۰۲ تا ۴۰۳	ذکر حکومت محمد شاہ فاروقی	۴۸
۴۰۳ تا ۴۰۸	ذکر سلطنت سلطان احمد شاہ ثانی گجراتی	۴۹
۴۰۸ تا ۴۹۹	ذکر شاہی سلطان مظفر شاہ ثانی بن محمود شاہ ثانی گجراتی	۵۰
۴۹۹ تا ۵۰۱	مقالہ پنجم - فرمانروایان مملکت مالوہ و سندھ کے بیان میں	۵۱
۵۰۱ تا ۵۲۳	ذکر سلطنت بہوشنگ بن دلاور خان غوری	۵۲
۵۲۳ تا ۵۲۷	ذکر سلطنت سلطان غوثین المصطفیٰ بہ محمد شاہ بن سلطان بہوشنگ غوری	۵۳
۵۲۷ تا ۵۴۰	ذکر سلطنت سلطان محمود خلجی	۵۴
۵۴۰ تا ۵۸۳	ذکر سلطنت سلطان غیاث الدین بن سلطان محمود خلجی	۵۵
۵۸۳ تا ۶۰۳	ذکر سلطنت سلطان ناصر الدین بن سلطان غیاث الدین خلجی	۵۶
۶۰۳ تا ۶۱۲	ذکر سلطنت سلطان محمود ثانی بن سلطان ناصر الدین خلجی	۵۷
۶۱۲ تا ۶۱۸	ذوال دولت خلجی بہ سلطان بہادر گجراتی وغیرہ کا غلبہ اس مملکت پر	۵۸
	باز بہادر کا مالوہ کے تحت حکومت پر فارز ہونا اور امرائے اکبری کے	
	ہاتھوں میں گرفتار ہونا۔	

۶۱۹ تا ۶۲۳	مقالہ ششم سلاطین فاروقیہ برہان پور کے حالات میں	۵۹
۶۲۳ تا ۶۳۱	ذکر سلطنت نصیر خاں فاروقی بن ملک راجہ فاروقی	۶۰
۶۳۱ تا ۶۳۴	ذکر سلطنت میران عادل خان بن نصیر خاں فاروقی	۶۱
۶۳۴	ذکر حکومت مبارک خاں فاروقی بن عادل خاں فاروقی	۶۲
۶۳۴ تا ۶۳۷	ذکر سلطنت میران عینا المخاطب بہ عادل خاں فاروقی بن مبارک خاں فاروقی	۶۳
۶۳۷ تا ۶۳۹	ذکر حکومت داؤد خاں بن مبارک خاں فاروقی	۶۴
۶۳۹ تا ۶۴۱	ذکر حکومت عادل خاں فاروقی بن نصیر خاں المخاطب بہ اعظم بہایوں	۶۵
۶۴۱ تا ۶۴۳	ذکر حکومت میران محمد شاہ فاروقی بن عادل خاں فاروقی	۶۶
۶۴۳ تا ۶۴۴	ذکر حکومت مبارک شاہ بن عادل خاں فاروقی	۶۷
۶۴۴	ذکر میران راجہ علی خاں بن مبارک خاں بن اعظم بہایوں عادل خاں	۶۸
۶۵۱	بن جن خاں بن نصیر خاں بن ملک راجہ بن خاں جہاں فاروقی	
۶۵۱ تا ۶۵۵	ذکر حکومت بہادر خاں فاروقی اور دولت فاروقیہ برہان پور کا خاتمہ	۶۹
۶۵۶	ساقیوں مقالہ ہر حکام شرقی اور پوربی کے حالات	۷۰
"	سلاطین پوربی یا دیلیاں بنگالہ کا ذکر	۷۱
۶۵۶ تا ۶۶۳	محمد مختار کا ولایت بہار اور بنگالہ پر قبضہ	۷۲
۶۶۳ تا ۶۶۵	سلطان غفر الدین کا دیار شرقی کی حکومت پر فائز ہونا	۷۳
۶۶۵	علی مبارک المشہور بہ سلطان علاء الدین کی حکومت	۷۴
۶۶۵ تا ۶۶۶	حاجی الیاس المشہور بہ سلطان شمس الدین بھنگرہ	۷۵
۶۶۶ تا ۶۶۷	سکندر شاہ بن سلطان شمس الدین	۷۶
۶۶۷	غیاث الدین بن سکندر شاہ	۷۷
۶۶۷ تا ۶۶۸	سلطان السلاطین بن غیاث الدین	۷۸
۶۶۸	شمس الدین ثانی بن سلطان السلاطین	۷۹
۶۶۸	راجہ کاش	۸۰
۶۶۸ تا ۶۶۹	چنگل ولد کاش المخاطب بہ سلطان جلال الدین	۸۱
۶۶۹	سلطان احمد بن سلطان جلال الدین	۸۲

۴۶۱	ناصر الدین غلام کا وارث ملک	۸۳
۴۶۱	ناصر الدین بن شاہ بھنگرہ	۸۴
۴۶۱ تا ۴۶۲	بارک شاہ بن ناصر شاہ	۸۵
۴۶۲	یوسف شاہ ولد بارک شاہ	۸۶
۴۶۳	سکندر شاہ کی عمارت اور اس کا عرل	۸۷
۴۶۴	فتح شاہ کی حکومت کا بیان	۸۸
۴۶۴ تا ۴۶۵	سلطان بارک کی حکومت	۸۹
۴۶۵	ملک اندیل حبشی مخاطب بہ فیروز شاہ کی حکومت کا ذکر	۹۰
۴۶۵ تا ۴۶۶	محمود شاہ بن فیروز شاہ	۹۱
۴۶۶ تا ۴۶۷	سیدی بدر حبشی مخاطب مظفر شاہ	۹۲
۴۶۷ تا ۴۶۸	شریف علی المشہور بہ سلطان علاء الدین	۹۳
۴۶۸ تا ۴۶۹	نصیب شاہ بن علاء الدین شاہ	۹۴
۴۶۹	سلیم خاں مخاطب بہ سلطان بہادر شاہ	۹۵
۴۷۰ تا ۴۷۱	سلیمان کرانی افغانی کی حکومت	۹۶
۴۷۰	بایزید بن سلیمان	۹۷
۴۷۰ تا ۴۷۱	داؤد خاں بن سلیمان خاں	۹۸
۴۷۱	بادشاہان شرقیہ کی حکومت کا بیان	۹۹
۴۷۱	سلطان الشرق خواجہ جہاں کی حکومت	۱۰۰
۴۷۱ تا ۴۷۲	سبارک شاہ شرقی	۱۰۱
۴۷۲ تا ۴۷۳	ابراہیم شاہ شرقی	۱۰۲
۴۷۳ تا ۴۷۴	سلطان محمود بن سلطان ابراہیم شاہ شرقی	۱۰۳
۴۷۴ تا ۴۷۵	محمود شاہ بن محمود شاہ شرقی	۱۰۴
۴۷۵ تا ۴۷۶	حسین شاہ بن محمود شاہ شرقی	۱۰۵
۴۷۶	انجمنوں کا مقالہ: سلاطین ہند اور ٹیٹھ کے حالات میں اور	۱۰۶
۴۷۶	اس امر کا ذکر کہ اسلام اس نواح میں کیونکر پھیلا	

۷۱۲ تا ۷۰۵	جامع الدین قباچہ کا سندھ پر حکومت کرنا	۱۰۷
۷۱۳	زمینداران سندھ یعنی فرد شترگان کا حال	۱۰۸
۷۱۴ تا ۷۱۳	جامع مانی بن جامع جونا	۱۰۹
۷۱۴	جامع ممتاز جی بن جامع مانی	۱۱۰
۷۱۴	جامع صلاح الدین	۱۱۱
۷۱۴	جامع نظام الدین بن صلاح الدین	۱۱۲
۷۱۴	جامع علی شیر بن نظام الدین	۱۱۳
۷۱۴ تا ۷۱۵	جامع کران بن جامع تماچی	۱۱۴
۷۱۵	جامع تعلق بن جامع اسکندر	۱۱۵
۷۱۵	جامع مبارک	۱۱۶
۷۱۵	جامع اسکندر بن جامع فتح بن سکندر خاں	۱۱۷
۷۱۶ تا ۷۱۹	جامع منہجر	۱۱۸
۷۱۷ تا ۷۱۶	جامع نظام الدین المشہور بہ جامع مندا	۱۱۹
۷۱۹ تا ۷۱۹	جامع فیروز بن جامع مندا	۱۲۰
۷۲۰ تا ۷۱۹	شاہ بیگ ارغون کی سلطنت	۱۲۱
۷۲۰ تا ۷۲۲	شاہ حسین بن شاہ بیگ ارغون	۱۲۲
۷۲۲	میرزا عیسیٰ ترخان	۱۲۳
۷۲۲	میرزا باقی کی حکومت	۱۲۴
۷۲۲ تا ۷۲۲	میرزا جانی کی حکومت	۱۲۵
۷۲۳ تا ۷۲۵	سلطان محمود بھکری	۱۲۶
۷۲۶	نواں مقالہ :- سلاطین بلتان کے حالات میں	۱۲۷
۷۲۶ تا ۷۲۹	شیخ پوسھن قریشی کی حکومت	۱۲۸
۷۲۹	قطب الدین لنگاہ کی سلطنت	۱۲۹
۷۲۹ تا ۷۳۵	حسین لنگاہ بن قطب الدین	۱۳۰
۷۳۵ تا ۷۳۵	فیروز بن حسین لنگاہ	۱۳۱

۷۳۷ تا ۷۳۸	محمود شاہ لنگاہ	۱۳۲
۷۳۷ تا ۷۳۸	حسین شاہ ثنائی بن محمود شاہ لنگاہ	۱۳۳
۷۵۷ تا ۷۵۸	وسوالی مقالہ بر حکام کشمیر کے احوال میں	۱۳۴
۷۵۹ تا ۷۶۰	سلطان شمس الدین کی حکومت	۱۳۵
۷۶۰	جمشید شاہ بن شمس الدین	۱۳۶
۷۶۱ تا ۷۶۰	علاء الدین بن شمس الدین	۱۳۷
۷۶۱ تا ۷۶۲	شہاب الدین بن سلطان شمس الدین	۱۳۸
۷۶۲ تا ۷۶۳	قطب الدین بن شمس الدین	۱۳۹
۷۶۳ تا ۷۶۴	سلطان سکندر بت شکن بن قطب الدین شاہ	۱۴۰
۷۶۴ تا ۷۶۵	علی شاہ بن سکندر شاہ بت شکن	۱۴۱
۷۶۵ تا ۷۶۶	زین العابدین بن سکندر شاہ بت شکن	۱۴۲
۷۶۶ تا ۷۶۷	حاجی خاں الخاطب بہ شاہ حیدر	۱۴۳
۷۶۷ تا ۷۶۸	حسن شاہ بن حیدر شاہ	۱۴۴
۷۶۸ تا ۷۶۹	محمد شاہ بن حسن شاہ کا بار اول بادشاہ ہونا	۱۴۵
۷۶۹ تا ۷۷۰	فتح شاہ بن آدم خان کا بار اول بادشاہ ہونا	۱۴۶
۷۷۰ تا ۷۷۱	محمد شاہ کا بار دوم بادشاہ ہونا	۱۴۷
۷۷۱	فتح شاہ کا بار دوم بادشاہ ہونا	۱۴۸
۷۷۱ تا ۷۷۲	محمد شاہ کا بار سوم بادشاہ ہونا	۱۴۹
۷۷۲ تا ۷۷۳	ابراہیم شاہ بن محمد شاہ	۱۵۰
۷۷۳	نارک شاہ بن ابراہیم شاہ کی حکومت	۱۵۱
۷۷۳ تا ۷۷۴	محمد شاہ کا بار چہارم بادشاہ ہونا	۱۵۲
۷۷۴	شمس الدین ابراہیم شاہ بن سلطان محمد شاہ	۱۵۳
۷۷۴ تا ۷۷۵	نارک شاہ کا بار دوم بادشاہ ہونا	۱۵۴
۷۷۵ تا ۷۷۶	میرزا حیدر ترک کشمیر برقا بعض ہونا	۱۵۵
۷۷۶ تا ۷۷۷	نارک شاہ کا بار سوم بادشاہ ہونا	۱۵۶



۸۱۳ تا ۸۱۱	ابراہیم شاہ بن نازک شاہ	۱۵۷
۸۱۴ تا ۸۱۳	اسماعیل شاہ برادر ابراہیم شاہ	۱۵۸
۸۱۷ تا ۸۱۴	حبیب شاہ پسر اسماعیل شاہ	۱۵۹
۸۱۹ تا ۸۱۷	غازی شاہ	۱۶۰
۸۲۳ تا ۸۱۹	حسین شاہ	۱۶۱
۸۲۸ تا ۸۲۳	علی شاہ	۱۶۲
۸۳۳ تا ۸۲۸	یوسف شاہ	۱۶۳
۸۴۸ تا ۸۳۴	گیارہواں مقالہ :- ملابار کے مسلمان بادشاہوں کے مختصر حالات میں	۱۶۴

تمت

جلد

## تایخ فرشتہ جلد چہارم

تایخ فرشتہ جلد چہارم اصل فارسی کتاب کا وہ حصہ ہے جو اہل عادل شاہ کے حالات سے شروع ہو کر آخر کتاب پر ختم ہوتا ہے۔

یہ جلد اگرچہ دوسری جلدوں سے جو اس سے قبل طبع ہو چکی ہیں ضخیم ہے لیکن قابل حصول سے کچھ زیادہ اہم نہیں ہے۔

دکن کی تاریخ میں خاندان بہمنیہ کے حالات مکمل اور خاندان عادل شاہی و نظام شاہی کے احوال ناقص مگر مفصل اور قطب شاہی و عماد شاہی و برید شاہی خاندانوں کے حالات ناقص و مختصر ہیں۔

کشمیر و گجرات و مالوہ و برہان پور کے حالات یا تو مکمل ہیں اور یا مختصر مگر جامع و مکمل ہیں۔

یہ جلد جو کہ ضخیم ہے اور نیز یہ کہ سنہ ہجری سنہ عیسوی کے تطابق کی اس میں چنداں ضرورت بھی نہیں ہے اس لئے اس جلد کی فہرست سنہ سنہ مرتب کی لیکن اس کی کوپوراکر سنہ کے لئے فہرست مضامین کتاب کے شروع میں منسلک کر دی گئی ہے۔

آخر کتاب میں غلط نامہ بھی شامل ہے جس میں اہم اغلاط کی تصحیح کر دی گئی ہے اور معمولی اغلاط کی صحت یعنی ضمیمہ و اضافت و افعال کا وہ تغیر جس کی تصحیح عام طلبہ بھی کر سکتے ہیں اور جس سے نفس مطلب کی کسی قسم کا تغیر نہیں ہوتا ممکن ہے کہ نظر انداز کر دی گئی ہو ناظرین اس کی خود صحت فرما سکتے ہیں فقط

مستتر



بسم اللہ الرحمن الرحیم

## جلد چہارم

اسلمیل عادل شاہ یوسف عادل شاہ کی وفات کے بعد اس کا بیٹا اسلمیل عادل شاہ تخت  
 بن یوسف عادل شاہ حکومت پر بیٹھا یہ بھی نابالغ تھا اور مہات سلطنت کو اچھی طرح انجام  
 نہ دے سکتا تھا اس لئے حکمرانی کی باگ کمال خاں سرنوبت کے ہاتھ میں  
 آئی۔ کمال خاں سلطان محمود ہمئی کے نامی امیروں میں تھا یوسف عادل شاہ نے کمال خاں کو  
 بیحد سلی اور دلاسا دیکر اپنے پاس بلا لیا اور اسے سرنوبت کے عہدہ پر سرفراز کیا تھا تراج  
 کے معرکہ میں کمال خاں نے خوب جوہر مردانگی دکھائے جس سے اس کی وقعت عادل شاہی  
 دربار میں اور زیادہ ہو گئی غمراں پناہ یوسف عادل شاہ نے اپنے مرض الموت میں  
 علاوہ عہدہ سرنوبت کے کمال خاں کو وکیل سلطنت بھی مقرر کیا اور دربار خاں -  
 فخر الملک - میرزا جہانگیر اور حیدر بیگ وغیرہ امیروں کو کمال خاں کے ساتھ خلوص اور  
 اتحاد رکھنے کی سخت تاکید کی۔ ان امیروں نے شاہی وصیت کی پابندی کی اور کمال خاں کو  
 اپنا افسر سمجھ کر تمام ملکی اور مالی مہات کو اس کے ہاتھ میں دے کر کمال کو بالکل خود مختار بنا دیا  
 کمال خاں نے اپنی ابتدائی حکومت میں خوش اسلوبی اور نیک کرداری کو اپنا شعار  
 بنایا اور خلفائے راشدین کے نام کا خطبہ جاری کر کے شیعہ مذہب کے رسوم و رواج کو  
 ملک سے خارج کیا۔ کمال خاں نے عادل شاہی امیروں کی تعظیم و توقیر اور خاص و عام کو  
 اپنا گرویدہ بنانے میں بھی انتہا کی کوشش کی اور نظام شاہی قطب شاہی غا و شاہی اور  
 برید شاہی حکومتوں سے موافقت اور اتحاد کر کے امیروں کی رائے اور مشورہ سے  
 عاقلانہ طریقہ پر انتظام سلطنت کرنے لگا فرنگیوں نے یوسف عادل شاہ کی واپسی کے بعد

قائم کو وہ کام محاصرہ کر کے قلعہ دار کو رشوت دینی اور اس قلعہ دار کو شہاد کے ابتدائی زمانہ میں قلعہ پر قبضہ کر لیا کمال خاں نے فرنگیوں سے اس شرط پر صلح کی کہ انصاری صرف قلعہ پر قابض رہیں اور قلاع حصہ کے قریب اور قلعہ بول پر کسی طرح کی دستبرد نہ کریں اور عادل شاہی حکومت کے اطراف و قلاع میں کسی طرح کی تشویش نہ پیدا کریں چنانچہ اس وقت سے آج تک یہ قلعہ انصاری کے قبضہ میں رہا۔ کمال خاں اطراف و قلاع کے امیروں اور نیز عیسائیوں سے صلح کر کے اطمینان کئے اور چھ ہرات سلطنت کو انجام دینے لگا۔ ان واقعات کے دو سو سے زائد سالوں اور غیر الکالم سے اس دنیا سے کوچ کیا کمال خاں نے ان امیروں کی جاگیر کو اپنے بیٹوں اور عزیزوں میں تقسیم کر دیا اور ہر ایک کے لئے ایک جدا گانہ دربار اور آستانہ پیدا کیا کمال خاں نے حیدر بیگ اور مرزا جہانگیر کی جاگیروں میں سے بھی چند پر گئے نکال کر انھیں بھی اپنے عزیزوں اور مددگاروں میں تقسیم کیا بلکہ عادل شاہی امیر میں جو کوئی فوت ہوتا یا کسی جرم میں داخل ہو جاتا تھا تو کمال خاں اس کی جاگیر بھی اپنے ہی خواہوں کو تقسیم کر دیتا فرض کہ اس طرح کمال خاں نے تھوڑی ہی مدت میں بہت بڑی قوت حاصل کر لی اور حکمرانی کے منصوبہ پہ سوچنے لگا۔ کمال خاں کے دماغ میں خود مختاری کا سوچا سمایا۔ اور اس نے چاہا کہ جس طرح ممکن ہو سلطنت اور سارے مال دولت پر قبضہ کر کے اس زمانہ میں وکن کے امیر اس روش کو پسند کرتے تھے۔ اور اس زمانہ میں یہ فعل حکام وکن کے لئے مبارک ثابت ہوتا تھا اکثر ایسا ہوتا تھا کہ لوگوں کو بے نیاب آجائے تھے سب سے پہلے جس نے اس روش کا سنگ بنیاد رکھا وہ قمر ارج نامہ اور قمر ارج نے سیورائے راجہ پوجانگر کے بیٹے کو جبکہ وہ بارغ ہوا انہیں سے قتل کر کے اس کے چھوٹے بھائی کو تخت سلطنت پر بٹھایا اور یوسف عادل شاہ کو شکست دے کر اس کو قلعہ کو بھی دنیا سے نہایت کر دیا اور اکثر امیروں کو اپنے ہی خواہ بنا کر خود مکاری کا ڈنک بجا لئے لگا جیسا کہ اوپر مذکور ہوا۔ اسی طرح قائم برید ترک اور دو سو سے امیروں نے محمود شاہ بھٹی کو ملواری کے گھاٹ اتار کر قلعہ رفته خطہ و سکھ اپنے نام کا ملک میں راجہ کیا جو بھٹی قائم واقعات کمال خاں اپنی آنکھوں سے دیکھ چکا تھا اور انھیں استادوں کا شکر دیتا تھا اسباب شوکت و شہرت حاصل کرنے سے اس نے بھی قائم برید کا وہ اس پکڑ اور سی کا

ہم نوابن گیا کمال خاں نے قاسم برید کو پیغام بھیجا کہ تمہارے اس قلعے کے پاس شاہی اسباب فراہم ہو گئے ہیں اب جبکہ ایک خور و سال لڑکا اجنگر کے تخت پر بیٹھا ہے اور فتح اللہ عہد شاہ دلی براہ جوانی کے نشہ میں سرشار عیش و عشرت میں مبتلا ہے تو چاہئے کہ اپنے نیاز مند کو بھی اپنی مدد سے دکن کے حاکموں میں شامل کرادو اور اپنے قلعے کو اپنا قریب برادر بھیکر اپنے ملک کو وسیع کرنے کی کوشش کرو کہ اس زمانہ سے بہتر وقت پھر حاصل نہ ہوگا۔ امیر قاسم برید چونکہ ایسے ہی معروضہ کی تاک میں تھا اس بات کو اس نے قبول کیا اور طرفین سے عہد و پیمان ہوئے اور یہ طے پایا کہ قاسم برید ترک دستور و سنار کی جاگیر پر قابض ہوا اور باقی ملک بیجا پور پر کمال خاں دکنی اپنا قبضہ کرے اور اسماعیل عادل شاہ کی آنکھوں میں سلاخی پھیرے بلکہ اگر ممکن ہو تو اسے کنار لحد میں سلا دے اور شولا پور کے قلعہ کو بھی جس پر زمین خاں برا در خواجہ جہاں قابض ہے کمال خاں سرنوبت اپنے تصرف میں لادے اس گفتگو اور شرط کے بعد حصول مقصود کی کارروائی شروع ہوئی اور قاسم برید نے محمود شاہ بہمنی کو اس کے گھر میں نظر بند کیا اور نزع مرتب کر کے من اباد گلبرگہ روانہ ہوا۔ کمال خاں نے بھی اسماعیل عادل شاہ کو اور اس کی ماں سہاؤ بچی خاتون کو ارگ کے قلعہ میں بیجا پور میں قید کیا اور اپنے میٹوں کو ان قیدیوں کا محافظ مقرر کیے خود بڑے ترک اور احتشام کے ساتھ شولا پور روانہ ہوا شولا پور کا محاصرہ کر لیا اور جب محاصرہ کو تیس مہینے کا زمانہ گزر گیا اور ملک احمد نظام الملک بحری اور خواجہ جہاں کے پاس سے کوئی مدد نہ پہنچی تو زمین خاں نے جان و مال کی امان طلب کی اور قلعہ ساڑھے پانچ ہر گنوں سمیت کمال خاں کے سپرد کر دیا ان ساڑھے پانچ ہر گنوں کا تفصیلی بیان یہ ہے کہ جب دکن کے امیروں نے دلی احمد آباد بید پر خروج کیا اور ہر ایک کسی نہ کسی ملک پر قابض ہو گیا تو گیارہ پستے یعنی گیارہ پر گئے خواجہ جہاں دکنی حاکم پریندہ کے قبضہ میں آئے۔ زمین خاں برا در خواجہ جہاں دکنی جو قلعہ شولا پور کا حاکم تھا احمد آباد بید ر گیا اور اس نے بڑی کوشش سے ایک فرمان سلطان محمود بہمنی سے اس مضمون کا حاصل کیا کہ قلعہ شولا پور اور خواجہ جہاں کی جاگیر کے نصف حصہ پر زمین خاں حاکم مقرر کیا جائے خواجہ جہاں دکنی نے احمد نظام شاہ بحری کی امداد سے زمین خاں کو قرمان سے فارغہ اٹھانے کا موقع نہ دیا اور اپنی آدمی جاگیر اس کے سپرد

نہ کی اور صرف قلعہ شولا پور زمین خاں کے قبضہ میں رہا۔ احمد نظام شاہ کے مرنے کے  
 بعد یوسف عادل شاہ نے زمین خاں کی مدد کی اور شاہی فرمان کے موافق ساڑھے  
 پانچ لاکھ گنے خواجہ جہاں دکنی سے لیکر زمین خاں کے حوالہ کئے لیکن یہ پر گئے جن کا محاصل تین  
 لاکھ ہوں تھا ہمیشہ نظام شاہی اور عادل شاہی خاندانوں میں جھگڑے کا باعث ہوئے  
 جیسا کہ آگے بیان ہوگا۔ مختصر یہ کہ امیر قاسم برید ترک نے قلعہ نصرت آباد اور ساہنادر  
 اتیکر اور نیز نہر بھورہ کے اس پار کے تمام قصبات اور گالوں کو عادل شاہی قبضہ سے  
 کھال لیا اور جس آباد گھر کہ کا محاصرہ کر لیا اسی اٹھائیس اس نے سنا کہ شولا پور بھی فتح ہو گیا۔  
 قاسم برید نے کمال خاں کو تہنیت نامہ روانہ کیا اس فتح سے کمال خاں کے استقلال  
 اور غلبہ میں بہت زیادہ اضافہ ہو گیا۔ کمال خاں غرور کے نشہ میں سرشار بیجا پور  
 واپس آیا۔ ایک مرتبہ اسماعیل عادل شاہ کو گھر کے باہر نکالا اور رعایا کو بادشاہ کو سلام  
 کرنے کی اجازت دی اور نئے سرے سے اپنے استحکام کی کوشش کرنے لگا۔ اس نے  
 منغل امیروں کو ایک قلم معزول کیا اور تین ہزار خواصہ خیل منغلوں میں صرف تین سو  
 منغل بچال رکھے اور حکم دیا کہ اگر معزول منغل ایک ہفتہ کے بعد نظر آئے تو جان مال  
 اٹکا وقف عام سمجھا جائیگا۔ منغل اس بات سے سید مضطر ہوئے اور ادھر ادھر  
 پریشان اور آوارہ ہو گئے کمال خاں کو ہر طرف سے اطمینان ہو گیا اور کسی جانب سے  
 بھی کسی عریف اور دشمن کا اسے کھٹکانہ رہا اب اس نے نظام شاہی گھراسنے کی پیروی  
 کی اور اپنا نام بڑھانے کے لئے لوگوں کے مناصب میں سہ گنا اضافہ کرنا شروع کیا اس طرح  
 جو امیر ایک ہزاری تھے وہ سہ ہزاری ہو گئے اس کے علاوہ حکم دیا کہ گورہ رادت  
 کی عدد شماری کی جائے غرض غرہ صفر کا قلعہ بھری کو معلوم ہوا کہ بیس ہزار دکنی اور  
 حبشی سوار لشکر میں موجود ہیں کمال خاں نے اپنے پیاروں اور مددگاروں کو ہموار  
 کیا اور تخت سلطنت پر جلوس کرنے کی بابت ان سے مشورہ کرنے لگا تمام مشیروں نے  
 بالاتفاق یہ کہا کہ جلوس میں کوئی امر مانع نہیں ہے اس میں جس قدر تعہیل ممکن ہو وہ کی  
 جائے کمال خاں دکنی سرنوبت لے جو میوں کو بلایا اور ان سے ساعت جلوس کی بابت استفسار  
 کیا جو میوں نے بڑے غور کے بعد جواب دیا کہ سیاروں کی گردش سے ثابت ہوتا ہے  
 کہ اس مہینہ کے پندرہ دن موافق نہیں ہیں آپ کو چاہیے کہ اس زمانہ میں اپنی حفاظت کریں

اور آج کے سولہویں روز تخت سلطنت پر جلوس کریں۔ کمال خاں نجومیوں کے اس بیان سے بے خوف زندہ ہوا اور اپنے دل میں سوچا کہ جان کی حفاظت کے لئے ارک کے قلعہ سے زیادہ مضبوط اور محفوظ اور کوئی دوسری جگہ نہیں ہے بہتر یہ ہے کہ وہیں جا کر کسی مکان میں قیام کر دوں اور نفوس زمانہ کو وہیں بسر کروں مختصر یہ کہ بیجا پور کا انتظام اپنے معتبر لوگوں کے سپرد کیا اور خود یہ خیال کرے کہ خدائی نوشتہ بھی انسان کی تدبیروں سے مٹ سکتا ہے اس لئے ارک کے قلعہ میں ایک محفوظ مقام تلاش کیا اور اس میں فرودکش ہوا بنجارا اور در و در کا بھانہ کر کے حکم دیا کہ خاص و عام شہری اور دیہاتی اس زمانہ میں مجھ سے کوئی تعلق نہ رکھیں جس کو ضرورت پیش آئے وہ میرے بیٹے صفدر خاں کے پاس جا کر اپنی حاجت روائی کرائے کمال خاں کے اس ارادے کی خبر کہ وہ پندرہ روز کے بعد سولہویں دن تخت حکومت پر جلوس کریگا شاہی محل میں بھی پہنچی اور عادل شاہی محلات کی بیبیاں بچہ رنجیدہ و غلگین ہوئیں چونکہ خدا کو اس بزرگ گھرانے کا نام و نشان باقی رکھنا منظور تھا اسماعیل عادل شاہ کی ماں سماء یونہی خاتون کو ایک مدبیرہ سو فی اور اپنے بیٹے کے کا کاسمی یوسف ترک کو اپنے پاس بلایا اور اس سے کہا کہ یوسف تم جانتے ہو کہ دنیا میں نہ کوئی ہمیشہ رہا ہے اور نہ ہمیشہ رہے گا اور کسی نہ کسی طرح حیات خدا کو سپرد کرنی ہے مجھے تم سے امید ہے کہ تم اپنی جان پر کھیلو گے اور اس مکار کمال خاں کو خاک و خون کا ڈھیر کر دو گے یوسف ترک نے زمین کو بوسہ دیا اور کہا کہ میرے لئے اس سعادت سے بڑھکر اور کوئی دوسرا کام نہیں ہے کاش ایک جان کی عوض میری ہنر جانیں ہوتیں اور وہ سب کی سب تمہارے اوپر قربان ہوتیں لیکن یہ بتاؤ کہ ایک شخص بیس ہنر رکھنی اور ہستی سواروں کے مقابلہ میں کیا کر سکتا ہے اور ایسے دشمن کے مقابلہ سے کس طرح بازی جیت سکتا ہے یونہی خاتون نے کہا کہ اگر تم اپنی جان اپنے مالک پر قربان کرو اور اپنی مستعار جان جسے ایک روز خدا کے پرور کرنا ہے پھیل جاؤ تو نہایت خوبی کے ساتھ کمال خاں کا خاتمہ ہو سکتا ہے یوسف ترک نے جواب دیا کہ مجھے یقین کمال ہے جسے جس روز کمال خاں بادشاہ ہوگا مجھے زندہ نہ چھوڑے گا تو ایسی حالت میں اس سعادت سے بڑھکر



اور کون سی بات ہے کہ میں اپنے کو مالک پر سے صدمے کروں اور اپنا نام ہی دغا داروں کی فہرست میں لکھا کر حیشہ کی زندگی حاصل کر دوں۔ تم دشمن کو تباہ کرنے کی تدبیر بتاؤ تاکہ میں جاں بازی کر کے اپنا سر نذر کروں اور فدیہ خدا بنکر اپنے اسمعیل کے عوض اپنا گلا کٹاؤں۔ پوچھی خاتون نے کہا کہ میں حرم سرا کی اس عورت کو جو کمال خاں کی بیٹی بھی خواہ اور اس کی جانب سے اس لئے عمل شاہی میں مقرر ہے کہ ہم خواتین کا سارا حال رو نہ انہ کمال تک پہنچائے مزاج پر مبنی ہے یہاں سے کمال خاں کے پاس روانہ کرتی ہوں اور تمہیں اس پیر زل کے ہمراہ کرتی ہوں اور ایسی تدبیر کرتی ہوں کہ دشمن تیری خاطر داری کرے اپنے ہاتھ سے تجھے پان کا بیڑا دے تمہیں چاہئے کہ پان لیتے وقت اپنے خون سے اپنا چہرہ سرخ کر دو اور بہت کر کے خنجر دشمن کے پیٹ میں ادا کر اس کو پاش پاش کر دو یوسف ترک نے یہ مشورہ قبول کیا اور پوچھی خاتون نے اس پیر زل کو بلایا اور مہربانی اور دلسوزی سے کمال خاں کے لئے مہر آمیز کلمات زبان سے نکالے اور کہا کہ یوسف عادل شاہ کے سرنے کے بعد میں ہمیشہ فکر مند رہتی تھی کہ میرا بیٹا اسمعیل ابھی بچہ اور دنیا کے نشیب و فراز سے بالکل ناواقف ہے ایسا نہ ہو کہ ملک احمد شاہ بھری ٹہنی طرف منتقل ہو جائے عادل شاہی امیروں میں کون ایسا سورما ہے کہ مہات شاہی کی باگ اپنے ہاتھ میں لے اور دولت خانہ شاہی کی حفاظت برکمر بہت باندھے لیکن جب سے کہ ملک کا انتظام کمال خاں نے اپنے ہاتھ میں لیا ہے یہ خدشہ بالکل میرے دل سے جاتا رہا اور اب بید خوشی اور اطمینان کے ساتھ زندگی بسر کرتی ہوں لیکن دو تین روز سے سنتی ہو کہ کمال خاں کا مزاج جو مجھے اپنے بیٹے سے زیادہ عزیز ہے نادرست ہے اس وجہ سے مجھے بڑی پریشانی اور تردد ہے میں بارہ ہزار ہوں تجھے دیتی ہوں اسے اپنے ہمراہ لے جا اور کمال خاں کے سر پر سے اتار کر یہ رقم فقیروں کو بانٹ دے۔ پیر زل روانہ ہوئی لیکن چند قدم چلی ہوئی کہ پوچھی خاتون نے اسے آواز دی اور کہا ایک مدت سے یوسف کا کارج کا ارادہ کر رہا ہے اور کہتا ہے کہ جہتک خاں صاحب اپنی خوشی سے مجھے حج کرنے کی اجازت نہ دیں گے میرا سفر مقبول نہ ہوگا تم اسے بھی اپنے ہمراہ لیتی جاؤ اور ایسی تدبیر کرو کہ کمال خاں اپنے ہاتھ سے اسے

دعا کی پان غنایت کرے اور پروانہ تراہداری اپنے ظلم سے لکھ کر اس کے سپرد کرے تاکہ بندہ مصطفیٰ آباد کیا جائے اور اس کا سزا جم نہ ہو اور اسے مغرب مقصود کی طرف روانہ کر دے۔ یونہی خاتون نے اس خدمت کے صلہ میں ایک گراں مایہ رقم پینال کے حوالہ کی اور یوسف کو اس کے ہمراہ روانہ کیا پینال خوش و غم کمال خاں دکنی کی خدمت میں روانہ ہوئی اور اس نے یونہی خاتون کی مہر انگیز تقریر خاں صاحب کو سنائی پینال نے مبلغ مذکور خاں کے سپرد سے تصدیق کیا اور یوسف کا کاکا کے ارادہ رنج سے کبھی کمال خاں کو آگاہ کیا کمال خاں یونہی خاتون کی توجہ اور مہربانی سے بھرپور خوش ہوا اور اب اسے اپنے فرمانروا ہو جانے میں کسی طرح کا شک و شبہ باقی نہ رہا اور یونہی خاتون کی دنجوئی کے خیال سے اس نے یوسف کا کاکا کو اپنے پاس خلوت میں بلایا اور اس سے کہا کہ اے یوسف میں تجھے بھلا عزت نہ رکھتا ہوں جب تم اس کار خیر کی نیت کر چکے ہو تو تمہیں منع نہیں کروں لیکن جہاں تک ممکن ہو جلد واپس آنا تاکہ تمہیں نامی امیروں میں داخل کروں یوسف حرکت نے بھی اپنے مالک کی صلاح و دولت کا خیال کر کے اس قدر دل خوش کن باتیں اس سے کہیں کہ کمال خاں دکنی بالکل خاں ہو گیا اور مہربانی سے یوسف کو اپنے پاس بلایا تاکہ اپنے ہاتھ سے اسے بیان دے یوسف ترک سنے دکنیوں کی عادت کے موافق عمل کیا اور جیسا کہ اس ملک کے لوگ بڑے آدمیوں کا بان چادر پھیلا کر لیتے ہیں اپنا کپڑا پھیلا یا اور ہاتھ کو چادر کے نیچے چھپا کر کمال خاں کے سامنے گیا جب کمال خاں نے پان دیتے دیکھے لے لے ہاتھ بڑھایا تو ایک ہاتھ سے منجھتی ہوئی اس مردانگی سے اس کے سینہ پر مارا کہ بیٹھ کے بار ہو گیا اور کمال دیکھ کر ڈھیس ہو گیا کمال کی ماں کو اس واقعہ کی اطلاع ہوئی اس نے پیر زل کر بانی فساد سمجھا اور یوسف ترک دونوں کو قصاص میں تلوار کے گھارے اتارا اور اپنے آدمیوں کو شور و فریاد اصرار بشارتی اور ساہ دنانہ سے منع کیا اور کمال خاں کو زندوں کی طرح قتل کی کھڑکی میں تخت پر بٹھایا اور قتل کے سارے ملازمین اور لشکر کو ہندوستان کی رسم کے موافق نصر کے نیچے کھڑا کیا اور اپنے ایک راندہ کو صفدر خاں کے بلائے کے لئے بھیجا۔ صفدر خاں پہونچا اور باپ کی لاش دیکھتے ہی اس نے

ارادہ کیا کہ چلائے۔ کمال خاں کی ماں نے پوتے کے منہ پر ہاتھ رکھ دیا اور کہا کہ فریاد وزاری کرنے کا وقت نہیں ہے کمرہست کو مضبوط باندھو اور تلو اکھنچ کر باپ کے خون کا بدلہ عادل شاہ اور اس کی ماں سے لو اور اس کے بعد تخت شاہی پر جلوس کر کے عادل شاہی خاندان کا نام و نشان صفحہ دنیا سے مٹا دو صفدر خاں باوجود اس کے کہ کلیس برس کا سن تھا یہ خوف زدہ ہوا اور اس نے کہا کہ یہ خون ابھی تمام لوگوں پر ظاہر ہو جائے گا اور لوگ اس واقعہ سے اطلاع پاتے ہی ادھر ادھر متفرق ہو جائیں گے دشمن سے کس طرح بدلہ لینے میرے نزدیک بہتر یہ ہے کہ قبل اس کے کہ یہ خبر لوگوں میں شائع ہو اور فوج ہمارا ساتھ چھوڑے قلعہ سے نکل کر کسی طرف روانہ ہو جاؤں ماں نے اس کو نصیحت کی اور کہا جس قدر لوگ حلقہ میں موجود ہیں یہی دشمن کو دفع کرنے کے لئے کافی ہیں یہ حکم دے کہ قلعہ کا دروازہ بند کر لیا جائے اور تو گھر کے اندر سے اپنے ہی خواہوں اور ملازمین کو یہ پیغام بھیج کہ خان والا اللہ ان کا حکم ہے کہ اسماعیل عادل شاہ کا سر لاؤ اور ان لوگوں کے ساتھ تو بکلی جا اور اس کو پکڑ کر اپنے باپ کے خون کا بدلہ لے۔ اس قرارداد کے موافق قلعہ کا دروازہ بند ہو گیا اور لوگوں کو اس کی اطلاع کر دی گئی کہ خان کا حکم ہے کہ اسماعیل عادل کو نظر بند اور قتل کرو۔ پوئی خاتون کا باوجود اس کے کہ یہ خیال تھا کہ یوسف کا کاٹنے اس کام کو ادمور انجام دیا ہے اور کمال خاں کو حقیقت حال سے آگاہی ہو گئی ہے اور اب وہ خاندان شاہی کے درپے ہے دشمن کو دفع کرنے پر کمرہست باندھنی ملکہ نے فذل خواجہ سرا کو ان لوگوں کے پاس بھیجا جو کی اور پہرہ کے لئے دیوانہ خائیں جمع تھے دران لوگوں کو اس عمارت کے دروازہ پر بھیجا۔ اتفاق سے اس روز انھیں تین سو منلوں کا پہرہ تھا جن کا اوپر ذکر ہو گیا ہے اور تین سو بیس دہائی اور چشتی بھی موجود تھے۔ چونکہ دربار کے چھوٹے اور بڑے کمال خاں کے مصلح اور فرائزدار تھے اور صفدر خاں ان لوگوں کو اپنا حامی اور مددگار سمجھتا تھا ان لوگوں کے دفعیہ کی طرف اس نے توجہ نہ کی۔ مختصر یہ کہ پوئی خاتون پر وہ کے پیچھے آئی اور لوگوں سے کہا کہ کمال خاں دہائی چاہتا ہے کہ اسماعیل عادل شاہ کو قتل کر کے خود حکمرانی کرے ایسی صورت میں جو شخص دغاوار

اور تک حلال ہوا سے دشمن کے مقابلہ میں جاں بازی کرنی چاہئے اور جس کسی کو اپنی جان عزیز ہو  
 اور وہ یہ نہ چاہے کہ وفاداری کی سب سے بڑی دولت حاصل کرے اپنے اختیار سے جہاں جی  
 چاہے چلا جائے یونہی خاتون کی اس تقریر سے صرف دوسو مغل اور سترہ دکنی اور ہشتی  
 جاں بازی کے لئے تیار ہوئے اور سیانی اور خلوص کے ساتھ شاہی عمارت میں داخل ہوئے  
 اور بقیہ لوگ بیوفائی کر کے چلے گئے یونہی خاتون اور دلشاد آغا سلیمان عادل شاہ کی  
 پہچانی نے جو یوسف عادل شاہ کے آخری زمانہ میں دکن آگئی تھی مردانہ لباس پہنتا  
 اور تیرہ کمان ہاتھ میں لے کر شاہزادہ کے ساتھ لکھن محل کے گوشے پر جو بہت بلند تھا چڑھ گئے  
 ان خواتین نے مغلوں کو بھی کوٹھے کے اوپر بلایا اور شاہانہ نوازشوں کی خوشخبری سے  
 ان کو جرات دلائی اسی اثنا میں صفدر خاں بھی نزدیک پہنچ گیا اور اس نے  
 لوگوں کو دروازہ توڑنے پر مقرر کیا مغل تیر اندازی کرنے لگے اور خواتین نے ہتھ  
 پھینکنا شروع کیا اور قلعہ کے اندر بڑا شور مچا ہونے لگا۔ اسی ہنگامہ میں مصطفیٰ قادری  
 جو قدیم زمانہ سے قلعہ کے برج بارہ کا محافظ تھا اور کمال خاں دکنی اس کو مدد ضعیف  
 سمجھ کر ان کے تباہ کرنے پر کبھی تو جہ بھی نہ کرتا تھا پچاس دکنی تفنگچیوں کو اپنے ساتھ  
 لیکر لکھن محل کے نیچے آیا۔ خواتین محل نے ان لوگوں کو عادی اور زیاں لٹکا دیں  
 اور یہ لوگ رسی پھوڑ کر اوپر چڑھ آئے اور میدان قیامت کا نمونہ ہو گیا لڑائی نے  
 طویل سمیٹا اور تفنگ کی آواز صفدر خاں کی ماں کے کان میں پہنچی یہ عورت ڈردی  
 کہ کہیں صفدر خاں کو کوئی صدمہ نہ پہنچے کمال خاں کی طرف سے فوج کو پیغام  
 بھیجا کہ بلاوجہ لوگوں کو ضائع نہ کریں اور بڑی توہین منگاکر قلعہ کی عمارت کو زمین  
 کے برابر کر دیں اور اس وقت اندر پہونچ کر چھوٹے بڑے سب کو تہ تیغ کر ڈالیں  
 ماں کے حکم کے موافق صفدر خاں نے لڑائی موقوف کی اور فوج کے ہمدرد کو قلعہ  
 سے بڑی توہین لانے کے لئے مقرر کیا اور اپنے سپاہیوں کو جو شہر میں مشتم تھے حکم دیا کہ  
 اپنے پر سے ہار قلعہ کے گرد کھڑے ہو جائیں تاکہ سلیمان عادل شاہ کی مدد کو نالاشکر  
 نہ آئے جائے خواتین محل دشمن کے مشورہ سے آگاہ ہوئیں اور انھوں نے سوچا کہ اگر  
 توپوں کے آتے سے پہلے کوئی تدبیر کارگر ہو جائے تو بہتر ہے ان خواتین کی یہ رائے  
 ہوئی کہ مغلوں کو کوٹھے کے پیچھے چھپا دینا چاہئے شاید صفدر خاں سمجھے کہ محل سپاہی

فرار ہو گئے اور توپوں کے آنے کا انتظار نہ دیکھ اور آگے بڑھے اور اس نگرہ کو کوئی  
 جہلک حد میں پہنچنے خواہش کی یہ تدبیر کارگر ہوئی اور صفدر خاں بڑی آسانی کے  
 ساتھ قتل کر دیا گیا اس واقعہ کا تفصیلی بیان یہ ہے کہ جب مغل سپاہی حسب مشورہ چھب  
 گئے اور صفدر خاں اور اس کے بیوی خواہ سبھی کے مغلوں سے راہ فرار اختیار کی یہ لوگ  
 بے تاب ہو کر لکھنؤ کی طرف دوڑے چونکہ کوئی شخص ان کا مزاحم نہ ہوا انھوں نے  
 تیسرا تیسرا تیسرے لکھنؤ کا دروازہ توڑنا شروع کیا اور یہ حوصلہ مند اور شیر دل  
 عورتیں اسی طرح خاموش کھڑی رہیں دشمنوں نے اطمینان کے ساتھ دروازہ توڑ ڈالا  
 اور صفدر خاں اور اس کے ساتھی بڑی خوشی کے ساتھ قلعہ کے اندر آئے اور  
 انھوں نے دوسرا دروازہ توڑنا شروع کیا اس وقت مغلوں نے خواتین کا  
 اشارہ پاتے ہی اللہ اللہ کا نعرہ بلند کیا اور ہر طرف سے تیر و تفتنگ اور پتھر و شمنوں  
 پر برسانا شروع کیا چونکہ جگہ بہت تنگ تھی دشمن کے بہت سے عہدہ دار لوگ تہ تیغ ہوئے  
 اسی درمیان میں ایک تیسرے صفدر خاں کی آنکھ میں لگا صفدر خاں قضاے الہی سے  
 مجبور ہو کر حیران و پریشان اسی دیوار کے نیچے آکر پناہ گزیں ہوا جس کے اوپر  
 اسٹیل عادل شاہ کھڑا ہوا تھا پوچھی خاتون اسٹیل عادل شاہ کی ماں نے جو دوسری طرف  
 کھڑی ہوئی لوگوں کو سرفروشی کی ترغیب دے رہی تھی صفدر خاں کو پہچانا اور  
 بیٹے سے اشارہ کیا کہ اپنے سامنے کا فتادہ پتھر نیچے گرا سکے اسٹیل عادل باوجود  
 اس شدید معرکہ آرائی کے مجبور اطمینان کے ساتھ کھڑا ہوا تھا اور ماں کا اشارہ  
 پاتے ہی اس کا مطلب سمجھ گیا اور اس پتھر کو ہاتھ سے ٹھکرایا خدا کے حکم سے وہ پتھر  
 صفدر خاں کے اوپر گرا اور اس کا منہ پاش پاش ہو گیا دشمنوں نے سردار کو مردہ  
 دیکھ کر کمال خاں کے گھر کا رخ کیا لیکن جب باب کو بھیجے تو اس کی طرف بھاگ دیکھا  
 تو فوراً قلعہ کا دروازہ کھول کر فراری ہوئے و فادار قتل باہر نکلے اور انھوں نے  
 صفدر اور کمال کا سر قلم کر کے سروں کو نیتروں پر آویزاں کیا اور سارے شہر میں  
 مقتولوں کے سروں کو شہریر کیا شہر کے نامی امیر یعنی عہدہ الکتب اور خان جہاں  
 وغیرہ انھوں نے کمال خاں سے قربت داری کر لی تھی اس واقعہ کو دیکھ کر جس کا  
 سان و گمان بھی ان کے ذہن میں نہ تھا اس قدر خوف زدہ ہوئے کہ

اپنا سارا مال و اسباب چھوڑ کر جلد سے جلد ملک سے باہر بھاگ گئے سلیس عادل شاہ نے اسی روز اپنے جال باز و جال خاں یعنی یوسف کا کا کا جنازہ بہترین تزک و احتشام کے ساتھ اٹھایا بادشاہ خود بھی جنازہ کے ہمراہ تھا اور دس ہزار ہوں جو یونگی خاتون نے ساتھ کیے تھے اور بارہ ہزار ہوں اور جو کل کی دوسری خواتین نے دے دیے تھے اور بیس ہزار ہوں اپنے پاس سے یوسف کا کاکا کے نام پر بیس ہزار غیرت کے بادشاہ نے یوسف کی قبر پر ایک بلند گنبد بنوایا اور مجاوروں کے وظیفے مقرر کئے اور شام کے قریب طلوعہ کو واپس آیا۔ بادشاہ نے اپنی تمام عمر پر ہنیہ اس خیرات کا سلسلہ جاری رکھا اور سال میں ایک دفعہ جس روز کہ قبل واقع ہوا تھا بادشاہ یوسف کی قبر پر خود بھی جایا کرتا تھا۔ مورخین لکھتے ہیں کہ سلیس عادل شاہ نے اس واقعہ کے دوسرے دن تخت سلطنت پر قدم رکھا اور دربار عام کیا لوگوں نے بادشاہ کے سر پر سے صدقے اتارے اور فاضل اور مبلغ منشی جن کا سرگردہ غیاث الدین شیرازی تھا اپنے زبردست قلم سے دشمن کی اور اس کے بھی خواہوں کی تباہی کے واقعات رنگین عبارت میں خطوں میں لکھے اور شیر رفتار انچپوں نے وہ خطوط شاہان دکن تک پہنچائے اور دشمن کے بے نام و نشان ہونے کی خبر سارے زمانہ میں مشہور کر دی کمال خاں نے متعلقین اور اس کے فرزند کی بھی خواہ جو قید ہوئے تھے یونگی خاتون کے سامنے فیصلہ مناسب کے لئے اپنے کردار کی وجہ سے پیش کیے گئے۔ یونگی خاتون نے اس عورت کی رعایت کی اور اسے حکم دیا کہ دوسرے ملک کو چلی جائے اور ایک گروہ کو اس کے ساتھ کر دیا کہ راستہ میں کوئی اسے نقصان نہ پہنچائے۔ یونگی خاتون نے ان بخومیوں کو بھی انعام و اکرام سے مالا مال اور مغرز کیا جنہوں نے اپنی مہارت کی وجہ سے کمال خاں کی بابت اس قسم کا حکم لگایا تھا۔ اور جن لوگوں نے کہ اس حادثہ میں شاہی اراکین کا ساتھ دیا تھا ملک نے ان میں سے بھی ہر ایک کو اس کی حیثیت کے موافق نوازش سے خوش کیا اور انھیں منیصب اور جاگیریں عطا کیں خوش کلدی آقا سکندر اور مصطفیٰ آقا مقرب خاں مظفر خاں رعد باری خواجہ عنایت کاشی اور محمد حسین ظہرائی سلطانی کے مرتبہ سے امارت کے عہدوں پر فائز کیے گئے اور صاحب قوت و شوکت ہوئے۔ سزا جہانگیر فی حیدریک سوچنا چاہیے

اور دوسرے امیر اور سردار جو کمال خاں کے ظلم و ستم سے تنگ آکر گجرات خانہ میں احمد نگر  
 برار درملنگا نہ چلے گئے تھے ملکہ نے ان کی تسلی کر کے ان کو وطن واپس آنے کی ترغیب  
 دی۔ پوئجی خاتون نے خسرو نگر کو جولاہی الاصل تھا اور جس نے مصلحت وقت کے لحاظ سے  
 اپنے کو غلاموں کے گروہ میں داخل کر رکھا تھا اسد خاں کا خطاب دے کر اسے بلکوان اور  
 اس کی نواح کا جاگیردار مقرر کیا۔ یوسف جو فلان کرنی کے گروہ میں شامل تھا۔ شمعہ  
 دیوان بنایا گیا چونکہ ملکہ نے اس حادثہ میں یہ عہد کیا تھا کہ سوا مغلوں کے اور کسی کو ملازم  
 نہ رکھیں لہذا اس کو پورا کیا اور اپنے غاملوں اور کارکنوں کو حکم دیا کہ چونکہ ہماری سلطنت  
 کی دنیا مغلوں کی قوت بازو سے قائم ہوئی ہے اور انھیں سے متعلق ہے لہذا دکنی  
 جیشی اور مغل زادے کو نہ رکھے جائیں یہ حکم بارہ سال کامل جاری رہا اور اس میں  
 کسی طرح کی تبدیلی نہیں ہوئی یہاں تک کہ مغلوں نے باہم اتفاق کر کے اپنے بیٹوں کو نوکر  
 رکھانے کی بابت عرض کیا یہ معروضہ ہوا اور ملکہ نے حکم دیا کہ افغان اور راجپوت بھی  
 نوکر رکھے جائیں لیکن دکنی اور جیشی کسی طرح پر بھی ملازمت میں نہ داخل کئے جائیں۔ یہ  
 بہتر قاعدہ سلطان ابراہیم عادل شاہ اول کے زمانہ تک رائج رہا اور کسی شخص کی مثال  
 نہ تھی کہ دکنیوں یا جیشیوں کو فوج میں بھرتی کرائے۔ بادشاہ نے اس لشکر کی قوت سے  
 اکثر راجاؤں اور اطراف و نواح کے زمینداروں کو زیر کیا اور سلطان محمود غزنوی اور امیر ہند  
 جو پکھیس ہنزار شیکر کے ساتھ بیجا پور پر حملہ آور ہوئے تھے شکست و بکری فتح مندی  
 حاصل کی اس واقعہ کا یہ فیصلی بیان یہ ہے کہ امیر برید نے جیسا کہ اوپر مذکور ہوا کمال خاں  
 کی زندگی میں بیجا پور کے اکثر شہروں پر قبضہ کر لیا تھا کمال خاں کے قتل کے بعد  
 مرزا جہانگیر میں نے احمد نگر کی ملازمت چھوڑ کر بیجا پور کی نوکری اختیار کر لی تھی جن آباد  
 کے پرکنوں کا جاگیردار مقرر ہوا اور اس نے امیر برید کے سپاہیوں کو جو تعداد میں  
 چار سو تھے تیر و تلوار سے ہلاک کر کے نصرت آباد و ساغر اور ان کے قلعوں کو دشمن  
 کے قبضہ سے نکال لیا اور اس نواح کے سارے شہروں و دولت بیجا پور کے بدخواہوں  
 سے لے کر امیر برید کے بھائیوں کو جو اپنے وقت کے مشہور بہادر تھے تہ تیغ کر کے  
 اپنا ملک واپس لیا۔ امیر قاسم برید اس خبر کو سن کر زخمی سانپ کی طرح تڑپنے لگا۔  
 اور اس نے اپنے قلم اور قلمو دہنی کی زبان سے والہانہ دکن کے نام نامیے منسوب کر

طلب امداد میں اس قدر مبالغہ اور منت کی کہ برہان نظام شاہ اور سلطان قلی علی شاہ اور علاؤ الدین غیاث شاہ نے امدادی فوج روانہ کی امیر قاسم بریدان امدادی لشکر دل کو جمع کر کے سلسلہ ہجری میں پہچاپور روانہ ہوا اور شہر کے تباہ کرنے میں اس نے کوئی کسر باقی نہ رکھی۔ چونکہ امیر برید کے ہمراہ محمود شاہ چینی بھی تھا یوسف عادل شاہ نے آگے بڑھ کر مقابلہ کرنا مناسب نہ سمجھا اور اسی طرح خاموش بیٹھارہا یہاں تک کہ دشمنوں کا لشکر امیر پور میں پہنچا جو یوسف عادل شاہ کا بسایا ہوا اور پہچاپور کے قریب واقع ہے دشمن نے محاصرہ کا ارادہ کیا اسماعیل عادل شاہ نے بارہ ہزار سواروں کے ساتھ جس میں اکثر مغل تھے شہر سے نکل کر دشمن پر حملہ کیا۔ ایک شدید اور خونریز لڑائی کے بعد امیر قاسم برید اور اس کے ہمراہی شکست کھا کر میدان جنگ سے بھاگ گئے اور محمود شاہ بہمنی اور اس کا فرزند احمد شاہ فوج کے علاوہ میں گھوڑے سے گر کر دشمن کے ہاتھ میں گرفتار ہوئے۔ اسماعیل عادل شاہ نے تواضع کی راہ سے چن د گھوڑے صبح زین و لگام کے مافر کئے اور بادشاہ اور شہزادہ دونوں کو سوار کر کے جاہانک انھیں پہچاپور لائے اور سلطان محمود کو امیر برید کے تسلط سے نجات دے۔ بادشاہ نے پہچاپور آتا قبول نہ کیا اور شہر کے باہر اس جگہ قیام پذیر ہو کر اپنے اعضاء بدن کے علاج میں جو گھوڑے سے گرتے وقت مجروح ہو گئے تھے مشغول ہوا بادشاہ کے زخم بھر گئے اور سلطان محمود نے اسماعیل عادل شاہ سے درخواست کی کہ بی بی جی جو شاہزادہ احمد کے نکاح میں آچکی ہے اب جشن عشرت ترتیب دینے کے بعد نوشہ کے سپرد کر دیجائے۔ اسماعیل عادل نے بادشاہ کی تجویز سے اتفاق کیا اور یہ طے پایا کہ حسن آباد گلبرگہ میں جو حضرت سید محمد گیسو دراز کی خوابگاہ ہے حاضر ہو کر عرش منعقد کیا جائے غرض کہ سلطان محمود اور اسماعیل عادل دونوں گلبرگہ روانہ ہوئے اور گلبرگہ شریف پہنچ کر بڑے ٹوک اور اعتناء کے ساتھ جشن منعقد ہوا اور شاہزادہ احمد کے سپرد کر دی گئی۔ اسماعیل عادل شاہ نے پانچ ہزار مغل سوار بادشاہ کے ہمراہ کر کے اچھا بادبید روانہ کیا امیر قاسم برید ترک اس خوف سے کہ بادشاہ اسماعیل عادل کے ساتھ پانچ ہزار سوار کی جمعیت سے اس کو دفع کرنے کے لئے آ رہا ہے اسباب اور ہزائن شاہی اٹھا کر قلعہ بند ہو گیا بادشاہ نے بیحد اطمینان کے ساتھ بلا حائلوں و وپرہ داروں کے دغدغہ کے چند دن شراب نوشی اور بازی رنگ میں



بسر کئے۔ اسٹیل عادل شاہ بادشاہ سے رخصت ہو کر احمد آباد بیدر کے نواح سے روانہ ہوا اور امیر قاسم برید نے تین یا چار ہزار سواروں کے ساتھ شہر پر حملہ کیا اور صبح کے وقت دروازہ شہر پر پہنچ گیا۔ دروازہ کے دربان سمجھے تھے کہ سلطان محمود اور شہزادہ احمد و دلوں فرمازدائی کے لالچ نہیں ہیں اور نہ ان میں سے کوئی اس بار گراں کو اٹھا سکتا ہے انہوں نے شہر کے دروازے سے کھول دیے اور بریدی لشکر کو شہر کے اندر آنے دیا امیر قاسم برید نے بدستور سابق جا بجا اپنے معتد یا سان بٹھائے اور پھر اپنے عہدے پر قابض ہو گیا صبح کو محمود بہمنی ہونیار ہوا اور معاملہ کو درگروں پایا لیکن چونکہ اسے امیروں سے دبج رہنے کی عادت ہو گئی تھی اسے اسی تسلط کا بہت زیادہ رنج نہ ہوا اور جو کچھ امیر قاسم کی طرف سے اسے سامان عیش مل گیا اس پر اس نے قناعت کی چند سال پیشتر شاہ اسٹیل صفوی دلی ایران کے اچھے شاہان ہندوستان کے پاس آئے تھے۔ قمر راج رائے بیجا نکرا در شاہ گجرات ایرانی ایلچیوں کو بڑی تعظیم و تکریم کے ساتھ اپنے اپنے شہروں میں لائے تھے۔ اور شاہانہ کھنے اور پینے کے کراچیوں کو اپنے شہر سے رخصت کر چکے تھے محمود بہمنی ایلچیوں کو بڑی تعظیم و تکریم کے ساتھ اپنے ملک میں لایا تھا اور شہر میں آداب کا لحاظ کرتے ہوئے چاہتا تھا کہ اچھی طرح ان ایلچیوں کو رخصت کرے لیکن امیر قاسم برید بوجہ مخالفت مذہبی کے بادشاہ کو منع کرتا تھا۔ جسکی وجہ سے محمود بہمنی دو سال تک ایلچیوں کو رخصت نہ کر سکا ایلچی تنگ آ گئے اور انہوں نے اسٹیل عادل شاہ کی خدمت میں ایک شکایت نامہ بھیجا۔ اسٹیل عادل نے ایک خط محمود بہمنی اور امیر قاسم کے نام اس مضمون کا لکھا کہ ان ایرانی ایلچیوں کو اب زیادہ روکنا یا اس ادب سے دور ہے بلکہ لازم ہے کہ اب ان کی خاطر مدارات کر کے ان کو روانہ کر دو اور انھیں اب زیادہ نہ روکو امیر قاسم برید اس پیغام سے سمجھا کہ مجھ تا کی کی گئی ہے اس لئے اس نے فوراً ایلچی کو رخصت کر دیا ایلچی بیجا پور روانہ ہوئے اسٹیل عادل شاہ نے بڑی شان و شوکت کے ساتھ ایلچیوں کا استقبال کیا۔ اور البیہ پور میں قاصد سے ملاقات کی اسٹیل عادل شاہ نے بوجہ اتحاد مذہب کے ایلچی کو عزت و توقیر کے ساتھ بندر مصطفیٰ آباد دابل سے شاہ ایران کی خدمت میں واپس کیا دلی ایران کو حقیقت حال سے اطلاع ہوئی بادشاہ نے اپنے ایک معتد امیر ابراہیم بیگ ترکمان کو

مرتب کر پند اور تلوار اور نیز بہترین اور نادر الوجود ایرانی تحفوں کے ساتھ اسٹیل عادل شاہ کی خدمت میں روانہ کیا شاہ ایران کا جو خط ان تحفوں کے ساتھ تھا اس میں عہد السلطنت والخصیہ والشہ کے اقبال مقوم تھا اسٹیل عادل الفاظ اور خطاب شاہی سے جو بادشاہ مجسم کی تریان اور قلم سے اس کے لئے نگئے تھے بید خوش ہوا اور کہا کہ اب مرتبہ شاہی ہمارے خاندان میں آنا۔ اسٹیل عادل ایرانی لٹچی کو اس عزت اور شان کے ساتھ بجا پوریں لایا کہ اس کی تفصیل حد بیان سے باہر ہے بادشاہ نے شاہوایے ہوائے اور ایرانی قاصد کے لباس کی موافقت کا خیال کر کے اسٹیل عادل نے حکم دیا کہ تمام منسل زادہ سپاہی دوازہ شعبہ سرخ تاج سر پر لھیں اور جس شخص کے سر پر اس قسم کا تاج نہ ہو وہ سلام کے لئے باریابی نہ پائے بلکہ اس سے بارہ بکریاں بطور جرمانہ کے وصول کی جائیں تاکہ ایسا شخص دوبارہ خلاف درزی نہ کرے ایسے شخص کے سر پر سے سر بازار پگڑی اتار لی جائے اور اہل بازار اسے بر سے الفاظ سے یاد کریں۔ اس شاہی حکم کی بنا پر کسی سپاہی کی یہ حال نہ تھی کہ بلا تاج سر پر رکھے ہو سے شہر میں آمد و رفت کرے اسٹیل عادل نے یہ بھی حکم دیا تھا کہ عیدین جمعہ اور نیر اور تمام قبرک دلوں میں جیلوں میں شاہ ایران کی سلامتی کی دعا مانگی جائے یہ حکم مملکت بجا پور میں تقریباً ستر سال یعنی علی عادل شاہ کے آخری عہد تک جاری رہا۔ دکن کے تمام موہن کو اتفاق سے کہ اسٹیل عادل شاہ نے ہر کام میں عقل و فراست کو ملحوظ رکھا اور کبھی کسی حکار کے حیلہ اور فریب میں نہیں آیا اور تمام معرکوں میں ہمیشہ فتح مند رہا صرف کنہڑ کے غیر مسلموں کی جنگ میں جب کہ بادشاہ شہر اسب کے نشہ میں مذہوش اور عقل و شعور سے بالکل بے بہرہ تھا مگر دو فاکا شکار ہوا۔ دکن کے موہن اس واقعہ کا حال اس طرح لکھتے ہیں کہ یوسف عادل شاہ نے اپنی سیاست کی تلوار سے کنہڑ کے غیر مسلم سرکشوں کو زیر کیا اور وہاں کا ملک بت پرستوں کے قبضہ سے نکال کر راجو را اور مدگل کے قلعوں کو اپنے زیر حکومت کیا اور ایک عرصہ تک اس ملک کے لوگ اہالیان بجا پور کے شر سے محفوظ رہے۔ یوسف عادل شاہ کے مرتبہ کے بعد کمال خاں کی سرکشی اور قاسم برید کی لشکر کشی کی خبر سارے ملک میں پھیل گئی اور تراج نے راجو را اور مدگل کے قلعوں کا جیسا کہ مذکور ہوا محاصرہ کر لیا اور عہد و بیان کے ساتھ اس پر

قائض ہو گیا۔ چونکہ اسماعیل عادل فیاہ کمال خاں دکن کے فتنہ و فساد سے پریشان خاطر ہو رہا تھا اور کوئی امیر معتمد اس کے پاس باقی نہ رہا تھا اس لئے سلسلہ ہجرت تک اسماعیل عادل نے ان حلقوں کو واپس لینے کی کوئی کوشش نہیں کی جبکہ دیگر امیر اطراف و جوانب سے اس کی بارگاہ میں جمع ہو گئے اور حلقہ بگوشوں نے امیر قاسم برید کے تصرف سے ملک کو نکال دیا تو اسماعیل عادل عین موسم میں قلعہ راجپور اور مدگل کو واپس لینے کے لئے بیجاپور سے روانہ ہوا تراج بھی اس کے ارادے سے آگاہ ہوا اور بخوار لشکر ساتھ لیکر جلد سے جلد اس طرف روانہ ہوا۔ اور دریائے کرشنا کے کنارے مقیم ہوا تھوڑے ہی زمانہ میں کنہڑ کے دور دراز ملکوں کے لوگ اور اس نوع کے راجا جنہوں نے غائبانہ تراج کی اطاعت کر لی تھی لیکن اس کے دربار میں حاضر نہ ہوئے تھے اس وقت سب کے سب یکدل اور یک جاں ہو کر تراج کے مطیع و فرمانبردار ہو گئے تراج کے پاس بہت خیل و شہم جمع ہو گیا چنانچہ اس کی پوری جمعیت پکاس ہزار سوار اور چھ لاکھ پیادوں سے بڑھ گئی۔ مختصر یہ کہ اسماعیل عادل شاہ تراج کے جلد سے جلد پہنچنے اور پانی کے تمام گھاٹوں پر قبضہ کر لینے اور اس نواح کے تمام راجاؤں کے مل جانے سے یہ جانتا تھا کہ اس سال اپنے ارادہ کو فتح کر دے اور کسی دوسرے موقع کا منتظر رہے لیکن چونکہ سامان سفر کم تھا اور سرایر دہ شاہی باہر نکل چکا تھا۔ اور نیز یہ کہ بعض سرداروں نے بھی بادشاہ کو ترغیب دی اس لئے عادل مجبور ہو کر دشمن کی طرف بڑھا اسماعیل عادل سات ہزار تاج پوش سواروں کے ساتھ جس میں اکثر غیر ملک کے باشندے تھے دریا کے کنارے پہنچا اور دشمن کے مقابلے میں خیمہ زن ہوا ان دنوں وہ شاہی بارگاہ میں آرام کرتا تھا اور باوجود غنیم کے زور کے معرکہ آرائی کو آج کل پرالتا تھا۔ اور جس وقت پانی پڑتا تھا چند پیالے شراب ارغوانی کے نوش کرتا تھا اسی درمیان میں ایک شاہی مصاحب نے جو مجلس شراب میں بادشاہ کا ہم نشین تھا بارہ کے پیچھے سے دلش آواز میں بادہ نوشی کی ترغیب میں ایک شعر پڑھا بادشاہ اس شعر کو سنکر سرایر دہ سے نکلا اور اس نے بزم عشرت آراستہ کرنے کا حکم ارادہ کیا شاہی حکم کے موافق حسین اور ولہر با معشوق جن کے دیکھنے سے انسان کے ہوش و حواس

ہوتے تھے مجلس میں حاضر ہوئے اور بزدل شیخ اور خوش مزاج معصوب مجلس شاہی میں کنارے کنارے بیٹھے دور شراب کی گردش جب حد سے زیادہ گزر گئی اور نشہ کے سرور نے دماغ پر اپنا پورا قبضہ کر لیا تو بادشاہ دریا کو عبور کرنے کی تدبیر پر غور کرنے لگا اس نے ارکان دولت سے پوچھا کہ فتنہ تیار کرنے میں کیا دیر ہے حاشیہ نشیوں نے عرض کیا ہوسیکہ چلے سے منڈ سے ہونے موجود ہیں اور باقی بھی چند دنوں میں مہیا ہو جائیں گے۔ بادشاہ نشہ شراب میں مست ہو رہا تھا ایک مست ہاتھی پر سوار ہوا اور بلا اس کے کہ کسی کو اپنے ارادے سے مطلع کرے پانی اور سبزہ کی سیر و تفریح کا بہانہ کر کے دریا کے کنارے گشت کرنے لگا چونکہ معرکہ جنگ میں اکثر ای ہاتھی پر سوار ہوا کرتا تھا مسلمان سپاہی بادشاہ کی اس حالت سے پریشان ہوئے بادشاہ دشمن کے لشکر کے مقابلے سے ایک کوس دور ہوا تھا کہ اس لئے اپنا ارادہ لوگوں پر ظاہر کیا اور حکم دیا کہ سپاہی ہاتھیوں پر سوار ہو کر دریا کے پار اتریں اور گھوڑوں کو چر میں قفل پر پانی کے اس پار لے جائیں۔ چونکہ یہ بات قرین قیاس نہ تھی کہ ہاتھی اس تہار دور یا میں راستہ طے کر سکیں گے لوگ حیران کھڑے تھے اور کسی کی یہ بہت زہنی کہ ہاتھی کو پانی میں ڈالے۔ بادشاہ کی عقل پر نشہ شراب کے پردے پڑے ہوئے تھے اسماعیل عادل نے آگے بڑھ کر سب سے پہلے اپنا ہاتھی پانی میں ڈال دیا اور شاہی اقبال سے اس نے جگہ پایا پانی اور پیچ و سالم کنارے پہنچ گئے دوسرے ہاتھی بھی جن کی تعداد دوسو تھی شاہی ہاتھی کے پیچھے پانی میں اترے اور جس قدر گھوڑے کہ قفل میں لیجا سکے دو دفعہ کر کے دریا کے پار اترے اور اس ارادے میں تھے کہ دوسرے لوگ بھی دریا سے گزریں کہ دشمن کے سپاہی دور سے نظر آئے مغل اور دوسرے سپاہی جو دریا کے پار اتر چکے تھے گھوڑوں پر سوار ہو کر لڑائی کے لئے سامنے آئے مسلمانوں کی تعداد دوسو تھی غیر مسلم اسی ہزار سوار اور دو لاکھ پیادوں سے کم نہ تھے لیکن باوجود اس کے بھی اسماعیل عادل شاہ لڑنے میں اصرار اور تائید کر رہا تھا مغل سپاہی یکدل ہو کر لڑنے میں مصروف ہوئے دشمن کے ایک ہزار سپاہی میدان جنگ میں کام آئے اور راجہ بیجا نگر کا سپہ سالار مسلمانوں کی تلوار کے نذر ہوا اگرچہ مسلمانوں نے شجاعت اور جاں نثاری میں کوئی کمی انہیں کی لیکن

آخر میں ضرب زن اور توپ و قنک اور دوسرے آتشیں آلات حرب سے عاجز ہوئے اور تقریباً دیر بعد ہزار مسلمان معرکہ کارزار میں مارے گئے مسلمانوں کی بقیہ فوج بھاگی چونکہ دریا پر سے گزرنے کا کوئی پل نہ تھا فراری سیاحیوں نے پریشانی میں دریا میں گھوڑے ڈال دئے قوسوں بہادر اور ابراہیم بیگ جو اسماعیل عادل شاہ کے پیچھے ہاتھی پر سوار تھے زبردستی ان کا ہاتھی معرکہ جنگ سے نکال لائے اور اسے دریا کی طرف لے چلے چونکہ دریا پایاب نہ تھا سو بادشاہ کے ہاتھی اور سات تاج پوش سواروں کے بقیہ تمام آدمی ہاتھی اور گھوڑے غرق دریا ہوئے ظاہر ہے کہ اس طرح کا عظیم الشان حادثہ تاریخ میں کم نظر سے گزرا ہو گا کوئی فرمانروا لشکر کی طرف توجہ نہ کرے اور ایسے زبردست دشمن سے مقابلہ کرے اور تمام اپنے ہی خواہوں کو نذر اجل کر کے خود تنہا بہار محنت و جانفشانی کنارے تک پہنچے۔ بادشاہ نے اسد خاں لاری سے جس کا ذکر کسی وجہ سے اوپر آچکا ہے مشورہ کیا اور مصلحت و وقت کے لحاظ سے اس سے سوال کیا اسد خاں لاری نے دست بستہ عرض کیا کہ چونکہ اتنا بڑا واقعہ پیش آیا ہے اور عقل نے کجی کی ہے وارث خلافت بجا پور کا رخ کیا جائے۔ ظاہر ہے کہ رائے بجا نگر کثرت فوج و لشکر میں تمام ہندوستان کے راجاؤں سے بہتر ہے اور بہمنی سلطان نے باوجود اس وسعت سلطنت کے ہمیشہ احتیاط کو مد نظر رکھا اور اس نواح کے لشکر سے کبھی برسر مقابلہ نہیں ہوئے اب عام بھی خواہان دولت کی رائے ہے کہ برہان نظام شاہ بچری سے دوستی کی راہ و رسم جاری کی جائے اور بیابا و شادی سے طرفین میں یگانگی اور اتحاد پیدا ہو اس کے بعد دونوں قوتیں باہم ملکر امیر قاسم برید کو جو اس فتنہ کا بانی ہے مناسب منواویں اور قلعہ راجپور اور مدگل پر قبضہ کرنے کی کوشش کریں اور اس طرح آسانی کے ساتھ ان مکار کافروں سے اپنا انتقام لیں غرض کہ بادشاہ کو یہ بات پسند آئی اور اس نے قسم کھائی کہ جب تک کہ راجپور اور مدگل کو فتح نہ کرے گا کسی طرح کے عیش و عشرت سے سرور نہ رکھے گا میں نے معتبر لوگوں سے مناسبت ہے کہ اس واقعہ کے بعد اسماعیل عادل شاہ نے اپنے عہد کو پورا کیا اور جب تک کہ راجپور اور مدگل پر قبضہ نہ کر لیا بادہ لوٹنے کے گرد نہیں پھٹکا اور اس کے بعد جب تک کہ زندہ رہا اتنی شراب

کبھی نہیں ملی کہ نشہ نے عقل و ہوش کو کھو دیا ہو۔ پسند ہی دونوں میں بادشاہ نے اسد خاں لاکھا  
کی رائے کے موافق دریا کے کنارے سے کوچ کیا اور اپنے ملک کو روانہ ہوا بادشاہ نے  
اسد خاں کو خلعت اور منصب سپہ سالاری سے سرفراز کیا اور اس کے جاہ و مرتبہ میں  
وہ چند اضافہ کر کے اس کا پایہ اور بلند کیا اسد خاں کی رائے سے برہان نظام شاہ سے  
دوستی کی راہ درگم بڑھائی اور سید احمد ہروی کو جو اس سے قبل سفیر بنکر ایران گئے  
تھے اتحاد و اتفاق کے استحکام اور خدمتوں کے لئے احمد بنگر روانہ کیا چونکہ شاہ طاہر اور سید احمد ہروی  
میں باہم موافقت تھی سید احمد کی بڑی عزت اور توقیر کی گئی اور شاہ طاہر نظام شاہ بھری  
کے حکم کے موافق اس گھر آنے کے تمام ارکان دولت کو ساتھ لیکر سید احمد کے استقبال  
کے لئے گئے اور سید احمد ہروی کا تعارف کرا کے ان سے اور برہان الملک سے  
ملاقات کرائی تھوڑے دنوں کے بعد جبکہ عادل شاہی اور نظام شاہی فرماؤاؤں سے  
خط و کتابت متواتر ہو چکی تو شاہ طاہر اور اسد خاں ہروی کی کوشش سے قبضہ صدلاپور میں  
جواندوں سولاپور کے نام سے سوسوم ہنے دونوں والیان ملک نے ایک دوسرے  
سے ملاقات کی اور طرفین سے ہر ایک نے ایک دوسرے کے ساتھ دوستی میں کسی طرح کی نہیں  
کی ارجح کی چونکہ رات سلسلہ بھری میں حضرت شاہ طاہر اسماعیل عادل شاہ کے  
قیام گاہ میں تشریف لائے ان حضرت کے آنے سے مجلس شاہی کی ترتیب و ترتیب  
اور دوبالا ہوئی اور بادشاہ نے بھی اپنے بڑے فرزند ملو خاں کے ہمراہ اپنے مکان سے  
باہر چند قدم جا کر شاہ طاہر کا استقبال کیا اور ان بزرگ کی خاطر خواہ تواضع اور مدارات  
کی اسماعیل عادل شاہ نے اپنی زبان سے کہا کہ اگر کوئی پیغمبر یا اس کا کوئی خلیفہ مجھ جیسے  
فقیر کے گھر میں تشریف لائے تو میں کون سی خاطر داری کروں جس سے حق محبت اور  
مہربانی کا پورا اظہار ہو۔ شاہ نے تواضع اختیار کی اور چند کلمے انس و محبت کے  
قرآنے جس سے بادشاہ کی دلجمعی ہو گئی اسی مجلس میں قرابت عقد کا ذکر آیا چونکہ  
یہ بات اسماعیل عادل کی عین مرضی کے موافق تھی شاہ طاہر کا معروضہ قبول ہوا  
غرض کہ طرفین سے مجلس عقد اور محفل عشرت ترتیب دی گئی۔ اور مریم سلطان بنت  
یوسف عادل شاہ کا نکاح برہان نظام شاہ بھری کے ساتھ کر دیا۔ دونوں طرف  
سے ہدیئے اور بیگانگی اور اتحاد بڑھانے والے تحفے پیش کئے گئے اور دوستی اور موافقت

قائم رکھنے کے عہد و بیان کرنے کے بعد ہر فرمانروا اپنے ملک کو واپس آیا لیکن چونکہ اس نکاح کی شرط یہ تھی کہ سولاپور اور وہ ساڑھے پانچ پتے جو کمال خاں سرسرنوبت نے رتن خاں براؤ خواجہ جہاں دکن سے لئے تھے مریم سلطان کی جاگیر میں دیئے جائیں اور اسماعیل عادل شاہ اس شرط کے پورا کرنے میں بے توجہی کو کام میں لایا تھا اس لئے اس قرابت کا کچھ اثر نہ ہوا بلکہ یہ جدید رشتہ دشمنی کی اور ایک مضبوط گرہ ہو گئی۔ دوسرے سال برہان نظام شاہ نے علا الدین عا دشاہ دلی برار کے ساتھ موافقت کر کے اسماعیل عادل شاہ پر فوج کشی کی حریف کی فوج نے سولاپور اور قلعہ کا ہماصرہ کر لیا دشمن نے ایک قاصد امیر قاسم برید کے پاس بھیجا اور اسے بھی اپنی مدد کے لئے بلایا اسماعیل عادل کو اگرچہ معلوم تھا کہ دونوں بادشاہوں کی فوج مل کر چالیس ہزار سوار مقابلہ کے لئے موجود ہیں لیکن اس نے خدا پر بھروسہ کر کے بارہ ہزار شیر دل جوان ساتھ لے کر دشمن کی طرف قدم بڑھایا چونکہ لڑائی کی ابتدا نہ ہوئی اسماعیل عادل دشمن سے دو کوس کے فاصلہ پر نیمہ زن ہوا چالیس روز طرفین ایک دوسرے کے مقابلہ میں مقیم رہے اکتالیسویں دن امیر قاسم برید بھی دشمن کی مدد پر پہنچا اور برہان نظام شاہ نے اس طور پر اپنے متفقہ لشکر کی ترتیب دی کہ خود قلب لشکر میں مقیم ہوا اور نیمہ علا الدین عا دشاہ اور میرہ امیر قاسم برید کے سپرد کیا اسماعیل عادل نے بھی میدان جنگ کی راہ لی اور اسد خاں لاری کو علا الدین عا دشاہ کے اور ترسون بہادر کو امیر قاسم برید کے مقابلہ میں کھڑا کر کے خود قلب لشکر میں قیام پذیر ہوا اسماعیل عادل نے خوش کلدی آقا کو ہزار تیر انداز جوانوں کے ساتھ نیمہ پرا اور مصطفیٰ آقا کو ایک ہزار جوانوں کے ساتھ میرہ پر بطور کمک کے مقرر کیا تاکہ اس طرح دشمن کا غلبہ ہو یہ لوگ اس سمت کی مدد کریں اس کے بعد دونوں لشکر ایک دوسرے سے مل گئے اور لڑائی کا بازار گرم ہوا سپاہیوں کی خوجہ زنی نے قیامت برپا کر دی اور میدان میں خون کی ندیاں بہ گئیں اسد خاں لاری نے پہلے ہی حملہ میں علا الدین عا دشاہ کو ہرا کر کی طرف اور ترسون بہادر نے امیر قاسم برید کو ہند کی طرف بھگا دیا۔ ابھی اسماعیل عادل اور برہان نظام شاہ لڑنے میں مشغول تھے کہ مصطفیٰ آقا اور خوش کلدی آقا دونوں طرف سے آگے بڑھے اور تیر اندازوں کے

ساتھ انھوں نے نظام شاہ بھری کی اطراف پر حملہ کیا۔ نظام شاہ اس حملہ کی تاب نہ لا سکا اور میدان جنگ سے بھاگا۔ اسد خاں لاری نے اس کا پیچھا کیا اور نظام شاہ ہی علم پر قابض ہوا اس کے علاوہ چالیس ہاتھی اور نو خانہ عادل شاہی قبضہ میں آیا اور غنیمت کا لشکر گاہ تاراج ہو گیا۔ یہ سمر کہ پہلی لڑائی ہے جو نظام شاہی اور عادل شاہی خاندانوں میں واقع ہوئی اور ظاہر ہے کہ لڑائی کا باعث قلعہ سولایور اور سیارٹ سے پانچ پستے تھے عادل شاہ فتح حال کر کے بیجا پور واپس آیا اور ایک ہزار چھتریں عشرت منقذ کیا اور ایک مہینہ تک براہرچن مناسٹار پایوسف عادل نے تمام سرداروں اور شرفاء کو خلعت فاخرہ زریں کمر بند اور تازی گھوڑے عنایت کئے اسکیل عادل نے پانچ بڑے اور چھ چھوٹے نظام شاہی ہاتھی اسد خاں لاری کو عنایت کئے اور لشکر کے تمام چھوٹے بڑوں کو ان کی تنخواہ اور وظیفے کی دوہنی رقم عنایت کر کے سب کو خوش اور راضی کیا اور حکم دیا کہ خالصہ محلات کی تمام تنخواہیں لشکر میں تقسیم کر دی جائیں برہان نظام شاہ غیر متند فرمانروا تھا اس نے سن ۹۹۳ھ ہجری میں علاء الدین عاوشاہ کو شکست دی اور دوسرے سال بڑے غزوہ کے ساتھ امیر قاسم برید کو ہمارے کو پہلی شکست کا انتقام کے لیے کیلے بیجا پور کی طرف چلا۔ اسکیل عادل شاہ بھی آگے بڑھا جس کو اس کے فاصلہ پر ایک شدید خونریز لڑائی واقع ہوئی اس مرتبہ بھی برہان نظام کے پاؤں میدان جنگ سے اکھڑ گئے اور خواجہ جہاں دکنی اور غیر بعض اور نظام شاہی امیر گر قار ہوئے اسد خاں لاری نے قلعہ برندہ تک غنیمت کا تقاب کیا اور میل ہاتھی میں برہان نظام شاہ کا قیل تخت بھی شامل تھا اگر قار کئے اسکیل عادل شاہ نے سدا قیل تخت کے جس کا نام اللہ بخش تھا بقید تمام ہاتھی اسد خاں لاری کو بخش دیے اور اس کو فرزند کے خطاب سے سرفراز کیا اسی سال یعنی سن ۹۹۴ھ ہجری میں اسکیل عادل نے اسد خاں لاری کی ہدایت سے علاء الدین عاوشاہ والی براہ سے قصبہ درجان میں طاقت کی اور اپنی چھوٹی بیٹی خدیجہ سلطانہ کا عہد سناہ کے ساتھ نکاح کیا دونوں فرمانرواؤں نے دوستی اور اتحاد کے یام جہد و بیان کئے اور اس کے بعد اپنے اپنے ملک کو واپس آئے سن ۹۹۵ھ ہجری میں بہادر شاہ گجراتی نے برہان نظام شاہ کے ملک میں قدم چائے اسکیل عادل شاہ نے



برہان نظام شاہ کی خواہش کے موافق چھ ہزار سوار اور دس لاکھ ہون امیر قاسم برید کے ہمراہ برہان نظام شاہ کی مدد کے لئے روانہ کیا۔ بہادر شاہ بھارتی اپنے ملک کو واپس گیا اور عادل شاہی فوج نے بیجا پور واپس ہو کر اپنے ملک سے کہا کہ امیر قاسم برید ان عادل شاہی امیروں سے جو نظام شاہ کی مدد کو گئے تھے کہتا تھا کہ تم لوگ بیجا پور پہنچ کر اسماعیل عادل کو قید کر لو اور ہم سب اس کا ملک آپس میں براہ راست تقسیم کر لیں یہ خبر سنا کر اسماعیل عادل نے امیر قاسم برید کو تنبیہ کرنے کا پورا ارادہ کر لیا اور ستر لاکھ سہری میں تقریباً ریلچی برہان نظام شاہ کی خدمت میں روانہ کئے اور اسے پیغام دیا کہ امیر قاسم کی بے ادبی اور اس کا مکرو فریب اب حد سے زیادہ بڑھ گیا ہے آپ کو بخوبی معلوم ہے کہ اس نے بارہا سلطان قلی قطب شاہ اور بیجا نگر کے راجاؤں سے سازش کر کے قلعہ و فساد برپا کیا ہے اور میں نے ہمیشہ ان واقعات سے چشم پوشی کی ہے لیکن اس زمانہ میں میرا ہمت قصد یہ ہے کہ اس کے شر کو ہمیشہ کے لئے دفع کر دوں اس لئے کہ گرگ کے ساتھ گرمی کرنا اور سانپ کے ساتھ مروت کرنا عقل سے دور ہے اگر آپ صاحبوں کی رائے بھی میرے ارادہ سے متفق ہو تو ایسے کسٹش کو قرار دینی سزا دی جاسکتی ہے برہان نظام شاہ اس زمانہ میں اسماعیل عادل کا شرمندہ احسان ہو رہا تھا اور انہی تک اسے بہادر شاہ بھارتی کے خدشہ سے بھی پورا اطمینان نہ ہوا تھا اس نے اسماعیل عادل کی رائے سے اتفاق کر لیا اور کہا کہ مجھے ہر حال میں آپ کی خوشنودی خاطر منظور ہے جو آپ کی مرضی ہوگی وہی کیا جائے گا ریلچی اس جواب کو سن کر بخوش ہوئے اور عزت و توقیر کے ساتھ نظام شاہی دربار سے رخصت کئے گئے۔ اسماعیل عادل شاہ نے اس موقع کی قدر کی اور بارہ ہزار سوار ساتھ لے کر اجڑا بادبید روانہ ہوا۔ امیر قاسم برید جو بوجہ پیرانہ سالی کے بہت کمزور ہو گیا تھا اور جس کی آنکھوں سے بھی اب کلم نظر آتا تھا اپنے وزیر تاجی بہن کے مشورہ سے اس نے قلعہ کی محافظت اپنے بڑے بیٹے علی برید اور دوسرے فرزندوں کے سپرد کی اور خود کسی طرف چلا گیا۔ اسماعیل عادل شاہ بیدر پہنچا اور اس نے چاروں طرف سے قلعہ کا محاصرہ کر لیا اور قلعہ کو فتح کرنے کی کوشش کرنے لگا عادل کی طرف سے نقبہ اور مورچہ کا چاروں سمت سے انتظام شروع ہوا

امیر قاسم برید کے بھی خواہ اس زمانہ میں شجاعت اور بہادری میں شہرہ آفاق تھے ان بریدی ملازمین کا ایک گروہ شہر سے باہر نکل کر لڑائی میں مصروف ہوا چونکہ یہ لوگ قلعہ میں پناہ گزیں تھے جی کھول کر لڑتے اور اکثر اوقات بلا کسی ہتھیار کے داپس جاتے تھے اس درمیان میں سلطان قلی قطب شاہ کے لشکر کی آمد کی خبر مشہور ہوئی جو تکہ یہ فوج بریدیوں کی مدد کو آرہی تھی علی برید نے اس لشکر کی آمد کی خبر سنکر پانچ ہزار کنبوں کو جمع کیا اور قلعہ سے نکل کر غنیم کے مقابلہ میں صف آرا ہوا لکھتے ہیں کہ قاسم برید کی زوجہ نے جو علی برید کی ماں تھی تین بچائی تھے ان میں ہر ایک اپنے کو ایک لشکر کے برابر جانتا تھا ان بھائیوں میں ایک تو مرزا جہانگیر فی کے معرکہ میں حسنا باد گلبرگہ میں مارا گیا اور بقیہ دو بھائی جو زندہ تھے اس دن فوج کے مقابلہ میں آکر اسماعیل عادل سے نبرد آزمائی کے خواستگار ہوئے اور انہوں نے بلند آواز سے کہا کہ کوئی جوانمرد ایسا ہے جو بلا مدد کسی دوسرے کے ہم جیسے دشمنوں کے سامنے آئے۔ اسماعیل عادل اس آواز سے پرہم ہوا اور اس نے مقابلہ کا ارادہ کیا۔ اسد خان لاری اور دوسرے حاشیہ میں مانع آئے لیکن بادشاہ نے ایک نہ سنی اور میدان کارزار میں آیا طرفین سے ایک دوسرے پر چوٹیں چلیں لیکن آخر کار دونوں مغرور یکے بعد دیگرے خاک و خون میں آلودہ ہو گئے و دست اور دشمن کے منہ سے نعرہ آفریں نکلا اور اسماعیل عادل خرا ماں خرا ماں اپنے لشکر کو داپس آیا اسد خاں لاری اور دوسرے بھی خواہوں نے بادشاہ کی رکاب کو بوسہ دیا اور اس پر سے صدقے اتارے اسی درمیان میں ایک طرف سے قلی قطب شاہ کی فوج نمودار ہوئی۔ اسماعیل عادل شاہ نے اسد خاں لاری کو قطب شاہی فوج کے اور سید حسن عرب کو برید شاہی سپاہ کے مقابلہ میں مقرر کیا اسد خاں لاری نے دیر سے ہزار نقل تیر اندازوں کے ساتھ بجلی کی طرح قطب شاہی فوج پر حملہ کیا اور ان کی جمیعت کو پریشان اور متفرق کر دیا اسد خاں لاری نے قطب شاہیوں کو پرانگندہ کر کے سید حسن عرب کی مدد کا رخ کیا اور چار دشمنوں کو یہ تیغ کر کے ان کو شکست دی اور قلعہ کے دروازہ تک بھگا دیا اسماعیل عادل شاہ نے اسد خاں لاری کو کنار عاطفت میں دیا اور حد سے زیادہ اس پر عنایت اور نوازش کی اور قلعہ کے

محاصرہ میں اور زیادہ اہتمام اور کوشش کرنے لگا۔ بادشاہ نے آمدورفت کے راستے بند کر دیئے۔ امیر برید اس خبر کو سنا بہت پریشان ہوا اور اس نے علاء الدین عا دشاہ سے مدد مانگی۔ عادل نے اپنے بھتیجے محمود خاں کو عا دشاہ کے پاس بھیجا۔ اور اس سے یہ درخواست کی کہ عا دشاہ اگر اس کے نئے اور پرانے تمام قصور کے معاف کرنے کی عا دل شاہ سے سفارش کرے تو جو نیک عا د کے قبضہ سے اندلوں باپری اور ماہورد و شہر محل چکے تھے اور اپنے مال کار میں مسجد پریشاں حیران تھا امیر قاسم برید کی طلبی کو اسماعیل عا دل سے ملاقات کرنے کا ایک اچھا وسیلہ سمجھا اور جلد سے جلد اچھا ویدہ روانہ ہو گیا۔ عا دشاہ نے اسماعیل عا دل شاہ کی خوشنودی خاطر کو مد نظر رکھا۔ اور قطعاً دو گونہ کیا بلکہ عا دل شاہی فردہ گاہ سے ایک کوس کے فاصلہ پر قیام پزیر ہوا اسماعیل عا دل شاہ اپنے چند ہی خواہوں کے ساتھ عا دشاہی لشکر گاہ میں گیا اور اس کے آتے پر رسم تہنیت اور مبارک باد بجالایا علاء الدین عا دشاہ نے بھی فتح کی مبارک باد دے کر کہا کہ اصلی بغرض اور مقصود اس یورش سے آپ کی ملاقات ہے لیکن قاسم برید کے گناہوں کی شفاعت کرنا اندازہ سے باہر ہے عا دل شاہ نے کہا کہ جنگ میں جتک میں بدلہ نہ لے لوں مجھے صلح پر مجبور نہ کیجئے علاء الدین عا دشاہ نے اس کو اس بار سے میں مصر دیکھا اور پھر اس بار سے میں کوئی لشکر نہ کی عا دشاہ نے اسماعیل عا دل کو ایک ہفتہ اپنی بارگاہ میں مہمان رکھا اور ایک بڑا جشن منعقد کر کے بیش قیمت تھے پیش کئے امیر قاسم برید نے جب سنا کہ اسماعیل عا دل نے عا دشاہ کے درخواست پر توجہ کی ہے تو گھبرا کر جلد سے جلد عا دشاہ کے لشکر گاہ کی طرف چلا آیا اور اس سے کہا کہ میں نے تمہارا دامن بیکڑا ہے میری التجا سنو اور میری حمایت کو یعنی جس طرح ممکن ہو صلح کرا کے میرے فرزندوں اور متعلقین کو محاصرہ کی تکلیف سے نجات دلواؤ علاء الدین عا دشاہ نے کہا کہ یہ ادنیٰ وقت نہیں ہے جبکہ تم حصار برید را اسماعیل عا دل کے سپرد کر دو۔ امیر قاسم کو یہ بات ناگوار ہوئی اور اپنی فرد گاہ کو جو عا دشاہ کی بارگاہ سے ایک کوس کے فاصلہ پر واقع ہے واپس آیا امیر برید ایسے زبردست دشمن سے قطعاً نہ ڈرا اور عیش و عشرت میں مشغول ہوا بریدی سپاہی اور ملازم بھی مکان سفر سے خستہ ہو رہے تھے وہ بھی آرام و آسائش میں مشغول ہوئے اور صرف

تھوڑے لوگ چوکیداری کے لئے ہوشیار رہے بلکہ یہ چند انتخاب بھی بمقتضائے مثل الناس علی دین ملوکہم بنے وغیرہ عیش و عشرت میں مشغول ہوئے اتفاق سے اسی روز قاسم برید کے پہونچنے کے خبر اسماعیل عادل شاہ نے سنی۔ بادشاہ اسی سنسان اور اندھیری رات میں اسد خاں لاری کو ایک معتبر گروہ کے ہمراہ حکم دیا کہ دشمن کے لشکر پر مشغول رہے۔ اسد خاں لاری قاسم برید کی فرودگاہ پر پہونچا اور کسی شخص کی آواز بھی اس کے کان میں نہ آئی۔ اس لئے مشغول مارنے سے کنارہ کشی کی اور لوگوں کو دست اندازی کرنے سے منع کیا اور چند جاسوس خبر معلوم کرنے کے لئے قاسم برید کے لشکر میں بھیجے۔ جاسوس واپس ہوئے اور انھوں نے بیان کیا کہ وہاں کوئی شخص بھی ہوشیار نہیں ہے اور قاسم برید تو ک اور اس کے پاسان مست اور لاعقل پڑے ہوئے ہیں چنانچہ ہم چند پگڑیاں اور تلواریں قاسم برید کی بارگاہ سے اپنے بیان کے ثبوت میں لے آئے ہیں اسد خاں لاری نے لشکر کو دشمن کی فوج کے کنارے رکھا۔ اور ان سے کہہا کہ ہرگز کسی قسم کی آواز باجہ وغیرہ کی نہ سنائیں اور تھوڑی دیر بالکل خاموش رہیں تاکہ دشمن کے لشکر میں شور و فریاد نہ ہو اسد خاں یہ حکم دیکر بکلیں ہمرازہ ہویاں پیادوں کو ساتھ لیکر امیر قاسم برید کے لشکر کی طرف چلا اور اس نے دیکھا کہ شراب کے گھڑے ہر طرف اوندھے پڑے ہیں اور دشمن کا ہر چوکیداری وضع اور نئی حالت کے ساتھ بھنگ و شراب کے نشہ میں غفلت کی نیند سو رہا ہے اسد خاں لاری نے اس قسم کے بے خبروں کا قتل کرنا مروت سے دور سمجھا اور پیادوں کی ایک جماعت کو ان کی نگہبانی کے لئے مقرر کیا اور حکم دیا کہ ان میں سے جو کوئی ہوش میں آکر سر اٹھائے اسے فوراً تلوار سے دو ٹکڑے کر دیں اور خود ایک گروہ کے ساتھ امیر قاسم برید کے سر پر دہ کی طرف چلا کر اگر ممکن ہو تو اسے زندہ گرفتار کرے ورنہ اسے قتل کر کے اس کا سر تن سے جدا کر ڈالے اسد خاں لاری قاسم برید کے خیمے پر پہونچا خیمے کے اندر کے لوگوں کا حال باہر والوں سے کہیں زیادہ خراب پایا اسد خاں لاری نے دیکھا کہ مجلس رنداں کے صدر یعنی امیر قاسم برید صاحب گھر کے ایک کونہ میں ایک چار پائی کے اوپر مست اور میووش پڑا ہے اور ناپچنے والیاں اور گلے دلے بغض قے کر کے اور

بعض سراور پاؤں دونوں سے بے خبر ہر ایک ایک نئی وضع کے ساتھ بیہوش پڑا ہے  
اسد خاں لاری نے اپنے دوستوں سے کہا کہ ایسے شخص کو قتل کر دینا بعد اسیان ہے  
لیکن بہتر یہ ہے کہ اس کو اسی طریقہ پر یہاں سے لے چلیں اور ان بدستوں میں کسی کو  
بکلیف نہ پہنچائیں۔ غرض کہ اس پیر دانا تجربہ کاری یعنی امیر برید کی چار پائی اٹھائی  
اور باہر چلے۔ اسی درمیان میں ایک شعلہ جی جیسے دکن کے لوگ پولی والہ کہتے ہیں اور  
بعض میں پاسانی اور چوکیدار کی خدمت سیر کی جاتی ہے ہوشیار ہوا۔ اور اس نے  
چاہا کہ چلائے اسد خاں لاری نے جلدی تھے اس پر دار کر کے اس کا سترن سے  
جدا کر دیا اپنی فوج میں پہنچا اور اس نے یہ عجیب و غریب قصہ لوگوں سے بیان  
کیا اور کہا کہ ابھی دوپہر رات باقی ہے اگر ہم قتل اور غارتگری میں مشغول ہونگے  
تو مسلم اور غیر مسلم میں تمیز نہ ہوگی اور صبح تک بہت سے مسلمان ضائع ہو جائیں گے  
اب جبکہ گو مقصود ہاتھ آگیا ہے مناسب یہ ہے کہ ہم شہنشاہ کا خیال نہ کریں اور  
اپنے اصل شکار کو گرفتار کر کے مالک کی خدمت میں حاضر ہوں تمام ہمارے ہوں نے  
اسد خاں کی رائے سے اتفاق کیا اور قاسم برید کو چار پائی پر لا دے ہوئے آگے  
بڑھے نصف راہ طے ہوئی تھی کہ بدہوش خواب غفلت سے جاگا اور اپنے کو ایک  
عجیب حال میں مبتلا پایا۔ گرفتار مصیبت کو یہ دہم ہوا کہ جنوں کا لشکر ایسے کہیں  
لے جاتا ہے اور اس نے عجیب طریقہ سے فریاد و زاری شروع کی اسد خاں لاری  
سامنے آیا اور اس نے اطمینان دلایا کہ زندہ میت کو اٹھانے والا جن نہیں سے  
بلکہ اسد خاں لاری ہے اسد خاں نے سارا قصہ بیان کر کے امیر برید کو بخیر  
ملا مت کی اور کہا کہ غنیمت کے پڑوس میں رہ کر یاد جو داس سن دسال کے اس  
شدت کے ساتھ باد و خوار کی کڑا کون سی دانا ٹی تھی۔ امیر برید کو شرمندگی اور  
انفعال کی وجہ سے سوا خاموشی اور کوئی چار ڈکار نظر نہ آیا اسد خاں لاری  
صبح کو اسماعیل عادل کینڈمت میں پہنچا یاد شاہ نے اسد خاں کی کارگزاری پر اسکی  
بہت تعریف و توصیف کی اور اسد خاں لاری اس نوازش سے اور معزز اور قابل فخر ہوا  
اسماعیل عادل نے امیر برید سے پوچھا کہ اس مکر و فساد کا کیا سبب تھا  
امیر قاسم برید نے کچھ جواب نہ دیا بلکہ شرمندگی سے گردن نیچے جھکا لی۔

بادشاہ نے امیر برید کو اسد خاں لاری کے حوالہ کیا کہ جس وقت خلیفہ کرے  
 قیدی کو اس کے حضور میں حاضر کرے اسٹیل عادل بنے دوسرے روز ایک  
 بڑی مجلس منعقد کی اور اسد خاں نے فاضل علم کے موافق قیدی کے ہاتھ اور  
 اس کی گردن باندھ کر بادشاہ کے سامنے پیش کیا۔ اسد خاں نے دو گھنٹہ امیر برید کو  
 دھوپ میں اسٹیل عادل کے سامنے کھڑا رکھا حقیقت یہ ہے کہ کسی اچلی یا گھلی کتاب  
 میں ایسا غریب قصہ نظر سے نہیں گزرا کہ کسی صاحب سکہ و خطبہ فرمانروا کو جہنم اس  
 طرح اس کی خواہ گاہ سے اٹھا کر لے آیا ہو اور اس کا لشکر و ختم غفلت کی وجہ سے اس کے  
 کچھ بھی کام نہ آیا ہو۔ اسٹیل عادل شاہ امیر برید سے بچہ ناراض تھا۔ بادشاہ نے  
 اشارہ کیا کہ قیدی تلوار کے گھاٹ اتارا جائے۔ جلاؤ تلوار کھینچ کر ناگہانی مرگ کی طرح  
 برید کے سر پر پہنچا۔ اور قیدی نے عاجزی کے ساتھ آہ و زاری شروع کی اور  
 کہا کہ یوسف عادل شاہ کے وقت سے لیکر اب تک مجھ سے بہت سی بے ادبیاں  
 اور بے عمل قصور سرزد ہوئے ہیں۔ لیکن اگر اب بھی جناب میرا قصور معاف فرمائیں  
 تو میں اقرار کرتا ہوں کہ احملاً بادبیدر کا قلعہ جس پر اب تک کسی صاحب اقتدار کا قبضہ  
 نہیں ہوا مع تمام خزانوں اور دھنوں کے بادشاہ کے سپرد کر دوں گا اسٹیل عادل  
 نے بیچال کیا کہ عفو کی سندی کی زکوۃ ہے امیر قاسم برید کا کہنا قبول کیا۔ امیر قاسم برید  
 نے ایک قاصد اپنے بیٹوں کے پاس بھیجا اور ان سے قلعہ سپرد کرنے کی درخواست کی  
 ان لوگوں نے جواب دیا کہ تو بوڑھا ہو گیا ہے اور غریب کٹنا رخصت سوئے والا ہے  
 چند دنوں کی زندگی کو اتنا عزیز نہ رکھنا کہ یہ زبردست قلعہ دشمن کے حوالہ کر دیا جائے  
 بالکل عقل و دانش کے خلاف ہے اس جواب سے برید کے فرزندوں کا یہ مقصود  
 تھا کہ جس طرح ہو سکے ایام گزاری کریں اس صاف اور صریح انکار کے بعد  
 بیٹوں نے ایک معتبر آدمی کو بھیجا اور اسے کہا کہ اگر تو دیکھے کہ ہمارے باپ کی  
 رہائی بلا قلعہ سپرد کئے ہوئے کسی طرح ممکن نہیں ہے تو بوڑھے قیدی کو تسلی دیکر قلعہ  
 کی سپردگی کا اقرار کر لے خبردار ایسا نہ ہو کہ ہمارے باپ کو کوئی نقصان پہنچے  
 یہ شخص بیٹوں کا اضطراب دیکھ کر جلد سے جلد روتا ہوا قاصد وہاں پہنچا اور  
 اس نے امیر قاسم برید سے کہلا بھیجا کہ علی برید اور تمہارے دوسرے بیٹوں نے

بچے تھمارے پاس بھیجا ہے کہ اگر گواہ ہوا کہ کسی طرح درست نہ ہو تو میں قلعہ کے سپردگی  
 کا اقرار کر لوں اور تمہیں کسی طرح کا نقصان نہ پہونچنے دوں۔ امیر قاسم برید دل میں  
 تو مطمئن ہوا لیکن ظاہر اس نے بیٹوں کی شکایت کی لیکن جب شہسہ سرے سے اس  
 کے قتل کا حکم ہوا اور ایک مست ہاتھی لایا گیا تاکہ یہ دو لڑا قاسم برید کو اپنے بالوں کے  
 نیچے پامال کرے تو امیر قاسم برید نے آہ و زاری شروع کی اور کہا کہ مجھ کو اسی طرح  
 فلاں برج کے سامنے جو میرے بیٹوں کا شہین ہے لیجا کر کھڑا کر دنا کہ میں خود ان سے  
 گفتگو کر کے بات کو دور سے طور پر حاکم کر دوں۔ امیر برید کے کہنے پر ایسا ہی کیا گیا۔  
 بیٹوں نے جب دیکھا کہ بوڑھا بابائے سر ہاتھوں کو پیچھے پیٹ پر باندھے ہوئے  
 کھڑا ہے۔ تو انھوں نے کہا کہ ہم ایک شرط سے قلعہ عادل شاہ کے سپرد کر دیں گے اور وہ  
 یہ کہ اسد خاں لاری یہاں آئے اور فلاں دروازہ کے باہر کھڑا ہوا اور عہد کرے کہ  
 کوئی شخص ہمارے بچوں اور عورتوں کے کسی طرح کی باز پرس نہ کرے گا اور  
 خواجہ سراؤں اور عورتوں کی تلاش اور ان سے یہ پرسش نہ کی جائیگی کہ وہ اپنے  
 ہمراہ قلعہ سے کون سا مال و اسباب باہر لئے جاتا ہے یا نہیں اور نیز یہ کہ جو زیور و لباس  
 وہ پہنے ہوں وہ اسی طرح صحیح و سالم ان کے ساتھ چلا جائے گا استعمال عادل نے  
 ان کی درخواست قبول کی اور اسد خاں لاری کو حکم دیا کہ قلعہ کے دروازے پر  
 بیٹھے اور اس بات کی نگہداشت کرے کہ امیر برید کے بیٹوں اور عورتوں کو کسی  
 طرح کا نقصان نہ پہونچے علی برید نے ہمیشہ قیمت جو ہرات اور شامان بھینے کے  
 صریح آلات اور اشرفیائے عورتوں کو دیدیں تاکہ یہ عورتیں اس مال کو برقع کے نیچے  
 چھپا کر باہر چلی جائیں۔ استعمال عادل شاہ اسی روز قلعہ میں داخل ہوا اور خدا کی  
 بارگاہ میں سجدہ شکر ادا کرنے کے بعد اس نے شامان بھینے کی مسند حکومت پر  
 بیٹھ کر استعمال عادل شاہ نے شاہزادہ ملو خاں اور اسد خاں لاری کو  
 علاء الدین علاء شاہ کے پاس بھیجا اور اسے اپنے پاس بلایا اس کی تھوڑی دیر کے  
 بعد بادشاہ نے شاہزادہ عبداللہ اور شاہزادہ علی کو پھر علاء شاہ کے پاس روانہ  
 کیا۔ علاء الدین علاء شاہ نے بادشاہ کا التماس قبول کیا اور شاہزادوں کے ہمراہ  
 عادل شاہی خیمے کی طرف چلا۔ علاء شاہی بارگاہ کے قریب پہونچا اور عادل شاہ نے

دروازہ تک اس کا استقبال کیا اور اپنے فرماؤ پر وہاں کو اپنی مجلس میں بٹھا کر محفل کی رونق  
 اور دوبالا کی۔ اسٹیل عادل نے عماد شاہ کے سامنے تمام ذخیرہ اور قلعہ کے تمام خزانے  
 جواہرات اور موتی اور سونے اور چاندی کے برتن اور دوسرے بیش قیمت کپڑے  
 اور سامان اور بارہ لاکھ ہون نقد کی بیکھتی کے خیال سے علاء الدین عماد شاہ کے  
 سامنے رکھ دیئے اور اس سے کہا کہ جو چیز اسے پسند آئے بلا تامل اٹھا لے گا ورنہ  
 ہاتھ بڑا کر ایک جہاز و عنبر چھ لے لیا اس کے بعد اسٹیل عادل نے اسد خاں لاری  
 سے کہا کہ میں لاکھ ہون علاء الدین عماد شاہ کے ملازموں کو تقسیم کر دے اور ایک  
 لاکھ ہون شاہزادوں کو یعنی ملو خاں۔ انو خاں۔ ابراہیم دعدا اللہ کی خدمت میں  
 پیش کرے اور خود بھی انہی کے برابر ایک حصہ لے بادشاہ نے بیکاس ہزار ہوں  
 سید علی عقیل کو عنایت کیئے تاکہ سید صاحب یہ روپیہ نجف اشرف کو بلائے گی اور  
 مشہد مقدس کے زائرین کو تقسیم کریں اس کے علاوہ بیکاس ہزار ہوں سید احمد ہروی  
 کو دیئے گئے۔ تاکہ یہ رقم بیجا پورا در لشکر کے علما اور فاضلوں کو سپہو بچا دی جائے اور  
 ان لوگوں کے علاوہ بارہ ہزار ہوں فقیروں اور حاجت مندوں کو دیئے جائیں  
 اور بقیہ رقم سیاحوں اور اہل لشکر کو عطا کر دی جائے بادشاہ نے ساری دولت  
 اس طرح تقسیم کر کے اپنے لئے ایک جہ اور ایک دینار نہ چھوڑا اور دامن بھاگ کر  
 اس مجلس سے اٹھ کھڑا ہوا کہتے ہیں کہ مولانا شہید شاعر قمری جو اپنے علم و کمال کی وجہ  
 سے تہریف سے بے نیاز ہیں اسی زمانہ میں گجرات آئے ہوئے تھے اپنی شاعری  
 میں بلند آوازہ ہونے کی وجہ سے بادشاہی مجلس میں بہت قرب و منزلت رکھتے  
 تھے بادشاہ نے ان سے کہا کہ خزانہ ہمارے حصہ روپیہ اٹھا سکیں اٹھا لیں چونکہ  
 مولانا تاریخ ہنر کی وجہ سے ناتوان ہو رہے تھے انھوں نے بادشاہ سے کہا کہ جس  
 روز میں گجرات سے شاہی آستانہ کو روانہ ہوا تھا اس وقت موجودہ طاقت  
 سے دو گنی قوت میرے بدن میں تھی کیا اچھا ہوتا اگر غریب پرور و ظلم شناس  
 بادشاہ اس عطیہ سے اس وقت مجھے سرفراز فرماتا جبکہ طاقت اصل میرے بدن میں  
 خود کر آتی۔ بادشاہ مسکرایا اور اس نے کہا کہ تم دو مرتبہ خندانہ جاؤ اور  
 جو کچھ اٹھا سکو لے آؤ چونکہ یہ حکم مولانا کا عین مدعا تھا شاعر قمری زیں بوس ہوئے



اور خوش و غرم شاہی مجلس سے اٹھے اور خزانہ سے دو مرتبہ کر کے پچیس ہزار طلائی ہونے لے آئے خزانہ دار نے بادشاہ کو واقعہ سے اطلاع دی بادشاہ نے کہا کہ وہاں نا نے سچ کہا تھا کہ ان کے بدن میں طاقت نہیں ہے۔ اس حکایت سے بادشاہ کی نزاکت طبع اور کلام کی باریکی ناظرین حکایت پر بخوبی روشن ہوگی اس لئے کہ بادشاہ کا ارشاد خوش طبعی ہی ہو سکتا ہے اور عالی ہمتی پر بھی محمول کیا جاسکتا ہے۔ چونکہ اس مجلس میں بادشاہ کی سخاوت کا دیرپا پورے جوش میں تھا اس لئے عادل نے بادشاہ کہنے سے امیر برید قاسم کا قصور بھی معاف کیا اور اس کو اپنے امیروں کے گردہ میں داخل کیا۔ بادشاہ نے کلیاں۔ اودگیر اور تمام قدیمی پرگنوں کو سوا احمد آباد ویدر کے امیر برید کے جاگیر میں بحال رکھا یہ شرط کی کہ تین ہزار سواروں کے ساتھ بادشاہ کے ساتھ رہے اور قلعہ راجپور و مدگل کو عادل سپاہ کے ساتھ مل کر بجانگر کے غیر مسلموں کے قبضہ سے نکال لے اور اس کے بعد قلعہ ماہور کا محاصرہ کر کے اسے فتح کرے اور مفتوحہ قلعہ عادل شاہ کے سپرد کر دے اس کے بعد دونوں فرمانداروں نے عادل کے احباب و بیدر کو اسد خاں کی رائے کے موافق مصطفیٰ خاں شیرازی کے سپرد کیا اس زمانہ میں تھراج فوت ہو چکا تھا اور تھراج بھانگر کے راجاؤں نے تھراج کے بیٹے رام راج کی اطاعت سے انکار کیا تھا اس طوائف الملوک کی فوج سے بھانگر میں فتنہ و فساد کا بازار گرم تھا۔ ان مسلمان فرمانداروں نے اس موقع کو غنیمت سمجھا اور دریائے گرتھ سے عبور کر کے قلعہ راجپور پر حملہ کیا مسلمانوں نے اس قلعہ کو جو سترہ سال سے بھانگر کے غیر مسلموں کے قبضہ اقتدار میں تھا فتح کر لیا۔ عادل شاہ نے جشن عشرت منفقہ کیا اور اپنے عہد کو پورا کرنے کے لئے بادشاہی کا دور شروع کیا۔ اسد خاں لاری کو بھی انسی روز اپنے قریب مجلس میں جگہ دی اور تین پیالے بھر بھر کر اپنے ہاتھ سے اسد خاں کو دئے علاء الدین عادل شاہ اور اسد خاں لاری نے بادشاہ سے التماس کیا کہ امیر قاسم برید کو بھی اس بزم عشرت میں شریک کیا جائے۔ اس لئے عادل نے امیر برید کو مجلس عشرت میں بلا کر اپنا ہم پیالہ کیا اور کہا کہ اب مضمون راجہ ہم کلبہم (ان کا چوتھا اس کا کتاب ہے) صادق آگیا عادل شاہ قابل اور سمجھ دار تھا۔ بادشاہ کے اس لطیفہ پر ہنسنا امیر برید اگرچہ مطلب نہیں سمجھا لیکن عادل شاہ کے ہنسنے سے امیر برا اثر

اور اس کی آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے۔ ایمل عادل امیر برید کے رونے سے  
 یحیدر شاہ خرم ہوا اور اس سے مہربانی سے کہا کہ انشا اللہ بیجا پور پہونچ کر آج بادیدری  
 تیرے حوالے کر دوں گا۔ ایمل عادل نے ایک ہسینہ برابر اس نواح میں قیام کیا  
 اور تمام جہات کو سرانجام دے کر وہاں سے واپس ہوا۔ اس درمیان میں بارہا  
 یہ معلوم ہوا کہ بہادر شاہ بھارتی حدود دکن پر حملہ آور ہونے والا ہے اس لئے ماہور کی  
 ہم ملتوی رکھی گئی اور عماد شاہ برابر روانہ ہوا اور ایمل عادل نے بیجا پور کی راہ لی  
 کہتے ہیں کہ اس سفر میں ایمل عادل علاء الدین عماد شاہ کے مکان پر گیا۔ عماد شاہ نے  
 بڑے تکلف سے ایمل عادل کی مہمان داری کی اور چند خوان جواہر دیں سے  
 بھرے ہوئے بادشاہ کے ملا خط میں گزرائے۔ چند دنوں کے بعد عماد شاہ  
 ایمل عادل کا مہمان ہوا۔ عادل شاہ نے مجلس کے قریب دو درباریہ ہزار  
 مغل سوار تمام ساز و سامان سے آراستہ مہمان کو دکھلائے اور کہا کہ میں نے  
 جو کچھ خود اپنے زمانہ سلطنت میں حاصل کیا ہے یا جو کچھ مجھے باپ سے میراث ملی ہو  
 وہ سب ہی ہے اس گروہ میں سے ہر شخص جو اپنی بہادری اور مردانگی کے سامنے رستم اور  
 اسفندیار کو کبھی لگا میں نہیں لاتا تمھارے لئے ہے جس کی کو تم پسند کر دینا پس  
 کر دوں گا۔ عماد شاہ نے یحیدر تعریف کی اور کہا کہ اگر میرے پاس ایسے نفس جواہرات  
 ہوتے تو ماہور کا قلعہ اپنے ہاتھ سے نہ کھوتا۔ ۹۸ ہجری میں امیر برید نے قلعہ اور  
 مکانوں کی بنی نہ بھیجی۔ بادشاہ نے کلیاں اور قندھار کے قلعہ کے فتح کرنے کا  
 ارادہ کیا اور دہلیز اور سراپردہ شاہی بیجا پور سے باہر بھیجا گیا۔ امیر برید نے  
 ایچی برہان نظام شاہ کے پاس بھیجا اور اس سے مدد مانگی۔ برہان نظام شاہ نے  
 بیجا پور میں قاصد روانہ کیا اور ایمل عادل سے درخواست کی کہ جو نیک امیر برید نے  
 اسی سفر میں میرے ساتھ بڑی ہمدردی کی ہے اس لئے اس طرف لشکر کشی کا خیال  
 ترک کر کے اپنے ہی خواہوں کو منوں احسان بنالیں۔ ایمل عادل نے  
 جواب دیا کہ جس وقت تم ماہور کا قلعہ فتح کرنے چلے تھے میں نے تم سے  
 ایسی درخواست کبھی نہیں کی لیکن بہر حال میں نے تمھارا کہنا قبول کیا اور  
 اپنا ارادہ ترک کیا لیکن چونکہ اب جاڑے کا زمانہ شروع ہو گیا ہے

گھر میں بیکار رہنا مجھے منظور نہیں ہے اور اپنے ملک کی سرحد کی خصوصاً نلدرگ اور شولا پور کے دیکھنے کا مہم ارادہ ہے چاہئے کہ تمھاری سرحد کے امیر کوئی دوسرا خیال نہ کریں۔ اور کسی طرح کا خوف اپنے دل میں نہ لائیں۔ برہان شاہ کو بہادر شاہ گجراتی کی طرف سے پورا اطمینان ہو چکا تھا اور وہ شاہی کا خطاب حاصل کر کے صاحب چتر بھی ہو چکا تھا اس نے جواب دیا کہ بہادر شاہ گجراتی نے ملکیت برار اور احمد آباد میر میر سے سپرد کر دیا ہے بہتر اور مناسب یہی ہے کہ میر سے کہنے کے خلاف آپ غل نہ کریں اور موجودہ اور آئندہ زما نوں کو گزشتہ وقت کی طرح نہ خیال کر کے گوشہ نشینی اور سلامتی کو سب پر مقدم اور سب سے بہتر سمجھیں۔

نظام شاہ کا یہ پیغام اس وقت پہونچا جبکہ اسماعیل عادل بیجا پور سے روانہ ہو کر بہمن علی میں مقیم تھا۔ یہ پیغام سننے ہی اس نے مغرب اور غشا کی نماز پڑھی اور فوراً سوار ہو گیا۔ دوسرے دن شام کے قریب چار سوغل سواروں اور چالیس پیادوں کے ساتھ دریائے نلدرگ کے کنارہ جو قلعہ کے دامن سے گزرتا ہے خیمہ زن ہوا۔ بادشاہ نے برہان نظام شاہ کے اہلی کو رخصت کیا اور اس سے کہا کہ جو کچھ میں نے تیرے ساتھ کیا اس کا مجھے انتظار ہے تاکہ اس کو اب ظاہر کر کے جیسا کہ ہر مرتبہ دلاوری کے میدان میں میں نے جولائی کی ہے اسی طرح اس مرتبہ بھی میدان کارزار میں اپنے خنجر و شمشیر کے جوہر دکھاؤں گا۔

برہان نظام شاہ بحر کی لے اپنے خزانہ کی تمام دولت صرف کر دی اور پچیس ہزار سوار جمع کر کے توپ خانہ اور سامان حرب اکٹھا کیا اور امیر قاسم برید کو ساتھ لے کر سابق شکست کے خیال سے جلد سے جلد اسماعیل عادل شاہ کی سرحد کی طرف روانہ ہوا۔ اسماعیل عادل شاہ بھی بارہ ہزار سوار ساتھ لے کر غلیم سے ملنے کے لئے آگے بڑھا۔ بادشاہ نے آسہ خاں لاری کی ماتحتی میں اپنی صفیں ترتیب دیں اور لڑائی کا یا زار گرم ہوا اس مرتبہ وہ معرکہ کارزار واقع ہوا کہ اس کے مقابلہ میں پہلی لڑائیاں لڑکوں کا کھیل معلوم ہوتی تھیں۔ جب تک کہ باروں میں قوت اور تکرش میں تیسرے اس وقت تک برابر خون کی ندیاں بہائیں آخر کار رسم نہ ماتہ کے موافق ایک فریق نے شکست کھائی اور دوسرے کو فتح ہوئی

اسٹیل عادل شاہ کامیاب ہوا اور شہور نظام شاہی امیر لئی خورشید خاں سرکرہ جنگ میں کام آیا۔  
 یرمان نظام شاہ پریشان کے عالم میں احمد نگر کی طرف بھاگا اس کا تمام اثاثہ شاہی توپخانہ اور ہتھی  
 اسٹیل عادل شاہ فیروزہ جنگ کے قبضہ میں آئے۔ اس واقعہ کے بعد اسٹیل عادل اور یرمان میں  
 کوئی سرکرہ آرائی نہیں ہوئی بلکہ اعیان ملک کے ایک گروہ نے درمیان میں پڑ کر صلح کرادی اور  
 دونوں فرما شدادوں نے سرحد پر باہم ملاقات کی اور یہ طے پایا کہ سلطان قلی قطب شاہ اور علاؤ الدین  
 علاء شاہ کے ملک پر بھی قبضہ کر کے دونوں تاجدار ایک دوسرے کے دوست اور ہی خواہ  
 رہیں۔ اسٹیل عادل نے امیر برید کو اپنا بنا کر سنہ ۹۴۰ ہجری میں برید کے ساتھ تلنگانہ کا سفر کیا  
 اسٹیل عادل نے سب سے پہلے تلنگڑہ کا جو تلنگانہ کا مشہور قلعہ ہے اور سرحد پر واقع ہے عامر  
 کیا۔ سلطان قلی قطب شاہ بھی احتیاط کو مد نظر رکھ کے میدان جنگ میں خود نہیں آیا اور اپنے  
 دارالملک گوکنڈہ سے نہ ہلا لیکن اپنے لشکر کے بہت سے سوار اور پیادے اہل حصار کی  
 مدد کو روانہ کئے۔ اسد خاں لاری اور اہل حصار میں بارہا سرکرہ آرائی ہوئی اور ہر مرتبہ اسد خاں  
 کو فتح نصیب ہوئی۔ اہل قلعہ بالکل با یوس ہو گئے اور قریب تھا کہ قلعہ فتح ہو جائے لیکن تقدیر  
 الہی نے ساتھ نہ دیا اور آپ دہوا کی خرابی سے اسٹیل عادل کا مزاج نا درست ہو گیا بادشاہ  
 کے اخراج طبیعت نے یہاں تک طول کھینچا کہ اسٹیل عادل ضعف کی وجہ سے صاحب فرار  
 ہو گیا۔ بادشاہ نے امیر قاسم برید اور اسد خاں لاری کو جو تلنگانہ کی غارتگری میں مشغول تھے جلد  
 سے جلد بلایا اور ان امیروں سے کہا کہ اس ملک کی آپ دہوا میرے موافق نہیں ہے میری  
 رائے ہے کہ میں تم لوگوں کو تلنگانہ کے قلعوں کی تسخیر میں چھوڑوں اور خود حسنا بادگیر کہ جلا جاؤں  
 اور مزاج درست ہونے کے بعد پھر واپس آؤں۔ ان امیروں سے اور یہ طے پایا کہ دوسرے دن  
 صبح کو بادشاہ کو پانچویں میں سوار کر کے اسی طرف روانہ کر دیں لیکن چہار شبہ کے روز تو لوگوں  
 صفر ۹۴۱ ہجری کو اسٹیل عادل نے دنیا سے کوچ کیا اور آرائی کا بازار سمیٹنے کے لئے ٹھنڈا  
 ہو گیا۔ اسد خاں لاری نے بادشاہ کی موت کو لوگوں سے چھپایا اور بادشاہ کی لاش پانچویں  
 میں رکھ کر اس پر پردہ ڈالا اور رات کے وقت جنازہ کو قصبہ کو کی روانہ کیا تاکہ اسٹیل اپنے  
 باپ کے پہلو میں دفن کر دیا جائے۔ دروز کے بعد اسد خاں لاری نے جو ایک بوڑھا اور بچہ کار  
 امیر تھا امیر قاسم برید اور دوسرے مستعد امیروں کو بلایا اور ان سے اس حادثہ کا ذکر کیا۔ شاہزادہ  
 ابراہیم اپنے بڑے بھائی شاہزادہ ملو خاں کی حکومت سے راضی نہ تھا اور نیز یہ کہ بہت

سے اسیر بھی پوشیدہ طور پر شاہزادہ ابراہیم کے ہم خیال تھے اسد خاں لاری نے بیگانے ملک میں مرحوم بادشاہ کے باغیوں کا مقرر کرنا مصلحت کے خلاف دیکھا اسد خاں نے پوشیدہ طور پر ہر ایک کو پیغام دیا کہ اس زمانہ میں ساعت اچھی نہیں ہے حسنا باؤ گلبرگہ چلکر حضرت سید محمد گیسو دراز رحمۃ اللہ علیہ کی روح مبارک سے امداد طلب کر کے تخت سوردی پر جلوس کرنا بہتر اور مناسب ہو گا شاہزادوں نے اس بات کو قبول کیا اور قلعہ گوگندہ کے حوالی سے روانہ ہو گئے اسد خاں لاری نے شاہزادوں کو کسی نہ کسی حکمت سے حسنا باؤ گلبرگہ پہنچایا اور خود ہی شاہزادہ ابراہیم کو تخت حکومت پر بٹھانا زیادہ پسند کرتا تھا لیکن چونکہ لو خاں فرزند اکبر تھا اور بادشاہ نے اسے اپنا ولی عہد بھی مقرر کر دیا تھا مجبوراً اسد خاں نے شاہزادہ ملوک کو تخت حکومت پر بٹھایا اور ابراہیم کو مہرج کے قلعہ میں قید کر دیا امیر سید ہروی بیان کرتے ہیں کہ سلطان اسماعیل عادل بردبار کریم اور سخی تھا اس کی عالی ہمتی سے ملک کی آمدنی اور اخراجات کافی نہ ہوتے تھے بادشاہ عفو تقییر اور خطا کاروں کے گناہ پر چشم پوشی کرنا زیادہ پسند کرتا تھا عمدہ کھانا کھانے اور اچھا کپڑا پہننے کی کوشش کرتا تھا۔ بادشاہ غش افغانا کبھی اپنی زبان سے نہیں نکالتا تھا اور ہمیشہ عالموں اور فاضلوں کے پاس بیٹھتا اور ان کے مرتبہ کو اچھی طرح سمجھتا تھا۔ علم موسیقی اور شاعری کو اسماعیل عادل بہت دوست رکھتا تھا۔ بادشاہ کا تخلص وفائی تھا اور یہ ہے کہ دکن کے کسی بادشاہ نے اسماعیل عادل کے سے لطیف اور متین اشعار نظم نہیں کئے۔

ملوک عادل شاہ	اسماعیل عادل شاہ نے وصیت کی تھی کہ شاہزادہ ملوک خاں کو اس کا جانشین مقرر کریں۔ مجبوراً اسد خاں لاری نے ملوک کو تخت حکومت پر بٹھایا
اسماعیل عادل شاہ	اسد خاں نے ملوک کی دادی ملکہ پونجی خاتون کو بادشاہ کی خبر داری کے لئے نصیحت کی اور خود اپنی جاگیر ملکوان کو چلا گیا۔ ملوک عادل نے

میدان خالی پایا اور شراب پینے اور نایح و رنگ میں مشغول ہو۔ نو عمر فرما نہر و جوانی کے قریب پہنچ چکا تھا اس لئے شباب کی بے عنوانیوں اور ناعاقبت اندیشی نے اس کے دل میں اپنا گھر کر لیا اور رات دن سو اکیل کو داؤد و دوسرے نامناسب حرکات اور افعال کے جوہر گزیرا بادشاہوں کے شایان شان نہیں ہیں کوئی عمدہ کام اس سے سر نہ نہیں ہوتا تھا مخلوق اس سے بالکل ناراض ہو گئی۔ ان حرکات کے علاوہ ایک نیا شوق بھی پیدا ہوا اور نو عمری کی انگ سے مطلق العنان فرما نہر کو صاحب حسن و جمال لڑکیوں

کے جمع کرنے پر اہل کیا ملو خاں کے اس شوق نے یہاں تک طویل کھینچا کہ شہر کے شرخا اور باوقار  
اشخاص کے لڑکے اپنے والدین کی آغوش سے زبردستی جدا کر کے بادشاہ کی مجلس میں پہنچائے  
جانے لگے اس جبر و ظلم کا سلسلہ اور آگے بڑھا اور یوسف ترک دیوان جو عادل شاہی تاجپوش  
امیر تھا اس کے فرزند کی باری آئی بادشاہ نے یوسف کے بیٹے کو مانگا اور شحمہ دیوان مانع آیا۔  
بادشاہ نے غصہ میں آکر حکم دیا کہ سرکاری ملازم لڑکے کو زبردستی یہاں لے آئیں۔ اگر یوسف  
شحمہ درمیان میں حائل ہو تو اس کا سر تن سے جدا کر دیا جائے یوسف شحمہ دیوان نے  
جو امرائے تاجپوش میں تھا عادل شاہی سپاہیوں کو تنبیہ کر کے اسی روز بے خوف خطر شہر  
سے باہر نکلا اور اپنے اہل و عیال کو ساتھ لیکر اپنی جاگیر یعنی قصبہ گھورہ کو روانہ ہو گیا یوسف  
کے قصہ نے کاوڈ آہنگر کی داستان پھر تازہ کر دی۔ شہر کے اکثر باعزت لوگوں نے اس کا  
ساتھ دیا۔ اسماعیل عادل کی ماں پونجی خاتون نو عمر پوتے کے حرکات دیکھ کر بیدار بخیدہ ہوئی  
اور اس نے ارادہ کر لیا کہ ملو خاں کو معزول کر کے شاہزادہ ابراہیم کو تخت سلطنت پر بٹھائے  
پونجی خاتون نے یوسف شحمہ کو پوشیدہ طور پر پیغام دیا کہ ملو عادل شاہ فرامروانی کے قابل  
نہیں ہے اس کو تخت سے اتار کر شاہزادہ ابراہیم کو عادل شاہی مندر حکومت پر بٹھائے۔  
یوسف شحمہ نے اپنے ایک رازدار کو اسد خاں لاری کے پاس نکلوان روانہ کیا اور اسے  
سارے حال سے اطلاع دی۔ اسد خاں لاری نے جواب دیا کہ میں اس کے ناپسندیدہ  
اطوار کی وجہ سے بیجا پور کا قیام ترک کر چکا ہوں اور یہاں مقیم ہوں چونکہ تمام لوگ ملو عادل  
شاہ سے نفرت کر رہے ہیں اور اس کی حکومت سے راضی نہیں ہیں بہتر ہے کہ عادل شاہی  
خاندان کی بہتری اور بیہودی کا خیال مد نظر رکھ کر ملکہ پونجی خاتون کے فرمان سے تو خوف  
نہ کرے۔ یوسف شحمہ اسد خاں کی تجویز سے مطمئن ہو گیا اور کامیاب و باامداد شہر کو واپس آیا  
یوسف پونجی خاتون کی رائے کے موافق دوسو سواروں کے ساتھ بیجا پور پہنچا اور بلاتاق  
ارک کے قلعہ میں گھس آیا۔ قلعہ دار نے قلعہ میں آنے سے منع کیا۔ یوسف نے قلعہ دار کو  
تہ تیغ کیا اور ملو عادل شاہ کو قید کر کے پونجی خاتون کے حکم سے ملو خاں اور  
اس کے مادر زاد بھائی انو خاں کی آنکھیں سلائی پھیری اور شاہزادہ  
ابراہیم کو ملو کی جگہ تخت حکومت پر بٹھایا۔ ملو خاں نے کچھ روز چھ  
مہینے حکومت کی۔

ابرہیم عادل شاہ  
بن  
اسماعیل عادل شاہ

سورخین لکھتے ہیں کہ ابراہیم عادل شاہ بڑا بہادر تھا۔ اپنی مردانگی اور شجاعت کی وجہ سے کسی بات کو خیال میں نہیں لاتا تھا اور سیلاب کے مانند نشیب ہو یا فراز سرپٹ دوڑتا ہوا چلا جاتا تھا۔ اس کے قہر و غلبہ کی شہرت بھی اس کی بردباری اور خلق کی طرح دنیا کے ہر گوشہ میں پھیلی ہوئی تھی۔ جس وقت سے کہ اس نے فرمانروائی کی باگ اپنے ماتھے میں لی اس وقت سے مرتے دم تک ہمیشہ لشکر کشی اور صف آرائی میں بسر کی غیر معتبر طریقہ پر یہ معلوم ہوا ہے کہ اسماعیل عادل اپنی حکومت کے زمانہ میں دس سو کے نظام شاہی فوج سے لڑا اور ہر لڑائی میں خود شریک ہوا اور ہر مرتبہ پوری شجاعت اور مردانگی سے کام لیا لیکن چونکہ اس کا شمار اقبال اور بار میں تھا سو اقصیہ اور شان کی جنگ کے کسی لڑائی میں بھی اسے فتح نہ ہوئی۔ ابراہیم عادل پہلا شخص ہے جس نے باپ دادا کے مذہب سے کنارہ کشی کی اور دوازدہ امام کے نام خطبہ سے نکال کر امام ابوحنیفہ کا مذہب جاری کیا ابراہیم نے فرقہ امامیہ کے تمام رسم و رواج برطرف کئے اور حکم دیا کہ تاج سرخ دوازدہ گوشہ جو اس زمانہ میں فرقہ امامیہ کا نشانے اختیار تھا کوئی اپنے سر پہ نہ رکھے۔ غیر ملکی امیروں میں سوا اسد خاں لاری۔ خوش کلدی آقا اور شجاعت خاں کر کے سمجھوں کو یک ظلم موقوف کیا اور امارت کے مرتبہ سے معزول کیا۔ ابراہیم نے دکنیوں اور حبشیوں کو ان کی جگہ مقرر کیا اور نظام شاہی اور عماد شاہی خاندانوں کی پیروی کر کے کورہ روٹ مقرر کیا اس لئے ارکان دولت نے تین ہزار غیر ملکی خاصے کے نوکروں میں جو ہمیشہ بادشاہ کے ساتھ رہا کرتے تھے چار سو نوکروں کو اپنے ساتھ رکھا اور باقی کو رخصت کر دیا۔ یہ ملازم بے روزی ہو کر پریشان اور پر اگندہ خاطر گجرات دکن اور احمد نگر روانہ ہوئے۔ ابراہیم عادل نے فارسی زبان کو دفتر سے خارج کر کے ہندی اس کی جگہ رائج کی۔ ابراہیم عادل نے زمینوں کو صاحب اختیار کیا اور یوسف عادل اور اسماعیل عادل کے تمام ضابطوں اور قاعدوں کو منسوخ کر دیا اور بیجا نگر کے راجہ رام راج نے پوشیدہ طور پر قاصد بھیجے اور بہت سے مغل سرداروں کو تسلی اور دلاسا دے کر اپنے پاس بلایا اور ان کی رضا مندی اور دل دہی کے لئے حکم دیا کہ بیجا نگر میں ایک مسجد بنادی جائے۔ راجہ قرآن پاک کو اپنے پہلو میں روزانہ ایک کرسی پر رکھ لیتا تھا اور تغلوں سے کہتا تھا کہ تم لوگ مجھ سے کوئی سروکار نہ رکھو بلکہ اپنے کلام مجید کے آگے سر جھکاؤ۔ جلوس کے دوسرے سال ابراہیم عادل نے بیجا پور پر لشکر کشی کی اور کامیاب

واپس آیا اس قصہ کی شرح یہ ہے کہ سیورائے والی بیجا نگر نے جس کے خاندان میں سات سو سال سے فرمائروانی کا سلسلہ چلا آتا تھا فوت ہوا۔ بیٹا باپ کا جانشین ہوا لیکن عین عالم جوانی میں وہ بھی باپ سے جا ملا۔ جوان راجہ کے مرجانے کے بعد اس کا چھوٹا بھائی تخت پر بیٹھا لیکن تقدیر نے اسے بھی حکمرانی کا مزہ نہ چکھنے دیا اور اس نے بھی دنیا کو خیر باد کہا اس راجہ کا سہ ماہہ لڑکا ولیعہد ہو اتمراج جو راجہ بیجا نگر کا مستعد امیر تھا صاحب اختیار ہوا اس اثنا میں صاحب تخت بالغ ہوا اور تمرراج نے اسے بھی زہر کا پیالہ ملا کر ہمیشہ کے لئے رخصت کیا اور ایک دوسرے وارث ملک لڑکے کو مسند حکومت پر بٹھایا۔ تھوڑے دنوں کے بعد تمرراج بھی فوت ہو گیا اور اس کا بیٹا راجہ راجہ باپ کا قائم مقام ہوا۔ رام راج نے سیورائے کی پوتی سے شادی کی۔ خاندان حکومت کے پیوند سے راجہ کا استقلال حد سے زیادہ بڑھ گیا اور اب نئے خود مختاری کے خواب دیکھنے شروع کئے۔ سرداروں اور اعیان ملک نے راجہ کے خود مختار تخت کے سامنے سر جھکانے سے انکار کیا ناچار راجہ نے راجہ کے خاندان سلطنت سے ایک لڑکے کو تخت پر بٹھایا اور اس لڑکے کے خاندان سے بھوج نرمل راجہ کو جو فی الجہد عین بھی تھا اور جس کی دماغی کجی اس کے نام سے خود ظاہر ہوتی ہے امیر الامرا مقرر کیا اور بھوج نرمل سے قول و قرار کر کے رام راج نے نابالغ راجہ کی پرورش اسی کے سپرد کی اور خود اس نے ہر تدبیر سے سرکش امیروں کو خاک ندلت میں ملا کر ان کا نام و نشان بھی نہ باقی رکھا۔ رام راج نے اپنے ایک غلام کو صاحب اقتدار بنایا اور بیجا نگر کی حکومت اور نابالغ راجہ کی حفاظت اور پرورش اس کے سپرد کر کے ایک جوار فوج اپنے ہمراہ لیکر خود ان راجاؤں کو تباہ کرنے چلا جو اس کی حکمرانی میں جاں ہاں رہے تھے چند اپنے مخالف راجاؤں کو اس نے تباہ کیا اور اسی نواح کے ایک حصار کے محاصرہ میں مشغول ہوا۔ اس محاصرہ نے طول کھینچا اور جو روپیہ اس کے پاس تھا وہ صرف ہو گیا۔ رام راج نے اپنے غلام کو کچا کہ پیاس لاکھ ہون بھیج دے۔ غلام نے قلعہ کا دروازہ کھولا لیکن جیسے ہی اس کی آنکھ خزانہ اور جواہرات پر پڑی اپنے آپ سے باہر ہو گیا اور اس نے علانیہ بغاوت اور سرکشی کر دی غلام نے اجڑے کے پوتے کو مکان کے باہر نکالا اور بھوج نرمل سے ساز باز کر کے اپنے سے ملایا اور غلیل و شہم پر قبضہ کرنے کی فکر میں ہوا جو راجہ کہ راجہ سے خوف زدہ تھے وہ وارث ملک سے ہرگز مل گئے اور ایک بہت



بڑا مجمع بیجا نگر میں ہو گیا بھوج نرل راج نے اس غلام کو اس بہانہ سے کہ رام راج سے مل گیا ہے اور پھر دوسرے کے قابل نہیں رہا نہ تیغ کیا اور خود صاحب اقتدار ہو گیا۔ رام راج نے دیکھا کہ قصہ بہت بڑھ گیا ہے اس نے مسلح کاراواہ کر لیا اور دستوں کے ایک گروہ نے بیچ میں پڑ کر اس شرط پر مسلح کرائی کہ دار الخلافت بیجا نگر اسے زادہ کے زیر حکم رہے اور جن شہروں پر اس وقت رام راج کی حکومت ہے وہ اس کے قبضہ میں دے دئے جائیں رام راج مجبوراً خاموش ہو رہا اور جتنے راجہ تھے سب کے سب اپنے اپنے ملک کو واپس گئے رائے زادہ کے نامہ بیان اور دلوانے ماموں کے دل میں خود مختاری کا ولولہ پیدا ہوا اور استبداد کا دم بھرنے لگا۔ بیدار گراموں نے بہن کی یادگار کو ہمیشہ کے لئے سلا دیا اور خود تسلط شاہی پر بیٹھ گیا۔ بھوج نرل نے غور و خوض کو اپنا پیشہ بنایا اور شہر کے چھوٹے بڑے کے ساتھ بدسلوکی شروع کی ایمان ملک بھوج نرل سے برگشتہ ہو گئے اور لوگوں نے رام راج کے دامن میں پناہ لینے شروع کی اور اس سے شہر پر حملہ آور ہونے کی درخواست کی بھوج نرل کو ان واقعات کی اطلاع ہو گئی اور اس نے چھ لاکھ ہون اور دوسرے تحفے ایک قاصد کے ہاتھ ابراہیم عادل شاہ کے پاس بھیجے اور اس سے مدد کا طلبکار ہوا۔ رام راج نے عہد کیا کہ ہر نرل پر ایک لاکھ ہون بادشاہ کے ملاحظہ میں پیش کر دے گا۔ ابراہیم عادل سلطانہ ہجری میں بیجا نگر روانہ ہوا۔ رام راج کو ابراہیم عادل شاہ کی شکرگشائی کا حال معلوم ہوا اور اس نے مکاری سے کام لیا بھوج نرل رائے کے پاس ایک خط روانہ کیا جس میں اپنی سرکشی پر مذمت ظاہر کی اور آئندہ کے لئے اس کی اطاعت اور وفا شعار کی کا اقرار کیا اور نکھا کہ اگر مسلمان اس زمین پر قدم رکھیں گے تو ان کے گھوڑوں کی ٹاپ سے ہمارے مسکن اور عبادت خانے تباہ اور مسمار ہو جائیں گے اور شایان بہمنیہ کے عہد کی طرح اس زمانے میں بھی ہماری قوم کے شریف و ذلیل سبھوں کے بچے مسلمانوں کے ہاتھ میں گرفتار ہو جائیں گے میرے نزدیک یہ مناسب ہے کہ ایک معترف قاصد بھیج کر ابراہیم عادل سے واپس جانے کی درخواست کرو اور میں اس کے عہد سے ہمیشہ تمہارا فرمانبردار اور مطیع رہوں گا۔ بھوج نرل راج چونکہ عقل سے بے بہرہ مختار رام راج کے دام مکر کا شکار ہو گیا غرض ہندؤں کی رسم کے موافق آپس میں عہد و پیمان ہوئے اور بھوج نرل نے چوالیس لاکھ ہون ابراہیم عادل شاہ کی خدمت میں بھیج کر اس سے واپس جانے کی درخواست کی

ابراہیم عادل شاہ کا اصل مطلب بھوج نزل کو فائدہ پہنچانا اور روپیہ کا حاصل کرنا تھا ہندوؤں کا یہ پیغام سنکر واپس ہوا ابھی دریائے کرشنا کو عبور ہی نہ کیا تھا کہ راجہ راج نے اپنے عہد و بیان کو توڑا اور زبلی اور ہوا کی طرح جلد سے جلد بیجا نگر پہنچا شہر کے اندرونی سپاہیوں اور ملازموں میں بعض کو لالچ دے کر اور بعضوں کو ڈرا کر بھوج نزل سے منحرف کرادیا اور یہ طے کیا کہ بیجا نگر کے لوگ بھوج نزل کو گرفتار کر کے راج کے سپرد کر دیں تاکہ بھوج نزل راے زادہ کے انتقام میں تلوار کے گھاٹ اتاراجاے بھوج نزل نے دیکھا کہ تیرکمان سے کل چکا ہے اور بھاگنے کا راستہ بند ہے حکم دیا کہ تمام گھوڑوں کے پاؤں قلم کر دے جائیں اور ہاتھیوں کو اندھا کر دیا جائے اور جس قدر باتوت و الماس زبرد اور موتی پشتہا پشت کے جمع کئے ہوئے ہیں پکی میں ڈال آئے کی طرح پیس ڈالے جائیں۔ راجہ کے حکم کی تعمیل کی گئی اور جس وقت دربانوں نے شہر کا دروازہ کھولا بھوج نزل نے خیمہ اپنے سینہ میں بھونک کر جان دے دی اس واقعہ کے بعد مہراجہ بلا کسی مزاحمت بیجا نگر کے تخت حکومت پر بیٹھ کر مستقل صاحب اقتدار ہوا۔ ابراہیم عادل کو حقیقت حال سے ہنگامی ہوئی بادشاہ نے اسدخاں لاری کو اپنی تمام فوج کے ساتھ قلعہ ادونی کی تسخیر کے لئے روانہ کیا اس اثنا میں وینکنا دری راجہ کے بجائی نے بشمار سوار اور پیادے ساتھ لیکر اسدخاں کی مدافعت کے لئے قدم آگے بڑھایا۔ اسدخاں لاری نے محاصرہ سے ہاتھ اٹھایا اور دشمن سے ملنے کے لئے آگے بڑھا ایک شدید لڑائی کے بعد اسدخاں نے راہ فرار اختیار کی اور ہندوؤں نے سات کوں تک اس تک پیچھا کیا اسی اثنا میں رات کی سیاہی پھیلی اور وینکنا دری نے شکست خوردہ لشکر سے ایک کوں کے فاصلہ پر قیام کیا اور فتح کے نشہ میں سرشار اپنے بستر پر سو رہا۔ اسدخاں لاری نے چار ہزار سلاح پوش مرد میدان سواروں کو ساتھ لیکر وینکنا دری کے لشکر پر بھون مارا ہندوؤں نے جہاں تک ان سے ہو سکا مسلمانوں سے چھٹکارا حاصل کرنے کی کوشش کی لیکن آخر کار مسلمانوں کی شہر زنی سے عاجز آئے اور انھوں نے راہ فرار اختیار کی۔ بیجا نگر کے تمام ہاتھی اور وینکنا دری کے زن و فرزند اسدخاں کے قبضہ میں آئے۔ اسدخاں نے میدان فتح کو لشکر گاہ بنایا اور وینکنا دری نے مسلمانوں کے قیام گاہ سے چھ کوں کے فاصلہ پر اپنے عجیبے ڈائے وینکنا دری نے سارا حال ایک خط میں لکھ کر راجہ کو حقیقت واقف سے

اطلاع دی اور اس سے مدد کا طلب کیا ہوا۔ راجہ نے نیکادری کو جواب دیا کہ مجھے ابھی اطراف و جانب کے راجاؤں سے اطمینان نہیں ہوا تھا میں چاہیے کہ مجھ طرح ممکن ہو اسد خاں لاری سے صلح کر کے اپنے زن و فرزند کو قید سے نجات دلواؤ۔ نیکادری نے ایک قاصد اسد خاں کے پاس بھیج کر صلح کی درخواست کی۔ اسد خاں لاری نے ابراہیم عادل کو حقیقت حال سے اطلاع دی اور بادشاہ کے حکم کے موافق نیکادری سے صلح کر کے بڑے تڑک و احتشام کے ساتھ بیجا پور واپس ہوا۔ ابراہیم عادل شاہ نے نیکادری کے گھوڑے اور باقی اسد خاں لاری کو عنایت کر کے اس کی قدر و قیمت کو وہ بالا کیا یوسف شخونہ دیوان جو میر جلد اور وکیل سلطنت تھا اسد خاں لاری کی عزت اور وقعت سے دل میں پیچیدہ ملا اور رشک کی آگ سے بچیں ہو کر اس نے خلوت میں بادشاہ کے کان بھرنے شروع کئے ابراہیم عادل شاہ سے کہا کہ اسد خاں لاری برہان نظام شاہ کا ہم مذہب ہے اس لئے اس کی محبت اور وفاداری کا دم بھرتا ہے اور اس کا ارادہ ہے کہ ننگوان کا قلعہ نظام شاہ کے سپرد کر کے اس کی اٹھتا کا جو اپنی گردن میں ڈالے۔ ابراہیم عادل نے بلا تحقیق حال سمجھنے ہوئے یوسف کی باتوں پر یقین کر لیا اور اسد خاں لاری کو بے دست دیا کرنے کا اس سے مشورہ کرنے لگا۔ یوسف شخونہ نے کہا کہ شاہزادہ علی کے رحم و کرم میں شرکت کرنے کے بہانہ سے اسد خاں کو ننگوان سے بلانا چاہیے اور جب وہ یہاں پہنچ جائے تو اسے پابند زنجیر کر کے قید کر لینا چاہئے اور اس طرح اس کے دغدغہ سے نجات حاصل کرنی چاہئے۔ یہ مشورہ فاش ہو گیا اور اسد خاں لاری نے اپنی حفاظت میں اور زیادہ کوشش کی۔ بادشاہ کا فرمان طلبی اسد خاں کے نام پہنچا اور اسد خاں نے بیماری کا غدار کیا اور نہ آیا۔ ابراہیم عادل نے یوسف شخونہ کے مشورہ کے موافق اسد خاں لاری کے دوستوں اور ہم نشینوں کو اس بات پر آمادہ کرنا چاہا کہ یہ لوگ پوشیدہ طور پر اسد خاں لاری کو زہر کا پیالہ پلا دیں۔ اس کوشش کا بھی کچھ نتیجہ نہ ہوا آخر میں یہ قرار پایا کہ یوسف ترک کو ننگوان کے اطراف میں جاگیر دی جائے اور اسے میر جلد کے عہدہ سے معزول کر کے جاگیر بد جانے کی اجازت دی جائے تاکہ یوسف شخونہ موقع اور محل پا کر اسد خاں لاری کو زندہ گرفتار کرے۔ اسد خاں لاری پختہ کار اور عقل مند امیر تھا اپنی طرف سے پیچیدہ ہوشیار رہتا تھا اتفاق سے ایک دن اسد خاں اپنے باغ کی سیر کر رہے تھے کہ ایک سووار ہوا کہ یہ بلخ نگران کے چھ کوں کے قاصد ہیں جو اسد خاں کے ساتھ میر جلد

لوگ تھے یہ سب جلدی سے باغ کی طرف روانہ ہوئے۔ اسدخاں نے اپنے ایک حبشی غلام کو اس خدمت پر مقرر کیا تھا کہ چار سو آدمیوں کو اپنے ہمراہ لیکر مالک کے پاس آئے۔ یوسف شمنہ کے جاسوسوں نے اسے خبر پہنچائی کہ اسدخاں تنہا سوار ہو کر باغ گیا ہے یوسف شمنہ نے دو ہزار سواروں کو ساتھ لیکر اسدخاں کو گرفتار کرنے کے لئے اس پر دھاوا کیا۔ باغ کے حوالی میں دونوں لشکروں کا مقابلہ ہوا اور لڑائی ہونے لگی۔ اسدخاں نے دشمن کو پسپا کرنے کی کوشش کی اور طریقہ سے تلواریں چلنے لگیں۔ یوسف شمنہ نے اسدخاں کے حلوں کا ہونا دیکھا اور نہایت قدم رہا جس کی وجہ سے بہت خونریزی لڑائی واقع ہوئی اور بہت سی جانیں ضائع ہوئیں آخر میں اسدخاں لاری کو فتح ہوئی اور یوسف شمنہ پریشان ہو کر دشمن کے سامنے سے بھاگا۔ ابراہیم عادل شاہ نے جب دیکھا کہ معاملہ دگرگوں ہو گیا ہے تو اسدخاں لاری پر اپنی ہر بات اس طرح ظاہر کی کہ یوسف شمنہ کو پایہ زنجیر کر کے اسے اسدخاں کے پاس بھیج دیا اور کہلا بھیجا کہ اس کی بیے ادبی سے میں بہت آندہ ہوں چاہئے کہ تم اس کو مناسب سزا دو۔ اسدخاں حقیقت حال سے پوری طرح واقف تھا اس نے جواب میں بادشاہ کو لکھا کہ تصور میرا ہے نہ کہ اس کا امید کہ یوسف کی خطا معاف کی جائے گی اسدخاں نے یوسف ترک کو اس پر خلعت دے کر اسے رخصت کیا۔ یہ عجیب قصہ برہان نظام شاہ کے کانوں تک پہنچا اس نے حکمت علی سے اپنی مجلس میں ذکر یہ کیا کہ اسدخاں لاری نے مجھ سے عہد کیا تھا اور ہم سے کہا تھا کہ عادل شاہی ملک کو فتح کر کے اس کی ولایت ہمارے سپرد کر دے گا۔ اگر اس وقت ہم فوج کشی کریں تو یہ معاملہ آسانی سے طے ہو جائیگا اسی زمانہ یعنی ۹۷۹ھ ہجری میں برہان نظام شاہ نے امیر قاسم برید ترک سے سازش کر کے احمد نگر کی راہ لی۔ پرندہ کے نواح میں امیر برید اور خواجہ جہاں دکنی بھی اس سے جا ملے اور یہ سارا گروہ آگے بڑھا ان لوگوں نے زمین خاں کے ساڑھے پانچ پر گئے جو پہلے شولابور میں تھے عادل شاہی مالوں کے ہاتھ سے لیکر خواجہ جہاں دکنی کے گماشتوں کے سپرد کیے برہان نظام شاہ ننگوان کے نواح میں پہنچا اسدخاں لاری کو ان واقعات سے بالکل آگاہی نہ تھی مکینہ خصلت لوگوں کے انتشار سے ڈرا اور چھ ہزار سواروں کے ساتھ مجبوراً برہان نظام سے جا ملا برہان نظام شاہ کو اور زیادہ تقویت حاصل ہوئی اور اس نے عادل شاہی ولایت کو تاخت و تاراج کرنا شروع کیا۔ ابراہیم عادل دشمنوں سے

برسر پیکار نہ ہو سکتا تھا اور اس نے حسنا آباد گلبرگہ کی راہ لی۔ اسد خاں لاری نے گردش روزگار سے حیران ہو کر علی محمد بدخشی کو علاء الدین عماد شاہ کے پاس برار روانہ کیا اور اسے تمام مال سے مطلع کر کے عماد شاہ کو پیغام دیا کہ اگر جناب ابراہیم عادل کی مدد کرنے کے لئے اپنے ملک سے اصرار نہ ہوں تو میں بھی آپ کی خدمت میں حاضر ہو کر جناب کو اس بات کی تکلیف دوں گا کہ میرے مالک سے محمد بوڑھے نکلوار کے قصور کو معاف کر لیں اس خط کے ساتھ ہی ابراہیم عادل خود بھی پہونچ گیا علاء الدین عماد شاہ نے فوراً کوچ کیا۔ برہان نظام شاہ نے جوارک بیجا پور کے قلعہ کے محاصرہ میں مشغول تھا ارک کے تمام گھروں میں اس نے آگ لگائی اور امیر قاسم برید کے ساتھ گلبرگہ کی طرف روانہ ہوا۔ اسد خان لاری نے راستہ ہی میں برہان نظام شاہ کا ساتھ چھوڑا اور اپنی فوج کے ساتھ علاء الدین عماد شاہ سے جا ملا اور اس نے کہا کہ یوسف شہنشاہ نے اپنی ذاتی مقاصد کے لئے بادشاہ کے کان بھرے تھے اور عدالت پناہ کو یقین دلایا تھا کہ اس ننگھار نے گناہ کے سیاہ داغ سے اپنے دامن کو آلودہ کیا ہے اور یہ چاہتا ہے کہ برہان نظام شاہ کا حلقہ بگوش ہو جائے۔ اس تہمت سے بادشاہ کا مزاج مجھ سے منحرف ہو گیا تھا اور میں وقت اور موقع کا منتظر تھا کہ عدالت پناہ سے حقیقت حال بیان کر کے بادشاہ کے دل سے غبار کو دور کر دوں کہ دفعۃً امیر برید اور نظام شاہ نکلوان کے نواح میں پہونچ گئے اور تمام لوگوں کو یقین آگیا کہ یوسف شہنشاہ کا بیان صحیح ہے اور یہ لوگ میرے ہی اشارہ سے حملہ آور ہوئے ہیں۔ ان واقعات سے میں سخت حیران ہوا اور اپنی جاگیر کی حفاظت کے لئے میں نے زمانہ سازی کی اور تھوڑے دنوں دشمنوں سے طار باب موقع پا کر بادشاہ کی خدمت میں حاضر ہوا ہوں اور جو بیان واقعی تھا اس کو گزارش کیا ہے مجھے امید ہے کہ مالک کی تدبیر سے کر کے میں بری ہو جاؤں گا اگر میرا عرض قبول ہو تو میری نیک نیتی سے ورنہ جس طرح منظور ہو مجھے سزا دی جائے تاکہ میرے اس حال سے دوسروں کو عبرت ہو مختصر یہ کہ علاء الدین عماد شاہ نے بلا کسی قسم کی تحریک اور پیغام سلام کہئے ہوئے اسد خاں لاری کو اپنے ساتھ لیا اور ابراہیم عادل کے پاس آیا اور جو حقیقت حال اسد خاں لاری سے سنی تھی اسی طرح عادل شاہ سے بیان کیا کہ ابراہیم عادل نے اسد خاں کو بے قصور سمجھا اس کو تمام خطاؤں سے بری کر دیا اور اسد خاں کے دشمنوں کا کردار فریب بادشاہ پر پوری طرح کھل گیا ابراہیم عادل نے اسد خاں لاری کو سینہ سے لگایا اور اس کے مرتبہ اور عزت میں اور زیادہ

اضافہ کیا۔ ابراہیم عادل نے اسد خاں لاری اور برہان نظام شاہ کی رائے سے برہان نظام اور امیر قاسم برید سے معرکہ آرائی کا ارادہ کیا۔ برہان نظام شاہ اور امیر برید عادل شاہی قوم کے سامنے نہ ٹھہر سکے اور پرگنہ بیڑ روانہ ہو گئے۔ ابراہیم عادل اور عماد شاہ بھی وہاں اپنا ٹھہرنا مناسب نہ سمجھے اور بالاگھاٹ دولت آباد چلے گئے۔ ابراہیم عادل اور عماد شاہ نے جی کھول کر اس نوح کو ٹوٹا۔ اسی درمیان میں امیر برید مرض الموت میں گرفتار ہو کر دنیا سے رخصت ہوا۔ بالاگھاٹ دولت آباد میں دفن کیا گیا۔ شاہ ظاہر فریقین کے درمیان میں واسطہ بننے اور انھوں نے اس شرط پر صلح کی تجویز کی کہ نظام شاہ شولا پور کے ساڑھے پانچ پرگنے ابراہیم عادل کو واپس کر دے اور آئندہ سے پھر کسی قسم کے فتنہ و فساد کا ارادہ نہ کرے غرض اسی شرط پر صلح ہو گئی اور ہر فرماؤ والا اپنے ملک کو روانہ ہو گیا۔ دوسرے سال یعنی سنہ ۹۷۱ ہجری میں ابراہیم عادل شاہ نے راجہ سلطان اختر علاء الدین عماد شاہ سے نکاح کیا۔ برہان نظام شاہ جو غیرت مند فرماؤ والا تھا رتن خانی ساڑھے پانچ پرگنوں کے واپس ہو جانے پر بیحد پریشان تھا اس نے کھانا سونا اپنے اوپر حرام کر لیا۔ اس درمیان میں ابراہیم عادل اور عماد شاہ کے درمیان کچھ رنجش پیدا ہو گئی اور نظام شاہ نے موقع پا کر راج اور جمشید قلی قلعہ شاہ کو جیل اور بہانہ سے اپنا موافق بنایا اور علی برید اور خواجہ جہاں کے ساتھ ابراہیم عادل شاہ کے ملک کی طرف بڑھا۔ برہان نظام شاہ نے ساڑھے پانچ پرگنوں پر قبضہ کر لیا اور شولا پور کے قلعہ کا محاصرہ کر کے بہت سے سرحدی شہروں کو غارت اور تاراج کیا اور ابراہیم عادل کے لشکر کو جو اس کی مدافعت کے لئے آیا ہوا تھا چند مرتبہ شکست دی جمشید قلی قلعہ شاہ نے بھی نظام شاہ کی تحریک سے بیجا پور پر لشکر کشی کی اور کاکنی کے پرگنوں میں ایک جید مضبوط حصار کی بنیاد انکو اس کے تمام کرنے میں کوشاں ہوا تا کہ جس طرح ممکن ہو گلبرگہ پر بھی اپنا قبضہ کر لے اور ہشکر کے قلعہ کا محاصرہ کر کے راج نے بھی اسی طرح برہان نظام شاہ کے اشارہ سے اپنے بھائی دینکنادری کو ایک جوہر لشکر کے ساتھ راجپور کے قلعہ کو فتح کرنے پر مقرر کیا۔ ابراہیم عادل اپنی حکمرانی کی کشتی کو چاروں طرف سے بلا میں گرفتار دیکھ کر بیحد حیران ہوا اور بلگووان سے اسد خاں کو مشورہ کے لئے اس نے بلایا۔ اسد خاں نے بڑی فکر اور غور کے بعد کہا کہ ہمارا اصلی دشمن تو برہان نظام شاہ ہے اور دوسرے تو اس کے طفیل ہیں ہم پر حملہ آور ہوئے ہیں سب سے پہلے برہان نظام شاہ کا علاج کرنا چاہئے اور اس کے بعد دوسروں کی خبر لینی چاہئے برہان نظام شاہ کا علاج اسی بات پر منحصر ہے کہ ساڑھے پانچ پرگنہ جو نزاع کا باعث

ہیں اس کو وہ سبے جائیں اور اس کے بعد سجد اخلاق اور تواضع کے ساتھ ایک خط راجہ کو جو  
اندلوں باقتدار فرمانروا ہے اور اس نواح کے دوسرے راجاؤں کے نام نفیس اور بیش قیمت  
تحفوں اور ہدیوں کے ساتھ چرب زبان اچیوں کے ہمراہ روانہ کرنے چاہئیں اس لئے کہ  
کرنالک کے غیر مسلم قھوڑے سے حسن سلوک سے خوش ہو کر ہماری دوستی کا دم بھرنے لگیں گے  
خصوصاً راجہ جس کا ملک ابھی دشمنوں کے خدشہ سے پاک ہی نہیں ہوا ہے اور جس کے  
دشمن اطراف و جوانب کے حکمران موجود ہیں اس ترکیب سے جلد ہم سے صلح کرے گا۔ جن وقت  
ان لوگوں کا خطرہ جاتا رہے گا تو جمشید قلی قطب شاہ کو سپاہ کر و دنیا میں اکام ہے۔  
ابراہیم عادل شاہ نے اسد خاں لاری کی تدبیر کو بہت پسند کیا اور اسی کے مطابق عمل کیا  
ابراہیم عادل کی یہ تدبیر اسد خاں کی رائے کے موافق راست آئی اور اس کے بعد بادشاہ نے  
اسد خاں لاری کو ایک جرار لشکر کے ساتھ جمشید قلی قطب شاہ کی سہر کوئی کے لئے اس طرف  
روانہ کیا۔ اسد خاں لاری نے پہلے جمشید قلی کے تسمیر کردہ قلعہ کا کئی کا محاصرہ کر لیا۔ اسد خاں نے عین  
چارے میں قلعہ کو زبردستی فتح کر لیا اور اس کا نام و نشان تک باقی نہ رکھا۔ اسد خاں نے اب  
انکرکار رخ کیا جمشید قلی نے مقابلہ میں کوئی فائدہ نہ دیکھا اور تلنگانہ روانہ ہو گیا اسد خاں لاری  
نے تقاب کیا اور قطب شاہی فوج کو جو اس سے برسر پیکار ہوئی دو دفعہ شکست فاش دی جمشید  
قلی شاہ نے پریشان ہو کر قلعہ کو کھنڈہ کے نواح میں خود صف آرائی کی ایک شدید اور  
خونریز لڑائی کے بعد تلنگی فوج کو شکست ہوئی اس معرکہ میں اتفاق سے جمشید قلی اور اسد خاں لاری  
کا مقابلہ ہو گیا۔ اور بغیر اس کے کہ دونوں حریف ایک دوسرے کو پہچانیں طرفین نے دشمن پر  
شمیر و خنجر سے حملہ کیا اسد خاں لاری کا میاب ہوا اور جمشید قلی کے چہرے پر ایک کاری زخم  
لگا جمشید قلی کو تمام عمر اس زخم سے تکلیف رہی اور کھانے اور پینے میں ہمیشہ اس زخم میں درد ہوتا  
رہا۔ اسد خاں لاری کا میاب اور بامراد بیجا پور واپس آیا اور بیجا پور کے تمام مہلات حسبِ تواہ  
ملے ہو گئے ابراہیم عادل شاہ کو دشمنوں کی لشکر کشی سے اطمینان ہوا اور شاہ نے امیروں کو انکی  
جاگیر پر روانہ کیا <sup>۹۵۱</sup> بھری میں برہان نظام شاہ نے راجہ کے اشارہ سے حنا باد گلبرگہ  
پر دھاوا کیا اور قلعہ کا محاصرہ کر لیا۔ ابراہیم عادل نے بھی لشکر جمع کر کے دشمن کی طرف رخ  
کیا نہر بیورہ کے کنارے پہونچا۔ برہان نظام شاہ کی فوج ساحل دریا پر تھیں تھی عادل  
شاہی لشکر دو تین مہینے دریا کو پار نہ کر سکا ابراہیم عادل شاہ تنگ آ گیا اور آخر برسات

میں کسی نہ کسی طرح دریا کے پار اتر افریقین فوج آراستہ کرنے میں مشغول ہوئے اور بڑی خونریزی اور سخت لڑائی واقع ہوئی۔ اس لڑائی میں پہلے معرکوں کے خلاف ابراہیم عادل کو فتح ہوئی اور برہان نظام شاہ کے ہاتھی اور گھوڑے دشمن کے ہاتھ آئے۔ اس غلبہ فتح سے ابراہیم عادل نے غرور و تکبر کو اپنا شعار بنالیا اور ایک رات شراب کے نشہ میں سرشار برہان نظام شاہ کے یالپیوں کے سامنے ان کے مالک کو برے الفاظ سے یاد کر کے اور سخت اور سخت کہہ رہا تھا اس کے علاوہ بادشاہ نے یہ شیوہ اختیار کر لیا کہ چھوٹے چھوٹے قصوروں پر امیروں اور ارکان دولت کو قید اور قتل کیا کرتا تھا سہ ۹۵۲ ہجری میں برہان نظام شاہ نے علی برید کے ملک پر لشکر کشی کی اور اسے قندھار اور اودگیر کے قلعوں کو سر کرنے میں مشغول ہوا۔ علی برید نے کیلیان کا قلعہ ابراہیم عادل کے سپرد کر کے اس سے مدد مانگی۔ ابراہیم بجد غرور کے ساتھ علی برید کی مدد کو روانہ ہوا چھ مہینے میں دوسرے معرکہ آرائی ہوئی لیکن ہر مرتبہ ابراہیم عادل کو شکست ہوئی اور اس کا تمام سامان حکومت دشمن کے ہاتھ لگا۔ ابراہیم عادل نے اپنی شکست کو اپنے حاشیہ نشینوں اور امیروں کے نفاق پر محمول کیا اور دو ہی تین مہینے میں تقریباً چالیس برسہنوں اور ستر مسلمانوں کو تہ تیغ کیا۔ نسلق خدا بادشاہ کے ظالمانہ حرکات سے اس سے خوف اور خوف زدہ ہو گئی بلکہ بعضوں نے ارادہ کیا کہ ابراہیم کے بھائی شاہزادہ عبداللہ کو اس کی جگہ تخت حکومت پر بٹھائیں۔ یہ سازش قبل اس کے کہ علی جاہر پہنچے بادشاہ پر کھل گئی۔ ابراہیم عادل نے سیاست کا بازار گرم کیا اور کثیر جانیں بادشاہ کے غیظ و غضب سے نذر ہو گئیں۔ شاہزادہ عبداللہ نے بڑی مشکل سے جان بچائی اور بیجا پور سے بھاگ کر نذر کوہ میں اس نے عیسائیوں کے دامن میں پناہ لی نصرانیوں نے عبداللہ کو بڑی عزت اور وقعت کے ساتھ اپنے پاس رکھا۔ اسی زمانہ میں ابراہیم عادل بلا کسی قصور کے اسدخان لاری سے بدگمان ہوا اور اپنی پٹے در پٹے کی شکستوں کو اسدخان کے نفاق کا نتیجہ سمجھا۔ بادشاہ نے اسدخان کو پروانہ التفات اور مہیوہ بھیجنا بند کر دیا۔ اسدخان لاری ننگوان میں تھا اس نے اس بات کی کوشش کی کہ اپنے خلوص کو مالک پر ظاہر کرے۔ اسدخان نے نو تازی گھوڑے اور نو ہاتھی مع دوسرے بیش قیمت تحفوں اور بدیوں کے ایک خط کے ساتھ ابراہیم عادل کی خدمت میں روانہ کئے یہ خط اسدخان لاری کے ہاتھ کا لکھا ہوا تھا جس کا مضمون یہ تھا اہل غرض نے جو کچھ میرے قصور بادشاہ سے بیان کئے ہیں ان سے



سد یا حصہ زیادہ میری خطائیں ہیں لیکن اس تہمت سے بالکل بے خبر اور مطلقاً بے گناہ ہوں نہ یہ بات کبھی میری زبان سے نکلی اور نہ کبھی اس نے میرے دل و دماغ میں جگہ پائی۔ یہاں اس قدر دیر تک ٹھہرنے اور مالک کی خدمت میں حاضر نہ ہونے کا سبب بھی محض دشمنوں کی مضرت سے اپنے کو محفوظ رکھنا تھا میری اس انجام اندیشی کو دشمنوں نے کچھ اور ہی سمجھا اور ٹکھرائی کے بدنامہ عصبہ سے اس بوڑھے ٹکھنوار کے دہن کو آلودہ کیا اگر شاہی مرحمت میرے شامل ہوا اور مجھے حکم دیا جائے تو دشمنوں کو شرمندہ اور سرتنگوں کرنے کے لئے شاہی بارگاہ کی آستانہ بوسی کے لئے حاضر ہوں۔ ابراہیم عادل شاہ نے چاہا کہ نئے سرے سے اسد خاں پر عنایت اور مہربانی کرے اور اس کے متعلقین کو عمدہ طریقہ پر ننگوان بھجواد کہ دفعۃً شاہزادہ عبداللہ کا فتنہ نمودار ہوا اور بادشاہ کا یہ ارادہ معرض التوا میں پڑ گیا شاہزادہ کا قصہ حسب ذیل ہے۔

شاہزادہ عبداللہ بھائی کے قہر و غضب سے ڈرا اور بھاگ کر اس نے بندر کوہ میں پناہ لی نصرانیوں نے شاہزادہ کی بیچر آؤ بھگت کی اور اپنے پاس رکھا۔ ایک مدت کے بعد بیجا پور کے بعض لوگوں کی ترغیب سے شاہزادہ نے برہان نظام شاہ اور حبشہ قلی قطب شاہ سے خصوصیت پیدا کی اور بھائی کے مقابلہ میں ان لوگوں سے مدد کا طلبگار ہوا۔ یہ فرماں روا خود ہی ابراہیم عادل کے اطوار اور اسد خاں کی رہنمائی سے پوری طرح آگاہ تھے برہان نظام شاہ اور حبشہ قلی قطب شاہ نے ابراہیم عادل کو معزول کرنے اور شاہزادہ عبداللہ کو تخت نشین کرنے کے لئے کا بالاتفاق ارادہ کر لیا اور اپنے اپنے ملک سے روانہ ہو کر بیجا پور کی طرف چلے ان بادشاہوں نے نصرانیوں کے پاس قاصد بھیج کر ان کو پیغام دیا کہ شاہزادہ عبداللہ کو مہل ان کے پاس روانہ کر دیں تاکہ یہ لوگ اسے بیجا پور کے تخت پر بٹھائیں نصرانیوں نے ان کا کہنا مان لیا اور شاہزادہ عبداللہ کے سر پر حیر شاہی سایہ لگن ہو گیا۔ برہان نظام شاہ اور حبشہ قلی نے ایک شخص کو اسد خاں لاری کے پاس بھیجا اور اسے پیغام دیا کہ ابراہیم عادل کی ناگوار حرکتیں آپ حد سے گزر چکی ہیں اور تم خود ہی اس وجہ سے اس سے رنجیدہ ہو رہا ارادہ ہے کہ ہم لوگ ابراہیم عادل کی جگہ پر شاہزادہ عبداللہ کو بیجا پور کے تخت حکومت پر بٹھائیں اور تم شاہزادہ عبداللہ کے اتالیق ہو تمہیں چاہئے کہ ننگوان سے روانہ ہو کر جلد سے جلد ہمارے پاس پہنچ جاؤ۔ اسد خاں لاری برہان نظام شاہ کے ایلچی سے سختی کے ساتھ پیش آیا اور کہا کہ اگر قاصد کو بارنا

برائے ہوتا تو میں تجھے شیعہ کر ڈالتا۔ برہان نظام شاہ اسد خاں کے ہوا رہنے سے مایوس ہو گیا اس دوران میں اسد خاں لاری کی بیماری کی خبر مشہور ہوئی اور برہان نظام شاہ نے تیجا نام ایک برہمن کو ایک کثیر رقم کے ساتھ پوشیدہ طور پر نلگوان بھیجا تاکہ تیجا اہل حصار سے سازش کر رکھے کہ اسد خاں کے مرتبے ہی اہل قلعہ حصار کو برہان نظام شاہ کے سپرد کر دیں۔ اسد خاں لاری بیماری کی حالت ہی میں اہل قلعہ کے ارادہ سے آگاہ ہو گیا اور اس برہمن کو جو ایک رعایا کے گھریب پوشیدہ تھا پکڑ کر ستر آدمیوں کے ساتھ جنھوں نے رشوت لیکر غداری کا وعدہ کیا تھا تہ تیغ کر لیا۔ اسد خاں کی یہ کارروائی تمام لوگوں اور افسران فوج پر ظاہر ہو گئی اور سبھیوں کو معلوم ہو گیا کہ اسد خاں لاری ابراہیم عادل کا طرفدار ہے ان لوگوں نے شاہزادہ عبداللہ کی خدمت کرنے کا ارادہ ترک کیا اور شاہزادہ کی جمیعت جو بندر کو وہ میں جمع تھی بالکل منتشر ہو کر اکثر حصہ اس کا عبد اللہ سے جدا ہو گیا۔ اسد خاں لاری کو جب یہ معلوم ہوا کہ اس کی یہ بیماری مرض الموت ہے اور اب طبیعت میں یہ قوت نہیں ہے کہ مرض کو دفع کر سکے تو اس نے ایک خط اپنے ہاتھ سے ابراہیم عادل کے نام لکھا اور اسے اپنے پاس بلایا۔ ابراہیم عادل نے بہتری اسی میں دیکھی کہ اسد خاں کی رائے کے موافق عمل کرے اور شیشہ بھری میں جلد سے جلد روانہ ہوا۔ بادشاہ راستہ ہی میں تھا کہ اسد خاں نے دنیا سے کوچ کیا ابراہیم اسی رات نلگوان پہونچا اور اسد خاں کے وارثوں پر مہربانی اور نوازش کر کے لاری کے تمام مال اور اسباب پر خود قابض ہو گیا۔ نصرانیوں نے جب دیکھا کہ شاہزادہ عبداللہ کی جمیعت پریشان ہو گئی تو اسے بندر کو وہ کو واپس لے گئے نظام شاہ اور قطب شاہی اپنے اپنے ملک کو روانہ ہو گئے اسد خاں لاری عقل و فہم کی زیادتی اور تجربہ کاری میں ہیچ مشہور تھا اور افسران ملک کو اپنے قابو میں رکھنے اور مہمات سلطنت کو اچھی طرح انجام دینے میں اپنا مثل نہیں رکھتا تھا۔ بیجا نگر اور دوسرے ممالک کے فرمانرواؤں نے اس سے دوستی اور نرمی کا طریقہ ملحوظ رکھا اور ہمیشہ اسے ہرٹے اور خطوط روانہ کرتے رہے جاہ و شہم کے سامان اور روپیہ اور جواہرات اور نقدی دولت جس قدر اسد خاں کی سرکاریں جمع تھی اس کو عدد و شمار کے ذریعہ سے حساب میں لانا مشکل ہے سومن چاول پچاس ہجڑے اور ایک سو مربع روزانہ اس کے باور چیخانہ میں کام میں آتے تھے اسد خاں لاری کی ایجاد قبا اور زریں خنجر اتناک و کن میں مشہور ہے۔ اسد خاں پہلا شخص ہے جس نے ہاتھی کی پیٹھ پر زین کسا اور کلام اس کے منہ میں دیکر

اٹھی کو اپنا مسلح بنایا۔ لیکن چونکہ یہ سرکش حیوان سرکش ہی ہے اور لوہے کے دہانے سے بخوبی  
 قابو میں نہیں آتا اس لئے یہ ایسا دشہور نہ ہوئی اور تھوڑے ہی دنوں کے بعد منسوخ ہو گئی  
 مودعین لکھتے ہیں کہ ابراہیم عادل نے اپنی بیٹی سماء مانی بی بی کو علی برید کے نکاح میں دیکر  
 برادر کو اپنا ہمنوا بنایا تھا۔ برہان نظام شاہ نے حزب زبائدا اہلیوں کو بیش قیمت تحفے اور ہڈے  
 کے ساتھ راجہ کے پاس بھیج کر اسے اپنا دوست بنایا۔ راجہ نے بھی اس کے جواب میں  
 تحفے اور ہڈے نظام شاہ کے پاس بھیج کر اتحاد اور خلوص کا اظہار کیا۔ ابراہیم عادل نے یہ خبر  
 سنا کہ برہان نظام شاہ کے اہلیوں سے جو بیجا پور میں تھے شکایت کی۔ یہ لوگ خوف زدہ ہو کر  
 بیجا پور چلا گئے اور انہوں نے راجہ سے کہا کہ چونکہ ابراہیم عادل نظام شاہ اور بیجا پور  
 کے غیر مسلموں کے اتحاد کی وجہ سے ہمارے قتل کا ارادہ رکھتا تھا ہم نے بڑی کوشش اور بہت  
 سے اپنے کو اس شہر میں بچھڑایا ہے۔ راجہ غیرت مند فرمانروا تھا اس خبر کو سنا کہ غصہ میں  
 آیا اور اس نے برہان نظام شاہ کو پیغام دیا کہ علی برید نے اپنے باپ کی عادت کے خلاف تمہاری  
 موافقت پر ابراہیم عادل کی دوستی کو ترجیح دی ہے اس لئے مناسب یہ ہے کہ اس کی تشبیہ کرنے  
 پر پوری طرح تیار ہو جاؤ اور کلیان کا قلعہ اپنے قبضہ میں لے آؤ۔ برہان نظام شاہ اسی تاک  
 میں بیٹھا ہوا تھا راجہ کی رائے کے موافق کلیان کا قلعہ سر کرنے کے لئے اس نے فوج جمع  
 کی اور بڑی شان و شوکت کے ساتھ کلیان پہنچ کر قلعہ کا محاصرہ کر لیا۔ ابراہیم عادل ابالی قلعہ  
 کو محسوست سے چھڑانے کے لئے بیجا پور سے روانہ ہوا اور برہان نظام شاہ کے لشکر سے دو کوس  
 کے فاصلہ پر خیمہ زن ہوا۔ برہان نظام شاہ نے محاصرہ ترک کر کے لڑائی کی ابتداء کی۔ ابراہیم عادل  
 نے اپنے لشکر گاہ کے گرد ایک دیوار پھینچی اور ترکی امیروں کو جو تاخت و تاراج کرنے میں تمام دنیا  
 میں مشہور ہیں برہان نظام شاہ کے لشکر پر مقرر کیا۔ نظام شاہی لشکر میں قحط اور دہانہ وار ہوئی  
 اور لوگ جیسے پریشان ہوئے اکثر لوگوں کی پیرائے ہوئی چونکہ گھوڑے بہت کمزور اور خراب  
 ہو گئے ہیں اور ان میں مقابلہ کرنے کی طاقت باقی نہیں ہے اس لئے بہتر ہے کہ احمد نگر واپس  
 ہو جانا چاہیے لیکن جیسا کہ نظام شاہی واقعات میں تفصیل کے ساتھ بیان کیا گیا ہے عید الفطر کی  
 صبح کو عادل شاہی ملازم برہے حالوں کے ساتھ دشمن سے بالکل غافل عیند کے سامان میں  
 مشغول تھے کہ دھنکے سینف میں ملک و غیرہ امیروں نے خیمہ اور خرگاہ پر حاد کیا اور  
 قتل و غارتگری میں مشغول ہو گئے عادل شاہی سپاہی بھڑا گئے اور انہوں نے آہ فرار اختیار کی

ابراہیم عادل عید کے غسل میں مشغول تھا بادشاہ کپڑے بھی اچھی طرح نہ پہن سکا اور سر پر وہ کے باہر چلا گیا برہان نظام شاہ نے اسی دن فوج آراستہ کر کے قلعہ کیلین کا رخ کیا اور قسم کھائی کہ اگر اہل قلعہ اسی وقت حصار اسے سپرد نہ کر دیں گے تو نظام شاہ قلعہ کے چھوٹے بڑے سب کو موت کے گھاٹ اتار دے گا۔ اہل قلعہ ابراہیم عادل شاہ کی شکست سے بیدل ہو رہے تھے انہوں نے امان حاصل کر کے حصار برہان نظام شاہ کے سپرد کر دیا اس طرح گویا برہان نظام کو ایک دن میں تین عیدیں نصیب ہو گئیں۔ ابراہیم عادل جو لمبھی اور توپخانہ دشمن کو سپرد کر کے بھاگا تھا نظام شاہی ملک میں داخل ہوا اور چار لاکھ ہون رعایا سے تفصیل کر کے اس نے ملک کو دیران اور تباہ کرنے میں کوئی کسر باقی نہیں رکھی ابراہیم عادل بے خبری کے عالم میں پرندہ کے قلعہ پر پہونچا بادشاہ نے قلعہ کا دروازہ کھلا ہوا پایا اور بید حرکت اندر داخل ہو گیا اور قلعہ کو خواجہ جہاں دکنی کے لوگوں سے چھین کر اس نے اپنے قبضہ میں کیا۔ بادشاہ نے اس مضبوط قلعہ کو دکن کے ایک باشندے کو جو بہادری میں مشہور و معروف تھا سپرد کیا اور خود بیجا پور واپس آیا۔ برہان نظام شاہ اور خواجہ جہاں دکنی نے یہ خبر کیلین کے نواح میں سنی اور قلعہ کو واپس لینے کے لئے آگے بڑھے۔ جب یہ لوگ قلعہ سے بیس کوس کے فاصلہ پر پہونچے تو وہ دکنی بہادر قلعہ کو چھوڑ کر بھاگا اور بیجا پور تک کہیں اس نے دم نہ لیا۔ شاہ جمال الدین الجونے جو برہان نظام کا ہم عصر ہے اس دکنی کے فرار ہونے کا قسم اس طرح مرقوم کیا ہے کہ برہان نظام شاہ کے روانہ ہونے کی خبر اس دکنی نے سنی اور بید خوف اور خطرہ اس کے دل پر چھا گیا اور بھاگنے کی فکر میں کرنے لگا۔ اس نے اپنے ارادے سے کسی کو آگاہ نہیں کیا ایک دن اپنے محل میں سو رہا تھا کہ میچ کی بھینچنا ہٹ کو برہان نظام کے فوجی باجوں کی آواز سمجھا اور بے تخاشا بھاگا اور حیرانی کے عالم میں دروازہ کو کھول کر بے پروا بھاگا۔ قلعہ کے رہنے والے بھی اس کو ایسا پریشان دیکھ کر اس کے پیچھے بھاگنے لگے اور قلعہ کو خالی چھوڑ دیا۔ ابراہیم عادل نے اس دکنی بہادر کی گردن اری اور قلعہ کو واپس لینے کی فکر میں کرنے لگا۔ برہان نظام شاہ اس ارادہ سے آگاہ ہوا اور اس نے اپنے ایک مقرب درباری کو راج کے پاس بھیجا اور ابراہیم عادل کے ارادہ سے اطلاع پاکر بڑی گفتگو کے بعد یہ طے کیا کہ حوالی راج پور میں ملاقات کر کے جو کارروائی مناسب وقت ہو اس پر عمل کیا جائے۔ ۱۵ جولائی میں راج ایک جہاز لشکر کے ساتھ راج پور روانہ ہوا برہان نظام بھی اپنے ختم و لشکر کے ساتھ ابراہیم عادل کے ملک سے گزر کر جہانگیر کے راجہ سے ملا اور یہ قرار پایا کہ راجہ اور گج

قبضہ کر کے شولاپور پر خود متصرف ہو جائے۔ دونوں فرمانرواؤں نے پہلے راجپور کے قلعہ کا محاصرہ کیا اور ایک مدت کے بعد اس کو امن سے فتح کر لیا۔ حصار بگل کے رہنے والوں نے یہ خبر سنی اور قلعہ کی کچی بھی راج کے پاس بھیج دی۔ راج نے قلعہ اپنے معتبر لوگوں کے سپرد کیا اور اپنے بھائی کو ایک بہت بڑی فوج کے ہمراہ برہان نظام شاہ کے ہمراہ روانہ کیا تاکہ شولاپور کے قلعہ کو فتح کر کے برہان نظام کے سپرد کرے۔ راج اپنے لک کو واپس آیا اور برہان نظام شاہ جیگاگر کی فوج کی مدد سے منزل بمنزل کوچ کرتا ہوا قلعہ تک پہونچا اور حصار کا اس نے محاصرہ کر لیا۔ برہان نظام شاہ نے سنگین توپوں کی ضرب سے قلعہ کے برج و بارہ کو سمار کر کے اسے سر کیا اور پھر نئے سرے سے حصار کی تعمیر کر کے قلعہ اس نے اپنے ایک مستدامیر کے سپرد کیا اور خود احمد نگر روانہ ہوا۔ برہان نظام شاہ کی وفات کے بعد ارکان دولت کی کوشش سے ابراہیم عادل اور حسین نظام شاہ میں رابطہ دوستی پھر پیدا ہو اور دونوں فرمانرواؤں نے سرحد پر ایک دوسرے سے ملاقات کی اور عہد و پیمان کر کے اپنے اپنے لک کو واپس گئے۔ لیکن بہت عرصہ دوستی دشمنی سے بدل گئی اور خواجہ جہاں کی تحریک سے جو حسین نظام کے خوف سے بھاگ کر ابراہیم عادل کے دامن میں بیجاپور میں پناہ گزیں تھا شولاپور کے قلعہ کے سپرد کرنے کی فکر میں سرگرداں ہوا۔ ابراہیم عادل نے راج سے دوستی کی راہ درگم بڑھائی اور برہان نظام کے سپہ سالار سیف عین الملک کو جو اس سے خوف زدہ ہو کر بیجاگاتھا اور برہان نظام کے پاس مقیم تھا حسن تدبیر سے اور دل خوش کن وعدوں سے اپنے پاس بلایا۔ ابراہیم عادل نے عین الملک کو اسدخان لاری کی جگہ عنایت کی اور اسے سیف الدولہ القاہرہ عضد السلطنت الباقی امیر الامرا سیف عین الملک کے خطاب سے سرفراز کیا اور اسے بان۔ اسین سکری اور رائے باغ جاگیر میں عنایت کیا۔ ابراہیم عادل نے سیف عین الملک کو زر نقد بھی عطا کیا اسی دوران میں ابراہیم عادل نے خواجہ جہاں دکنی کے مشورہ سے شانہ زادہ علی بن برہان نظام شاہ کے سپرد جو اندنوں ابراہیم عادل کے دامن میں پناہ گزیں تھا چتر فرائی رکھا اور یہ ارادہ کیا کہ پہلے علی بن برہان کو احمد نگر کے تخت حکومت پر بیٹھائے اور اس کے بعد شولاپور کا قلعہ سر کرے۔ مختصر یہ کہ جنگیں پیاہ بیجاپور سے روانہ ہوئی اور شاہنشاہ علی کو دہنہار نظام شاہی سواروں کے ساتھ جو اس زمانہ میں حسین نظام کے پاس سے بھاگ کر بیجاپور میں مقیم تھے اپنے آگے سرحد کی طرف روانہ کیا۔ ابراہیم عادل نے نظام شاہی امیروں اور ارکان دولت کے نام خطوط روانہ کئے اور ان سے

غرض آئندہ عدسے کر کے شرفا اور امیروں کو اس بات کی ترغیب دی کہ علی بن برہان کو اپنا  
بادشاہ تسلیم کریں۔ ابراہیم عادل کے خطوں کا کچھ اثر نہ ہوا اور کسی امیر سے شاہزادہ علی کی طرف توجہ نہ  
کی حسین نظام شاہ نے یہ خبر سنی اور برہان عماد شاہ کے انداز میں لشکر کے ساتھ ابراہیم عادل  
کی سرحد کی طرف روانہ ہوا۔ ابراہیم عادل نے اپنی عادی کے خلاف اس پر توجہ نہ فرمائی اور وہ  
کھول دیا اور تقریباً چھ لاکھ ہونے لگا۔ ابراہیم نے اس کو تقسیم کر کے بعض عین الملک کے بھروسہ پر لڑائی  
کا بازار گرم کرنے پر بالکل تیار ہو گیا۔ ابراہیم عادل جلد سے جلد سرحد کی طرف روانہ ہوا۔ ابراہیم  
نے شہ لاہور کے میدان کو جنگ گاہ قرار دیا۔ عادل نے سمینہ پر عین الملک کنگانی اور انکس خاں  
کو اور سیسرہ پر پورخاں اور امام الملک کو مقرر کیا اور خود خاصہ شیل کا لشکر ہمراہ لے کر قلب لشکر میں  
قیام پذیر ہوا۔ ابراہیم عادل نے سیف عین الملک کو ہراول لشکر مقرر کیا۔ حسین نظام نے  
بھی جیسا کہ اس کے حال میں مرقوم ہو گا اپنے لشکر کو ترتیب دیا۔ حسین نظام نے خان زمان  
بھری خاں اور اخلاص خاں کو عماد شاہی فوج کے ساتھ ہراول لشکر مقرر کیا اور آتشباری کے غرض سے  
لشکر کے آگے نصب کئے۔ سیف عین الملک اپنی جو عمروی کے اظہار کرنے اور خدمت کا بھروسہ لائے  
کے لئے جلد سے جلد دشمن کی جانب روانہ ہوا اور پہلے ہی حمل میں نظام شاہی توپخانہ پر تاقب ہو گیا  
اور فوج کے ہراول کو جو لشکر کا بہترین آدمی تھا شکست دے کر قلب لشکر سے جلا حسین نظام شاہ  
بھری جو خواجہ کے لشکر اور فیل مست نام ایک ہاتھی پر سوار ابراہیم عادل سے لڑنے کے لئے تیار  
تھا۔ سیف عین الملک پر حملہ آور ہوا اس دھاوے سے بہت بڑا شدید اور خونریز سرکہ ہوا  
زمانہ میں کسی نہ ہوا تھا۔ واقعہ ہوا اور ایک گروہ کثیرہ طرفین سے مارا گیا۔ قریب تھا کہ نظام  
شاہی فوج کا قلب لشکر ڈگکا اور دھواں دھیر پریشان ہو جائے کہ دفعۃً بعض نظام شاہی امیروں  
یعنی رستم خاں دکنی جہانگیر خاں حبشی۔ اور غرض خاں شیرازی نے جو عادل شاہ کے میرہ سے جنگ  
کر کے شکست کھا چکے تھے نظام شاہی علم کو اپنی جگہ پر نہ دیکھ کر اپنے لشکر کے جمع کرنے میں مشغول  
ہوئے اور اپنے مالک کی مدد کو عین اڑائی کے وقت پہنچے۔ سیف عین الملک نے جب  
دیکھا کہ دوسری نظام شاہی فوجیں بھی پہنچ گئیں اور ابراہیم عادل کی طرف سے کوئی تازہ مدد  
نہیں آئی تو مجبوراً اسکے پاؤں میدان جنگ سے اکھڑنے لگے اور اپنی عادت کے موافق  
دشمن کا طریقہ دیکھ کر پیادہ ہو گیا اور عین معرکہ جنگ میں کھڑا ہو گیا۔ سیف عین الملک کا اس  
فصل سے مقصد یہ تھا کہ بہادر یہ جانیں کہ عین الملک کا یہ مقصد نہیں ہے کہ معرکہ جنگ سے

بھی گئے ایسی حالت میں پاؤں جانا چاہئے اور یافتہ حاصل کرنی چاہئے۔ عین الملک اس وقت ہی گھوڑے سے اتر اور میدان جنگ میں کھڑا ہو گیا۔ ابک نا سمجھ آدمی نے ابراہیم عادل کو خبر دی کہ عین الملک جنگ میں کھڑا ہوا تھا میں نے اپنی آنکھ سے دیکھا کہ سیف عین الملک گھوڑے سے اتر اور اپنے پرانے الٹے حصین نظام شاہ کو سلام کر کے اس کے ہاتھ سے پان کا بیڑہ لیا اور اس سے یہ عہد کیا ہے کہ تمھو کو گرفتار کر کے حصین نظام شاہ کے سپرد کر دے۔ ابراہیم عادل شاہ نے عمل سے کام نہ لیا اور بلا اس کے کہ سچ اور جھوٹ میں تمیز کرے پریشان ہو کر میدان جنگ سے بیجا پور کی طرف روانہ ہوا۔ سیف عین الملک نے جو اکیلا خاصہ کے لشکر کے ہمراہ نظام شاہی فوج سے مقابلہ کر رہا تھا اور قریب تھا کہ دشمن کو پسپا کرے ابراہیم عادل کے فرار ہونے کی خبر سنی اور اس نے بھی میدان نبرد سے منہ موڑا۔ عین الملک نے اپنے بھائی صلابت خاں کو جو ایک کاری زخم کھا کر گھوڑے سے گر چکا تھا ایک روٹی کے ٹکڑے میں لپیٹا اور ابراہیم عادل کے پیچھے خود بھی روانہ ہو گیا۔ سیف عین الملک کا مقصد یہ تھا کہ ابراہیم عادل کو بھاگنے سے منع کرے اور دشمن کو پامال کرنے کی کوشش کرے۔ ابراہیم عادل کی نگاہ عین الملک کے جھنڈے پر پڑی اور یہ سمجھا کہ عین الملک اسے گرفتار کرنے کے لئے آتا ہے۔ ابراہیم عادل اور تیزی سے راستہ طے کرنے لگا اور بیجا پور تک کہیں اس نے دم نہ لیا۔ عین الملک بھی ابراہیم عادل کے عقب میں ٹھہر کے عالی میں پہنچا اور اپنے ایک معتبر امیر کو بادشاہ کے پاس بھیجا اور اس سے عرض کیا کہ سارا مال و اسباب کھو کر صرف گھوڑے اور بچی کو لیکر خدمت میں حاضر ہوا ہوں میرے پاس خیمہ اور خوراک گاہ بھی نہیں ہے کہ اس میں بسر کروں اگر کچھ نقدی دولت خزانہ سے مل جائے تو اپنا سامان کچھ درست کر کے خدمت میں حاضر رہوں عدالت پناہ سے دور رہنا نہیں چاہتا ابراہیم عادل اپنی شکست کا سبب عین الملک کے بد بختی اور سخن سازی اور افسری کو سمجھتا تھا اس کو اپنے پاس آنے سے منع کیا اور جواب کہلا بھیجا کہ مجھ کو تمھارا جیسا خراب نوکر درکار نہیں ہے تمھارا جہاں جی چاہے جاؤ۔ سیف عین الملک نے سوا جان نشاری کے اور کوئی قصور نہ کیا تھا اس پیغام سے حیرت زدہ ہوا اور عرض کیا میں نے خلوص اور جان نشاری کر کے تابعداری پر کمر باندھی اور قریب چھ سو اپنے عزیزوں کے آپ پر قربان کیے اور اپنا سارا مال و اسباب ہاتھ سے کھویا۔ اب میرا اندیشہ نہیں ہے کہ کسی دوسری جگہ جاؤں عدالت پناہ چاہیں یا نہ چاہیں میں تو آپ ہی کا نوکر اور آپ ہی کا غلام ہوں اور کہیں دوسری جگہ نہ جاؤں گا۔

یہ پیغام اگرچہ خلوص پر مبنی تھا لیکن ابراہیم عادل اس جواب کو بھی سرکش سمجھا اور پیغام پہنچانے والے کو طمانچہ مار کر باہر کر دیا عین الملک نے مایوس ہو کر صاحبان ہنرمند و فراست سے مشورہ کیا۔ میر تقی خاں الجوہر مرزا ایک سیستانی عالم خاں اور فتح اللہ خاں نے ایک زبان ہو کر کہا کہ اب اس بادشاہ کے حضور میں دوبارہ عرض معروض کرنے کا موقع نہیں رہا مناسب وقت یہ ہے کہ ولایت مان میں جا کر خریف کا محمول ہم وصول کریں اور اس سے اپنا سامان درست کریں جب لشکر عادل شاہی ہماری تنبیہ کے لئے حاضر ہو تو جس طرف مناسب ہو ہم کوچ کریں۔ سیف عین الملک نے ہم نشینوں کی رائے کو پسند کیا اور نواح بیجاپور سے کوچ کیا۔ ابراہیم عادل کو حقیقت حال سے اطلاع ہوئی اور اس نے اپنے ایک امیر کو باہر ہزار سواروں کے ساتھ اس کی تنبیہ اور سرکوبی کے لئے روانہ کیا۔ عادل شاہی امیر ہریانہ کے کنارے پہونچا صلاحیت خاں نے بلا اجازت عین الملک کے آگے بڑھ کر شاہی فوج سے مقابلہ کیا صلاحیت خاں نے عادل شاہی فوج کو برسے حالوں پیچھے بھگایا اور بادشاہی افویں اور گھوڑوں پر قابض ہو گیا۔ سیف عین الملک کو اور زیادہ جرات ہوئی اور وہ فوجی لشکر کے علاوہ بیس کے محاصل بھی ہتھ کر بیٹھا۔ عین الملک اپنے پرگنوں کے علاوہ صبرج و کلہر وغیرہ شہروں پر بھی قابض ہوا۔ ابراہیم عادل نے عین الملک کی تنبیہ کے لئے دوبارہ ایک لشکر دس ہزار سواروں اور پیادوں کا مرتب کیا بادشاہ نے یہ فوج دلاور خاں جیشی کی ماتحتی میں جو آخریس وکیل السلطنت مقرر کیا گیا تھا اس سے ساز و سامان کے ساتھ روانہ کی اس مرتبہ سیف عین الملک اور صلاحیت خاں نے فوجوں کو آراستہ کر کے حوالی حنا آباد بگڑ کر بس لڑائی کا بازار گرم کیا اور عین الملک کو شکست ہوئی۔ ان لوگوں نے دلاور خاں جیشی کا جس کے سر اور منہ پر کاری زخم لگے ہوئے تھے جا کر کس تک تعاقب کیا اور بہت سے عادل شاہی آدمیوں کو خاک و خون میں ملایا اس قدر باعنی گھوڑے اور مال و اسباب ان لوگوں کے ہاتھ آیا کہ اپنی شکست اور اپنے افلاس کا بہت اچھا معاوضہ کر کے پھرتے سرے سے قوی اور مضبوط ہو گئے تازہ لشکر اور جیل و چشم کے حاصل کرنے میں مشغول ہوئے۔ عین الملک وغیرہ نے باہر ہزار عمدہ سواروں اسپہ اور سوار سپہ اور باعنی اور توپخانہ حاصل کر لیا۔ ابراہیم عادل نے تیسری دفعہ بھیس ہزار سوار مرتب کئے اور بہت سے باعنی اور توپخانہ ہمراہ لیکر عین الملک کی سرکوبی کے لئے خود روانہ ہوا۔ ابراہیم عادل ولایت مان کی نہر کے پاس پہونچا اور اسے معلوم ہوا کہ سیف عین الملک



اپنے سپاہیوں کو جمع کئے ہوئے قصبہ مان میں مقیم تھے اور کہیں بھاگتا نہیں ہے۔ ابراہیم عادل نے چند روز تہ کے کنارہ قیام کیا سیف عین الملک جو اپنے لشکر کو جمع کر کے بھاگنے پر مستعد ہوا تھا بادشاہ نے اس قیام اور تاخیر سے اپنے کو کچھ سمجھا۔ عین الملک نے اپنا ارادہ ترک کیا اور لڑنے کے لئے تیار ہوا اور تین روز برابر اپنی فوجوں کو آراستہ کر کے لڑائی کا غوغا بلند کرتا تھا اور ابراہیم عادل کی لشکر گاہ کی طرف جاتا اور بلا جنگ کئے ہوئے واپس آتا تھا۔ اسی وجہ سے عادل شاہی فوج کے امیر و شریف تین روز کامل ہتھیار بند صبح سے شام تک گھوڑے کی پیٹھ پر سوار گھوڑے رہتے اور رات کو ٹھنکے ماندے اپنے خیموں کی طرف واپس جاتے تھے جو تھے روز بھی عادت کے موافق عین الملک نے اپنی فوج آراستہ کی اور عادل شاہی لشکر کی طرف متوجہ ہوا۔ بجا پوری سپاہی سمجھے کہ حج بھی غنیمت کو معمولی گردش کے سوا اور کچھ منظور نہیں ہے۔ ہر چند قراول کہتے تھے کہ دیکھو سیف عین الملک قریب آ گیا لیکن کوئی سوار نہیں ہوتا تھا اور اپنے جسم پر ہتھیار نہیں سمیتا تھا یہاں تک کہ سیف عین الملک کے لشکر کے آثار اور علامتیں ظاہر ہوئیں ابراہیم عادل مجبور ہوا بلا اس کے کہ وہ شکاری اور احتیاط برتے اور فوجوں کی ترتیب ہو دشمن کی جانب بڑھا۔ سیف عین الملک مقابلہ اور لڑائی سے ڈرا اور اپنے ہم نشینوں سے اس لئے مشورہ کیا حاشیہ نشینوں نے جواب دیا کہ جس فوج کے ساتھ چتر بادشاہی ہو اس سے نہ لڑنا چاہئے۔ مگر قریب خاں ابوالحسن نے جو غیرت مند سید تھا اور جس سے عین الملک مریدانہ سلوک کرتا تھا کہا کہ چتر جنگ نہیں کرتا اس کا ادب ملحوظ رکھنا ہے معنی ہے عین الملک کے سپاہیوں نے اس کو نیک فال سمجھا اور قتال و جدال کے لئے گھوڑے پر سوار ہوئے۔ پانچھزار سوار ایک جگہ جمع ہوئے اور انھوں نے عادل شاہی مہیمہ اور میرہ پر نظر ڈالی اور جس جگہ چتر نمودار تھا وہیں حملہ آور ہوئے مولف کتاب نے مرزا بیگ سپاہی سے جو اس معرکہ میں شریک تھا سنا ہے کہ عین الملک نے گھوڑا دوڑایا اور پانچھزار سپاہی جو اس کے ساتھ تھے انھوں نے یکجا رگی ابراہیم عادل کی فوج خاصہ پر دھاوا کیا بیان کیا جاتا ہے کہ سپاہی اس حملہ کی تاب نہ لائے اور بے اختیار ہٹ کر بھاگے۔ ابراہیم عادل بجا پور پہونچ کر قلعہ بند ہو گیا عادل شاہی چتر اور باغی اور توپخانہ اور تمام آٹانہ شاہی عین الملک کے ہاتھ لگا۔ عادل شاہی حکومت میں غل پیچہ اٹھ گیا اور عین الملک نے توردہ میں جو بجا پور سے دو کوس کے فاصلہ پر واقع ہے قیام کیا اور ابراہیم عادل کے اکثر شہروں پر قابض ہو گیا۔ عین الملک کے سپاہی روزانہ بیرون

شہر میں لوٹ لایا کرتے اور طرح طرح کی تکلیف پہنچاتے یہ لوگ غلہ اور چارہ کو شہر میں نہ جانے دیتے تھے۔ ابراہیم عادل شاہ نے مجبوراً راجہ امرج کا سہارا ڈھونڈا تاکہ دشمن کی شر سے اپنے اپنے بچائے۔ ابراہیم عادل نے سات لاکھ ہون راجہ امرج کے پاس بھیجے۔ راجہ امرج نے اپنے بھائی تنگنا دری کو ایک حشرانہ فوج کے ساتھ دشمن کے دغ کرنے کیلئے روانہ کیا۔ سیف عین الملک نے اسد خاں لاری کی تقلید کی اور چاہا کہ بیجا نگر کے لشکر پر بخون مارے۔ تنگنا دری کو اس ارادے سے اطلاع ہو گئی اور اس نے لشکر کے چھوٹے بڑے سب کو حکم دیا کہ ہوشیار رہو کے ساتھ اوقات بسر کریں تنگنا دری نے حکم دیا کہ ہر سپاہی ڈھائی گز لانبی لکڑی پر ایک کپڑا پلٹے اور اس کو تیل سے تر کرے جس وقت کہ شور بلند ہو تو تمام مشعلیں روشن کر دی جائیں۔ سیف عین الملک اس تدبیر سے بالکل غافل تھا۔ اس نے دو ہزار منتخب سپاہی اپنے لشکر سے چھینے اور صلابت خاں کے ساتھ شیشخو مارنے پر مستعد ہوا۔ بیجا نگر کا لشکر بیجا پور سے تین کوس کے فاصلہ پر پہونچا اور عین الملک نے شیشخو مارا لیکن جب رفتہ رفتہ لشکر کے درمیان پہونچا تو خاص دعام بھیموں نے اسی طریقہ پر چراغ روشن کر دے اور رات روز روشن کی طرح منور ہو گئی۔ بیجا نگر کے پیادے ہر طرف سے ہجوم کر کے دشمن پر حملہ آور ہوئے اور پتھر و لکڑی تیر و تفنگ کی ضرب سے دیکھتے ہی دیکھتے دشمن کے ہزار سپاہی خاک و خون میں لگا دیے سیف عین الملک اور صلابت خاں بڑی مشکل سے اس طوفان سے بچے اور بے اختیار بھاگے اور پریشانی کے عالم میں اپنے لشکر گاہ کا راستہ بھول گئے اور دوسری طرف جانچے۔ اس رات ہر سپاہی کسی نہ کسی طرف چلا گیا۔ اور دوسو آدمیوں سے زیادہ کوئی نہیں رہا جب تین پھر رات گزری اور عین الملک کا پتہ نہ چلا تو اس کے مارے جانے کی خبر مشہور ہوئی لشکر کے چھوٹے بڑے رنجیدہ ہوئے اور جس کا جھرمیٹنگ سمایا اسی طرف چلا گیا۔ سیف عین الملک صبح ہونے کے وقت وہاں پہونچا اور اپنے لشکر کا نام و نشان نہ پا یا۔ عین الملک اپنے دوسو ساتھیوں کے ساتھ فراری ہوا اور مان کے راستہ سے نظام شاہی ملک کو روانہ ہو گیا۔ عین الملک کا حال نظام شاہی واقعات میں بیان کیا جائے گا۔ ابراہیم عادل اسی زمانہ میں مختلف امراض کا شکار ہوا اور ناسور و بواسیر اتھڑیوں کی خرابی اور دوران سرد وغیرہ بیماریوں نے اسے گھیرا۔ بادشاہ نے اسے قابل اور بھروسہ کے طبیبوں کو جن کے علاج سے اسے کچھ فائدہ نہ ہوا انکو اس کے گھاسٹ

اتار دیا تو بہت سیباں تک پہنچی کہ پہاڑ کے تمام حکیم جلا وطن ہو گئے اور دو ایسے والوں نے اپنا پیشہ ترک کر کے دوکانیں بند کر دیں۔ بادشاہ کی بیماری نے دو سال طویل کھینچا یہاں تک کہ ۹۵۶ ہجری میں ابراہیم عادل نے اس جہان سے انتقال کیا اور قصبہ کو کی احاطہ شیخ نصیب حیدری پہلوی میں اپنے باپ اور دادا کے پہلو میں دفن کیا گیا ابراہیم عادل نے دہیشہ اور دہیشیاں یادگار چھوڑیں۔ بیٹوں میں ایک شاہزادہ علی جو دی عہد ہوا اور دوسرا شاہزادہ طہاسب جس کا فرزند ابراہیم عادل شاہ ثانی ہے بیٹوں میں ایک بیٹی مسماۃ بان بی بی علی بریدی کی زوجہ تھی اور دوسری یعنی ہدیہ سلطان مرقضی نظام شاہ کے جہانہ عقد میں آئی۔ ابراہیم عادل نے کچھ اوپر چوبیس سال حکومت کی۔

ابو المظفر علی عادل شام مورخین لکھتے ہیں کہ عادل شاہ پچپن ہی سے ذہن کا تیز تھا اور اس کی طبیعت میں شوخی اور فہم و فراست میں جو دت تھی۔

ابراہیم عادل شاہ علی عادل شاہ سن تیز کو پہونچا اور ایک روز اس کے باپ ابراہیم عادل نے اس بات پر خدا کا شکر ادا کیا کہ خدا نے ابراہیم کو یہ توفیق عطا کی کہ اس نے باپ دادا کے دین کو ترک کر کے مذہب حق حضرت امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کا اختیار کیا اور مشرب امامیہ کے تمام رسوم کو ایسا مٹایا کہ ان کا نام و نشان بھی اب ملک میں نہیں ہے۔ علی عادل شاہ اس مجلس میں موجود تھا اپنی طبیعت کی شوخی سے ضبط نہ کر سکا اور اس نے باپ کو جواب دیا کہ اگر آباد اجداد کا مذہب ترک کرنا اچھا ہے تو تمام بیٹوں کو چاہئے کہ ایسا ہی کریں عادل شاہ کو شاہزادہ علی پر غصہ آیا اور پوچھا کہ تمہارا کیا مذہب ہے علی نے جواب دیا کہ اس وقت تک تو میرا اور بادشاہ کا مذہب ایک ہی ہے اس کے بعد خدا جانے کیا پیش آئے۔ ابراہیم عادل شاہ اس سوال و جواب سے سمجھا کہ علی عادل شاہ شیعہ ہے۔ ابراہیم عادل نے شاہزادہ علی کے مذہبی اعتقاد کو اس کے استاد خواجہ غیاث اللہ شیرازی کی تعلیم کا اثر سمجھا اور علماء سے ہند کے فتویٰ کے مطابق خواجہ شیرازی کو قتل کرایا ملا فتح اللہ شیرازی المعروف بنجار علی عادل شاہ کے جوان ہوتے پر اس کا استاد تھا اتفاق سے شیرازی شیعہ مذہب رکھتا تھا لیکن زمانہ کی مصلحتوں کا لحاظ کر کے اپنے کو خفی المذہب بنا لیا یہی وجہ تھی کہ علی عادل خواجہ شیرازی کو بچہ عزیز اور معزز سمجھتا تھا اور اس کی بچہ تعلیم و تہذیب کرتا تھا اتفاق سے اسی زمانہ میں ابراہیم عادل کے حاشیہ نشینوں کے ایک

گروہ نے پوشیدہ طور پر سازش کی اور یرطے کیا کہ پاشی گیر کے ذریعہ سے ابراہیم عادل کو زہر  
 پلا دیں اور اس کی جگہ ابراہیم کے بھائی شاہزادہ عبداللہ کو تخت حکومت پر بٹھائیں اور شاہزادہ  
 امام کے نام کا خطبہ جاری کریں۔ پاشی گیر پکا سستی تھا وہ اس سازش میں شریک نہ ہوا۔  
 ابراہیم عادل کو اس ارادے کی اطلاع ہو گئی اور اسے معلوم ہو گیا کہ ابتدا میں خواں سالار  
 بھی اس سازش میں شریک تھا بادشاہ نے سبھوں کو مناسب سزا دی۔ ابراہیم عادل  
 جانتا تھا کہ اس کا بھائی بے گناہ ہے لیکن بادشاہ شاہزادہ عبداللہ کی طرف سے ایسا بدگمان  
 ہوا کہ جس وقت ابراہیم عادل قلعہ پناہ کی سر و تفریح میں مشغول تھا شاہزادہ عبداللہ ایک بڑی رقم  
 ساتھ لیکر بندر کو وہ کی طرف بھاگ گیا۔ علی عادل شاہ کی جوتی کا آغاز تھا ابراہیم عادل کو اس کی  
 طرف سے ایسا دہم پیدا ہوا کہ ابراہیم نے شاہزادہ کو مع اس کے استاد کے مریج کے قلعہ میں  
 بھیج دیا۔ بادشاہ نے محاصرے کے قلعہ دار سکندر خاں کو کھاکہ شاہزادہ کی حفاظت میں کوشش  
 کرے اور اسے شیعوں سے میل جول نہ پیدا کرنے دے۔ حسن اتفاق سے سکندر خاں اور  
 اس کا داماد کامل خاں دکنی جو اسماعیل عادل شاہ کا پرورش کیا ہوا تھا شیعہ تھے ان دونوں نے  
 دل و جان سے کوشش کی اور علی عادل کی خدمت کرنے پر کمر بستہ باندھ کر اس کو راضی کرتے  
 پر جان و دل سے کوشش کرنے لگے۔ عادل شاہ بستر مرض پر لیٹا اور دور و نزدیک سبھوں کو  
 معلوم ہو گیا کہ بادشاہ مرض الموت میں گرفتار ہے۔ علی عادل شاہ نماز کے وقت خود منبر پر  
 جاتا اور شیعوں کی طرح نماز کی اذان دیتا تھا۔ شاہزادہ علی بھی کبھی کامل خاں کو اس خدمت  
 پر مقرر کرتا تھا کہ اسی طرح نماز کی اذان دے ابراہیم عادل نے بیماری کے زمانہ میں تمام  
 واقعات سنے اور جابا کہ اپنے چھوٹے بیٹے شاہزادہ طہماسپ کو اپنا جانشین کرے۔ ابراہیم  
 عادل کو معلوم ہو گیا کہ شاہزادہ طہماسپ بھی اپنے بھائی کی طرح شیعہ مذہب پر ایمان ہے بادشاہ  
 بیدار بخیدہ ہوا اور کہا کہ میں دیدہ و دانستہ مخلوق خدا کی باگ ایک شیعہ کے ہاتھ میں نہ کر  
 دوں ابراہیم عادل نے شاہزادہ طہماسپ کو بھی تلگو ان کے قلعہ میں قید کر دیا اور جہات  
 شاہی کو خدا پر چھوڑ دیا۔ مسجد ارکان دولت ابراہیم عادل کی زندگی سے مایوس ہو کر  
 اور محمد کشور خاں جو بعض پرگنوں کا مال تحصیل کرتا تھا اکثر راقم اپنے ساتھ لیکر علی عادل شاہ  
 کی خدمت میں جلد پہنچ گیا۔ محمد کشور خاں نے سکندر خاں کو کھاکہ ابراہیم عادل کی زندگی  
 کا آج ہی کل میں خاتمہ ہونے والا ہے اس بات کا قوی شبہ ہے کہ گھر کے کچھ ملازم اور



جو ڈیرھہ کر ڈیہون تھا تھوڑے ہی زمانہ میں لوگوں کو تقسیم کر دیا غریب و امیر شہری اور دیہاتی  
 چھوٹے بڑے غرض کہ ہر شخص اس کے خوان سے فیضیاب ہوتا تھا۔ چنانچہ سارے شہر کی  
 آرزو اس سخی فرمانروا کی بخششوں سے پوری ہوئی کسی شخص کو ضرورت باقی نہ رہی تکلیف اور  
 ظلم کی بنیاد مٹی اور عدل و انصاف کا دور دورہ ہوا علی عادل نے ایسا رعایا کے دل کو اپنے  
 ہاتھ میں لے لیا کہ ممالک کے فاضل بہت زیادہ رہ گئے علی عادل نے لڑائی کو بدترین صفات  
 سمجھ کر دکن کے بادشاہوں اور رعایا سے عہدہ برتاؤ کیا اور اپنی تدبیروں سے راجپوتوں پر مدگل  
 درنگل - کلیانی - شولاپور - ادونی - دھارور اور چندر کوئی کے قلعہ مع دیگر پرگنوں کے جو کسی  
 زمانے میں بھی پیشہ کسی بادشاہ اسلام سے فتح نہ ہوئے تھے بلا کسی رنج و مشقت کے محض حسن  
 سیاست سے اپنے قبضہ میں کئے اور ملک کا دائرہ اور زیادہ وسیع ہوا۔ علی عادل نے کافیہ  
 اور متوسط اور چند کتابیں علم کلام - منطق اور حکمت میں استاد سے پڑھیں اور اکثر علوم کے  
 مسائل سے کافی مہارت حاصل کی۔ علی عادل خط نسخ و ثلث و رقاع بہت اچھی طرح لکھتا  
 تھا اور اپنے لکھے ہوئے نوشتوں کے نیچے اپنا نام اس طرح لکھتا تھا کہ کتبہ علی صوفی قلندر  
 یہ بادشاہ درویش صفت صاحب ذوق اور صوفی منش خوش اور صاف نظر تھا۔ بادشاہ کو  
 عشق کا بھی ذوق تھا۔ علی عادل اہل علم سے صحبت رکھتا تھا اور اس کی مجلسیں نہایت  
 حسینوں اور آئینہ رخسار معشوقوں سے معمور رہتی تھی بادشاہ کبھی کبھی یہ شعر پڑھتا  
 تھا۔ مایم وہیں رزم مرہ عشق فغانی پیداست کہ دیگر بجے خورشند تو آں بود  
 علی عادل جلوس کے پہلے ہی سال چاہتا تھا کہ شولاپور اور کلیان کے قلعہ نظام شاہی مالوان  
 کے ہاتھ سے آزاد کرائے بادشاہ نے محمد کشور خاں اور شاہ ابوتراب شیرازی کو ایلیچی بنا کر  
 راج کے پاس بھیجا اور یگانگی اور محبت پیدا کی۔ محمد حسین صدیقی اصفہانی کو احمد نگر  
 روانہ کر کے اتحاد اور اتفاق کی کوشش کی۔ راج کے لئے بھی دوستی کو مد نظر رکھ کر ایلیچیوں  
 کی تعظیم کی اور اپنے ایک عاشقہ نشین کو تہنیت اور مبارکباد جلوس کے لئے ایلیچیوں  
 کے ہمراہ علی عادل کی خدمت میں روانہ کیا حسین نظام شاہ نے ایلیچیوں پر رعایت اور  
 مہربانی کی اور نہ کسی کو مبارکباد کے لئے بھیجا بلکہ راج سے اتحاد پیدا ہونے کی خبر سنی  
 اور مقصد سمجھ کر بخش اور کدورت کا اظہار کیا علی عادل شاہ نے پوری ہمت اس بات  
 میں صرف کی کہ جو خرابی اس کے باپ کے وقت میں پیدا ہو گئی تھی اس کا پورا اتدار کر

کرے۔ بادشاہ نے رام راج سے رابطہ اتحاد بڑھانے میں اور زیادہ مبالغہ کیا۔ علی عادل نے اس اتحاد کو یہاں تک ترقی دی کہ جب اسی زمانہ میں رام راج کا ایک بیٹا جو باپ کو بھید محبوب تھا فوت ہوا تو علی عادل نے محمد کشور خاں کی رائے اور راہنمائی سے جرات اور دلیری سے کام لیا اور سو سواروں کے ساتھ جنہیں محمد کشور خاں تھا بیٹا لکر روانہ ہوا اور فتنہ رام راج کی مجلس میں حاضر ہوا اور تعزیت کر کے رام راج کے بدن سے ماتمی لباس اتارا اور جو خلعت اپنے ہمواد لینگیا تھا وہ اسے پہنا دیا۔ رام راج کی زوجہ نے جو اجیرائے کی نسل سے تھی علی عادل سے پرہیز نہیں کیا بلکہ اپنے منہ سے عادل کو منہ بولا بیٹا کہا۔ رام راج نے تین دن علی عادل کی جہانماری کی اور مدد اور اعانت کا وعدہ کیا رخصت ہونے کے وقت رام راج نے بادشاہ کے ساتھ چند قدم چلنے کی زحمت گوارا دی بلکہ اپنے بھائیوں اور عزیزوں کو اس خدمت پر مقرر کیا علی عادل شاہ کو یہ بات ناگوار گزری اور اس نے بدلہ لینے کا ارادہ کر لیا۔ لیکن مصلحت وقت کے لحاظ سے اس وقت چپ ہو رہا اور وقت اور موقع کا منتظر رہا۔ یہاں تک کہ سترہ سالہ بھری میں بادشاہ نے اپنا کام پورا کیا۔ علی عادل شاہ بیجا پور واپس آیا اور حسین نظام شاہ کے پاس پیغام بھجوایا کہ دنیا جانتی ہے کہ کلیان اور شولا پور کے قلعہ عادل شاہی خاندان سے تعلق رکھتے ہیں چونکہ اتفاق سے ابراہیم عادل کے وقت سلطنت میں خرابی پیدا ہو گئی تھی اس لئے یہ دو تین قلعے نظام شاہی تصرف میں آگئے تھے اگر آپ کو منظور ہے کہ نظام شاہی اور عادل شاہی خاندانوں میں دوستی اور اتحاد بنارہے تو کلیان اور شولا پور کے قلعہ ہمیں واپس کر دیں اور اگر دونوں قلعوں کا واپس کرنا دشوار ہو تو صرف کلیان کا قلعہ واپس کر کے میرے جیسے دوست کو ہمیشہ کے لئے ممنون احسان بنائیں۔ شاہ حسین انجوتے جو حسین نظام شاہ کی مجلس کا مصاحب تھا ہر چند جاہر کلیان کا قلعہ ابراہیم عادل کو واپس کر دیا جائے لیکن کچھ فائدہ نہ ہوا بلکہ روز بروز فتنہ و فساد کی آگ اور بھڑکتی گئی تو بہت یہاں تک پہنچی کہ علی عادل نے سید علی نامی ایک قاصد کو دوبارہ حسین نظام کی خدمت میں احمد نگر بھیجا اور ایک نامہ اس معتمون کا لکھا کہ ایسے ضروری کاموں میں لڑائی اور غفلت سے کام لینا عقل مندوں کا شیوہ نہیں ہے اگر انجام کار پر نظر کر کے دونوں قلعے میرے سپرد کر دیئے جائیں تو البتہ دوستی اور اتحاد کی بنا مضبوط رہے گی ورنہ یقین جانتے کہ میرے سوار اور پیادوں کی تک و دو سے آپ کی رعیت اور آپ کے ملک کا برا حال ہو گا اور بہت بڑا فتنہ و فساد ملک میں برپا ہو جائے گا

حسین نظام شاہ بھری اس پیغام سے بہت غصہ ہوا اور ایسے سخت کلمات زبان سے نکالے کہ ان کا ذکر زبان پر لانا ناگوار ہے۔ علی عادل شاہ بھی برگشتہ ہو گیا۔ بادشاہ نے اپنے جھنڈے کو جس کا زور رنگ تھا بدل دیا اور بجائے اس کے نظام شاہیوں کی طرح سبز رنگ کا علم اختیار کیا اور اسے پیغام دیا کہ اگر تم سے ہو سکے تو اپنا نشان مجھ سے چھین لو۔ حقیقت یہ ہے کہ ملک دکن میں یہ رسم ہے کہ ایک کا نشان اور علم دوسرا نہیں اختیار کرتا جو نشان کسی پر سر پیکار ہو کر لڑائی کا جیل ڈھونڈ مٹا ہے وہ ایسا کرتا ہے تاکہ نزاع کی آگ روشن ہو اور ہرگز قتال گرم ہو۔ حسین نظام شاہ سبز جھنڈے کی وجہ سے جو نظام شاہیوں کے ساتھ مخصوص تھا پریشان ہوا اور لشکر جمع کرنے کی فکر کرنے لگا۔ علی عادل شاہ نے بھی سب سے بھری میں راجراج کو مدد کے لئے بلایا اور اس کے ساتھ احمد نگر روانہ ہوا۔ پرندہ سے جینرنگ اور احمد نگر سے دولت آباد تک سموری کا تہذیب باقی رہا۔ بیجا نگر کے غیر ملکیوں جو سالہا سال سے اسی ام کے خدایں تھے جی کھول کر دست درازی کی اور اس شہر کے رہنے والوں کی عیش و عشرت کو خاک میں ملا دیا۔ ان لوگوں نے مسجدیں اور قرآن جلا دئے۔ حسین نظام شاہ نے اپنے میں مقابلہ کی طاقت نہ پائی اور قاسم بیگ حکیم شاہ جعفر برادر شاہ طاہر شاہ حسین انجو اور دوسرے اہلکار دولت کے مشورہ سے کلہاڑی کا قلعہ علی عادل شاہ کے سپرد کر دیا اور اس سال لڑائی کو گولیاں ملتی کر دیا علی عادل شاہ اور راجراج اپنے اپنے ملک کو واپس گئے۔

حسین نظام شاہ بھری نے مجلس عر دسی آراستہ کر کے بی بی جمال کا عقد قطب الملک کے ساتھ کر دیا۔ علی عادل نے مجبوراً حیدر شاہ خاں اور شاہ ابوتراب شیرازی کو بیجا نگر بھیجا اور راجراج سے مدد طلب کی۔ رام راج بلا کسی تاخیر اور غدر کے پچاس ہزار سواروں اور دو لاکھ پیادوں کے ساتھ بیجا پور روانہ ہوا۔ رام راج اور علی عادل دونوں ساتھ ملکر منزل مقصود کی طرف روانہ ہوئے۔ دونوں فرما کر قلعہ کلہاڑی کے نواح میں پہنچے اور قطب شاہ نے خوشامیوں کا پسندیدہ شہیوہ ترک نہیں کیا اور پوری مردانگی سے کام لیا کہ باوجود عہد و بیان کے آدھی رات کو کوچ کر کے رام راج اور علی عادل سے آکر مل گیا۔ حسین نظام شاہ بھری بھی کو بیدار ہوا اور قطب شاہ کو اپنے لشکر میں نہ پایا۔ حسین نظام شاہ نے اب زیادہ قیام میں اپنی خیر نہ بھیجی اور جلد سے جلد احمد نگر روانہ ہو گیا۔ علی عادل نے حسین نظام کا تعاقب کیا اور ملک کو تاراج کرتا ہوا حوالی احمد نگر تک پہنچ گیا حسین نظام شاہ نے قلعہ اور دار الخلافہ کو



ذخیرہ اور غلہ اور تجربہ کار آدمیوں سے مضبوط اور مستحکم کیا اور جنیر کی جانب روانہ ہو گیا۔ علی عادل وغیرہ نے احمد نگر کا محاصرہ کر لیا اور بہت سے امیروں کو اطراف شہر میں بھیج کر گاؤں اور دیہات میں آبادی اور سرسبزی کا نام و نشان تک نہ باقی رکھا۔ بیجا نگر کے غیر مسلموں نے عمارتوں کے ڈھانے اور جلاسنے میں کوتاہی نہیں کی اور طرح طرح کے فدا و ملک میں برپائے ہندو مسجدوں میں محسوس گئے اور گھوڑوں کو سب میں باندھ کر چھتیاں اور جو چیزیں نگر کی کی تھیں ان کو غوب جلایا۔ اسی دوران میں بارش ہوئی اور پھر دلدل کی وجہ سے غلہ کے پہونچنے میں کمی ہوئی اور لشکر میں معاش کی تنگی پیدا ہوئی۔ قطب شاہ پوشادہ طور پر حسین نظام شاہ کی رعایت کرتا۔ اور غلہ اور تمام قلعہ داری کے ضروری سامان اہل قلعہ کو پہنچاتا اور حصار کے باسٹھ ہندوؤں کی نگر میں نہ ہونے دیتا تھا علی عادل شاہ نے ان باتوں کو اچھی طرح سمجھ لیا اور مضبوط دلیلوں اور براہین سے احمد نگر اور حوالی قلعہ شولاپور کے محاصروں کی خرابی و امراج کے ذہن نشین کر دی اور جس طرح بھی ممکن ہو اس جگہ سے امراج کے ساتھ کوچ کر گیا۔ علی عادل اور امراج نے پانچ یا چھ منزل لپٹے کی تھی کہ محمد کشور خاں نے بیجا نگر کے ہندوؤں کا تخلیفہ دیکھ کر علی عادل سے کہا کہ اس وقت قلعہ شولاپور کے محاصرہ کرنے کا وقت نہیں ہے اس لئے کہ اگر قلعہ فتح ہو جائے گا تو یقینی امراج حصار پر قبضہ کرنے کی طمع کرے گا اور تمہیں اس میں کچھ دخل نہ ہوگا بلکہ اس کا لالچ دوسرے ممالک کی طرف بھی بڑھے گا اور بہت بڑا فساد پیدا ہوگا۔ بہتر یہ ہے کہ ہم اس ارادے کو ترک کر دیں اور اس کی مدد سے نلدرک میں الگ قلعہ پیدا کر کے ساتھ تیار کریں اور اس جدید حصار کی مدد سے رفتہ رفتہ شولاپور کا قلعہ سر کر لیں۔ علی عادل نے اس رائے کو پسند کیا اور جس طرح بھی ممکن ہوا امراج کو نلدرک کی طرف لے گیا اور جس جگہ کہ قدیم زمانہ میں نلی بادشاہ مندر کے شٹے لے قلعہ بنایا تھا اور فی الجملہ اس کے نشان اور اس کی علامتیں باقی تھیں امراج کے رائے کے ساتھ وہیں قلعہ کی بنیاد رکھی اور موسم برسات میں اس کی دیواریں اینٹ اور پتھر کی بنیاد رکھیں اور حصار کو شاہ درک کے نام سے موسوم کیا تینوں بادشاہ ایک دوسرے سے رخصت ہوئے قطب شاہ اور امراج اپنے اپنے ملک کو روانہ ہوئے اور علی عادل بیجا پور واپس آیا۔ امراج نے اسی سال غفلت کے پردے اپنی آنکھوں پر ڈال لئے اور اپنی بد بختی کی وجہ سے چند ایسی باتیں کیں جس سے علی عادل کا امراج جس سے منحرف ہو گیا امراج نے اپنے اگال بدکی وجہ سے اپنی سلطنت کی بیخ کنی کی اور زمانہ لے جلد سے جلد سے

مناسب سزا دے دی چنانچہ تھوڑے ہی زمانہ میں راج اور اس کے ہم مذہب ہندو  
 کے خون کی ندیاں بہ گئیں۔ ان واقعات کا تفصیلی بیان یہ ہے کہ پہلی مرتبہ علی عادل  
 حسین نظام شاہ کی لڑائی سے تنگ آگیا اور اس نے راج سے مدد طلب کی۔ علی عادل  
 اور راج میں یہ عہد و پیمان ہوئے تھے کہ بیجا نگر کے ہندو دینی عداوت کی وجہ سے  
 مسلمانوں کو نقصان نہ پہونچائیں اور رعایا کے مال کی لوٹ مار اور ان کی گرفتاری سے  
 پرہیز کریں اور مسلمانوں کے تنگ و ناموس کو کچھ گزند نہ پہونچائیں لیکن اس عہد کے خلاف  
 ہندوؤں نے احمد نگر میں مسلمانوں کی بربادی عزت ریزی اور آزار رسانی میں کوئی دقیقہ  
 اٹھا نہیں رکھا جیسا کہ اوپر بیان کیا گیا ہے کہ ہندو مسجدوں میں گھس آئے اور خدا کے  
 گھر میں انھوں نے باجے بجائے اور بتوں کی پرستش کی علی عادل ان واقعات کو سنکر  
 بیدرغیدہ ہوا چونکہ اس کو مخالفت کرنے کا موقع نہ تھا تھانل کے ساتھ بسر کرتا تھا اس  
 سفر سے لوٹنے کے بعد راج کے غرور کا یہ عالم ہوا کہ مذہب اسلام کو اس قدر حقیر اور ذلیل  
 سمجھنے لگا کہ مسلمان ایلچیوں کو دربار میں آنے نہیں دیتا تھا اور اگر کبھی غایت کر کے ان  
 سے ملاقات کرتا تو اپنی عادت کے خلاف ان کو بیٹھنے کی اجازت نہ دیتا تھا اور جب بھی  
 سوار ہوتا تو بڑے تکبر و غرور کے ساتھ مسلمان ایلچیوں کو بہت دور  
 تک پیادہ اپنی سواری کے ساتھ دوڑاتا تھا اور بڑے انتظار کے بعد ان کو سوار ہونے  
 کا حکم دیتا تھا۔ اس کے علاوہ جب دوسری مرتبہ احمد نگر سے کوچ کر کے تلدرک روانہ ہوا  
 تو راج کے تمام لشکری مسلمانوں کا مضحکہ اڑاتے تھے اور ان کو حقارت کی نظر سے  
 دیکھتے تھے۔ راج تبہدرا کے نواح میں پہونچا اور اس کے طمع کی ظلمت اور زیادہ بڑھی  
 راج نے عادل شاہی اور قطب شاہی ممالک پر دست درازی کا ارادہ کیا اور تنکنا دہی  
 کو بے حساب لشکر کے ساتھ جس کا اندازہ کرنا تقریباً محال ہے دونوں فرمازدادوں کے  
 شہروں پر دھاوا کرنے کے لئے روانہ کیا عادل اور قطب شاہ نے اس سال چونکہ نظام شاہ کو اپنا دشمن  
 سمجھا اور اس سے مقابلہ نہ کر سکے اس لئے اپنے اپنے ملک سے کچھ حصے راج کو دیکر بہت فروتنی  
 کے ساتھ صلح کر لی چنانچہ علی عادل نے اپنا لشکر اور ناکری کو بے دے کر صلح کی اور قطب شاہ  
 نے قلعہ کو ہل کندہ۔ پانکل اور دکنوڑ تنکنا دہی کے سپرد کر کے اس جیلہ سے اپنا بقیہ لشکر  
 دشمن سے بچایا۔ اسی دوران میں جبکہ راج نے مسلمان بادشاہوں پر فوقیت حاصل

کر کے پورا قلعہ حاصل کر لیا تھا۔ دیوانی نے قلعہ پور کل الموسوم بہ پونکتی میں بغاوت برپا کی۔ چونکہ باغی کا گھر قلعہ کے اندر تھا مہمانی اور جن کے یہاں سے اپنے مددگاروں کے ایک گروہ کو قلعہ کے اندر لے گیا اور اس جماعت کی قوت اور بعض اہل قلعہ کی موافقت کی وجہ سے ٹھانہ دار کو قتل کیا اور قلعہ پر قابض ہو گیا۔ علی عادل بیجا نگر کے قریب ہونے کی وجہ سے اور امراج کے در سے اس قلعہ کے واپس لینے اور اس کے دشمن سے ہزار کرائے میں تاخیر کر رہا تھا۔ دوسرے سال جبکہ قلعہ نور کل میں قلعہ شاہ درک المشہر زلدرک اینٹ اور پتھر کا بچھڑ مضبوط بن گیا اور حصار کے برج و بارہ پورے طرح مستحکم ہو گئے تو بادشاہ نے بیجا نگر کے ہندوؤں سے لڑنے کا ارادہ کیا اور اپنے ارکان دولت اور اعیان ملک سے مشورہ کرنے کے لئے مجلس شوریٰ منعقد کی۔ ملک اور سلطنت کے سمجھدار اور صاحب فہم اراکین یعنی محمد کشور خاں اور شاہ ابوتراب شیرازی نے جو بادشاہ کے رازدار اور مقرب درباری تھے بادشاہ سے عرض کیا کہ بادشاہ کی رائے خود مناسب ہے اور اگرچہ کچھ عرض کرنے کی ضرورت نہیں ہے لیکن چونکہ ہمیں اپنا خیال ظاہر کرنے کا حکم ہے اور حاکم کے احکام کو نہ ماننا بے ادبی ہے اس لئے اگر حکم ہو تو جو کچھ ہمارے سمجھ میں آتا ہے وہ بیان کریں لیکن ایسا کرنا بلا اس کے ممکن نہیں ہے کہ تمام مسلمان بادشاہ باہم اتفاق کریں اسلئے کہ راجہ امراج کے لشکر کی زیادتی اور جاہ و شتم کے اضافہ کا حال معلوم ہے ظاہر ہے کہ امراج کا ملک جو چھ بندرگاہ اور بے شمار قلعوں اور شہروں پر مشتمل ہے اور اس کا محصول بارہ کروڑ ہون ہے اور اس کے جاہ و صلاح کا سکھ سمجھوں کے دلوں پر بیٹھا ہوا ہے۔ پس ایسے شخص سے تنہا جنگ کرنا کسی طرح مفید نہ ہو گا بادشاہ کو چاہئے کہ حمین نظام سے ارتباط پیدا کر کے اسے اپنا ہمنام بنائیں اور اس سے دشمنی کو ترک کریں۔ علی عادل نے اپنے مشیروں کی رائے کی تعریف کی اور محمد کشور خاں کو اس معاملہ میں مختار کامل کر دیا۔ محمد کشور نے پہلے ایک قاصد علی عادل کی طرف سے امیر اہم قطب شاہ کے پاس روانہ کر کے اپنا ارادہ اس پر ظاہر کیا۔ امیر اہم قطب کا دل خود بھی بیجا نگر والوں کی طرف سے جلا ہوا تھا اس نے اقرار کیا کہ علی عادل اور حمین نظام کے درمیان واسطہ ہو کر دونوں کو باہم ملا دیگا اور شولا پور کے قلعہ کو جو باعث فساد ہے میں نظام شاہ سے علی عادل کو دو لاکھ لاکھ لاکھ شاہ نے مسطفی خاں اردستان کو جو صبح صبح سید اور اس گھر آنے کا بہت بڑا رخن تھا

بیجا پور پہنچا کہ اگر علی عادل اپنے پیغام کے موافق ارادہ پر نیتہ اور اس میں مہر ہو تو وہیں سے احمد نگر روانہ ہو کر ارتباط ادریل پیدا کرنے کی تمہید اٹھائے مصطفیٰ خاں اردستانی عادل شاہ کی مجلس میں پہنچا اور اس کو اپنے ارادہ میں مصرا و مضبوط پایا۔ اردستانی احمد نگر روانہ ہوا اور خلوت میں حسین نظام شاہ بھری سے اس نے کہا کہ شاہان بہمنیہ کے عہد میں جب کے سارا ملک دکن ان کے قبضہ اقتدار میں تھا کبھی مسلمان ہندوؤں پر غالب آتے تھے اور کبھی بیجا نگر کے ہندو مسلمانوں کو نیچا دکھاتے تھے لیکن بہمنی سلطانین اکثر بلا کسی نتیجہ کے لڑائی موقوف کر دیتے تھے اور بیجا نگر کے غیر مسلموں کے ساتھ حسن سلوک کا برتاؤ کرتے تھے اب جبکہ ملک دکن چند حصوں میں تقسیم ہو چکا ہے تو عقل کا مقتضی یہ ہے کہ تمام مسلمان بادشاہ متفق ہو کر اتحاد اور دوستی سے کام لیں تاکہ زبردست دشمن کے ضرر سے سلطنت محفوظ رہے اور بیجا نگر کے راجہ کا قابو اور غلبہ جس کے تابعہ اور کرنا ملک کے تمام ہندو فرماں روا ہیں اسلامی ممالک پر نہ ہو اور رعایا کو جو خدا کی دی ہوئی نعمت ہے راجہ جیسے زبردست دشمن سے جو بید طاقت و راہ در لیر ہو گیا ہے اور جو بارہا ان ملک پر دھاوا کرتے سے خیرہ سر ہو رہا ہے محفوظ رکھیں اور مسلمانوں کے گھروں کو اب ہندوؤں کا مسکن نہ بننے دیں۔ حسین نظام شاہ مید اردستانی کی راست گوئی سے بے حد خوش ہوا اس کی صائب رائے کی بے حد تعریف کی مید اردستانی نے احمد نگر کے اعیان ملک یعنی قاسم بیگ حکیم تبریزی اور ملا عنایت اللہ قایمی کے ساتھ ملکر یگانگت اور قریبنداری پیدا کرنے کا بند کر دیا اور یہ طے پایا کہ حسین نظام شاہ بھری اپنی بیٹی چاند بی بی کو سلطان علی شاہ کے حوالہ عقد میں دے اور اسی کے ساتھ شولا پور کا قلعہ شاہنژادی کے جہیز میں حوالہ کرے اور علی عادل اپنی بہن بدیعہ سلطان کو حسین نظام کے بڑے بیٹے شاہنژادہ مرخصی کو بیاہ دے اور اس طرح یکدلی اور اتحاد پیدا کر دیا جائے۔ اس کے بعد مینوں بادشاہ راجہ پر فوج کشی کر کے خدا کی مدد سے اس کے غرور و تکبر کی راجہ کو مناسب سزا دیں۔ ملا عنایت اللہ مصطفیٰ خاں اردستانی کے ساتھ ایچی نگر بیجا پور آیا اور جو عہد و پیمان ہوئے تھے ان کو شدید قسموں کے ساتھ مستحکم کیا چنانچہ ایک ہی تاریخ میں دونوں طرف سرودی اور شادی کی مجلسیں آراستہ ہوئیں۔ غرض کہ مینر بانی کے تمام سہیں انجام پائیں اور چاند بی بی سلطنت

بیجا پور آئیں اور بدیعہ سلطان نے احمد نگر کی راہ لی۔ اس تقریب کے بعد علی عادل شاہ نے لشکر اور پاکری کے برگہ کو واپس لینے اور راجپور اور مدگل کے قلعوں کو دشمن کے پیچھے سے آواز کرانے کا ارادہ کیا۔ علی عادل نے راجراج کے پاس اپنی بیجا نگر اس سے یہ حال طلب کی۔ راجراج اپنی کے ساتھ سختی سے پیش آیا اور اس کو بیجا نگر کے باہر کر دیا۔ علی عادل نے پورے طور پر اس کا فرکے تباہ کرنے پر کمر بستہ باندھی اور حسین نظام شاہ۔ ابراہیم قطب شاہ اور علی برید کے ساتھ غیر مسلموں سے لڑنے پر آمادہ ہوا چنانچہ ۱۷۷۷ء بمطابق ۱۷۷۷ء میں قرارداد کے موافق یہ چاروں فرمانرواں بیجا پور میں آپس میں ملے اور تیسری جمادی الاول ۱۱۷۷ھ کو تمام مسلمان بادشاہ دشمن کی طرف روانہ ہوئے۔ سفر کی منہ لیں ملے کرنے کے بعد مسلمانوں کا لشکر دریائے کشن کے کنارے بانگلوں پہنچا جو کہ اس نواح پر علی عادل کا قبضہ تھا۔ بادشاہ نے اپنے دونوں فرمانروا ہمانوں کی یہاں دوبارہ ضیافت کی۔ علی عادل نے تمام ممالک ٹرہہ میں فرمان رواں کے کہ مندریات کی تمام چیزیں لشکر گاہ میں لے آویں ایسا نہ ہونے پائے کہ لشکریوں کو کسی قسم کی تکلیف ہو۔ راجراج بیجا نگر نے مسلمان بادشاہ ہوں کے اتحاد اور اسلامی لشکر کی روانگی اور آمد کی خبر سنی لیکن نہ تو کچھ پریشان ہوا اور نہ کسی طرح کی عاجزی کا اس نے اظہار کیا بلکہ ان سے جنگ کرنا ایک آسان کام سمجھ کر سب سے پہلے اپنے چھوٹے بھائی تھراج کو تیس ہزار سوار اور پانچ سو ہتھیار اور ایک لاکھ پیا دوں کی جمیعت سے جلد سے جلد روانہ کیا تاکہ تھراج دریائے کے تمام گھاٹوں کا راستہ بند کر دے۔ تھراج کے بعد راجراج نے اپنے پیچھے بھائی و تنکنا درمی کو بڑے ساز و سامان کے ساتھ روانہ کیا۔ ان لوگوں نے حال دیکھا پر قبضہ کر کے مسلمانوں کو دریائے کے پار اترنا دشوار کر دیا۔ سب کے بعد راجراج نے اطراف و جوانب کے تمام راجاؤں کو ساتھ لے کر ہزار فوج کے ساتھ خود بھی انیم کی طرف کوچ کیا۔ اور نہر کشن کے کنارے خیمہ زن ہوا۔ بیجا نگر کے ہندوؤں نے ہر اس جگہ جہاں کہ مسلمانوں کے لئے دریا سے اترنا ممکن تھا۔ اس طرح ریاستے رہے کہ دے تھے کہ دریائے کسی طرف سے بھی پار کرنا بھی نہیں آتا تھا۔ مسلمان بادشاہوں نے ایک گروہ کو مقرر کیا کہ پانی کی سطح پر تیس چالیس کوس چلا کر بھیجیں اور تحقیق کریں کہ کس طرح سے عبور ممکن ہے۔ یہ گروہ بڑی تلاش اور جستجو کے

بعد واپس آیا اور اس نے ان بادشاہوں سے کہا کہ اس دریا کے پار کرنے کے دو تین راستے ہیں جس جگہ کہ پانی کم ہے اور ارباب اور لشکر جہاں سے دریا کو پار کر سکتے ہیں وہ وہی جگہ ہے جس کے مقابل ہندو فرشتے ہیں اور انہوں نے ایک دیوار قائم کر رکھی ہے اور طرح طرح کی آتشبازیاں وہاں نصب کی ہیں مسلمان بادشاہوں نے گلیں شورش منعقد کی اور دیر تک حل مشکل کے لئے غور و فکر کرتے رہے آخر کار یہ طے ہوا کہ ایک گھاٹ کے دریافت ہو جانے کی خبر اڑانی چاہئے اور اس فرد و گاہ سے دو تین کوچ پلے در پلے کئے جائیں جب غنیمت و صلہ کے میں اگر نہیں سر راہ گرفتار کر لئے کا ارادہ کرے اور اپنی جگہ سے کوچ کر جائے اور اس اصلی گھاٹ کو چھوڑ دے تو مسلمان بادشاہ جلد سے جلد پلٹ کر اسی مقام سے دریا کو پار کر جائیں غرض کہ اس طرح تین کوچ پلے در پلے کرنے کے بعد دریا کے کنارے سے فاصلہ پر پہنچ گئے تین اس ویرانہ میں کہ کس حریف دوسری جگہ سے نہ پار اتر جائے اپنی اصلی فرد و گاہ کو چھوڑ کر جلد سے جلد پانی کے اسی طرف مسلمانوں کے مقابلہ میں روانہ ہوا۔ چونکہ خدا کی مرضی یہ تھی کہ راجا کے خاندان کا خاتمہ ہوا اور حکومت اس کے گھرانے سے ہمیشہ کے لئے رخصت ہو گئی ہندوؤں نے احتیاط سے کام نہ لیا اور اپنے لشکر کے کسی حصہ کو بھی اس گھاٹ پر مسلمانوں کے دفعیہ کے لئے نہ چھوڑا۔ مسلمان بادشاہوں نے اپنے منصوبہ کو کامیاب دیکھ کر اصل گزیر گاہ کا رخ کیا اور دو تین روز کی مارہ کو بار گھنٹہ میں طے کر کے گھاٹ پر پہنچ گئے حریف کا لشکر ابھی یہاں تک نہ پہنچا تھا کہ مسلمانوں کا ایک گروہ اطمینان کے ساتھ گھاٹ سے اتر۔ اس واقعہ کے بعد اسلامی لشکر بھی اسی طرح گھاٹ کو عبور کر کے میدان میں آگیا۔ کچھ کے وقت ساری فوج راجا کے لشکر کی طرف جو پانچ کوس کے فاصلہ پر خیمہ زن تھا روانہ ہوئی۔ اگرچہ اس کارروائی سے ہندوؤں کے دلوں پر یاس اور ناامیدی چھا گئی لیکن برس ہم ساری رات فوجی تیاری میں بسر کی اور اپنے لشکر گاہ کے سامنے آمادہ قتال ہو گئے۔ رے مسلمان بادشاہوں نے بھی دوازدہ ماہ کے علم دوسرے دن تدارک کیے اور اپنی صفوں کی درستی میں مشغول ہو گئے۔ مہینہ علی عادل شاہ کے سپرد ہوا اور مسیرو علی برید اور ابراہیم قطب شاہ کے اور قطب حسین نظام شاہ کو دیا گیا۔

آتشبازی کی آواز سے زنجیروں سے مقبوط باندھ دئے گئے اور دست جنگی ہا سٹی فوراً  
 آئین جنگ کے مطابق جا بجا کھڑے کر دئے گئے۔ مسلمانوں نے خدا پر بھروسہ  
 کر کے حریف پر شدید حملہ کیا۔ راجہ بیجا نگر نے بھی اپنی فوج کے افسروں کو بلایا  
 اور انکو آئندہ کے وعدہ ہائے انعام سے دل شاد کیا اور ہر طرح پران کو  
 مطمئن و خوش کر کے راجہ نے اپنا اسلحہ خانہ کھولا اور فوج کو ہتیار تقسیم کئے اور  
 اپنے لشکر کے درست کرنے میں مصروف ہوا۔ ہندو لشکر کا یہ منہ تھراج کی  
 حفاظت میں دیا گیا تھا اور وہاں براہیم قطب شاہ کے مقابلہ میں ایستادہ ہوا۔  
 تنکنادری نے اپنا میسر و علی عادل شاہ کے سامنے آراستہ کیا اور رامراج خود قلب لشکر میں  
 حسین نظام شاہ بھری کا مقابل ہوا۔ راجہ دودھنار ہا سٹی ایک ہزار رابہ تو بجا  
 ہوا امیدان جنگ میں لایا یسین دوپہر کے وقت راجہ خود بھی سنگھاسن پر سوار ہو کر  
 میدان کارزار کی طرف چلا۔ ہر چند اعیان دولت نے سنگھاسن پر سوار ہونے  
 سے روکا لیکن تھراج غرور اور کبر کے نشہ میں سرشار تھا اس نے کسی امیر کی بات  
 نہ سنی اور کہا کہ لڑکوں کی لڑائی میں گھوڑے پر سوار ہونا بہادروں کی کس شان ہے  
 حریمیت تو ابھی سامنے سے فراہ ہوتا ہے عرض کہ ہندو اور مسلمان ایک  
 دوسرے کو خاک و خون میں ملائے لگے اور کبھی ایک اور کبھی دوسرا فریق حریف  
 کو یا کمال کرنے لگا لڑائی کا یہ عالم تھا کہ بیجا نگر کے پیادے بار بار بیچاس ہزار بیان  
 اور گنگ مسلمانوں پر چلائے اور پھینکتے تھے اور ہندو لشکر کے سوار جو پیشتر راج  
 بندر کے باشندے تھے ہندی تلوار سے اپنے حریف پر شدید حملہ کر رہے تھے۔  
 قریب تمام مسلمانوں کو شکست ہو کہ دفعۃً رامراج حسین نظام شاہ کی کوشش سے  
 اس کے ایک سپاہی کے ہاتھ میں گرفتار ہو گیا اس اجمال کی تفصیل یہ ہے کہ رامراج  
 نے جب دیکھا کہ مسلمان اس کے اندازہ اور خیال کے خلاف جنگ آزمائی میں  
 مشغول ہیں تو ان سے بے چارے خوف زدہ ہو کر سنگھاسن سے  
 نیچے اترا اور ایک مرصع کرسی پر بیٹھا زرد و دہری اور غل کے شامیانے  
 جن کی پھالریں مولیٰ اور چوہا ہر استا ویزاں تھے اس کرسی پر لگائے گئے۔  
 راجہ کے حکم کے موافق اس کے چاروں طرف روپئے اشرفیاں اور مقبول کا ڈھیر

لگا دیا کیلئے راجہ نے اشنائے جنگ میں روپیہ اشیہ نیاں بغیر تولے ہوئے امیروں اور سپاہیوں کو تقسیم کرنا شروع کیں اور یہ اعلان کیا کہ جو شخص کامیاب میرے پاس آئیگا وہ اشیہ فیوں اور جو اہل ہمت کے طبق اور جو اہل رات کے بھرے ہوئے ڈبے انعام پائیگا۔ دکن کے سپاہی اس خوشخبری سے بے حد خوش ہوئے اور تراج نے دتکتا درمی وغیرہ امیروں اور سپاہیوں نے مسلمانوں پر شدید حملہ کیا اس مرتبہ مسلمانوں کا میمنہ اور میسرہ بالکل پریشان ہو گیا اور میدان کارزار قیامت کا نمونہ بن گیا۔ مسلمان بادشاہ فتح سے قطعی مایوس ہو گئے اور دل شکستہ ہو کر اپنے ارادوں میں ڈگمگائے۔ اس حالت میں حسین نظام شاہ بھری نے جو انہودی سے کام لیا اور بادجو اس کے کہہ دہنے اور بائیں کوئی سپاہی باقی نہ رہا تھا اور من کی طرف سے ہر وقت ہزاروں بان اور تنگ چھوٹ رہے تھے اور حریف چپ در است ہر طرف غالب آچکے تھے حسین نظام شاہ بالکل خوف زدہ نہ ہوا اور حملہ کے لئے آگے بڑھا شکست خوردہ امیر دل اور عادل شاہی مقدمہ لشکر محمد کشور خاں نے جب نظام شاہ سے علم کو بلند دیکھا تو حسین نظام شاہ کی خدمت میں پہنچ گئے حسین نظام شاہ نے حکم دیا کہ توپ میں پیسے بھر کر دشمن کی طرف چھوڑیں اور خود شوق شہادت میں آگے بڑھا اور راج کے لشکر خاصہ پر حملہ ہوا حسین نظام شاہ کے اس حملہ سے راج کا لشکر پریشان ہو گیا۔ راج جو اسی برس کا بوڑھا موجد تھا پریشان ہو کر بھگت گھاسن پر بیٹھا اسی دوران میں حسین نظام شاہ کا ایک دست ہاتھی غلام علی نامی سنگھاسن کے قریب پہنچ گیا اور لوگوں کو پامال کرنے لگا سنگھاسن کے مزدور جن کو بھوئی کہتے ہیں سنگھاسن کو مع راج کے زمین پر بھینک کر بھاگ گئے جو دیکھ یہ جنگ مغلوہ تھی گیسکوراجہ کے حال کی خبر نہ تھی اور راج اکیلا میدان جنگ میں بڑا رہا فیلبان کی نظر مرصع سنگھاسن پر پڑی اور اس کی طبع میں ہاتھی کو اس طرف بڑھایا۔ ایک برہمن جس نے دست تک راج کی خدمت کی تھی یہ سمجھا کہ فیلبان سنگھاسن اٹھانے آ رہے ہیں اس نے عاجزی سے یہ کہا کہ راجہ راج اس پر سوار تھے اور اب زمین پر پڑے ہیں۔ راجہ کے لئے ایک گھوڑا لادوہ اس خدمت کے صاف ہیں



راجہ تم کو اپنے امیروں کے گروہ میں داخل کرے گا۔ فیلیبان نے راجہ کا نام سنتے ہی  
 سنگھاسن کو خیر باد کہا اور راجہ کو اپنے ہاتھی کی سونڈ میں بیٹھ کر جلد سے جلد  
 نظام شاہی کو پہنچا نہ گئے افسر رومی خاں کی خدمت میں پہنچ گیا رومی خاں نے  
 راجہ اور راجہ کو حسین نظام شاہ کے سامنے پیش کیا اور راجہ کا سترن سے جدا  
 کر کے میدان کارزار میں پھینک دیا گیا ہندوؤں نے راجہ کا سر دیکھ کر اہ فرار  
 اختیار کی اور مسلمانوں نے انکا تعاقب کر کے ہزار ہندوؤں کو قتل کیا ایک روایت  
 کے موافق اس معرکہ میں تین لاکھ ہندو تہ تیغ کئے گئے لیکن صحیح یہ ہے کہ سارے  
 معرکہ کارزار میں جس میں مقابلہ اور تعاقب دونوں داخل ہیں ایک لاکھ ہندو  
 مارے گئے چونکہ میدان جنگ سے اناگندی تک جو بیجا نگر سے دس کوس  
 کے فاصلہ پر ہے سایہ میدان ہندوؤں کے کشتوں سے بھر گیا مسلمانوں کو  
 نہ بھرا ہر گھوڑے اور نہ خیمہ و خیمہ گاہ لوٹدی اور غلام اس کثرت سے ہاتھ  
 آئے کہ اس کا شمار مشکل ہے مسلمان بادشاہوں نے اس فتح پر خدا کا شکر ادا کیا  
 اور یہ حکم دیا کہ مال غنیمت میں سوا اٹھویں کے اور کوئی چیز سپاہیوں سے نہ لی جائے  
 بعینہ جو چیز جس کے ہاتھ آئی وہ اسی کا حصہ ہے اور کسی شخص سے اس کی  
 بابت باندہ پرس نہ ہو۔ اخبار نویسوں نے فتحنامے ہر چار جانب لکھ کر  
 روانہ کئے مسلمانوں نے بیجا نگر کے نواح تک ہر جگہ تہخانہ اور بلند عمارت کو  
 زمین کے برابر کر دیا اور اکثر قریلوں اور قصبوں کو تباہ و ویران کیا تنگنا درہی  
 راجہ راجہ نے جو معرکہ جنگ سے صحیح و سالم فرار کر کے ایک جگہ چھپا ہوا تھا ایلچی  
 روانہ کئے اور یہی تصریح اور زاری سے مال کا خواستگار ہوا تنگنا درہی نے عادل شاہی  
 اور قطب شاہی قلعہ اور پرگنے واپس کئے اور حسین نظام شاہ کو بھی اپنے سے راضی  
 اور خوش کیا مسلمانوں نے بھی اب غارتگری سے ہاتھ اٹھایا اور اپنے ملک کو  
 روانہ ہوئے عین معرکہ جنگ میں تھراج نے عادل شاہی سایہ عاطفت میں پناہ  
 لی۔ تھراج نے بادشاہ سے عرض کیا کہ تنگنا درہی بہت قوی اور صاحب اثر  
 ہو کر راجہ کا جانشین ہو گیا ہے اور چونکہ امرائے ملک بھی اس کے بہنوئے  
 ہو گئے ہیں لہذا میری گزارش یہ ہے کہ مجھے قلعہ اناگندی کی حکومت مع اس

کے مصافحات کے عطا ہو۔ بادشاہ نے اس کو ملین کیا اور اسے فرزند کے خطاب سے  
 سرفراز فرما کر اسی دن تہراج کو اٹانہ سلطنت اور چتر حکومت عطا فرما کر تہراج کو  
 قلعہ ناگندی کی حکومت پر روانہ کیا اور تنکنا درہ کی کو لکھا کہ تہراج ہمارے حکم  
 سے حکومت کے لئے آ رہا ہے تمہیں چاہیے کہ اس کے مزاحم نہ ہو اور ناگندی  
 اور اس کے مصافحات کی حکومت اس کے سپرد کر دو تنکنا درہ نے تعمیل ارشاد  
 کے سوا اور کچھ چارہ کار نہ دیکھا اور ناگندی پہنچنے کے سپرد کیا اور تہراج بھی صاحب  
 حکومت ہو گیا چنانچہ اسی وقت سے آج تک ناگندی کی ریاست کے مالک  
 تہراج کے فرزند ہیں اور بیجا نگر پر تنکنا درہ کے فرزند حکمران ہیں اور چونکہ  
 اب بہت تھوڑا ملک و دونوں خاندانوں کے زیر حکومت رہ گیا ہے لہذا  
 راجہ کی کے لوازمات بشکل سے انجام پاتے ہیں کرنا ملک کے دوسرے ملکوں پر  
 طولاً و عرضاً دیگر امرائے دولت قابض ہو کر خود مختاری کا دم بھر رہے ہیں  
 نہ شکہ مارے ملک میں طوائف الملو کی پھیلی ہوئی ہے اور کوئی کسی کا ہر سان  
 حال اور دست بگری نہیں ہے یہی وجہ ہے کہ لڑائی کے بعد سے پھر ہندوؤں  
 سے مسلمانوں کو کوئی تکلیف نہیں پہنچی علی عادل شاہ نے قلعہ بنکاپور کو جو سلطان  
 بہمنیہ کے زمانہ میں بھی فتح ہو چکا تھا مع حصار چند کوئی اپنے آخر زمانہ میں دوبارہ  
 فتح کیا۔ اس کے علاوہ عادل شاہ نے قلعہ ادونی کو بھی جس کی فتح کرنے کی بہمنیہ خاندان  
 کے ہر فرمانروا کو آرزو تھی اپنی سعی اور تدبیر سے سحر کیا۔ اس کے علاوہ جو دوسرے ملک  
 فتح ہوئے ان کا بیان عنقریب اس کتاب میں مذکور ہو گا شہر بیجا نگر اس وقت  
 تک جو ۲۳۰۰ بھری سے خراب اور ویران پڑا ہوا ہے اور تنکنا درہ کی اولاد  
 نے مصلحتاً اس کو آباد نہیں کیا ہے اور نلگنڈہ کے شہر کو اپنا تخت گاہ مقرر کیا  
 ہے رام راج ۱۹۷۲ء میں قتل کیا گیا مورخ فرشتہ کے والد مولانا غلام علی استر آبادی  
 نے بطریق تعمیل رام راج کے قتل کا یہ مصرع تاریخ موزوں کیا ہے نہایت خوب  
 واقع گشت قتل رام راج کہتے ہیں کہ اس زمانہ میں حسین نظام شاہ بھری فوت  
 ہوا اور اس کا فرزند اکبر فرقی نظام شاہ بھری کا باپ کا قائم تمام ہوا علی عادل شاہ نے  
 اس موقع سے فائدہ اٹھایا اور ناگندی بد شکرتی کر دی۔ اس حملہ کا مقصد یہ تھا

کہ تمراج دلدرا امراج کو ایک قسم کی تقویت حاصل ہوا اور وہ ننگنڈہ کا مستقل فرمانروا ہو جائے بادشاہ کا مقصد یہ تھا کہ امراج کو اسی طرح ضعیف کر کے خود اناگندی کو تباہ کر کے بیجا نگر پر قبضہ کرتے۔ ننگنڈہ کی بادشاہ کے اس ارادہ سے واقف ہو گیا اور اس لئے مرتضیٰ نظام شاہ بکری اور اس کی ماں خونزہ ہمایوں کو لکھا کہ حسین نظام شاہ نے یہ ملک مجھے عطا کیا ہے۔ علی عادل شاہ کو طمع دامنگیر ہوئی ہے اور وہ اس ملک کو میرے قبضہ سے نکال کر خود اس پر متصرف ہونا چاہتا ہے مجھے امید ہے کہ آپ لوگ اپنے دست گرفتہ کا خیال کر کے میری مدد اور حمایت کریں گے اور مجھے اس بلا سے نجات حاصل ہوگی۔ خونزہ ہمایوں نے ملا عنایت اللہ کے مشورہ سے مرتضیٰ نظام شاہ کو اپنے ساتھ لیا اور بیجا پور پر لشکر کشی کی اور شہر کا محاصرہ کر لیا۔ علی عادل شاہ نے مجبوراً اناگندی سے ہٹ کر اٹھایا اور بیجا پور واپس ہوا۔ چند روز اطراف بلدہ میں طرفین میں لڑائی ہوئی اور مرتضیٰ نظام احمد نگر واپس گیا۔ خونزہ ہمایوں کی خواہش کے مطابق علی عادل شاہ اور نظام شاہ بکری نے موافقت کر کے برابر پر لشکر کشی کی۔ سو کم برسات میں حملہ کیا گیا اور علی عادل حدود برابر کو تباہ کر کے بیجا پور کو واپس آیا۔ علی عادل نے بیجا پور میں ایک حصار چوئے اور پتھر کا تعمیر کرانا شروع کیا۔ یہ حصار محمد کشور خاں کے اہتمام میں تین سال کے اندر مکمل ہو گیا خونزہ ہمایوں کی حکومت اور مرتضیٰ نظام شاہ کے سپاہیوں کی مخالفت سے نظام شاہی بارگاہ سے روکنے کی تھی۔ علی عادل نے چاہا کہ احمد نگر کے بعض ملکوں پر قبضہ کرے بادشاہ نے محمد کشور خاں کو اسد خاں لاری کا منصب و علم عنایت کیا۔ اس علم پر شیرازی قصد رنقش تھی اور شہنشاہ بکری میں علی عادل نے محمد کشور خاں کو بیس ہزار سواروں کی جمعیت کے ساتھ سرحد نظام شاہی کی طرف روانہ کیا۔ محمد کشور خاں نے اپنے ستارہ اقبال کو غروج پر پایا اور بعض نظام شاہی پرگنوں پر قبضہ کر کے ملک کو قبضہ کچ یک جو پرگنہ بیسنر میں واقع ہے قبضہ کر لیا۔ کشور خاں نے ان نظام شاہی امیروں کو جو اس سدر راہ ہوئے بیسنر میں شکست دی اور دوسرے پرگنات پر

قبضہ کرنے کے لئے اسی پر گنہ میں ایک مضبوط حصار کی بنیاد ڈالی حصار تھوڑے ہی زمانہ میں تیار ہو کر دارور کے نام سے موسوم کیا گیا محمد کشور خاں نے اس حصار کو توپ و تفنگ سے مضبوط کر کے دو سال کا محصور اس نواح سے وصول کیا اور چاہتا تھا کہ دوسرے اولیوں اور پرگنوں کی بیخبری میں کشش کرے کہ ناگاہ مرثیٰ نظام شاہ نے اپنی ماں کے بیٹے تصرف سے آزادی حاصل کر کے محمد کشور خاں کی مدافعت پر کمر بستہ باندھی مرثیٰ نظام شاہ شکستہ بھری میں کشور خاں کی طرف بڑھا۔ محمد کشور خاں نے بھی بادشاہ کے مقابلہ پر کمر بستہ باندھی اور قلعہ کے بیچ دوبارہ کوآلات حربہ آزمائشی سے مستحکم کر کے اور عین الملک انکس خاں اور نور خاں کے ساتھ جن کو علی عادل نے مدد کے لئے بھیجا تھا لڑنے کے لئے مستعد ہوا ان امیروں سے یا تو کم ہمتی اور یا محمد کشور خاں کی مخالفت کی وجہ سے بلا لڑے ہوئے راہ فرار اختیار کی اور محمد کشور خاں کے پاس پیغام بھیجا کہ ہمکو مرثیٰ نظام سے لڑنے کی طاقت نہ تھی اس لئے ہم تم سے جدا ہو کر حریف کے پائے تخت احمد نگر میں فتنہ و فساد برپا کرتے ہیں اس کا رد دائی سے ہمارا مدعا یہ ہے کہ مرثیٰ نظام شاہ قلعہ داری سے ہاتھ اٹھائے اور ہمارے تعاقب میں بیجا نگر کی راہ لے۔ واقعہ یہ تھا کہ مرثیٰ نظام شاہ محمد کشور خاں کے فتنہ کا فرد کرنا سب برادری اور مقدم سمجھتا تھا بادشاہ نے سب سے پہلے محمد کشور خاں کی طرف قدم بڑھائے محمد کشور خاں نے چند خاص ساتھیوں کے ساتھ مرثیٰ نظام شاہ کا مقابلہ کیا۔ مرثیٰ نظام شاہ نے قسم کھائی تھی کہ جب تک قلعہ سر نہ کر لے گا رکاب سے پاؤں نہ اتارے گا نظام شاہ نے راستہ طے کرنے میں قلعہ کا رخ کیا اور باوجود اس کے کہ ہر مرتبہ قلعہ سے ہزاروں تفنگ اور ضرب زن مسرور ہی ہیں لیکن عالی ہمت بادشاہ کو کسی طرح کا صدمہ نہ پہونچا اور اہل قلعہ جان سے تنگ آگئے جس وقت کہ نظام شاہ کے منحل سپاہی حریف کے لشکر پر تیر اندازی کر رہے تھے اتفاق سے ایک تیر محمد کشور خاں کے جانکا محمد کشور خاں جنگ کا ناشہ دیکھ رہا تھا تیر لگتے ہی ٹھنڈا ہو گیا دوسرے سپاہیوں نے سردار کو مردہ دیکھ کر قلعہ کا دروازہ کھول دیا اور راہ فرار اختیار کی اور اس طرح کا محکم قلعہ مع ساز و سامان

نہایت آسانی کے ساتھ علی عادل کے قبضہ سے نکل گیا قلعہ کے ساتھ بعض مقبوضہ پر گناتہ بھی عادل شاہی حکومت سے نکل گئے۔ خواجہ میرک دبیر اصفہانی جو آنکھ میں چنگیز خاں کے لقب سے موسوم کیا گیا اور افواج نظام شاہی کا سردار مقرر ہو کر عین الملک اور نور خاں کے تعاقب میں احمد نگر روانہ کیا گیا افواج شہر میں دونوں لشکروں کا مقابلہ ہوا اور ایک شدید خونریزی کے بعد خواجہ میرک دبیر اصفہانی کو فتح ہوئی۔ اور عین الملک مقتول اور نور خاں قید ہوا اور آدھا لشکر بحال خراسان پہنچا اور واپس آیا۔ اس سال عظیم الشان نقصان افواج عادل شاہی کو پہونچا اور تمام کوشش بے سود اور بیکار ہو گئی۔ اس دوران میں علی عادل نے کوہ کی تسخیر اور نصاریٰ کی تباہی پر کمر بستہ رہا اور اس طرف روانہ ہوا لیکن باوجود اس کے کہ بے شمار عادل شاہی سپاہی میدان جنگ میں کام آئے مگر بادشاہ بے نیل مرگ واپس آیا۔ شاہ ابوالحسن ولد شاہ طاہر کی ہدایت کے موافق بادشاہ نے قلعہ ادونی کی تسخیر کا ارادہ کیا اور قلعہ وہ عظیم حصار ہے کہ شاہان بہمنیہ کے ہاتھوں بھی فتح نہ ہوا تھا۔ علی عادل نے اس خاں کو اٹھ ہزار سوار اور پیادوں کی جمیعت اور بے شمار توپخانہ کے ساتھ اس طرف روانہ کیا اس قلعہ کا حاکم راج کا ایک امیر تھا جس نے آخر میں مالک سے بیوفائی کر کے خود مختاری اختیار کی تھی اور اپنے نام کا خطبہ و سکہ جاری کر رکھا تھا۔ حاکم قلعہ نے حریف کی مدافعت کی اور انکس کے مقابلہ میں کئی لڑائیاں لڑا لیکن چونکہ ہر معرکہ میں مغلوب ہوا قلعہ وہ وقت قلعہ میں پہونچا کر خود بھی حصار ہی ہو گیا حصار کے محاصرہ کو ایک زمانہ گزر گیا اور حاکم قلعہ نے پریشان ہو کر امان چاہی اور حصار حریف کے سپرد کر دیا اور قلعہ کا قلعہ ایک بیاد کی چوٹی پر واقع ہے حصار بچہ وسیع اور رفیع الشان ہے جس میں خوشگوار چشمے اور سرنگ عمارتیں ہیں شیورائے کے اسلاف میں ہر راجہ سلطان بادشاہوں کے خوف سے اس قلعہ کو مستحکم کرنا تھا اور حصار کے گرد حصار تیار ہوتا تھا یہاں تک کہ فتح کے وقت اس قلعہ کے گرد گیارہ حصار کھینچے ہوئے تھے سا باط اور نقب اور توپ سے اس حصار کو فتح کرنا محال تھا طول محاصرہ سے اس کی تسخیر ممکن تھی جیسا کہ علی عادل شاہ اس قلعہ کے فتح ہونے سے بے حد خوش ہوا

اور بادشاہ نے دوسرے قلعوں اور بے گنوں کی تسخیر کا ارادہ کیا علی عادل شاہ نے پہلے ابوالحسن اور خواجہ میرکس و بید صفحانی کی کوشش سے سرحد پر قلعہ نظام شاہ سے ملاقات کی اور یہ قرار پایا کہ نظام شاہ بھری ملک برابر پر قبضہ کرے اور عادل شاہ بھری کی وسعت کے لحاظ سے بیجا نگر کے پر گنوں پر تصرف ہو تاکہ ملکیت کی وسعت اور سلطنت کے رقبہ کے اعتبار سے کوئی فرمانروا دوسرے سے زیادہ حصہ پر حکمران نہ ہو۔

شاہ بھری میں علی عادل شاہ نے قلعہ طور گل بھر قبضہ کرنے کا ارادہ کیا یہ قلعہ راجراج کے معرکوں میں اس کے تصرف سے نکل گیا تھا اور قلعہ پر ایک معمولی سپاہی حکومت کر رہا تھا بادشاہ نے پانچ بیٹے قلعہ کا محاصرہ کر کے تمام اہل حصار کو تنگ کر دیا محاصرہ کے زمانہ میں ایک بہت بڑی توپ ٹوٹ گئی اہل قلعہ اس واقعہ سے خوش ہوئے اور سمجھے کہ حصار کچھ دنوں اور محفوظ ہو گیا علی عادل نے اس واقعہ کو شاہ ابوالحسن کی غفلت پر معمول کر کے اس کو معزول کیا اور مصطفیٰ خاں اردستانی کو جو راجراج کے قتل کے بعد عدالت پناہ کا ملازم ہو گیا تھا میر خٹک اور کبیل سلطنت مقرر کر کے سلطنت کے سارے مہات اس کے سپرد کیے مصطفیٰ خاں نے قلعہ کے سر کرنے میں بیحد کوشش کی اور وہ بیٹے میں اہل قلعہ کو عاجز و پریشان کر دیا حصار کے باشندے امان کے خواستگار ہوئے۔ مصطفیٰ خاں نے یہ شرط پیش کی کہ اگر اہل قلعہ دیکھنی اور بسانی اور ان کے فرزندوں اور متعلقین کو قید کر کے اس کے سپرد کر دیں تو اہل حصار کو امان دیکاسے گی۔ اہل ان قلعہ نے اتفاق کر کے دیکھنی اور اس کے اعزہ کو گرفتار کر کے مصطفیٰ خاں کے سپرد کر دیا اور خود اپنے اہل اور لیل و عیال کو ساتھ لیکر حصار کے باہر چلے گئے بادشاہ نے دیکھنی اور اس کے عزیزوں کو طرح طرح کی سختیوں کے ساتھ قتل کیا اور قلعہ کی حکومت مستبدانوں کے سپرد کر کے مصطفیٰ خاں کے مشورہ کے مطابق قلعہ دار و در پر حملہ آور ہوا دار و در کو نالک کا مشہور قلعہ ہے یہ حصار اس زمانہ میں راجراج کے ایک امیر کے قبضہ میں تھا جو ہر سال کچھ رقم اور چند ہاتھی تنگنادر ہی اور بھیمراج کو دے کر صاحب قوت اور شوکت ہو گیا تھا۔ بادشاہ وہاں پہنچا اور چھ بیٹے کابل محاصرہ کو

جاری رکھا یہ قلعہ بھی مصطفیٰ خاں کی کوشش سے فتح ہوا اور اہل قلعہ نے امان حاصل کی۔ علی عادل نے سات مہینے یہاں گزارے اور نواح کو باغیوں کے وجود سے پاک و صاف کر کے مصطفیٰ خاں کے مشورہ کے موافق حصار بنکا پور کی تسخیر کے لئے بڑے ساز و سامان کے ساتھ قدم آگے بڑھایا۔ بلب وزیر نے جو راجہ راج گاہنول بردار تھا راج کے قتل کے بعد اس قلعہ پر قابض ہو گیا تھا اور قلعہ جوہا در چند روٹی کے راجہ اس کے محکوم تھے بادشاہ کی آمد کی خبر سنی اور قلعہ میں پناہ گزین ہو گیا۔ بلب نے اپنے بیٹے کو ایک ہزار سوار اور دس ہزار پیادوں کی جمیعت سے جنگل اور کوہستان کو روانہ کیا تاکہ یہ لشکر موقع پا کر مسلمان لشکر کو تاخت و تاراج کرے اور ایسا اس کا سدا رہ ہو کہ اذوقہ اور غلہ ان تک نہ پہنچنے یا دسے بلب نے ایک نامہ تنگنا داری و لد تماراج کے نام اس مضمون کا لکھا کہ میں اپنے ملک کی مخالفت سے بچ کر شہر مندہ اور نادم اور اپنے قصور کا معترف ہوں۔ اس وقت مسلمان فرمانروا بنکا پور کا قلعہ فتح کرنے کے لئے آ رہے تھے اگر اس وقت میرے قصور کو معاف فرما کر آپ خود ادھر کا رخ کریں یا اپنے کسی سردار کو میری مدد کے لئے روانہ کریں تو امید ہے کہ میں مسلمانوں کے شرف و نساد سے محفوظ رہوں گا میں وعدہ کرتا ہوں کہ ہر سال رقم معین خزانہ میں داخل کرتا رہوں گا اور کبھی نافرمانی اور سرکشی نہ کروں گا تنگنا داری نے اس خط کا یہ جواب دیا کہ تیرے تمرد اور سرکشی کی شامت دوسرے ننگواریوں پر بھی سوار ہوئی تو راجہ کے مقرب درباریوں میں تھا تیری ننگواری کی تقلید اور دل نے بھی کی جن کی وجہ سے تمام ملک ہمارے قبضہ سے نکل گیا بلکنہ ری اور چند اکری کے شہر مسلمانوں نے میرے لئے چھوڑ دیئے ہیں میں انہیں کی حفاظت نہیں کر سکتا اگر تیرے نزدیک یہ مناسب ہو تو دروہو اہر سے کام لے اور اپنے نخل اور زربستی کو بالائے طاق رکھ کر دولت کو خزانہ سے نکال آؤ جس طرح ملن ہو صلح کر لے اور اگر ایسی صورت سے بھی صلح ممکن نہ ہو تو ہر طریقہ اور ہر حیلہ سے اپنے قریب و جوار کے راجاؤں کو اپنے سے راضی اور خوش کر آؤ وہ دہر بیر کر کہ دوسرے اطراف کے فرمانروا بھی تیرے فرزند کے ساتھ ہو کر وقت و بے وقت

مسلمانوں کے لشکر گاہ پر بچھاپے مار کر ان کو اطمینان و آرام کے ساتھ نہ رہنے دیں تم لوگ ایسا انتظام کرو کہ تمھاری فوج کے پیادے جو رہنکر مسلمانوں کے لشکر میں جائیں اور جس کسی کو بھی پائیں کٹارہ سے اس کا تمام کر دیں۔ میں اس بارہ میں دوسرے راجاؤں کے نام بھی فرامین جاری کرتا ہوں اور ان کو تاکید کرتا ہوں کہ تیری امداد کریں اگر وہ میرا حکم مان لیں اور تیرے ساتھ متفق ہو کر کام کریں تو قہو المرادو گر نہ یہ امر یقین ہے کہ نیکا پور کا قلعہ سر ہونے کے بعد تمام قلعے آسانی سے مسلمانوں کے قبضہ میں آجائیں گے۔ اس جواب سے بلب اگرچہ ناامید ہو گیا لیکن اس نے مجبوراً وارث ملک کے حکم کی تعمیل کی اور جیرہ اور چند رکونی کے راجاؤں کو اپنا رفیق طرقت بنایا تاکہ یہ لوگ بلب کے فرزند کے ساتھ ملکر راجہ کرنا ملک کی ہدایت کے موافق مسلمانوں کو تنگ کریں اس کارروائی سے عدالت پناہ کے لشکر میں قحط کے آثار نمودار ہوئے اور ہر رات فوج کے کسی نہ کسی گروہ سے فریاد کی آواز سنائی دینے لگی ہر طرف یہی شور و غل تھا کہ چوروں نے فلاں فلاں اشخاص کو تہ تیغ کیا۔ اس تدبیر میں کامیابی کی وجہ یہ تھی کہ کرناٹک کے پیادے تھوڑے ہی طبع پر جان بدھیل جاتے تھے ان لوگوں کا دستور تھا کہ اپنے کو حریف کی گرفت سے محفوظ رکھنے کے لئے یہ پیادے اپنے جسم پر ایک قسم کا تیل ملتے تھے جس کے اثر سے ہاتھ پھسل جاتا تھا اس طرح اپنے کو دشمن سے مامون سمجھ کر جب کبھی کہ موقع ملتا تھا گھوڑے اور انسان سب کو کٹارہ سے بیجان کرتے تھے۔ اس کے علاوہ یہ بھی مشہور ہے کہ کرناٹک کے باشندے جادوگری میں بھی مشاق ہیں اور ان کا زبردست افسوں یہ ہے کہ جس جگہ اپنے مردوں کو جلاتے ہیں وہاں کی خاک اپنے پاس رکھ لیتے ہیں اور ضرورت کے وقت اس مٹی پر منتر پڑھ کر جس گھر یا خیمہ پر ڈال دیتے ہیں وہاں کے لوگ غافل ہو جاتے ہیں اگر افسوں زدہ اشخاص بیدار ہو بھی جاتے ہیں اور چوروں کو دیکھ بھی لیتے ہیں تو جب تک سامنا نہ ہوتا ہے نہ کچھ بول سکتے ہیں اور نہ اونٹن کر اپنی جگہ سے کہیں اور جاسکتے ہیں۔ مختصر یہ کہ



بادشاہ کے لشکر میں ایک عجیب رنگا مہر پا ہوا اور قریب تھا کہ مسلمان کوچ کر کے واپس ہو جائیں کہ مصطفیٰ خاں نے مسلمانوں کو بھاگنے سے روکا اور چوروں اور قحط کے دفعیہ کی یہ تدبیر کی کہ ہر کی امیروں کو جو غیر مسلم بیباک اور بہادر تھے اور ابراہیم عادل کے وقت سے علی عادل کے زمانہ تک امارت کی زندگی بسر کر رہے تھے حکم دیا کہ یہ لوگ جن کی تعداد چہ ہزار تھی ہندوؤں کے لشکر کے مقابلے میں قیام پذیر ہو کر حریف کو اس بات کا موقع نہ دیں کہ غلہ اور اذوقہ کی راہیں بند کر سکے اور آٹھ ہزار سادوں کے لشکر ایک گز کے فاصلہ میں کھینچا اور ان کو حکم دیا کہ لشکر کی حفاظت میں انتہائی کوشش کریں۔ اور اگر کسی وقت غافل ہو جائیں اور حریف کے چور کسی نہ کسی طرح اپنے کو لشکر میں پہنچائیں تو لشکر گاہ کے جس طرف شور و غل کی آواز بلند ہو یہ لوگ اس سمت کا رخ کریں اور سر راہ کھڑے ہو کر جو شخص بھی لشکر سے نکلے اسے فوراً قتل کریں۔ اس حکم کی بنا پر کوئی شخص بھی رات کے وقت لشکر کے باہر نہ جاتا تھا حریف کے پیادوں نے اپنی عادت کے موافق شبنون مارنا شروع کیا یہ چور لشکر میں ایسے اور مسلمان پیادے آواز سنتے ہی ان پر کئے سر بہ پہنچ جاتے تھے اور چوروں کے بھاگتے ہی پیادے ان پر حملہ کرتے اور ان کو تہ تیغ کر ڈالتے تھے مصطفیٰ خاں کی اس تدبیر سے چوروں کے شر سے نجات ملی اور غلہ اور تمام ضروریات زندگی کے سامان اطراف و جوانب سے مسلمانوں تک اس کثرت سے پہنچ گئے کہ حد بیان سے باہر تھے۔ الغرض ایک سال کامل بر کی امیروں اور بلب کے فرزند کے درمیان معرکہ کارزار قائم رہا ہر روز شدید لڑائی ہوتی جس میں طرفین سے آدمی کام آتے تھے مسلمان اطمینان کے ساتھ قلعہ کا محاصرہ کئے ہوئے تھے اور ہر روز لڑائی کا بازار گرم کرتے تھے اہل قلعہ بھی بیحد جرات اور بہادری کے ساتھ آلات التباذی اور نیزہ دیگر طریقوں سے حریف کی مدافعت کر رہے تھے کہ اسی دوران میں بلب وزیر کے فرزند نے اپنی طبعی موت سے دنیا کو خیر باد کیا اس سانحہ سے اہل قلعہ

دل شکستہ ہو گئے اور خود بلب پر بھی غم کا پہاڑ ٹوٹ پڑا۔ محاصرہ کی مدت کو ایک سال تین مہینے گزر گئے اطراف و جوانب کے راجا بھی پریشان اور تنگ آکر اپنے اپنے ملک کو روانہ ہو گئے اہل حصار نے عدالت پناہ سے اپنے اہل و عیال اور جاں و مال کی امان چاہی بادشاہ نے ان کی درخواست کو قبول کیا اور ان کی خواہش کے موافق ایک عہد نامہ لکھ کر ان کے پاس بھیج دیا۔ جس دن کہ اہل قلعہ اپنے حصار کو چھوڑ کر جانے والے تھے اور وہاں کے خوف سے مصطفیٰ خاں اپنے خاصہ کے لشکر کو ہمراہ لے کر قلعہ کے نزدیک کھڑا ہو گیا۔ بلب وزیر اور اس کے تمام سپاہی اپنا مال و اسباب اور اپنے اہل و عیال کو ساتھ لیکر حصار سے نکل کر اطراف کرناٹک میں آبادہ وطن ہو گئے۔ علی عادل شاہ اپنے چند مقرب درباریوں کے ساتھ قلعہ میں داخل ہوا اور موزن لئے امامیہ مذہب کے موافق اذان دی اور اسی روز ایک بہت بڑا بیتخانہ توڑ کر مسجد کی طرح ڈالی گئی عدالت پناہ اور مصطفیٰ خاں نے حصول سعادت کے لئے اپنے اپنے ہاتھوں سے خانہ خدا کے بنیادی پتھر رکھے اس فتح کے بعد مصطفیٰ خاں کی شوکت اور عظمت دو چند ہو گئی اور خلعت خاص سے مشرف کیا گیا یہ وہ خلعت تھا جو کشتوراء اسد خاں کے علاوہ کسی دوسرے امیر کو اس خاندان میں نہ ملا تھا۔ اس کے علاوہ بے شمار برگے اور قرعے اس نواح کے مصطفیٰ خاں کی جاگیر میں دئے گئے مصطفیٰ خاں کا استقلال انتہائے کمال کو پہنچ گیا اور عیش پسند بادشاہ نے تمام ملکی اور مالی بہات اس کو سپرد کر کے اپنی انگشتری بھی مصطفیٰ خاں کے حوالہ کر دی۔ بادشاہ نے مصطفیٰ خاں کو اجازت دی کہ ملک کے تمام بہات اپنی رائے سے فیصلہ کرے اور کسی معاملہ میں بھی بادشاہ کی رائے حاصل کرنے کا انتظار نہ کرے چار مہینے گزرنے کے بعد نیکاپور کا قلعہ پورے طور پر قبضہ میں آ گیا اور وہاں کی رعایا نے خوشی سے بادشاہ کی اطاعت قبول کی بادشاہ نے خود قلعہ میں قیام کیا اور مصطفیٰ خاں کو بیس ہزار سوار اور خزانہ اور توبخا نہ اور قورخانہ عنایت کر کے اسے جبرہ اور چندر کوئی کے حصار فتح کرنے کا حکم دیا۔ مصطفیٰ خاں قلعہ جبرہ کے حوالی میں پہونچا حصار کا حاکم سہمی ارسپ نایک عاجزی کے ساتھ پیش آیا

اور اس نے خراج ادا کرنے کا وعدہ کیا چونکہ یہ راجہ بنگاپور کے معرکہ میں مصطفیٰ خاں کو  
 تھکے اور ہلکے بھجور دستی کی راہ کھول چکا تھا مصطفیٰ خاں نے اس کی درخواست  
 قبول کی اور خراج کی رقم وصول کر کے چند رکونی کی طرف بڑھا اس قلعہ کا راجہ  
 صلح پر راضی نہ ہوا بلکہ اپنی قوت اور قلعہ کے استحکام اور جنگوں کی کثرت نے  
 اسے ایسا مغرور کیا کہ حریف کی مداخلت پر آمادہ اور تیار ہو گیا۔ مصطفیٰ خاں اور  
 دوسرے امرا نے حصار کا محاصرہ کر لیا اور برکی امیران غیر مسلموں کے مقابلہ میں  
 متعین کئے گئے جو اطراف و جوانب سے چند رکونی کے باشندوں کی اعانت  
 کرنے کے لئے آئے ہوئے تھے مسلمانوں نے غلہ کی رسد بند کر دی اور اس طرح  
 ہر تدبیر سے دس ہفتے میں اس قلعہ کو بھی ۹۸۳ ہجری میں جو کچھ مسلمانوں کے  
 قبضہ میں نہ آیا تھا فتح کر لیا اور فتح نامہ بادشاہ کی خدمت میں روانہ کیا۔  
 علی عادل نے اس قلعہ کی سیر کرنے کا ارادہ کیا اور بنگاپور سے اس طرف  
 کا رخ کیا اس قلعہ میں چند دلوں عیش و عشرت میں بسر کئے اور کرناٹک کے  
 باشندوں کو بے حد پسند کیا غرض کہ تین سال اور کچھ مہینوں کے بعد علی عادل بیجاپور  
 واپس آیا بادشاہ نے اپنی بہر مصطفیٰ خاں کے پاس چھوڑ دی اور اسے  
 چند رکونی اور اس کے نواح کی حفاظت کا حکم دیا علی عادل نے مصطفیٰ خاں کو  
 یہ سمجھا دیا کہ اگر کوئی فرمان اطاعت ال دیوانی کو پہونچے اور اسے بیجاپور سے  
 چند رکونی روانہ کریں تو اگر اس فرمان کا مضمون مصطفیٰ خاں کے نزدیک تعمیل کے  
 لائق ہو تو اس پر بادشاہ کی مہر کر کے دارالملک کو واپس کر دے ورنہ اس کو  
 بیکار سمجھ کر اپنے پاس رکھے دوسرے سال مصطفیٰ خاں کا خط بادشاہ کے نام  
 اس مضمون کا آیا کہ قدیم زمانہ میں چند رکونی کا قلعہ ایک پہاڑ پر واقع تھا  
 اس قلعہ کے مسمار ہوئے کے بعد اس نواح کے بعض راجاؤں نے نا عاقبت  
 اندیشی سے دوسرا حصار دامن کوہ میں ایک مسطح زمین پر تیار کیا منگوار کی  
 صلاح یہ ہے کہ جہاں پناہ تشریف لائیں اور بالائے کوہ کا منظر ملاحظہ فرما کر  
 اگر مناسب ہو تو دامن کوہ کا حصار مسمار کر کے حسب دستور سابق بالائے  
 کوہ قلعہ تعمیر کیا جائے۔ علی عادل شاہ چند خاص مقرب درباریوں کے ساتھ

چندر کوئی پہونچا اور مصطفیٰ خاں کی رائے سے اتفاق کر کے بالائے کوہ قلعہ بنانے کا حکم دیا اور قلعہ ٹنگوان کے راہ سے بیجا پور واپس آیا مصطفیٰ خاں نے اپنی وفاداری کے لحاظ سے ایک برس میں نیا حصار تیار کر لیا اور بادشاہ نے مصطفیٰ خاں کی التماس کے موافق پھر چندر کوئی کا سفر کیا اور اس امیر کی وفات شعاری اور حسن خدمات سے بھی خوش ہوا اس زمانہ میں مصطفیٰ خاں نے قلعہ کر کے راجا شکر نایک کے پاس جو چندر کوئی کے نواح میں حکمران تھا ایک قاصد روانہ کیا اور اس کو بادشاہ کی اطاعت قبول کرنے کا پیغام دیا اس راجہ نے اپنی خیر اسی میں دیکھی کہ مصطفیٰ خاں کی درخواست کو قبول کرے شکر نایک بادشاہ کی قد مبوسی کے لئے حاضر ہوا اور بادشاہ سے اپنے ملک کی سیر کرنے کے لئے عرض کیا علی عادل نے اپنا لشکر چندر کوئی میں چھوڑا اور مصطفیٰ خاں کے ہمراہ پانچ یا چھ ہزار سواروں کے ساتھ لیکر کرور واندہ ہوا یہ قلعہ ایک کوہستان میں واقع ہے جس میں بیشمار درخت ہیں اس قلعہ کو آنے جانے کی راہ ایسی تنگ ہے کہ اکثر جگہ ایک سوار سے زیادہ جانے کا راستہ نہیں ہے۔ راستہ کے سبب سے بادشاہ کے بہت سے ہمراہی خوفناک ہوئے اور انہوں نے واپسی کا ارادہ کیا بادشاہ نے اپنے ارادین کے مشورہ کے موافق قلعہ کی حکومت شکر نایک کو سپرد کی اور جو چندر کوئی واپس آیا مصطفیٰ خاں نے اب بھی خیر خواہی سے کام لیا اور شکر نایک سے کہا کہ بادشاہ تمہارے اور اس نواح کے دوسرے راجاؤں کے ملک پر قبضہ کرنے کا ہم ارادہ رکھتا ہے اس وقت میں نے بڑی کوشش سے تمہارے ملک سے واپس کیا ہے اگر تم اپنی سلامتی اور خیریت چاہتے ہو تو باج و خراج کا ادا کرنا قبول کرو اور تم دوسرے راجاؤں کو بھی اس بات پر راضی کر لو تاکہ میں بادشاہ سے عرض کر کے اس کے خیال کو دل سے نکال دوں شکر نایک نے اطاعت قبول کی اور حاکم قلعہ جد جیرہ ارسب نایک اور بہرہ دیوی حاکم قلعہ کنارا آب اور جلو می حاکم قلعہ ساحل عمان اور راجہ بندر باسلور و باکلور و باکلہ بھوں کو نصیحت کی کہ بادشاہ کی اطاعت قبول کر کے ادائے خراج کا اقرار کریں

ان تمام راجاؤں نے نایک کی نصیحت قبول کی اور سب کے سب عدالت  
 پناہ کے حضور میں حاضر ہوئے اور ساٹھ لاکھ پچاس ہزار ہونہوں بطور پیش بادشاہ  
 کے ملاحظہ میں گزارے اور یہ طے پایا کہ شکر نایک بہرہ دیوی اور راجہ بندر باسلور  
 اور دوسرے راجہ سب ملکر ہر سال تین لاکھ پچاس ہزار ہونہوں خزانہ شاہی میں  
 داخل کرتے رہیں ان میں ہر ایک خلعت شاہانہ سے سرفراز ہو کر مطلق اور  
 خوش حال اپنے اپنے ملک کو روانہ ہوا اور علی عادل شاہ کے تمام عہد فرمانروائی  
 میں ہر سال ساٹھ لاکھ تین لاکھ ہونہوں برابر ادا کرتے رہے اس رقم کے علاوہ  
 یہ ہندو راجہ مخفی طور پر تیس ہزار ہونہوں اور موتی زبرجد یا قوت اور دوسرے  
 قسم کے جوہرات مصطفیٰ خاں کی خدمت میں پیش کر کے اپنی نجات اور سلامتی  
 کے لیے منانے رہے لکھتے ہیں کہ جس وقت راجگان اور رانیاں عادل شاہ کی  
 خدمت میں حاضر ہوئیں اور بادشاہ نے سمجھوں کو خلعت سے سرفراز کیا تو پھر  
 دیول اور جلی کے لئے زمانہ خلعت سامنے رکھے گئے ان شیردل عورتوں  
 نے زمانہ خلعت قبول کرنے سے انکار کیا اور کہا کہ ہماری صورت اگرچہ  
 عورتوں کی ہے لیکن ہم ضرب شمشیر سے جو مردوں کا جوہر ہے ملک پر حکمرانی  
 کر رہے ہیں بادشاہ کو ان عورتوں کی تقریر بید پسند آئی اور اس نے ان  
 رانیوں کو بھی شمشیر مرصع اور اسپ تازی کے ساتھ مردانہ خلعت عطا فرمایا  
 یہ دونوں رانیاں عرصہ سے اپنے اپنے ملکوں میں حکومت کر رہی  
 ہیں اور آج تک ان مالک کی بھی رسم ہے کہ فرمانروائے وقت عورت ہی  
 ہوتی ہے اور رانیوں کے شوہر صرف امراء میں داخل ہوتے ہیں اور امور جہان بینی  
 سے ان کو مطلقاً سروکار نہیں ہوتا اور روزانہ مثل دوسرے ملازمین کے  
 رانی کی خدمت گزاری کرتے ہیں غرضکہ دیگر امراء اور حکام اور خود شوہروں  
 کے درمیان کچھ فرق نہیں ہوتا۔ الغرض جب اس نواح کے تمام راجہ بادشاہ  
 کے مطیع ہو گئے تو علی عادل نے بندری پنڈت کو جو خاندان عادل شاہی کا معتبر  
 ملازم اور قوم کارہمن تھا ان صوبوں کا دیوان اور مصطفیٰ خاں کو ان مالک کا حاکم  
 با اختیار مقرر کیا اور حمام قطاع اور مالک مصطفیٰ خاں کو پیر دکر کے افضل خاں شیرازی کو

منصب و کالت اور میرنگی عطا کیا اور دوبارہ بیجا پور واپس آیا۔ مصطفیٰ خاں فطرۃ  
وفا شعار تھا اور ہمیشہ اس فکر میں رہتا تھا کہ کشور کشائی کا بہادرانہ مشغلہ ہمیشہ جاری  
رہے۔ اس امیر نے ان اطراف کا انتظام کر کے اپنے ایک مقتدر امیر سی علی خاں  
کو عادل شاہ کی خدمت میں روانہ کیا اور بادشاہ سے لنگڑہ کو فتح کرنے کی التجا کی  
یہ شہر کرنا ملک کا بانی تخت تھا مصطفیٰ خاں کا معروضہ خود بادشاہ کا عین مدعا تھا  
علی عادل نے فوراً لشکر کو تیار ہو نیک حکم دیا۔ بادشاہ نے بڑی شان و شوکت کے  
ساتھ بیجا پور سے سفر کیا اور سب سے پہلے قلعہ اوونی کا تماشہ دیکھ کر قدم آگے بڑھایا  
بیجا پور کے حوالی میں مصطفیٰ خاں اپنے لشکر اور ترکی امیروں کے ہمراہ بادشاہ  
کی خدمت میں حاضر ہوا علی عادل مع اپنے تمام ہمراہیوں کے منزل بمنزل لنگڑہ  
روانہ ہوا لنگڑہ کی مسلمانوں سے مقابلہ نہ کر سکتا تھا علی عادل کے آنے کی خبر  
سُنا کر راجہ نے لنگڑہ کا قلعہ اپنے ایک مقتدر امیر کے سپرد کیا اور خزانہ اور ہاتھیوں  
اور اثاثہ سلطنت کو ساتھ لے کر جلد سے جلد حیدر کیری کو روانہ ہو گیا۔  
علی عادل لنگڑہ پہنچا اور بادشاہ نے پہلے اطراف شہر اور قلعہ کو اپنے امیروں پر  
تقسیم کیا اور ہر ایک کے لئے علیحدہ موہر چل مقرر فرمایا تین مہینے کے بعد قریب تھا  
کہ اہل شہر تنگی غلہ و اذوقہ سے پریشان ہو کر امان کے خواستگار ہوں اور قلعہ  
بادشاہ کے سپرد کر دیں کہ تنگنا دہی کو اس حال سے آگاہی ہو گئی اور اس نے  
آٹھ لاکھ ہوں اور پانچ بڑے ہاتھی ہندیا رتم نایک کے پاس روانہ کئے ہندیا  
رتم عادل شاہ ہی برکی امیروں میں ایک بڑا سردار تھا اس رشوت کا  
مقصود یہ تھا کہ ہندیا نایک اپنے مالک سے بیوفائی کر کے بادشاہ کے مقابلہ  
میں علم مخالفت بلند کرے اور چار ہزار سواروں کے ساتھ سہلانوں سے  
علیحدہ ہو کر اپنے موہر چل سے فرار کرے ہندیا نے ٹکرائی پر کرماندھی اور اپنے  
سواروں کے ساتھ موہر چل سے فرار ہو کر بادشاہی لشکر کو نقصان پہنچایا اور  
عادل شاہی فوج سے جدا ہو گیا۔ وہ سترے دن ہندیا کی ترغیب سے دوسرے  
چار برکی امیروں نے بھی راہ مخالفت اختیار کی اور پانچ ہزار سواروں  
کے ساتھ ہندیا سے جا ملے۔ یہ گروہ چوری اور ڈاکہ زنی میں مشاق اور

بے نظیر تھا ان حکمرانوں نے سرقہ کرنا شروع کیا اور اسلامی لشکر کے اطراف  
 و جانب کی غارتگری میں مشغول ہوئے غلہ اور چارہ لشکر سے چرا لئے میں  
 انھوں نے پوری کوشش کی ان واقعات کی بنا پر علی عادل اور مصطفیٰ خاں  
 نے محاصرہ سے دست بردار ہونا ضروری خیال کیا اور کوچ کر کے حوالی  
 بیکا پور میں پہنچے۔ بادشاہ نے مصطفیٰ خاں کو اس نواح کے انتظام کے  
 لئے بیکا پور میں چھوڑا اور خود ۹۸۶ھ ہجری میں بیجا پور واپس آیا علی عادل شاہ کو  
 معلوم ہوا کہ برکی امیر دول نے اپنے اپنے قلعوں پر جو شہر بجا نگر کی سرحد پر  
 واقع ہیں باغیانہ قبضہ کر لیا ہے اور شاہی اطاعت سے انکار کرتے ہیں اس نے  
 مرتضیٰ خاں ابجو کو برکیوں کے اکثر پرگنات کا جاگیر دار مقرر کیا اور اسے  
 تین ہزار تیر انداز سواروں اور کئی اور کشتی امیر دول کے ایک گروہ کے ساتھ  
 ان بے وفائوں کے دفعہ کے لئے روانہ کیا۔ مرتضیٰ خاں سیف عین الملک  
 کے قتل کے بعد علی عادل کے زمانہ حکومت میں اس خاندان کا ملازم ہو کر گروہ  
 امرا میں داخل ہو چکا تھا۔ مرتضیٰ خاں اور باغیوں کے درمیان اکثر معرکے  
 ہوئے اور اگرچہ طرفین سے بے شمار لوگ کام آئے لیکن لڑائی کا نتیجہ نہ  
 نکلا اور غالب و مغلوب میں تمیز کا ہونا دشوار ہو گیا جب معرکہ آرائی کی  
 یہ نوبت پہنچی تو مصطفیٰ خاں نے جو قلعہ بیکا پور میں مقیم تھا علی خاں کو عادل شاہ  
 کی خدمت میں روانہ کیا اور عرض کیا کہ لشکر کو چور دول کے مقابلہ میں روانہ  
 کر کے اس طرح بندگان خدا کی جائیں تلف اور اپنی قوت کو کم کرنا اٹن فراست  
 سے بعید ہے مناسب یہ ہے کہ ان باغیوں کو حیلہ اور بہانہ سے بیجا پور میں  
 طلب کر لیا جائے اور اس کے بعد جو مناسب ہو ان کے ساتھ سلوک  
 فرمایا جائے۔ علی عادل نے اس رائے سے اتفاق کیا اور اسو بینڈست  
 کو جو قوم گڑھ میں تھا دوسرے معتمد اشخاص کے ساتھ بارہا باغیوں کے پاس  
 بھیجا جس کا مقصد یہ تھا کہ جس طرح سے بھی ممکن ہو باغیوں کو دلا سادے کر  
 بیجا پور میں لے آئے ہندیا نایک بیجا پور کی روانگی کو خلاف مصلحت سمجھا اور  
 اس نے ایک مجلس مشاورت منعقد کی اور سرورپ نایک رائے ہوج ل

دیونا ایک اور تنہا ایک وغیرہ دوسرے سردار ان قوم سے جن میں ہر ایک  
برکی امیروں میں داخل تھا یہ کہہ کر جس زمانہ میں کہ سارا کرناٹک فتح ہو کر بادشاہ کے  
قبضہ میں آنے والا تھا اور واقعات کی بنا پر یہ یقین تھا کہ کرناٹک کی حکومت  
رامراج کے خاندان سے عادل شاہی گھرانے میں منتقل ہو جائے گی اس وقت  
ہم نے بادشاہ کی مخالفت کی اور اس کے مقاصد کے حصول میں سدراہ اور جارج  
ہوئے اتنا بڑا گناہ بادشاہ کے دل سے کیونکر محو ہو جائے گا اور اتنی بڑی تقصیر پر  
وہ اب کس طرح ہم سے راضی ہو گا میرا خیال ہے کہ مسلمان ہم کو دھوکہ دے کر  
بیجا پور لئے جاتے ہیں تاکہ وہاں پہونچ کر ہم سے ہماری بیوفائی کا بدلہ لیں۔  
ان امیروں نے ہندیا کی بات نہ سنی اور بیجا پور روانہ ہونے پر پوری طرح  
تیار ہو گئے۔ ہندیا ایک ان سے جدا ہو گیا اور ننگنڈہ جا کر اس نے تنگنادری  
کی طامست اختیار کر لی سب سے پہلے جو ترائے بیجا پور پہونچا اور بادشاہ  
نے اسے خلعت امارت عطا فرمائی تو یہ خیر دور دور شہور ہوئی اور دوسرے  
باغی امیر بھی عہد و پیمان لے کر بیجا پور پہونچ گئے۔ غرض کہ سارے گھنگار پائے تخت  
میں جمع ہوئے علی عادل کے غصہ کی آگ بھڑکی اور اس نے جوت رائے کی  
آنکھیں نکال ڈالیں اور جوئل ٹایک دیونا ایک اور تنہا ایک کو بدترین عذاب کے  
ساتھ قتل کیا اور ان کے کشتوں کو تختوں پر لا کر سارے شہر میں  
گشت کرایا اور اس طرح ان باغیوں کے فتنہ سے نجات حاصل کی علی عادل کے  
کوئی اولاد نہ رہی بادشاہ نے ماہ شوال ۹۸۷ھ ہجری میں اپنے بھائی کے فرزند  
یعنی شاہنوازہ ابراہیم بن شاہ طہاسپ کو اپنا ولی عہد مقرر کیا اور امیروں اور  
ارکان دولت سے کہا کہ میرے بعد تمہارا بادشاہ یہ ہو گا۔ علی عادل نے اسی  
ہمینہ میں ایک بہت بڑا جشن عشرت منعقد کیا اور شاہنوازہ ابراہیم کے زہم  
ختم سے فراغت حاصل کی۔ نقل ہے کہ شب ختمہ کو دکن کی رسم کے موافق شاہنوازہ  
کو سرخ لباس پہنا کر شہر میں گشت کے لئے محل شاہی سے باہر نکالا گشت بازی کے  
درخت اور نیر ہر قسم کے گولے وغیرہ سڑک کے دونوں طرف لگائے  
گئے تھے اتفاق سے کشبازی میں آگ لگ گئی اور تقریباً سات سو آدمی



نذر اجل ہوئے لیکن خدا کا شکر ہے کہ شاہزادہ عالی مقدار کو کسی طرح کا مدد نہ نہیں پہونچا اور اول ہی سے یہ بادشاہ صاحب قرآن عربی خاص و عام سب کے لئے مدد و رحمت الہی ہوا اور ملک اور قلعوں کے فتح ہونے اور حبشی اور برکی امر کی گوشمالی کے بعد بادشاہ کبھی تو خلوت خاص میں بیٹھ کر آرام و آسائش سے اپنی زندگی کے دن بسر کرتا تھا اور کبھی جنت سلیمان سے باہر بیٹھ کر عایا کو مسرور اور مطمئن کرتا تھا۔ بادشاہ میں تمام صفات حمیدہ جمع تھیں لیکن باوجود جامع اوصاف ہونے کے علی عادل حسن پرست اور شیدائے جال تھا اس بادشاہ کو خوب صورت خواجہ سراؤں اور صاحب حسن و جال غلاموں کے جمع کرنے کا بے حد شوق تھا۔ علی عادل نے ایک قاصد امیر برید کے پاس بھیجا اور اسے یہ پیغام دیا کہ تمہارے پاس دو عین اور صاحب جمال خواجہ سرا موجود ہیں ان دونوں کو جلد سے جلد میرے پاس روانہ کر دو علی برید نے چند روز تو حیلہ و بہانہ میں گزارے اسی زمانہ میں مرکزی نظام شاہ بھری نے برید پر حملہ کیا اور علی برید نے عدالت پناہ سے مدد طلب کی بادشاہ نے دو ہزار سوار برید کی امداد کے لئے روانہ کئے امیر برید نے اس زمانہ میں عادل شاہ کو ان خواجہ سراؤں کا بے حد مشتاق پایا اور دو عین غلاموں کو برید سے بچا پورا روانہ کر دیا۔ خواجہ سرا بچا پورا پہونچنے اور انھیں اپنے یہاں پہونچنے کی وجہ معلوم ہوئی ان غلاموں میں سے ایک نے جو سن میں اپنے ساتھی سے بڑا اور حسن میں اس سے بہتر تھا ایک چاقو اپنے شر وال میں چھپا لیا۔ دونوں خواجہ سرا بادشاہ کے حضور میں پیش کئے گئے اسی رات کو بڑے غلام نے چاقو سے علی عادل کو قتل کیا۔ علی عادل نے بخشنہ کے دل تکیوں میں صفر شہید بھری کو عدالت کی اس سانحہ کی تاریخ "ظلم دیدہ مشہور و معروف ہے مازنما کی مشہدی نے علی عادل کی وفات کا مرقعہ موزوں کیا۔ تمام اعیان ملک اور اراکین دولت اس سانحہ کی قیامت خیز سے بے حد رنجیدہ اور ملول ہوئے مگر خاں شاہ نفع اللہ شیرازی شاہ ابوالقاسم انجو جو بادشاہ کے مصاحب اور مددگار تھے اور میرزا الدین اصفہانی اور دوسرے سادات و علما جو اطراف و جوانب سے آکر عدالت پناہ کے سایہ عاطفت میں زندگی بسر کر رہے تھے بھینر و کیفین میں مصروف ہوئے اور

جنازہ شاہانہ آداب و مراسم کے ساتھ اٹھا کر بادشاہ کو ایک خطیرہ میں جو شہر کے اندر واقع ہے دفن کیا یہ خطیرہ اس وقت روضہ علی کے نام سے مشہور ہے اس واقعہ کے دوسرے دن ابراہیم عادل شاہ ثانی نے جو علی عادل کے بعد فرما کر دائے ملک ہوا دونوں غلاموں کو قتل کیا۔ بیجا پور کی جامع مسجد اور شاہ پور کا خالاب اور آب کار خج جو تمام رعایا کے لئے وقف ہے اور علی عادل کے عہد میں کمال نشوونما کے اہتمام سے تکمیل کو پہنچا اس بادشاہ کی یادگار ہیں۔ علی عادل بڑا سخی تھا ابراہیم عادل اول نے ایک کروڑ پلائی ہون اور بے شمار قیمتی جواہرات اور موتی خزانہ میں جھپوڑے کئے علی عادل نے باپ کا تمام اند دختہ اور نیز خود اپنے عہد کی تمام دولت ایران و توران عرب و روم اور دیگر ممالک کے فضلا و مستحقین کو عطا فرمادی۔ بادشاہ کی وفات کے وقت خزانہ میں سوا زر کرنا ملک کے جو آخری عہد میں مصطفیٰ خاں کی کوشش سے حاصل ہوا تھا اور کوئی دولت موجود نہ تھی بلکہ اس رقم کا بھی ایک بہت بڑا حصہ درویشوں اور محتاجوں کے نذر ہو چکا تھا علی عادل کے عہد حکومت میں دیو لٹی اکبر بادشاہ کے مختلف اوقات میں بیجا پور وارد ہوئے بادشاہ نے دونوں قاصدوں کو بید اعزاز و اکرام کے ساتھ شہر میں بلوایا۔ اکبر کا پہلا لٹی حکیم علی گیلانی تو بیش قیمت تحفے اور ہارے لے کر شہر سے واپس گیا اور دوسرا قاصد حکیم عین الملک ہمنوز بیجا پور ہی میں مقیم تھا کہ بادشاہ قتل کیا گیا اور عین الملک بلا کسی تحفے کے بارگاہ اکبری کو واپس گیا۔

ابراہیم عادل شاہ ثانی علی عادل کی وفات کے بعد اراکین دولت نے ابراہیم عادل شاہ کو تخت حکومت پر بٹھایا بادشاہ باوجود اس کے کہ پورے دس سال کا بھی نہ تھا لیکن اپنے فطری جوہر حکمرانی سے اس نے ہر امیر کو نہایت موثر اور مناسب تقریر سے مطمئن کیا۔ اہل دربار نے روپیہ اور شہنشاہی بادشاہ کے سر پر بچھا کر کئے اور خدا کی بلا لگنے میں سجدہ شکر ادا کر کے بادشاہ عالی جاہ کے نام کا خطبہ پڑھا دو کانداریوں نے اظہار شادمانی اور مسرت میں اپنی دوکانوں کو ہر رنگ کے دیبا اور ریشم اور شام اور فرنگ

کے طرح طرح کے قیمتی کپڑوں سے آراستہ کیا اور ہندوستان کی رسم کے موافق گاڈوگو سفند و ظروفنگلی کو نقد جنس سے پر کر کے بادشاہ کے سر پر سے تصدق کیا۔ سپرد و کار عالم جس عظیم الجاہ انسان کیلئے مرتبہ فرمانروائی مقدر فرماتا ہے اس کو پہلے ہی سے ہر طرح کی خوبیاں اور سعادت عطا فرماتا ہے چنانچہ بادشاہ دیں پناہ لئے ادا اہل عمر ہی میں سواری اور نیزہ بازی جمیع آلات حرب کی مشق اور بہارت حاصل کی اور قرآن پاک کی تلاوت اور دیگر علوم کی تعلیم میں بسر کی اور کسی طفلانہ لہو و لعب کے گرد نہیں پھٹکے۔ اللہ تعالیٰ عدالت پناہ کو ہر طرح کی دینی اور دنیاوی سعادت مرحمت فرمائے۔

واقعات خسرو عدالت تائیں | بادشاہ کے ابتدائی زمانہ میں چند معتبر ملازمین نے ابراہیم عادل شاہ ثانی | غلبہ حاصل کر کے سلطنت کے تمام مہات کو اپنے قبضہ اقتدار میں لے لیا چونکہ ان اشخاص کا ذکر تاریخ

میں درج کرنے کے لایق ہے لہذا اختصار کے ساتھ ہدیہ ناظرین کیا جاتا ہے۔ واضح ہو کہ کامل خاں و کئی بہ عادل شاہی خاندان کے امراء کے گیار میں تھا علی عادل شاہ کے عہد حکومت میں برسر اقتدار ہوا اور قلعہ فرج کی تعمیر میں نمایاں خدمت انجام دے کر کام مافی اور ملکی امور کا مختار کامل بن گیا۔ کامل خاں نے اپنے معتمد حاشیہ نشینوں کو بادشاہ کے گرد مقرر کیا اور قلعہ کے تھانہ دار کو بھی اپنا ہجیال بنا کر ہر کس و ناکس سے مسلوک ہوتا رہتا تھا۔ کامل خاں نے بادشاہ کی تربیت چاند بی بی زوجہ علی عادل شاہ کے سپرد کی اور تمام مالک محروم سے اطمینان بخش فرامین جاری کئے سو اچھا دشمنیہ اور جمعہ کے ہر روز عدالت پناہ کو حرم سرا سے باہر نکالتا اور شاہانہ طریقہ پر دربار آراستہ کر کے خاص و عام کو شرفیابی کی اجازت دیتا اور بادشاہ کے حضور میں معاملات سلطنت کو اس خوبی کے ساتھ فیصل کر تا کہ کسی کو اپنے دشمن سے نقصان پہونچنے کا اندیشہ نہ تھا غرض کہ وہ مہینے تو اس طرح گزرے لیکن اس کے بعد کامل خاں کے دماغ میں نشہ غرور نے اپنا گھر کیا اور اپنے استقلال پر مغرور ہو کر اس نے چاند بی بی کے ساتھ بے ادبی کی چاند بی بی اس شوخی سے بیحد غضبناک ہوئی اور ترمیم نے

حاجی کشور خاں ولد کمال خاں کو خفیہ پیغام دیا کہ خان اب لایق وکالت نہیں ہے میں چاہتی ہوں کہ یہ خدمت تمھارے سپرد کر دوں تم جس طرح ممکن ہو کمال خاں کا قدم درمیان سے اٹھا دو اور اس معاملہ میں چون و چرا کو دخل دیکر ناخیر نہ کرو ورنہ اگر اس کی قوت اور زیادہ ہو جائیگی تو معاملہ مشکل سے مشکل ترین ہو جائیگا حاجی کشور خاں اس مشرورہ سے اپنے جانے میں پھولانہ سمایا اور اشراف ملک کے ایک گروہ کو اپنا ہم خیال بنا لیا اور چار سو آدمیوں کے ہمراہ جو سب کے سب مسلح تھے اس وقت پہونچا جب کہ کمال خاں سینر محل میں بیٹھا ہوا دیوانداری کر رہا تھا کشور خاں دفعۃً قلعہ میں پہونچا اور دروازہ اندر سے بند کر لیا تمھانہ دار کو قید کر کے سینر محل کی طرف بڑھا۔ کمال خاں حواشی زمانہ سے بے خبر تھا اس حالت کو دیکھتے ہی عزم سرائی طرف اس خیال سے دوڑا کہ چاند بی بی اس کی محافظت کرے گی اتفاق سے خواجہ سراؤں کا وہ گروہ جو اس کا ہی خواہ تھا اس مقام پر موجود تھا یہ گروہ کمال خاں کے پاس آیا اور اس کے کان میں کہا کہ یہ جو کچھ ہو رہا ہے چاند بی بی کے اشارہ سے ہے اس سے مدد کی امید رکھنا عقل سے بعید ہے۔ کمال خاں دریائے حیرت میں غرق ہو گیا اور یہ معلوم کر کے کہ قلعہ کا دروازہ دشمن کے قبضہ میں ہے عارت شاہی کے عقب سے قلعہ کی دیوار پر چڑھ گیا اور فتنہ بجانسور کا خیال کر کے اپنے کو ایک لبریز خندق میں گرایا اور تیسرا ہوا پارا تر گیا چونکہ ابھی اس کی زندگی کے دن باقی تھے شہر کے باشندوں نے اسے نہ پہچانا۔ کمال خاں باغ دروازہ امام میں جو قلعہ ارک کے خندق کے قریب واقع ہے پہونچا اور درختوں کی پناہ میں ہوا کی طرح دوڑتا ہوا احصار شہر پر جو قریب بارہ گز شری کے بلند ہے پہونچ گیا اور اس نے چاہا کہ حصار سے نیچے اُسے کمال خاں نے بلا کسی شخص کی مدد کے دستار اور کمربند اور دوش انداز شمال کو ایک دوسرے سے بانہ کر لنگورہ پر کمند کی طرح بانڈھا اور اس کی مدد سے نیچے اتر اس وقت کوئی شخص بھی اس کے پاس نہ آیا اور اس طرح پریشان اور بدحواس اپنے مکان پر جو شہر کے باہر واقع تھا پہونچ گیا اور فراری ہونیکا سامان کرنے لگا حاجی کشور خاں وغیرہ کو یہ گمان نہ تھا کہ کمال خاں اس قدر

عجلت سے کام لیا ان لوگوں نے تقریباً ایک ساعت بخوبی کامل خاں کو اس عمارت اور قلعہ میں تلاش کیا لیکن آخر کار ان کو معلوم ہو گیا کہ کامل خاں جان کے خوف سے حصار اور قلعہ سے نیچے اتر کر اپنے مکان پہنچ گیا۔ ان لوگوں نے بالاتفاق ایک گردہ کو اس کی گرفتاری کے لئے نامزد کیا کامل خاں اس ارادہ سے آگاہ ہو گیا۔ اور نقداً اور دولت اپنے ساتھ لے کر سات یا آٹھ آدمیوں کے ہمراہ احمد نگر کی طرف بھاگا لیکن ابھی دو منزل بھی نہ گیا ہو گا کہ کشور خاں کے آدمیوں کے ہاتھ میں گرفتار ہو گیا ان قید کرنے والوں نے یہ خیال کر کے کہ کہیں کامل خاں کے ملازم وہی خواہ عقب میں اس کو بچانے کے کئے نہ آتے ہوں فوراً اس کا سر تن سے جدا کر دیا اور اس کا مال و دولت سب تاخت و تاراج کر دیا۔

اس واقعہ کے بعد حاجی کشور خاں نے بجائے کامل خاں کے مہات سلطنت کو اپنے ہاتھ میں لیا اور چاند بی بی سلطان کے مشورہ سے تمام معاملات کو بحمد استقلال اور اختیار کامل کے ساتھ فیصلہ کرنے لگا۔ اسی دوران میں معلوم ہوا کہ بہزاد ملک ترک قسطنطنیہ نظام شاہ کا سرسبز نو بہت پندہ ہزار سواروں کی جمعیت سے سرحد عادل شاہی کے بعض ریگنوں کی تلخ کے لئے آ رہے کشور خاں نے بادشاہ کو اس واقعہ کی اطلاع دی اور شاہی حکم کے مطابق عین الملک اور انکس خاں اور دوسرے حبشی امیروں یعنی اخلاص خاں اور دلاور خاں وغیرہ کو ایک جہاز لشکر کے ساتھ نظام شاہیوں کے مقابلہ میں روانہ کیا۔ یہ امیر حوالی شاہ درک میں پہنچے اور چند روز انہوں نے اس مقام پر آرام کیا اور اس کے بعد جنگ آزمائی کا ارادہ کر کے نظام شاہی لشکر پر جو پانچ کوس کے فاصلہ پر مقیم تھا دھاوا کیا جس کی وجہ سے نقارہ اور نفیر کی آواز بلند ہوئی۔ بہزاد ملک کو ان کے ورود کی اطلاع ہوئی اور اس نے بھی آئین جنگ کے موافق اپنے لشکر کو آراستہ کیا۔ دونوں لشکروں کو جو تیغ و تبر کے دودر یا تھے آپس میں ملے اور ان کے سنگم پر بجائے پانی کے آگ روشن ہوئی اور ان کے ندیاں بھرنے لگیں ایک خونریز لڑائی کے بعد عادل شاہی فوج کو فتح ہوئی اور حریف میدان سے فراری ہوئے۔ امراء سلطنت نے فتح نامہ بادشاہ کے حضور میں روانہ کیا اور شہر میں فتح کی خوشی منائی گئی نو بہت کے

علاوہ اربابوں پر شکر لاد کر کوچہ و بازار میں شہرت تقسیم کیا گیا۔ کشور خاں نے اظہار  
 شہاداتی کے بعد چاند بی بی سلطان کے حکم سے ہر امیر کو خلعت و مکر بند اور بجام  
 نہریں دے کر قلعہ روانہ کیا۔ اس واقعہ کے بعد کشور خاں نے بلا چاند بی بی کے مشورہ  
 کے امیروں کے نام فراہم جاری کیے اور جو ہاتھی کہ نظام شاہی لشکر سے ان  
 کے ہاتھ آئے تھے وہ ان سے طلب کیا گیا اور اسے قیل و دلیس کرنے سے انکار کیا  
 اور ایک مجلس شوریٰ منعقد کر کے اس میں صلاح و مشورہ کرنے لگے بعضوں نے  
 کہا کہ ایک مشورۂ شہس میں اصل حقیقت مرقوم ہو چاند بی بی سلطان کی خدمت  
 میں روانہ کیا جائے اور اس میں یہ استدعا ہو کہ کشور خاں کو معزول کر کے  
 بجائے اس کے مصطفیٰ خاں کا تقرر کیا جائے۔ بعض امیروں کی یہ رائے ہوئی  
 کہ سید مریدی ملک بہادر کی تہمت کی خبر شکر ایسے لشکر کے ساتھ ہمارے مقابلہ  
 کے لئے آئے ہاں یہ متنازعہ ہے۔ چنانچہ ہم اس کا انتظام کریں اور نظام شاہی مہم  
 کو کابل طور پر پہنچ کر قلعہ و قشت گاہ میں حاضر ہوں اور چاند سلطان کی رائے کے  
 موافق اس معاملہ کو طے کریں۔ ان امیروں کا راز فاش ہو گیا اور ان کے ارادہ  
 کی خبر کشور خاں تک پہنچ گئی اور اس نے بے وقت چاند سلطان کی معرفت  
 مصطفیٰ خاں کے قتل کا فرمان حاصل کر لیا اور اس پر مہر تہائی ثبت کر کے ایک  
 غریب زادہ مسیحی محمد امین کے ہاتھ مرزا نور الدین محمد کے پاس روانہ کیا مرزا نور الدین  
 شہدائی سید تھا جو معرکہ جنگ میں گرفتار ہو کر مصطفیٰ خاں کے حسن سلوک سے  
 شاہی امرا میں داخل ہو گیا تھا کشور خاں نے مرزا نور الدین کو پیغام دیا کہ  
 مصطفیٰ خاں کے قتل کے بعد اس کی املاک اور جاگیر کا مالک نور الدین ہو جائیگا۔  
 نور الدین نے سید مصطفیٰ خاں کے حقوق احسان فراموش کر دیئے اور محمد امین کو  
 قلعہ میں روانہ کر کے اہل قلعہ کو پیغام دیا کہ مصطفیٰ خاں کا ارادہ ہے کہ اہل حصار کو  
 قتل کر کے حصار کرنا ایک کے سپرد کرے اور خود علم مخالفت بلند کر کے جاگیر پر  
 قبضہ کر لے۔ تم کو چاہیئے کہ فرمان کے مضمون پر عمل کرو اور مصطفیٰ خاں سے بالکل  
 خوف و خطر نہ کرو زیادتی مناصب و جاگیر کے فراہم غریب تم تک نہ پہنچ  
 جائیگے۔ محمد امین تمام کے وقت قلعہ میں پہنچا اور مصطفیٰ خاں کو اطلاع کی کہ

وہ ایک ضروری فرمان لے کر حاضر ہوا ہے مصطفیٰ خاں نے اس کے قول پر یقین کیا اور ایک عمدہ مکان میں اسے ٹھہرایا محمد امین نے کہا کہ یہ رات کا وقت ہے میں صبح کو دیوان خانہ عام میں فرمان شہابی پڑھ کر سناؤنگا۔ شب کو تمام لوگ خواب میں مبتلا ہو گئے اور محمد امین نے کرنا نایک اور بڑے بڑے راجاؤں کو فریب دیکر ان سب کو مصطفیٰ خاں کے قتل پر راضی کر لیا۔ علی الصبح جب کہ وہ سید زنگوار نماز سے فارغ ہو کر اوراد و ظائف کی تلاوت میں مشغول تھا ان سنگدلوں نے اسے شہید کر دیا۔

کہتے ہیں کہ بنگالور میں ایک ضعیف الفہم بخومی تھا جو بہت صحیح پیشین گوئی کیا کرتا تھا اور جو واقعات کہ آئندہ ہونے والے ہوتے ان کو دو یا تین سال پیشتر بیان کر دیتا تھا چنانچہ قبل اس کے کہ قلعہ بنگالور مسلمانوں کے ہاتھوں سے ہو اس منہم نے حکم لگایا تھا کہ آج سے بیس سال بعد یہ حصار مصطفیٰ خاں نامی امیر کی کوشش سے مسلمانوں کے قبضہ میں آجائے گا۔ اتفاق سے اس بخومی کا حکم صحیح نکلا اور یہ واقعہ مصطفیٰ خاں کے کانوں تک بھی پہنچا امیر نے بخومی کو اپنے پاس بلایا اور اسے اپنا راز کچھ بتوا کر آئندہ واقعات کے بارے میں سوال کیا بخومی نے اول تو بیان کرنے سے گریز کیا لیکن بعد اصرار کے بعد مجبور ہوا اور کہا کہ احکام نجوم سے ثابت ہوتا ہے کہ فلاں سال تخت گاہ کا ایک مشہور امیر سازش کرے گی اسی قصر میں جو تمھارا محل مسرت ہے تم کو قتل کریگا لیکن وہ خود بھی تھوڑے ہی دنوں کے بعد تخت گاہ سے فرار کر کے تلنگانہ میں پناہ لے گا اور وہاں ایک شخص کے ہاتھ سے مقتول ہوگا آخر کار جو اس بخومی نے حکم لگایا وہ صحیح نکلا اور تمام لوگ اس کے فضل و کمال کے قابل ہو گئے۔ کشور خاں کی تباہی کا قصہ یہ ہے کہ مصطفیٰ خاں کی شہادت کی خبر بجا پور پہنچی اور چاند بی بی سلطان جو محب سادات تھی اور سیدزادوں کو جان سے زبردہ عزیز رکھتی تھی مصطفیٰ خاں جیسے عالی نسب سپہ کے قتل ہونے سے بے حد رنجیدہ ہوئی اور کشور خاں کی عداوت اس کی دل میں جاگزیں ہو گئی یہ ملک بعض اوقات شہادت درخت اور سخت الفاظ سے کشور خاں کو یاد کرتی تھی کشور خاں نے چند دنوں تو تجاہل عارفانہ سے کام لیا

اور اس کے بعد چاند سلطان پر یہ تہمت لگائی کہ یہ ملکہ خفیہ طور پر اپنے بھائی مر قی نظام شاہ کو میاں کے حالات کی اطلاع دیتی ہے اور اسے سرحد عادل خشاہی پر قبضہ کرنے کی ترغیب دیتی رہتی ہے بہتر یہ ہے کہ چند دنوں چاند سلطان کو قلعہ ستار میں نظر بند کیا جائے اور نظام شاہی جھگڑوں سے اطمینان حاصل کرنے کے بعد پھر قصر شاہی میں واپس بلا لی جائے۔ بادشاہ اپنی صغیر سنی کی وجہ سے اس زمانہ میں بے اختیار تھا اور اس قسم کے معاملات میں دخل نہیں دے سکتا تھا۔ کشور خاں نے اپنے ارادہ میں اصرار کیا چاند بی بی حرم سرا سے باہر آنے میں تساہل کرتی تھی اور شاہی خواجہ سرا اور بوڑھی عورتیں بھی ملکہ کو جبر اور زبردستی سے باہر لیجانے میں مانع آتی تھیں کشور خاں نے اپنے خواجہ سراؤں اور عورتوں کو شاہی قصر کے اندر بھیجا اور ملکہ کو زبردستی نکل شاہی سے باہر نکال کر باگی پر سوار کیا اور قلعہ ستارہ کو روانہ کر دیا۔ کشور خاں ایسی یہودہ حرکت کرنے کے بعد اور زیادہ اپنے استقلال پر مغرور ہوا اور میاں بد و اپنے ایک معتد امیر شاہی کو امرائے سرحد کا سر لشکر مقرر کیا اور اس کو ایک جمعیت کثیر اور فیل واسپ کے ساتھ شاہ ورک کی طرف روانہ کیا۔ دکنی اور حبشی امیروں نے پھر خبر سنی اور میان بدو کے استقبال کے لئے روانہ ہوئے اور اسے نہایت عزت کے ساتھ لشکر گاہ میں لے آئے میاں بدو جہاں دیدہ اور تجربہ کار مرد تھا اس نے سرگروہ امیر یعنی عین الملک اور انگس خاں کو آئندہ کے وعدوں اور حسن سلوک سے کشور خاں کا بھی خواہ بنایا اور لشکر کی امیروں کو مغلوب رکھنے کی تدبیر سوچنے لگا۔ کشور خاں نے ایک فرمان میاں بدو کے نام روانہ کیا جس کا مضمون یہ تھا کہ معلوم ہوا ہے کہ لشکر کی امیر بیحد مغرور ہو گئے ہیں اور بادشاہ کی اطاعت پورے طور پر نہیں کرتے اور تیرہ کہ امر نظام شاہیوں کے مقابلہ میں کاہلی سے کام لیتے ہیں تم جس تدبیر سے ممکن ہو ان کو مقید کر کے قلعہ شاہ ورک میں نظر بند کرو اور ان کے اسپ و فیل شاہی آستانہ پر روانہ کرو اور یہ کام بید احتیاط اور دور اندیشی سے انجام دو۔ میان بدو خود صاحب دعویٰ تھا اور یہ چاہتا تھا کہ منصب سپہ سالاری پر فائز ہو جائے اس نے حمید خاں اور اخلاص خاں کی تباہی کی فکر کی اور یہ ارادہ کیا کہ دعوت کے



بہانہ سے اپنے مکان پر بلائے اور ان کو نظر بند کر کے اس گروہ کو بھی اس کے ارادہ کی اطلاع ہو گئی اور ان لوگوں نے اپنے معتقد حبشیوں سے مشورہ کیا اور یہی طے پایا کہ میاں بدو کے ارادہ کے ظہور کے قبل ہی اخلاص خاں خود اپنے مکان پر دعوت کر کے میاں بدو کو مقید کرے اور اس کے بعد تمام امیر تخت گاہ روانہ ہو کر کشور خاں کا قدم در میان سے اٹھائیں اور کسی مقتول سر لشکر کو اپنے ہمراہ لے کر سرحد پر واپس آئیں اور نظام شاہیوں کے مقابلہ میں صف آرا ہوں۔ اخلاص خاں نے میاں بدو کو اس بہانہ سے اپنے مکان پر طلب کیا کہ بیجا پور سے شہر آئی ہے کہ اس کے گھر میں فرزند پیدا ہوا ہے جس کی خوشی میں اس نے جشن منانے کا ارادہ کیا ہے۔ اخلاص خاں نے یہ ظاہر چند فیل بزرگ منتخب کئے کہ میاں بدو کو بلا کر تختہ پیش کر دیا میاں بدو کے جال میں گرفتار ہو گیا۔ اور اپنے چند مخصوص اور مقرب درباریوں کے ساتھ حمید خاں کے مکان پر آیا اور جو کچھ اس نے حبشیوں کے حق میں ارادہ کیا تھا اخلاص خاں نے وہ خود اس کے لئے پورا کیا ان امیروں نے میاں بدو کو مقید کر کے بالاتفاق بیجا پور کا رخ کیا اس حالت سے لشکر پر گندہ ہو گیا صین الملک اور آنکس خاں دوسری راہ سے اپنی جاگیروں کو روانہ ہو گئے اور کشور خاں نے یہ خبر سنی اور اگرچہ حقیقت میں حبشیوں سے مقابلہ نہ کر سکتا تھا لیکن ظاہر میں ان سے جنگ آزمائی کر نیکارادہ کیا۔ کشور خاں بادشاہ کے دل میں جگہ پیدا کر نیکی غرض سے عدالت بٹاہ کو اپنے مکان لے گیا اور ایک بہت بڑا جشن منعقد کر کے نفیس تحفے بادشاہ کے ملاحظہ میں پیش کیے لیکن اس کا ردوائی سے فائدہ نہ ہوا اور کشور خاں جب کوچہ و بازار میں نکلتا تو عوام شہر یہاں تک کہ عورتیں اس پر لعنت کرتیں اور یہ کہتی تھیں کہ یہی بد بخت مصطفیٰ خاں جیسے بیدار گوار کا قاتل ہے اور اسی سیاہ رو نے چاندنی بی سلطان کو بے ادبی کے ساتھ مقید کیا ہے کشور خاں نے سمجھ لیا کہ رعایا بالکل اس سے برگشتہ ہے اور اسے معلوم ہوا کہ امرائے حبشی اور بیجا پور کے درمیان اب ایک منزل کا فاصلہ اور ہے۔ کشور خاں بادشاہ کو شکار کے بہانہ سے شہر کے باہر لے گیا اور کلاغ باغ میں تھوڑی دیر قیام کر کے بادشاہ سے کہا کہ آج ہوا

گرم ہے شکار کو دوسرے دن پر محمول کیا جائے اور جہاں بیتاہ شہر میں تشریف لے جائیں میں شاہ یور کے باقات کی سیر کر کے خدمت شاہی میں حاضر ہو جائے گا۔ بادشاہ قلعة اراک میں تشریف لائے اور کشور خاں چار سو سواروں کے ساتھ بیحد نقد و دولت ساتھ لے کر جس میں سے پیشتر حصہ شاہی خزانہ کی ملکیت تھا اپنے زن و فرزند سے کنارہ کش ہوا اور احمد نگر کی طرف روانہ ہو گیا اور جلد سے جلد سفر کی منتزلیں طے کرتا ہوا سرحد نظام شاہی تک اس نے نہیں قیام نہ کیا اور اس طرح حبشیوں کے ہاتھوں سے نجات پائی۔ نظام شاہی امیر کشور خاں کے حالات سن کر اس سے بنبرار تھے کشور خاں مملکت نظام شاہی میں قیام نہ کر سکا قطب شاہی تخت گاہ کو لکھنڈہ کو روانہ ہوا اور یہیں ایک شخص کے ہاتھ سے مصطفیٰ خاں کے انتقام میں قتل کیا گیا اور بخوجی کے پیشین گوئی بالکل مطابق واقعہ ثابت ہوئی۔

سرحدی لشکر کے تینوں امیر بجا پور پہنچے اور شاہی ملازمت سے بہرہ اندوز ہو کر خلعت فاخرہ کے عطیہ سے سرفراز کئے گئے۔ ان امیروں میں اخلاص خاں حبشی وکیل سلطنت مقرر ہوا اور ملکی اور مالی بہات کو فیصل کرنے لگا۔ اسی دوران میں فرمان شاہی صادر ہوا اور چاند بی بی سلطان قلعة ستارہ سے محل شاہی کو واپس آئیں اخلاص خاں نے دستور قدیم کے موافق بادشاہ کی تربیت چاند بی بی کے سپرد کی پیشوا کی کا منصب انقتل خاں شیرازی کو جو اس سے پیشتر علی عادل کے وقت میں بھی اسی عہدے پر فائز تھا عنایت ہوا اور بیٹہ ت برہمن کو جو افضل خاں کا مخلص اور بھی خواہ تھا منصب استیفا عنایت کر کے اس کو صدر محاسب مقرر کیا اخلاص خاں نے چاند بی بی کے دل میں جگہ کر لی اور غریبوں کی طرف سے بدگمان ہو کر حاجی کشور خاں کی طرح ان سے بدسلوکیاں کرنے لگا اس کا خیال تھا کہ غیر ملکی امیروں کی وجہ سے اس کے منصب و کالت میں تعمیر ہوگا اخلاص خاں نے سب سے پہلے افضل خاں شیرازی اور راسو بیٹہ کو قتل کیا اور افضل المتاخرین شاہ فتح اللہ شیرازی شاہ ابوالقاسم اور شاہ مرتضیٰ خاں انجو وغیرہ امر اور اکابرین ملک

اور اشرف سلطنت کو بیجا پور سے خارج الیحد کر کے حمید خاں اور دلا د خاں کی مدد سے مہمات سلطنت کو انجام دینے لگا۔ اخلاص خاں اپنے عین الملک کو اس کی جاگیر سے طلب کیا۔ عین الملک نے فرمان شہابی کی تعمیل کی اور بیجا پور روانہ ہوا ان امیروں نے اس کا استقبال کیا عین الملک نے دیکھا کہ اخلاص خاں وغیرہ کے ساتھ ایک قلیل جماعت ہے اور اس لئے مناسب وکالت کی طبع میں ان لوگوں کو گرفتار کر کے پابہ زنجیر کر دیا وہیں روز کے بعد عین الملک نے شہر میں داخل ہو نیکا ارادہ کیا تاکہ بادشاہ کی قد مبوی کا شرف حاصل کرے اس نے اپنے لشکر کو آراستہ کر کے اخلاص خاں وغیرہ کو اسی طرح پابہ زنجیر ہاتھی پر سوار کر کے اپنے ہمراہ لیا اور قلعہ کی طرف روانہ ہوا عین الملک نے دروازہ الیور میں قدم رکھا تھوڑی دور گیا تھا کہ اخبار رساںوں نے اسے خبر دی کہ بعض شہابی غلاموں نے دستور خاں تھانہ دار کو اس جرم میں کہ وہ عین الملک سے سازش رکھتا ہے قید کر کے قلعہ کا دروازہ بند کر لیا ہے۔ عین الملک اس خبر کو سنکر اس قدر خوف زدہ ہوا کہ مقید امیروں کی جو ہاتھیوں پر سوار تھے خبر نہ لی اور واپسی ہی میں اپنی خیر مگھی۔ اتفاق سے ایک غلام شہابی مقصود خاں نام نے ایک گردہ کے ساتھ ان کا تعاقب کیا یہ لوگ ہنوز شہر سے باہر نہ نکلے تھے کہ دو چار ہاتھی جن پر کہ مقید حبشی امیر سوار تھے مقصود خاں کے ہاتھ آگئے اس نے ان ہاتھیوں کو شہر سے باہر نہ جانے دیا اور فوراً امیروں کو بچے اتار کر ان کو بند قید سے آزاد کر دیا مقید امیر بادشاہ کی خدمت میں پہنچ گئے اور عین الملک اپنی جاگیر کو روانہ ہوا عین الملک نے اکثر امیروں کو اپنا ہی خواہ بنایا اور ان کو عیشیوں کی اطاعت سے جو دوبارہ برسر اقتدار ہو گئے مخالفت کی اس خانہ جنگی سے تخت گاہ میں طوائف الملوک پھیل گئی اور حکام دکن جو موقع اور وقت کے منتظر تھے بہر عادل شہابی پر گنوں کو تاراج اور فتح کرنے پر مستعد ہوئے۔

چنانچہ بہزاد الملک نے جو شکست کھا کر چند منزل پر فروکش تھا یہ خبر سنی اور مرقی خاں امیر الامرائے برار کے ساتھ پھر واپس ہوا۔ ۹۵۹ھ ہجری

میں ابراہیم قطب شاہ فرما کر دئے تلنگ نوت ہوا اور اسکا فرزند محمد قلی شاہ  
 صغیر سنی کے زمانہ میں بایں کا جانشین ہوا محمد قلی قطب شاہ نے اپنے اکابرین  
 ملک کے مشورہ سے اتحاد کر کے عدالت پناہ کے رنگوں پر قابض ہونیکا  
 ارادہ کر لیا۔ مثنی نظام سے بہزاد الملک اور سید مثنی کے ہمراہ سب سے پہلے  
 شاہ درک کا قلعہ فتح کیا اور بعد کو اس گروہ کے ساتھ ارادہ کیا کہ قلعہ گلبہر گہ بند  
 بھی قبضہ کر لے بادشاہ بیکدھیل کے ساتھ گولکنڈہ سے شاہ درک پہونچا اور  
 بہزاد الملک اور سید مثنی نے حصار بندہ کو رکا جو سد سکندر کے برابر تھا خاصہ  
 کر لیا۔ حریفوں نے تین طرف سے توپ اور ضربان اور پھینکی قلعہ پر نصب کیں اور صبح  
 سے شام تک جنگ آزمائی میں مشغول رہے اور ہر ممکن طریقہ سے قلعہ کشائی  
 کی تدبیر کرتے رہے۔ محمد آقا نام ایک غریب نے جو قلعہ کا چھانہ دار تھا ملک  
 ملک والی کی خدمتوں کی صداقت کرتا رہا اور باوجود اس کے کہ بیجا پور میں بہنگامہ  
 چاہا ہوا تھا اور محمد آقا کو کسی قسم کی امداد نخت گاہ سے نہیں مل سکتی تھی اس نے  
 کسی طرح بھی دشمن کو اپنے اوپر قابو نہ پانے دیا اور آلات آتشبازی سے  
 روزانہ نظام شاہی اور قطب فنا ہی جماعت کو ہلاک کرتا تھا۔ بہرچند قطب شاہ  
 اور نظام شاہ نے محمد قلی کے نام خطوط روانہ کیئے اور اسے آئندہ کے شاہانہ  
 وعدوں پر غداری کے لئے ابھارا لیکن محمد قلی نے ہمیشہ ان خطوط کا یہی جواب  
 دیا کہ میرے مالک نے مجھ پر اعتماد کر کے ایسا سہرہ دی قلعہ میرے سپرد کیا ہے اور  
 میں اس کے احسان سے بیکد خوش ہوں اگر آج میں خیانت کر کے حصار آپ  
 کے سپرد کردوں تو کل خدا در غلوک دونوں کے سامنے شرمندہ ہو گا اور آپ  
 لوگ بھی دنیاوی مصلحتوں کا لحاظ کر کے چند دنوں تو میری عزت کریں گے اور بعد  
 کو مجھ کو ملک حرام سمجھ کر میری وصول اور ہتھیاری کی طرح مجھ سے بہرہیز کریں گے  
 مجھے بادشاہوں کے خلاق کر یا نہ سے امید ہے کہ اس دعا کو سے اس قسم کی  
 امید نہ رکھ کر اس طرح کی تحریرات سے مجھے معاف فرمائیں۔ قطب شاہ نے  
 چھانہ دار کا یہ استقلال دیکھا اور اوہر محاصرہ نے اس قدر طول کھینچا اور کامل چار  
 مہینے گزر گئے بادشاہ مرزا صفہائی پر جو اس کے آئین کا باعث ہوا تھا بیکد خفا ہوا۔

ہنراد الملک اور سید مرثیٰ بھی اس واقعہ سے آگاہ ہوئے چونکہ یہ لوگ دل میں محاصرہ کی طوالت سے پریشان تھے قطب شاہ کے ہم آواز بن گئے اور انھوں نے کہا کہ ہم کو اس قلعہ سے ہاتھ اٹھا کر بیجا پور کا رخ کرنا چاہئے ظاہر ہے کہ عادل شاہی تخت گاہ میں ہنگامہ برپا ہے اس لئے بجائے یہاں کے بیجا پور میں سرگرم کوشش ہونا ہمارے لئے زیادہ مفید ہوگا قطب شاہ کو بخ کر نے کے لئے بہانہ ڈھونڈ رہا تھا اس نے فوراً اس رائے سے اتفاق کیا اور دوسرے دن سب مل کر شاہ درک سے روانہ ہوئے حریف نے ملک کو تاریخ اور برباد کرنے میں کوئی دقیقہ اٹھا نہیں رکھا اور چالیس ہزار مسلح سوار دن کی جمعیت سے حوالی بیجا پور میں پہونچ کر شہر کا محاصرہ کر لیا۔ تخت گاہ میں صرف دو یا تین ہزار خاصہ خیل کے سوار موجود تھے حریفوں نے اپنے خیمے نصب کئے اور خیال محال میں گرفتار ہو کر جنگ آزمائی شروع کی اکثر اوقات عادل شاہیوں اور قطب شاہی اور نظام شاہی فوجوں میں جنگ بھی ہو جاتی تھی حبشیوں نے قلعہ میں پناہ لی اور برج و بارہ کو مضبوط اور محکم کیا۔ حریف کو غلبہ ہوتا رہا اور بارش کی کثرت سے قلعہ کی دیوار بھی تقریباً بیس گزہ گئی۔ شاہی فرمان کے مطابق عین الملک کنتانی اور آنکس خاں بھی چہہ ہزار خاصہ خیل سواروں کے ساتھ بیجا پور پہونچ گئے اور دروازہ الہ پور کی طرف مقیم ہوئے۔ عین الملک اور آنکس خاں کو حبشی امیروں سے خوف و خطرہ تھا یہ لوگ سید مرثیٰ سے مل گئے ہنراد الملک اور قطب شاہ نے ارادہ کیا کہ صبح کو جنگ شاہی کر کے قلعہ پر دھاوا کریں لیکن سید مرثیٰ پہ سالار ہنراد الملک سے آزر دہ تھا اس نے اس تدبیر کو ایک دن غل میں نہ لانے دیا اوصہر عادل شاہیوں کو موقع مل گیا اور انھوں نے قلعہ کی دیوار کو درست کر لیا اکثر امرا و ارکان دولت حبشیوں کی حکومت سے ناراض تھے اور ان کے قول اور فعل پر بھروسہ نہ رکھتے تھے حبشیوں نے ان بات کا اندازہ کر کے چاند بی سلطان سے عرض کیا کہ ہم لوگ غلام ہیں اور ملک کے اعیان اور اشراف ہماری حکومت سے ناراض ہیں عادل شاہی خاندان کی

بھی خواہی کا تقاضہ ہی ہے کہ ملک کی حکومت شریف اور عالی خاندان امرا کے سپرد کی جائے تاکہ نظام سلطنت میں رونق پیدا ہو۔ چاند بی بی نے ان کے کلام کی تصدیق کی اور انھیں کے مشورہ سے شاہ ابوالحسن ولد شاہ طاہر کو میر غلبہ مقرر کیا سید ابوالحسن نے دشمنوں کی مدافعت پر کمر ہمت باندھی اور امرائے برکی کے نام فرامین استخالت تیز رو قاصدوں کے ہاتھ روانہ کر کے انھیں بیجا پور آنے کی دعوت دی اور سید مرثیٰ کو جو شاہ صاحب کے خاندان سے عقیدت رکھتا تھا خط لکھا جس کا مضمون یہ تھا کہ بادشاہ کی قوت اور اسکی فوجی طاقت اور اقبال اس سے کہیں زیادہ بلند اور برتر ہے کہ حریف اس پر غلبہ حاصل کرے تم یہ بات قطب شاہ اور بہزاد الملک کو سمجھا دو کہ اس قلیل فوج سے دھوکا نہ کھائیں عنقریب مالک محروسہ سے جوار لشکروں کے دستے کے دستے تخت گاہ کے گرد جمع ہو جائیں گے۔ شاہ ابوالحسن نے سید مرثیٰ کو یہ بھی لکھا کہ برکی امیر جو علی عادل شاہ کے عہد میں خوف زدہ اور ہراساں ہو کر تخت گاہ میں آنے سے پرہیز کرتے تھے اور رائے بیجا نگر کے دامن میں پناہ گزیں ہوئے تھے بادشاہ کا فرمان پاتے ہی جلد سے جلد یہاں پہنچ جائیں گے ایسی حالت میں تمہارا یہاں سے واپس جانا بھی دشوار ہو جائیگا یہاں کے قیام کا کیا ذکر ہے سید مرثیٰ اپنی ماتحتی سے دل میں رنجیدہ تھا اور چاہتا تھا کہ قطب شاہ اور بہزاد الملک کی کار براری نہ ہو بادشاہ کی دولت خواہی پر مستعد ہو اور اپنی تدبیریں شروع کر دیں سب سے پہلے سید مرثیٰ نے عین الملک اور انکس خاں سے کہا کہ اپنے ہم چشم امرا کی بدسلوکی سے آزرہ ہو کر مالک کے ساتھ ملک حرامی کرنا آئیں شرافت سے خارج ہے شریفوں کو اپنے مالک سے اس طرح برگشتہ ہو کر دوسروں کی ملازمت کرنا کسی طرح مناسب نہیں ہے ملک حلالی کا تقاضہ ہے کہ اب جبکہ حبشی امیر برسر اقتدار نہیں رہے اور زمام سلطنت شاہ ابوالحسن کے ہاتھ میں آگئی ہے تو عمدۃ الملک شاہ ابوالحسن پر اعتماد کر کے اپنے قدیم مالک کی وفاداری کو دیں و دنیا کی سعادت جانو۔ عین الملک اور انکس خاں اس مشورہ کو قرین عقل

بجے اور شب کے وقت کوچ کر کے دروازہ الہ پور کے قریب دوبارہ فروش  
 ہوئے اور انھوں نے بادشاہ کی اطاعت اور فرماں برداری کا اظہار کیا  
 اسی طرح ملک کے اکثر امیر اس خبر کو سنتے ہی بیجا پور میں جمع ہو گئے برکی امیر بھی گروہ  
 کے گروہ عدالت پناہ کے حضور میں حاضر ہوئے اور شاہ ابوالحسن کے حسن اخلاق سے  
 ایک مہینہ میں بیس ہزار سوار و ہتھیار جمع ہو گیا اور نظام سلطنت پھر مضبوط و مستحکم ہوا  
 بادشاہ کے حکم کے موافق سب سے پہلے برکی امیروں نے حریف کے لشکر کو  
 باخت و تاراج کرنا شروع کیا اور ان کو ایسا تباہ کیا کہ تھوڑے ہی زمانہ میں ان کے  
 لشکر میں قحط پڑ گیا غنیمت بیجا پور کے محاصرہ سے بھی شاہ درک کے حملہ کی طرح  
 شرمندہ ہوئے۔ عدالت پناہ اس وقت صلح پر راضی نہ ہوتے تھے حریف  
 اپنے مال کار میں پریشان ہوئے اور انھیں نے دایمی کارادہ کیا اور پہلے پایا  
 کہ چونکہ اس وقت بیجا پور کی تیغ اور صلح کا واقع ہونا دونوں امر محال نظر آتے  
 ہیں اس لئے مناسب ہے کہ قطب شاہ اپنی جمعیت کے ساتھ حسنا یاد  
 گلبرگہ روانہ ہوا اور وہاں کا قلعہ سر کرے اور بہتر ادا الملک اور سید مرئی دوبارہ  
 شاہ درک کا رخ کریں اور اس نواح کو نظام شاہی مملکت میں داخل کر لیں  
 اس مشورہ کے بعد حریف نادم اور شیخان بغیر صلح کے قلعہ بیجا پور سے ہاتھ اٹھا کر اپنی سمت  
 کو روانہ ہو گئے۔ نظام شاہی گروہ کو تو جیسا کہ اپنی جگہ مرقوم ہے شاہ درک جانا  
 اور وہاں قیام کرنا نصیب نہ ہوا اور ظہر اور مرج کے راستہ سے ملک کو تاراج  
 کرتے ہوئے احمد نگر واپس گئے لیکن قطب شاہ نے راستہ میں امیر سید زینبیل  
 استر آبادی کو جو اسکے معزز ملازمین کے گروہ میں داخل تھا مصطفیٰ خاں کا خطاب دیا  
 اور ایک ہزار لشکر کے ساتھ روانہ کر کے عدالت پناہ کے ملک کے ایک حصہ کو  
 تسخیر کر نیکاحم دیا قطب شاہ مصطفیٰ خاں کو حکم دیکر خود کو لکڑہ واپس آیا اور  
 عیش و عشرت میں مصروف ہوا۔ عدالت پناہ کو ان واقعات کی اطلاع ہوئی  
 اور بادشاہ نے اخلاص خاں کے مشورہ سے دلاور خاں جیشی کو ایک آزمودہ  
 کار لشکر کا امیر بنوا کر بیجا پور بھیجا اور کوہ پیکر پتھوں کی جمعیت کے ساتھ دشمنوں  
 کے صدر مقام یعنی گلبرگہ کو روانہ کیا۔ دلاور خاں جلد سے جلد دشمن کے سر پر

پہنچ گیا اور اس نے لشکر کا مہینہ اور سرہ درست کر کے حریف کے مقابلہ میں  
 جنگ آزما کی شاہی اقبال نے اپنا کام کیا دلا در خاں کو فتح ہوئی اور قطب شاہی  
 فوج نے راہ فرار اختیار کی بے شمار مال غنیمت دلا در خاں کے ہاتھ آیا اور  
 ایک سو پندرہ قطب شاہی فیل بزرگ بادشاہ کے قبضہ میں آئے۔ واقعات  
 عالم سے خبر رکھنے والوں پر پوشیدہ نہیں ہے کہ یہ جو کچھ ہوا محض شاہی  
 اقبال کی برکت سے وقوع میں آیا ورنہ ہر صاحب عقل جانتا ہے کہ چالیس  
 ہزار تیرہ کار سپاہیوں کا قلعہ بجا پور کے گرد جمع ہونا اور نہر میں صرف دو یا تین  
 ہزار سواروں سے زیادہ کا مجمع نہ ہونا اور پھر ایک سال کا ل محاصرہ کے بعد  
 حریف کا ناکام اپنے ملک کو واپس جانا اور ان کے ہاتھوں اور دیگر اسباب  
 کا عدالت پناہ کے قبضہ میں آنا سوائے اقبال شاہی کے اور کچھ نہیں کہا جاسکتا  
 دلا در خاں کو یہ فتح نصیب ہوئی اور اس کے سر میں سودا سنا یا کہ وہ منصب میر  
 جنگی پر فائز ہوا اس امیر نے حیدر خاں تھانہ دار قلعہ ارک کو خفیہ پیغام دیا اور اسے  
 آئندہ کے دلفریب وعدوں سے اپنا بھی خواہ بنا کر اس ارادہ کو پورا کرنے کے  
 لئے جلد سے جلد گلبرگہ بجا پور روانہ ہوا سفر کی منتیں طے کر کے دلا در خاں نے  
 دروازہ الہ پور میں قیام کیا اور اپنے معتد بہی خواہوں کو اخلاص خاں کے پاس  
 روانہ کر کے غائبانہ اس قدر چال چلوسی اور خوشامد اور نیز اخلاص کے ساتھ ہمدردی  
 کا اظہار کیا کہ اخلاص خاں نے فاضل ہو کر دلا در خاں کو ایک جزو ضعیف سمجھا اور  
 حصار کی حفاظت میں مطلق کوشش نہ کی اور اسے پیغام دیا کہ جس وقت  
 موقع مناسب ہو گا بادشاہ سے عرض کر کے ان سے اجازت حاصل کر دیں گا  
 اور تم کو خدمت سلطانی میں پیش کر دیں گا۔ دلا در خاں اپنے حصول مقاصد کا اور  
 زیادہ امیدوار ہوا ایک روز اخلاص خاں دیوانداری سے فارغ ہو کر اپنے  
 بستر راحت پر آرام کرنے کے لئے لیٹا اور دلا در خاں کو اس کی اطلاع ہوئی  
 اور وہ فوراً اپنے فرزندوں اور سات سو سواروں پر بندہ ہاتھیوں کے ساتھ  
 بجا پور میں داخل ہوا اور جلد سے جلد قلعہ ارک میں جو بادشاہ کا قیام گاہ ہے  
 پہنچا عدالت پناہ کا شرف قدمی حاصل کرنے کے بعد دلا در خاں نے



اخلاص خاں سے مقابلہ کرنے کے اسباب فراہم کرنے شروع کئے اور قلعہ کے اندر جا بجا چٹے تعلقین اور حاشیہ نشینوں کو مقرر کر کے یہی احتیاط اور ہوشیاری سے کام لیا۔ اسی دوران میں معلوم ہوا کہ اخلاص خاں خواب غفلت سے بیدار ہوا اور واقعہ سے مطلع ہوتے ہی تین یا چار ہزار سواروں کی جمیعت سے بڑے غیظ و غضب کے ساتھ قلعہ کی طرف آ رہے تھے۔ دلا در خاں نے حیدر خاں اور اپنے فرزندوں کی مدد سے قلعہ کے دروازہ بند کر لئے اور برہ و بارہ پر توپ و تفنگ چڑھا کر دشمن کے مدافعین مشغول ہوا شہید اور غوریز لڑائی واقع ہوئی جس کا حال یہ تھا کہ کبھی تو اخلاص خاں لگا کر وہ اپنے تیز رفتار گھوڑوں کو دوڑا کر خون کی ندیاں بہاتا اور کبھی دلا در خاں جماعت توپ و تفنگ سے میدان جنگ کو آتشیں سمندر بنا دیتی تھی اور اور توپوں کی ضرب سے ہر مرتبہ ہشتی اور ہندی جو انہر دوں کی ایک جماعت کو خاکستہ کر دیتی تھی تنہا یہ کہ شام کے قریب تک تقریباً پچاس یا ساٹھ جو انہر د اخلاص کے مقتول ہوئے اور اہل قلعہ میں صرف ایک شخص ہلاک ہوا۔ غروب آفتاب کے بعد اخلاص خاں اپنی قیام گاہ کو واپس آیا اور بلبل خاں کو جو پہلے مصطفیٰ خاں کا غلام اور اس کا نوکر تھا اور اب اخلاص خاں کے ہی خواہوں میں داخل ہو گیا تھا قلعہ کے محاصرہ اور غلہ اور اذوقہ کے سدود کرنے پر متعین کیا۔ بلبل خاں نے محاصرہ میں کسی قسم کی کوتاہی نہ کی اور تقریباً ایک ماہ کا زمانہ اس طرح گزر گیا کہ برابر حریف سے لڑنا اور دوست و دشمن سب کی زبان سے صدائے احسن و آفریں سنتا تھا۔ دلا در خاں نے خفیہ طور پر ایک شخص کو بلبل خاں کے پاس روانہ کیا اور اس کو وعدہ ہائے و فریب سے ایسا بھی خواہ بنایا اخلاص خاں نے خدمت محاصرہ ایک دوسرے دشمنی کے سپرد کی اور خود اپنے مکان میں دیواندار دیواندار کی اور انتظام مملکت کرتا رہا۔ بلبل خاں دلا در خاں کا رفیق بنا اور اسی بنا پر خاصہ خیل کے اکثر سپاہی بوجہ اس کے کہ بادشاہ دلا در خاں کے پاس تھا اور نیز یہ کہ خزانہ شاہی پر بھی اسی کا قبضہ تھا اخلاص خاں کا ساتھ چھوڑ کر عہد و بیمان کرنے کے بعد دلا در خاں سے

جاملے ان واقعات کی بنا پر دلا در خاں کی قوت زیادہ بڑھ گئی اور یہاں تک  
نوبت پہنچی کہ دلا در خاں جماعت بلبل خاں کی سرداری میں قلعہ سے باہر نکل کر  
جنگ و جدال کرتی اور اکثر اوقات اخلاص خانیوں پر غلبہ حاصل کر کے ان کے  
موجودوں کو سپاگردیتی اور غلہ اور روغن اور دیگر ضروریات زندگی ان سے  
چھین کر قلعہ کے اندر لے جاتی تھی اس طرح پر اہل قلعہ نے محاصرہ کی گئی سے  
نجات پائی اور ان کو روانہ دامن نصیب ہوا۔ غرض کہ چار ماہ کا لکڑی بیٹنگامہ  
رہا اور نہر میں ایک شور و شین برپا ہوا اکثر ایسا ہوا ہے کہ بیجا پور کے کوچہ و بازار  
میں خانہ جنگی واقع ہوئی ہے اور بہت سے مکانات گولہ اور ضرب زنجی  
وجہ سے دیوان اور تباہ ہو گئے ہیں لیکن باوجود اس کشت و خون کے نتیجہ کا  
حال معلوم نہیں ہوتا تھا۔ امر اور تمام رعایا سب تنگ آ گئے اور بلبل خاں  
کی کوششوں سے تمام امیروں نے اخلاص خاں کی رفاقت ترک کی اور اپنی  
اپنی جاگیروں کو روانہ ہو گئے۔ اخلاص خاں تنہا رہ گیا لیکن باوجود اس کے  
بھی اس نے بیجا پور سے قدم نکالنا اپنی کسر شان سمجھا اور اپنے مکان ہی میں  
مقیم رہا دلا در خاں نے اپنے معتمد سپاہیوں کو اخلاص خاں کے مکان پر بھیجا  
اور وہ اسے گرفتار کر کے دلا در خاں کے پاس لے آئے دلا در خاں نے  
حق دیرینہ کا لحاظ نہ کیا اور اس کی دونوں آنکھیں نکال لیں دلا در خاں نے حمید خاں  
جیشی کو جو اس زمانہ میں اس کا مصاحب خاص ہو گیا تھا بنا برصلمت  
چند روز اپنا رفیق کار بنایا اور بعد کو اس سے بھی خوف زدہ ہو کر جیشی کو  
ایک قلعہ میں نظر بند کر دیا اور اب اناولا غیر کا دم بھرنے لگا اور اپنے  
استحکام میں کوشاں ہوا۔ دلا در خاں نے نامی اور معزز امیروں سے قرابت  
کر کے ان کو اپنا ہی خواہ بنایا اور اپنی اولاد کی تربیت کر کے ان کو بادشاہ کے  
گرد مقرر کیا دلا در خاں کا فرزند اکبر سہمی محمد خاں نامی امر کے گروہ میں داخل  
ہو کر بادشاہ کو مصحف شریف اور گلستان اور بوستان کی تعلیم دینے پر مقرر  
کیا گیا۔ دوسرا فرزند کمال خاں منصب سرسرنوبتی پر فائز ہو کر لعب اور  
چوگان بازی میں بادشاہ کا شریک کار بنا خیریت خاں امر کے عظیم الحاح کے

سلسلہ میں داخل ہو کر عدالت پناہ کا پاسان مقرر ہوا اور عبدالقادر کو باوجود  
 امارت کے قلعہ اربک کی تھانہ داری پر مقرر کیا گیا چونکہ عبدالقادر نو عمر تھا  
 دلاور خاں نے عبدالقادر کی طرف سے یہ خدمت روئی خال دشمنی کے سپرد کی۔  
 دلاور خاں نے بلبل خاں کو فرزند کہا اور نامی امیروں کے گردہ میں داخل کیا۔  
 دلاور خاں نے ایک لاکھ غیر ملکی باشندوں اور ساٹھ ہزار حبشیوں کے علاوہ جو  
 صاحب دعوئی نہ تھے باقی تمام لوگوں کو عادل شاہی دائرہ حکومت سے خارج  
 کر دیا۔ شاہ ابوالحسن اخلاص خاں کے حکم سے ایک قلعہ میں نظر بند تھے۔  
 دلاور خاں ان سے خوف زدہ ہوا اور اسی قلعہ میں ان کی آنکھوں میں سلائی پھیر دی  
 دلاور خاں نے اسی شقاوت پر اکتفا نہ کیا بلکہ چند دنوں کے بعد کسی  
 سبب سے جس کا ظم خدا کو ہے اسی قلعہ میں سید صاحب کو شہید کر دیا حاجی  
 نور جو مشاہیر شہر میں ممتاز اور علی عادل شاہ کا سرا پرہ دار تھا محض دہم کی بنا پر  
 اپنے عہدہ سے معزول کیا گیا اور اس کی حیثیت ایک مہولی سپاہی کی رہ گئی۔  
 دلاور خاں نے چاند بی بی سلطان کی قوت حکومت بہت کم کر دی اور ایسا  
 انتظام کیا کہ اس کے پاس کوئی دادخواہ بھی نہ جاسکے۔ اس امیر نے دلاور خاں  
 تھانہ دار قلعہ ادرنی کو جو اس کا مخالف تھا حسن تدبیر سے مغلوب کیا اور اپنے  
 قابو میں لا کر دہسروں کی عبرت کے لئے اس کی دونوں آنکھیں نکال لیں  
 دلاور خاں نے مذہب امامیہ کا رواج ملک سے اٹھایا اور احکام مذہب  
 اہل سنت کو جاری کیا غرض کہ ان تمام واقعات کی بنا پر اس کی شخصیت  
 بالکل خود مختار ہو گئی اور اطمینان کے ساتھ مہمات سلطنت کو انجام دینے لگا  
 دلاور خاں نے ۹۹۹ ہجری میں بلبل خاں کو راجگان ملا بار کے مقابلہ میں  
 جھنپوں نے مصطفیٰ خاں کے بعد اب تک خراج نہیں ادا کیا تھا روانہ کیا۔  
 اور اسی سال صلابت خاں ترک سے جو تھنی نظام شاہ کا وکیل سلطنت  
 تھا نامہ و پیام کر کے نظام شاہیوں سے رابطہ استناد کو پھر شکم اور مضبوط کیا۔  
 دلاور خاں نے بادشاہ کی طرف سے قاصد احمد مکرر روانہ کیا۔ مثنیٰ نظام شاہ نے  
 محبت اور اتحاد آمیز نامے عدالت پناہ کو روانہ کئے اور بادشاہ کی

ہمشیرہ خدیجہ سلطان المعروف بہ راجہ جیو سے عقد کی اپنے فرزند میراں شاہ حسین کے ساتھ استعداکی۔ اسی سال قاسم بیگ حکیم ولد قاسم بزرگ اور میرزا احمد علی بصری اور دیگر اعیان و اشراف احمد نگر بڑے محل و شان کے ساتھ عقد کے لئے احمد نگر سے بجا پور آئے۔ خدیجہ سلطان کا نکاح ہوا اور شاہزادی کی پالی بجا پور سے احمد نگر روانہ ہوئی چاند بی بی سلطان جو اپنے بھائی مرصی نظام شاہ کو دیکھنے کی نیت دارنہ منہ تھی شاہزادی کے ہمراہ احمد نگر روانہ ہوئی چند دنوں ان لوگوں نے شاہ پور میں قیام کیا اور جب کہ قاسم بیگ اور مرزا محمد علی دیگر امراء نے احمد نگر خلعت فاخرہ اور سپہائے تازی مع مرصع زین و کلام کے اور زمین و پیر اور اشرافیوں کے خدائی عطیات سے سرفراز ہوئے اور عدالت پناہ سے رحمت پاکر شاہ پور پہنچ گئے تو خدیجہ سلطان کا عاؤم و عروسی آخر ۹۹۳ ہجری میں احمد نگر پہنچ گیا۔ احمد نگر میں دوبارہ جشن عروسی منعقد کیا گیا اور اس کے بعد شاہزادی میراں حسین شاہ کے محل میں داخل ہوئی۔ شیخ قاسم عرب بخفی اور غیاث بیگ قزوینی انما طب پہنچنے والے اور دوسرے اعیان بجا پور جو پالی کے ہمراہ تھے تھے شاد ماں اور بامراد واپس آئے اور دولت خواہان ملک عدالت پناہ کے عقد کے جشن نشاۃ منقہ کرنے میں مصروف ہوئے۔

بادشاہ کا ہمشیرہ محمد علی اس مبارک زمانہ میں بادشاہ دین پناہ نے بادشاہی قطب شاہ کے ساتھ عقد کرنا اصل اللہ علیہ وسلم کی تمہیل کا ارادہ کر کے عقد سے فراغت حاصل کرنا چاہا عدالت پناہ سے قواعد محبت اور دوستی کو مستحکم کرنے کے لئے تخت گاہ کے نشاۃ منقہ کا ایک گردہ حیدر آباد کو جو بہاگ نگر کے نام سے مشہور ہے روانہ کیا اس تقریب کا مدعا یہ تھا کہ سلطان غفران پناہ اور ہم قطب شاہ کی دختر نیک اختر چاند بی بی کو جو اس وقت اپنے برادر کا منگوار محمد علی قطب شاہ کے سایہ عاطفت میں بہد و رش پارسی تھی اپنے جہادہ عقد میں لائے۔ ہر دم بارگاہ کو بادشاہ کے نیک ارادہ سے اطلاع ہوئی اور سب بیحد خوش اور شاد ماں ہوئے۔ اندنوں دلاور خاں تمام امور سلطنت کا قیل و قضا اس نے اس نیک ارادہ کے پورا کرنے کی حمد پر شہر و رع کی دلاور خاں نے محمد علی قطب شاہ سے رسل و رسائل اور گفت و شنید کے بعد خاصہ میل کے

ایک گروہ کو خواجہ علی ملک التجار شیرازی کی ماتحتی میں متعدد اجناس کے ہمراہ  
 حیدرآباد روانہ کیا۔ اس گروہ نے سفر کی سہولتیں ملنے کیوں اور تلنگانہ کی سرحد میں  
 داخل ہوا۔ قطب شاہی سرحد میں پہنچ کر ہر مقام اور ہر منزل پر ان کا استقبال  
 اور مہیاقت اور مہانداری ہونے لگی یہ گروہ حیدرآباد کے قریب پہنچا اور  
 ان کے لئے خیمہ و خورگاہ آراستہ کئے گئے اور تمام شہر فادرا و اعیان ملک نے  
 ان کا استقبال کر کے بعد عزت اور حرمت کے ساتھ ان کو شہر میں لائے اور  
 پندرہ کے عہدہ سے عہدہ مکانات میں ان کو فردکش کرایا۔ ان لوگوں کو علم ہوا کہ  
 اعیان عادل شاہی کے درود کا سبب کیا ہے اور شاہی امیرون نے نہایت  
 خوشی کے ساتھ پیغام نسبت قبول کر کے جشن عشرت آراستہ کیا اور نیک ساعت  
 میں عقد سے فراغت حاصل کی۔ مرتضیٰ نظام شاہ اور شاہ قلی صلابت خاں  
 بزرگ کو اس واقعہ کی اطلاع ہوئی چونکہ یہ عقد بلا ان کے مشورہ کے کیا گیا تھا  
 انہوں نے محمد قلی قطب شاہ سے شکایت کی۔ محمد قلی قطب شاہ نے اپنے  
 باپ کی وصیت کے مطابق خاندان نظام شاہی کا پاس دلکا کیا اور ملکہ جہاں بہو  
 شخصیت کرنے میں تامل کرنے تک عدالت پناہ نے یہ واقعات سنے اور اس قضیہ کو دفع  
 کرتا اپنا فریضہ سمجھ کر لشکر کو حاضر اور جمع ہو نیکا حکم دیا۔ امیر اور سردار لشکر حاضر ہوئے  
 اور بادشاہ ۹۹۵ھ ہجری میں شہر سے روانہ ہوا چونکہ یہ ہم عدالت پناہ کی پہلی  
 جنگ تھی یہی خواہان دولت تھے وہیں اور اثر نیاں بادشاہ پر سے تصدق  
 کیں دلاور خاں کی رائے کے موافق عالم خاں نے سرحد نظام شاہی میں قدم  
 رکھا اور قلعہ دینر کے نواح میں قیام پزیر ہوا۔ امیر ان لشکر نے قلعہ کشائی کی  
 تدبیریں اختیار کیں اور شوالیہ اور شاہ دریش اور کلیان سے سامان حرب طلب  
 کیا۔ مرتضیٰ نظام شاہ کو معلوم ہوا کہ عدالت پناہ کی کلفت کا سبب صلابت خاں  
 ہے نظام شاہ صلابت خاں سے اس کے اسبق جرایم کی وجہ سے بھی  
 ناخوش تھا صلابت خاں یا بہ زنجیر کر کے مقید کر دیا گیا اور پیشوائی کا منصب  
 قاسم بیگ کو عطا ہوا۔ عدالت پناہ نے نظام شاہ کو اس وجہ با مردت  
 پایا اور قاسم بیگ کے خلوص امین عرفیہ بھی بادشاہ کے ملاحظہ میں گزرے

عدالت پناہ نے نظام شاہی مملکت سے ہاتھ اٹھایا اور قطب شاہی قلمرو کی طرف رخ کیا قطب شاہی رعایا اس خبر کو سنکر بخیر پریشان ہوئی تھوڑی قطب شاہ کو معلوم ہو گیا کہ عدالت پناہ نے کسی وجہ سے اس طرف کا رخ کیا ہے اور بادشاہ نے جلد سے جلد ملکہ جہاں کی پالکی مع تمام سامان جہیز کے روانہ کر نیکا حکم دیا ۹۹۶ھ ہجری میں ملکہ جہاں کا محافہ مع نفیس اور بیش قیمت تحفوں اور ہدیوں کے حوالی قلعہ کلیان میں عدالت پناہ کے پاس پہنچ گیا مصطفیٰ خاں استرآبادی نظام شاہ کی طرف سے محافہ کے ساتھ آیا۔ عدالت پناہ نے تمام اراکین و دست کو پالکی کے استقبال کے لئے روانہ فرمایا اور اس کے بعد خود بھی خراماں خراماں روانہ ہوئے اور ملکہ جہاں کو لشکر میں لے آئے چار روز لشکر میں مجلس عیش و نشاط گرم رہی اور اس کے بعد عدالت پناہ نے شاہ درک کا رخ کیا۔ ملازمین بازگاہ نے جشن عقد مرتب کیا اور ایک ماہ کا عیش و نشاط کا دور دورہ رہا اس زمانہ کے بعد بادشاہ نے ملکہ جہاں سے ملاقات کی اور تمام خدام سلطنت کو انعام و اکرام سے الامال فرمایا۔ عیش و عشرت سے فراغت حاصل کر کے بادشاہ تخت گاہ کو تشریف لایا اور مصطفیٰ خاں استرآبادی کو دوبارہ شاہی نوازشوں سے سرفراز فرمایا اور ذیل بزرگ اور چودہ ہاتھی رسی بارہ ہزار ہون نقد اور ایک کمر بند اور سر بیچ مرصع مع زین و لجام اور دیگر نفیس اور بیش قیمت تحفہ اور ہدیے دیکر اسے رخصت کیا۔ اس کتاب کی تالیف تک ملکہ جہاں کے بطن سے تین فرزند اور دو دختر محل شاہی میں پیدا ہوئے جن میں سے ایک فرزند اور دو لڑکی بیٹیاں بقید حیات ہیں پر دروگاہ عالم نسل شاہی کو عدالت پناہ کے سایہ عاطفت میں عمر گرامی اور اتیال عطا فرمائے۔

عدالت پناہ کا یہی خواہان اسی دوران میں سرمنشی نظام شاہ کی پیشوائی کا منصب احمد نگر کی التجا کے موافق قاسم بیگ کے سپرد ہوا چونکہ یہ شخص نیک دل اور اس ملک کا سفر کرنا کماؤار تھا اس خدمت پر فائز ہونے سے کچھ زیادہ خوش اور راضی نہ ہوا۔ اس کا ردوائی کا نتیجہ یہ ہوا کہ سفلہ مزاج اشخاص جو گاؤں و خراور زمین آسمان میں تیر نہ دے سکتے تھے بہات

سلطنت میں خلیل ہو گئے اور انھوں نے ہر طرح کے حیلہ اور مکاری سے اپنے کو صاحب اختیار بنایا ان او بائوں نے قاسم بیگ اور دوسرے اعیان سلطنت پر طرح طرح کی ہمتیں باندھیں اور بعضوں کو قید خانوں میں گرفتار کیا اور بعضوں کو احمد نگر سے خارج البلد کر دیا۔ مرنقی نظام شاہ پر دیوانگی کا غلبہ تھا اس کی گوشہ نشینی اور ہر دم تہجد کی وجہ سے ان ارادل نے ملک کے بڑے بڑے عہدے ایسے ہی تقسیم کر لئے ان واقعات سے خاندان نظام شاہیہ بالکل بے رونق ہو گیا۔ مرنقی نظام شاہ جو اپنے فرزند میراں حسین کا جانی دشمن تھا ان دنوں اور زیادہ اس کے قتل میں سعی اور کوشاں ہوا۔ مرنقی نظام شاہ نے اپنے ایک معتد امیر اسماعیل خاں کو شاہزادہ حسین کے قتل کی ترغیب دی میرزا خاں ولد سلطان حسین میرازی جو اندول قاسم بیگ کا قائم مقام تھا اس واقعہ سے آگاہ ہوا اور اس نے اطاعت شاہی کو بالائے طاق رکھا اور یہ ارادہ کر لیا کہ مرنقی نظام شاہ کو تخت سے معزول کر کے میراں حسین کو فرمانروا بنائے۔ چونکہ یہ اہم کام بغیر عادل شاہی ارکان دولت کے مشورہ کے ناممکن تھا اسماعیل خاں نے اپنا ایک معتد قاصد دلاور خاں کے پاس بھجوا دیا کہ وہ اسے اپنے مافی الضمیر سے اطلاع دی دلاور خاں نے اسماعیل خاں کا پیغام عدالت پہنچا کے حضور میں عرض کیا۔ چونکہ اسماعیل خاں کا پیغام میراں حسین کی نجاست اور خاندان نظام شاہی کی بقا سے وابستہ تھا بادشاہ نے اس کی درخواست قبول کی اور دلاور خاں سامان سفر کی تیاری میں مشغول ہوا۔

۹۹۶ھ ہجری میں سرایہ دہ شاہی نکالا گیا اور نیک ساحت میں بادشاہ نے بھانور سے سفر کیا بادشاہ آہستہ خروانی کے ساتھ احمد نگر کے قریب پہونچا اور اس کے درود کی خیر میرزا خاں نے بھی سنی اور اس نے احمد نگر کے امیدوں کو اپنا ہم خیال بنا کر مرنقی نظام شاہ سے کنارہ کشی کی اور قلعہ دولت آباد کو روانہ ہوا شاہزادہ میراں حسین باپ کے حکم سے اہی قلعہ میں مقید تھا احمد میرزا خاں نے میراں حسین کو قلعہ سے نکالا اور اس کے ساتھ

احمد نگر روانہ ہوا۔ دوسری طرف عدالت پتہ ایک ہزار سواروں کے ساتھ  
 سرحد پرندہ سے کوچ کر کے احمد نگر کی طرف پڑھے تاکہ لوگب مرقعی نظام شاہ  
 کے گرد جمع ہو کر شاہنشاہ میرا حسین کی تخت نشینی میں مزاحم نہ ہوں جلس  
 دن کہ بادشاہ نے مانتو نہیں جو احمد نگر سے پانچ کوس کے فاصلہ پر ہے قیام  
 فرمایا اسی دن میرا حسین نے احمد نگر پہونچ کر باپ کو مقید کر کے تخت حکومت  
 پر جلوں کیا۔ ابراہیم عادل نے شاہنشاہ کو مبارک باد دی اور بادشاہ کا خیال  
 تھا کہ میرا حسین کی ملاقات اور اپنی مشیرہ کے دیدار سے محفوظ ہو کر اپنے ملک  
 کو واپس آئے کہ ناگاہ یہ خبر مشہور ہوئی کہ میرا حسین نے اپنی نادانی اور کم عقلی  
 کی وجہ سے مرقعی نظام کو بدترین عذاب سے قتل کیا اس قتل کا سبب یہ ہوا  
 کہ میرزا خاں نے جو سرمایہ فساد تھا مع دیگر گمراہیوں کے جو دولت آباد میں  
 اس کے گرد جمع ہوئے تھے میرا حسین سے کہا کہ تمھارے باپ نے ایک  
 مدت تک فرمانروائی کی ہے اور ملکوں کو فتح کیا ہے جب تک کہ مرقعی شاہ  
 بہ قید حیات ہے فرمانروائی کا منصب تمھیں مبارک نہ ہوگا میرا حسین ان کی غیروں  
 کے مکر میں آگیا اور بغیر اس کے کہ عدالت پتہ سے جو ہر طرح اس کے عزیز  
 قریب تھے مشورہ کرے باپ کو تہ تیغ کر ڈالا۔ عدالت پتہ اس خبر کو سنا کہ بے رحم  
 ہوئے اور حسین نظام شاہ کی ملاقات کے ارادہ کو منسوخ کر ڈالا اور پھر حسین کو دو  
 جو بیغام رسائی میں بچیدلیر اور بے باک تھا بطور قاصد اس کے پاس روانہ  
 کیا اور یہ بیغام دیا کہ میرا عادل اس لشکر کشی اور سفر سے یہ تھا کہ ملک تخت حکومت پر  
 بٹھاؤں اور تمھارے والد مرقعی نظام شاہ کو جو اب گوشہ نشین ہو گیا ہے کسی  
 غلوت خانہ اور قلعہ میں نظر بند کر دوں تاکہ تم اطمینان کے ساتھ فرمانروائی کر سکو  
 لیکن اب یہ خبر سنی گئی ہے کہ تم نے خوف خدا کو بالائے طاق رکھ کر باپ پر  
 ایسا ہاتھ صاف کیا ہے اگر تمھیں ایسا ہی خیال تھا تو یا تو غریب پدر کو میرے  
 سپرد کر دیا ہوتا تاکہ میں اسے حفاظت سے اپنے پاس رکھتا اور یا اس غریب  
 کو نابینا کر کے اس کے دھندلے سے نجات حاصل کی ہوتی اس امر کو یقین سمجھو کہ  
 باپ کا خون رنگ لائے گا اور تم خدا کی بارگاہ میں معقوب ہو کر جلد سے جلد



اپنے اعمال کی سزا پاؤ گے بہر نوع تمھارے معاملہ کو خدا کے سپرد کرتا ہوں اور اس وقت تمھارے حال سے کچھ تعرض نہیں کرتا تاکہ لوگ یہ نہ سمجھیں کہ میری لشکر کشی کا مدعا ملک پر قبضہ کرنا تھا۔ بادشاہ نے میرا حسین کو یہ پیغام دیا اور اسی جگہ مرضی نظام کی زیارت سے فراغت حاصل کر کے اپنے ملک کو واپس آیا۔ عدالت پناہ کو بیجا پور پہونچ کر یہ معلوم ہوا کہ ملا بار کے راجہ بلج و نراج کے ادا کرنے میں تساہل کر رہے ہیں اور جو رقم کہ ان راجاؤں نے علی عادل شاہ کے وقت میں مصطفیٰ خاں اردستانی کی وساطت سے قبول کی تھی اب اس کے ادا کرنے میں پس دیش کرتے ہیں بادشاہ نے بلبل خاں جمشی کو دو ہزار سواروں کی جمیعت سے اس جانب روانہ کیا تاکہ اس نواح کے راجاؤں کو تلوار کے زور سے زیر کرے اور تین سال کا خراج جو انیس لاکھ پچاس ہزار ہوں ہوتا ہے وصول کرے اور اگر راجگان مذکور رقم دینے سے انکار کریں تو ان کے قلعوں اور شہروں کو فتح کر کے ممالک محروسہ میں داخل کر لے۔ حسن اتفاق سے ایک سال کا عرصہ بھی نہ گزرا تھا کہ بادشاہ روشن ضمیر کی رائے کے موافق جمال خاں ہمدانی حسین نظام پر مسلط ہو گیا اور اس نے بادشاہ کو قتل کر کے سارے شہر میں ہمدانی مذہب کو رائج کیا اور غیر ملکی باشندوں کے ساتھ نرمی اور مدارات سے پیش آنے لگا۔ یہ خبریں شہر بیجا پور میں بھی مشہور ہوئیں اور بادشاہ نے نظام شاہی خاندان کی اصلاح اور چند دیگر ضروری امور کی تکمیل کا ارادہ کر کے دلاور خاں کی رائے سے ۹۹۷ھ ہجری میں احمد نگر کا رخ کیا۔ بادشاہ نے مجدد اکیدی اور ضروری فرامین بلبل خاں جمشی اور اس نواح کے دوسرے ایسروں اور افسران فوج کے نام روانہ کیے کہ اس فرمان کو پاتے ہی جس قدر جلد ممکن ہو اپنے کو بادشاہ تک پہونچائیں اور قبل اس کے کہ لشکر شاہی نظام شاہی ملک میں داخل ہو بلبل خاں بادشاہ کی ملازمت سے سرفراز ہو جائے اور اس حکم کو بجا ضروری اور واجب التحصیل سمجھے لشکر شاہی قلعہ شاہ درک کے جوار میں پہونچا اور دلاور خاں نے ایک مہینہ کے قریب یہاں قیام کیا بلبل خاں اور اس کے لشکر کا نام و نشان بھی ظاہر نہ ہوا دلاور خاں یہ سمجھا کہ

اب اس کا زیادہ توقف کرنا جمال خاں کی مزید تقویت کا باعث ہو گا یہ سردار  
جلد سے جلد احمد نگر روانہ ہوا۔ جمال خاں نے یہ اخبار سنے اور بندہ ہزار ہوں  
اور توپ اور تفنگ کے ساتھ یہ ہمراہی اسلحہ نظام شاہ آگے بڑھا اور قصبہ  
اسٹی کے جوار میں عدالت پناہ آگے لشکر کے مقابلہ میں قیام پذیر ہوا چونکہ زمانہ  
برسات کا تھا اور کبھی کبھی بارش ہو جاتی تھی اس لئے طرفین میں سے کسی فریق  
نے لڑائی کی ابتدا نہ کی اور میں روزی طرح گزر گئے جمال خاں بھی مضطرب ہوا  
اور اس نے صلح کو لڑائی پر ترجیح دی اور ایک گروہ کو واسطہ بنا کر بادشاہ سے اپنے  
ملک کو واپس جانے کی درخواست کی چونکہ بیجا پور کا منتخب لشکر ملا باری کی ہم پرناہنہ  
ہو چکا تھا اور جمال خاں نے بھی اپنے حد سے زیادہ منت و زاری کی اس لئے بادشاہ  
نے اس کی درخواست قبول کی اور یہ کہا کہ عدالت پناہ کی ہمشیرہ خدیجہ سلطان  
کی بالائی مع حسین نظام شاہ کے نعل بہا کے اگر میرے پاس پہنچ جائے تو میں  
اپنے ملک کو واپس جاؤں جمال خاں نے بیگم کا فائدہ سمجھ کر ہزار ہوں کے  
عدالت پناہ کی خدمت میں روانہ کر دیا جس دن کہ بادشاہ نے کوئچ کا ارادہ  
کیا اسی روز بلبل خاں بڑی شان و شوکت کے ساتھ مع جوار لشکر کے شاہی  
لازمیت میں پہنچ گیا لیکن چونکہ صلح طے ہو چکی تھی اس امیر کا آنا بیکار ثابت  
ہوا بلبل خاں نے جس کی شجاعت اور سیاست کا آوازہ سارے ملک میں بلند  
ہو چکا تھا نقد و جنس جو کچھ بطور باج و خراج ملا بار سے لایا تھا بادشاہ کے ملاحظہ  
میں پیش کیا۔ بلبل خاں جس نے اس قدر تھوڑے زمانہ میں اتنی گرانہ سار قم  
راجگان ملا بار سے وصول کی تھی حسین و آفریں کا آرزو مند تھا لیکن دلا در خاں  
کی عادت کے خیال سے بادشاہ کے مجرے کو حاضر نہ ہوا اور اس کی طرف بندہ  
آئی جو اجناس کہ بلبل خاں اپنے ہمراہ لایا تھا ان کی قیمت جو ہریوں نے  
دلا در خاں کی رائے کے موافق بہت کم آنی اور جو چیز کہ دس ہزار ہوں کی  
تھی ہزار ہوں اس کی قیمت بتائی گئی اور بلبل خاں کی امانت کو مد نظر رکھ کر  
بقیہ رقم کا تقاضہ راجگان ملا بار کے متعلقین سے جو بلبل خاں کے ساتھ آئے  
تھے کیا گیا۔ ایک روز دلا در خاں بادشاہ کی بارگاہ میں دیوانداری کر رہا تھا

سبیل خاں حاضر ہوا اور ہاتھ میں رو مال لے کر بادشاہ کے قریب کھڑا ہوا اور  
 گس رانی کرنے لگا۔ دلاور خاں نے اسے حقارت سے دیکھا اور کہا کہ جس عالی  
 مرتبہ بادشاہ کے حکم کے خلاف کسی کرشمی ملک میں بھی طاقت نہیں ہے تم نے کیونکر  
 ایسے ملک کے خلاف حکم کا ردائی کی اور فرمان پائے ہی کیوں نہ بارگاہ شہابی  
 کی راہ لی۔ سبیل خاں یہ جانتا تھا کہ بادشاہ اس پر مہربان ہے اس نے بھی  
 نہایت دلیری سے جواب دیا کہ بادشاہ کی خاک پاکی قسم میں نے سرکشی نہیں  
 کی اور اپنے اختیار سے ملا بار میں قیام پذیر نہیں رہا میری کیا مجال ہے کہ  
 میں احکام شہابی کی خلاف ورزی کا خیال بھی دل میں لاؤں جس وقت  
 فرمان مبارک مجھے ملا میں کرنا ملک کے ملک میں وہاں کے راجاؤں کو زیر  
 کر کے ان سے خراج وصول کرنے میں مشغول تھا اگر بے نیل مرام وہاں سے  
 کوچ کرتا یا فرمان کے مضمون سے راجگان نہ کور آگاہ ہوتے تو اتنے دنوں  
 کی محنت پر باد جاتی اور یہ گراں قدر رقم خزانہ شہابی میں نہ داخل ہو سکتی  
 اس کے علاوہ یہ بھی تمام امیر جانتے ہیں کہ اس جنگل میں اسلامی لشکر کو بعد  
 محنت اور مشقت اٹھانی پڑی ہوگی۔ اس لئے وہاں کچھ زیادہ قیام کرنا  
 بڑا لیکن تم اپنی کہد کہ جب تمہیں یہ معلوم تھا کہ بلا لشکر ملا بلکہ کسی طرح کی کاربزاری  
 نہ ہوگی تو تم نے کیوں بادشاہ کو تلنگانہ کے ملک میں سفر کرنے کی زحمت دی اور  
 بندرہ ریزہ اور کیوں نہ قیام کر لیا تاکہ اس درمیان میں ملا بار کا لشکر آجاسا اور  
 ہم سب ملکر نظام شاہ کے ملک پر حملہ آور ہوتے اور ایسی حالت میں یقین  
 کال تھا کہ احمد نگر کے اکثر قلعے اور بندرہ گئے بادشاہ کے قبضہ میں آجاتے۔ اگرچہ  
 میرا توقف معقول وجہ پر مبنی ہے لیکن پھر بھی میں اپنی خطا کا اقرار کرتا ہوں  
 اور اپنے جرم بخش مالک سے عرض کرتا ہوں کہ اپنے درمیان غلام کے  
 قصور کو معاف فرمائے۔ دلاور خاں اس جواب سے دل ہی دل میں بعد  
 آندہ ہوا لیکن چونکہ چارہ کار نہ تھا اس مجلس میں اپنے غصہ کو ظاہر نہ ہونے  
 دیا اور مناسب نہ سمجھا کہ امیروں کو اپنا اہم راز بنا کر صحراندرگاہ میں کوئی فتنہ  
 اور فساد برپا کرے۔ دلاور خاں نے سبیل خاں کا بازو تھام کر بادشاہ کے

عرض کیا کہ بلبل خاں اس خاندان کا قدیمی کھوار ہے مراحم شاہانہ سے اسید ہے کہ بادشاہ اس کے تصور کو معاف فرمائیں گے عدالت پناہ سے دلا در خاں کا معروضہ قبول کیا اور بلبل خاں کو خلعت فاخرہ عطا فرمایا ٹیبلٹ شادی کے برخاست ہونے کے بعد دلا در خاں بلبل خاں کو اپنے ہمراہ مکان پہ لایا اور اس کی ضیافت اور خاطر داری بہت اچھی طرح کی اور کہا کہ میں نے تم کو اپنی زبان سے فرزند کہا ہے اگر کھات سلطنت میں میں تم سے اس قدر نکت گیری کے ساتھ باز پرس نہ کروں تو لوگ یہ کہیں گے کہ میں امور سلطنت میں اپنے فرزند کی رعایت کرتا ہوں غرض کہ دلا در خاں نے بلبل خاں کو اس طرح اپنے سے مطمئن اور قائل بنا کر کرناٹک کے فرزند کو جو بلبل خاں کے ہمراہ بادشاہ کی اظہار عقیدت کے لئے آیا تھا خلعت عطا کر کے اسے رحمت کیا۔ دلا در خاں نے راجگان ملا بار کے دوسرے ایلیوں کو بھی اپنی عنایتوں سے شاد کر کے انھیں بھی واپس جانے کی اجازت دی۔

عدالت پناہ برہان پور پہنچے اور دلا در خاں اپنے حریف بلبل خاں کی عظمت اور اس کے غلبہ سے دل میں بچہ خوف زدہ ہوا اور خود ساختہ تقصیرات کی بنیاد پر اسے نظر بند کر دیا۔ پانچ یا چھ مہینے کے بعد خلاص خاں کو انعام و اکرام کے وعدوں سے لپٹا، ہمراز بنایا اور بلبل خاں کے تمام قدیم و جدید حقوق کو فراموش کر کے باجوہ اس کے کہ اس کی کاروائی سے عدالت پناہ مدافعت نہ تھے دلا در نے بلبل خاں کو نابینا کر دیا۔ اس امیر کی یہ حرکت بادشاہ کو بیدار نگوار گزری اور دلا در خاں بھی جلد سے جلد اپنی سزا کو پہنچ گیا۔

عدالت پناہ کا برہان نظام شاہ ناظرین کو معلوم ہے کہ میراں حسین شاہ پدیشی کی مدد کے لئے احمد نگر جانا اور اس کی سزائیں قتل کیا گیا اور اس کی سزا دلا در خاں اور جمال خاں کی جنگ میں حسین نظام شاہ نے تخت حکومت پر جلوں کیا اور چاروں طرف سے ملک پر یورش ہوئی

ملک میں ایسا فتنہ اور فساد برپا ہوا کہ امن و امان کے دروازے بند ہو گئے شریف اور فہل سب کی ایک حالت ہو گئی اور ملک میں ابتری کا دور دورہ ہوا۔

جمال خاں مہدوی نے ملک کے رزیلوں اور باشوں کو اپنا یار دہم نہیں بنایا اور سارے بہات ملک پر قابض ہو گیا۔ برہان شاہ ولد اسماعیل شاہ نے جو اس سے پیشتر اپنے برادر مرٹھی نظام شاہ کی قید سے بھاگ کر جلال الدین محمد اکبر بادشاہ کی خدمت میں پہنچ گیا تھا یہ سنا کہ احمد نگر کے تخت پر ایک خرد سال فرمانر دا بٹھایا گیا ہے۔ برہان شاہ کو اس وقت سلطنت پر قبضہ کرنے کا خیال پیدا ہوا اور اس نے چاہا کہ دہلی کا لشکر ساتھ لیکر دکن پر حملہ آور ہو اور ملک کو اپنے فرزند سے واپس لے۔ برہان شاہ نے آخر میں اپنی رائے کو بدل دیا اور اکبر بادشاہ سے عرض کیا کہ اگر میں لشکر شاہی کو ہمراہ لے کر احمد نگر جاؤں گا تو امراء نے نظام شاہی مجھ سے مخوف ہو جائیں گے اس لئے بہتر ہے کہ میں تنہا اپنے وطن جاؤں اور امیروں کو اپنا ہی خواہ بنا کر موروثی ملک پر قبضہ کر دوں۔ اکبر بادشاہ نے اس کی درخواست قبول کی اور یہ شرط کی کہ اگر برہان شاہ اپنے ملک پر قابض ہو جائے تو جس طرح شہر ہجری میں تغال خاں نے ملک برابر ہمارے سپرد کر دیا تھا اسی طرح برہان شاہ بھی ملک مذکور کو اکبری حلقہ حکومت میں داخل کر دے۔ برہان شاہ نے جبراً و تہراً یہ شرط منظور کی اور دکن روانہ ہوا۔ برہان شاہ نے پرگنہ ہنڈیا میں جو دکن کی سرحد ہے اور جہاں کا وہ اکبر بادشاہ کی طرف سے جاگیردار تھا چند دنوں قیام کیا۔

برہان شاہ نے راجہ علی خاں دالی امیر و برہان پور کی رائے سے پہلے خواجہ نظام استر آبادی کو یہ تغیر لباس قلندر کی صورت میں احمد نگر کے امیران لشکر کے پاس روانہ کیا تاکہ نظام استر آبادی امراء نے فوج کو اطاعت اور فرماں برداری پر آمادہ کرے اور ان سے برہان نظام کی امداد اور اعانت پر شدید قیدیں لے۔ خواجہ نظام ان صاحبوں کے پاس پہنچا اور اپنے سفر کا مدعا بیان کیا احمد نگر کے بعض رئیسوں نے برہان نظام کی اطاعت کا وعدہ کیا اور بعضوں نے اس لئے انکار کیا کہ جن امیروں نے ساتھ دینے کا وعدہ کیا تھا ان میں ایک جہانگیر خاں حبشی بھی تھا جو سرحد برابر اور ولایت خاندیس کے قرب و جوار کے پرگنوں کا جاگیردار تھا اور مذہب مہدویہ کے رواج پانے سے جمال خاں کے زوال اور اس کی تباہی کا دل سے خواہاں تھا۔ جہانگیر خاں نے

خواجہ نظام کی بیعت عظیم کی اور برہان نظام کے نام ایک معروضہ لکھ کر روانہ کیا جس میں اس کو احمد نگر آنے کی دعوت دی۔ خواجہ نظام کو رخصت کر کے جہانگیر خاں نے اس کے عقب میں اپنے ایک عزیز کو تحفوں اور پیسہ دیوں کے ہمراہ بھجوا دیا۔ برہان نظام کے پاس روانہ کیا اور اس کو اس امر کی ہیبت ترغیب دی کہ جلد سے جلد احمد نگر کا قصد کرے۔ برہان نظام اطمینان کے ساتھ براہِ رُکِیِ سرحد میں داخل ہوا اور جہانگیر خاں کے مسکن کے حوالی میں پہونچا۔ ملاقات کے وقت حسن اتفاق یا اتفاق سے جہانگیر و برہان میں لڑائی ہوئی اور برہان شاہ شکست کھا کر بد حال اور پریشان جس راہ سے براہ میں داخل ہوا تھا اسی راہ سے بھٹیا کو واپس کیا اور ایک نامہ راجہ علی خاں کو تحریر کیا جس میں ساری حقیقت سے آگاہ کر کے جمال خاں کے دفعہ اور ملک موردی پر قبضہ کرنے کی معقول تدبیر اختیار کرنے کی بابت اس سے مشورہ کیا۔ علی خاں نے جواب دیا کہ اگر تم اکبر بادشاہ سے فوجی مدد طلب کر دو گے تو دکن کے سلاطین تم سے رنجیدہ ہو کر جمال خاں سے متفق ہو جائیں گے اور اس وجہ سے فتنہ میں طوالت پیدا ہوگی اور خبر نہیں کہ دس یا بیس برس یا اس سے بھی زائد مدت میں معاملہ رواں رہے تو میرے پاس اس قدر لشکر موجود نہیں ہے کہ میں جمال خاں کے مقابلہ میں صف آرائی کر کے اس کے فتنہ کو دفع کر دوں اور انھیں احمد نگر کے تخت پر بٹھاؤں میری رائے ہے کہ ہر طرف سے کنارہ کشی اختیار کر کے اس معاملہ کو براہِیم عادل کے سپرد کرنا چاہئے یہ امر یقینی ہے کہ تمھارا مدعا بغیر اس کی توجہ کے حاصل نہ ہوگا۔ برہان نظام نے راجہ علی کی نصیحت کے موافق چند خطوط لکھے اور یہ نامے تیز رفتار قاصدوں کے واسطے سے بجا پور روانہ کئے۔ نامہ براہِ رُکِیِ سرحد پہری میں بجا پور میں پہونچے اور موردی فرشتہ کے مکان پر قیام پذیر ہوئے یہ فقیر اسی ماہ ربیع الاول کے شروع میں عدالتِ پناہ کے ملازمین میں داخل ہوا تھا۔ ان ناموں کا مضمون یہ تھا کہ چونکہ دیگر راستے قاصدوں پر بند ہیں اور تمام شاہراہیں دشمنوں کے قبضہ میں ہیں اس لئے میں نے اپنے نامہ بروں کو اس راہ سے روانہ کیا ہے۔ تم میرے با وفادار مخلص ہی خواہ ہو جس طرح

مناسب سمجھوان خطوط کو بادشاہ کے ملاحظہ میں پیش کر کے امداد کے خواستگار ہو اور اس بات کی کوشش کر دے کہ عدالت پناہ جلد سے جلد میری خواہش کے مطابق اس کا جواب ادا فرمائیں۔ یہ فقیر قاصدوں کے ہمراہ دلا درخاں کے پاس گیا اور اس سے سارا ماجرا بیان کیا دلا درخاں نے خطوط بادشاہ کے ملاحظہ میں پیش کئے تدبیر موافق تقدیر ہوئی اور بادشاہ نے برہان نظام کو مدد دینے کا ارادہ کر لیا اور اسی وقت بلا کسی توقف کے ناموں کا جواب لکھ کر قاصدوں کے سپرد کر کے ان کو واپس جانیکی اجازت دی۔ بادشاہ نے وہی تین روز کے عرصہ میں تیسزنتار قاصد اطراف سلطنت میں روانہ کئے اور ہر ایک کے لشکر کے جمع ہو جانیکے بعد سراپردہ غماہی باہر نکالا گیا اور بیجا پور سے چہہ کوس کے فاصلہ پر پہنچ گئی۔ بادشاہ نے نیک سماعت میں یعنی راجہ کشانی پویم پیش بسندہ مذکور کو بجاں خاں ہمدوی کے استیصال اور برہان نظام کو ملک موردی پر قابض کرانے کے ارادے سے شاہ درک کا سفر کیا۔ بادشاہ کے ساتھ گھوڑے سے دونوں قیام فرمایا۔ عدالت پناہ نے ہر نگیر خطوط اعیان اور اشرف ہمارے نام روانہ کئے جن کا مضمون یہ تھا کہ میں نے خدا کی عنایت اور اس کی مہربانی پر بھروسہ کر کے اس بات کا ارادہ کر لیا ہے کہ اعلیٰ حضرت سے برہان نظام شاہ کو بچائے ان کے فرزند اسماعیل شاہ کے تخت اٹھائیں لیکن کردن اس لئے کہ باپ کی موجودگی میں نوعمر بیٹے کا حکمرانی کرنا ہمیں فرمازدائی کے خلاف ہے تم سبھوں پر لازم ہے کہ میری رائے اور مشورہ سے تجاوز نہ کرو اور کمر ہمت باندھ کر اطاعت اور فرماں برداری پر متوجہ ہو اور برہان نظام کے احکام سے خلاف ورزی نہ کر کے راہِ راست پر قائم رہو اسی دور ان میں چند دیگر قاصد برہان نظام اور راجہ علی کے فرستادہ عدالت پناہ کی بارگاہ میں حاضر ہوئے اور انہوں نے چند خطوط بادشاہ کے ملاحظہ میں پیش کئے ان خطوط کا مضمون یہ تھا کہ میں تدبیر ہم ہی خواہاں حضرت بادشاہ کے تشریف لائیسے خوش اور شاداں ہوئے ہیں اس لئے میں زائد دشمنوں کو ممال دریا پہونچا ہے عدالت پناہ کی لشکر کشی سے جو

فوری نتیجہ برآمد ہوا ہے وہ یہ ہے کہ برابر کے امیر خصوصاً جہانگیر خاں جتوئی اور اس کے تابع فرمان امرا اس بات پر کمر بستہ ہیں کہ جلد اپنے کو ہم تک پہنچائیں لیکن احمد نگر سے چند قاصد یہاں آئے ہیں اور انہوں نے یہ خبر دی ہے کہ جہاں خاں نے ساز و سامان درست کر لیا ہے اور اس کا ارادہ ہے کہ اسٹیل نظام شاہ کو اپنے ہمراہ لے کر براہِ کار رخ کرے ان اخبار کی بنا پر امراء برابر کو یہ جرأت نہیں ہوئی کہ اپنے مالک کو خطرہ میں چھوڑ کر جس قدر جلد کن ہو احمد نگر کے دارالسلطنت سے آئیں اگر بادشاہی لشکر شاہ درک سے دین منزل اور آگے بڑھے تو یقین ہے کہ جہاں خاں عادل شاہی افواج کے خوف سے برابر پر حملہ آور ہونے کا ارادہ ترک کر کے احمد نگر سے کوچ نہ کرے گا اور برابر کے امرا و مصلحتیں ہو کر ہم تک پہنچ جائیں گے عدالتِ شاہ نے اس مشورہ کو قبول فرمایا اور شاہ درک سے کوچ کر کے قصبہ دارلنگ کی طرف جو برابر کی سرحد پر واقع ہے رخ کیا اور برہان نظام اور راجہ علی کو پیغام دیا کہ تم دوستوں کی رائے کے موافق میں نے خود ہی قدم آگے بڑھایا ہے اور برابر کے امیروں کو نالے روانہ کئے ہیں کہ برہان نظام کی اطاعت سے منحرف نہ ہوں تم لوگوں پر بھی لازم ہے کہ برابر کی سرحد پر پہنچ جاؤ اور ان امیروں کو اپنے پاس جمع کر لوں بھی جہاں خاں سے فارغ ہو کر تم لوگوں سے آلوں گا جہاں خاں بھی اس مشورہ سے واقف ہوا اور چونکہ شجاع دلیر اور مدبر تھا اس نے حریف کئے و دونوں گروہ کے مدافعت کی تدبیریں سوچیں اور لشکرِ برابر میں احمد الملک بہدوی کو خط لکھا کہ اطرافِ قصبہ و انب کے حکمران دودھ سے میرے تباہ کرنے پر آمادہ ہو گئے ہیں ایک سبب تو بہت بادشاہی اور دنیا سے تعلق رکھتا ہے اور دوسری وجہ دینی بغض اور مذہبی عناد ہے یہ لوگ چاہتے ہیں کہ مذہبِ بہدویہ کا نام و نشان جس کو میں نے اس قدر محنت اور مشقت کے ساتھ رائج کیا ہے مٹا دیں اس لئے مردانگی اور ہم جنسی کا تقاضا ہے کہ تم کمر بستہ مضبوط باندھو اور جس طرح ممکن ہو برابر کے امرا کو تسلی اور دلاسا دیکر تم سرحد برابر پر قیام کرو اور برہان نظام کو اس ملک میں داخل نہ



نہ ہونے دو راہ علی خاں نفاق سے کام کرے اور سرکش ہو کر جنگ کا ارادہ  
ظاہر کرے تو تم بھی اس کے مقابلہ میں صف آرا ہو کر اسٹیل نظام کی بھی خواہی  
مکرتے میں کوتاہی نہ کر دینا بھی غمغریب دلا درخاں سے صلح کر کے تمہاری مدد کو  
آتا ہوں۔ اس کے بعد جمال خاں نے دلا درخاں کے نام ایک خط لکھا اور  
صلح کے بارے میں حد سے زیادہ مبالغہ کیا اس خط کا کوئی نتیجہ نہ نکلا اور جمال خاں نے  
نظام شاہی خزانہ کا دروازہ کھولا اور لوگوں کو انعام و اکرام کے ذریعہ سے اپنا  
بندہ بنے درم بن کر حرا و لشکر تیار کیا اور اسٹیل نظام کے ہمراہ جنگ کے ارادہ  
سے جلد سے جلد احمد نگر سے کوچ کیا اور دارانگ کی راہ لی۔ جمال خاں  
عادل شاہی لشکر سے سات کوس کے فاصلہ پر مقیم ہوا اور اس نے دوبارہ  
دلا درخاں کے پاس قاصر روانہ کئے اور صلح کے بارے میں گفتگو کی دلا درخاں  
نے اس مرتبہ کوئی بھلور سابق صلح سے انکار کیا جمال خاں اپنے مال کار میں بیحد  
پریشان ہوا۔ اسکی درمیان میں چند خوشامدیوں نے دلا درخاں سے کہا کہ  
جمال خاں کا ارادہ ہے کہ ہمدیوں کی ایک جماعت کے ساتھ میدان جنگ  
سے فرار کرے اور جنگ میں پناہ گزیں ہو جائے دلا درخاں بد نصیب نے  
اس انواہ پر یقین کر لیا اور یہ ارادہ کیا کہ عادل شاہی امیروں کو ساتھ لیکر جمال خاں  
کو گرفتار کرے اتفاق سے ایک حبشی امیر بہتک خاں نام جمال سے منحرف ہو کر  
عادل شاہی لشکر سے آگلا اور عدالت پناہ سے اجازت لیکر بیڑ کے راستہ سے  
روانہ ہوا اور یہ ان نظام شاہ کی خدمت میں پہنچ گیا جمال خاں کو جب  
یہ حال معلوم ہوا تو وہ یہ سمجھا کہ لشکر کے تمام امرا اسی طرح یکے بعد دیگرے  
اس سے جدا ہو کر دشمن سے جا ملیں گے اس واقعہ سے جمال خاں اور  
زیادہ پریشان ہوا اور اپنی قیام گاہ سے کوچ کر کے ایک ایسے مقام پر  
فروکش ہوا جو پانی اور پہاڑوں کے درمیان میں واقع ہونے کی وجہ سے  
فوجی انتظام کرنے کے لیے عمد مناسب اور موزوں تھا۔ جا سو سوں نے  
دلا درخاں کو اس واقعہ سے آگاہ کیا دلا درخاں اپنی نا عاقبت اندیشی سے  
سمجھا کہ جمال خاں نے فرار ہونے کے ارادہ سے کوچ کیا ہے اور بغیر اس کے

کہ عدالت پناہ سے اجازت حاصل کرے یا یہ کہ دوسرے جاسوسوں کی آمد کا انتظار کرے جمال خاں پر میں ہزار سواروں کے ساتھ حملہ کر دیا دلا درخاں نے غرور اور تکبر میں سرشار ہو کر جنگ و جدال کا سامان بھی نہیں کیا جب دشمن سے دو یا تین کوس کے فاصلہ پر پہنچ گیا تو اسے دور سے خیمے اور درگاہ نظر آئے دلا درخاں نے پوچھا کہ لشکر کس کا ہے بعضوں نے جواب دیا کہ یہ نظام شاہی فردگاہ ہے اور بعضوں نے کہا کہ اس مقام پر عادل شاہی لشکر مقیم ہے دلا درخاں اسی دریافت حال ہی میں تھا کہ دوسرے جاسوسوں نے اسے اطلاع دی کہ نظام شاہی فوج فلاں مقام پر مقیم ہے اور یہ خیمے ان ہی نے نصب کئے ہیں دلا درخاں آگے قدم بڑھانے سے باز رہا اور اپنے رفیقوں سے شرمندہ ہوا لیکن چونکہ اس نے بڑے غرور و تکبر کے ساتھ سفر کیا تھا اپنے ارادہ پر قائم رہا اور وہیں مقیم ہو گیا دلا درخاں کا ارادہ تھا کہ اسکے عقب میں جو لشکر روانہ ہوا ہے وہ آجائے تو میدان جنگ آزمائش کرے اسی درمیان میں ایک مقرب درباری بادشاہ کی بارگاہ سے حاضر ہوا اور اسی نے دلا درخاں کو یہ پیغام عدالت پناہ کا سنایا کہ چونکہ تم نے سامان جنگ کی تیاری نہیں کی ہے اس لئے آج کے دن معرکہ آرائی موقوف رکھو اور پھر کسی وقت دشمن کا مقابلہ کرنا۔

دلا درخاں سپاہیوں کی کثرت اور ہاتھیوں کی زیادتی سے ایسا مغرور ہو رہا تھا کہ اسے شاہی قاصد سے معذرت چاہی اور کہا کہ میں ابھی جمال خاں کو گرفتار کر کے دشمن کو دست بستہ عدالت پناہ کے حضور میں لاتا ہوں اور جنگ کی تیاریاں کرنے لگا دلا درخاں نے بہتر شکل و خرابی اس مقام سے اپنی فوج کو ہٹایا اور بے قاعدہ اور خستہ اور ماندہ لشکر کے ساتھ حریف کے مقابل میں صف آرا ہوا۔ دلا درخاں نے ترکی امیروں کو جو تعداد میں پانچ یا چھ ہزار تھے ایسے نازک وقت میں اپنے سے جدا کر دیا اور انھیں حریف کے لشکر کے عقب میں اس لئے متعین کیا کہ نظام شاہی امرا اپنے ہاتھی اور خزانہ میدان جنگ سے لے جائیں اور جہاں تک ممکن ہو مہدوی جماعت کے قتل کرنے میں کسی قسم کی کوتاہی نہ کریں۔ جمال خاں نے جب دیکھا کہ اب فرار کے تمام راستے

بند ہیں تو اس نے بھی مجبوراً تلوار اٹھائی اور اُمین حرب کے موافق لشکر کو آراستہ کیا اور مہم دی امیروں کو جو شجاعت اور بہادری میں مشہور تھے ویسا ہی مقرر کر کے تھوڑے سی فوج کے ساتھ پانچویں جادی الاول کو معرکہ کارزار کی راہ لی۔

طرفین سے طبل جنگ بکے اور بہادران روزگار قتل و غارتگری میں مشغول ہوئے۔ عادل شناسی امرا یعنی عین الملک کنغانی اور عالم خاں وغیرہ چونکہ جانتے تھے کہ بادشاہ طبل خاں کو نابینا کرنے اور بلا حکم شناسی جنگ آغاز کرنے کی وجہ سے دلا در خاں سے یحذر آئندہ وہ ہے ان امیروں نے عین معرکہ کارزار میں شکست کو بہانہ قرار دیا اور دلا در خاں کو بلائے خاں کے سپرد کر کے خود بادشاہ کی خدمت میں پہنچ گئے دلا در خاں نے اپنے میمنہ اور میسرہ کو انکی جگہوں پر نہ دیکھا اور خیال کیا کہ اس لشکر کو شکست ہو گئی ہے اور ہندوستان کے قاعدہ کے سالوق پر چھوٹا اور بڑا تاخت و تاراج میں مشغول ہوا اور دلا در خاں اپنے چشم بینوں کے ساتھ بسے مار و مدد کار میدان میں رہ گیا۔ جال خاں اور خداداد خاں بھی نے جو اب تک معرکہ کارزار سے فراری نہ ہوئے تھے اور امیر نلام شاہ کے سپہ سالار تھے موقع پیکر دلا در خاں پر جس کے گرد دوسو سواروں سے زیادہ کی جمعیت نہ تھی حملہ کیا دلا در خاں نے اس حالت میں میدان کارزار میں ثابت قدم رہنا موجب ہلاکت سمجھا اور سات شخصوں کے ہمراہ جن میں ایک یہ مولف بھی تھا راہ فرار اختیار کیا۔ امیر سافوں سے معلوم ہوا کہ عین الملک اور عالم خاں شکست کو بہادر و بیکرمیل جنگ سے بھاگے ہیں اور نلام راہ سے یا شاہ کے پاس داراننگ جا رہے ہیں تاکہ اسے تباہ اور برباد کریں۔

دلا در خاں یہی کھرایا اور نہایت تیزی کے ساتھ راستہ طے کرنے لگا۔ راہ میں پسپا فوج میں سے بھی دو تین سپاہی اس سے آگے اور ان امیروں سے قبل ہی مع اپنے متعلقین اور حاشیہ بینوں کے داراننگ پہنچ گیا اور دشمن کے تعاقب کا خیال کر کے بادشاہ کے ہمراہ عشاہ درک روانہ ہوا اور تمام راست راستہ طے کرتا رہا اور جھوکو تنہا مقصود پر پہنچ گیا جال خاں اس افوج کے بعد جو اس کے وہم و گمان میں بھی نہ تھی امدتیں سو باگئی دلا در خاں اور اس کے تابعین سے گرفتار کر کے پڑ سے مغرور اور شان و شوکت کے ساتھ داراننگ پہنچ کر

حوالی قصبہ میں مقیم ہوا۔ بولف فرشتہ جو اس معرکہ میں زخم کھا چکا تھا اور ضعف کی وجہ سے بادشاہ کے ہمراہ نہ جاسکا تھا اور اسی قصبہ میں مقیم تھا مہم دیوں کے ہاتھ میں گرفتار ہو گیا اس فقیر نے بڑے حیلہ اور بہانہ سے ان کے ہاتھوں سے نجات پائی۔

سارے امیر اور سردار شاہ ورک میں جمع ہوئے اور یہ خبر مشہور ہوئی کہ راجہ علی خاں برہان نظام سے مل گیا ہے اور براہیم عادل کے حکم کے موافق برابر کے امرا بھی برہان نظام کے پاس جمع ہو کر احمد نگر پر حملہ کرنے والے ہیں۔ جمال خاں عادل شاہی لشکر کے اجتماع اور ان اجبار کی سماعت سے اس نواح میں اپنا قیام مناسب نہ سمجھا اور دارالنگ سے کوچ کر کے جلد سے جلد برابر روانہ ہوا اس کا مقصد یہ تھا کہ براہیم نگر برہان شاہ اور راجہ علی سے معرکہ آرائی کرے۔ راجہ علی جمال خاں کی مدد مانگی گئی اخبار سنکر حد سے زیادہ پریشان ہوا اور اس نے سید امجد الملک اور دوسرے مہم دی امر کو جن کے کمرے ملحق نہ تھے قلعہ امیر میں مقید کر دیا اور جمال خاں کے تعاقب کے بارے میں جس قدر جلد ممکن ہوا خطوط عدالت پناہ کے حضور میں روانہ کئے اور حد سے زیادہ منت وزاری کی۔ بادشاہ نے جمال خاں کے تباہ کرنے پر کمر ہمت مضبوط باندھ لی تھی۔ سپاہیوں کی تعداد اور ان کے ساز و سامان کی تحقیقات فرمانے کے بعد جمال خاں کے تعاقب کے عنوان سے شاہ ورک سے انشی کوس کی راہ جلد سے جلد طے کی اور قصبہ یاتری پہنچ گئے بادشاہ اور جمال خاں کے لشکر کے درمیان اٹھ روز کی راہ تھی جمال خاں نے عدالت پناہ کے تعاقب کرنے کے خوف سے راستہ میں کہیں قیام نہیں کیا بادشاہ یہ مناسب سمجھا کہ ترکی امیروں کو جو آٹھ ہزار سواروں کے افسر تھے غلغلہ کر کے جمال خاں پر دھاوا کرنے کی غرض سے روانہ کرے تاکہ یہ امیر جلد سے جلد حریف تک پہنچ کر تمام راستوں کو اس طرح مسدود کر دیں کہ دشمن کو غلغلہ اور چارہ نہ پہنچ سکے اور جہاں کہیں موقع پائیں حریف کو اس قدر تنگ کریں کہ اس کے اعوان و انصار خائف اور ہراساں ہو کر

اس سے جدا ہو جائیں اور برہان نظام اور راجہ علی آسانی کے ساتھ حریف پر غالب آئیں۔ ان امیروں کو روانہ کر کے بادشاہ نے خود ایک دریا کے کنارے قیام فرمایا یہ مقام بچد صاف اور دلکش تھا اور بہترین اُموں کے باغات کثرت سے یہاں پائے جاتے تھے جو بادشاہی خیموں اور حرگاہ کی وجہ سے ایک بہشت بریں ہو گیا بادشاہ نے ارادہ کر لیا کہ تازت آفتاب کی وجہ سے چند روز اس مقام پر بسر کر کے قدم آگے بڑھائے دلاور خاں پراد بار چھاپکا تھا اس نے اس امر کی کوشش کی کہ بادشاہ دوسرے دن اس مقام سے کوچ کر کے کامتار و شتر تک کسی جگہ قیام نہ کرے دلاور خاں کو بادشاہ کی رائے سے سخت انحراف تھا اور اس کی بے ادبی اب حد سے زیادہ بڑھ گئی تھی عدالت پناہ نے اس گستاخ کے تباہ اور برباد کرنے کا مصمم ارادہ کر لیا چونکہ تمام اہم دلاور خاں کے مطیع فرمان تھے بادشاہ نے خدا پر بھروسہ کر کے اس مہم کو خود انجام دینے کا قصد کیا عدالت پناہ نے اس معاملہ میں غور کیا اور جو تدبیر ہوئی وہ قطعا موافق تھی۔ اس احوال کی تسبیح یہ ہے کہ چونکہ دلاور خاں نے اپنے معتبر خاشاک نشینوں کے ایک گروہ کو بادشاہ کے گرد جمع کر دیا تھا اور تمام مندرجہ بالا امور ان کے ہاتھ میں تھے اور ان کا ارادہ تھا کہ عدالت پناہ کی خواہ بنا رکھا تھا اس لئے کسی غیر کی محال نہ تھی کہ بادشاہ سے عرض حال کر سکے ان وجوہ کی بنا پر دلاور خاں پر غالب آنا بظاہر بالکل محال تھا عدالت پناہ گردش زمانہ پر صابر اور غیبی امداد کے منتظر تھے۔ اس سفر میں دلاور خاں کی بے باکی اور بے اعتدالی حد سے زیادہ گزر گئی اور بادشاہ اس سے جدید اور قدیم ناشایستہ افعال اور حرکت سے بے حد ناراض ہوئے اور اس کے استیصال پر ہمہ تن متوجہ ہو گئے۔ عدالت پناہ الہامی تدبیر پر کاربند ہوئے اور دو معمولی احوال ہندوؤں کو جو عرصہ سے بادشاہ کی دلدہ کی سرکاد میں ملازم تھے اور کوئی شخص ان کو پہچانتا نہ تھا انھیں بطور پید اپنے امیر الامرا عین الملک کنعانی کے پاس بھیجا اور دلاور خاں سے سخت نفرت کا اظہار کیا عین الملک نے جو بیحد دشمنانہ عقیدہ تھا عرض کیا کہ اگر بادشاہ اس سے ناراض ہیں تو ہم ہندوکان درگاہ کو حکم ہوو ہم اس کے شر کو جلد سے جلد دفع کریں۔ بڑے شور سے

کے بعد انھیں دونوں ہندوؤں کے واسطہ سے یہ طے ہوا کہ غیب کے وقت جبکہ دلاور خاں خواب میں ہو بادشاہ عین الملک کے لشکر کی جو شاہی لشکر سے نصف کوس کی راہ پر ہے راہ لے اور عین الملک علی خاں اور انکس خاں دو امیروں کے ہمراہ اپنے افواج کو لے کر دلاور خاں سے ملکر آرائی کرنے کے لئے تیار ہو جائے۔

بادشاہ کو راسخ پند آئی چودھویں رجب ۹۹۸ء ہجری کی صبح کو جو وقت قبولیت دعا کا ہے بادشاہ حرم سر سے بامد ہوا اور اپنے دل کا مدعا کسی شخص سے بیان نہ کیا عدالت پناہ نے اپنے ایک غلام کی کش دلاور خاں سے کہا کہ ایک گھوڑا خاصہ کا جلد لے آئے جلد داروں کے سردار نے غلام سے کہا کہ بلا دلاور خاں کے حکم کے گھوڑا دستیاب نہیں ہو سکتا۔ غلام نے فوراً اس کے منہ پر طمانچہ مارا جلد دار نے دیکھا کہ رنگ دوسرا ہے اور گھوڑے لاکر حاضر کر دیئے بادشاہ اور اس کے غلام ان گھوڑوں پر سوار ہو کر سراپردہ کے باہر آئے الیاس خاں جو بادشاہ کی دایہ کا فرزند اور اس رات سرنوبت تھا اس نے پہچانا اور دوڑ کر بادشاہ سے کہا کہ یہ وقت باہر تشریف لائیکا نہیں ہے آخر سبب کیا ہے بادشاہ نے جواب دیا کہ یہ موقع جواب کا نہیں ہے اپنے ساتھیوں کے ہمراہ سوار ہو کر میرے ساتھ چل معاملہ خود بہ خود روشن ہو جائیگا الیاس خاں اپنے سپاہیوں کے ساتھ جنگی تعداد سوار ہو کر گھم تھی بادشاہ کے ہمراہ ہو لیا۔ بادشاہ لشکر بزرگ سے علیحدہ ہو کر عین الملک کے قیام گاہ پر پہنچ گیا یہ امیر موافق رائے مستعد تھے اپنی فوج کے ساتھ بادشاہ کے قدم بوس ہوئے اور اس کے عین و لیسا رہو کر چلے جس وقت کہ بادشاہ کے سراپردہ سے باہر آنے کی خبر شہور ہوئی خاصہ خیل اہل مجلس اور سرنوبت جو سراپردہ شاہی کے گرد جمع ہو گئے تھے اور جس میں مولف فرشتہ بھی شامل تھا فوراً مسلح ہو گئے اور سب کے سب عدالت پناہ کے حضور میں حاضر ہوئے غرض کہ اس طرح تین ہزار سوار بادشاہ کے گرد جمع ہوئے دلاور خاں جو تسی برس کی عمر سے بھی متجاوز ہو چکا تھا ایک دگنی لڑائی کے ساتھ جس کے حسن و جمال کا آوازہ سن کر غائبانہ اس پر عاشق ہو گیا تھا۔

عیش و عشرت میں مشغول تھا۔ دلا درخاں کے پاس انوں میں سے دو شخص  
 دو پہر رات گزرنے کے بعد بادشاہ کے مشورہ اور عین الملک وغیرہ کے  
 اتفاق سے واقف ہو گئے یہ دونوں سپاہی دلا درخاں کے دربار میں  
 آئے اور ہر چند انھوں نے کوشش کی کہ پردہ دار اور مجرم راز دلا درخاں کو اصل  
 واقعہ سے آگاہ کریں لیکن بادشاہ کے اقبال سے ایسا نہ ہونے پایا جب کہ  
 عدالت پناہ رات کے پچھلے حصہ میں گھوڑے پر سوار لشکر سے باہر تشریف  
 لے گئے تو دلا درخاں کے حاشیہ نشینوں نے بڑی مشکل سے اسے بیدار کیا  
 اور حقیقت حال سے اطلاع دی دلا درخاں اور اس کے فرزند اسی وقت  
 جنگ کا ارادہ کر کے طلوع آفتاب کے قریب پانچ یا چھ ہزار سواروں کے  
 بادشاہ کی طرف روانہ ہوئے ان لوگوں کو یہ امید تھی کہ خاصہ خیل کے سپاہی  
 اور مذکورہ بالا امیر دلا درخاں کی سواری اور اس عظمت و شان کو دیکھ کر  
 بادشاہ سے کنارہ کش ہو کر مثل سابق کے اسے حفاظت میں لے لینگے اور  
 دلا درخاں پھر مہارت سلطنت پر قابض اور متصرف ہو جائیگا۔ دلا درخاں  
 بادشاہ کے قریب پہونچا اور عدالت پناہ نے اپنے ایک مقرب درباری  
 کو عین الملک کے پاس روانہ کیا اور اسے دلا درخاں کی مدافعت کا حکم دیا۔  
 عین الملک نے یہ ظاہر تو بادشاہ کا حکم قبول کیا لیکن خفیہ طور پر دلا درخاں کو پیغام دیا کہ چونکہ  
 بادشاہ ایک بیک ہمارے پاس آگیا ہی مجبوراً اس کے ہمراہ ہو گئے ہیں تم خاطر جمع ہو کر بادشاہ کو  
 اپنے ساتھ لاؤ اور اپنی جگہ واپس جانا تم تمھارے سردار نہ ہوں گے۔ دلا درخاں نے اس پیغام کو سنکر  
 ایک گڑ کے فاصلہ سے اپنی فوج اور فرزند کو چھوڑا اور خود پانچ سو سواروں  
 اور چار ہاتھیوں کے ساتھ بادشاہ کے سامنے آیا اور اسی طرح سوار  
 اس نے بادشاہ سے عرض کیا کہ رات کے وقت بادشاہ کو سوار ہو کر  
 باہر آنا مناسب نہ تھا اب بھی مناسب ہے کہ حضور سر پر وہ خنای کی طرف  
 واپس ہوں بادشاہ نے غصہ آلود لہجہ میں کہا کہ کون اس بے ادب کو  
 مزاد سے سکتا ہے۔ خاصہ خیل کا ایک سپاہی سسی اوز بک خاں آگے  
 بڑھا اور اس نے بڑی سرعت کے ساتھ ایک ہاتھ تلوار کا مارا اگرچہ

یہ ضرب کار گر نہ ہوئی لیکن دلا در خاں نے پریشان ہو کر اپنے گھوڑے کو پیچھے بٹایا اور اونبک خاں نے ارادہ کیا کہ دوسرا ہاتھ تلوار کا لگا لے دلا در خاں کا گھوڑا تلوار کی چمک سے چراغ با ہوا در سوار زمین پر گر پڑا دلا در خاں کے نسل بان نے خیر خواہی کو دل دیا اور دلا در خاں اور خلیفہ لشکر کے درمیان اپنا ہاتھی حائل کر دیا تاکہ دلا در خاں موقع پا کر دوسرے گھوڑے پر سوار ہو کر لشکر سے جا ملے۔ دلا در خاں کی فوج پر ایسا شہابی رعب و جلال چھا یا اور وہ ایسے خوفزدہ ہوئے کہ یکے بعد دیگرے گروہ کے گروہ اس سے جدا ہو کر میدان کارزار سے بھاگنے لگے دلا در خاں اپنے بطورین لشکر کے ساتھ حیران و پریشان کھڑا ہوا تھا جب اس نے فوج کا یہ حال دیکھا تو خود بھی معرکہ جنگ سے فراری ہو گیا۔ کمال خاں جو لشکر سے جدا ہو کر دار اسنگ کی طرف جا رہا تھا بادشاہی سپاہیوں کے ہاتھ میں گرفتار ہو کر قتل کیا گیا۔ دلا در خاں بادشاہی تعاقب سے کہیں نہ قیام کر سکا اور جلد سے جلد احمد بادیدر پہونچ گیا۔

بادشاہ نے اپنے اقبال سے دلا در خاں کے تسلط سے نجات پائی عین الملک وغیرہ ہر سہامیروں کو باوجود ان کی مذکورہ بالا خطا کے خلعت اور پان عطا فرما کر ان کی خاطر داری کی اور آئندہ کے انعام و اکرام سے انہیں مطمئن کیا بادشاہ صبح کے وقت اپنے سر ابرودہ زیب پہونچا اور تخت سلطنت پر جلوس فرمایا جن لوگوں نے وفاداری میں یوہ کی جاں نثاری کی تھی ان کو طرح طرح کی عنایتوں سے دل شاد کیا۔ بادشاہ بارگاہ سے محفل خاص میں تشریف لایا اور ایک عجیب واقعہ رونما ہوا۔ اس واقعہ کی تفصیل یہ ہے کہ دلا در خاں حنفی مذہب تھا اور اس نے مذہب شیعہ کے تمام طریقوں کو مٹا کر حضرات چار باہر رضی اللہ عنہم کا خطبہ لکھیں جاری کیا تھا۔ رعایا میں بعضوں کا خیال تھا کہ بادشاہ بھی حنفی مذہب ہے اور بعض یہ سمجھتے تھے کہ عدالت پناہ بھی اپنے چچا علی عادل اور اپنے باپ طہا نسب شاہ کی طرح امانیہ مذہب کے پیرو ہیں چونکہ دوسری شوق



زیادہ قزین قیاس تھی لہذا اکثر لوگ شیعہ بن گئے اور مسجدوں میں اذان کے  
نعرے امامیہ مذہب کے مطابق بلند ہوئے۔ بادشاہ پاک اعتقاد حنفی مشرب  
کو یہ بات ناگوار گزری اور اس نے حکم دیا کہ جو لوگ اس امر کے باعث ہوئے  
ہیں ان کو قراقرظ و اقصیٰ منرا دیجائے لیکن آخر میں عدالت پناہ کو اصل واقعہ سے  
اطلاع ہوئی اور عدالت پناہ نے ان کے قصور کو معاف فرمایا لیکن بادشاہ  
ہمیشہ ان لوگوں کو شیعیان مصلحتی کہہ کر ان کو شرمندہ کرتا تھا چنانچہ آج کل یگانہ بیجاپور میں  
خطبہ حضرات چار یا پانچ روزی اللہ عنہم کا پڑھا جاتا ہے ائمہ اثنا عشر کے اسمائے گرامی  
بھی یوسف عادل کے عہد کی طرح خطبہ میں داخل ہیں اسی دوران میں جسکے  
یونقاؤں کو سزا ملنے کا وقت تھا برہان نظام کی فتح اور جال خاں مہدوی کے  
قتل ہونے کی خبر سنائی لشکر میں بیہوشی اور دوست اور دشمن سب دل شاد  
ہوئے بیجاپور سے شہریت نامہ برہان نظام کے پاس روانہ کیا گیا۔ بادشاہ نے  
واپسی کا ارادہ کیا اور سفر کی منزلوں طے کرنا ہوا خدا کی عنایت سے بیجاپور پہنچ  
گیا اور رعیت پروری اور داد کشی میں مشغول ہوا۔ عدالت پناہ نے ملک  
کی ان خرابیوں کو جو عرصہ سے پیدا ہو گئی تھیں اس خوبی سے رفع فرمایا کہ  
زمین و آسمان سے صدائے احسنیت دائرین بلند ہوئی۔

شاہزادہ اسماعیل بن شاہ اراقم الحرف اپنے عالی جاہ اور اعظم المرتبہ مالک  
طہا سب کا خرد و ج ابراہیم عادل شاہ ثانی کی از دیاد عمر و دولت کی دعا کے  
بعد اصل مدعا کی طرف رجوع کرتا ہے کہ طہا سب شاہ بن

ابراہیم عادل شاہ اول کے چار فرزند تھے جن میں دو بیٹے اور دو بیٹیاں تھیں  
بیٹوں کے نام ابراہیم اسماعیل بن اور بیٹیاں نہر سب سہلان زو جہ میر حسین نظام شاہ  
اور ثانی بی بی زو جہ محمد برید شاہ کے نام سے شہوں میں محمد برید شاہ عدالت پناہ  
کے زیر سایہ بیجاپور ہی میں مقیم تھا شاہزادہ ابراہیم نے اپنے چچا علی عادل شاہ  
کی وصیت کے مطابق تخت سلطنت پر جلوس اور ملک میں خطبہ اور سکے اپنے  
نام کا جاری کیا شاہزادہ اسماعیل جو طفل سہ سالہ تھا بچپن کے زمانہ میں براہ  
کا مگر کے سایہ عاطفت میں پرورش پاتا تھا اسماعیل بولغ کے قریب پہنچا اور

دلاور خاں نے جو وزیر سلطنت تھا شاہان روزگار کی رسم کے موافق شاہنژادہ کو عدالت پناہ کے سایہ عاطفت اور ماں کی آغوش محبت سے جدا کر کے بلکوان کے قلعہ میں قید کر دیا۔ جشیوں کا فتنہ فرو کرنے اور دلاور خاں کی مزاحمت کو دفع کرنے کے بعد عدالت پناہ نے اپنے ایک مقرب درباری کو شاہنژادہ ایل کے پاس روانہ کیا اور اسے پیغام دیا کہ بعض امور کی بنا پر جن کی مصلحت تم سے پوشیدہ نہیں ہے باوجود تمہارے شوق دیدار کے میں تمہاری مفارقت کا قصہ برداشت کر رہا ہوں لیکن اس معاملہ میں مجھے معذرت سمجھو اور اسی وقت اپنے پاؤں سے زنجیر قید توڑ کر اس قلعہ میں جو کثرت گل دریا چین کی وجہ سے فردوس بریں کا نمونہ ہے نغمہ دسانا اور ساقی و شراب کی صحبت میں زندگی بسر کرو لیکن اسی کے ساتھ قابلیت کے اکتساب اور تاریخ و دواوین کے مطالعہ اور سواری اور چوگاں بازی سے غافل نہ رہو غم داند وہ کو اپنے پاس رکھ نہ آئے تو دو میں چند ضروری امور طے کر کے مثل سابق تم کو اپنی مجلس میں طلب کر لو نگار عدالت پناہ نے تمہارے دار اور کو تو اس قلعہ کے نام بھی فرامین جاری کئے کہ شاہنژادہ کے پاؤں سے زنجیر عجلہ کر دی جائے غرض کہ بادشاہ کے حکم کے موافق ہر مہینہ ہزار ہون شاہنژادہ کے اخراجات کے لئے اور طرح طرح کے میوے اور اس نواح کے نفیس تحفے اس کے پاس پہنچنے لگے مختصر یہ کہ سوا قلعہ سے باہر جانے کے اور کسی قسم کی قید اور تکلیف باقی نہ رہی اور ملازمین قلعہ ہر طرح پر اس کی خدمت کرتے رہے عدالت پناہ اکثر عیدین اور مجالس نشاط اور دیگر مقربک اوقات میں شاہنژادہ کو یاد فرماتے تھے۔ مورخ فرشتہ نے احمد خاں خزینہ دار سے جو بارگاہ شاہی کا بہت مقرب امیر تھا یہ روایت سنی ہے کہ ایک مرتبہ بلکوان کے بہترین اُم عدالت پناہ کے حضور میں پیش کئے گئے ان اُموں کو بھونیرہ کہتے ہیں اور اس کی وجہ تسمیہ یہ ہے کہ ان کے مغز استخوان میں ایک یاد و زبور سیاہ پیدا ہوتے ہیں اُموں کو دیکھ کر عدالت پناہ نے دریافت فرمایا کہ یہ اُم ہمارے بھائی کے پاس بھی پہنچے یا نہیں تحفہ گزار نے عرض کیا کہ چونکہ پہلی مرتبہ درختوں میں بار آ یا ہے

تمام بھل بادشاہ کے ملاحظہ میں پیش کر دیئے گئے ہیں اس کے بعد جو بھل بختہ ہوں گے وہ شاہزادہ کی خدمت میں روانہ کئے جائیں گے بادشاہ کو یہ جواب پسند نہ آیا اور اسی وقت وہ آسم بگوان روانہ کرائے اور شاہزادہ کو کہلا بھیجا کہ جو بیوہ بگوان میں پیدا ہو اور تمہارے نہ چکھو کسی طرح زبان پر نہیں رکھ سکتا یہ بھل تم کھاؤ اس کے بعد جو آسم بختہ ہوں وہ میرے لئے روانہ کرو۔ اس کے علاوہ تھانہ دار کے نام فرمان صادر ہوا کہ اب جو بیوہ بختہ اور کھانے کے قابل ہو سب سے پہلے شاہزادہ کی خدمت میں پیش کیا جائے اور پھر میرے ملاحظہ میں پیش ہو مختصر یہ کہ عدالت پناہ نے اس ہر دعوت کا اظہار فرمایا جس کے سمجھنے سے عقل انسانی قاصر ہے اور شاہزادہ یہ حدیث و عشرت کے ساتھ قلعہ میں زندگی بسر کر رہا تھا اور دنیا کی تمام نعمتیں اس کے لئے جمیا تھیں۔ سو اتفاق سے شاہزادہ اہل نے تمام حقوق احسان انجام کو فراموش کیا اور قریب دو درہا طرف کے قتلہ پردازوں کے اغوا سے راہ راست سے انحراف کیا اور الفت و محبت کو طاق نسیان پر رکھ کر اختلاف اور نفاق کو اپنا شعار بنا یا۔ اسٹیل نے ساتویں رمضان سنہ ہجری میں علم مخالفت بلند کیا اور عدالت پناہ سے باغی ہو گیا۔ بادشاہ نے یہ اخبار سنے اور امیروں کے کمر اور دغا سے واقف ہوا عدالت پناہ نے تمام محبت کے لئے پہلے ایک نصیحت امین خط شاہزادہ کے نام لکھا کہ اگر برکتی کو چھوڑ کر اطاعت اختیار کرے تو وہ اہل اور نہ اپنے اعمال کے سزا بھگے گا بادشاہ نے یہ نامہ اپنے ایک معتمد امیر شاہ نور عالم کی معرفت جو شیخ المشائخ قطب عالم حضرت جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ کی اولاد میں تھے روانہ کیا اس خط کا مضمون یہ تھا کہ خدا جس کو تخت حکومت اور اقبال عطا فرماتا ہے وہ اس طرح کے فتنوں اور بغاوت سے سرکشوں کے مقابلہ میں مغلوب نہیں ہوتا تمہیں معلوم ہے کہ بہترین حصہ ملک و کن کا میرے زیر نگیں ہے اور رہا یا اور امیر میرے اطاعت گزار ہیں تم اسب بھی اس ارادہ فاسد سے باز آؤ تاکہ میں تمہیں عزیز عنایات شاہی سے سرفراز کروں ورنہ جو کچھ ہوسنے والا ہے ہو کر رہے گا مجھے اس بات کا خوف ہے کہ کہیں خدا نہ خواستہ معرکہ کارزار میں تمہیں

زخم پہونچے اور بدبختی تھیں روز سیاہ دکھائے۔ عدالت پناہ کا قاصد بلگوان پہونچا  
 لیکن شاہنژادہ اسٹیل نے راہ راست نہ اختیار کی اور خط کا جواب نامناسب رد کر دیا  
 کہ شاہ نذر عالم کو مقید کر لیا اور خروج اور بغداد کے سامان مہیا کرنے میں کوشاں  
 ہوا شاہنژادہ نے سب سے پہلے ایک قاصد برہان نظام شاہ کے پاس روانہ کیا  
 اور اس سے مدد کا طلب گار ہوا برہان شاہ موقع کا منتظر اور وقت کا انتظار کر رہا  
 تھا اس نے مدد کا وعدہ کر لیا اور جواب میں لکھا کہ اگر تم چاہتے ہو کہ کام موافق مراد انجام  
 پائے تو بیجا پور کے امراؤں کو آئندہ کے دل خوش کن وعدوں سے اپنا ہی خواہ  
 بناؤ خصوصاً عین الملک کنغالی کہ امیر الامرا اور بلگوان کے قریب حصہ ملک کا جائیداد ہی  
 اس امیر کے موافق ہو جائے۔ کے بعد تمام اراکین دربار خود بخود ہتھیار سے بھی خواہ  
 ہو جائیں گے شاہنژادہ اسٹیل برہان نظام کے وعدہ امداد سے بید خوش ہوا اور  
 عین الملک سے جو اس زمانہ میں پرگنہ سیگری میں مقیم تھا ربط و اتحاد پیدا  
 کر کے عین الملک اور اس کے خاندان فرزند انکس خاں کو اپنی طرف راغب  
 کر لیا۔ عین الملک کا ابتدائی پیشنا تھا کہ معاملہ کو طوالت ہو اس لئے اسکی تنہا یہ تھی کہ  
 شاہنژادہ اسٹیل بلگوان کو اپنا پائے تخت بنائے اور اس حصہ ملک میں اس کے  
 نام کا خطبہ دسکہ جاری ہو تاکہ ایک ہی حکومت میں دو بادشاہ فرمانروائی کا دم  
 بھر میں اس خیال کی بنا پر یہ امیر بہ ظاہر تو عدالت پناہ کا بھی خواہ رہا لیکن خفیہ  
 طور پر شاہنژادہ کا ہم آواز بننا اور اسے پیغام دیا کہ جب مہات سلطنت فیصل  
 ہو جائیگی تو میں بعض امیروں کے ہمراہ خدمت عالی میں حاضر ہو جاؤ گا اسی  
 دوران میں عدالت پناہ نے شاہ نذر عالم کے مقید ہونے کی خبر لی اور بار شاہ  
 بید غضبناک ہوا اور الیاس خاں سرنوبت کو جزا لشکر کے ہمراہ شاہنژادہ کے  
 قلعہ کو فرو کرنے اور حصار بلگوان کی سیو کے لئے نامزد فرمایا الیاس خاں بلگوان پہونچا  
 اور اس نے حصار کا محاصرہ کر لیا شاہنژادہ اسٹیل میں مقابلہ کرنے کی طاقت نہ تھی  
 شاہنژادہ قلعہ بند ہو گیا الیاس خاں نے آمد و شد کے تمام راستے ال قلعہ بند کر دیے  
 عین الملک بھی شاہی فرمان کے مطابق بلگوان پہونچا اور بہ ظاہر اسے حصار کا محاصرہ کر لیا لیکن  
 اس کے بعد چل کی طرف سے ہمیشہ غلہ و ذوق خفیہ طور پر ال قلعہ کو پہونچتا رہا عدالت پناہ نے یہ خبر سن کر

عین الملک کی طلب میں فرمان جاری کیا جس کا مضمون یہ تھا اس زمانہ میں قلعہ بگوان کی تسخیر نظر ہے تم سب سالار لشکر ہو جلد سے جلد بارگاہ سلطانی میں حاضر ہو تاکہ اسی بارہ میں تم سے مشورہ کیا جائے اور اس کے بعد جو تدبیر تمھارے نزدیک مناسب ہو اس پر تمام اراکین دولت کار بند ہوں اس کے علاوہ اور بھی چند ضروری باتیں پیش ہیں جس وقت تم خدمت عالی میں حاضر ہو گے ان امور میں بھی گفتگو کی جائیگی عین الملک نے فرمان کا استقبال کیا اور فرمان کی مہر انگیز عبارت سے مطمئن ہو کر جلد سے جلد روانہ ہوا تاکہ اپنی طرف سے کسی قسم کا شبہ بادشاہ کے دل میں نہ پیدا ہونے دے یہ امیر اپنے چند مخصوص ہم نشینوں کے ساتھ پائے تخت کو پہنچ گیا اور بعض غیر مسلم درباریوں کو جو اندلوں بادشاہ کے مقرب ہو گئے تھے نقد و دولت کے عطیہ سے اس امر پر تیار کیا کہ یہ درباری ہمیشہ عین الملک کی خیر خواہی کی داستان مجلس شہاہی میں بیان کرتے ہیں عدالت پناہ کو اگرچہ عین الملک کے حرکات و سکنات سے سکاری اور دغا بازی کے آثار کا پتہ چلتا تھا لیکن چونکہ اس کے سابقہ حقوق کا لحاظ تھا اور نیز یہ کہ ابھی اس کی حرام خواری کا یقین بھی نہ ہوا تھا اس لئے بادشاہ نے کسی قسم کا اظہار غضب نہ فرمایا بلکہ کوشش یہ فرمائی کہ اس کو اپنے احسان اور کرم سے دوبارہ راہ راست پر لائے۔ عدالت پناہ کا خیال تھا کہ عین الملک کے ساتھ اس طرح سلوک کرنے سے اگر اس کے دل میں نہک حرامی کا خیال بھی ہو گا تو بھی فوراً جانا رہیگا بادشاہ نے اسی وجہ سے جو باتیں کہ اس زمانہ میں اس کے کانوں تک پہنچی تھیں اس کا ذکر نہیں کیا اور ایک بڑی عظیم الشان مجلس ترتیب دی اور امیران سلطنت اور فوجی افسر راست و چپ صف بستہ اتادہ ہوئے عین الملک نے قلب و ہمت کی وجہ سے عین یا چار جگہ زمین خدمت کو بوسہ دیا اور اس کے بعد تخت شہاہی کے قریب پہنچا اور تخت کے پایوں کو بوسہ دیکر حسب الحکم اپنی جگہ پر بیٹھ گیا عدالت پناہ نے دیکھا کہ اس امیر پر خوف بحد طاری ہے بادشاہ تھوڑی دیر دوسری جانب متوجہ رہے اور اس کے بعد بڑی توجہ اور عنایت کے ساتھ عین الملک کی طرف رخ کیا اور اسے اپنی شیریں

کلامی سے شاد کر کے خلعت اور کمر و خنجر مرصع اسب تازی و عنبر چہ جو نفیس جواہرات سے مرصع تھا عین الملک کو عطا فرمایا اور اسے جاگیر واپس جانے کی اجازت دی عین الملک نے زمین خدمت کو بوسہ دیا اور دوسرے دن صبح کے وقت اپنے سب سے بڑے برگنہ یعنی بکری کو روانہ ہو گیا عین الملک نے اب بھی مراجعہ خسروانہ پر خیال نہ کیا اور شاہزادہ اسٹیل سے رابطہ اتحاد اسی طرح قائم رکھا اور اہل سابق کے غلہ و آذوقہ و مال کے پہونچانے میں برابر کو نشان رہا عین الملک کی یہ کارروائی خاص و نام سب پر ظاہر ہو گئی حسن اتفاق سے اس زمانہ میں بیجا پور کا کوئل اسی حیات خاں جو دکن کے ادنیٰ طبقہ کا ایک فرد تھا باروت اور بعض ضروری چیزیں پہونچانے لیا اس خاں کے پاس گیا ہوا تھا۔ واپسی میں برگنہ بکری پہونچا عین الملک کو اس کی تواضع کا خیال آیا اور اپنے یہاں اس کی دعوت کی حیات خاں ہمیشہ بازاری انخاص کا ہم نشین رہا تھا یہ عین الملک کو بھی اسی قبیل کا انسان سمجھا در اپنے طریقہ کے موافق اس سے اہم کلام ہو کر ایسی باتیں کرنے لگا جس سے عین الملک کی حرام خواری کا اظہار ہوتا تھا عین الملک غضب ناک ہوا اور حیات خاں کے ساتھ سختی سے پیش آیا حیات خاں بھی مہلک ہو چکا تھا اب اور اپنے جامہ سے باہر ہو گیا اور ہفاف الفاظ میں اسے حرام خوار کہنے لگا حیات خاں نے کہا کہ میں ابھی کام کے واسطے بلکوان گیا تھا اور اسی دعا کی تحقیق کے لئے یہاں آیا ہوں فلاں فلاں دلائل اور اسباب سے تمھاری نیک حرامی کا پورا یقین ہو گیا ہے حیات کا اس گفتگو سے مقصد یہ تھا کہ عین الملک کچھ روپیہ اسے دیکر اپنے سے راضی کرے لیکن چونکہ اس کی حرام خواری کا راز فشت از باہم ہو چکا تھا اور اب یہ معاملہ پوشیدہ نہ رہا تھا اور یہ سمجھ کر کہ اب نرمی اور ملاطمت سے کام نہیں چل سکتا اس نے حیات خاں کو پانچ ہجیر کر کے علانیہ شاہ کی مخالفت کا اظہار کیا اور اپنی طاقت اور قوت پر مشرور ہو کر اہانت کا دم بھرنے لگا۔ عین الملک نے اسی وقت اطراف و جوانب کے حکام کو نامے روانہ کئے اور ان کو شاہزادہ کی اطاعت کی ترغیب دی اکثروں نے تو خفیہ طور پر

اطاعت کا اقرار کیا لیکن اہالیان قلعہ مرج نے اپنے تھکانہ داسی بیسزیا یک کو معزول اور نظر بند کر کے علانیہ شاہزادہ ارجیل کی اطاعت کا اظہار کیا عین الملک نے برہان نظام شاہ کو ایک عریضہ لکھا جس میں دولت خانہ عادل شاہی کی بھید شکایت کی اور یہ پیغام دیا کہ تمام قلعے اور شہر شاہزادہ کے تصرف میں آگئے ہیں اور اس نواح کے امیر الامرا اور پائے تخت کے اراکین نے شاہزادہ کی اطاعت کا اقرار کر لیا ہے اور بھول کا مدعا یہ ہے کہ شاہزادہ کے سر پرچہ شاہی بلند کر کے بجا پور روانہ ہوں لیکن یہ عظیم الشان مہم بلا آپ کی امداد کے سرانجام نہیں پاسکتی اگر جناب والا اس طرف توجہ فرمائیں تو یقین ہے کہ کام بہ احسن وجوہ انجام پاجائیگا اور شاہزادہ مالک تاج و تخت ہو کر باعث فلاح ملک ہوگا اگر ہم اپنے مقصد میں کامیاب ہوئے تو آپ کے تشریف لانے کے شکر یہ میں قلعہ ٹولاپور و شاہ درک اور تمام سرحدی پرگنات اس نواح کے ہم نظر کریں گے۔ عین الملک نے اس بارے میں شدید نہیں کھائیں اور مضبوط وعدے کئے اور نامہ کو مہر شاہی اور اکابرین کی دستخط سے منترین کر کے نظام شاہ کے دربار میں روانہ کیا برہان نظام نے حقوق سابق کو فراموش کیا اور اس مہم کو بھی منگسہ رانا کی جنگ تصور کر کے اس نے امداد کا وعدہ کر لیا اور سرابردہ اور بارگاہ احمد نگر سے باہر نکل کر اپنی فوج کے جمع کرینکا حکم دیا۔ عین الملک یہ اخبار شکر بھد خوش ہوا اور اپنے سفر آخرت کی تیاریاں کرنے لگا عین الملک نے اپنے لشکر کو جو الیاس خاں کی مدد کو بلکوان گیا ہوا تھا طلب کیا اس فتنہ سے تمام ممالک محروسہ میں آگ لگ گئی اسی دوران میں ملا بار کے غیر مسلموں نے قلعہ چند کوئی پر جو علی عادل شاہ نے سر کیا تھا قبضہ کر لیا ان ہندوؤں نے یہاں تک ہمت کی کہ ولایت بنکاپور کو بھی تاخت و تاراج کرنے لگے۔ الیاس خاں قلعہ بلکوان کے محاصرہ میں مشغول اور دوسرے مخالفین کی طرح شاہی نمک حراموں میں تھا بلا اس نواح کے امرا کے مشورہ اور بغیر حکم شاہی کے نیند کی طرح حیران اور پریشان بجا پور واپس آیا الیاس خاں کی واپسی سے پائے تخت کا ہر شخص خوف زدہ ہو گیا اور اس قدر

شور و غل بلند ہوا کہ قریب تھا کہ تخت گاہ میں بھی فساد کی آگ بھڑک جائے کہ  
 ناگاہ مولت شاہی نے اپنا کام کیا اور فساد فرد ہو گیا بادشاہ نے الیاس خاں اور  
 محمد خاں رومی کو جو دشمنوں سے موافقت کرنے کے پورے ملزم تھے امارت  
 سے معزول کر کے عبرت کے لئے ایک زندان تیرہ دای میں مقید کر دیا اور  
 اطراف ملک کے امیروں کے نام فرمان طلب صادر فرمایا تو ٹھ سے ہی زمانہ  
 میں ہر چہار جانب سے لشکر موج فرا تم ہو گیا اور امرائے عظام میں عالم خاں  
 دکنی جو وفاداری اور ملک حلالی پر قائم تھا تمام امیروں سے پیشتر جلد سے جلد  
 بیچاس سواروں کے ساتھ بیجا پور پہنچ گیا عین الملک نے لڑائی بلکوان کو  
 امرائے عادل شاہی کے وجود سے خالی پایا اور انگس خاں نے بے شمار  
 روپیہ صرف کر کے دس ہزار سوار اور بیس ہزار پیادوں کی جمعیت فراہم  
 کر لی اور تخت اور غور کے نشہ میں سرشار ہو کر بلا اس کے کہ برہان نظام  
 کے درود کا انتظار کرے بلکوان روانہ ہو گیا انگس خاں نے شاہزادہ سے  
 ملاقات کی اور چونکہ اسے معلوم ہو چکا تھا کہ برہان شاہ جہاں لشکر ہمراہ لیکر ادھر  
 آ رہا ہے انگس خاں نے پتر شاہی شاہزادہ کے سر پر سایہ فگن کیا عدالت پناہ  
 نے یہ اخبار سنے اور اپنی فتح کی امید کر کے حمید خاں حبشی کو سر لشکر مقرر فرمایا اور  
 حمید کو ماہ ربیع الثانی میں امیروں اور منصب داروں کے ہمراہ ٹک حراموں  
 کے مقابلہ میں روانہ کیا حمید خاں عسلی پور پہنچا اور عین الملک وغیرہ نے  
 اسے شاہزادہ کی اطاعت کی ترغیب دی حمید خاں نے عدالت پناہ  
 کی تعلیم کے موافق ان لوگوں کی تعلیم و تکریم کی اور عین الملک سے کہلا بھیجا  
 کہ میں جنگ آزمائی کے لئے نہیں آ رہا ہوں میرا مقصد شاہزادہ کی اطاعت  
 کو قبول کرنا ہے اگر شاہزادہ بلا درود برہان شاہ کے قلعہ سے برآمد ہو کر  
 چتر شاہی اپنے سر پر سایہ فگن کرے تو اصل مدعا بلا کسی زحمت کے حل ہو جائیگا  
 عین الملک کو شاہی اقبال نے اندھا کر دیا اور اس ناواقبت اندیش نے  
 برہان شاہ کے درود کا جو قلعہ پرنہ کے حوالی تک پہنچ چکا تھا انتظار نہ کیا  
 اور شاہزادہ کو ہمراہ لے کر قلعہ سے باہر نکل آیا۔ عین الملک اور حمید خاں نے



قطع مسافت کے بعد ایک عظیم میدان میں ملاقات کی حمید خاں اور دوسرے امیر فرش کے بچھانے اور آب پاشی میں مشغول ہوئے ان لوگوں نے خوشبو کے طبق پان وغیرہ کی تیاری میں انہماک ظاہر کیا عین الملک کا فرزند اکبر مسمیٰ عالی خاں اپنے باپ کو ہمیشہ عدالت پتہ کی حکم حرامی سے منع کیا کرتا تھا اس نے حمید خاں کے اطوار و حالت سے اصل راز کو سمجھ لیا اور ہر چند کوشش کی کہ حمید خاں کے مکر و دغا کا عین الملک کو یقین آجائے لیکن کچھ فائدہ نہ ہوا اور اسکا قول غرض پر محمول کیا گیا۔ سو لھویں ماہ مذکور روز جمعہ کو جب کہ اراکین سلطنت یوم عید منا کر بادشاہ کی درازی عمر و دولت کی دعا مانگ رہے تھے قصبہ سیکری کے درمیان دونوں لشکروں کا مقابلہ ہوا عین الملک کے ارشاد کے موافق فراتھول نے فرش بچھایا اور غمخواروں کے قالین سے مجلس کو آراستہ کیا۔ شاہنژادہ نے اس پر جلوس کیا اور بغیر اس کے کہ حمید خاں وغیرہ کے حالات سے آگاہی حاصل کرے بے حد اطمینان کے ساتھ قصبہ سننے اور شراب نوشی میں مشغول ہوا مختصر یہ کہ شاہنژادہ اور عین الملک اسی خیال میں تھے۔ اور حمید خاں نے توپ اور ضرب زن کے چلانے والوں کو حکم دیا اپنا کام کریں ملازمین شہابی ثقناک وغیرہ حریف کی طرف پھینکنے لگے عین الملک غنیم کے حالات سے واقف ہوا اور اس نے ارادہ کیا کہ شاہنژادہ کو سوار کر کے اپنے لشکر کی راہ لے کر کھیل خاں خواجہ سمرائے شیر خراں کے مانند سمنہ پر حملہ کیا اور پہلے ہی جگہ میں دشمن کی جمعیت کو پریشان کر دیا اس جنگ کا منہ میں عین الملک زخمی ہو کر گھوڑے سے گرا اور کھیل خاں نے اس کا سترن سے جدا کر کے شاہنژادہ کی فوج کا رخ کیا شاہنژادہ نے ارادہ کیا کہ اپنے گھوڑے کو دوڑا کر عالی خاں اور انھیں خاں کے پاس پہنچ جائے اور ان کے ہمراہ بہان شاہ کی خدمت میں حاضر ہو کر پھر از سر نو میدان جنگ میں آئے۔ شاہنژادہ پر شراب کا غلبہ تھا گھوڑا دوڑاتے وقت زمین پر گر کھیل خاں کے ساتھیوں نے اس کو قید کر لیا۔ اراکین دولت نے عین الملک کا سر چند امیروں کے ہمارہ پائے تخت کو روانہ کیا عین الملک کا سر بیجا پور پہنچا اور ہر شخص اس کے تماشہ میں

مشغول ہوا یہ سر دار آدیبراں کیا کیا اور ایک ہفتہ کامل اس کی یہی حالت رہی اور  
بعد اس واقعہ کے خابگی بن شجاعت خاں کرد سرسلحداراں روانہ ہوا اور اس نے  
شاہزادہ کی زندگی کا خاتمہ کر دیا حمید خاں سہیل خاں اعتماد خاں وغیرہ درگاہ شاہی  
میں حاضر ہوئے اور مجرئی اور آداب کے شرف سے بہرہ اندوز ہوئے اسی  
دن عین الملک کا سر ایک بڑی توپ کے دھاتہ پر رکھ کر اڑا دیا گیا۔ عدالت پتہ  
نے تھانہ داراعہ مرجع سسی مالک کو فرمان روانہ کیا کہ اس قلعہ کے قیدی جو سترہ  
عد ہیں اور سب کے سب حرام خوار کی جیسے بدترین جرم کے مجرم ہیں فوراً  
قتل کئے جائیں اور ان کے سر پائے تخت کو روانہ ہوں تھانہ دار نے شاہی فرمان  
کی تعمیل کی اور قلعہ کے اندر ان مجرموں کو ایک ہی قطار میں بٹھا کر سب کو تہ تیغ کیا  
اور ان کے سر بیجا پور روانہ کر دیئے۔ بادشاہ نے جاں نثاروں کو عطیہ اور  
انعام سے سرفراز فرمایا عالم خاں نے خاں کے خطاب سے سرفراز کر کے دہ ہزاری  
ایسر بنا دیا گیا سہیل خاں جس نے عین معرکہ کارزار میں دشمن کی کثرت سے بالکل  
بے خوف ہو کر دبا دھرا لگی دی تھی خلعت و اضافہ منصب سے دل شاد کیا گیا  
اس واقعہ سے دشمن خون کے آنسو رونے لگے بالخصوص برہان نظام جس نے  
خاندان عادل شاہی کی تباہی کا بیڑہ اٹھایا تھا بعد پریشان اور غمگین ہوا اور  
حوالی قلعہ پر تھانہ احمد نگر واپس گیا۔ پیر درگاہ عالم بہر قرن اور ہر زمانہ میں اپنے  
کسی مقبول اور عظیم الجاہ بندہ کے ہاتھوں اس طرح کے عجیب و غریب  
واقعات کا اظہار فرمایا کرتا ہے خداوند دو جہاں ایسے اقبال مند اور عدالت  
گستر فرمانروا کے عمر و اقبال میں روز افزا دل ترقی محنت فرمائے بالنبی و آلہ الامجاد۔  
ناظرین کتاب کو معلوم ہونا چاہیے کہ اس فقیر مورخ پر خان والا شان  
شاہنوازی کی عنایت اور کرم حد سے زیادہ ہے اس کتاب کی تالیف کے زمانہ  
میں مورخ قرشتہ پر جو ہربانی خان والا شان نے فرمائی ہے اس کا حق خداست  
یہی ہے کہ سلاطین ہندوستان کے حالات قلم بند کرنے کے بعد تھوڑا حال اپنے  
محسن کا بدینہ ناظرین کرے۔

داصح ہو کہ خواجہ علاء الدین محمد شیرازی اپنے وقت کے مشہور بزرگ تھے

شیراز کے حکام اور اکابر ملک ہمیشہ ان سے محبت رکھتے اور ان کو اپنا دوست سمجھتے تھے۔ ان بزرگ کو خدا نے تین فرزند عطا فرمائے خواجہ معین الدین محمد خواجہ معز الدین عنایت اللہ فضل و دانش اور حسین سلوک میں اپنے معاصرین میں ممتاز تھے اور عنوان شباب میں شاہ فتح اللہ شیرازی کے حلقہ درس میں داخل ہو کر تفصیل علوم کرتے تھے۔ ان بزرگ کو علم منطق و حکمت سے خاص ذوق تھا تقوڑے ہی زمانہ میں تمام طلبائے فارس سے سبقت لے گئے ان کے قلم کی یادگار اور تصنیفات اب تک محفوظ اور تمام علماء اور طبقہ کے لئے ہادی طریق ہیں جس زمانہ میں کہ علی عادل شاہ نے خواجہ فتح اللہ شیرازی کو ہندوستان تشریف لانے کی دعوت دی خواجہ محمد نور نے بھی سفر کا ارادہ کیا اور دریا کے راستہ بھالپور وار دہوئے بھالپور کی سیر کرنے کے بعد ہندوستان کے دیگر مشہور شہروں پرمان پورہ مندو۔ انجین اگرہ دہلی اور لاہور کا سفر کیا اور اس کے بعد ہندوستان کے تبرکات اور تحفے ہمراہ لیکر شیراز واپس گئے۔ ایک زمانہ کے بعد ان کو حج بیت اللہ کا اشتیاق ہوا۔ اور اپنے وطن سے حرمین شریفین کی زیارت کے لئے روانہ ہوئے۔ راستہ میں بغداد وار دہوئے اور حضرت امام موسیٰ کاظمؑ اور امام محمد تقیؑ کے روضہ مبارک کی زیارت سے فیضیاب ہو کر سامرہ حاضر ہوئے اور یہاں بھی حضرت امام تقیؑ اور امام حسن عسکریؑ کے آستانہ پر چہرہ سائی کر کے یہاں کے مجاوروں کو انعام و اکرام سے نواذ کیا سامرہ سے کربلائے معلیٰ حاضر ہوئے اور حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کے روضہ مبارک پر فاتحہ خوانی کر کے جناب امام کی روح پر فتوح سے طالب امداد ہوئے اور اس روضہ پاک کے مجاوروں کو بھی انعام عطا کر کے نجف اشرف میں حاضر ہوئے اور آستانہ جناب امیر المؤمنین علی ابن ابی طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر چہرہ فرسائی اور روضہ پاک کے خدام کو انعام و اکرام سے شاد کر کے مکہ معظمہ میں حاضر ہوئے حج سے فراغت حاصل کی اور مدینہ طیبہ حاضر ہوئے روضہ مقدسہ نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر حاضری دی اور اس کے بعد اپنے وطن شیراز واپس آئے تقوڑے سے دنوں وطن میں زندگی بسر

کرنے کے بعد پھر شوق سیاحت ہوا اور سن ۹۹۹ میں ملائیکسی شاعر اور خواجہ عنایت اللہ اردستانی کے ہمراہ ہندوستان کے راستے سے کشتی میں بیٹھ کر بندر چیدل پہنچے تھوڑے دنوں پہاں کے علماء اور فضلا سے صحبت گرم کرنے کے بعد بجا پور شریف لائے اس زمانہ میں دلاور خاں دیلم مطلق تھنا اس کی وساطت سے عدالت پناہ کے حضور میں حاضر ہوئے بادشاہ نے ان پر خاص ہریانی فرمائی اور اپنے ہندو میں داخل کر لیا۔ آخر سن ۱۰۰۰ ہجری میں عدالت پناہ کے قاصد ہنگرستان شاہ کے پاس گئے اور صلح اور شکست قلعہ کے تمام مراحل اور لوازم لٹی گری کو بہ حسن وجوہ انجام دیا بادشاہ کو ان کے یہ خدمات پسند آئے اور ان کے مراتب میں اور زیادہ ترقی کی گئی سن ۱۰۰۰ ہجری میں چند ضروری بہات سلطنت کو طے کرنے کے لئے محمد قلی قطب شاہ کے پاس حیدر آباد میں جو بہاگہ نگر کے نام سے مشہور ہے حاضر ہوئے اور اس خدمت کو بھی اچھی طرح انجام دے کر بجا پور واپس آئے اسی دوران میں بلگرام کا فتنہ برپا ہوا اور شاہزادہ ایل علی نے علم بغاوت بلند کیا اس زمانہ میں جب کہ عین الملک کنغانی نے علانیہ شاہزادہ کا ساتھ دیا اور بہت سے عادل شاہی ایمر خفیہ شاہزادہ کے بھی خواہ بن گئے۔ اس پر آشوب وقت میں یہ ایمر نیک تدبیر ملک اور ریاء کے حال سے بے خبر نہ رہا جس ایمر کو بادشاہ کا بھی خواہ یا نام اس کی سفارش کر کے اس کا مرتبہ بلند کرنا اور جس درباری کی کمک حرامی کا یقین آجائے اسے محض سلطانی میں گرفتار کر اتا ایسے زمانہ میں مولف کتاب پر عنایت فرمائی اور مجھے بادشاہ کی مجلس میں حاضر کیا اور اسی اس حقیر کے ساتھ دوست نوازی کی کہ عدالت پناہ نے خود مورخ فرشتہ سے گفتگو کی اور اپنی مجلس میں کتاب روضۃ الصفا جو یہ نفیس اور خوش خط لکھی ہوئی ہے اپنے ہاتھ سے مجھے عطا فرمائی اور خلعت عنایت فرما کر منصب اور جاگیر میں اضافہ کیا عدالت پناہ نے فرمایا کہ شاہان ہندوستان کے حالات میں کوئی نقل کتاب علیحدہ اس وقت تک تالیف نہیں کی گئی نظام الدین احمد شہیدی نے ایک کتاب لکھی ہے جو یہ مختصر اور سلاطین و کن کے حالات کی تحقیق اور تفصیل سے عاری ہے تم بہت کرداران صفات سے متصف ایک

مالیف تیار کر جس میں ہمارے عہد کے واقعات مفصل اس طرح مرقوم ہوں کہ عبارت منشیانہ تکلفات اور کذب و بہتان سے بالکل پاک ہو۔ اس فقیر مولف نے زمین خدمت کو بوسہ دیا اور اسی ہفتہ میں بعض واقعات چند جزو میں لکھ کر سب سے پہلے مقرب سلطان خان والا نشان شاہنواز خاں کی خدمت میں پیش کئے خان موصوف کی اصلاح سے مزین ہونے کے بعد وہ اوراق شاہی ملاحظہ میں پیش کئے گئے اور ان کو شرف قبولیت عطا ہوا۔

عدالت پناہ نے شاہزادہ کے فتنہ کو فرو کرنے کے بعد یہ ارادہ فرمایا کہ برہمنوں کے گروہ کو جو اس زمانہ میں ملکی مہمات کے انجام دینے والے تھے سرکاری عہدوں سے معزول فرمائیں اور تمام حکومت کسی ایسے صاحب تدبیر اور اور عالی فہم امیر کے سپرد کریں کہ امور سلطنت بہ آسن و جہ انجام پائیں عدالت پناہ نے بیحد غور و فکر کے بعد شاہنواز خاں کو اس خدمت کے لئے منتخب فرمایا اور سلسلہ ہجری میں ان کو سلطنت کا سب سے بڑا عہدہ دار یعنی کابل مطلق مقرر کر کے سلطنت کے تمام جزئی اور کلی امور کو خان والا نشان کی خوش تدبیری و سیاست کے سپرد کر دیا۔ خان موصوف بادشاہ کی توجہ اور عنایت سے اس طرح مہمات سلطنت کو انجام دیتے ہیں کہ ملک روز بروز ترقی کر رہا ہے۔ مؤرخ فرشتہ اس ایسیر یا تدبیر کی صفت کرنے سے عاجز ہے۔ اس لئے مدح و ثنا سے گریز کر کے سرید احوال بدیہ ناظرین کرتا ہے۔ واضح ہو کہ شاہنواز خاں نے منصب کارملی پر فائز ہونے کے بعد یہ مناسب خیال فرمایا کہ عدالت پناہ خود سلطنت سے باخبر رہیں عدالت پناہ کو اس امر پر متوجہ فرمایا کہ بادشاہ خود اس کی کوشش فرمائیں شاہنواز خاں نے یہ قاعدہ مقرر کیا کہ جو کچھ سلطنت کے حالات پر جبہ نہیں لکھ کر روانہ کرتے شاہنواز خاں ان کو اس مناسب طریقہ سے بادشاہ کے ملاحظہ میں پیش کرتا تھا کہ عدالت پناہ خود ایک سطر ان کی پڑھ کر واقعات سے پورے طور پر آگاہ ہو جاتے تھے تھوڑے ہی زمانہ میں بادشاہ کو اس قدر مہارت ہو گئی کہ شکستہ خطوط بلا کسی کے مدد کے پڑھنے لگا اس کے بعد شاہنواز خاں نے تفریق و نظم کی کتابیں شاہی ملاحظہ میں پیش کرنی شروع کیں عدالت پناہ نے

ان کتابوں کا مطالعہ شروع کیا اور دیکھتے ہی دیکھتے فارسی خوان ہو گئے تھوڑے ہی زمانہ میں عدالت پناہ ایسی خوب فارسی بولنے لگے کہ جب تک ہندی زبان میں نظم نہ فرماتے سامعین کو یہ معلوم ہوتا تھا کہ بادشاہ نے تمام عمر سوا فارسی کے اور کسی دوسری زبان میں گفتگو نہیں فرمائی خان والا شان باوجود اس استاد کی کہ چونکہ اکثر زمانہ دنیاوی میں عدالت پناہ سے تعلیم پائی تھی لہذا باوجود اس معلمی کے اپنے کو ہمیشہ بادشاہ کا شاگرد سمجھتا تھا شاہنواز خاں نے ایک بیحد قیمتی یا قوت پر یہ نقش کشدہ کرایا شاگردا برائیم عادل شاہنواز خاں اور اس نگینہ کو انگوٹھی میں جڑوا کر انگشتی بادشاہ کے ملاحظہ میں پیش کی عدالت پناہ نے عنایت خاں کے خطاب کے بجائے شاہنواز خاں کے لقب سے سرفراز فرمایا۔

ایک دن عدالت پناہ نے شاہنواز خاں سے ارشاد فرمایا کہ جب ہمیں ہر طرح تقرب حاصل ہے تو ایک قصر عظیم الشان بھی ایسا تعمیر کراؤ جو رشک باغ ادرم ہو خان والا شان نے دعا و ثنا عرض کرنے کے بعد عمارت کو جو اپنے فن میں کامل اور جا بکدست تھے تعمیر کا حکم دیا اور تھوڑے ہی زمانہ میں قصر فلک سہا تیار ہو گیا۔ اس عمارت کی طرح حسب ذیل ہے۔

قصر کی چار دیواریں ہیں جس کا ضلع تقریباً چار سو گز شری ہے جانب شمال دو دروازے واقع ہیں ایک دروازہ بیحد بلند ہے جو اس بازار کی طرف کشادہ ہوتا ہے جو بازار شاہنواز خاں کے نام سے مشہور ہے دوسرا دروازہ دربار بادشاہی کے رخ واقع ہے اس دروازہ کے اوپر ایک بہشت پہلو عمارت ہے جو نورس بہشت کے نام سے موسوم ہے اس عمارت کی دیواروں کے اندر ویاہر مطلقاً نقوش بنائے گئے ہیں جو لوگ کہ دارالامارہ میں حاضر ہوتے ہیں اول ان نقوش کی سیر کرتے اور اس کے بعد حیرت زدہ ہو کر قدم اٹگے بڑھاتے ہیں۔ خان والا شان اکثر اس عمارت میں جو شہر کے اکثر مکانات سے بلند ہے مجلس نشاط آراستہ کر کے اہل حاجت کی عقدہ کشائی فرماتے ہیں۔ چار دیواریں کے وسط میں ایک اور بلند عمارت ہے جس کے

دولوں طرف حجرے تعمیر کئے گئے ہیں اس عمارت کا رخ شمال کی جانب ہے اور اس کے عقب کا حصہ پوش ہے اس عمارت کی پشت بام پر دوسرے بلندہ مکانات واقع ہیں جس پر چڑھ کر انسان تمام شہر کی سیر کر سکتا ہے۔ شمالی ایوان کے سامنے ایک وسیع اور پختہ چبوترہ ہے اور عمارت کے عین وسط میں ایک حوض ہے جس کا پانی بے حد صاف و شفاف ہے۔ عمارت کے اطراف میں دلکش باغ واقع ہے اس عمارت اور نیران دیگر عمارتوں کے در و دیوار جو احاطہ کے اندر واقع ہیں نورس بہشت کی طرح طلائی نقوش سے آراستہ ہیں۔ یہ عمارت عالی شان بیحد مبارک موجود ہے اس لئے کہ اس قصر کی تیاری کے بعد میری ربیع الثانی سن ۱۰۸۵ ہجری کو امید خاں کے محل میں فرزند ارجمند پیدا ہوا جو میرزا علاء الدین دلیہ کے نام سے موسوم کیا گیا شہر کے اکابر و اشراف نے خان والا نشان کو مبارک باد دی اور مولانا فیسی نے جو خان موصوف کے مداح ہیں قصیدہ تہنیت پیش کر کے انعام و خلعت حاصل کیا سب سے زیادہ ثبوت اس مکان کے سعود و مبارک ہونیکا یہ ہے کہ عدالت پناہ کو معلوم ہوا کہ امید خاں کے محل میں فرزند پیدا ہوا ہے اور چند روز کے بعد بادشاہ نے ارادہ فرمایا کہ خان والا نشان کو مبارکباد دینے کے لئے خود اس قصر میں تشریف فرما ہوں۔ خان موصوف کو اس عنایت یا دشاہی کی اطلاع ہوئی اور لوازم ضیافت میں مشغول ہوئے شاہنواز خاں نے ایک بہت بڑا جشن منعقد کیا عمارت کے صحن میں قیمتی فرش بچھایا گیا جس پر زریں شامیانہ نصب ہوا۔ علی الصباح بادشاہ اپنے محل سے سنگھاسن پر سوار ہو کر شاہنواز خاں کے مکان روانہ ہوا قلعہ کے اول دروازہ سے لیکر اندر کے چبوترہ تک جس کا عرض چہ گز شرعی ہو گا زریفت اور نخل کا فرش بچھایا گیا اور طرح طرح کے قیمتی اور زردا در سرخ رنگ کی جھنڈیاں بازار شاہنواز کے دولوں جانب راستوں پر نصب کی گئیں۔ سحر اور کین سال باشندے بیان کرتے ہیں کہ انھوں نے شہر و بازار کو اس طرح آراستہ کبھی اپنی عمر میں نہیں دیکھا۔ بادشاہ بازار میں پہونچا اور اپنے ملازمین اور خادموں کو جو سنگھاسن کے

دونوں طرف چل رہے تھے سامنے سے ہٹا دیا تاکہ رعایا شاہی سواری اور آرائش بازار اور تماشوں کو بخوبی دیکھ سکے۔ بادشاہی سنگھاسن خان والا نشان کے مکان پر پہنچا عدالت پناہ سواری سے اترے اور سب سے پہلے ولیمز کے نقوش کی سیر کر گئے آگے بڑھے اور اس کے بعد نورس بہشت کی سیر فرمائی اس عمارت کے نظارہ سے عدالت پناہ اس قدر خوش ہوئے کہ وہیں مجلس نشاط آراستہ کی۔ ماہ سینا کارگزاروں نے بھر روشن کئے اور عطر کی خوشبو سے دماغ معطر ہو گیا۔ عدالت پناہ نے بعض شاعروں ندیموں اور درباریوں کو مجلس نشاط میں حاضر ہونیکا حکم دیا اور اخلاص خاں وغیرہ دربار شاہی میں حاضر ہوئے۔ امر اصف بستہ استادہ ہوئے۔ اور مولانا فیضی اور مولانا ظہوری نے بے مثل قصائد اور اشعار جو اس وقت کے لئے مناسب تھے پڑھ کر نائے بادشاہ نے ان کے کلام کی تعریف کر کے ان کی حوصلہ افزائی فرمائی۔ پکا دلوں اور حوان سالاروں نے ہر چار جانب الزار و اقسام کے کھانے پینے اور لذیذ اور طرح طرح کے میوے حاضر کئے گئے۔ بادشاہ نے کھانے سے فراغت حاصل کی اور شاہنواز خاں نے شاہی مرتبہ کے موافق اسبان تازی اور رومی شالی بیش قیمت کپڑے اور جھنڈی غلام عدالت پناہ کے ملاحظہ میں پیش کئے اور دیگر امیروں اور ارکان دولت کو بھی خلعت فاخرہ عنایت کیا۔ جشن عشرت کے اختتام کے بعد بادشاہ نے شاہنواز خاں کو خلعت خاص عطا فرمایا اور ہزار ہوں نقد اور دوپٹے مرصع اور چند اسپ تازی عنایت کئے۔ اس کے علاوہ ولایت چلیوں کے چالیس قرے بھی شاہنواز کی قدیم جاگیر میں شامل کر دیئے گئے۔ بادشاہ اپنے محل کو واپس ہوا اور خاص و عام نے بادشاہ کی خادم نوازی کی وادستان سرکار و یار عمر و دولت کی دعا دی۔

چونکہ اس سے پیشتر خان والا نشان کے بھائی کا بھی ذکر آچکا ہے اس لئے مناسب ہے کہ کچھ ان کا تذکرہ بھی کر دیا جائے خواجہ معین الدین محمد جو خان والا نشان کے سب سے بڑے بھائی تھے فصاحت بیان ملاقا لسان اور لوازم نفقت دہربانی میں بے حد ممتاز تھے شاہنواز خاں کے تقرب کے بعد دربار شاہی میں



حاضر ہوئے اور بادشاہ نے ان کو عمدہ جاگیر عطا فرمائی لیکن ان بزرگ نے تھوڑے ہی دنوں بعد شہر بھری میں رحلت کی خواجہ معین کی حالت نزع میں مورخ فرشتہ ان کی بایں پر موجود تھا انتقال کے بعد جب ہم لوگ تجنیز و تکفین میں مشغول ہوئے تو باوجود اس کے کہ وہ زمانہ برسات کا نہ تھا ابرا آیا اور شدید بارش ہوئی خواجہ معین کے پڑے فرزند محمد ظریف جو اس وقت چار سالہ عمر رکھتے تھے شاہی نوازشوں سے سرفراز کر کے اپنے پدر بزرگوار کی املاک کے جاگیردار بنائے گئے اور اپنے علم عالی مقدار کے سائے عاطفت میں پرورش پا کر صاحب کمالات ہوئے خواجہ ہدایت اللہ جو خان والا شان کے سب سے چھوٹے بیٹائی تھے اپنے برادر بزرگ کے فوت ہونے کی خبر سنا کر شیراز سے دکن آئے اور خان والا شان سے رسم تعزیت ادا کر کے دوسرے سال کامیاب و بامراد شیراز واپس گئے خواجہ ہدایت اللہ خان موصوف کی طرف سے شیراز میں ایک مسجد تعمیر کرا رہے ہیں اور اس وقت تک اپنے وطن ہی میں قیام پذیر ہیں شاہنواز خاں کی سرکار سے ہر سال گراں قدر رقم بیجاپور سے شیراز روانہ کی جاتی ہے مجھے خدا کی ذات بابرکات سے امید ہے کہ ہر سعادت دینی و دنیوی سے وہ ایسے امیر قدسی صفت کو سرفراز فرمائے گا اور اس خدا شناس انسان کے اقبال میں نعمت اور سلامتی کے ساتھ روز افزوں ترقی ہوگی۔

ابراہیم نظام شاہ خدا کا شکر ہے کہ جس نے خاندان عادل شاہی میں ایسا اقبال مند ثانی کا قتل اور عدالت فرما کر دوبید کیا جس کی سعادت مندی اور یادری بخت پناہ کی فوج کی کامیابی میں روز افزوں ترقی ہو رہی ہے اور جس کی کشور کشائی اور ہمت سے ہر مخالف تباہ اور پامال ہو رہا ہے اور خود اس کا آواز جہاں ستانی دنیا کے ہر گوشہ میں بلند ہو رہا ہے تفصیل اس اجمال کی یہ ہے کہ عبدالستار شاہ نے حصار بلکو ان کو دشمنوں کے قبضہ سے نکال لیا اور اس طرف توجہ فرمائی کہ دشمنان تباہ کار کو بالکل پامال و برباد کرے۔ عدالت پناہ نے ان امیر دل کو جس کے دل و دماغ اپنے دست انگریز خیالات سے مہر ہو رہا تھا ان کے عہد دل سے معزول فرما کر نظر بند کیا اور برہان نظام شاہ کی

روشن پر بادشاہ کو اس قدر ملال ہوا کہ اسکے افعال کا انتقام لینا ہی ناگزیر نظر آیا لیکن چونکہ دشمن کی خطاؤں سے چشم پوشی کرنا بھی سلاطین عالی مقدار کا ضیاع ہے اس لئے عدالت پناہ بھی چند روز خاموش رہے لیکن برہان نظام شاہ نے شاہزادہ عادل کے فتنہ میں ایسا عہد و بیان کو توڑا کہ قطعاً تاخیر کی گنجائش نہ رہی۔ برہان نظام نے شاہزادہ کے خروج کی خبر سنی اور اپنا لشکر جمع کر کے اس کی امداد کے لئے بلگوان روانہ ہوا۔ برہان شاہ نے قلعہ پر بندہ کے حوالی میں عین الملک کے قتل اور شاہزادہ کی گرفتاری کی خبر سنی اور اپنی روانگی پر نادیم و شیمان ہو کر کام احمد نگر واپس گیا۔ اس فتنہ و فساد کے زمانہ میں قلعہ چندر کوئی پر جو علی عادل شاہ نے مصطفیٰ خاں اردستانی کی کوشش سے فتح کیا تھا عادل شاہی دائرہ حکومت سے نکل کر کرناٹک کے غیر مسلموں کے قبضہ میں چلا گیا تھا رائے کرناٹک جیسے اس زمانہ میں نگلنڈہ کو اپنا پایا تخت بنایا تھا یقین کر لیا کہ عدالت پناہ اس طرف ضرور توجہ فرمایا گئے اور قلعہ چندر کوئی پر عادل شاہی قبضہ ہو جانے سے کرناٹک کو بھی نقصان پہونچے گا۔ راجہ اس خیال سے رنجیدہ اور فکر مند ہوا عالی شاہ پسر عین الملک نے جو معرکہ جنگ سے فراری ہو کر راجہ کے دامن میں پناہ گزیں تھا رائے کرناٹک کو مشورہ دیا کہ اس وقت برہان نظام سے اتحاد پیدا کرنا چاہیے اور تم اس طرف اور برہان نظام دوسری جانب سے عادل شاہی قلعوں اور ملکوں پر قبضہ کرتا کہ براہیم عادل کی طرف سے تم کو اطمینان حاصل ہو جائے راجہ نے اس رائے کو پسند کیا اور برہان نظام کو پیغام دیا کہ براہیم عادل کا اقتدار اور اس کی قوت اس حد کو پہونچ گئی ہے کہ عنقریب اس کے حملوں سے حکام و کن کو صدمہ پہونچنے والا ہے لہذا اس بارے میں جس قدر جلد ممکن ہو کوشش کرنا چاہیے تاکہ ہم اس اندیشہ سے فارغ ہو جائیں برہان نظام خود اسی بات کا خواہاں تھا راجہ کا ہم آواز بن گیا اور یہ طے کیا کہ رام راج قلعہ پکا پور اور مدغل پر قبضہ کرے اور خود قلعہ شولا پور اور شاہ درک کو اپنے لشکر میں لائے۔ الغرض برہان نظام نے حوالی پر بندہ سے بے نیل حرام احمد نگر واپس جانا بالکل گوشہ دل سے فراموش کر دیا اور سامان حرب میں مشغول ہوا برہان نظام نے

مرضی خاں انجو کو سپہ سالار لشکر بنایا اور اسے دس یا بارہ ہزار سواروں کی جمعیت سے عدالت پناہ کے ملک کی طرف روانہ کیا تاکہ سرحدی شہروں کو تاخت و تاراج کر کے شاہ ورک اور شولاپور کو سر کرے رام راج کو بھی موقع مل گیا اور اس نے بھی کرنا ملک کے بعض شہروں کو بادشاہ کے تصرف سے کال لیا۔ مرضی خاں اور بقیہ امرائے نظام شاہی حوالی پرندہ میں پہونچے اور ان کو معلوم ہوا کہ رام راج پر عدالت پناہ کا ایسا خوف طاری ہے کہ اس نے ہمنوا اپنے ملک سے قدم اٹکے نہیں بڑھایا۔ ان امیروں نے خود تو اسی جگہ قیام کیا لیکن قزاقوں اور تاراجیوں کو قزاقوں اور قبضوں میں تاخت و تاراج کے لئے روانہ کیا جس سے رعایا کو تکلیف پہونچی عدالت پناہ نے یہ اخبار سننے اور سرحدی امیروں کے نام فرامین جاری ہوئے کہ مخالفوں کی قرار دہنی ہتھی کر دی جائے۔ اس دوران میں اوزبک بہادر جو بڑا جلیل القدر نظام شاہی امیر تھا اور جس نے ممالک عادل شاہی میں داخل ہو کر ظلم مخالفت بلند کر رکھا تھا امرائے شاہی کے ہاتھوں سے ہلاک ہوا اوزبک کی موت نے تمام نظام شاہی امیروں کو جو اس باختر کر دیا احمد نگر کے تمام باشندوں کا تقریباً یہی حال ہوا جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ غایت غم و غصہ کی وجہ سے جادی الاخر کے آخری حصہ میں برہان نظام شاہ کو تہہ مخرفہ کا مرض عارض ہوا اور نرس بہب کو اسہال خونی شروع ہو گئے اس خبر کے مشہور ہوئے سے اس کے لشکر میں جو قلعہ پرندہ کے نواح میں مقیم تھا عظیم الشان اضطراب پیدا ہوا اخلاص خاں چشتی زادہ نے جو خاندان نظام شاہی کے غلاموں میں تھا اور جس سے بزرگ اور صاحب اقتدار امیر اس وقت لشکر میں موجود نہ تھا دیگر چشتی اور دکنی امیروں کے مشورہ سے یہ طے کیا کہ محمد جمال خانی کی طرح وہ بھی مرضی خاں اور بقیہ غریبوں کو تباہ کر کے ان کا نام و نشان مٹا دئے غیر ملکی امیروں کو اس مکر و غما کی اطلاع ہو گئی اور یہ امر فوراً سوار ہو کر لشکر سے جدا ہو گئے ان برگشتہ امیروں میں مرضی خاں اور احمد خاں قزلباش اور بعض ان کے قرابت داروں نے تو احمد نگر کی راہ لی اور خلیفہ بابر اور قزلباش خاں ایک گروہ کثیر کے ساتھ عدالت پناہ کی بارگاہ میں پناہ گزین ہوئے

اور حبشی اور دکنی امیروں کے پیوہ آزار سے نجات پائی ان کے دورت آتار خبروں کو  
 سکر برہان نظام اور زیادہ علیل ہوا جیسا کہ اپنی جگہ مذکور ہوگا اس نے دنیا کو خیر باد  
 کہا۔ برہان نظام کے بعد اس کا فرزند ابراہیم نظام باپ کا جانشین ہوا میاں  
 منجوی دکنی دلیل السلطنت مقرر ہوئے لیکن حبشی زادے امیر اور فتنہ جو اور فساد انگیز طبیعت  
 رکھتے تھے اس نسبت سے کہ ابراہیم نظام کی والدہ حبشیہ تھی بادشاہ کے  
 مقرب اور بدکھن گئے میاں منجوی مجبوراً خاموش ہو گئے اس درمیان میں دکنیوں  
 حبشیوں اور مخلوط آہل امیروں نے ناقصیت اندیشی سے کام لیا اور ایسے واقعات  
 رونما ہوئے جنہوں نے ملک کے شیرازہ کو بالکل منتشر کر دیا ان امیروں نے اس  
 نواح کے عادل شاہی ایلچیوں کے ساتھ اچھا سلوک نہ کیا اور عادل شاہی ریاست  
 جہانداری کے ساتھ دوسری کا دعویٰ کرنے لگے اس خیال محال کی بنا پر ان سے  
 حرکات ناشایستہ صادر ہوئے اور ان کی سفار مزاجی نے اس حد تک ترقی کی کہ  
 عدالت پناہ کو جو کہ دورت برہان نظام سے پیدا ہوئی تھی اس میں وہ چند اضافہ  
 ہو گیا۔ بادشاہ نے ارادہ فرمایا کہ ان بے ادبوں کی تنبیہ کے لئے خود سفر کی  
 زحمت گوارا کرے کمال الفتن بھومیوں نے سماعت کا تقرر کیا اور ارکان دولت  
 نے اسی سماعت خیمہ و خراگہ سلطان بہمن علی کی جانب روانہ کیا اس کے بعد  
 بادشاہ بھی سوار ہو کر سفر کے لئے آگے بڑھا۔

بیسویں شعبان کو شاہی سواری بہمن علی پہونچی بادشاہ نے اس جگہ قیام  
 کیا اور امیروں کو خلعت اور اکرام سے مالا مال کر کے شاہ درک روانہ ہوا  
 عدالت پناہ کا خیال تھا کہ اگر احمد نگر کے باشندے فتنہ و فساد سے کنارہ کش ہو کر  
 راہ راست پر آجائیں اور اپنی گوشہ خطاؤں کی معافی کے خواہنگار ہوں تو رابطہ اتحاد  
 پھر قائم کر لیا جائے عدالت پناہ نے اسی خیال کی بنا پر ایک گروہ کو نظام شاہی بارگاہ  
 میں روانہ کیا بادشاہ کا خیال صلح کا تھا اس لئے روزانہ ایک فرسخ مسافت طے  
 کرتا تھا اور کبھی ایسا ہوتا کہ کسی عمدہ جگہ پر پانچ چھ روز قیام کی نوبت آجاتی تھی۔  
 اس تاخیر کا مدعا یہ تھا کہ شاید ارکان نظام شاہی بادشاہ کریم سے عفو و صیر کے  
 خواہنگار ہوں لیکن ان کے سر پر بدعتی کا وبال سوار تھا ان امیروں نے قطعاً

اپنے خیالات میں تبدیلی نہ کی۔ عدالت پناہ شاہ درک پہنچے جو کہ اس شہر کی زمین  
 رچی اور آب و ہوا فرشتہ کی تھی بادشاہ نے مجلس نشاط گرم کی اور سرکشوں کی تادیب  
 میں تھوڑی تاخیر واقع ہوئی اسی دوران میں اخلاص خاں مولد اور بعض دیگر امیروں  
 نے جو براہیم نظام شاہ پر بھائے ہوئے تھے اپنی جمعیت پر سفر کر کے جنگ آزمانی  
 کے سامان کرنے شروع کئے ان نا عاقبت اندیشوں نے بیس ہزار سوار اور  
 توپ اور ضرب زن کے ساتھ عدالت پناہ کا مقابلہ کیا اور سرحد عادل شاہی پر  
 پہنچ گئے اور اپنے خیال خام کی بنا پر مخالفت کی ابتدا کی اب امیروں نے  
 برہان شاہ کی تقلید میں ان راجاؤں کو جو ہمیشہ سے عادل شاہی خراج گزار تھے  
 اس امر کی ترغیب دی کہ عدالت پناہ کے قریب اور قصبوں کو تاخت و تاراج  
 کر میں بادشاہ ان کے حرکات سے اور زیادہ برہم ہوا اور عدالت پناہ نے  
 فرمایا کہ حقیقت یہ ہے کہ نسب اور شرافت کو دنیا کے کاموں میں بہت بڑا  
 دخل ہے ہر چند ہم اس جہم میں نرمی اور ملائمت سے پیش آئے ہیں لیکن جی  
 اور دکنی غلاموں کی شرارت ہمارے دشمنوں کو راہ راست پر نہیں آنے  
 دیتی اب ہم پر لازم ہو گیا کہ ان نا عاقبت اندیشوں کو خود رانی کی سزا دیں اور  
 ان کی بے ادبی پر قراوقعی تہنیت کر کے دشمنوں کو پال کریں اس قرارداد کے  
 موافق بادشاہ نے فرامین صادر فرمائے کہ امرائے سلطنت اور افسران فوج  
 لشکر کو آراستہ کر کے دشمن کے مقابلہ میں صف آرائی کریں اور خاصیل بھی تیار  
 اور مسلح ہو کر جنگ آزمانی کے لئے مستعد ہو جائیں اٹھارہویں ذی قعدہ کی صبح کو بادشاہ  
 نے شاہ درک کے قصر میں قیام فرمایا اور خاص و عام شرف مجری سے سرفراز  
 ہوئے فوج کی حالت اور تعداد سے عدالت پناہ کو آگاہی ہوئی اور بادشاہ نے  
 ہر شخص کی آرزو کے موافق اسے سرور و شاد کیا۔ بادشاہ نے فوج کے معائنہ  
 کے بعد مجید خاں اور شجاع خاں کو بیس ہزار سواروں کی جمعیت سے  
 نظام شاہ کے مقابلہ کے لئے نامزد کیا۔ عدالت پناہ نے بارہا ان سرداروں  
 کو نصیحت کی کہ جنگ کو صلح پر مقدم نہ رکھیں اور حق الامکان نظام شاہ کی فوج  
 اور اس کے ملک کو کسی قسم کا نقصان نہ پہنچائیں لیکن اگر دشمن اپنی حد سے

آگے بڑھیں اور مالک محروسہ میں داخل ہونا چاہیں تو البتہ اپنے تیروں سے دشمن کو تباہ و برباد کریں۔ اتفاق سے نظام شاہی امیروں نے صلح سے گریز کیا اور قضیہ کو شمشیر و خنجر بدعول کر کے عادل شاہی لشکر کے مقابلہ میں صف آرا ہوئے۔ یہ امیر غرہ فوی الجحہ کو مالک محروسہ میں داخل ہوئے اور نظام شاہی رسم کے موافق توپ اور ضرب زن کا ایک حصار لشکر کے گرد کھینچا اور اربابوں کو زنجیروں سے مضبوط باندھ کر قلب اور جناح کی ترتیب دی اور صف آرائی پر بالکل تیار ہو گئے حمید خاں نے حریف کی آمادگی کی خبر سنی اور اس کی جسارت پر غضبناک ہو کر اپنی فوج کو ترتیب دیا مہمہ پراہیل خاں خواجہ سزا بردار عنبر خاں حبشی مقرر کئے گئے اور میسرہ شجاعت خاں اور ترزہ خاں کے سپرد ہوا قلب لشکر میں خود حمید خاں نے قیام کیا مقصود خاں شخیل جو گرجی غلام تھا شاہی کوہ پیکر اقبیوں کے ساتھ قول کے سامنے کھڑا ہوا غرض کہ شاہی فوج دشمن کی طرف بڑھی دونوں فرق ایک دوسرے کے مقابلہ میں شمشیر و خنجر تیر و سناں سے اپنی سردانگی کے جوہر دکھانے اور زمین کو خون سے سیراب کرنے لگے۔ ایک شدید اور خونریز لڑائی کے بعد عادل شاہی قلب اور میسرہ نے شکست کھائی اور ایک بہمت بڑا اگر وہ میدان جنگ میں کام آیا اکثر سپاہی مجروح اور ہتھکڑی کا زار سے فراری ہوئے لیکن بیظاہر ہی شکست اصل فتح کا مقدمہ تھی اور عادل شاہی فوج منصور و کامیاب ہوئی اس اجمال کی تفصیل یہ ہے کہ آتشبازی کے دھویں سے بین و آسمان تاریک ہو گیا اور چونکہ ہوا کا رخ عادل شاہی فوج کی طرف تھا شاہی میسرہ بہر اس قدر غبار چھا گیا کہ فوج کو قیام کرنے کی قدرت نہ رہی اور سپاہی معرکہ کارزار سے فرار کرنے لگے۔ امرائے نظام شاہی اس واقعہ کو اپنی فتح سمجھا اور سبھوں نے یکبارگی حملہ کر دیا اور قلب اور مہمہ بھی میسرہ کے طرح پراگندہ ہو گیا نظام شاہی فوج فراریوں کے تعاقب میں مشغول ہوئی ابراہیم نظام شاہ نے جو آلات حرب و ضرب سے محفوظ رہنے کے لئے اپنے لشکر کے عقب میں قیام فرمایا تھا۔ عدالت پناہ کے لشکر کو پراگندہ دیکھا اور اپنی فتح کا یقین کر کے پید فوش و خرم چہمہ راہیوں کے ساتھ آگے بڑھا سبیل خاں اور عنبر خاں اور چند دیگر عادل شاہی

امیر جو اب تک جنگ آزادی میں مشغول نہ ہوئے تھے اور ایک کنارہ کھڑے تھے اُگے ہوئے اور نظام شاہی جیترو علم کو پہچان کر اس کی طرف متوجہ ہوئے۔ نظام شاہ کے ہمراہیوں نے بادشاہ سے کہا کہ ہماری جمیعت پانچ سو سے زیادہ نہیں اور حریف کی فوج ایک ہزار سے زائد ہے بہتر یہ ہے کہ ہم جنگ سے کنارہ کریں اور کسی محفوظ مقام پر توقف کریں تاکہ امرا ہمارے گرد جمع ہو جائیں۔ نظام شاہ جوانی کے عالم اور شراب کے نشہ میں سرشار تھا اس نے ان امیروں کی نصیحت پر عمل نہ کیا اور کہا کہ میرے چھوٹے بھائی اہل خاں نے دلاور خاں کے مقابلہ میں ثابت قدمی دکھائی ہے میں سنبل خاں خواجہ میرا کے سامنے سے فراری ہوں یہ ممکن نہیں ہے نظام شاہ نے تلوار نیام سے پھینچی اور دشمن پر حملہ آور ہوا اس میں شبہ نہیں کہ خوب خوب جو ہر مردانگی دکھائے لیکن اتفاق قضا و قدر سے ایک تیرا دشاہ کے جسم پر لگا اور نظام شاہ خاک و خون میں مل گیا جو امیر کہ بادشاہ کے قریب استادہ تھے وہ بڑی دقتوں کے ساتھ بادشاہ کی لاش معرکہ جنگ سے باہر لے گئے۔ بادشاہ غلامان حبشی کی شامت اعمال سے جوانی میں دنیا سے رخصت ہوا اور سپاہ درمیت، بیحد منہوم اور رنجیدہ احمد نگر روانہ ہوئی تمام دکنی اور حبشی امیر جو تاخت و تاراج میں مشغول تھے اس خبر کو سکر پراگندہ اور پریشان ہو گئے اور نظام شاہ کا بہترین توپ خانہ اور فیل خانہ غارت کر کے اپنے مالک کے خاندان کو ہمیشہ کے لئے تباہ کیا یہ خلاف اس کے عادل خاں کے کارناموں میں اس فتح سے ایک اور اضافہ ہوا اس ہم میں جو سب سے زیادہ اور زور و اقتدار پیش آیا وہ نظریں کی آگاہی کے لئے حوالہ قلم کرتا ہوں۔ دوران جنگ میں جبکہ میرٹھ عادل شاہی پریشان ہوا اور سپاہی میدان جنگ سے متہوڑ کر فراری ہونے لگے تو چند لوگ حریف سے خوف زدہ ہو کر شاہ درک تک پہنچ گئے اور سمجھوں نے ایک زبان ہو کر شاہ نواز خاں سے یہ کہا کہ فریقین نے کل عصر کے وقت تک ایک دوسرے کا مقابلہ کیا۔ لیکن افواج عادل شاہی پر ایسی پریشانی طاری ہوئی کہ تقریباً تمام امیر حریف کا شکار ہوئے اور معدودے چند معرکہ کارزار سے سلامت واپس آئے اور

سوائے ایک ہاتھی کے جو رھنواں نام ایک ترک کی غلام کی مردانگی سے محفوظ رہا۔  
 باقی تمام نسل خانہ دشمن کے قبضہ میں آگیا۔ اس دوران میں چند جاسوس بھی شاہی بارگاہ  
 میں پہنچے اور انھوں نے بھی ان فرادیوں کے بیان کی تصدیق کی ان  
 خبروں کے منسشر ہونے سے جو تیسری تاریخ تک برابر پہنچتی رہیں عادل شاہی  
 لشکر میں اضطراب اور پریشانی حد سے زیادہ بڑھ گئی لیکن ردوشن ضمیر بادشاہ جو  
 خدا سے ہر وقت فتح اور ظفر کی دعا مانگتا تھا مطلق پر اکتندہ و بدحواس نہ ہوا۔  
 اور خاص و عام سبھوں سے اختلاف کر کے بارہا یہ فرمایا کہ یہ اخبار صحیح نہیں ہیں  
 ایک روز اتفاق سے تمام حاضرین دربار موجود تھے عدالت پناہ لے اہل دربار  
 سے فرمایا کہ مجھے اس بات کا یقین کال ہے کہ ہم بہت جلد اپنی کامیابی اور دشمن کی  
 تباہی کی خبر سنا کر سرور و شادمان ہوں گے ہنوز یہ گفتگو جاری تھی کہ نائب شاہ نواز خاں  
 بارگاہ سلطانی میں حاضر ہوا اور اس نے زمین خدمت کو بوسہ دیکر عرض کیا  
 کہ عدالت پناہ کے اقبال سے معرکہ سر ہوا براہیم نظام شاہ معرکہ جنگ میں کام آیا  
 اور نواح عادل شاہی نے مظفر و منصور ہو کر حریف کے قیل خانہ توپ خانہ  
 اور تمام کارخانوں پر اپنا قبضہ کر لیا یہ حاضرین دربار بادشاہ کی ردوشن ضمیری  
 سے بے حد خوش ہوئے اور سبھوں نے از دیا و عمر و دولت کی دعا دی عدالت پناہ  
 ان نا عاقبت اندیشوں کی جنگ و جدال کے یاد و جود براہیم نظام کے بارے  
 جانے سے بے حد متاثر ہوئے اور بادشاہ نے فرمان صادر فرمایا کہ افسران فوج  
 اور سپاہی اس امر کا خیال رکھیں کہ براہیم نظام کے ملک کو کسی طرح کا نقصان  
 نہ پہنچے اور نظام شاہی رعیت پریشان اور بے بادنہ ہو اور چونکہ بادشاہ کا  
 اب اس نواح میں قیام کرنا حریف کے لئے باعث پریشانی اور اس کو  
 مرعوب اور خوف زدہ ہونے کا سبب تھا اس لئے تمام ارکان دولت اور  
 افسران فوج اس فرمان کو سنتے ہی اس نواح سے روانہ ہو کر بیجا پور کا رخ  
 کریں۔ ماہ مذکور کے آخر میں تمام امیر و ارکان دولت شاہ درہ کہیں بادشاہ  
 کے گرد جمع ہو گئے اور ہر ایک اپنے مرتبہ کے موافق شاہی عطیہ اور خلعت  
 سے سرفراز کیا گیا۔ سہیل خاں اور عنبر خاں جنھوں نے عین معرکہ جنگ میں



مردانگی کے جوہر دکھانے تھے دوبارہ نظر عنایت اور زیادتی منصب و مراتب سے سرفراز کئے گئے۔ بادشاہ اپنے پائے تخت کو واپس آیا اور چونکہ ماہ ذی الحجہ کی بیس تاریخ ہو گئی عدالت پناہ حضرت شہید کربلا رضی اللہ عنہ کی عزاداری میں مشغول ہوئے۔ اسی دوران میں شاہی جاسوسوں نے شاہنواز خاں کے ذریعہ سے بادشاہ کو اطلاع دی کہ سرحد کرناٹک کے چند غیر مسلم راجہ امرائے نظام شاہی کی تحریک سے قلعہ اودنی کے نواح میں جمع ہوئے ہیں اور حصار کا محاصرہ کر لیا ہے جو کہ یہ حصہ ملک عادل شاہی جو اندروں کے وجود سے خالی ہے اور کوئی ان کا سرکوب نہیں ہے ان لوگوں نے آمد و رفت کی راہ بند کر لی ہے اور اہل قلعہ آذوقہ اور دیگر جو اچ ضروری کے مسدود ہو جانے سے بھید پریشان ہیں عدالت پناہ نے یہ اخبار سننے اور فوراً امرائے عظام کے نام فرمان جاری ہوا کہ فوج ساتھ لے کر ان سرکشوں کی تنبیہ کے لئے اودنی روانہ ہوں اور اس طرح ان کو پامال اور تباہ کریں کہ عرصہ تک ان کی ذات سے کسی طرح کا خطرہ باقی نہ رہے۔ ان امیروں کو روانہ کرنے اور عزاداری کو ختم کرنے کے بعد بادشاہ نہر ہنوارہ کے کنارہ سے کوچ کر کے پائے تخت کو روانہ ہوا۔ اعیان شہر نے بادشاہ کی ورود کے خبری اور دکانوں اور مکانات کو زردنخل سے آراستہ اور برج و بارہ کو صفرین کر کے عجیب طرح کا دلکش اور عجیب منظر خلائق کے سامنے پیش کیا۔ بادشاہ ۱۳ محرم سنہ ۱۰۰۰ ہجری کو بخومیوں کی اختیار کردہ ساعت میں نظام شاہی ہاتھی پر سوار بڑے جاہ و جلال کے ساتھ قصر شاہی کو روانہ ہوا اور دروازہ سے تخت گاہ کی طرف چلا امراء بادشاہ کے دونوں جانب پیادہ پاتھے اور خلائق کے ہجوم سے تل رکھنے کی جگہ نہ تھی۔ بادشاہ نے اپنے خاص مصاحبوں کے ساتھ اپنے ہتاکردہ قصر میں جو شہہ درک کے اندر واقع ہے قیام کیا اور بزم نشاط گرم کر کے نغمہ و ساقی کے لطف اٹھانے لگا۔ یہ عمارت ملاجری کے روضہ کے قریب ہے اور عمارت کی دلکشی اور ترتیب اور زینت کی بابت یہ کہنا مبالغہ نہ ہوگا کہ انسان نے اس طرح کا قصر نگہوں سے دیکھا اور کانوں سے سنا نہ ہوگا۔ بادشاہ نے مجلس نشاط سے فراغت پائی

اور عدل و انصاف میں مصروف ہوا۔

اسی دوران میں بادشاہ کو معلوم ہوا کہ بجا نگر کے غیر مسلم جنہوں نے مفسدوں کی ترغیب سے فتنہ برپا کر رکھا تھا امرائے شاہی کے ورود کی خیر سنتے ہی اپنے مسکنوں کو واپس گئے اور جو مسلمان سپاہیوں کے ہاتھ گرفتار ہوئے وہ قتل کر دیئے گئے۔

غرة محرم سنہ ہجری کو معلوم ہوا کہ میر محمد صالح ہمدانی بیجا پور تشریف لائے ہیں اور حضرت سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے چند موئے مبارک ان کے ساتھ ہیں بادشاہ اس خبر کو سکر بیکہ خوش ہوا اور خدا کی درگاہ میں بیکہ شکر بجالایا۔ اور تعظیم و تکریم کے ساتھ محمد صالح کی ملاقات کر کے موئے مبارک کی زیارت سے فیضیاب ہوا اس واقعہ سے بادشاہ کی عقیدت مندی لوگوں پر ظاہر ہو گئی اس لئے کہ عدالت پناہ کے اکثر معاصر فرمانرواؤں نے یہ سعادت حاصل کرنا چاہی لیکن انہیں میسر نہ آیا بادشاہ و اس پناہ نے بیکہ خلوص کے ساتھ استقبال کیا اور جس وقت زیارت کے لئے مکان میں حاضر ہوا مقربان درگاہ نے تقری اور طلافی مجمر میں غود روشن کیا اور جناب سرور کائنات علیہ الصلوٰۃ والسلام پر درود بھیجا ہجرت نبوی قلم سے ایک ہزار بابائے برس کے بعد سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا شوق ترین منجبرہ ظاہر ہوا کہ موئے مبارک اس چاندی کی ڈبیہ سے جس میں کسی مقام پر بھی سوراخ نہ تھا شعاع نوری طرح برآمد ہوا۔ بادشاہ نے میر محمد صالح کو بیکہ انعام عطا فرمایا اور غرة ماہ محرم سے عزا داری میں مشغول ہوا عدالت پناہ نے میر محمد صالح کو پیغام دیا کہ میں نے آپ کے جد بزرگوار کا تعزیر رکھا ہے اگر جناب خود بھی تشریف لائیں تو بعید از احسان اور عقیدت مندی نہ ہو گا سید صاحب نے بادشاہ کے حکم کے تعمیل کی اور موئے مبارک اپنے ساتھ لے کر دارالامارہ میں قیام پذیر ہوئے بادشاہ نے امرائے دولت کو سید صاحب کی خدمت پر مقرر فرمایا اور حکم دیا کہ خبردار انہیں کسی قسم کی تکلیف نہ ہونے پائے اور جس چیز کی سید صاحب کو ضرورت ہو فوراً ان کی خدمت میں حاضر کی جائے عدالت پناہ خود کبھی کبھی سید صاحب سے ملاقات فرماتے اور عطیہ شاہی سے انہیں سرفراز فرماتے تھے۔ محرم کا مہینہ گزر گیا اور ماہ صفر کا آغاز ہوا بادشاہ نے ارادہ کیا کہ

اپنے عظیم الشان بہانہ پر دوبارہ نظر عنایت فرمائے عدالت پناہ نے سید صاحب کو دس یا بارہ ہزار ہون اور قیمتی کپڑوں کے چند بستے انھیں عطا کئے اور کہا کہ جو کچھ حضرت کا مدعا ہو بیان فرمائیں تاکہ اس کی تعمیل کی جائے سید صاحب نے دعائے دولت کے بعد عرض کیا کہ بادشاہ کی عنایت سے مجھے سب کچھ حاصل ہو گیا اب جبکہ میری عمر اسی سال سے متجاوز نہ ہو گئی ہے میری تمنائے یہ کہ طواف بیت اللہ شریف اور آستانہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور دیگر مقامات مقدسہ کی زیارت سے شرف اندوز ہو کر انھیں مقبرہ مسکن میں سے کسی جگہ زندگی کے بقیہ دن بسر کروں بادشاہ نے مال جہاز کو حکم دیا کہ جناب سید کے لئے سامان سفر تیار کریں غرض کہ چند دنوں میں اسباب مکمل ہو گیا اور سید صاحب کو مغلطہ روانہ ہوئے رخصت کے وقت میر محمد صالح نے دو عدد دموائے مبارک بادشاہ کو مرحمت کئے اور خود بیت اللہ شریف روانہ ہو گئے۔ یہ دونوں موئے مبارک ایک طلافی ڈبیہ میں رکھے ہیں اور ہر شب جہاد و دوسری مقبرہ کراؤں میں ان کی زیارت ہوتی ہے۔ اس مقدس شخصہ کی وجہ سے بادشاہ پر طرح طرح کی برکتیں نازل ہوتی ہیں اور اس کی عمر و دولت ترقی پذیر ہے۔

مغلوں کا نظام شاہی ملک پر ناظرین کو معلوم ہو چکا ہے کہ امرائے نظام شاہی نے حملہ کرنا اور دکن میں ہمیشہ اپنی ناقہ بیت اندیشی سے براہیم نظام شاہ کو معرکہ کے لئے فساد برپا ہونا جنگ میں قتل کر لیا اور خود جلد سے جلد احمد نگر روانہ ہو گئے شہر میں پہونچکر منجوی خاں کی دکنی نے قلعہ اور خزانہ پر اپنا قبضہ کر لیا اور اپنی قوم کو تمام دکنال معاملات سلطنت میں وکیل کر کے اپنے اقتدار کا ظم بلند کیا غرض کہ بڑے مباحثہ کے بعد جیسا کہ حالات نظام شاہی میں بیان ہوا ہے منجوی خاں نے احمد شاہ بن طاہر شاہ کو دسویں ذی الحجہ سن ۱۱۰۰ ہجری میں تخت حکومت پر بٹھایا اور ہر ایک امیر جدا گانہ منصب اور خدمت پر مرفراز ہوا۔ میاں منجوی بدستور سابق وکیل سلطنت اور نایب کے مرتبہ پر جس سے زیادہ عظیم الشان عہدہ ملک میں نہیں ہے فائز ہوئے دس یا پندرہ روز کے بعد امرائے سلطنت کو معلوم ہوا کہ

احمد شاہ نسل شاہی سے نہیں ہے اور بعض ایک بیگانہ شخص ہے ان امیروں نے ارادہ کیا کہ اسے سلطنت سے معزول کر کے بہادر شاہ ولد ابراہیم شاہ قتل کو بادشاہ بنائیں میاں منجوی نے اس رائے سے اتفاق نہ کیا اور دکنی اور حبشی امیروں میں معرکہ کارزار گرم ہوا میاں منجوی پریشان ہو کر قلعہ بند ہوا حبشیوں اور غلو طائش امیروں نے قلعہ کا محاصرہ کر لیا اور اہل قلعہ بے حد تنگ آئے اور منجوی خاں نے عاجز ہو کر قاصد گجرات روانہ کئے اور سلطان مراد بن جلال الدین اکبر بادشاہ سے مدد مانگی اور احمد نگر آنے کی دعوت دی شاہزادہ مراد کو اپنے باپ کی طرف سے فتح احمد نگر کی اجازت مل چکی تھی اور وقت اور موقع کا منتظر تھا شاہزادہ نے بلا تاخیر لشکر آراستہ کیا اور خان خانان کے ہمراہ میں ہزار سواروں کی جمعیت سے سلطان پور بند بار کے راستہ سے احمد نگر پہنچا اور میاں منجوی سے قلعہ بند متصرف ہونیکا دعویٰ کیا میاں منجوی جیسا کہ ذکر ہوا اس درمیان میں حریف پر غالب آچکا تھا شاہزادہ مراد کو دعوت دینے سے شرمندہ ہوا اور اس نے قلعہ سپرد کرنے سے انکار کیا اور اپنی حتی المقدور حصار میں آذوقہ اور غلہ کا انتظام کر کے حصار کو اپنے ایک معتد امیر انصار خاں کے سپرد کر دیا اور خود احمد شاہ کے ہمراہ آٹھ ہزار سواروں کی جمعیت سے بیڑ روانہ ہوا میاں منجوی کا مقصد یہ تھا کہ مزید لشکر جمع کرے اور نیریزہ کہ دشمن کے مقابلہ میں عدالت پناہ سے مدد کا خواستگار ہو۔ میاں منجوی کو معلوم ہوا کہ غلہ سیاحیوں نے قلعہ کا محاصرہ کر لیا ہے اور چاند بی بی سلطانہ حریف کے مدافعت میں کوشاں ہے اس نے لشکر فراہم کرنے کی کوشش کی لیکن یہ سب بیچارے ایسا نہ ہوئے اس لئے کہ اس زمانہ میں احمد نگر کے امیر تین فرقوں میں منقسم ہو گئے تھے اہنگ خاں حبشی نے شاہ علی بن برہان شاہ بن احمد نظام شاہ کو بادشاہ بنا لیا تھا اخلاص خاں حبشی نے موتی نام ایک مجہول النسب شخص کو فرمانروا تسلیم کر لیا اور میاں منجوی نے احمد شاہ کے نام کا سکہ و خطبہ جاری کیا تھا ہر فرقہ محاصرہ سے علیحدہ ہو کر اس فکر میں تھا کہ اپنے فریق مخالف پر حملہ کر کے اس کو تباہ کرے اور اس اختلاف کو مٹا کر کسی ایک شخص کو صمیم فرمانروا تسلیم کر کے دشمن کے مقابلہ میں

صف اُکا ہو لیکن یہ امر طوالت سے خالی نہ تھا اور اس بات کا اندیشہ تھا کہ جو فریق مغلوب ہو جائیگا وہ مغلوں سے مل جائے گا اور اس طرح ملک دشمن کے تصرف میں آجائے گا عدالت پناہ نے ہر سہ فریق کو پیغام دیا کہ اس وقت اس اختلاف کو مٹاؤ اور سب مل کر دشمن سے لڑو اس کے بعد جو شخص قابل فرمانروائی ہو گا سلطنت کی باگ اس کے ہاتھ میں دیدی جائیگی۔ ہر سہ فرمانروا میں سے کسی کو بھی عدالت پناہ کے تعمیل ارشاد کے سوا اور کچھ جارحانہ کار نہ تھا۔ ان لوگوں نے آپس کی مخالفت کو ترک کیا اور بادشاہ کے حکم کی تعمیل کی۔ منجملہ ان کے میاں بھجوی نے اپنے فرزند میاں حسن اور مرہٹوں کو عرائض کے ساتھ عدالت پناہ کے حضور میں روانہ کیا اور امداد کی درخواست کی یہ قاصد بارگاہ سلطانی میں حاضر ہوئے اور عدالت پناہ نے سپاہ و لشکر کے فراہم کرنے کا حکم دیا اور تھوڑے ہی زمانہ میں افسران فوج اپنے لشکروں کے ہمراہ ہر طرف سے روانہ ہو کر پائے تخت میں حاضر ہو گئے اسی دور ان میں چاند بی بی سلطانہ کا نام بھی پہونچا جس میں نہایت عاجزی کے ساتھ بادشاہ سے مدد طلب کی تھی۔ خاں دالان شان بہنواز خاں نے یہ نامے بادشاہ کے ملاحظہ میں پیش کئے عدالت پناہ نے ناموں کے مضامین سے واقفیت حاصل کرنے کے بعد قرابت اور ہمسائیگی کا لحاظ کیا۔ اور اپنے معتاد الدولہ خواجہ ہیل خاں خواجہ سر کو جو مردانگی میں شہرہ آفاق تھا۔ یہ سالار لشکر بنا کر بیس ہزار سواروں کی جمیعت سے نظام شاہیوں کی امداد کے لئے نامزد فرمایا۔ بادشاہ نے منجوں خاں اخلاص خاں اور دیگر نظام شاہی امیروں کے نام فرمان روانہ کیا کہ اپنی تمام قوت اور لشکر کے ساتھ ہیل خاں سے شاہ درک میں ملاقات کریں اور کامل اتحاد اور موافقت کے ساتھ دشمن کے مقابلہ میں روانہ ہوں۔ نظام شاہی امیروں نے ہیل خاں سے شاہ درک میں ملاقات کی اور ہزار لشکر کے ساتھ آگے بڑھے مہدی قلی سلطان ترکمان بھی محمد قلی قطب شاہ کے حکم سے ملنگانہ کا لشکر ساتھ لے کر ہیل خاں سے آگے ہوا ہوا ہوا ہوا لے کر یہ خبریں سنیں اور خان خاں اور

محمد صادق وغیرہ امرائے اکبر شہزادی سے اس بار میں مشورہ کیا ان امیروں نے کہا کہ سر کوپ تیار کرنے اور خندق کو یاٹنے سے حصار کا سر کرنا دشوار ہے کیونکہ ہمارے ہر سر کوپ کے مقابلہ میں حریف ایک نیا برج تیار کرتے ہیں مادہ جاری کوشش رائیگاں ہوتی ہے۔ کوئی ایسی تدبیر اختیار کرنا چاہیے کہ لشکر دکن کے درون تک ہم اپنے مقصد میں کامیاب ہو جائیں۔ غرض کہ بڑے غور و فکر کے بعد سبھوں نے اس امر پر اتفاق کیا کہ سولے نقب زنی کے اوکسی تدبیر سے حصار کو سر کرنا محال ہے۔ سلطان مراد نے اس رائے کو پسند کیا اور اہل حصار کو اپنے ارادہ سے لیے خبر رکھنے کے لئے آمد و شد کا راستہ ایسا بند کیا کہ خیال کو بھی وہاں پہنچنا دشوار ہو گیا ہنرمند نقب نقب زنی میں مشغول ہوئے۔ شاہنشاہ مراد نے موہن کی طرف سے دیوا حصار میں پانچ جگہ ٹنگاں کر دیا۔ غرہ جب کی شب کو جو چار متبرک راتوں میں ایک شب اور لیلۃ الغایب کے نام سے مشہور ہے تمام نقب تیار ہو گئیں اور ان میں توپ و تفنگ اور باروت وغیرہ بھر کر ان کو بچ اور پتھر سے بختہ کر دیا ان لوگوں کا خیال تھا کہ دوسرے روز بعد نماز جمعہ نقب میں آگ لگا کر برج و زمین کو برابر کر دیں کہ ناگاہ خواجہ محمد خاں شیرازی نے جو شاہنشاہ کے لشکر میں موجود تھا ازراہ شفقت و محبت اہل قلعہ کو موضع نقب سے خبردار کر کے ہر شخص کو منڈن احسان کیا اہل حصار نے جمعہ تک دو نقبوں کو دریافت کر کے ان کو باروت سے خالی کر دیا اور دوسری نقبوں کی تلاش میں سرگرواں ہوئے شاہنشاہ مراد اور محمد صادق اور تمام دیگر امیر ٹاٹا خان خانان سے مشورہ کیے ہوئے مسلح ہوئے اور حصار کے مقابلہ میں اپنی فوجوں کو اکراستہ کیا کہ نقب میں آگ دینے کے بعد جب دیوار میں زخم پیدا ہو تو جلوریز قلعہ میں داخل ہو کر حصار پر اپنا قبضہ کر لیں اور فتح شاہنشاہ مراد کے نام ہو اور خان خانان کو اس میں نیچہ دخل نہ رہے۔ غرض کہ نقب میں آگ لگائی گئی تین نقب باروت سے اڑے اور تقریباً پچاس گز دیوار اڑ گئی۔ شاہنشاہ اور محمد صادق وغیرہ کو نقبوں کے خالی ہو جانیکا علم نہ تھا انھوں نے اس انتظار میں کہ دوسری نقب بھی اڑیں تو اہل لشکر کو تاخت و ماراج کا حکم دیں تھوڑا انتظار کیا۔

اہل قلعہ کو جمع مل گیا اور جیسا کہ اپنی جگہ پر مفصل مذکور ہے ان لوگوں نے رخصت میں  
توبہ اور ضرب زین نصب کر کے دشمن کی ہاضمت کا پورا انتظام کیا اور رات تک  
کسی تغل بیابانی کو حصار میں داخل نہ ہونے دیا چونکہ رات کے وقت ہر حصہ ٹاڈ اور  
بڑا یہاں تک کہ عورت بھی بڑی کوشش سے رختہ بھرتے میں مشغول تھیں دیوار  
تین گز بلند ہو گئی شاہنشاہ مراد اور محمد صادق وغیرہ اس امر سے ہلوس ہو گئے  
کہ فتح جلد ہو جائیگی۔ اسی دوران میں سہیل خاں کئی فوج کو ہمراہ لیکر احمد نگر روانہ ہوا۔  
اور شاہنشاہ کے لشکر میں قحط بھی نمودار ہوا۔ سلطان مراد اور محمد صادق نے جنگ  
سے کنارہ کشی کر کے دوبارہ خان خانان سے مشورہ کیا خان خانان نے محمد صادق  
کی وجہ سے اول تو یہ کہا کہ امر اسے درگاہ کی جو رائے ہو وہ مناسب ہے لیکن  
سخت رست حد سے زیادہ گزری اور ان لوگوں نے اپنی غلطی پر اظہارِ ندامت کیا  
خان خانان نے اکبر شاہ کی خیر خواہی کا خیال کر کے جواب دیا کہ سلاطین دکنی کے  
لشکر کوچ بہ کوچ یہاں آ رہے ہیں اور غلہ اور دھن وغیرہ بچا رہے لشکر میں کم یاب  
ہے ظاہر ہے کہ انسان اور جانور بالکل مردہ ہو رہے ہیں اس حالت میں جنگ  
آزمائی کرنا دشواری سے خالی نہیں ہے میرے نزدیک بہتر یہ ہے کہ ہم اس  
مقام سے کوچ کر کے براہ میں اپنے خیمے نصب کریں اور اسی نواح کو سخر کریں  
اور جب برابر پہنچا رہا قبضہ ہو جائے اور وہاں کی رعایا ہمارے قابو میں آجائے  
تو ہم اس ملک پر حملہ کر کے قلعہ کو سر کریں۔ شاہنشاہ مراد اور تمام لوگ غلہ اور  
ضروریات زندگی کی کمی سے پریشان اور بے حیدر تھے سمجھوں نے خان خانان  
کی رائے سے اتفاق کیا اور اسی کو اپنا راہ نما بنایا خان خانان اور سید قسطنطنیہ  
سپرداری نے جو اس واقعہ سے پیشتر مرتضیٰ نظام شاہ کے عہد میں سر لشکر رہا اور اس  
زمانہ میں امرائے اکبری میں داخل تھا ایسی تدابیر خفیہ طور پر اختیار کیں کہ چاند بی بی  
سلطانہ خود صبح کا پیغام دے غرض کہ ہر دو طرف سے ایک گروہ درمیان میں  
واسطہ ہوا اور اس شرط پر صلح ہوئی کہ ولایت برار کا وہ حصہ جو تفال خاں کے قبضہ  
میں تھا شاہنشاہ مراد کو دیا جائے اور باقی حصہ ملک قلعہ بہور سے لیکر ہند چوہل  
تک اور پرندہ سے دولت آباد اور سرحد بھرات تک حاکم احمد نگر کے زیرِ نگیں رہے

اس معاہدہ پر پابند رہنے کے لئے طرفین نے شدید قیدیں کھائیں اور اکابرین کی ہر بات اس پر ثبت کر دی گئی۔ اسی دوران میں سہیل خاں بھی لشکر ساتھ لے کر احمد نگر سے چھ کوس کے فاصلہ پر پہنچ گیا سہیل خاں کو جب یہ معلوم ہوا تو دکنی اور حبشی نظام شاہی ایسروں نے میاں منجوا اور احمد شاہ کا ساتھ چھوڑ دیا اور احمد نگر روانہ ہو گئے۔ ان لوگوں نے بہادر شاہ کو جو تین یا چار سال کا لڑکا تھا چاند بی بی سلطانہ کے حکم سے چنور سے طلب کر کے بادشاہ بنایا اور سہیل خاں اس درمیان میں چند روز کے بعد میاں منجوا اور احمد شاہ کے ہمراہ بیجاپور روانہ ہوا۔

روزنامہ سویم سلاطین | سورخین لکھتے ہیں کہ احمد شاہ بھری ملک نائب نظام الملک احمد نگر کے حالات | بھری کا فرزند ہے ملک نائب کامورث اعلیٰ بیجا نگر کا ایک بیٹا جو نظام شاہی | برہمن تھا اس کا خود نام تھیما بہت اس کے باپ کا نام بھرتھا معروف مشہور ہیں | یہ شخص احمد شاہ بھری کے زمانہ میں مسلمانوں کے ہاتھ میں گرفتار ہو کر ملک حسن کے نام سے موسوم ہوا۔ اور شاہی غلاموں کے

گروہ میں داخل کر دیا گیا۔ سلطان احمد شاہ نے ملک حسن کو صاحب فہم و فراست اور ہندی زبان کا ماہر اور صاحب خط و سواد کو مقرر کیا اسے اپنے فرزند محمد شاہ کو عطا کیا ملک حسن محمد شاہ کے ہمراہ کتاب میں جانے لگا اور تھوڑے ہی زمانے میں اس نے فارسی خط و کتابت میں پوری مہارت حاصل کر لی اور ملک حسن پہلو کے نام سے مشہور ہوا چونکہ سلطان محمد شاہ بچپن کے زمانہ میں اسے ملک حسن بھری کہا کرتا تھا ملک حسن بجائے بہرلو بھری کے خطاب سے خاص اوجام میں مشہور ہو گیا۔ محمد شاہ نے اپنے عہد حکومت میں اس پر نوازش فرما کر ملک حسن کو اپنے معتبر حاشیہ نشینوں میں داخل کیا اور اپنے بھری خاصہ کو جس کو اس سے بھی تعلق تھا اور جس کو بادشاہ نے منصب ہزاری اور ماہی مراتب عطا کر کے تمام جانوران شکاری کی سرداری کا جیسے مقول کی اصطلاح میں قوش بلی کہتے ہیں عہدہ عطا کیا تھا اسب لفظی مناسبت کے لحاظ سے ملک حسن کو عنایت کیا۔ اس تقریب سے ملک حسن کی عزت اور شوکت دو بالاموئی اور اعلیٰ مرتبہ پر فائز ہوا اس کا اقتدار آہستہ آہستہ بڑھتا گیا



یہاں تک کہ اشرف بہاولوں نظام الملک بھری کے القاب و خطاب سے  
 سرفراز کیا گیا ملک حسن خواجہ جہاں کاواں کی مہربانی سے ملنگانہ کا طرفدار مقرر ہوا  
 اور راجندر دی اور کنہ بیل مع اس کے مضافات کے اس کی جاگیر میں دیدے گئے  
 جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ ملنگانہ کے تمام مہلات مالی اور ملکی ملک حسن کے قبضہ  
 اقتدار میں آگئے خواجہ جہاں کاواں کے قتل کے بعد ملک حسن اس کا قائم مقام  
 ہوا اور ملک نائب کے خطاب سے سرفراز ہو کر سر لشکر کا منصب حاصل کیا  
 سلطان محمود شاہ کے بعد بادشاہ کی وصیت کے موافق اس کے فرزند  
 محمود شاہ کا وکیل سلطنت مقرر ہوا۔ ملک حسن نے بیڑ اور دیگر برکات کو  
 جو دولت آباد کے تحت میں تھے جینز کے صوبہ میں داخل کر کے اضافہ شدہ دہ گئے  
 اپنے فرزند ملک احمد کو دیئے اور جیسا کہ مذکور ہوا خواجہ جہاں دکنی کی رائے  
 کے موافق جینز روانہ کیا ملک احمد نے جینز میں جو صوبہ کا صدر مقام ہو گیا تھا  
 قیام اختیار کیا اور سیاست میں مشغول ہوا۔ ملک نائب نے ہر چند فرامین روانہ  
 کئے کہ قلعہ بیڑ جو نہ کے قلعے ملک احمد کے تصرف میں دیئے جائیں لیکن مرہٹوں  
 کے ایک گروہ نے جس پر خواجہ کاواں نے بھروسہ کر کے یہ حصار اس کے سپرد  
 کیا تھا ان فرامین پر عمل نہ کیا اور یہی کہا کہ جب ہمارا بادشاہ محمود شاہ بالغ ہو کر  
 عثمان اختیار اپنے ہاتھ میں لے گا۔ اس وقت تک ہم اس کی اطاعت  
 کر کے قلعہ بادشاہ کے سپرد کر دیں گے۔ ملک احمد کے متوہ کچھ اور کہہ رہے تھے  
 اس نے ان قلعوں کی تسخیر ہو کر ہمت باندھی اور سب سے پہلے بیڑ پر حملہ  
 آور ہوا اور قلعہ کا محاصرہ کر لیا یہ حصار پہاڑ کی ایک چوٹی پر واقع اور  
 بلندی کی وجہ سے آسمان سے باتیں کر رہا ہے۔ اہل حصار جب عاجز ہوئے  
 اور چوہینے کے بعد تیغ و کفن گردن میں آویزاں کر کے کلید حصار ہاتھ میں لئے ہوئے  
 ملک احمد کے پاس حاضر ہوئے۔ ملک احمد کی فوج نے حصار پر حملہ کیا اور ان  
 سپاہیوں کو یہ معلوم ہوا کہ خواجہ جہاں کی شہادت کے بعد سے پانچ سال محمول  
 مرہٹوں کی اور کوہ کن کا اس قلعہ میں جمع ہے اہل لشکر نے روپیہ اٹھایا اور  
 ملک احمد کی خدمت میں پہنچا دیا۔ اس رقم کے پہنچ جانے سے ملک احمد کے

کاروبار میں اور زیادہ رونق پیدا ہوئی۔ ملک احمد نے سپاہیوں اور امیروں کو روپیہ تقسیم کر کے اون کو دل شاد کیا اور اس دوران میں چونکہ بہاگرتی ترونی۔ کندھیا پور۔ پورند۔ پورب۔ جندول۔ گردک۔ مرنجن۔ ماہولی۔ اور مالی کو جبراً قہراً فتح کیا اور سارے کوہکن پیرہ قلعہ ہوا گیا۔ ملک احمد قلعہ دندراج پوری کے سر کرنے میں مشغول تھا کہ اپنے باپ کے قتل کی خبر سنی اور اپنے کو باپ کے خطاب سے مشہور اور احمد نظام الملک بھری کے لقب سے معروف کیا ہر چند ملک احمد نے خود اپنے کو کسی شاہ کے لقب سے نہیں معروف کیا لیکن چونکہ دکن میں اس کا نام احمد نظام شاہ مشہور ہے اس لئے یوں فرشتہ اب سے احمد نظام شاہ بھری کے نام سے یاد کرے گا مختصر یہ کہ ملک احمد جینر پہونچا اور باپ کی رسم تعزیت ادا کر کے سپاہ اور رعیت کو اپنے سے مطمئن کیا اور تھوڑے ہی زمانہ میں قصبہ بیٹورہ کالوا دپٹن کے حوالی تک تمام وکمال اپنا قبضہ کر لیا۔ ملک احمد نے غنچوان شباب میں کندھیل اور راجمندی میں اور یاد اور دنگر ہندوراجاؤں سے جنگ کر کے اپنی شجاعت کا سکھ اچھی طرح بٹھا دیا تھا اس لئے سلطان محمود شاہ ہر چند اپنے امیروں منصبداروں اور سلاحداروں کو اس کے مغلوب کرنے کے لئے روانہ کرتا تھا لیکن یہ لوگ ملک احمد سے مقابلہ کرنے کے لئے تیار نہ ہوتے تھے بعض تو اپنی طاقت کا اندازہ کر کے اور بعض عاقبت اندیشی سے اس جنگ سے پرہیز کرتے تھے سلطان محمود نے قاسم برید کی تحریک سے چند مرتبہ یوسف عادل کے نام بھی فرمان اس مضمون کا جاری کیا کہ عادل شاہ خواجہ جہاں دکنی اور زین الدین علی طالش حاکم جالندہ کے ہمراہ جینر جا کر احمد نظام الملک کا فتنہ فرو کرے لیکن یوسف عادل نے عذر کر کے اس خدمت سے انکار کیا جبکہ حاجب یعنی ایچی کو تقریب کے بہانہ سے ملک احمد نظام الملک کے پاس روانہ کیا اور اسے پیغام دیا کہ اس نواح کے انتظام اور ضبط ممالک میں کسی طرح کی کمی نہ کروا دے اپنے لشکر کو جو انداپور سے زین الدین علی طالش کی مدد کو کیا تھا واپس بلا لیا اور وہ حصار بھی احمد نظام شاہ کے سپرد کر دیا اور اظہار دوستی اور موافقت میں کسی طرح کی

کو تا ہی نہیں کی بلکہ اس فوجی مدد سے اسے اور زیادہ مطمئن بنایا۔ احمد نظام شاہ نے ظریف الملک انفعال کو امیر الامر مقرر کر کے نصیر الملک گجراتی کو میر محلہ کا عہدہ عنایت کیا اور زین الدین علی طاش کے پاس پیغام بھیجا کہ چونکہ مجھے حق جوار اور ہسائیگی کا بعد خیال ہے اور کو شجاع اور بہادر بھی جانتا ہوں اس لئے بہتر ہے کہ میرے اور آپ کے درمیان سے بیگانگی کا پردہ اڑا دیا جائے اور گزشتہ فرد گزشتیں دل سے نکال کر اپنے کو اس ریاست کا شریک غالب خیال کریں۔ زین الدین علی نے ان باتوں کو قبول کر کے اطاعت اور فرماں برداری کا اظہار کیا۔ اسی دوران میں شیخ مودی عرب جو خطاب بہادر الزماں سے مخاطب اور مردانگی اور شجاعت میں امر کے گردہ میں ممتاز تھا احمد نظام شاہ کی تباہی کے لئے کمر بستہ ہوا اور بارہ ہزار سواروں کے ساتھ جنیر پر حملہ آور ہو کر قلعہ پرندہ کے دامن میں قیام پذیر ہوا زین الدین علی نے بھی اپنی رائے بدل دی اور ارادہ کیا کہ اپنی فوج کے ساتھ اس سے جا ملے احمد نظام شاہ شیخ مودی کے قریب پہنچ جانے سے آگاہ ہوا اور اپنے اہل و عیال کو قلعہ بہنر میں روانہ کر کے خود تنہا جنگ کے ارادہ سے آگے بڑھا احمد نظام حریف کے لشکر کے جوار میں پہونچا اور دشمن کی قوت اور اپنی فوج کی قلت کا خیال کر کے صف آرائی کرنا مناسب نہ سمجھا اور حریف سے چار کوس کے فاصلہ پر خیمہ زن ہوا۔ احمد نظام نے انتہائی ہوشیاری سے کام لیا اور اسے معلوم ہو گیا کہ زین الدین علی موقع کا منتظر ہے اور چاہتا ہے کہ جلد سے جلد شیخ مودی سے جا ملے۔ احمد نظام نے لشکر کو نصیر الملک اور زین الملک کے سپرد کیا اور خود خاصہ کے سواروں اور منصب داروں کے ایک گروہ کے ساتھ جن کو نظام شاہی دائرہ حکومت میں حوالہ دار کہتے تھے شکار کے بہانہ سے لشکر سے نکلا اور زین الدین کے فروگاہ مقام جالندہ پر دمھاوا کیا۔ احمد نظام شب کے وقت غافل حریف کے سر پر پہونچا اور لکڑی کے زمینے جو اس کے لئے تیار کئے تھے اور اپنے ہمراہ لایا تھا قلعہ کی دیواروں پر نصب کر کے سب سے پہلے مع مشرہ سپاہیوں کے قلعہ میں داخل ہوا اس کے بعد اہل لشکر بھی چاروں طرف سے سوار ہو کر

قلعہ کے اندر آئے۔ یہ لوگ مسلح اور اہل قلعہ بالکل غافل اور خواب آلودہ تھے جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ زمین الدین علی اور اس کے سات نواب قاتی تیر انداز قتل ہوئے اور چالندہ فتح ہو گیا۔ اس فتح کی خبر مشہور ہوئی اور نصیر الملک کے دل میں بھی انگ پیدا ہوئی اور اس نے ارادہ کیا کہ احمد نظام شاہ کی دایسی تک شیخ مودی کے مقابلہ میں کار نمایاں کرے۔ نصیر الملک نے ایک گروہ قلیل جس کی تعداد تین ہزار سے کم تھی اپنے ہمراہ لیا اور شیخ مودی کے لشکر کی طرف متوجہ ہوا یہ امیر ایک کوس کے فاصلہ پر پہنچا اور فتح مودی نے اس خیال سے آگاہ ہو کر ایک گروہ کو اس کے مقابلہ میں روانہ کیا ایک خونریز لڑائی کے بعد شیخ مودی کو شکست ہوئی دوسرے دن بھی شیخ مودی کا فرستادہ لشکر ہسپا ہوا اور وہ خود مجبوراً سوار ہو کر حریف کے مقابلہ میں آیا نصیر الملک دوز کی فتح سے مغرور ہو رہا تھا اپنے خستہ اور ماندہ لشکر کے ساتھ دشمن سے جنگ آزمایا ہوا لیکن فاحش شکست کھا کر بہ حال خراب ظریف الملک کے پاس واپس آیا اس درمیان میں احمد نظام شاہ بھی چالندہ سے واپس آیا اور اس نے یہ حالت دیکھی اور اپنے پہلے اخلاق کی بنا پر نصیر الملک کے مکان پر گیا اور محبت آمیز کلمات سے اس کے دل پر مہر ہم رکھا اور اسے کلفت اور اندامت سے نجات دی۔ چند دنوں کے بعد احمد نظام شاہ نے ایک جوار لشکر ساتھ لیا اور ادھی رات کے وقت حریف کے لشکر کی طرف روانہ ہوا اور اس پر شیخوں مار کر دشمن کی جمعیت کو براگندہ کر دیا شیخ مودی عربی دکنی اور حشی امیروں کے ایک گروہ کے ساتھ قتل ہوا اور اس کے نعیمے اور خدگاہ اور بار برداری کے ساز و سامان کے دستیاب ہونے سے نظام شاہی شوکت اور عظمت میں منقول اضافہ ہوا۔ احمد نظام شاہ اس واقعہ کے بعد جنیر واپس آیا اور ایک لمحہ بھی سپاہ و رعیت سے غافل نہ رہا۔

سلطان محمود شاہ نے یہ خبر سنی اور بید غصہ میں آ کر عظمت الملک و وزیر کو اٹھا کر امیروں اور ایک جوار لشکر کے ساتھ جنیر کی ہم پر نامزد فرمایا۔ احمد نظام بھی اپنی فوج کے ساتھ جنیر سے روانہ ہو کر قادر آباد کے کومہتان میں مقیم ہوا بادشاہ ہی فوج میری گھاٹ کے نیچے پہنچی اور احمد نظام تین ہزار

آزمودہ کار سپاہیوں کا ایک لشکر منتخب کر کے قادر آباد سے احمد آباد بیدر پر حملہ کیا۔ اور رات کے وقت بے خبر دہان پہنچ گیا۔ چونکہ دربانوں میں سے ایک شخص سازش میں شریک تھا رات کو بلا توقف کئے دروازہ کھل گیا اور احمد نظام شہر میں داخل ہوا۔ یہ امیر نائب کے مکان پر پہنچا اور اپنے باپ کے تمام اہل و عیال اور متعلقین کو بالکیوں میں سوار اپنے معتبر لوگوں کے ہمراہ جنیر روانہ کر دیا اور خود تمام شہر میں گردش کر کے نامزد امیروں کے زن و فرزند کو گرفتار کر کے صبح کے وقت شہر سے باہر نکلا اور قصبہ بیڑ سے گذرتا ہوا قلعہ بندہ میں پہنچ گیا اور ان امیروں کے زن و فرزند کی عزت و ناموس کی حفاظت میں پوری کوشش کی۔ نامزد امیروں نے میری گھاٹ کے قریب نظام شاہ کے بیدر کے شہر کی خبر سنی اور اس کے تعاقب میں روانہ ہوئے یہ امیر حوالی شہر میں نظام سے آئے اور اس کے پاس پیغام بھیجا کہ تم نے چونکہ ہمارے زن و فرزند کی حفاظت کی ہے ہم تمہارے ممنون اور حلقہ بگوش ہو گئے لیکن یہ امر اپنی شجاعت سے بعید ہے کہ تم چوروں اور بد معاشوں کی طرح ہمارے مقابلہ سے فراری ہو گئے اور پردہ نشین عورتوں پر تم نے یہ ظلم کیا۔ گیر و فرنگس بھی اس جرم کو گوارا نہیں کرتے جس کا مرتکب تم ایسا شخص ہو اہے۔ احمد نظام شاہ اس پیغام سے بید متاثر ہوا اور اس وقت ان امیروں کے زن و فرزند کو بید تعلیم و تکریم کے ساتھ ان کے پاس روانہ کر دیا۔

اور اسی دوران میں سلطان محمود شاہ کا فرمان اپنے امیروں کے نام اس مضمون کا صادر ہوا کہ احمد نظام براہِ تاخت و تاراج کر رہا ہے اور اسکی پرواز میں کمی نہیں آئی تم لوگ اس کے خوف سے اپنے خیموں میں پناہ گزین ہو اگر اپنے قصود کی تلافی کر کے اس مجرم کو گرفتار کر کے بارگاہ شاہی میں نہ لاؤ گے تو غضب سلطانی میں گرفتار ہو کر اپنی موردی عزت و حرمت کو خیر باد کہہ کر ذلیل و خوار ہو گے۔ امیر اس فرمان کو سنکر حوالی شہر میں مقیم ہوئے اور بادشاہ کو اس مضمون کا عرضہ روانہ کیا کہ ہم سپاہی پیشہ لوگ ہیں ہمارا کام تلوار چلانا اور دشمن کو خاک و خون میں ملانا ہے اگر ہوشیاری میں کسی طرح کی غفلت ہوتی ہے

تو اس کا جواب وہ عظمت الملک ہے ہماری رائے میں بجائے عظمت الملک کے کوئی دوسرا امیر ہمارا افسر بنایا جائے تو دشمن کا خاتمہ بعد آسانی سے ہو جائیگا سلطان محمود نے عظمت الملک کو واپس بلا لیا اور جہانگیر خاں کو تین ہزار سواروں کے ہمراہ کولاس یعنی صوبہ تلنگانہ سے طلب کر کے اس کو سر لشکری کا خلعت عطا فرمایا اور بجائے عظمت الملک کے بیڑ پر روانہ کیا۔ جہانگیر خاں جو بہمنی بارگاہ کے نامی امیروں میں تھا اور بہت سے معرکہ سر کر چکا تھا اور اپنی شجاعت و سیاست میں یکتا رائے روزگار اور سارے دکن میں شہرہ آفاق تھا فوراً سوار ہو کر پرندہ روانہ ہوا۔ محمدوم خواجہ جہاں قلعہ پرندہ میں آیا اور اپنے فرزند اعظم خاں کو احمد نظام کی مہم پر متعین کیا۔ احمد نظام نے معرکہ آرائی کرنا مناسب نہ خیال کیا اور پٹن روانہ ہو گیا اور فتح اللہ عادی کے پاس قاصد روانہ کر کے اس کو حقیقت حال سے اطلاع دی۔ فتح اللہ عادی نے اس معاملہ پر کچھ توجہ نہ کی اور جہانگیر خاں حوالی پٹن میں پہنچ گیا۔ احمد نظام پٹن سے کوچ کر کے جنیر واپس آیا اور جیور گھاٹ کو عبور کر کے کوہستان جینیٹس داخل ہوا۔ نصیر الملک کچھ اتنی قادر آباد کی فوج اور خزانہ اور غلہ و آذوقہ کے ہمراہ احمد نظام کے پاس پہنچ گیا اور جیور گھاٹ کے راستوں کو سد و دگر کے دیس قیام پذیر ہوا جہانگیر خاں کو معلوم ہوا کہ جیور گھاٹ نظام شاہیوں کے قبضہ میں ہے اور وہ بیگانہ گھاٹ سے بیکاپور پہنچا اور احمد نظام کے سربراہ مقیم ہوا دونوں فریق کے درمیان چھ کوں کا فاصلہ تھا ایک مہینہ کامل فوجیں ایک دوسرے کے مقابلہ میں خمیہ زن رہیں چونکہ برسات کا زمانہ تھا اور احمد نظام کے مقابلہ میں لشکر نے نہایت سختیاں برداشت کی تھیں تمام فوجی عیش و عشرت میں مشغول ہوئے اور دن و رات بادہ خواری کے شغل میں منہمک ہو کر حریف سے بالکل غافل ہو گئے شاہی لشکر کی بے خبری احمد نظام شاہ کے کانوں تک پہنچی اور اس امیر نے تیسری رجب ۹۷۵ ہجری کی رات کو اعظم خاں کے ہمراہ کوہستان قصبہ جیور سے کوچ کیا اور اس قدر تیزی کے ساتھ مسافت طے کی کہ صبح کو بیکاپور کے نواح میں پہنچ گیا اور بلائے بے درماں کی طرح حریف پر

حلا اور ہوا۔ دشمنوں میں کسی کو مجال نہ ہوئی اور بہت سے تو عین خواب کی حالت میں راہی عدم ہوئے اور جن لوگوں نے خواب غفلت سے آنکھ کھول کر قضا کو سر پر سوار دیکھا انھوں نے راہ فرار اختیار کی جہانگیر خاں بیداسحاق سید لطیف اللہ نظام خاں اور فتح اللہ خاں امرائے لشکر قتل کئے گئے اور ان کے علاوہ بیس ماندہ امیر حریف کے ہاتھ میں گرفتار ہوئے احمد نظام شاہ نے اپنے قیدیوں کو گائے اور بھینس پر سوار کیا اور ان کے کپڑے زانو تک چاک کر کے اپنے لشکر کے گرد بچھرایا اور بعد اس کے ان کو جان کی اماں دیکر دارالملک روانہ کر دیا۔

شاہ جہاں الدین حسین انجمن جس کا مرقعی نظام شاہ کے عہد حکومت کے ذکر میں بیان کیا جا چکا مورخ فرشتہ سے بیان کیا کہ یہ معرکہ جنگ باغ کے نام سے مشہور ہے اور اس کی وجہ یہ ہے کہ قبیلہ پٹکاپور میں جہاں کہ فتح حاصل ہوئی تھی اس مقام پر احمد نظام شاہ نے ایک باغ لگا کے اس نے اس کو باغ نظام کے نام سے موسوم کیا اس باغ کے گرد عمدہ چادری لٹائی گئی اور اس کے اندر بے نظیر عمارت تعمیر کرائی گئی تھوڑے ہی زمانہ میں یہ باغ رشک ارم بن گیا۔ اور بہان نظام شاہ اور اس کی اولاد نے اس مقام کو اپنے لئے مبارک سمجھ کر اس میں ایک قلعہ تعمیر کرایا اور اس میں قیام پذیر ہوئے۔

غرض کہ احمد نظام نے اس فتح کے شکرانہ میں قبیلہ پٹکاپور کو علماء اور مشائخ کے لئے وقف کر دیا اور خود کامیاب اور بامراد جنیر واپس آیا اور بلا کسی مزاحمت کے مسند حکومت پر متمکن ہوا۔ احمد نظام نے یوسف عادل کی رائے کے موافق خطبہ اور سکھ سے سلطان محمود کا نام خارج کیا اور اپنے نام کے خطبہ اور سکے جاری کر کے چتر سفید جو اس زمانہ میں شاہانِ دہلی۔ گجرات اور سندھ کا نشان تھا اپنے سر پر سایہ فلک کیا۔ خواجہ جہاں اور نیز دیگر امرائے دکن جو احمد نظام شاہ کے باوقار و رہی خواہ تھے خطبہ اور چتر کے واقعہ سے ناراض ہوئے اور کہا کہ سلطان محمود بہمنی کی زندگی میں چتر سر پر سایہ فلک کرنا اور اپنے نام کا خطبہ جاری کرنا بے ادبی ہے۔ نظام شاہ صاحب عقل و فراست تھا

اس وقت اُٹھتی اور صلح کو مناسب سمجھا اور خطبہ اپنے نام کا موقوف کر دیا اور اپنے  
 افسران فوج کو طلب کر کے ان سے کہا کہ تم لوگوں کی رائے بہت صحیح ہے میں نے  
 خطبہ موقوف کر دیا ہے لیکن چتر سے مدعا یہ ہے کہ انسان طاعت آفتاب سے  
 محفوظ رہے اس لئے اس میں تغیر کرنا مناسب نہیں ہے ان امیروں نے  
 جواب دیا کہ اگر ایسا ہے تو اس بات کی عام اجازت ہو جائے کہ جس شخص کا دل  
 چاہے آفتاب کی گری سے بچنے کے لئے چتر اپنے سر پر لگائے احمد نظام شاہ  
 نے مجبوراً اس قسم کے احکام صادر کر دیئے اور حاکم اور رعیت میں یہ امتیاز رکھا  
 گیا کہ احمد شاہ کے چتر سفید پر ایک پھول سرخ گیرے کا بنا دیا گیا اور تمام اشخاص  
 کا چتر یک لخت سفید قرار دیا گیا غرض کہ رفتہ رفتہ عادل شاہی۔ عداد شاہی۔  
 قطب شاہی اور برید شاہی خاندانوں میں چتر کارواج ہو گیا چنانچہ چتر پر کتاب  
 کے وقت تک جو شاہی بھری سے دکن میں شاہ گدا بھوں کے سر پر چتر  
 سایہ فلک نظر آتا ہے یہ خلاف دیگر بلاد ہند کے جہاں چتر صرف فرما روا کے  
 لئے مخصوص ہے۔ خواجہ جہاں اور اعظم خاں وغیرہ احمد نظام کی عنایتوں سے  
 شامانہ نوازش سے فیضیاب ہو کر بادشاہ کے شرمندہ احسان ہوئے اور  
 ان امیروں نے دو ماہ کے بعد بالاتفاق احمد شاہ سے عرض کیا کہ خطبہ اپنے  
 نام کا جاری کرے ان امیروں نے اس امر پر بیدار کیا چونکہ احمد شاہ خود  
 اس امر پر راغب تھا اس نے ان امیروں کو مصنون احسان بنا کر ملک میں  
 اپنے نام کا خطبہ جاری کیا۔ احمد نظام نے قلعہ دنداد چوری کی تسخیر پر کمر بست  
 باندھی یہ قلعہ کوکن کا مضبوط حصہ ہے اور بند چوہل میں واقع ہے۔ احمد نظام خود  
 اس مہم پر گیا اور دو ماہ یا ایک سال اس کا محاصرہ جاری رکھا اور آخر کار صلح کے  
 واسطے قلعہ پر قابض ہو کر مطمئن ہوا۔ اس مہم کے بعد دولت آباد کے  
 قلعہ کی تسخیر کا خیال آیا اور کبھی کبھی اس کی تدبیریں سوچتا احمد نظام کو یہ معلوم  
 تھا کہ اس قلعہ کو بڑا دشوار فتح کرنا مشکل ہے اس لئے اس نے ملک و جہم  
 اور ملک اشرف والیان قلعہ سے طریقہ احسان اور مدارات کی راہ کھولی۔  
 کہتے ہیں کہ ملک و جہم الدین اور ملک اشرف دو حقیقی بھائی تھے۔



ان بھائیوں میں بیحد محبت تھی۔ ہر دو برادر اصل میں خواجہ جہاں کا دان کے ملازم تھے اور اس کی نیابت کے بعد سلطان محمود کے سجداروں میں داخل ہو کر زندگی بسر کر رہے تھے۔ ملک نائب نظام الملک نے ان دونوں بھائیوں پر نوازش کی اور ان کو صف امر میں داخل کر کے ملک وجیہ کو قلعہ دولت آباد کا تھانہ دار اور ملک اشرف کو خاکم شہر مقرر کیا۔ ملک اشرف اور ملک وجیہ نے اس نواح کا بہترین انتظام کر کے دولت آباد کے سرکشوں راہزنوں کو تباہ اور پائمال کیا اور دولت آباد اسے لے کر سلطان یورندر بار کی سرحد اور باکلانہ گجرات تک ملک کو ایسا شہرہ آفاق بد معاشوں کے وجود سے پاک کیا کہ تجارت پیشہ آسانی کے ساتھ سفر کرنے لگے۔ رعایا ان سے بحد راضی اور ان کی شکر گزار بھی ملک آباد اور معمور اور رعیت فارغ البال ہوئی۔ سرہٹوں کے ایک سردار نے جو سلطنت بہمنہ کی کمزوری سے فائدہ اٹھا کر قلعہ کالندہ پر قابض ہو گیا تھا ملک وجیہ اور ملک اشرف سے اتفاق کر لیا اور راہزنی سے باز آیا یہ دونوں بھائی ملک نائب نظام الملک کے احسانات کی وجہ سے احمد نظام شاہ کی بھی خواہی کا بھی دم بھرتے تھے احمد نظام نے بھی باغ نظام اور دند راج پوری کی فتح کے بعد اپنی بہن بی بی زینب کا نکاح ملک وجیہ الدین سے کر دیا اور خلوص کی بنا کو رشتہ بندی سے اور مضبوط کیا۔ خدا نے وجیہ الدین کو بی بی زینب کے بطن سے ایک فرزند عطا فرمایا ملک وجیہ الدین نے بیٹے کو کسی نام سے موسوم کرنا احمد نظام کے سپرد کیا جس نے جواب میں لکھا کہ میرے والدین بچپن کے زمانہ میں مجھے موتی کہا کرتے تھے بہتر ہے کہ تم بھی اپنے فرزند کو اسی نام سے موسوم کر دو ملک وجیہ الدین نے احمد نظام شاہ کی رائے کے موافق عمل کیا اور اس کی عظمت و شوکت اور دہ بالا ہوئی۔ ملک اشرف کو بھائی کے از دیا قرابت سے حسد پیدا ہوا اور برا درزرگ کے قتل پر آمادہ ہوا ملک اشرف کا خیال یہ تھا کہ اپنے بھائی کو قتل کر کے دولت آباد منتقل کر دوں اور دوسرے پرگنوں پر قبضہ کر کے صاحب خطبہ اور جیتر ہو جائے۔ جب ملک وجیہ کے گھر میں فرزند پیدا ہوا اور اسکی احمد نظام کے ساتھ قرابت ہوئی تو ملک اشرف کے ارادوں میں خلل پیدا ہوا

اور بھائی کا دشمن جانی بن گیا اور اس نے موقع پا کر اہل قلعہ کی مدد سے اپنے  
 بھائی کو قتل کیا اور اس کے فرزند کو بھی زہر سے ہلاک کر کے دولت آباد کا  
 مستقل حاکم بن گیا۔ ملک اشرف برہان پور اور ہزار کے حکام سے سلسلہ  
 اتحاد پیدا کر کے محمود شاہ گجراتی کی ہوا خواہی کا دم بھرنے لگا اور کبھی کبھی ٹھٹھے  
 اور ہڈے بھیج کر اپنے کو شاہ گجرات کے ہی خواہوں میں شمار کیا کرتا تھا۔  
 بی بی زینب اپنے شوہر اور فرزند کے قتل کے بعد جنیر واپس گئی اور بھائی  
 کے دامن میں پناہ لیکر فریادیں کی طلبگار ہوئی احمد نظام نے اپنی بہن کو تشکیں دی  
 اور ۸۹۹ھ ہجری میں اپنے لشکر اور جمیعت کے ساتھ دولت آباد کی سیخ کا ارادہ  
 کر کے سیڑ سے روانہ ہوا۔ احمد نظام پشکا پور کے حوالی میں پہونچا اور باغ نظام میں  
 فردکش ہوا چند روز عیش و عشرت میں مشغول رہا اسی دوران میں تاج الدین  
 دکنی اور ڈیورس پنڈت تاسم برید کے فرستادہ احمد نظام کی بارگاہ میں حاضر ہوئے  
 اور انھوں نے یہ پیغام دیا کہ یوسف عادل نے میرے تباہ کرنے پر کمر بستہ  
 باندھی ہے اور احمد آباد و بیدر کا محاصرہ کر لیا ہے اگر آپ اس وقت دولت آباد  
 کے محاصرہ کا خیال ترک کر کے اپنے مخب فخلص کی مدد کا خیال فرمائیں تو  
 مدت العمر ممنون احسان رہوں گا بلکہ اس بات کا وعدہ کرتا ہوں کہ یوسف عادل  
 کی طرف سے اطمینان حاصل کرنے کے بعد میں بھی فتح دولت آباد حاصل کرنے میں  
 پوری کوشش اور مدد سے کام لوں گا۔ احمد نظام نے تاسم برید کی رائے سے اتفاق  
 کیا اور دولت آباد کی سیخ کا ارادہ ترک کر کے احمد آباد و بیدر پہونچا جس کا مفصل حال  
 سلطان محمود شاہ کے عہد حکومت میں معرض بیان میں آچکا ہے۔ احمد نظام  
 اس معاملہ سے فارغ ہو کر اسی راہ سے دولت آباد و بیدر پہونچا اور قلعہ کا محاصرہ کر لیا  
 دو مہینے کے بعد حصار کے اطراف و جوانب کو دیکھا اور اسے معلوم ہوا کہ اس  
 قلعہ کو جبراً اور قہراً فتح کرنا نہایت دشوار ہے احمد نظام نے یہاں سے کوچ کیا  
 اور جنیر روانہ ہوا اٹھائے راہ میں پشکا پور پہونچا اور یہ قرار دیا کہ چونکہ یہ مقام دولت آباد  
 اور جنیر کے درمیان میں واقع ہے مناسب ہے کہ ایک نیا غسر یہاں آباد کر کے  
 اسے اپنا دارالملک قرار دے اور ہر سال خریف و ربیع کے زمانہ میں جبکہ غلہ اور

آؤ وہ دولت آباد کے لئے باہر سے آئے تو اس کو تاخت و تاراج کرے ممکن ہے کہ اس طرح اہل قلعہ ضروریات زندگی سے محروم ہو کر عاجز ہوں اور حصار اس کے سپرد کر دیں۔ شہر ہجری میں احمد نظام نے اہل نجوم کی اختیاء رکردہ نیک ساعت میں بلخ نظام کے مقابل نہر سبیل کے کنارہ ایک شہر کی بنا ڈالی۔ احمد نظام نے سنا کہ احمد آباد گجرات کو اس نام سے احمد شاہ گجراتی نے موسوم کیا ہے اور اسکی وجہ تسمیہ یہ ہے کہ بادشاہ وزیر اور قاضی شہر کا نام احمد تھا حسن اتفاق سے اس شہر کی بنا کے وقت بھی یہی صورت پیش آئی بادشاہ نے اس جدید شہر کو احمد نگر کے نام سے موسوم کیا ظاہر ہے کہ بادشاہ کا نام احمد نظام تھا اور سند علی نقیہ الملک گجراتی کا اصل نام بھی احمد تھا اور نیز قاضی لشکر بھی احمد کے نام سے موسوم تھا۔ احمد نظام کو اس شہر کی تعمیر میں بیجا انہماک تھا تھوڑے ہی زمانہ میں تمام افسروں اور منصبداروں اور سلاحداروں نے شہر میں عمارتیں تعمیر کرائیں اور دوسری تین برس کے عرصہ میں شہر مصر و بغداد کا نمونہ بن گیا۔ احمد نظام نے اپنی رائے کے مطابق گل درآند کیا اور ہر سال دو مرتبہ لشکر نظام شاہی دولت آباد کو تاخت و تاراج کرتا اور زراعت اور غلہ کو تباہ کر کے رعایا کے مکانوں میں آگ لگا دیتا تھا۔ وقایع نظام شاہیہ میں جس کا مولف سید علی سعفانی ہے اور جس نے برہان نظام شاہ کے عہد میں اس کتاب کی تالیف کی بنا ڈالی لیکن موت نے اسے مہلت نہ دی اور کتاب نا تمام رہی مرقوم ہے کہ احمد نظام شاہ بکری کے جاہ و جلال کی خبر دور و نزدیک تک مشہور ہوئی اور عادل خاں بن مبارک خاں فاروقی حاکم برہان پور نے اس سے رابطہ اتحاد پیدا کر کے دو ہزار سوار اس کی لگ بڑھ کر رکھے تاکہ یہ فوج صفر دولت آباد میں ہمیشہ نظام شاہ کے ساتھ رہے اور شہر کی فتح میں پوری کوشش کرے عادل خاں نے فتح اللہ عار الملک سے بھی دوستی کی راہ ورسم بڑھائی اور اپنے آباد اجداد کی روش کے خلاف سلطان محمود گجراتی سے مخالفت پیدا کی اور جو رقم کہ ہر سال گجرات گئے خزانہ میں داخل کی جاتی تھی اسے یک ظلم موقوف کر دیا۔

۵۰۹ ہجری میں سلطان محمود گجراتی نے اپنے ملک کی سیر کے

بہانہ سے سفر کیا ملک اشرف حاکم دولت آباد نے اس موقع سے فائدہ اٹھایا۔ اور سلطان محمود گجراتی کی خدمت میں قاصد روانہ کر کے اسے یہ پیغام دیا کہ احمد نظام شاہ کے محاصرہ اور تسلط سے میں عاجز ہوں بہتر ہے کہ جناب میری مدد کے لئے اس طرف قصد فرمائیں سلطان محمود نے قلعہ دولت آباد کی ہوس میں لشکر عظیم فرمایا کیا اور دکن روانہ ہوا اور یہ طے کیا کہ عادل خاں فاروقی کی تنبیہ اور تادیب کرتا ہوا دولت آباد کی راہ لے محمود شاہ سلطان پور زہد بار کے نواح میں پہونچا اور عادل خاں نے پریشان اور مضطرب ہو کر احمد نظام شاہ بھری سے مدد طلب کی اور محاصرہ دولت آباد کو ترک کرنے کی استدعا کی احمد نظام شاہ پندرہ ہزار مسواروں کی جمیعت سے برہان پور روانہ ہوا احمد نظام برہان پور پہونچا اور فتح اللہ عادی بھی اپنی فوج کے ساتھ عادل خاں کی مدد کے لئے آیا نصیر الملک گجراتی نے نظام شاہ کی رائے سے محمود شاہ گجراتی سے جو قلعہ اسیر ہو چالیس قیام پذیر تھارسل ورسائل کی بنا ڈالی اور تھوڑے زمانہ کے بعد ایک گجراتی امیر نے ذریعہ سے جو محمود شاہ کا مقرب تھا ایک نامہ لکھا جس کا مضمون یہ تھا کہ اگرچہ نوشتہ تقدیر کے موافق میں احمد نظام کا ملک ہزاروں لیکن میرا وطن تہر گہرات ہے اسے مسکن کے فرمانروا کی خبر خواہی کرنا اپنا فرض سمجھتا ہوں ایسے بادشاہ عالی جاہ سے یہ امر نہایت تعجب انگیز ہے کہ اس قسم کے فرعی مقامات کو طے کرنے کے لئے خود زحمت گوارہ فرمائے حاکم برہان پور لشکر اور جمیعت کے اعتماد سے بادشاہ کے ایک امیر کا بھی ہمسر نہیں ہے ایسے شخص کے مقابل میں صف آرائی کرنا خصوصاً اس زمانہ میں جبکہ دکن کا عالی ہمت فرمانروا اس کی مدد کے لئے آیا ہے نہایت نازیبا ہے۔ آپ از روئے اخلاص بادشاہ سے عرض کریں اور قلت اور کثرت فوج کا کلیہ اس کے ذہن نشیں کرادیں تاکہ بادشاہ مخالفت کا ارادہ ترک کر کے صلح پر آمادہ ہو جائے ظاہر ہے کہ معرکہ آرائی کرنے میں فتح شکست کوئی پہلو بھی یقینی اور اپنا اختیار ہی نہیں ہے یہ باتیں خدا کی مشیت پر موقوف ہیں اگر بادشاہ کو فتح نصیب ہوئی تو دنیا بھی کھینچی کہ سلطان محمود نے ایک جہار لشکر کے ساتھ معہ دوسے چند اشخاص کو زیر کیا۔

اور اگر خدا نہ کردہ معاملہ برعکس ہوا تو یہ دھبہ ہمیشہ کسے لئے اس خاندان عالیشان کے  
 دامن کو داغدار کرتا رہے گا۔ گجراتی امیر نے نصیر الملک کا نوشتہ محمود شاہ کے ملاحظہ میں  
 پیش کیا اور بادشاہ شش و پنج میں گرفتار ہو گیا ادھر احمد نظام شاہ نے محمود شاہ  
 کے ایک فیل بان کو جو بھری سال نامی ہاتھی کی تنگبانی پر مقرر تھا سیم و زر کی بوجھار  
 سے اپنا رازدار بنایا اور یہ طے پایا کہ فلاں شب جبکہ تاریکی میں بادشاہ و سپاہ  
 سب اپنے اپنے خیموں میں غافل لیٹے ہوں یہ فیل بان مست اور شہساز دور  
 ہاتھی کی زنجیر کھول کر اسے لشکر کی طرف بھگا دے اس قرار واد کے موافق  
 نظام شاہ نے اس رات پانچ ہزار پیادوں کا ایک گروہ جس میں توپچی گاندار اور باندار  
 شامل تھے اور پانچ ہزار تیسر انداز سواروں کی ایک جمعیت عظیمہ کی اور ان کو  
 لشکر گجرات کی طرف روانہ کیا نظام شاہ نے اپنی فوج کو سمجھا دیا کہ یہ لوگ کہیں گاہ  
 میں پوشیدہ رہیں اور جب گجرات کے لشکر میں شور و غوغا بلند ہو اس وقت  
 یہ لوگ تیسر و کمان سے دشمن کو بائمال کر دیں۔ اہل لشکر نے نظام شاہ کے  
 حکم کے موافق عمل کیا اور گجرات کے لشکر کے قریب پہونچ کر ادھر اُدھر پوشیدہ  
 ہو گئے دو گھنٹی رات گزرنے کے بعد فیل بان نے ہاتھی کو آزاد کر کے  
 لشکر کی طرف بھگا دیا اس کو ہپیکر جانور کے خوف سے اہل لشکر نے غوغا  
 اور فریاد کی آواز بلند کی سواروں اور پیادوں نے کہیں گاہ سے لشکر گجراتیوں پر  
 حملہ کیا اور چاروں طرف نفیر اور نقارہ کی آواز بلند ہوئی اور سپاہیوں نے تیسر و قنک  
 چلانا شروع کیا سلطان محمد اور اس کے امیر و کئی اہل خاندان سے اس جرات  
 کی امید نہ رکھتے تھے اور غرور اور تکبر کے نشہ میں سرشار اپنے خیموں میں خواب  
 غفلت میں گرفتار تھے اس شور و فریاد کو سنا کر سواہ کوٹنے لگے۔ اس واقعہ سے قبل  
 سلطان محمود نے مناسبتاً کہ احمد نظام شاہ نے سلاطین ہمنیہ کے لشکر کے چار ہزار  
 منتخب سواروں کو انعام و اکرام سے گرد جمع کر کے اپنے خاصہ حیل میں داخل کر لیا  
 ہے اور اپنی بارگاہ میں بارہا یہ کہہ چکا ہے کہ میں انہیں چار ہزار سواروں کی  
 جمعیت سے مسلح ہو کر میدان جنگ میں محمود شاہ کے ہتیرا و علم پر حملہ کروں گا۔  
 اس کے بعد خدا کو اختیار ہے جسے چاہے فتح عنایت کرے اور جسے چاہے

ذلیل و خوار کرے محمود شاہ کے دل میں بھی یہ خیال جاگزیں تھا اور اس رات یہ خبر بھی مشہور تھی کہ احمد نظام نے چار ہزار سواروں کے ساتھ شب خون مارا ہے اور اس کا ارادہ ہے کہ محمود شاہ کے سراپہ بردہ پر حملہ کر کے اسے نقصان پہنچائے سلطان محمود سوار ہو کر دس بارہ پیادوں کے ساتھ سراپہ بردہ کے باہر آیا اسی کے ساتھ ساتھ بھری سال نامی ہاتھی نے سراپہ بردہ کے عقب میں پہنچ کر چند شقے سراپہ بردہ کے پارہ پارہ کر دیے اہل حرم نے شور و فریاد کرنا شروع کیا محمود شاہ کو اب یقین ہو گیا کہ احمد نظام نے سراپہ بردہ پر حملہ کیا ہے اور بلا توقف مع چند آدمیوں کے راہ فرار اختیار کی اس درمیان میں تین چار سو آدمیوں کا مجمع اس کے گمراہ جمع ہو گیا اور شور و آواز زیادہ بلند ہوا محمود شاہ نے اس مقام سے بھی کوچ کیا اور تین کوس برابر راہ مسافت طے کرتا رہا گجراتی ایسروں نے فوج آزمائے کر کے لڑائی شروع کی اور اہل دکن اپنے لشکر کو واپس آئے اعیان گجرات مبارک باد کے لئے بادشاہ کے پاس گئے لیکن جب سلطان محمود کو اس کی جگہ پر نہ پایا تو سمجھ گئے کہ اصل معاملہ کیا تھا ایسروں نے باہم اتفاق کر کے اب وہو کی خرابی کا بہانہ کیا اور اسی رات اس مقام سے کوچ کر کے سلطان محمود کے عقب میں روانہ ہو گئے سلطان محمود کو اب اہل دکن کے کمزور حال معلوم ہوا لیکن چونکہ اسی شب پھر واپس ہونا مصلحت کے خلاف سمجھا جہاں پہنچ چکا تھا وہیں قیام کیا نظام شاہ نے تیس کو ہدف مراد پر پایا اور صبح کے وقت عادل خاں کے ہمراہ کوچ کر کے سلطان محمود کے فروگاہ پر مقیم ہوا اور جس بات کا وہم و گمان بھی نہ تھا وہ وقوع میں آئی اس واقعہ کے بعد طرفین کے مشیر درمیان میں آئے اور صلح کر کے یہ قرار پایا کہ ہر فرماں روا اپنے ملک کو واپس جائے مورخ فرشتہ عرض کرتا ہے کہ قرینہ سے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ اس ہم کا تفصیلی حال قلم انداز کر دیا گیا ہے کہتے ہیں کہ احمد نظام شاہ برہان پور سے واپس ہو کر دولت آباد پہنچا اور اس مرتبہ بڑے غیظ و غضب کے ساتھ لشکر کو پھر محاصرہ کی حالت میں چھوڑ کر خود بالاکھاٹ میں عیش و عشرت میں مغفول ہوا احمد نظام اسی جگہ متمکن تھا کہ باغیانوں کے

ایک گروہ نے چند دنے ام بادشاہ کے ملاحظہ میں پیش کئے اور عرض کیا کہ اب سے سات سال پیشتر جب حضور اس حصار کی تسخیر کے لئے تشریف لائے تھے اور اسی نواح میں مقیم تھے تو چند آدموں کے غم سراپہ دہ شاہی میں پڑے رہ گئے تھے چونکہ موسم برسات کا تھا غم سرسبز ہوئے اور ہم ننگ خواروں نے اس کی پوری حفاظت کی شاہی اقبال اسے اب ان درختوں میں پھیل آئے یہ چند ام دہی میں جو ام بادشاہ کے حضور میں لے آئے ہیں۔ احمد نظام نے جواب دیا کہ یہ اقبال مندی کی شناخت اور حصار کے فتح ہونے کی علامت ہے۔ ملک اشرف نے احمد نظام کی کوششوں کا اندازہ کیا اور سلطان محمود گجراتی کے نام ایک عریضہ لکھا جس میں احمد نظام کے تسلط اور محاصرہ کی شکایت کی اور اسے پیغام دیا کہ یہ قلعہ دراصل آب کی ملکیت ہے اگر ایک بار اور ادھر کا سفر فرمائیں اور ٹھکوا اس بحری خصال امیر کے پیچھے بقوت سے نجات دیں تو میں ملک میں جناب کے نام کا خطبہ جاری کر دوں گا اور ہر سال باج و خراج خزانہ میں داخل کرتا رہوں گا سلطان محمود کا دلی منشا تھا کہ اپنے فرار ہونے کی ندامت کو زایل کر کے اس کا تدارک کرے اور دکن کے باشندوں کو جو اسے شب خون کے بعد سے سلطان محمود بیکرہ کہتے تھے پوری گوش مالی دے اس نے ملک اشرف کا معروضہ قبول کیا اور بڑے جاہ و جلال کے ساتھ دولت آباد روانہ ہوا۔ سلطان محمود دریا کے پٹن کے کنارہ پہونچا۔ اور احمد نظام محاصرہ کو ترک کر کے احمد نگر واپس آیا۔ ملک اشرف نے محاصرہ کی تکلیف سے نجات پا کر سلطان قطب الدین کی مسجد میں سلطان محمود کے نام کا خطبہ پڑھوایا اور اس کی بارگاہ میں حاضر ہو کر تحفے اور ہدیے اور بے شمار نقدی دولت پیش کی اور ہر سال خراج ادا کرنے کا اقرار کر کے بادشاہ کو اپنے سے راہی کر لیا۔ سلطان محمود یہ وقت غنیمت سمجھا اور کئی سال کا خراج عادل خاں سے وصول کر کے اپنے ملک کو روانہ ہو گیا احمد نظام نے یہ خبر سنی اور بحری اور عقاب کی طرح پھر دولت آباد پہونچا۔ اہل حصار ملک اشرف سے اس وجہ سے ناراض تھے کہ اس نے محمود شاہ گجراتی کے نام کا خطبہ جاری کیا اور

ان لوگوں نے پوشیدہ احمد نظام کو اس قسم کے خطوط روانہ کئے کہ ہم لوگ بندگان  
حضور ہیں آپ کو اپنا مالک اور حاکم بنا ہر طرح بہتر جانتے ہیں اور آپ کے  
عقیدت مند لازم ہیں آپ جلد سے جلد تشریف لائے اور ہماری جان نثاری  
کا حال مشاہدہ کیجئے احمد نظام نے دریائے گنگ کے کنارہ اس سریشوں کو ٹھہرا  
اور دو یا تین ہزار سواروں کے ساتھ اسی رات دولت آباد پہونچا اور قلعہ کا  
محاصرہ کر لیا۔ ملک اشرف کو اہل قلعہ کے ارادے سے جو سب کے سب  
قوم کے مرہٹہ تھے اطلاع ہو گئی اور وہ غم و غصہ سے صاحب فراش ہو کر پانچ  
ہائی چہرہ روز کے عرصہ میں راہی عدم ہو گیا۔ حصار کے محافظ مع نجی کے احمد نظام  
کی خدمت میں حاضر ہوئے احمد نظام نے ان لوگوں پر مہربانی فرمائی اور  
قلعہ کی سیر کے لئے اندر گیا جہاں کہیں کہ مرمت کی ضرورت تھی اس کی تعمیر  
کرائی اور حصار اپنے معتد امیروں کے سپرد کر کے خود احمد نگر واپس آیا۔  
احمد نظام نے نیک ساعمت میں باغ نظام کے اندر جس کو اپنے لئے بید  
مبارک سمجھتا تھا اپنا محل تیار کرایا اور ایک نچو قلعہ تعمیر کرائے لکڑی اور  
بلند عمارتیں تعمیر کرائیں اور ان مکانوں میں دلکش تصویریں سونے اور چاندی  
کے طبقے کی نصب کر لیں۔ اس زمانہ میں بادشاہ آرام سے نہیں بیٹھا بلکہ  
قلعہ ثوراورد دیگر حصار تمام و کمال سر کئے اور کالنے اور بکالنے کے راجاؤں سے  
پیش کش وصول کر کے انھیں اپنا باجگذار بنایا اور احمد نگر کی منہ حکومت  
پر محکم ہوا۔

۹۱۳ ہجری میں داؤد خاں فوت ہوا۔ اور برہان پور میں دارث  
سلطنت کی بابت امیروں میں مناقشہ ہوا ملک حسام الدین مغل سے  
جو برہان پور کا سب سے بڑا امیر تھا احمد نظام کے پاس قاصد روانہ کئے  
اور خانہ زاد عالم خاں جو حکام اسیر کی اولاد میں تھا اور احمد نگر میں زندگی کے  
دن بسر کر رہا تھا برہان کا دلی بنانے کے لئے طلب کیا اور احمد نظام اور حاکم  
کاویل کی رائے کے موافق اسے برہان کا فرمانروا تسلیم کر لیا۔ سلطان محمود بیکرہ  
گجراتی نے اپنے دختر زادہ عادل خاں بن حسن خاں فاروقی کے لئے



یہ منصب تجویز کیا محمود شاہ نے لشکر جمع کر کے خاندیس کا سفر کیا ملک حسام الدین نے نظام شاہ اور عماد الملک سے مدد طلب کی یہ فرمانروا اپنی فوج لے کر برہان پور روانہ ہوئے۔ ملک لاٹن نے جو خود بھی برہان پور کے نامی امیروں میں تھا ملک حسام الدین کی رائے سے مخالفت کی اور ملک کے بہات میں بیحد اہتری پھیل گئی سلطان محمود بھی تالینز کی نواح میں پہونچا اور اس نے ہزار سوار ملک حسام الدین کے لئے مقرر کئے یہ دونوں لشکر برہان پور سے کاویل روانہ ہوئے چند دنوں کے بعد جب ان کے لشکر کو برہان پور میں قیام کرنا نصیب نہ ہوا تو بلارخصت حسام الدین کے کاویل روانہ ہو گئے نظام شاہ نے معاملہ کو اس رخ پر دیکھ کر عماد الملک کو رخصت کر دیا اور خود دولت آباد واپس آیا خان زادہ عالم خاں خاندیس سے فرار ہو کر دوبارہ احمد نگر چلا آیا نظام شاہ نے سلطان محمود کی واپسی کے بعد عالم خاں کو اپنے ساتھ لیا اور اپنی سرحد پر قیام کر کے ایک قاصد مع نامہ کے سلطان محمود کو گھراتی کے نام روانہ کیا جس کا مضمون یہ تھا کہ چونکہ عالم خاں یہاں قیام پذیر رہے جناب سے امید ہے کہ امیروں برہان پور کا ایک حصہ اسے بھی عطا ہو گا۔ سلطان محمود اس کی سابقہ بے ادبیوں سے آزرده تھا اور زینر عادل خاں نے بھی بارہا اس کی شکایت لکھی تھی قاصد سے سخت کلامی کے ساتھ پیش آیا اور کہا کہ سلاطین ہمعینہ کے غلام زادہ کی کیا طاقت ہے جو بادشاہوں کے ساتھ اس قسم کی خط و کتابت کرے اور اپنی بساط سے زیادہ قدم پھیلائے اگر اپنے سابقہ تصور سے توبہ نہ کریگا اور اس پر نادم نہ ہوگا تو غمخیز اپنی سزا کو پہنچے گا احمد نظام اس سے زیادہ جرات کرنا بے محل جسارت سمجھا۔ اور خان زادہ عالم خاں کے ہمراہ جلد سے جلد احمد نگر واپس آیا چونکہ احمد نظام کے تمام کام اس کی آرزو کے مطابق پورے ہو چکے تھے اب فلک شعبدہ باز اپنے کام میں مشغول ہوا سب سے پہلے نصیر الملک نے جو نظام شاہ کا رکن الدولہ تھا وفات پائی اور اس کی جگہ مکمل خاں حبشی مقرر کیا گیا دو یا تین ماہ کے بعد بادشاہ کو لا علاج مرض لاحق ہوا احمد نظام نے امیروں اور ارکان دولت کو اپنے گرد جمع کیا اور اپنے ہفت سالہ فرزند برہان شاہ کو

اینا دلی عہد مقرر کر کے امیروں سے اس کی اطاعت اور فرماں برداری کے لئے شدید سزائیں اور نظام نے سلسلہ ہجری میں دنیا سے رحلت کی۔ اس بادشاہ کے پسندیدہ خصال و عادات و اطوار اور اس کے صفات کے تحریر کرنے کے لئے ایک دفتر چاہئے لیکن ناظرین کی اطلاع کے لئے موزوں کی پیروی کرتا ہوں اور مختصر حال عرض کرتا ہوں اس پر بیگز گارا ورنیکا روٹن فرمازوالی ایک عادت یہ تھی کہ سواری کے وقت شہر و بازار کے چپ و راست نگاہ نہیں کرتا تھا ایک گستاخ امیر نے اس کا سبب دریافت کیا بادشاہ نے جواب دیا کہ شہر سے گزرتے وقت ہر قسم کے فرد و عورت نظر آتے ہیں اور سواری کا تماشہ دیکھنے کے لئے سڑک پر اتار دے رہتے ہیں میں ڈرتا ہوں کہ میری آنکھ کسی نامحرم عورت پر پڑے اور اس کا وبال میرے اوپر نازل ہو۔ دوسرے یہ کہ اپنی ٹھکانی کے ابتدائی زمانہ میں جبکہ احمد نظام کا شباب تھا کاویل کو فتح کرنے کے لئے اپنے شہر سے سفر کیا اور قلعہ کا محاصرہ کر کے اس کو سر کر لیا اس قلعہ کے نظر بندوں میں ایک جاریہ تھی جو اپنے حسن و جمال کے اعتبار سے بے نظیر اور بے مثال سمجھی جاتی تھی۔ وزیر سلطنت ملک نصیر الملک نے اس عورت کو دیکھا اور اس کے حسن و جمال کو دیکھ کر حیران رہ گیا لیکن سوا اس کے کوئی چارہ کار نظر نہ آیا کہ اس پر ہی جمال کو بادشاہ کے ملاحظہ میں پیش کرے نصیر الملک نے فرصت کے وقت بادشاہ سے عرض کیا کہ قیدیوں کے گروہ میں ایک جوان عورت ہے جو حسن و خوبصورتی میں ایسا جواب نہیں دیتی میں نے اس عورت کو بادشاہ کے لئے تمام اغیار کی نگاہوں سے پوشیدہ رکھا ہے اگر حکم ہو تو اسے شہستان حرم میں بھیج دوں بادشاہ اس خبر کو سن کر بے خوش ہوا اور نصیر الملک کی بے حد تعریف کی رات کے وقت نصیر الملک نے اس عورت کو بادشاہ کے پاس روانہ کیا احمد نظام نے بغیر اس کو ہاتھ لگائے اس سے پوچھا کہ وہ کس قوم اور کس قبیلہ کی عورت ہے عورت نے جواب دیا کہ میری جان بادشاہ پر قربان ہو میں فلاں قبیلہ کی لڑکی ہوں اور میرے

والدین اور میراثوہر حضور کے قیدیوں میں داخل ہیں بادشاہ نے عورت کی زبان سے شوہر کا لفظ سنتے ہی تقویٰ و برہنہ گاری سے کام لیا اور اس سے کنارہ کشی اختیار کی اور کہا کہ تم مطہر رہو میں تمھارے والدین اور شوہر کو قید سے رہا کر کے تمھیں ان کے سپرد کر دوں گا۔ عورت نے زمین خدمت کو یوسہ دیا اور بادشاہ کے حق میں دعا کی جسکو نصیر الملک نظام شاہ کی خدمت میں حاضر ہوا تاکہ تہنیت اور مبارکباد عرض کرے بادشاہ نے تبسم آمیز لہجہ میں کہا کہ عورت اسی طرح محفوظ ہے اور میں نے اس سے وعدہ کر لیا ہے کہ اس کے عزیزوں کے سپرد کر دوں گا۔ احمد نظام نے اسی مجلس میں اس کے والدین اور شوہر کو طلب کیا اور ان کو بیجا نظام دیکر عورت کو ان کے حوالہ کیا۔ بادشاہ کے پسندیدہ خصائل میں یہ امر بھی داخل تھا کہ اگر میراثوہر کا راز میں کسی لشکری سے کوئی کارناما یاں ظہور پذیر ہوتا اور وہ اپنی شجاعت کے جوہر دکھاتا اور بادشاہ کو اس کے کارناموں کی خبر ہو جاتی تو احمد نظام فتح کے بعد سب سے پہلے اسی شخص کو خلعت عطا فرماتا اور اس کے بعد دوسروں کی نوبت آتی تھی۔ ایک مرتبہ کسی گستاخ مصاحب نے بادشاہ سے دریافت کیا کہ فلاں جوان پر جس نے بجائے ثابت قدمی کے راہ قرار اختیار کی اس قدر عنایت کا سبب کیا ہے بادشاہ نے جواب دیا کہ اس وقت اظہار کا موقع نہیں ہے کسی دوسرے وقت اس کی حقیقت کا انکشاف ہو جائے گا حسن اتفاق سے اسی زمانہ میں احمد نظام نے سلطان محمود بہمنی کی مدد میں یوسف عادل کا تعاقب کیا۔ پٹن کے نواح میں عادل شاہی فوج بادشاہ کے مقدمہ لشکر سے خوف زدہ ہوئی شاہی فوج کو شکست ہوئی بہمنی لشکر کے عقب میں نظام شاہی فوج تھی جس نے عادل شاہی لشکر کا مقابلہ کیا سب سے پہلے جس شخص نے دشمن پر حملہ کیا وہی جوان تھا۔ نظام شاہ نے اس پر زہربانی کر کے مصاحب سے کہا کہ بادشاہ میراثوہر اور بیابوں کو شکار کے لئے دشمن کی طرف چھوڑتے ہیں اسی طرح بلیک کا رواج بھی ملک وکن میں اسی فرمانروا کی یادگار ہے اس کی وجہ یہ ہے

کہ احمد نظام شمشیر باندی میں کیشائی روزگار تھا اور اس فن سے اسے بچہ دلچسپی  
تھی قاعدہ کی بات ہے کہ رعایا کو بھی بادشاہ کے مرغوب فن کی طرف توجہ ہوتی  
ہے شہر کے خورو و دوزرگ سب اکثر اوقات اسی مشغلہ میں زندگی بسر کرتے  
تھے احمد نگر کی یہ حالت تھی کہ بجائے مدرسوں کے شہر کے ہر محلہ میں شمشیر بازی  
کے درزش خانے قائم تھے اور اس مشغل سے زیادہ کسی فن کی قدر نہ تھی  
اور ہر مجلس میں اسی فن کے متعلق گفتگو ہوتی اور شمشیر بازی کی پوری رونق  
تھی دکن کی آب و ہوا کے موافق ہر شخص اپنے کمال کا مدعی اور دوسرے  
کو خاطر میں نہیں لاتا تھا بلکہ اکثر اوقات ان میں نزاع ہو جاتی تھی اور مرقعہ بادشاہ  
کے سامنے پیش ہوتا تھا احمد نظام مدعی اور مدعی علیہ کو اپنے حضور میں طلب  
کر کے شمشیر بازی کا معائنہ کرتا تھا جو شخص حریف پر پہلے پہل شمشیر لگاتا تھا وہ  
بہتر سمجھا جاتا تھا ہر روز شمشیر بازوں کی ایک جماعت شاہی دیوان خانہ  
میں حاضر ہو کر بادشاہ کے حضور میں اپنا کمال دکھاتی تھی رفتہ رفتہ یہاں تک  
نوبت پہنچی کہ روزانہ دو تین آدمیوں کے مردہ جسم دیوان خانہ سے اٹھائے  
جانے لگے۔ بادشاہ نے اس خوبی منظر کا اپنے سامنے واقع ہونا گوارا نہ کیا  
اور حکم دیا کہ یہ کرتب کالا چہرہ والے میدان میں جو قلعہ کے سامنے واقع ہے  
دکھلایا جائے اور دونوں حریفوں کے درمیان عہدہ دار کسی قسم کا دخل نہ دیں  
اور قیہوں کو ان کی مرضی کے مطابق ایک دوسرے پر تلوار کا وار کرتے  
دیں یہاں تک کہ غالب و مغلوب میں تمیز ہو جائے جو شخص اس معرکہ  
میں قتل کیا جائے اس کا قصاص معاف ہے یہ امر ایسا سلیمانان دکن کی  
طبیعت کے موافق آیا کہ احمد نگر کے سارے بلاد دکن میں جاری ہو گیا اور  
اس قدر اس کا رواج ترقی پذیر ہوا کہ طلبہ بادشاہ مشائخ اور امیر زادے سب  
ایک ہی رنگ میں رنگ گئے اور اس فن کو بہت بڑی قابلیت اور  
عزت جانتے ہیں اگر ان کے فرزند یک یک نہیں کرتے تو ان کو بہادروں  
کے گردہ میں شمار نہیں کرتے۔ مورخ فرشتہ نے سلاطین بھری میں بلدہ بجاپور  
میں یہ واقعہ اپنی آنکھوں سے دیکھا ہے کہ سید مرثی اور سید حسن دو بھائی پوڑھے

اور ابراہیم عادل شاہ کے خاص درباریوں میں تھے ہر شخص ان کی ریش سفید کی وجہ سے دونوں بھائیوں کی عزت اور توقیر کرتا تھا اور انھیں معقول منہش سمجھتا تھا۔ ان دونوں بزرگوں سے اور تین دوسرے حقیقی بھائیوں سے جو سب کے سب ضعیف العمر تھے کسی معمولی بات پر بازار میں تکرار ہوئی۔ سید مرثی کا سب سے سالہ فرزند باب کی حلیت میں لڑنے کے لئے آیا اور قتل کیا گیا سید مرثی نے بیٹے کو مقتول دیکھ کر دوسرے دکنی سے شمشیر بازی کی اور فرزند کے بعد خود بھی راہی عدم ہو اید حسن نے بھی برادر اور برادر زادہ کو اس طرح بے جان دیکھ کر اسی طرح جان دی۔ ان تینوں مقتولوں کا بھی جنازہ بھی نہ اٹھا تھا کہ ان کے ہر سہ حریف جو مقتولوں کے وار سے زخمی ہو چکے تھے بری طرح راہی عدم ہوئے اور اس طرح ایک ساعت میں چہ خاندان قائم زدہ ہو کر برباد ہوئے۔ اس میں شبہ نہیں کہ دکن کے مسلمان شمشیر بازی اور جنگی میں بے نظیر ہیں اور جب تک کہ کوئی شخص اس فن کو نہ جانتا ہو اس سے شمشیر بازی نہیں کرتے اس کا نتیجہ یہ ہے کہ چونکہ اکثر لوگ زمین پر شمشیر بازی کی مشق کرتے ہیں اس لئے سواری نیزہ بازی تیراندازی اور چوگان بازی سے بالکل عاری ہیں اور یہی وجہ ہے کہ اگر معرکہ کارزار میں اگر مقابل دکنی نہ ہو تو شکست کھاتے ہیں اور ہر طرح حریف کے ہاتھ سے قتل ہوتے ہیں لیکن خانہ جنگی اور کوچہ و بازار کی لڑائی میں شیر درندہ کے طرح کام کرتے ہیں۔ دکن کے تمام سلاطین ہیں جو حکومت کہنہی کے زوال کے بعد فرمانروا ہوئے کسی نے بھی اس فعل شیع کے بند کرنے کی طرف توجہ نہیں کی بلکہ اس کے رواج دینے میں اور زیادہ کوشاں رہے ہیں لیکن حضرت سلطان عادل ابراہیم شاہ ثانی کی خاص توجہ سے اس کارواج بہت کم ہو گیا ہے اور امید ہے کہ یہ تباہ کن بازی گری بادشاہان کامل اور عادل حاکموں کی مہربانی سے کسی ملک اور کسی عہد میں بھی نہ پائی جائیگی اور ملک اس خانہ جنگی سے پاک و صاف ہو جائیگا سلطان عادل ابراہیم عادل شاہ ثانی نے جو توجہ اس طرف فرمائی ہے اس کی بنا پر

سلطان محمود قلی قطب شاہ نے بھی تلنگانہ میں اس کی مانعت کر دی ہے اور امید ہے کہ اس بیکینگ کا خام و نشان دکن سے مٹ جائیگا۔ احمد نظام نے انیس سال حکومت کی۔

ذکر شاہی برہان نظام شاہ | مردج مذہب اثنا عشری برہان نظام شاہ سات برس کی عمر میں احمد نگر کے تخت حکومت پر بیٹھا۔ برہان نظام شاہ بن۔ احمد نظام شاہ بھری کے جلوس کی تاریخ فیض جاوید چھ میل خان دہلی جو صاحب اہم و فراست اور مدبر ایس تھا احمد نظام کے

عہد کی طرح منصب مثنوی اور وزیر مملکتی پر فائز رہا اور اس کا پسر میان جمال الدین عزیز الملک کے خطاب اور سرنوبی کے عہد سے پرستار کیا گیا بغیر شکہ خاندان نظام شاہ کی تمام مہارت لگی دہلی پر یہ دونوں پدر و پسر قابض ہو کر اپنے مراتب میں مستقل ہو گئے تقریباً تین برس یہی حال رہا اور عزیز الملک سرنوبت کا فرور اور اس کی بے اعتدالیاں حد سے گز گئیں۔ دوسرے صاحب شوکت وزیر دہلی خاں کرم خاں اور امیر خاں کو حسد پیدا ہوا اور ہر چند ان لوگوں نے ان دونوں پدر و پسر کے تباہ کرنے کی کوشش کی لیکن کوئی تدبیر کارگر نہ ہوئی اس لئے یہ لوگ بعد مالوس ہوئے اور حرم سرا کی ایک عورت بی بی عائشہ سے جو برہان نظام شاہ کی دایہ اور بیحد صاحب اعتبار تھی ان وزیروں نے ارتبا پیدا کیا اور یہ طے کیا کہ یہ عورت موقع پا کر راجہ جیو برہان نظام کے برادر خرد کو قلعہ سے باہر لاکر ان کے سپرد کر دے تاکہ یہ وزیر راجہ جیو کو مسند حکومت پر بٹھا کر برہان نظام کو معزول کر دیں اور اس طرح مکمل خاں اور عزیز الملک کے تسلط سے نجات حاصل کریں۔ بی بی عائشہ نے ایک دن موقع پا کر دیکھ کر کے وقت راجہ جیو کو جو چہار سالہ لڑکا تھا لوکیوں کا لباس پہنایا اور یاگی میں سوار کر کے شہر کی طرف لئے چلی اتفاق سے اس وقت برہان نظام کی والدہ نے اپنے چھوٹے فرزند کو یاد کیا یہ شاہزادہ حرم سرا میں نہ ملا اور شاہی محل میں ہنگامہ عظیم برپا ہو گیا محل کے اندرونی اور بیرونی ملازم سب جمع ہو گئے اور ان میں سے ایک شخص نے کہا کہ ممکن ہے کہ شاہزادہ محل کے

کسی حوض میں گر پڑا ہوا ایک گروہ تمام حوضوں میں اتر اور راجہ جیو کو تلاش کرنے لگا بعض ملازم بی بی عائشہ کے عقب میں روانہ ہوئے یہ عورت رومی خاں کے گھر نہ پہنچی تھی کہ وسط شہر میں ان لوگوں نے اسے گرفتار کر لیا اور شہزادہ کے ہمراہ قلعہ میں داخل ہوئے چونکہ بی بی عائشہ اپنے کو برہان نظام شاہ کی دادی کی جگہ سمجھ کر کبھی کبھی راجہ جیو کو اپنے گھر لیجاتی تھی اور وہ ایک روز اپنے مکان میں لگتی تھی اس نے اس روز بھی بہانہ کیا کہ وہ شہزادہ کو اپنے گھر لیجا رہی تھی لیکن چند روز کے بعد یہ راز فاش ہوا اور ہر شخص کو یقین ہو گیا کہ یہ کارروائی امیروں کی تحریک اور ان کے توسط سے ہوئی ہے اس واقعہ کے بعد مکمل خاں نے برہان نظام شاہ اور راجہ جیو کی نگہبانی میں حد سے زیادہ کوشش کی اور ایک لمحہ بھی نگہبانی سے غافل نہ ہوتا تھا اور برہان کی تعلیم و تربیت کا ایسا خوب انتظام کیا کہ نو عمر بادشاہ دس برس کے سن میں کافیہ پڑھنے اور خط نسخ نہایت خوب لکھنے لگا۔ مرتضیٰ نظام شاہ کے عہد میں اس ناچیز مولف نے شاہی کتب خانہ میں ایک رسالہ علم سلوک اور اخلاق میں دیکھا جس کے آخر میں یہ عبادت مرقوم تھی کاتبہ شیخ برہان بن ملک احمد نظام الملک الملقب بہ حضرت ابوبھری۔ چونکہ ان ہر سہ امیروں اور مکمل خاں کے درمیان عداوت حد سے بڑھ گئی جس کا کوئی علاج نظر نہ آیا اسلئے یہ لوگ دوسرے پانچ یا چھ فدرائے موافقت کر کے راست کے وقت احمد نگر سے فراری ہوئے اور آٹھ ہزار سواروں کے ساتھ شیخ علاؤ الدین بن عماد الملک کے پاس چلے گئے اور اس سے زبانی گفتگو کی اور یہ ذہن نشین کرادیا کہ احمد نگر کی تسخیر نہایت آسانی سے ممکن ہے عماد الملک ان ارباب غرض کی گفتگو سے دھوکے میں آگیا۔ اور فوج جمع کر کے کاویل ایچپور سے روانہ ہو کر نظام شاہی سرحد میں داخل ہوا اور بہت سے پرگنوں اور قصبوں پر قابض ہو گیا۔ مکمل خاں نے یہ اخبار سنے اور ان کے دفعیہ پرستعد ہوا اپنی فوج جمع کر کے برہان نظام اور خواجہ جہاں حاکم پرندہ کے ہمراہ بڑے دبدبہ اور شوکت کے ساتھ عماد الملک سے مقابلہ کرنے کے لئے روانہ ہوا ۹۱

دونوں لشکروں کا مقابلہ ہوا فریقین نے اپنے لشکر کی صفیں درست کیں مکمل خاں نے اس روز برہان نظام شاہ کو جو اس کی صفہ سنی کے قلب میں استادہ کیا۔ اور اس کے اتابک آذر خاں نامی ایک ترکی غلام کو بادشاہ کا ولیف مقرر کیا اور خود بڑی جواں مردی کے ساتھ جنگ میں مشغول ہوا۔ طرفین نے بڑی جاں بازی سے کام لیا اور ایک شدید معرکہ آرائی کے بعد نظام شاہیوں کو فتح ہوئی اور عماد الملک اور تمام امیر معرکہ جنگ سے فرار ہوئے اور انھوں نے اپنے پیر و تک کہیں دم نہ لیا فراریوں کا مال اور اسباب گھوڑے اور ہاتھی نظام شاہی قبضہ میں آئے اور برار کے اکثر بہ گئے اور ملک خراب ہوئے۔ مکمل خاں برہان نظام کو ہمراہ لے کر فراریوں کے تعاقب میں روانہ ہو کر برار میں داخل ہوا عماد الملک نے جان کی سلامتی اس میں دیکھی کہ برہان پور کی راہ لے۔ حاکم برہان پور نے شہر کے علماء اور مشائخین کو درمیان میں ڈالا اور اس امر پر مسلح ہوئی کہ ہر فرار واپس ملے ملک کو واپس جائے۔

مورخین لکھتے ہیں کہ نظام شاہیوں کے اجداد میں ایک شخص کلکرنی پرگنہ پاتری کا باشندہ تھا جو کسی وجہ سے جلاوطن ہو کر بیجا نگر چلا گیا تھا۔ جب سلطنت اس خاندان میں قائم ہوئی تو تمام برہمن جو بادشاہ سے قرابت رکھتے تھے بیجا نگر سے احمد نگر چلے آئے ان برہمنوں پر وطن کا اتفاق غالب آیا۔ مکمل خاں نے برہان نظام شاہ کی طرف سے عماد الملک کو ایک خط لکھا جس کا مضمون یہ تھا کہ جو کچھ ہمیں پرگنہ پاتری سے جو تمھاری ملکیت میں داخل اور سرحد پر واقع ہے قدیم تعلق ہے دوستی کا تقاضا یہ ہے کہ پرگنہ نہ کو ہمارے سپرد کر دو اور اس کے عوض میں ہمارے ملک سے ایک پرگنہ جو بہ اعتبار حاصل کے اس سے بہتر ہو، ہم سے لے لو۔ عماد الملک نے یہ امر قبول نہ کیا اور جب اسے یقین ہو گیا کہ ایک روز اس پرگنہ کے لئے نصف آرائی کرنی ہوگی تو اس نے احتیاط سے کام لیا اور اس پرگنہ میں ایک قلعہ تعمیر کرنا شروع کیا مکمل خاں نے عماد الملک کو لکھا کہ سرحدی جنگ پر قلعہ بنانا یہ معنی رکھتا ہے کہ تمھارے سپاہیوں سے ہم کو ہمیشہ تکلیف اور وقت کا سامنا کرنا پڑے۔



پہنچ رہے تھے کہ قلعہ کی تعمیر بند کر دو عمارت الملک نے اس بات پر بھی کچھ توجہ نہ کی اور قلعہ کو تمام کر کے اپنے ملک روانہ ہوا اور گردش روزگار سے غافل رہا۔ کمال خاں نے بالاکھاٹ دولت آباد اور ایلورہ کے مناظر کی سیسر کے بہانہ سے لشکر جمع کیا اور سلطانہ بھیری میں برہان نظام شاہ کے ہمراہ دولت آباد روانہ ہوا۔ چند منزل سفر کرنے کے بعد کمال خاں نے اپنی باگ موٹی اور پاتری پر دمھا دیا اور قلعہ کا محاصرہ کر کے لڑائی شروع کر دی۔ بہادران لشکر نے کمند اور زینوں کے ذریعہ سے مناروں پر چڑھ کر قلعہ کو سر کیا اور پاتری پر نظام شاہیوں کا قبضہ ہو گیا۔ میان محمد غوری جس نے اس معرکہ میں سب سے زیادہ شجاعت اور بہادری کے آثار دکھائے تھے کمال خاں کے خطاب سے سرفراز ہو کر قلعہ کا حاکم مقرر کیا گیا۔ نظام شاہ اس مرتبہ بھی کامیاب اور باہر اد احمد نگر واپس آیا۔ بادشاہ جوانی کے اثر سے ایک شاہ بازاری پر عاشق ہوا اور اس کے ساتھ نکاح کر گئے اس کو حرم میں سب پر فوقیت دی اور اسی عورت کے طفیل میں بادشاہ جوانی میں مبتلا ہوا۔ کمال خاں نے جو مرد عاقل اور کمال تھا بادشاہ کے سامنے سر نیاز بھکا یا اور عرض کیا کہ انگشتری وزارت اور وکالت حاضر ہو جب تک حضور فرد سال تھے اس پورے غلام نے اپنی طاقت کے موافق خدمت انجام دی اب جبکہ بادشاہ خود مہات سلطنت کو انجام دے سکتے ہیں اس پر غلام کو معذور فرمائیں برہان شاہ نے جب دیکھا کہ کمال خاں بہ اصرار تمام خدمت سے استعفا پیش کرتا ہے تو بادشاہ نے اس کی درخواست قبول کی اور اس کے فرزند کو اپنے کبار میں داخل کر کے منصب پیشوائی بیٹکا پور کے ایک باشندہ شیخ خضر گنی کے سپرد کیا۔ کمال خاں اپنے گھر میں حکومت نشین ہو گیا اور کبھی کبھی اپنے فرزندوں اور قرابت داروں کے اصرار سے عیدین اور تبرک دنوں میں بارگاہ شہادی میں حاضر ہو کر بادشاہ کو سلام کر لیتا اور فوراً اپنے مکان واپس جاتا اور معاملات سلطنت میں قطعاً دخل نہ دیتا تھا یہاں تک کہ اسی حالت میں فوت ہوا۔

۹۲۰ ہجری میں جیسا کہ بیان ہو گا شاہ طاہر احمد نگر تشریف لائے۔ اور بادشاہ کے مصاحبوں میں داخل ہوئے۔ مہم دی مذہب پھر میں خوب رواج پا گیا تھا جس کے اثر سے برہان نظام شاہ نے اپنی ایک لڑکی کا نکاح بھی ایک مہم دی شیخ کے ساتھ کر دیا تھا شاہ طاہر کے آنے سے مذہب مذکور بالکل مٹ گیا اور مہم دیوں کو حکم ہو گیا کہ دربار شاہی میں نہ آئیں یا دشاہ مہم دی سے قربت کر کے نادم اور پشیمان ہوا اور احمد نگر کے عاملوں سے سخت یا نہ برس کر کے ان سے کہا کہ جس طرح شاہ طاہر نے اس مذہب کے بطلان کے مضبوط دلائل میرے ذہن نشین کئے تھے تم نے کیوں ایسا نہ کیا۔

۹۳۰ ہجری میں شاہ طاہر کی کوشش سے برہان نظام شاہ اور اسماعیل عادل شاہ نے قلعہ شوالپور کے نواح میں ایک دوسرے سے طاقات کی اور طرفین کے ارکان دولت کی کوشش سے بی بی مریم سلطان دتھتر یوسف عادل کا نکاح برہان نظام کے ساتھ کر دیا گیا اس عقد کا بہت بڑا جشن منعقد ہوا۔ اور اسد خاں بلکوانی وغیرہ نے اقرار کیا کہ قلعہ شوالپور بی بی مریم کے چہرہ میں دیدیا جائیگا۔ برہان نظام نے اس عقد کے بعد قلعہ شوالپور کا دعویٰ کیا لیکن اسماعیل عادل نے جواب دیا کہ مجھے اس معاہدہ کی کوئی خبر نہیں ہے۔ اگر بعض ملازموں نے نادانستہ اسکی بابت کوئی اقرار کیا ہو تو اس کی کوئی وقعت نہیں ہے برہان نظام شاہ نے شاہ طاہر کی رائے کے موافق پھر اس کی بابت کوئی تحریک نہیں کی اور احمد نگر واپس آیا۔ برہان نظام کی زوجہ اول یعنی قرنی نظام کی والدہ نے بی بی مریم کے ساتھ براسلوک کیا اور مدقوں طرفین سے سکوت رہا ایک روز اسماعیل عادل نے برہان نظام کے قاصدوں سے جو بجاپور میں مقیم تھے یہ کہا کہ پاتری کو سلاطین کی اولاد پر ایسا غلبہ دینا احمالت اور اعتیاط کے بالکل خلاف ہے۔ برہان نظام شاہ نے بھی یہ کلمہ سنا اور فوراً شاہ طاہر کو ایمر برید کے پاس اور ملا حیدر استر آبادی کو عا د الملک کے پاس روانہ کر کے ان دونوں فرمانرواؤں سے اتحاد کر کے ۹۳۱ ہجری میں تیس ہزار سواروں اور بہت بڑے توپخانہ کے ساتھ قلعہ شوالپور کو سر کرنے کے لئے روانہ ہوا۔

ایلیس عادل سے نو ہزار تیر انداز اور آٹھ سو دو سو سواریوں کے ساتھ مقابلہ کیا۔ سرحد پر دو دنوں لڑائی کا مقابلہ ہوا اور بڑی جوش و خروش لڑائی واقع ہوئی۔ سب سے پہلے عداد الملک اسد خاں لیگوانی کے حملے سے شکست کھا کر کاویل کی جانب فراری ہوا۔ پربان نظام تشنگی اور حرارت آفتاب کی وجہ سے دوران جنگ میں بیہوش ہو گیا۔ پھر رشید نام لڑکی غلام نے جو اس کا ابدار تھا بادشاہ کو پانی پلا یا پربان نظام کو ہوش آیا اور ترکی اور عثمانی غلاموں نے شاہ طاہر کی رائے کے موافق بادشاہ کے جسم پر سے ہتھیار اتار لئے اور اسے پاکی میں سوار کر کے احمد نگر روانہ ہو گئے۔

اس وقت بھڑی میں علاء شاہ نے ایلیس عادل کی تحریک سے سلطان قطب علی کی بھڑی میں قلعہ پاتری پر قبضہ کر لیا۔ پربان شاہ مخدوم خواجہ جہاں کنی اور ایمر برید کے ہمراہ ایک بہت بڑا لشکر ساتھ لے کر پاتری روانہ ہوا اور وہ ہمیشہ کے عرصہ میں توپ اور ضرب زن سے قلعہ کو فتح کر لیا اور حصار کو زخمی و زخمی کر کے پاتری پر پھر قابض ہو گیا۔ میں نے نظام شاہی خاندان کے معتبر رہنموں سے سنا ہے کہ نظام شاہ بھڑی کی سلطنت سے قبل اس خاندان کے آباد اجداد برگنہ پاتری کے رہنمائی تھے۔ یہ لوگ کسی وجہ سے یہاں چلا وطن ہو کر بجا نگر چلے گئے اور وہیں اپنی زندگی بسر کرتے تھے۔ یہاں ملک حسن امارت پر فائز ہوا اور ملک احمد نے چتر سر پر یہاں سکونت کیا۔ یہ برہمن قرابست داری کے بھانہ سے احمد نگر آئے اور ہمیشہ بادشاہ سے بھی کہا کرتے تھے کہ قلعہ پاتری کا فلاں قریہ قدیم زمانہ سے یہاں سے آباد اجداد کے قبضہ میں ہے۔ ملک احمد نے عداد الملک کو لکھا کہ جو تکبہ ہم کو برگنہ پاتری سے قدیم تعلق ہے اس لئے دوستی کا اتفاق ہے۔ یہ ہے کہ ہم یہ برگنہ ہمیں دلاؤ اور اس کے عوض میں کوئی دوسرا برگنہ جو حصول میں اس سے زیادہ ہو تم لے لو۔ عداد الملک نے اسے قبول نہ کیا۔ یہ بحث درمیان ہی میں تھی کہ احمد نظام نے اس برگنہ پر قبضہ کر کے اپنے ہم مسل برہمنوں کو جو بڑے غلامی غیر مسلم رئیس تھے بطریق انعام کے عطا کیا۔ چنانچہ جلال الدین اکبر بادشاہ کے غلبہ تک یہ برگنہ بطن بعد بطن انھیں برہمنوں کے قبضہ میں رہا۔ غرض کہ بادشاہ نے اس مقام سے قلعہ ماہور کا رخ کیا اور اس حصار کو بھی

فتح کر کے خداوند خاں حبشی کے سپرد کیا اور لچپور پر قبضہ کرنے کے لئے  
 قدم آگے بڑھایا عداد الملک مقابلہ نہ کر سکا اور مثل سابق کے برہانپور چلا گیا  
 سلطان محمد شاہ کا یہ وقتی نے اس کی مدد کی اور عداد الملک کے ہمراہ نظام شاہ  
 اور امیر برید سے جنگ کرنے کے لئے روانہ ہوا۔ دونوں لشکروں کا مقابلہ ہوا  
 اور غور نہ لڑائی واقع ہوئی عداد الملک اور محمد شاہ پریشال حال برہانپور  
 فراری ہوئے اور نظام شاہ نے تین سو ہاتھیوں اور خیمہ و خمر گاہ اور تمام  
 کارخانجات پر قبضہ کیا اور برار کے اکثر ملک اپنی سلطنت میں شامل کر لئے  
 عداد الملک اور محمد شاہ نے یہ حال دیکھ کر سلطان بہادر بادشاہ گجرات کے پاس  
 تحفے روانہ کئے اور مدد کے طلبگار ہوئے سلطان بہادر ان کی امداد کو ایک غیبی  
 نصبت سمجھا اور خزانہ اور لشکر ہمراہ لے کر ۹۳۵ھ ہجری میں نہ دربار اور  
 سلطان پور کی راہ سے دکن روانہ ہوا برہان نظام مضطر ہوا اور اس نے  
 پہلے شاہ ظاہر سے ایک نامہ بابر بادشاہ کے نام لکھوایا جس میں تہنیت  
 جلوس کی مبارک باد کے بعد بادشاہ کے ساتھ اخلاص اور عقیدت کا اظہار  
 کیا اور یہ پیغام دیا کہ ہم بھی خواہوں کہ امید ہے کہ جلد سے جلد بادشاہ کشور حال  
 کے اس طرف تشریف لائے اور اس نواح کے دشمنوں کے پائے مال  
 کرنے کی خبر سے دل نشاد ہوں گے اور جاو الحق و زمیق الباطل کی بشارت  
 دکن کے ہر اطراف میں عام و خاص کے گوش گزار ہوگی اور ہم امیدوار  
 لطف و کرم بادشاہ کا استقبال کریں گے۔ برہان نظام نے اس کے علاوہ  
 اسماعیل عادل اور سلطان قلی قطب شاہ کے نام بھی خطوط روانہ کئے  
 سلطان قلی چونکہ اس زمانہ میں کچھ کی ہم میں مصروف تھا اس نے بہانہ  
 کر کے امداد سے انکار کیا اور اسماعیل عادل شاہ نے چند ہزار سوار غریب اور  
 غریب زادہ اپنے لشکر سے منتخب کئے اور ان کو امیر برید کے ہمراہ  
 جو اپنے کو امرائے عادل شاہی میں داخل سمجھتا تھا روانہ اور سامان جنگ  
 کے ساتھ روانہ کیا۔ سلطان بہادر قلعہ بالور اور پاتری کی داپسی کے لئے  
 برار میں داخل ہوا اور اس ملک میں اسے کچھ طبع دامنگیر ہوئی اور اس نے

یہاں توقف کیا عدا الملک اپنے زوال سلطنت سے خوف زدہ ہوا اور عرض کیا کہ یہ ملک میرا ہے اور بادشاہ اور آگے قدم بڑھا کر برہان نظام کو تباہ کر کے اس کے ملک کا کچھ حصہ مجھے عنایت فرمائیں تو میں اپنے زن و فرزند کو قلعہ کا دیل روانہ کر کے ولایت مذکور تمام و کمال آپ کے سپرد کر دوں گا اور شل ملازموں کے ہمیشہ ہمراہ رکاب ہوں گا سلطان بہادر نے اس کا معروضہ قبول کیا اور نظام شاہی لشکر کی طرف جو کہ ہستان میں مقیم تھا روانہ ہوا۔ امیر برید نے چھ ہزار عادل شاہی اور تین ہزار اپنے خاصہ کے سواروں کے ساتھ مقابلہ کیا اور قصبہ ٹٹن اور بیڑ کے درمیان اٹھائے کوچ میں اہل گجرات پر حملہ کیا اور دو تین ہزار سوار سلطان بہادر کے قتل کئے مال و اسباب بے شمار اور بہتر اونٹ خزانہ سے لے لے ہوئے اس کے قبضہ میں آئے۔ سلطان بہادر اس واقعہ سے یہی غضبناک ہوا اور جہاں یہ خبر سنی تھی وہیں قیام کر دیا اور خداوند خاں وزیر کو بیس ہزار سواروں کے ساتھ انتظام کے لئے نامزد کیا امیر برید نے بلا نظام شاہ کے اتفاق کے اس فوج سے جنگ کرنا اپنے ذمہ لے لیا قبل اس کے کہ دونوں لشکر ایک دوسرے پر وار کریں اور کئی اور گجراتی ایک دوسرے کا خون بہائیں امیر برید اور عادل شاہی ایسروں نے فوج کی امید کر کے صفیں درست کیں۔ اسی درمیان میں امیر برید معرکہ جنگ سے فرار ہوا اور اہل گجرات نے غارتگری اور ظلم و ستم شروع کیا امیر برید نے میں گاہ سے نکل کر ان پر حملہ کیا اور تھوڑی دیر میں ان کے لشکر کو زیر و زیر کر دیا سلطان بہادر نے بیس ہزار سواروں کی ایک دوسری فوج عدا الملک اور خداوند خاں کی ماتحتی میں روانہ کی برہان نظام شاہ امیر برید اور خواجہ جہاں اس لشکر سے مقابلہ نہ کر سکتے تھے۔ جلد سے جلد پرندہ پروانہ ہو گئے اہل گجرات نے ان کا تعاقب کیا اور یہ لوگ پرندہ میں چلے آئے اسی زمانہ میں برہان شاہ کی والدہ نے جو ایک استر آبادی رئیس کی لڑکی تھی انتقال کیا اور بیس بدخون بھوئی سلطان بہادر احمد نگر آیا اور اس نے خود باغ نظام میں اور دیگر ایسروں اور منصب داروں

احمد نگر کے اور مکانوں میں قیام کیا سلطان بہادر نے حکم دیا کہ جو پتھر اور جو نا یاغ  
نظام میں عمارت تعمیر کرنے کے لئے جمع کیا گیا ہے اسے باہر لاؤ اور اس کا  
ایک اونچا اور وسیع چبوترہ ہاتھیوں کی لڑائی دیکھنے کے لئے تیار کر دیا کہ دست  
کار بیگروں نے چونکہ مصالحہ اور سامان موجود تھا ایک دن رات میں  
چبوترہ تیار کر دیا یہ چبوترہ کالا چبوترہ کے نام سے مشہور رہے بادشاہ چالیس  
روز تک اس چبوترہ پر بیٹھ کر ہر خاص و عام سب کا سلام لیتا تھا اور ہاتھی  
اور اونٹ اور بہرن میدان میں چھوڑے جاتے تھے اور بادشاہ ان کی  
لڑائی کا تماشا دیکھتا تھا سلطان بہادر کا ارادہ تھا کہ تھوڑے دنوں اور  
قیام کرے لیکن نظام شاہی امیر غلہ اور دوسرے ضروریات زندگی کو  
گجراتیوں تک آسانی سے پہنچنے نہیں دیتے تھے اسی دوران میں دکنیوں  
کی مزاحمت اور غلہ اور چارہ کے بند ہو جانے سے لشکر میں عظیم الشان قحط  
نمودار ہوا اور بہت سے آدمی اور ہاتھی اور گھوڑے ہلاک ہو گئے خداوند خاں  
جیشی اور دوسرے گجراتی امیروں نے بادشاہ سے کہا کہ اگر بادشاہ کو اس  
ملک کے فتح کرنے پر اصرار ہے تو صلاح وقت یہ ہے کہ سب سے پہلے  
قلعہ دولت آباد کو جو گجرات کی سرحد پر واقع ہے سر کیا جائے اور بعد اس  
کے احمد نگر واپس اگر دوسرے ملک اور قلعے فتح کئے جائیں سلطان بہادر  
نے ان کا معروضہ قبول کیا لیکن کوچ کرنے میں تاخیر کر رہا تھا کہ اسی دوران  
میں اس نے ایک ہسیب خواب دیکھا کہ غفر میوں کا ایک گروہ بھی خود فناک  
اور کریمہ نظر جس میں بعض تو آگ کی اینٹھیاں ہاتھ میں لئے ہوئے ہیں  
اور بعضوں کے ہاتھ میں پہاڑ اور گراں وزن پتھر ہیں اس کے پلنگ کی  
طرف آرہے ہیں اور ارادہ ہے کہ یہ چیزیں اس پر ڈال دیں سلطان بہادر  
ایک کر خواب سے بیدار ہوا اور جو لوگ اس کے قریب میں تھے  
ان سے اپنا خواب بیان کیا ان لوگوں نے جواب دیا کہ نظام شاہ کے زمانہ  
میں اس جگہ بہت بڑی جنگ واقع ہوئی تھی اور مسلمانوں اور ہندوؤں  
کا ایک گروہ کیشور میں مٹی کی حالت میں قتل کیا گیا تھا جو نکلان قتلوں

کی ارواح کو عالم علوی میں عروج نصیب نہیں ہوا اسی جہاں اہل میں خصوصاً اس مقام پر زمین متوطن ہو گئیں اور نیاطمین کی صورت میں متشکل ہو کر آتی ہیں احتمال قوی یہی ہے کہ یہ خواب انھیں ارواح کے اثرات سے نظر آیا ہو گا سلطان نے اسی شب اس مقام سے کوچ کر کے کالے چبوترہ کے قریب خیمہ و خمر گاہ میں آرام لیا اور دس روز کے بعد دولت آباد روانہ ہو گیا علاء الملک براری اور امرائے کجرات کے پیو پچھنے کے بعد سلطان بہادر نے ان لوگوں کو قلعہ کے محاصرہ پر مقرر کیا اور خود سلطان محمد فاروقی کے ہمراہ بالا گھاٹ دولت آباد میں قیام پزیر ہوا۔ برہان نظام نے اسماعیل عادل کے پاس قاصد روانہ کر کے پیغام دیا کہ آپ نے اپنی برادرانہ محبت سے میری امداد کی لیکن جب تک کہ آپ خود اس طرف توجہ نہ کریں گے مجھے اس مصیبت سے نجات نہ ہوگی۔ عادل شاہ نے جواب دیا کہ بیجا نگر کے ہندو تاک میں ہیں اگر میں بیجا پور سے کوچ کروں گا تو یہ حریف دریائے کرشنا کو پار کر کے شہر کو تاخت و تاراج اور تباہ و بامال کر دیں گے میں پانچ سو سو اسلحہ و اسلحہ حیدر الملک قزوینی کی ماتحتی میں اور روانہ کرتا ہوں اور اسید ہے کہ اس مرتبہ تم فتح و نصرت سے ہم آغوش ہو گے۔ برہان نظام شاہ عادل شاہ کے نہ آنے سے مایوس ہوا اور اپنے مال کار میں یہودی ریشمان ہوا چونکہ رعیت اور اہل لشکر شیخ جعفر کی پیشوائی سے دل میں آزرہ تھے برہان نظام نے جعفر کو اس منصب سے معزول کر کے کالوئی کو جو شیخ کا ملازم اور قوم کا برہمن تھا پیشوا مقرر کیا کالوئی کو عقل و فراست امانت و دیانت سے پورے طور پر متصف تھا برہان نظام نے کالوئی رائے کے موافق احمد نگر کی راہ لی اور اپنی طاقت کے موافق لشکر جمع کر کے اسی زمانہ میں دکنی فوج کے ہمراہ دولت آباد روانہ ہوا اور سلطان بہادر کے حوالی لشکر میں بیوی بچہ لشکر کجرات سے چار کوس کے فاصلہ پر کوستان میں مقیم ہوا برہان نظام روز و شب حفاظت کرتا تھا۔ زمین جہیز سلطان بہادر کے لشکر کے مقابلہ میں مقیم رہا لیکن چونکہ دکنیوں نے کجرات کے لشکر پر تاخت و تاراج کرنا شروع کیا اسلئے اہل کجرات مجبور ہوئے اور چھوٹے بڑے سب

جنگ پر آمادہ ہو گئے سلطان بہادر کو اس واقعہ کی اطلاع ہوئی۔ امیر برید جو شجاعت اور سردانگی میں شہرہ آفاق تھا بلا نظام شاہ کی اجازت اور اطلاع کئے غلہ اور اذوقہ کے روکنے کے بہانہ سے فوجوں کو آراستہ کر کے صف آرا ہوا دکنی لشکر میں یہ شہر مشہور ہوئی برہان نظام شاہ امیر برید کی شجاعت اور بیجاگی سے اچھی طرح واقف تھا اسی وقت جنگ آزمائی کے لئے سوار ہو کر میدان کارزار میں آیا لڑائی کی آگ روشن ہوئی اور امیر برید اور عادل شاہی فوج نے گجراتیوں پر فتح پائی سلطان بہادر کو اس واقعہ کی اطلاع ہوئی اور اس نے خداوند خاں اور عضد الملک اور صفدر خاں وغیرہ امرائے نامی کو ان کے دفعیہ کے لئے روانہ کیا یہ گروہ اپنی فوج کے ساتھ میدان کارزار میں آیا اور عالم خاں میواتی جو احمد نگر کا ایک بہتر فوجی امیر تھا پہلے ہی حملہ میں معرکہ کارزار میں کام آیا برہان نظام اور امیر برید نے اب قیام کرنا مناسب نہ سمجھا معرکہ کارزار سے فراری ہو کر کوہستان میں آکر پناہ گزیں ہوئے برہان نظام اور امیر برید اپنے کو سلطان بہادر کا مد مقابل نہ سمجھتے تھے ان صاحبوں نے کانولوسی کی رائے کے موافق میران محمد شاہ اور عماد الملک کے پاس قاصد روانہ کئے اور ان سے دوستانہ مراسم پیدا کرنے کی کوشش کی اور یہ وعدہ کیا کہ جو ہاتھی اور قلعہ انھوں نے ان سے لئے ہیں پھر واپس کر دیں گے میران محمد شاہ اور عماد الملک خداوند خاں گجراتی کے پاس جو نیک مزاج اور خوش اخلاق وزیر تھا گئے اور اس سے کہا کہ بادشاہ کی امداد سے پارتی اور ماہور کو نظام شہابی قبضہ سے نکال کر برابر اور احمد نگر میں سلطان کے نام کا خطبہ جاری کر کے ہر سال اسے تحفے اور ہدیئے بھیجتے رہیں اب ہم یہ دیکھتے ہیں کہ بادشاہ ہمارا ملک ہم سے بھیجنا چاہتا ہے خداوند خاں نے جواب دیا کہ تم خود اس زوال کے باعث ہوئے ہو جس وقت کہ دکن کے تمام حکام ایک دل ہو کر آپس کی مخالفت سے کنارہ کشی اختیار کریں گے معاملہ خود بخود راہ راست پر آجائیگا۔ یہ لوگ خداوند خاں کا مقصد سمجھ کر اس کے پاس سے چلے آئے اور سب سے پہلے عماد الملک نے



اپنے لشکر سے کثیر مقدار میں غلہ و آذوقہ منجمن خاں کے پاس دولت آباد کے قلعہ میں روانہ کیا اور اسی رات کو ایلچ پور روانہ ہو گیا۔ سلطان بہادر نے محمد خاں فاروقی اور ارکان دولت سے واپس جانے کی بابت مشورہ کیا ان لوگوں نے جواب دیا کہ اب جبکہ دریائے تابیٹی اور دوسری ندیاں پر آب ہو گئی ہیں گجرات اور خاندیس سے غلہ اور آذوقہ کا پہنچنا محال ہے اور اس بات کا یور احتمال ہے کہ دکن کے تمام حکام آپس میں اتفاق کر لیں اور اس جھگڑے کو نہ زیادہ طول ہو بہتر یہی ہے کہ یہ مالک عماد شاہ اور نظام شاہ کو عنایت فرما کر اپنا مطیع اور فرماں بردار بنائے برہان شاہ اور عماد شاہ نے میران محمد شاہ کی رائے کے موافق سلطان بہادر کے نام خطبہ پڑھوایا اور مصاحبوں کو مع تحفوں اور ہدیوں کے اس کے پاس روانہ کیا سلطان بہادر نے مخالفت ترک کی اور گجرات روانہ ہوا برہان شاہ احمد نگر آیا میران محمد شاہ نے اسے پیغام دیا کہ اپنا وعدہ نہ کرے اور قلعہ یاتری اور ماہور مع ہاتھیوں کے عماد شاہ کے سپرد کرے برہان شاہ نے تین ہاتھی جو رانوری کے معرکہ میں میران محمد شاہ سے حاصل کئے تھے اس کے پاس سمجھا دیئے اور عماد الملک کی طرف بالکل توجہ نہ کی اور اس کے سوال کا ہاں یا نہیں کچھ جواب نہ دیا محمد شاہ کا مقصد حاصل ہو گیا اس نے عماد الملک کی بابت پھر کوئی گفتگو نہ کی اور پھر بادشاہ کے ساتھ پہلے سے زیادہ دوستی کا برتاؤ کرنے لگا برہان شاہ نے دوسرے سال شاہ طاہر کو نفیس تحفوں اور چند نامی ہاتھیوں کے ہمراہ قاصد بنا کر سلطان بہادر کی خدمت میں گجرات روانہ کیا سلطان بہادر نے شاہ طاہر سے ملاقات کرنے میں تاخیر کی اور میران محمد کو لکھا کہ میں نے سنا ہے کہ برہان الملک نے صرف ایک مرتبہ بھارے نام کا خطبہ پڑھا ہے میران محمد شاہ نے خیر خواہی کی اور جواب دیا کہ برہان الملک آپ کا مخلص و قدار ہے اگر دوسرے سلاطین کے خیال سے کوئی بات بظاہر خلاف اس سے سرزد ہو تو آپ اسے معاف فرمائیں اور اس کی التجا کے موافق قاصد سے ملاقات کریں۔ سلطان بہادر نے

شاہ طاہر سے ملاقات کی اور ان کی تعظیم و تکریم بھی طرح بجانہ لایا خداوند خاں  
 شاہ طاہر کے علم و فضل اور ان کے ارشاد سے آگاہ ہوا اور سلطان بہادر کو حقیقت  
 حال سے اطلاع دی سلطان بہادر نے پہلی ملاقات کی تلافی اور گزشتہ سلوک کے  
 تدارک میں بہت بڑی مجلس منعقد کی اور اپنے ایک مقرب درباری کو شاہ طاہر  
 کی طلب میں روانہ کیا۔ شاہ صاحب بارگاہ شامی میں حاضر ہوئے اور بادشاہ نے  
 تمام اکابر اور علماء سے بلند اور برتر مقام ان کی نشست کے لئے مقرر کیا اور  
 کہا کہ اگر حجہ سے آپ کی تعظیم و تکریم میں کوئی فرد گزاشت ہو گئی ہو تو معاف  
 فرمائے اس لئے کہ پہلی مجلس میں جو یہ سلوک ہم نے کی تھی اس کے تدارک میں  
 اپنے گزشتہ قصور کی تلافی کر دی۔ سہ سے گجرات کے تمام علماء اور اکابر جو اس مجلس  
 میں حاضر تھے اپنے کو فہم صیب شیعہ کا جمیع عالم جانتے تھے شاہ طاہر کی اس  
 برتری پر دل میں جلے اور حسد اور یادہ گوئی کرنے لگے اور یہ غضب میں آئے  
 سلطان بہادر نے خداوند خاں کو علم دیا کہ اہل علم کو اپنی مجلس میں جمع کر کے  
 شاہ طاہر سے صحبت والہانہ گرم کر کے صیب یہ مجلس منعقد ہو گئی اور تمام علماء  
 شاہ طاہر کے علم و فضل سے واقف ہوئے۔ ان لوگوں نے شاہ صاحب کا  
 اپنے سے افضل اور برتر ہونے کا اقرار کیا اور اپنے حرکات پر نادم اور پشیمان  
 ہوئے۔ سلطان بہادر نے یہ خود آپ سنا اور شاہ طاہر کی عزت اور  
 وقعت اور دوبالا ہوئی بادشاہ نے تین مہینے کے بعد شاہ طاہر کو واپس  
 جانے کی اجازت دی۔

۹۳۷ھ ہجری میں سلطان بہادر نے شاہان خلیجہ پر فتح حاصل کر کے سندھ پر  
 قبضہ کیا برہان نظام سلطان بہادر کی اس شوکت اور عظمت سے دل میں  
 خوف زدہ ہوا اور شاہ طاہر کو نو سو بہمن کے ہمراہ دوبارہ سلطان بہادر کی  
 خدمت میں فتح کی مبارک باد دینے کے لئے روانہ کیا۔ اتفاق سے جب  
 شاہ طاہر برہان پور پہنچے سلطان بہادر بھی اس شہر میں وارد ہوا میران چڑھنے  
 شاہ طاہر سے ملاقات کرائی اور یہ زور دلیلوں سے برہان نظام کے  
 اخلاص اور یک جہتی کا سکھ سلطان بہادر کے دل پر جما دیا اور کہا کہ میری رائے

یہ سہیہ کہ بادشاہ برہان نظام یہ نوازش فرما کر اس کو اپنا بھی خواہ بنالیں سلطان بہادر  
 کے دعویٰ بلند تھے اور دراز کار امور کے خواہ دیکھا کرتا تھا اور چاہتا  
 تھا کہ شاہان دہلی کی برابری کرے اس نے میران ظفر کی تقریر پر عمل کیا محمد شاہ  
 نے شاہ طاہر پر بید عنایت اور نوازش کی اور فوراً انھیں احمد نگر روانہ کیا تاکہ  
 برہان نظام کو اپنے ساتھ لاکر سلطان بہادر سے ملاقات کرائے شاہ طاہر  
 جلد سے جلد احمد نگر پہونچے اور برہان شاہ کو اپنے ہمراہ چلنے کی دعوت دی  
 برہان شاہ نے اول تو سفر سے انکار کیا لیکن آخر کار ترسو برہمن کے قول پر  
 عمل کیا اور اپنے فرزند اکبر شاہنشاہ حسین کو ولی عہد مقرر کر کے تمام بھات  
 ملکی ترسو کے سپرد کئے اور ایک قلیل جماعت کے ہمراہ جو مع سوار اور پیادوں  
 کے سات ہزار سے کم تھی شاہ طاہر کے ہمراہ برہان پور سے روانہ ہوا  
 برہان نظام نے خواہ براہیم میرتولی اور ساہی شب نویس کو بطور قاصد محمد شاہ  
 کے پاس اپنے سے پیشتر روانہ کیا جس کا مدعا یہ تھا کہ یہ سفر نظام شاہ کے ورود  
 سے قبل محمد شاہ سے کیفیت ملاقات تعیین پیشکش اور دیگر امور ضروری کی  
 بابت گفتگو کر رکھیں برہان نظام موضع چانک دیوی جو دریائے تاپتی کے کنارہ  
 واقع ہے پہونچا اور محمد شاہ نے استقبال کر کے اس سے ملاقات کی اثنائے  
 گفتگو میں محمد شاہ نے کہا کہ یہ طے پایا ہے کہ سلطان بہادر تخت پر نشست  
 کرے اور ہم تخت کے سامنے کھڑے ہو کر سلام و محرمی کریں۔ برہان شاہ  
 سے شاہ طاہر کو خلوت میں بلایا اور ان سے کہا کہ یہ ہرگز نہ ہوگا کہ یہ شخص تخت  
 پر بیٹھا رہے اور میں اس کے سامنے دست بستہ کھڑے ہو کر سلام کر دوں۔ بہتر  
 یہ ہے کہ ملاقات کا ارادہ قسغ کیا جائے اور معاملہ کو خدا کے سپرد کر دیں  
 شاہ طاہر نے کہا کہ دنیا داری کا مفتضیٰ یہی ہے کہ مصلحت پر لحاظ کر کے ایک  
 دن فردوسی کی جائے اور پھر تمام عمر مسند حکومت پر آرام اور اطمینان سے زندگی  
 بسر کرو۔ برہان صاحب عقل و فہم تھا اس نے شاہ طاہر کی انصاحت پر عمل کرنے کا  
 اقرار کیا دوران تقریر میں شاہ طاہر کے دل میں ایک تدبیر کا خیال پیدا ہوا  
 اور برہان نظام سے کہا کہ میرے پاس ایک قرآن شریف حضرت امیر المومنین

علی ابن ابی طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دست مبارک کا لکھا ہوا موجود ہے اور سلطان بہادر اس مصحف شریف کی زیارت کا بیہوش شاق ہے مناسب یہ معلوم ہوتا ہے کہ اس معاملہ سے خداوند خاں حبشی کو مطلع کر دیں اور ملاقات کے روز اس قرآن شریف کو اپنے ساتھ لے جائیں تاکہ سلطان بہادر بے اختیار اس کی تعظیم کے لئے استقبال کو آئے اور تخت سے قدم نیچے رکھ کر برہان شاہ اس تدبیر سے بے غور ہو کر دوسرے دن مسووع آفتاب کے بعد برہان نظام شاہ طاہر اور میراں محمد شاہ کے ہمراہ اس جگہ جو کہ ملاقات کے لئے مقرر تھی روانہ ہوا۔ یہ لوگ بہادر شاہ کے مسکن کے قریب پہنچے اور شاہ طاہر نے مصحف شریف اپنے سر پر رکھ لیا اور برہان شاہ کے ساتھ سرپردہ کے اندر داخل ہوا۔ سلطان بہادر نے ان کو دور سے دیکھتے ہی خداوند خاں سے پوچھا کہ شاہ طاہر کے سر پر کیا ہے۔ خداوند خاں نے جواب دیا کہ قرآن شریف ہے جو امیر المومنین علی ابن ابی طالب رضی اللہ عنہ کے دست مبارک کا لکھا ہوا ہے سلطان بہادر بے اختیار تخت سے نیچے اتر کر استقبال کے لئے آگے بڑھا سب سے پہلے اس نے مصحف شریف کو ہاتھوں میں لیا اور دو تین مرتبہ بوسہ دیکر اس کو آنکھوں سے لگایا اور اسی طرح کھڑے رہ کر برہان شاہ کا سلام لیا اور گجراتی زبان میں پوچھا کہ کیسے ہوا اور تمہارا کیا حال ہے برہان نظام نے فارسی میں جواب دیا کہ جناب کا نیا زمانہ ہوں اور بادشاہ کے جاہ و جلال کی وجہ سے خوش اور شادماں ہوں۔ سلطان بہادر تخت پر بیٹھا اور شاہ طاہر برہان شاہ اور محمد شاہ تخت کے سامنے کھڑے ہوئے۔ سلطان بہادر شاہ طاہر کے اسی طرح استادہ رہنے سے بھرپور نشان ہوا اور ان سے بیٹھ جانے کی درخواست کی شاہ صاحب نے معذرت کی جب بادشاہ نے تین مرتبہ ان سے یہی کہا تو شاہ طاہر نے جواب دیا کہ بادشاہ کا حکم سر آنکھوں پر لیکن چونکہ برہان نظام کا ملازم ہوں اور وہ میرا آقا ہے یاں ادب سے دوڑ ہے کہ وہ اسی طرح استادہ رہے اور میں بیٹھ جاؤں سلطان نے مجبوراً کہا کہ نہیں وہ بھی آرام سے بیٹھے شاہ طاہر نے برہان شاہ کا ہاتھ پکڑ کر اس کو بٹھا دیا اور خود اس سے فروتر مقام پر فاصلہ سے ادب کے ساتھ بیٹھ گئے سلطان بہادر نے کلمہ کلام کی ابتدا کی اور دیر تک فارسی زبان میں باتیں کرتا رہا اور برہان شاہ سے کہا کہ اس زمانہ میں تم نے گردش لیل و نہار اور زمانہ کی گنج رنماہی سے کیونکر زندگی بسر کی

برہان شاہ نے بیحد تعلیم و تکریم کے ساتھ جواب دیا کہ جس ادبار کا انجام اقبال اور جس فراق کی انتہا وصال ہو اس کا آخر جو بامنرا ہے یا درکھنا چاہئے اور اس کی ابتدا کو فراموش کر دینا چاہئے خدا کا شکر ہے کہ جو کلفت عرصہ سے اوٹھائی تھی آج ایک لمحہ میں اس کی تسلائی ہو گئی سلطان بہادر نے برہان نظام کا جواب سنکر بیحد تعریف کی اور سیاں محمد سے کہا کہ تم نے ان کا جواب سننا میرا محمد نے عرض کیا کہ دوری کی وجہ سے میں ان کی تقریر نہیں سن سکا سلطان بہادر نے اپنا سوال اور برہان نظام کا جواب بلند آواز سے دہرایا تاکہ تمام حاضرین مجلس اسے سن لیں شاہ طاہر دست بستہ کھڑے ہوئے اور کہا کہ یہ سب بادشاہ کی نوازش کا نتیجہ ہے اور مجھے امید ہے کہ عنایت شاہی ان کے حق میں روز بروز ترقی کرتی جائیگی۔ سلطان بہادر نے کمر و خنجر و مرصع تلوار جو خود باندھے ہوئے تھا کھولا اور اپنے ہاتھ سے برہان کی کمر میں باندھ دیا جو نگاہ ایک برہان نظام نے شاہ کا لفظ اپنے لئے استعمال نہیں کیا تھا سلطان بہادر نے کہا کہ خطاب نظام شاہی مبارک ہو۔ تھوڑی دیر کے بعد سلطان بہادر نے برہان نظام کو اپنے خاصہ کے گھوڑے پر سوار کرایا اور کہا کہ میں نے سنا ہے کہ تم سواری بہت اچھی کرتے ہو اس عربی کیفیت پر سوار ہو کر جانور کو سوار پر دھکے گرد و چکر دو برہان شاہ نے گھوڑے پر سوار ہو کر دگن کی رسم کے موافق جانور کو پھرایا اور سلطان بہادر نے بیحد تعریف کرنے کے بعد کہا کہ یہ سواری بلا جبر کے سبلی نہیں معلوم ہوتی سلطان بہادر نے اشارہ کیا جو چتر سفید و آفتاب گیر بادشاہ سندھ سے ضبہ کیا گیا ہے برہان نظام شاہ کے سر پر سیاہ ننگن ہو اور محمد شاہ اور خداوند خاں کو حکم دیا کہ برہان شاہ کو اسی طرح گھوڑے پر سوار سوار پر وہ کے باہر بلجائیں اور اس کے فرود گاہ پر پہونچکر سلطان محمود جی کے سراپرہ کے اس کے لئے نصب کئے جائیں اور تمام لوگ اسے مبارک باد دیں۔ کہتے ہیں کہ اس واقعہ کے دوسرے دن سلطان بہادر نے چار طلائی کرسیاں اپنے تخت کے جانبین بچھوائیں اور ایک بہت بڑا آئینہ منقذ کر کے نظام شاہ شاہ طاہر میراں محمد شاہ اور شیخ عارف الدین شیخ اعلیٰ کو طلب کیا اور ان کو ان کرسیوں پر بیٹھنے کا حکم دیا سلطان بہادر نے تکلفات اور کسی تواضع کے پورا کرنے میں کوئی دقیقہ اٹھا نہیں رکھا اور پانچ گھوڑے دو ہاتھی اور بارہ ہون نظام شاہ کو اور دو گھوڑے

اور ایک بہت بڑا فیصلہ تھی شاہ طاہر کو عنایت فرمایا۔

بادشاہ نے عالم خاں پر والی اس کے فرزند کو جو خود ہی عالم خاں کے خطاب سے سرفراز ہو کر باپ کے منصب اور جاگیر پر فائز ہو چکا تھا ظلمت و کمربند افروز و شمشیر مرصع عطا کیا۔ سلطان بہادر کو معلوم ہو چکا تھا کہ برہان نظام چوگاں بازی میں بہت اچھی مہارت رکھتا ہے بادشاہ نے تقریباً دو گھنٹہ کی سہرا دہ کے اندر برہان نظام کے ساتھ چوگاں بازی میں مصروف کئے اور دونوں فرماؤں والی طرح گھوڑوں پر سوار سر ایدہ کے باہر نکل آئے خواجہ براہیم اور ساجی پٹیلش تیار کر کے سر ایدہ کے باہر منتظر کھڑے تھے ان لوگوں نے پیش سلطان بہادر کی خدمت میں حاضر کیا سلطان بہادر نے ان سب کو سبکی خوش اور دل شاد کیا ان شخصوں میں سے ایک مہنگل مصحف اور ایک تلوار جس پر کسی خطیفہ عیسائی کا نام کندہ تھا اور پچاس فیصل مست اور دو سو بی گھوڑے بادشاہ نے خود ملے لئے اور نظام شاہ سے کہا کہ بقیہ چہیز میں مع ملکیت دکن کے میں نے تمہیں بخش دیں اور اسی وقت اسے احمد نگر واپس آنے کی اجازت دی۔

برہان نظام نے واپسی میں بالا گھاٹ دولت آباد میں تھوڑا قیام کیا اور شیخ برہان الدین اور شیخ زین الدین کی زیارت سے فارغ ہو کر ان کے روضہ کے مجاوروں کو نذر و صدقات کے نام سے کثیر رقم دیکر خوش کیا چونکہ یہ زمانہ گل چنبہ کی بہار کا تھا بادشاہ نے حوض قتلہ پر قیام کیا اور چند روز یہاں کے دلکش مناظر کی سیر و تفریح میں غیش و عشرت میں بسر کیا برہان نظام کے حکم کے موافق شاہزادہ حسین کالابریہ میں اور دیگر اعیان اور اہل شہر اور قطب شاہی مع یلچیدوں کے بادشاہ کی خدمت میں مبارک باد کی عرض سے حاضر ہوئے چونکہ برہان نظام اور بادشاہ کے درمیان بالکل صفائی ہو گئی تھی اس نے اطراف و جوانب کے راجاؤں کی طرف توجہ کی اور کانوڑی کے حسن تدبیر سے مرٹواری کے راجاؤں کو جو احمد نظام کے عہد سے اس وقت تک مطیع نہ ہوئے تھے اپنا طاعت کرانہ بنا کر بیس قلعے ہا کسی معرکہ آزمائی کے اپنی حکومت میں داخل کئے برہان نظام نے شاہ طاہر کو عہدہ برکنے عنایت کر کے اپنا مقرب ہم نشین مقرر کیا اور خواجہ براہیم کو لطیف خاں اور ساجی کو تپا رنے کے خطاب سے سرفراز فرما کر اپنے درباریوں میں داخل کیا۔ برہان شاہ نے باغ نظام کی عمارتوں کی جو گجراتیوں کے ہنگام میں تباہ ہو گئی تھیں اور اس وقت تک اسی خراب حالت پر پڑی ہوئی تھیں مرمت کرائی۔

۹۳۸ ہجری میں ایل عادل نے قلعہ کلکیان اور قلعہ معار پر دھاوا کیا امیر برید نظام شاہ سے مدد کا خواستگار ہوا نظام شاہ نے شکبرانہ لہجہ میں ایک نامہ عادل شاہ کے نام روانہ کیا اور ان قلعوں پر قبضہ کرنے سے منع آیا۔ عادل شاہ نے اس کے جواب میں درشت آہن خط لکھا جس کا مضمون یہ تھا کہ آج تک تم نے اس قسم کا سلوک نہیں کیا تھا آخر وجہ کیا ہے کہ احمد نگر کے پرانے اور سابق واقعات کو گوشت و دل سے فراموش کر کے اس طرح کی تحریر مجھے روانہ کی ہے اگر شاہان مندو کے کہنے چہرہ اور سر پر ردہ نے تمہیں مغرور کر دیا ہے تو یہ نیشہ بالکل بے کیف ہے اور اگر خطاب شاہی نے دماغ آسمان پر چڑھا دیا ہے تو یہ نقلی بھی دہم و گمان ہے اس لئے کہ یہ فخر تم سے کہیں زیادہ قابل قدر مجھے حاصل ہے تم نے گجراتیوں کے سردار سے یہ خطاب حاصل کیا اور مجھے ایک سید عالی نسب بنو شہنشاہ ایران ہے شاہی کا مرتبہ عطا کیا ہے لیکن اگر اب بھی تم اپنی حرکتوں سے نادم ہو تو تمہاری سعادت ہے ورنہ میں برصغیر تلواریں ہاتھ میں لئے ہوئے سیدان کارزار میں موجود ہوں باغ نظام کے احاطہ سے باہر قدم رکھو اور عادل شاہی بہادروں کے زور قوت کا مزہ چکھو۔

برہان نظام اپنے ملازمین سے مشر مندہ ہوا اور اسی وقت حکم دیا کہ سراپہ دہشاہی باہر نکالا جائے اور دوسرے روز خود بھی سفر کے لئے روانہ ہوا یہ موقع امنہ پور میں جو شاہزادہ حسین کی والدہ کا بسایا ہوا تھا چند روز لشکر جمع ہونے کی وجہ سے قیام کیا اور جب تمام سامان مکمل ہو گیا تو قوجانہ اور آلات حرب کے ساتھ بڑی شان و شوکت سے سرحد عادل شاہی کی طرف روانہ ہوا۔ دونوں لشکروں کا مقابلہ ہوا اور خونریز جنگ واقع ہوئی طرفین کے بہادروں نے تلوار اور نیزے سے میدان کارزار کی زمین کو حریف کے خون سے سیراب کر دیا آخر کار لشکر احمد نگر کو شکست ہوئی اس ہولناک معرکہ میں بیجا پور کے خرد سال غریب زادوں نے خوب خوب مردانگی کے جوہر دکھائے اور دشمن کو شکست دی شیخ جعفر معزول دوسرے سلاحداروں کی امداد سے برہان نظام کو معرکہ کارزار سے سلامت نکال لایا دویاتین ہزار باشندگان احمد نگر قتل ہوئے اور قوجانہ اور بے شمار گھوڑے عادل شاہیوں کے قبضہ میں آئے اور برہان نظام کے غرور و تکبر میں بہت کچھ کمی ہو گئی۔

اس واقعہ کے تھوڑے دنوں کے بعد ۹۳۹ ہجری میں عادل شاہی

اور نظام شاہی اراکین دولت نے دونوں بادشاہوں کی سرحد پر ملاقات کرائی اور بڑی گفتگو کے بعد یہ طے پایا کہ نظام شاہ برار کو اور عادل شاہ ملوگانہ کو فتح کے دکن کا ملک براہر آپس میں تقسیم کر لیں لیکن اتفاق سے ائیل عادل نے اسی زمانہ میں وفات پائی اور تمام شرائط کا عدم ہو گئے شاہ طاہر راضی بہ قضائے الہی ہوئے اور اپنے اہل و عیال کو وصیت کر کے ان سے رخصت ہوئے اور برہان نظام کی خدمت میں حاضر ہو گئے بادشاہ نے شاہ طاہر کے آنے کی خبر سنی اور خلاف عادت دروازہ کھلے ان کے استقبال کے لئے آیا۔ بادشاہ نے شاہ طاہر کا ہاتھ پکڑا اور شاہنشاہ عبدالقادر کے بالیں پہ لے گیا اور کہا کہ مذہب اشنا عشری کے عقاید کی مجھے تعلیم کر دتا کہ میں اس کی پیروی کروں شاہ طاہر نے اول اس سے گریز کیا اور کہا کہ پہلے حضور حقیقت حال سے مجھے آگاہ فرمائیں اس کے بعد جو کچھ مجھ کو معلوم ہے بیان کروں گا برہان شاہ نے جواب دیا کہ مجھ میں صبر کی طاقت نہیں ہے میں پیشتر اس مذہب کو اختیار کر لوں پھر حقیقت حال سے تم کو مطلع کروں شاہ طاہر نے کہا کہ قسم ہے اس خلوص کی جو مجھے بادشاہ کی خدمت میں حاصل ہے جیتا نہیں اصل واقعہ سے آگاہ نہ ہوں گا محال ہے کہ میں اس کے متعلق کچھ عرض کروں۔ برہان نظام نے خواب و لحاف کا تمام قصہ شاہ طاہر سے بیان کیا شاہ طاہر نے اطمینان کے ساتھ دوازدہ امام کے اسمائے گرامی مع ان کے مناقب کے ایک ایک کر کے بیان کئے اور کہا کہ اس مذہب کی خصوصیت اہل بیت کے ساتھ تو لا اور ان کے دشمنوں کے ساتھ تبرا کرنا ہے برہان شاہ نے اسی روز مذہب شیعہ اختیار کیا۔ شاہنشاہ حسین اور عبدالقادر اور اس کی والدہ آمنہ بی بی اور دوسرے ذکور و اثنا عشری کے عرم شاہی کے تمام زن و مرد نے مذہب شیعہ اختیار کیا۔ اسی دوران میں آفتاب بلند ہوا اور برہان نظام نے ارادہ کیا کہ ائمہ اشنا عشر کا خطبہ جاری کر کے خلفائے ثلاثہ کے اسمائے گرامی خطبے سے نکال ڈالے شاہ طاہر نے اس مچلت سے بادشاہ کو منع کیا اور کہا کہ صلاح دولت یہ ہے کہ یہ راز فودا ہی نہ فاش کیا جائے بہتر یہ ہے کہ پہلے ہر مذہب کے علماء جمع کئے جائیں اور بادشاہ ان سے فرمائے کہ میں مذہب حق کا طلبگار ہوں تم سب اتفاق کر کے ایک مشرب اختیار کرو



تاکہ میں بھی اسی عقیدہ کی پابندی کر کے دوسرے مذاہب سے پرہیز کروں۔ برہان شاہ نے شاہ طاہر کے قول پر عمل کیا اور ملا پیر محمد استاد افضل خاں ثنائیہ اور ملا داؤد دہلوی اور دوسرے علمائے مذہب کو جو احمد نگر میں موجود تھے جمع کیا ہر روز قلمہ سکے اندر شاہ طاہر کے مدرسہ میں جمع ہوتا اور علماء ایک دوسرے سے بحث و مباحثیں مشغول ہوتے اور ہر ایک کوشش کرتا کہ اپنے مذہب کی صداقت کے دلائل بیان کر کے حریف کے مذہب کو رد کرے۔ برہان شاہ خود بھی اکثر اس مجلس میں حاضر ہوتا اور چونکہ اکثر مسائل سے بے بہرہ تھا اس کی سمجھ میں کچھ نہ آتا۔ چہ بیہوشی طرح گزرتے اور برہان شاہ نے شاہ طاہر سے کہا کہ عجیب معاملہ ہے جب کسی مذہب کی یہی حقیقت اور اس کی ترجیح دلائل سے روشن نہیں ہوتی اور ہر شخص اپنے مذہب کو بہترین کہتا ہے تو اب میں کس طریقہ کو اختیار کروں اگر ان کے علاوہ کوئی اور مذہب بھی ہو تو مجھ سے بیان کر د تاکہ میں حق و باطل میں تمیز کر سکوں شاہ طاہر نے کہا کہ ایک مشرب اور ہے جسے اثنا عشری کہتے ہیں اگر تکم شاہی ہو تو میں اس مذہب کی کتابیں بھی یاد شاہ کے سامنے پیش کروں برہان شاہ نے اس کا حکم دیا اور اس مذہب کے ایک عالم شیخ احمد غفری کو بڑی تلاش کے بعد شاہی دربار میں لے آئے یہ شخص چاروں مذہبوں کے علماء سے مناظرہ میں مشغول ہوا شاہ طاہر اس کی تائید اور رد کرتے تھے جب علمائے اہل سنت کو معلوم ہوا کہ شاہ طاہر خود شیعہ ہیں تو سبھوں نے اتفاق کر کے مخالفانہ بحث شروع کی اکثر ایسا ہوتا کہ شاہ طاہر کے مقابلہ میں لاجواب ہو کر مجلس سے اٹھ جاتے تھے برہان شاہ نے جب دیکھا کہ کئی علماء شاہ طاہر کے مقابلہ میں عاجز ہو گئے تو بادشاہ نے شاہزادہ عبدالقادر کی علامت کا واقعہ اور پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کو خواب میں دیکھنا اور کاف کا قصہ مفصل بیان کیا۔ اکثر علماء مجلس مقرر بان شاہی ہندی ترکی اور حبشی غلام ادرا میر و منصب دار سردار اور شاگرد پیشہ و جادویش و فرارش و غرمنکہ تقریباً تین ہزار آدمیوں نے مذہب اثنا عشری اختیار کیا بادشاہ نے اصحاب تلامذہ رضوان اللہ علیہم کے اسمائے مبارک خطبہ سے نکال ڈالے اور ایمر اہل بیت کا خطبہ ملک میں جاری کیا چتر سفید جو سلطان بہادر گجراتی سے ملا تھا اسکا رنگ سبز کر دیا گیا اور سب کے سب شیعی ہو گئے۔ ملا پیر محمد استاد داؤد بعض دیگر علماء نے

جب صورت واقعہ کو اس طرح دیکھا تو غصہ ہوئے اور مجلس شاہی سے باہر چلے گئے  
 شہر میں ایک عجیب شعور و غوغا بلند ہوا امیر دل اور منصب داروں کا ایک گروہ  
 رات کے وقت طاہر محمد کے مکان پر گیا اور اس سے کہا کہ اس بلائے بے درماں  
 سید کو تو کہاں سے لے آیا ہے یہ شخص علوم غریبہ سے خبردار ہے اس نے ہمارے  
 مالک پر سحر کر دیا اور افسوں کے ذریعہ سے ہماری زبان بند کر دی اب اس  
 بلا سے نجات پانے کی کیا تدبیر ہے۔ بعضوں نے لائے دی کہ شاہ طاہر کو قتل کرنا  
 چاہیئے طاہر محمد نے جواب دیا کہ جب تک برہان شاہ زندہ ہے یہ صورت ممکن نہیں  
 ہے بہتر یہ ہے کہ ہم پہلے برہان شاہ کو سلطنت سے معزول کر کے شاہزادہ عبدالقادر  
 کو بادشاہ بنائیں اس کے بعد شاہ طاہر کو خلعت کی عہدت کے لئے تہ تیغ کریں مختصر یہ کہ احمد نگر  
 بھی بجا پور ثانی ہو گیا اور یوسف عادل شاہ کی طرح برہان شاہ پر بھی خلعت کا ہجوم  
 ہوا طاہر محمد کے ساتھ بارہ ہزار سوار اور پیادے دروازہ قلعہ کے سامنے اور  
 کالے چبوترے کے نزدیک جمع ہوئے اور محاصرہ کے ارادہ سے نہیں درست کیں  
 ان لوگوں نے شاہ طاہر اور اس کے فرزندوں کو نگہبانوں کے سپرد کیا اور ایک  
 عظیم فتنہ برپا ہوا۔ برہان شاہ کو اس واقعہ کی اطلاع ہوئی اور اس نے حکم دیا کہ  
 قلعہ کا دروازہ بند کر دیا جائے اور لوگ برج و بارہ پر چڑھ کر توپ سے دشمنوں کو  
 دفع کریں جب فتنہ زیادہ برپا ہوا تو بادشاہ نے پریشان ہو کر شاہ طاہر سے  
 دریافت کیا کہ اس ہنگامہ کا کیا نتیجہ ہو گا شاہ طاہر علم دل میں ملائیس الدین جعفری کے  
 شاگرد تھے فوراً انھوں نے قرعہ ڈالا اور یہ حکم لگایا کہ قلعہ کا دروازہ کھول کر دشمن پر حملہ  
 کرنا چاہیئے اسی وقت یہ لوگ پسپا اور پریشان ہو جائینگے اور فتح بادشاہ کو ہوگی۔  
 برہان شاہ بلا تاخیر امیر دل اور چار سو سواروں اور ایک ہزار پیادوں کے ساتھ پانچ ہاتھی  
 اور چتر سبز و ظلم کو ہمراہ لے کر قلعہ کے باہر آیا شاہ طاہر نے ایک مشت خاک پر  
 ایت قرآن کو دم کر کے دشمن کی طرف پھینک دیا اور تو اچھیلوں کا ایک گروہ روانہ  
 کیا گیا تاکہ دشمن کے قریب جا کر بلند آواز سے ندا کرے کہ جو شخص بادشاہ کا دولت خواہ  
 وہ اس چتر و ظلم کے نیچے آجائے اور جو حرام خوار ہے وہ طاہر محمد کا ساتھ دیکر قہر  
 سلطانی میں گرفتار ہو نیکانتظار کرے۔ تو اچھیلوں نے اس پر عمل کیا اور ایک

لنہ میں امرا اور افسران فوج نے امان مانگی اور بادشاہ کے ساتھ بھوکے ملا پیر محمد مع چند ہمراہیوں کے اپنے مکان واپس گیا۔ یہاں شاہ نے ملک احمد تبریزی کو جو مقرب امیر تھا مرزا جہاں شاہ کے ایک فرزند خواجگی محمود کے ساتھ ملا پیر محمد کے گرفتار کرنے کے لئے مقرر کیا۔ ملا بادشاہ کے سامنے لایا گیا اور یہاں نظام نے اس کے قتل کا حکم دیا شاہ طاہر نے اس کے قدیمی حقوق کا لحاظ کر کے بادشاہ سے پیر محمد کی سفارش کی۔ یہاں نظام نے اگرچہ پیر محمد کو قتل نہیں کیا لیکن ایک قلعہ میں قید کر دیا اور پھر شاہ طاہر کی درخواست پر چار سال کے بعد اسے قید سے نجات دی اور شل سابق کے اسے عہدۂ وزارت بخلا کیا۔ جس مقام پر یہاں نظام نے خواب دیکھا تھا وہاں ایک عالی شان عمارت تعمیر اور بغداد کے نام سے موسوم کی جس جگہ کہ شاہ طاہر کا مدرسہ تھا وہاں حسین نظام نے اپنے عہد میں ایک پختہ مسجد کی بنا ڈالی جو مرتضیٰ نظام کے ابتدائی عہد میں قاضی بیگ طہرانی کے اہتمام میں تیار ہوئی۔

مورخ فرشتہ عرض کرتا ہے کہ یہاں نظام کا حضرت رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت خواب میں کرنا بالکل غاذاں شاہ کے خواب سے مشابہ ہے۔ غاذاں شاہ بادشاہ ایران و توران کے شعبی ہونی کا واقعہ اس طرح مرقوم ہے کہ اس نے اسلام لائیک بعد حضرت رسالت پناہ کو دو مرتبہ خواب میں دیکھا اور عالم صلے اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ ہر مرتبہ امیر المومنین علی ابن ابی طالب رضی اللہ عنہ کو موجود پایا۔ حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے ہر مرتبہ فرمایا کہ میرے اہل بیت سے خلوص اور محبت رکھو اور ان کی پیروی کر کے ان کو غمیز اور نیرنگ سمجھو۔ ان خوابوں کی بنا پر غاذاں شاہ نے اہل بیت کی محبت دل پر نقش کی اور کربلا و نجف کے سادات و نقباء دیگر اہل ضیعہ کو اپنا مقرب بارگاہ بنا کر ہر ایک کو عمدہ متاع سپرد فرما کر کیا۔ بعض تاریخوں میں مرقوم ہے کہ غاذاں شاہ اکثر اوقات کہا کرتا تھا کہ مجھے احباب کبار کی بزرگی اور ان کی افضلیت سے انکار نہیں ہے بلکہ میں اس کا صدق دل سے اقرار کرتا ہوں لیکن چونکہ جناب رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی مرتضیٰ اور ان کے گیارہ فرزندوں کی محبت کی مجھے تاکید کی ہے اس لئے ان بزرگوں کے ساتھ میں زیادہ خلوص رکھتا ہوں۔ غاذاں خاں نے محبت اہل بیت

کی بنیاد پر مرتے وقت اپنے بھائی ابجا بنو سلطان کو جو سلطان محمد خدا بندہ کے نام سے مشہور ہے محبت اہل بیت کی وصیت کی اس بادشاہ نے بھائی پر بھی بیعت کی اور بالکل مذہب شیعہ اختیار کر لیا اصحاب گیار کے اسمائے گرامی خطبہ سے خارج کر کے دوازدہ امام کے نام کا خطبہ جاری کیا (مولف فرشتہ کو سخت حیرت ہے کہ اگر مذہب امامیہ حق ہے تو دوسرے مذاہب کا کیا حال ہو گا اور اگر یہ مذہب باطل ہے تو حضرت سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا اس مذہب کی ترویج کے بارے میں نصیحت فرمانا کن امور پرمحسوس ہے مجھے امید ہے کہ عالی فہم ناظرین جب اس جگہ پہنچیں تو اس واقعہ کو سہ سہری طور پر دیکھ کر نظر انداز نہ فرمائیں مورخ کے نزدیک اس پر غور و فکر کرنا ضروری ہے لیکن اس فقیر کے خیال میں اس قسم کے کام افسانے حقیقت واقعی کے خلاف ہیں جو کتب تاریخ میں غلط مندرج کر دیئے گئے ہیں۔)

مختصر یہ کہ برہان نظام نے اس مذہب کی ترویج میں پوری کوشش کی اور اہل سنت کے تمام وظائف شیعوں کو عطا ہوئے اور قلعہ احمد نگر کے مقابلہ میں ایک چار دیواری بچتہ بنوا کر ایک عمارت مدرسہ کے ماتہ تعمیر کرائی اور اسے لشکر خاندان دوازدہ امام کے نام سے موسوم کیا اور قبضہ چوہنپور و سنور و اسباپورا اور چند دوسرے مواعظ اس کے خرچ کے لئے وقف کئے ہر روز چاشت کے وقت آتش بگتی اور شیعوں کو تقسیم کی جاتی تھی شاہ طاہر نے اپنی ساری کوشش نظام شاہی خاندان کی یہودی اور اس کی بہی خواری میں صرف کی اور اس بات کی تدبیریں اختیار کیں کہ خاندان رسالت کے عجب تمام اطراف عالم سے احمد نگر میں جمع ہو جائیں شاہ طاہر نے خزانہ شاہی سے روپیہ حاصل کیا اور عراق و عراق و عراق و فارس و روم و گجرات اور آگرہ میں رقومات راہ دلتہ کیں اور علماء اور فضلاء شیعہ سے احمد نگر آنے کی استدعا کی جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ قلیل زمانہ میں شہر میں فضلاء کا مجمع ہو گیا۔ اہل ہندوئی خواجہ عین صاہدی کے ہمراہ احمد نگر آئے یہ صاحب عرصہ تک شیراز میں حکومت کر کے گجرات آئے اور نواح گجرات میں مقیم تھے شاہ طاہر نے بارہ ہزار ہون بادشاہ کی طرف سے خرچ راہ ان کے لئے روانہ کیے اور شاہ حسن الجو کو احمد نگر میں طلب کر کے ان کو بادشاہ کا مقرب بنایا اسی طرح شاہ جعفر اور شاہ طاہر اور ملا محمد نیشاپوری ملا علی گل استرآبادی۔ ملا ستم جرجانی۔

ملا علی ما نذرانی ایوب ابو البرکات ملا عزیز اللہ گیلانی ملا محمد امامی استرآبادی اور دیگر  
فضلا اور اکابر نے دکن کا رخ کیا اور احمد نگر شک ارم بن گیا۔  
سید حسن مدنی جو مدینہ کے مشہور مفتی تھے بادشاہ کے داماد بنائے گئے اور عمدہ پرکشا  
اُن کو جاگیر میں عطا ہوئے ایک کثیر رقم کر لیا اور خف روانہ کی گئی اور وہاں کے محتاجوں  
اور فقیروں اور زائروں کو تقسیم کی گئی اس انقلاب نے یہ رنگ دکھایا کہ احمد نگر  
کے جاہل خلفائے راشدین کے حضور میں بے ادبیان کرنے لگے اور سلطان محمود  
گجراتی میران مبارک فاروقی۔ ابراہیم عادل شاہ اور عباد الملک نے باہم یہ فیصلہ کیا کہ احمد نگر کو  
فتح کر کے ملک کو آپس میں تقسیم کر لیں۔ برتان شاہ کو اس لشکر کشی کی اطلاع ہوئی اور  
اس نے ایک آفاقی مسمی راستی خاں کو بطور قاصد مع ایک عرضداشت کے ہمایوں  
بادشاہ کی بارگاہ میں روانہ کیا اور اس میں انہما غلوص اور عقیدت کے بعد بادشاہ  
سے گجرات پر حملہ کرنے کی درخواست کی لیکن چونکہ اُس زمانے میں شیر شاہ کا ہنگامہ  
برپا ہو گیا اس محروضہ سے کچھ کاربراری نہ ہوئی اور راستی خاں بے نیل مرام احمد نگر واپس آیا۔  
برتان شاہ نے سلطان گجرات و برتان پور کو تحائف و ہدیے ارسال کئے اور بھید  
تواضع اور فروتنی کا اظہار کر کے اُن کو اپنا ہی خواہ بنایا۔ اس واقعہ کے بعد برتان نظام  
نے ابراہیم عادل کے موقف کردہ غیر ملکی تیراندازوں کو اپنی سرکار میں ملازمت دی اور  
اُن کو عمدہ جاگیریں عطا کر کے اُن کی قوت اور مدد سے بجا پور پر لشکر کشی کی ایک  
خونریز لڑائی کے بعد برتان شاہ کو غلبہ ہوا اور عادل شاہی توپوں اور سوار فقیوں پر  
قیضہ کر کے کامیاب اور صحیح و سالم احمد نگر واپس آیا۔ برتان نظام اس فتح سے بھید  
مشہور و معروف ہوا اور تین یا چار برس کے عرصے میں تین معرکہ آرائیاں ان دونوں  
فرمان رواؤں میں ہوئیں اگرچہ ان لڑائیوں کی تفصیل میں نے کسی کتاب میں  
نہیں دیکھی لیکن یہ ضرور ہے کہ ان محروکوں میں ہر دفعہ برتان نظام کو فتح ہوئی۔  
۹۲۹ھ میں ابراہیم عادل شاہ اور بجا پور کے ایک نامی امیر اسد خان بلکوانی کے  
درمیان مخالفت پیدا ہوئی برتان نظام نے امیر برید کے ساتھ بجا پور پر حملہ کیا اور  
یہ مشہور کیا کہ اتحاد مذہب کی وجہ سے نظام شاہ کو اسد خان نے اسی نواح میں طلب  
کیا ہے تاکہ بلکوان کا قلعہ نظام شاہی فرماں روا کے سپرد کرے۔ ابراہیم عادل

اس خبر سے مجدد پریشان ہوا اور بیجاپور کے قلعہ سے باہر نہ نکلا۔ برہان نظام حوالی شوال پور میں پہونچا اور زمین خاں کے پانچ بیٹوں پر قبضہ کر کے پرگنات کو خواجہ جہاں کے سپرد کیا اور خود آگے بڑھا۔ برہان نظام نے بلگوان کا رخ کیا اور صریح کلہراہ و مان دیاس کو تباہ و تاراج کر کے ان شہروں سے آبادی کا نام و نشان تک مٹا دیا اسد خان جو غلط خبر کے مشہور ہو جانے سے بلگوان میں مقیم اور ابراہیم عادل کی ملازمت حاصل کرنے سے قاصر تھا چھ ہزار سواروں کی جمیعت سے برہان نظام سے جا ملا۔ برہان شاہ نے تقدیر کو موافق تدبیر پاکر بیجاپور کا رخ کیا عادل شاہ چونکہ مقابلہ کی طاقت نہ رکھتا تھا اور پائے جہوپہ کو عبور کر کے من آباد گلبرگ چلا گیا۔ برہان نظام بیجاپور پہونچا اور چند روز شہر کا محاصرہ کیا لیکن جب اسے معلوم ہوا کہ اس محاصرہ سے کار براری نہ ہوگی تو عادل شاہ کے تعاقب میں گلبرگ روانہ ہوا۔ اسد خان جیسا کہ اپنی جگہ مذکور ہوا عماد الملک کے وسیلہ سے اہل بیجاپور کی امداد کے لئے آیا تھا۔

برہان شاہ نے مقابلہ میں کوئی خوبی نہ دیکھی اور امیر برید کے ہمراہ اپنے ملک کو واپس گیا اور حریف نے تعاقب کر کے احمد نگر تک اکثر پرگنوں اور قصبوں کو خراب و تباہ کیا۔ برہان اور امیر برید یہاں قیام نہ کر سکے اور دولت آباد روانہ ہو گئے اتفاق سے امیر برید نے اپنی اہل طبعی سے وفات پائی اور نظام شاہ نے پریشان ہو کر شاہ طاہر قاسم بیگ اور محمد دم خواجہ جہاں کے مشورہ سے پانچ پستہ جن پر اس یورش میں قبضہ کر لیا تھا عادل شاہ کو واپس کئے۔

۹۹۷ ہجری میں سلطان قطب شاہ لشکرانہ کا یاد شاہ ہوا برہان شاہ نے جلوس کی مبارکباد کے لئے شاہ طاہر کو گوکنڈہ روانہ کیا قطب شاہ نے لشکر راہی کا بیہانہ کیا اور اس تالاب پر جو احمد نگر کے سردار اور گوکنڈہ سے سولہ کوس کے فاصلہ پر واقع ہے شاہ طاہر سے ملاقات کی قطب شاہ سید طاہر سے اس طرح پیش آیا جیسا کہ مرید اپنے مرشد کے ساتھ سلوک کرتا ہے اور شاہ صاحب کو گوکنڈہ لے گیا اسی دوران میں برہان شاہ نے عید گنی کر کے راجہ راج و قطب شاہ کو عادل شاہی سرحدی پرگنات پر قبضہ کرنے کی ترغیب دی۔ شاہ طاہر کے گوکنڈہ سے

واپس آنے کے بعد نظام شاہ خود بھی شولا پور روانہ ہوا۔ عادل شاہ نے دیکھا کہ اس پر ہر جہاز جانب سے یورش ہو رہی ہے براہیم عادل نے پانچ بیٹے نظام شاہ کو واپس کئے اور راج کو بھی جس طرح ممکن ہوا اپنے سے راضی کیا۔ اسی دوران میں شاہ ایل صفوی نے سنا کہ برہان شاہ نے مذہب امامیہ اختیار کیا ہے بادشاہ ایران نے اتفاقاً سلیمان طہرائی المشہور بہ مہتر جمال کو جو بادشاہ کا چہر غمی باشی تھا مذہبی مبارک باد کے لئے احمد نگر روانہ کیا۔ شاہ ایل نے ایک ترکی قلام شاہ علی نام کو ایک عدد زمرہ جو ہائیوں بادشاہ سے حاصل ہوا تھا اور ایک قطعہ زمرہ جس پر مستصم باللہ عباسی کا نام کندہ تھا مع دیگر تحائف و پیش کش کے برہان شاہ کی بارگاہ میں روانہ کیا۔ شاہ ایل صفوی نے علاوہ ان ہدیوں کے ایک عدد عقیق کی انگوٹھی بھی روانہ کی جس پر التوفیق من اللہ کندہ تھا انگشتی عرصہ تک خود بادشاہ ایران کے ہاتھ میں رہی تھی۔ مہتر جمال احمد نگر پہنچا اور بادشاہ ایران کا نامہ اور تحائف و ہدیے برہان شاہ کی خدمت میں پیش کئے۔ برہان نظام نے ابتداءً تو مہتر جمال کی بیعت و تکریم کی لیکن آخر میں جب اس قاصد نے محفل شاہی میں بے باکانہ گفتگو اور نیز شاہ طاہر کے ساتھ بے ادبی شروع کی اور وحشت آمیز باتیں کرنا شروع کیں تو برہان نظام نے مہتر جمال کی حاضری دربار میں بہت کم کر دی اور ایسا قاصد سے ناراض ہوا کہ شاہ ایران کے مسلولہ تحائف کے جواب میں کوئی چیز خود نہ روانہ کی۔ شاہ طاہر اس ایمر سے بے حد بریشان ہوئے اور اپنے فرزند اکبر شاہ حمید کو جو صاحب فضل و کمال بزرگ بھی ہندوستان سے خطوط و تحائف کے ہمراہ ایران روانہ کیا۔

اس زمانہ میں برہان نظام شاہ نے راج کی مدد سے قلعہ گلبرگہ کی تسخیر کا ارادہ کیا اور آذر جان کے قصبہ کے قریب جو گلبرگہ کے مصافحات میں واقع ہے افواج عادل شاہی کا مقابلہ کیا بڑی خونریز اور شدید لڑائی ہوئی۔ اس معرکہ میں پہلے تو عادل شاہی افواج کے مہمہ و مہیرہ کو شکست ہوئی اور سپاہی بد حال معرکہ تنگ سے فرار ہی ہوئے لیکن آخر میں جبکہ خود عادل شاہ نے کیں گاہ سے نکل کر نظام شاہیوں پر جو تاغست و تاراج میں مشغول تھے حملہ کیا تو نظام شاہی فوج

مغلوب ہوئی اور اہل لشکر خیر و علم فیل و توپخانہ میدان جنگ میں چھوڑ کر احمد نگر کی جانب فراری ہوئے۔ برہان شاہ نے شاہ طاہر کو علی برید کے پاس روانہ کیا اور اس کو اپنا بھی خواہ بنا لئے گا اور وہ کیا علی برید نے اپنے باپ کی روش کے خلاف عادل شاہ سے جدا ہونا گوارا نہ کیا۔ علاوہ اس کے علی برید کے چچا خان جہاں نے شاہ طاہر سے ایک مذہبی مسئلہ دریافت کر کے کچھ بے ادبانہ گفتگو بھی کی شاہ طاہر بے نیل مرام احمد نگر واپس آئے اور برہان شاہ بریدیوں کے سلوک سے سید اذردہ ہوا اور اس انتقام کی غرض سے سفر کا سنا زو سامان درست کرتے لگانظام شاہ نے علی برید کے مقبوضہ قلعوں کا رخ کیا اور سب سے پہلے قلعہ اوسد کا محاصرہ کر کے اہل حصار کو پریشان کیا علی برید نے کلیان کا قلعہ پیش کر کے عادل شاہ کو اپنا مددگار بنایا۔ عادل شاہ نے بیجا پور سے کوچ کیا اور علی برید اس کے ہمراہ ہوا۔ برہان شاہ نے حریف کا مقابلہ کیا اور قلعہ اوسد سے ایک کوس کے فاصلہ پر جنگ ہوئی نظام شاہ نے حریف کو پسپا کر کے میدان سے بھگا دیا اور پھر حصار کو گھیر لیا۔ برہان شاہ نے تھوڑے ہی زمانہ میں عہد و پیمان کے ذریعہ سے قلعہ کو فتح کر لیا اور اس کے بعد برہان شاہ اودگیر روانہ ہوا اور اس قلعہ کو بھی سر کر کے حصار قندھار کا رخ کیا۔ اس قلعہ کے دوران محاصرہ میں ابراہیم عادل و علی برید نے ایک مرتبہ پھر عہد آرائی کی لیکن برہان نظام سے شکست کھائی اور بے شمار اسب و فیل اہل احمد نگر کے قبضہ میں آئے۔

۹۵۵ھ ہجری میں برہان شاہ قلعہ قندھار کو بھی فتح کر کے احمد نگر واپس آیا ابراہیم عادل کے ارکین دولت نے نظام شاہ کو لکھا کہ رعایا نے بیجا نگر یا دشاہ کے ظلم و جور سے تنگ آگئی ہے اور اس کا ارادہ ہے کہ شاہزادہ عبداللہ کو جو اس زمانہ میں بندرگودہ میں مقیم ہے قہر میں بلا کر اپنا بادشاہ بنائے لیکن یہ کام بغیر آپ کی مدد کے ممکن نہیں ہے برہان شاہ کو اچھا موقع ملا اور قطب شاہ کے ہمراہ ملکات عادل شاہ کی طرف روانہ ہوا۔ اتفاق سے اسی زمانہ میں اسد خاں قلعہ بلگوان میں قلیل ہوا اور برہان شاہ نے اپنے اصل مقصد کو اتوا میں ڈال کر حصار بلگوان پر قبضہ کرنے کی کوشش کی لیکن جیسا کہ اپنے مقام پر مذکور ہوا اسد خاں نے چند ہی روز میں وفات پائی اور قلعہ پر



ابراہیم عادل کا قبضہ ہو گیا برہان شاہ احمد نگر واپس آیا اور یاد شاہ کی واپسی کے بعد فوراً ہی شاہ طاہر نے کچھ دنوں علیل رہ کر ۹۵۶ ہجری میں وفات پائی اہل احمد نگر نے یہ غم و اندوہ کے ساتھ شاہ طاہر کو اولاد احمد نگر میں دفن کیا لیکن ٹھوڑے زمانہ کے بعد ان کی لاش کر بلائے مہلی بھیج دی گئی اور شاہ صاحب جناب امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے گنبد مبارک میں قبر شریف سے ڈیڑھ گز کے فاصلہ پر پیوند خاک کیے گئے۔ شاہ طاہر نے تین دختر اور چار فرزند یا دگا چھوڑے شاہ صاحب کے فرزندوں کے نام حسب ذیل ہیں۔ شاہ حیدر۔ شاہ رفیع الدین حسین۔ شاہ ابوالحسن۔ شاہ ابوطالب۔ ان میں چار فرزندوں میں شاہ حیدر عراق میں پیدا ہوئے اور بقیہ فرزند ہندوستان میں۔ شاہ حیدر جو اپنے باپ کی وفات کے وقت بادشاہ ایران شاہ طہاسب کے دربار میں موجود تھے شاہ طاہر کی وصیت کے موافق ایران سے ہندوستان آکر باپ کے قائم مقام ہوئے۔

شاہ طاہر کی وفات کے بعد برہان شاہ نے قاسم بیگ حکیم اور بویال رائو کو اپنا متحد علیہ بنایا۔ برہان نظام نے عماد شاہ کو بعض وجوہات کی بنا پر عادل شاہ سے برکشتہ کر دیا اور خواجہ جہاں کے ہمراہ قلعہ کلان پر لشکر کشی کی۔ برہان نظام نے حصار کو کا محاصرہ کر کے اہل قلعہ کو بے پریشان کیا۔ ابراہیم عادل نے بیشتر امرا لے کر برہان کو روانہ کیا اور ان کے عہد میں خود بھی روانہ ہوا۔ برہان کی امپورل نے سربراہ قیام کیا اور حریف کو غلہ اور اذوقہ کی چیزیں تکلیف ہوئے لگی یہ امیر بھی کبھی بطریق دزدی دشمن کے لشکر کو جاتے اور کبھی حریف پر خون مارتے اور ان کو آرام سے سونے نہ دیتے تھے برہان نظام نے حکم دیا کہ لشکر کے گردین گزار بعض مقامات پر چار گز کا حصار کھینچا جائے جس کی وجہ سے کلیدان کا قلعہ ایک جدید حصار کے اندر آ گیا ابراہیم عادل بھی حصار کے قریب پہنچا اور برہان نظام کے پہلو میں مقیم ہوا عادل شاہ نے بھی اپنے لشکر کے گرد ایک حصار کھینچوایا چونکہ برہان کا مہینہ آگیا اور غلہ اور اذوقہ اور نیز دیگر محتاج احمد نگر کے لشکر میں پہنچ سکیں اور لوگ دو تین روز کے فاقہ سے روزہ رکھنے لگے برہان شاہ ان واقعات سے بھیجہ پریشان ہوا اور اس نے اپنے اراکین و دولت سے مشورہ کیا۔ بعضوں نے کہا کہ بہتر یہ ہے کہ ہم واپس جائیں اور بعضوں نے

جواب دیا کہ دیوار کے اندر سے داخل ہو کر حریف سے جنگ آزمائی کرنا چاہئے اگر ہم کو فتح ہو تو دوبارہ قلعہ کا محاصرہ کریں اور اسے گھوڑے زمانہ میں فتح کر لیں اور اگر شکست ہو جائے تو اپنے ملک کو واپس ہوں برہان شاہ نے کہا کہ ہمارے گھوڑے بہت خستہ ہو گئے ہیں اور ان میں معرکہ آزمائی کی طاقت باقی نہیں ہے بہتر یہ ہے کہ ہم بساط جنگ کو الٹ کر احمد نگر کی راہ لیں اور پھر کسی موقع سے اس ملک پر لشکر کشی کریں شاہ طاہر کے بھائی شاہ جعفر اور قاسم بیگ حکیم نے اس رائے سے اتفاق کیا اور کہا کہ ہم بارہا دشمن پر غالب آچکے ہیں اگر اس مرتبہ ہم کو شکست ہو جائے تو مضائقہ نہیں ہے برہان شاہ خاموش ہو رہا اور دربار پر غصہ کر کے گھوڑے پر سوار ہوا اور تنہا دیو پال برہمن کے پاس گیا اور اس سے مشورہ کیا دیو پال رائے نے جواب دیا کہ کل عید کا روز ہے میں صبح کو اس کا جواب عرض کروں گا لیکن بادشاہ خراجی کو ختم دیدیں کہ جو کچھ میں طلب کروں بلا کسی خیال کے میرے حوالہ کرے اور میرے علم کی تعمیل میں پس پیش نہ کرے برہان شاہ کو دیو پال کے اوپر پورا اعتماد تھا نظام شاہ نے اس کی رائے کے موافق احکام صادر کئے دیو پال نے اس رات ایک لاکھ ہون خزانہ شاہی سے حاصل کئے اور نظام شاہی دربار کے سب سے بڑے امیر عین الملک کے پاس گیا اور اس سے کہا کہ صورت حال کی تم کو خود خبر ہے بغیر جنگ آزمائی کے محاصرہ سے ہاتھ اٹھا کر اپنے ملک کو واپس جانا ہمارے دل خرابیوں کا باعث ہے کسی کے ساتھ اس پریشانی کے عالم میں دل شکستہ لشکر کو ساتھ لے کر بادشاہ کے ہمراہ صفائی کرنا بھی دشوار ہے اب اس معاملہ میں تم نے کیا تدبیر سوچ لی ہے اور تمہارا کیا ارادہ ہے عین الملک نے کہا کہ ہم لوگ اہل سیف ہیں سیاست کا ردائی سے ہم کو سروکار نہیں ہے تم جو کچھ مناسب ہو عمل کرو دیو پال رائے نے کہا کہ میری رائے یہ ہے کہ عید کے دن صبح کو اپنا لشکر آراستہ کرو اور حریف پر حملہ آور ہو غلامیہ دشمن کی فوج کا ہر فرد سامان عید میں مشغول اور ہم سے بالکل غافل ہو گا امید ہے کہ اس طرح ہم حریف کو پامال کر سکیں گے۔ عین الملک نے دیو پال کی رائے سے اتفاق کیا۔ دیو پال رائے نے رقم مذکور عین الملک کے حوالہ کی اور کہا عید کے اخراجات کے یہاں سے یہ رقم سپاہیوں کو تقسیم کر دو۔ عین الملک نے عید کا چاند دیکھتے ہی رقم مذکورہ امیروں اور سپاہیوں میں

تقسیم کر دی اور ان سے کہا کہ صبح تڑ کے بادشاہ کے سلام کے لئے مستعد رہیں صبح کو یہ معلوم ہوا کہ عادل شاہی فوج عید منانے میں مصروف ہے اور کسی کو بھی دشمن کا خیال باقی نہیں ہے عین الملک اپنے لشکر کے حصار میں رخنہ کر کے باہر نکلا اور دشمن کے قریب پہنچ کر فیلان کو ہیکر کے صدمہ سے ان کے لشکر کے گرد کی دیوار چالیس گز گرا دی اور اطمینان کے ساتھ حصار کے اندر داخل ہو کر قتل و غارتگری میں مشغول ہوا عادل شاہی فوج بالکل غافل تھی ہر شخص نے راہ فرار اختیار کی عادل شاہ اس وقت غسل کر رہا تھا اس ہنگامہ میں ان کو کپڑے بدلنے کا موقع بھی نہ ملا اور جلد سے جلد اس معرکہ سے علیحدہ ہو کر ایک گوشہ میں آیا۔ عادل شاہی جتیر و علم اور بے شمار گھوڑے اور ہاتھی نظام شاہی قبضہ میں آ گئے اور اذرجان کی شکست کی تلافی ہوئی اسی دوران میں معلوم ہوا کہ ایک گروہ سیف الملک کی طرف سے مبارکباد عرض کرنے کے لئے آیا ہے برہان کو حقیقت حال سے اطلاع نہ تھی اسی وقت سوار ہوا اور قلعہ کے سامنے کھڑے ہو کر قسم کھائی کہ ابالی قلعہ اگر آج حصار میرے سپرد نہ کرینگے تو قلعہ کو جبر و قہر سے سر کر کے حصار میں آگ لگا دوں گا اور تمام زن و مرد کو جلا کر خاک سیاہ کر ڈالوں گا یہ خبر اہل قلعہ کو معلوم ہوئی اور انھوں نے حصار نظام شاہ کے سپرد کر دیا۔

عادل شاہ نے معرکہ جنگ سے کوچ کر کے نظام شاہی ممالک کا رخ کیا اور بیڑ و دیگر پرگنائت کو تنہا کر کے قلعہ پرندہ پر و صا داکیا اہل قلعہ بے خبر اور حصار کے دروازہ کشادہ تھے سپاہی تلواریں ہاتھ میں لئے ہوئے بلا تکلف قلعہ کے اندر داخل ہو گئے۔ خواجہ جہاں کے اکثر سپاہی قتل کئے گئے عادل شاہ نے قلعہ پر قبضہ کر کے حصار اپنے ایک معتمد اور دینی امیر کے سپرد کیا اور خود بیجا پور واپس آیا۔

نظام شاہ نے یہ خبر سنی اور قلعہ کلیان اپنے ایک امیر کے حوالہ کر کے جلد سے جلد پرندہ پہنچا برہان نظام قلعہ پرندہ کو رستے دو منزل کے فاصلہ پہنچا اور پتھانہ داررات کے وقت چھری آواز کو صدا کے بغیر سمجھا اور پریشان ہو کر پلنگ پر سے اٹھا اور قلعہ کا دروازہ کھول کر فرار ہو گیا باقی سپاہی بھی بد دل ہو کر حصار سے نکل گئے نظام شاہ دو روز کے بعد قلعہ میں پہنچا اور حصار کو خالی پایا۔ برہان نظام نے قلعہ خواجہ جہاں کے سپرد کیا اور خود احمد نگر واپس آیا۔ برہان نظام نے اسی زمانہ میں راجراج بیجا نگر سے

دوستی بڑھائی اور خیل و شتم کے ساتھ عادل شاہی مملکت سے گزرتا ہوا قلعہ شولا پور کے  
 نواح میں پہنچا اور راجہ سے ملاقات کی۔ برہان شاہ نے راجہ سے یہ طے کیا کہ راجہ قلعہ راچپور  
 اور مرکل پر اور خود برہان نظام قلعہ شولا پور پر قبضہ کرے۔ اس قرار داد کے موافق راجہ نے  
 راچپور اور مرکل کا اور برہان نظام نے شولا پور کا محاصرہ کر لیا۔ برہان شاہ نے شولا پور کے  
 حصار کو فتح کر کے راجہ کی امداد کے لئے راچپور کا رخ کیا صحیح روایت یہ ہے کہ چند روز کے  
 بعد برہان نظام نے تنگناوری سے کہا کہ اب موسم پرشکال قریب آگیا ہے ہم کو اور  
 راجہ کو اس قلعہ کے محاصرہ میں نہ مانہ بسر کرنا تنبیہ اوقات ہے اگر تم مناسب سمجھو تو میں  
 شولا پور پہنچ کر حصار شولا پور کا پھر محاصرہ کر لوں تاکہ دونوں حصار ایک ہی وقت میں فتح  
 ہو جائیں تنگناوری نے راجہ کو سمجھا کر اس امر کی اجازت لی اور برہان نظام راجہ کی  
 فوج کا ایک حصہ لشکر کے ساتھ روانہ ہوا قلعہ شولا پور پر پھر اور چونہ سطح زمین پر تعمیر  
 کر دیا گیا ہے برہان شاہ نے اس قلعہ کا محاصرہ کر لیا اور رومی خاں کی کوشش سے جو دراصل  
 محمود شاہ گجراتی کا ملازم تھا تین ماہ کے عرصہ میں قلعوں کی ضرب سے حصار کو سر کر لیا۔  
 برہان نظام نے ارادہ کیا کہ گلبہگہ جاکر وہاں کے حصار کو بھی فتح کرے اسی دوران میں  
 توپ کی ضرب سے دیوار حصار میں تین گز سوراخ کر کے اس قلعہ کو بھی فتح کر لیا برہان نظام  
 کو معلوم ہوا کہ راجہ راجہ راچپور اور مرکل کے قلعوں پر قبضہ کر کے بیجا نگر واپس گیا ہے برہان شاہ  
 نے اس سال گلبہگہ کی ہیم کو ملتوی رکھا اور احمد نگر واپس آیا۔ رومی خاں نے جو دراصل  
 شاہ طاہر کا دست گرفتہ تھا برق السامریہ میں حصار شولا پور کے مقابلہ میں نصب کر کے  
 قلعہ کے برج و بارہ کو زمین کے برابر کر دیا۔ ہر روز اس حصار میں رخنہ پیدا ہوتا تھا یہاں تک  
 کہ دیوار میں سپاہیوں کے داخل ہونے کے قابل راستہ ہو گیا۔ برہان شاہ اس خیال سے  
 کہ کہیں راجہ راجہ راچپور پر قبضہ کر کے اپنے ملک کو واپس نہ جائے شولا پور کی تسخیر میں جلدی  
 کر رہا تھا۔ برہان نظام سے ہندوؤں کے ایک گروہ نے جو رومی خاں کا ہم پیشہ تھا  
 عرض کیا کہ حصار کی تسخیر میں جو تاخیر ہو رہی ہے اس کا سبب خود رومی خاں ہے اگر یہ  
 چاہے تو قلعہ جلد سے جلد فتح ہو سکتا ہے۔ برہان نظام کو غصہ آیا اور اس نے ارادہ  
 کیا کہ رومی خاں کو اپنے ہاتھ سے قتل کرے ارکان دولت اور اعیان حضرت نے  
 سفارش کی اور رومی خاں نے اقرار کیا کہ دس روز میں دیوار حصار کو خاک کے

برابر کروں گا رومی خاں نے اپنا کام شروع کیا اور اس میں شہر نہیں کہ حصار کو فتح کرنے میں اس نے اعجاز سے کام لیا اور اپنے وعدہ سے پیش تر ہی قلعہ کو خاک کے برابر کر دیا نظام شاہی فوج قلعہ کے اندر داخل ہوئی اور انھوں نے حصار کو فتح کر کے بادشاہ کو خوش کیا برہان نظام نے قلعہ کو از سر نو تعمیر کرایا اور رومی خاں کو شاہانہ نوازش سے سرفراز کر کے اپنے اسپ خاصہ پر سوار کرایا اور شاہزادہ حسین کو حکم دیا کہ بارہ قدم اس کی رکاب کے ساتھ پیادہ پا چلے اور اسی مہربانی کی وجہ سے راجا کا سر کہ بھی جیسا کہ مذکور ہو گا رومی خاں کی کوشش سے سر ہوا۔

۹۶۶ء ہجری میں برہان نظام نے دوبارہ عادل شاہی ملک فتح کر نیکارادہ کر کے راجا سے یہ طے کیا کہ قلعہ ساغرا اور اشگر پر راجا اور راجا پور اور گلبرگہ نظام شاہ قبضہ کرے۔ ۹۶۷ء ہجری میں برہان شاہ راجا کے ہمراہ بیجا پور روانہ ہوا عادل شاہ مقابلہ نہ کر سکا اور ہٹا چلا گیا برہان شاہ نے قلعہ بیجا پور کا محاصرہ کیا قریب تھا کہ قلعہ فتح ہو کر برہان شاہ داخل ہوا اور قاضی حکیم کی رائے سے احمد نگر واپس آیا اور اسی مرض میں دنیا سے کوچ کر گیا برہان شاہ اپنے باپ کے پہلو میں باغ روضہ میں دفن کر دیا گیا تھوڑے زمانہ کے بعد احمد نظام و برہان شاہ کے تابوت کر بلائے معلیٰ روانہ کئے گئے اور حضرت شہید کر بلا کے گنبد مبارک سے باہر ایک گز کے فاصلہ پر دفن کر دئے گئے۔

اسی سال سلطان محمود گجراتی اور سلیم شاہ بادشاہ دہلی نے وفات پائی مورخ فرشتہ کے والد مولانا غلام علی نے ان تینوں فرمانرواؤں کی رحلت کا مادہ تاریخ زوال خسرواں نکالا۔ برہان نظام شاہ نے چٹنی اولاد پر قید حیات چھوڑی اس کے اسماء حسب ذیل ہیں۔ حسین و عہد القادر جو بی بی آمنہ کے لطن سے تھے۔ شاہ علی حسن کی ماں کا نام بی بی مریم و معتربوسف عادل شاہ تھا۔ شاہ حمید جو محمد و خواجہ جہاں کا داماد تھا۔ میراں محمد یا قریو بیجا پور میں فوت ہوا اور شاہزادہ محمد خدا بندہ جس نے بنگال میں وفات پائی۔ حسین نظام شاہ برہان نظام شاہ نے وفات پائی اور اس کا فرزند اکبر حسین نظام شاہ بن تیس سال کے سن میں باپ کا جانشین ہوا شاہزادہ عبدالقادر نے برہان نظام شاہ جو باپ کا بہت پیارا فرزند تھا مخالفت کی اور عین جلوس کے روز مع اپنے بھائیوں کے قلعہ سے باہر نکل آیا۔ امرائے احمد نگر کے دو گروہ ہو گئے

غریب اور حبشی امیر دل نے حسین شاہ کا ساتھ دیا اور اہل دکن اور ہندو قصبہ بیکانپور کے قریب امیران عبدالقادر کے گرد جمع ہوئے اور اس کے سر پر چتر شاہی سایہ فگن کیا گیا۔ دوسرے شاہزادے یعنی محمد خدا بندہ۔ شاہ علی۔ شاہ حیدر و میران محمد باقر بھی عبدالقادر کی ہوا خواہی کا دم بکھرنے لگے۔ قریب تھا کہ بھائیوں میں خونریز معرکہ آرائی ہو۔ کہ قاسم بیگ حکیم کی سعی و تدبیر سے چاہیہا پانچ سو سوار اور حوالہ دار شاہزادہ عبدالقادر سے جدا ہو کر حسین نظام شاہ کی خدمت میں پہنچ گئے۔ اہل قلعہ اس واقعہ سے قوی دل ہوئے اور حسین نظام کے سر پر چتر و آفتاب گیر کا سایہ کر دیا گیا۔ اہل قلعہ نے شاہزادہ عبدالقادر کے دفعیہ پر کمر بستہ بانگی اور لوگوں پر درم و دینار کی بوجھار کرنے لگے۔ کئی ایروں یعنی خورشید خاں اور عالم خاں میدانی وغیرہ نے حسین نظام شاہ کا معاملہ قوی دیکھ کر قاسم بیگ کے دھیلے سے قول نامہ حاصل کیا اور عبدالقادر کی رفاقت ترک کر کے اپنے اپنے مکانات میں جا بیٹھے۔ شاہزادہ عبدالقادر زمانہ کی نیرنگیوں سے حیران ہوا اور اپنے بھائیوں اور قریب داروں سے مشورہ کیا سمجھوں نے سلامتی اسی میں دیکھی کہ راہ فرار اختیار کریں۔ عبدالقادر اپنے غصوں ہم نشینوں کے ساتھ عماد الملک کے پاس برار روانہ ہوا اور وہیں فوت ہو گیا۔ شاہ علی محمد خدا بندہ اور میران محمد باقر بیکانپور اور شاہ حیدر پرندہ میں پناہ گزین ہوئے۔ غرض کہ حسین نظام کے لئے ملک موروثی رقبوں سے پاک ہوا اور آٹھ اہل بیت کا خطبہ جاری کر کے استقلال کے ساتھ حکمرانی کرنے لگا۔ حسین نظام نے شکار سے زمانہ کے بعد عبدالقادر کے بھی خواہ امیر دل کو قرار واقعی سردار دی سیف حسین الملک جو سلطان بہادر گجراتی کے بعد احمد نگر اکبر عہدہ پہنچے سالاری پر فائز ہوا تھا بادشاہ سے خوف زدہ ہو کر برار چلا گیا۔ خواجہ جہاں حاکم پرندہ نے جس کی دختر شاہزادہ حیدر کے جہانہ عقد میں تھی ارادہ کیا کہ ابراہیم عادل کی مدد سے اپنے داماد کو احمد نگر کا بادشاہ بنائے۔ خواجہ جہاں نے قریب اور تہنیت کے مراسم ادا نہ کیے حسین نظام شاہ یہ اخبار سن کر غضبناک ہوا لیکن تمام محبت کے لئے ایک نامہ خواجہ جہاں کے نام روانہ کیا خواجہ جہاں حیران ہوا کیونکہ اس کو نہ بادشاہ کی مخالفت کا یار تھا اور نہ منصور کی میں حاضر ہو سکتا تھا۔ حاکم پرندہ نے ایک جواب دو روز صواب روانہ کیا اور لکھا کہ چونکہ مجھ سے ایک قصور سرزد ہو گیا ہے اس لئے خوف و ہراس کی وجہ سے آستانہ بوسی سے

معذور ہوں اس وقت میری حاضری معاف فرمائی جائے پھر کسی وقت آستانہ شاہی پر پہنچ کر فرسائی  
 کروں گا۔ حسین نظام کو یقین ہو گیا کہ خواجہ جہاں احمد نگر نہ آئیگا بادشاہ پرندہ روانہ ہوا  
 اور اسی نے قتل و غارتگری کا بازار گرم کیا خواجہ جہاں احمد پریشان ہوا اور اپنے ایک  
 عزیز کو قلعہ کی محافظت کے لئے حصار کے اندر چھوڑا اور خود فریادری کے لئے ابراہیم عادل  
 کے پاس بجا پو پہنچ گیا۔ نظام شایموں نے قلعہ کا محاصرہ کر لیا اہل قلعہ چونکہ عادل شاہ کی  
 امداد پر مفرور تھے انھوں نے شام تک حریف کا مقابلہ کیا لیکن نظام شاہ کے کوچیوں  
 نے حصار میں رخنہ کر دیا اور فوج نے حصار میں داخل ہو کر اہل قلعہ کا قلعہ فتح کر دیا۔  
 حسین نظام نے قلعہ پر قبضہ کر لیا اور رخنہ کو سد و دگر کے حصار اپنے ایک امیر کے  
 سپرد کیا اور خود احمد نگر واپس آیا اکثر شاہزادے اور محذورم خواجہ جہاں حسین نظام کے  
 خوف سے ابراہیم عادل کے دامن میں پناہ گزین تھے۔ اس دسمیان میں سیف  
 عین الملک بھی براہ سے بجا پور آیا اور بادشاہ کی ملازمت سے سرفراز ہوا۔ عادل شاہ  
 نے اپنے بھوپلی زاد بھائی میراں شاہ علی کو چتر و آفتاب کی عطا کیا اور یہ ارادہ کیا کہ احمد نگر  
 کے جو امیر حسین نظام کے قہر و غضب سے ہر سال ہیں ان کو میراں علی شاہ کے  
 گرد جمع کر کے اپنے بھائی کو احمد نگر کے تخت حکومت پر بٹھائے۔ حسین نظام نے یہ  
 اخبار سنے اور داسو پنڈت کو عہد الملک کے پاس روانہ کیا تاکہ عہد الملک نظام شاہ کا  
 رفیق طریق ہو اور یہ دونوں فرمانروا اپنی متفقہ قوت سے عادل شاہ کے غم کو فرو  
 کریں عہد شاہ نے تقریباً سات ہزار سوار پاسا ویراق نظام شاہ کی مدد کے لئے روانہ  
 کئے۔ حسین نظام عہد شاہی فوج کو اپنے ہمراہ لے کر شولا پور کی طرف جس کا عادل شاہ  
 محاصرہ کئے ہوئے تھا روانہ ہوا۔ حسین نظام سفر کی منزل میں طے کرتا ہوا حریف کے  
 قریب پہنچا۔ عادل شاہ نے مصمم ارادہ کر لیا تھا کہ اپنا انتقام نظام شاہ سے لے اور جو  
 شکست کہ حریف سے کھا چکا ہے اس کا تدارک کرے۔ طرفین نے اپنی فوجیں مرتب  
 کیں اور جنگ آزمائی میں مشغول ہوئے۔ سیف عین الملک نے جو عادل شاہ کے  
 ہمراہ تھا عہد شاہی اور نظام شاہی ہر اول لشکر کو درہم دہم کر دیا۔ نظام شاہی میسرہ بھی  
 پراگندہ ہو گیا اور عین الملک نے حریف کے جبر و ظلم کا رخ کیا۔ نظام شاہی بہادر  
 حریف کے قلعے میں مشغول ہوئے اور تقریباً چار سو بہادران روزگار جو ہر کہیں ثابت قدم

رہ چکے تھے نہ تیغ کئے گئے۔ عین الملک کا خواہر زادہ سہمی صلابت خاں بھی زخمی  
 ہو کر گھوڑے سے گرا۔ عین الملک کا قاعدہ تھا کہ جب ہر جنگ میں پریشان ہو سنا تو  
 سواری سے اتر کر اپنے سپاہیوں کو جنگ کی ترغیب دیتا تھا۔ عین الملک قاعدہ کے  
 موافق اس معرکہ میں بھی گھوڑے سے اتر اور ایسی داد مردانگی دی کہ احمد نگر کی فوج نے  
 راہ فرار اختیار کی اور نظام شاہی علم کے پاس صرف ایک ہزار سوار اور سو ہاتھی باقی  
 رہ گئے۔ حسین نظام باوجود اپنے لشکر کی بے ترتیبی اور فرار کے ثابت قدم رہا اور برابر  
 ترکی بہ ترکی جواب دیتا رہا۔ ظاہر ہے کہ دشمن پر فتح پانا محض تائید الہی پر منحصر ہے  
 اور اس میں اپنی کوشش اور سعی کو مطلق دخل نہیں ہے۔ چنانچہ اس موقع پر بھی اسی امر کا  
 ظہور ہوا اور چند کوتاہ اندیش افراد نے عادل شاہ کو یہ خبر دی کہ سیف عین الملک کھنڈ  
 جیلہ کر کے بچا پورا آیا تھا اب معرکہ کارزار میں گھوڑے سے اتر کر نظام شاہ کے سامنے  
 سلام و مہرے کے لئے کھڑا ہے عادل شاہ نے اس خبر کی صداقت پر یقین کر لیا اور  
 اپنے امیروں اور سپاہیوں کو میدان جنگ میں چھوڑ کر خود بچا پور روانہ ہو گیا۔ عین الملک  
 جو کہ تقریباً دشمن پر فتح پا چکا تھا یہ خبر سنتے ہی جنگ آزمائی سے دست بردار ہوا اور  
 صلابت خاں کو چادر میں باندھ کر پریشان بد حال بچا پور روانہ ہوا اور نظام شاہ کے  
 ساتھ تھوڑی جمعیت رہ گئی تھی اس نے حریف کا تعاقب کرنا مناسب نہ خیال کیا اور  
 جیسا کہ قالیچ عادل شاہیہ میں مذکور ہے دو روز کے بعد احمد نگر روانہ ہو گیا۔ سیف عین الملک  
 سرحد عادل شاہی کے باہر نکل گیا اور ان اطراف میں اس کو قیام کر نیکام موقع نہ  
 حاصل ہوا۔ عین الملک صبح اپنے گروہ کے سرحد نظام شاہی میں داخل ہوا اور نظام شاہ  
 اس کے فتنہ سے ابھی مطمئن نہ ہوا تھا اور جو زعم کہ عین الملک سے کھائے گئے وہ جنگ  
 چھوڑے تھے۔ حسین نظام نے بظاہر عین الملک کے دو دو پر اظہار شادمانی کیا اور  
 کہا کہ یہ ہمارے نصیب کی یادوری ہے کہ عین الملک دوبارہ ہمارے پاس آ رہا ہے یہ  
 امیر حقوق سابقہ کا لحاظ کر کے اپنے کو ہمارے امرا میں داخل کرنا چاہتا ہے حسین نظام  
 نے بلا تامل حکیم ماسم بیگ کو جو بادشاہ کا محرم راز اور خاندان نظام شاہی کا سب سے  
 بڑا امیر تھا عین الملک کے استقبال کے لئے روانہ کیا اور ایک نامہ اس مضمون کا  
 لکھا کہ ہماری خواہش و دیرینہ آرزو نے بے انتہا اژدہ کھایا کہ تم کو کشاں کشاں



اس طرف لے آئی اگر اتفاق سے چند روز تم ہماری ملازمت سے محروم رہے تو اس سے  
 ملول اور خوف زدہ نہ ہو اور ہماری توجہ و لوازش کو سابق سے وہ چند خیال کر کے بالکل  
 مطمئن ہمارے حضور میں حاضر ہو تاکہ ہم تمہارے قدیمی اقطاع و مناصب پر سر فراد کر کے  
 تم کو تمہارے ہم عصروں میں محسوس زمانہ بنائیں۔ مزید اطمینان کے لئے قول نامہ و نگہ  
 اپنے خاصہ کے روال میں باندھ کر تمہارے پاس روانہ کرتا ہوں تمہیں چاہیئے کہ  
 ہمارے محرم راز ایسر حکم قاسم بیگ کے ہمراہ جلد ہمارے حضور میں حاضر ہو اور اس  
 ہماری مجلس کو اپنی عدم موجودگی سے زیادہ بے لطف نہ بناؤ۔ قاسم بیگ سرحد پر  
 پہنچا اور اس نے عین الملک سے ملاقات کر کے بادشاہ کا نامہ و پیغام پہنچایا عین الملک  
 نے دو شرطوں پر اپنی حاضری کو محمول کیا ایک یہ کہ حسین نظام خود اس کے استقبال  
 کو آئے اور دوسرے یہ کہ عین الملک جب بادشاہ سے ملنے جائے تو اس کی دلچسپی تک  
 قاسم بیگ اس کے لشکر میں مقیم رہے۔ قاسم بیگ نے کہا کہ مجھ کو نصحت کرو تاکہ میں  
 تمہاری ملاقات کا بادشاہ سے ذکر کر کے واپس آؤں اور تمہاری واپسی تک تمہارے  
 لشکر میں مقیم رہوں۔ عین الملک نے قاسم بیگ کو اجازت دیدی اور قاسم بادشاہ کی  
 مجلس میں حاضر ہوا لیکن رنگ صحبت و گرگوں دیکھ کر اپنے مکان گیا اور اس نے  
 روغن بادرا اپنے سر اور منہ پر مل لیا جس کی وجہ سے بدن اور منہ سوج گیا قاسم بیگ  
 بیمار ہو گیا نہ کر کے صاحب فراش ہوا اور حسین نظام نے اپنے درباریوں کے  
 ایک گروہ کو لہذا کھانوں اور شربت کے ہمراہ عین الملک کے پاس روانہ کیا اور  
 اس سے کہا کہ تم فلاں وقت مجھ سے ملاقات کرو۔ بادشاہ نے عین الملک کو پیغام  
 دیا کہ چونکہ قاسم بیگ بیمار ہو گیا ہے وہ تمہارے پاس نہیں آسکتا تم اپنی جگہ سے  
 انگو میں تمہارے استقبال کے لئے آتا ہوں۔ عین الملک نے اپنے قاصد  
 قاسم بیگ کے پاس روانہ کئے قاصدوں نے قاسم بیگ حکیم کو بری حالت میں مبتلا  
 دیکھا اور واپس ہو کر عین الملک کو اس کے حال سے اطلاع دی۔

عین الملک کو معلوم ہوا کہ بادشاہ اس کے استقبال کے لئے سوار ہوا ہے  
 عین الملک مجبور ہوا اور صلابت خاں کے ہمراہ ایک گروہ قلیل کو ساتھ لیکر روانہ  
 ہوا۔ عین الملک کے غلام قبول خاں نے ہر چند اپنے مالک کو روانگی سے منع کیا

اور کہا کہ قاسم بیگ کا علیل ہو جانا محض ایک جعل و فریب ہے لیکن اس کی تقریر کا اثر نہ ہوا۔ قبول خاں اپنے مالک سے جدا ہو گیا اور لشکر میں پہنچ کر اس نے بہنوں سے کہا کہ تمام لوگ کوچ کر کے ٹھہریں آئیں اور جس مقام پر بادشاہ نے ان کو فروکش کرا نیسکا ارادہ کیا ہے وہیں قیام کریں قبول خاں نے عورتوں کو مردانہ لباس پہنا یا اور خود علیل حوشم کے ساتھ سوار ہوا۔ عین الملک بنگاپور کے نواح میں پہنچا اور دیکھا کہ نظام شاہ ایک مسطح میدان میں گھوڑے پر سوار ہے اور اس کے سامنے دونوں طرف ہاتھی کھڑے کئے گئے ہیں جس کی وجہ سے ہاتھیوں کے قطار کے درمیان ایک کوچہ بن گیا ہے اہل دربار کا ایک گروہ عین الملک کے پاس آیا اور اس کو صلابت خاں کے ہمراہ گھوڑے پر سوار کو کوچہ کے اندر لے گیا ایک گروہ دوسرا آیا اور اس نے عین الملک سے پیادہ ہونے کی درخواست کی۔ عین الملک کا مدعا تھا کہ اسی طرح سوار بادشاہ سے ملاقات کرے اس گروہ کے اصرار سے دل میں دنجیدہ ہوا لیکن مجبوراً گھوڑے سے اترا اور آگے بڑھا عین الملک نے رکاب پوسی کے ارادہ سے سر جھکایا لیکن ہنوز رکاب پر لب بھی نہ لگائے تھے کہ بادشاہ کے حکم سے عین الملک اور صلابت خاں دونوں گرفتار کر کے ہاتھیوں پر سوار کر لئے گئے۔ عین الملک نے شکار کو دام میں گرفتار پا کر کوچ کیا شاہی فوج بنگاپور پہنچی اور فیلبان نے ہا کسی کو اطلاع دیتے ہوئے دونوں مجرموں کا گلا گھونٹ کر ان کے مردہ جسم زمین پر پھینک دیئے۔ عین الملک نے یہ دیکھ کر کہا کہ یہ غریب خوف کی وجہ سے مر گئے۔ بادشاہ نے ان کی تجہیز و تکفین کے لئے ایک گروہ کو نامزد کیا اور حکم دیا کہ عین الملک کی عورتیں اور اس کا مال و اسباب شاہی ملاحظہ میں پیش ہو۔ اور بقیہ مال تاخت و تاراج کر دیا جائے قبول خاں اپنی عاقبت اندیشی سے ان واقعات سے باخبر تھا اس نے عین الملک اور صلابت خاں کی عورتوں کو سوار کرایا اور تقریباً پانچ سو سواروں کے ساتھ جو سب کے سب عین الملک کے ملازم تھے اسب و فوجی ہاتھ میں لے کر ابراہیم قطب شاہ کے ملک کو روانہ ہوا۔ نظام شاہی ملازموں نے قبول خاں کا تقاب کیا اور چند جگہ معرکہ رانی ہوئی لیکن قبول خاں نے مردانہ و اریسی جنگ کی کہ زمین و آسمان نے اس کی بہادری کی تعریف کی۔ قبول خاں قصیدہ اندور کے حوالی میں پہنچا نظام شاہی امیر جو

ان حد و حد میں موجود تھے حقیقت حال سے اطلاع پاتے ہی سربراہ مد مقابل ہوئے قبول خاں غنیمت خاں کی طرح اپنے پانچ سو سواروں کے ساتھ مقابلہ میں آیا دشمن کے پاس پانچ ہزار سوار تھے لیکن قبول خاں نے اس مردانگی سے جنگ کی کہ جس کی نظیر مشکل سے دستیاب ہو سکتی ہے آخر کار قبول خاں نے فتح پائی اور ظریف الملک چند خاں دلا در خاں پاکباز خاں وغیرہ نظام شاہی امیروں کو خاک و خون میں ملا دیا اور بے شمار مال غنیمت حاصل کر کے صحیح و سالم کوکٹنڈہ پہنچا۔ ابراہیم قطب شاہ نے قبول خاں کی وفاداری اور اپنے مالک کے وارثوں کے ساتھ اسکا سلوک سن کر اس کو عمدہ جاگیر عطا کی۔ قبول خاں تاحیات ہر سال ایک گروہ کو احمد نگر روانہ کرتا اور عین الملک و سلاہت خاں کی قبروں پر جو قبضہ بنکا پور میں واقع ہیں آتش و تان جوتا اور فقیروں کو تقسیم کرانا تھا اور قبر کے مجاوروں کو نقد و انعام دیکر مسرور و خوش کیا کرتا تھا ان صاحبوں کی شجاعت و مردانگی دکن میں اس قدر مشہور و معروف ہے کہ جو انہر و وہا در لوگ ان کی قبر کی خاک چاٹتے ہیں اور اپنے جسم میں زیادتی قوت و شجاعت کے لئے ان کی ارواح سے مدد طلب کرتے ہیں۔

عین الملک کا باپ مسیحی سیف الملک عراق کا باشندہ تھا اور غوثین الملک کا مولد ملک گجرات ہے۔ سلاطین گجرات نے عین الملک میں مردانگی و شجاعت کے آثار دیکھ کر اسے اپنے منصب داروں کے گروہ میں داخل کیا عین الملک نے شاہیستہ خدمات انجام دیں اور فرمانروایان گجرات نے اسے امرائے کبار کی صف میں جگہ دی۔ عین الملک نے جو انہر وں اور بہادران روزگار کو اپنے گرد جمع کرنا شروع کیا اور دس ہزار مغل عرب افغان گجراتی جیشی اور دکنی وغیرہ سپاہیوں کو دس بارہ سال کے عرصہ میں فراہم کر لیا عین الملک اپنے سپاہیوں سے برا درانہ سلوک کرتا اور اتحاد ملازم کے برتاؤ سے پرہیز کرتا تھا۔ اس سبب دشمنہ خاصہ اس کی سرکار میں موجود نہ تھے جب کبھی سوار ہوتا اپنے ملازمین سے کسی کا گھوڑا طلب کر لیتا اور سفر کی حالت میں معمولی سواروں میں سے کسی سوار کے خیمہ میں قیام کرتا تھا۔ عین الملک کو جب کبھی کوٹلیا احمد ملک جاگیر میں ملتا تو اپنے سپاہیوں کو بلاتا اور کہتا تھا کہ خدا نے بزرگ نے جب قلاں جاگیر ہم بجا بیٹوں کو عنایت فرمائی ہے سب لوگ آپس میں تقسیم کر لو اور

دفتر و حساب و کتاب کو بالائے طاق رکھو۔ ملازم خود ہی آقا کے اخراجات کے لئے بھی کوئی حصہ جاگیر کا مخصوص کر دیتے تھے۔ عین الملک نے چالیس سال امارت میں بسر کئے اور کسی معرکہ میں دشمن سے شکست نہیں کھائی سلطان بہادر کی وفات کے بعد برہان نظام شاہ کی خدمت میں حاضر ہو کر امیر الامراء کے عہدہ پر فائز ہوا۔

اسی دوران میں شاہ حیدر ولد شاہ طاہر اہران سے دکن واپس آئے حسین نظام شاہ نے علی قلی منشی کو مع پاکی کے شاہ صاحب کے لئے روانہ کیا اور ان کو بیجا نگر واکرام کے ساتھ احمد نگر میں لایا اور قصبہ دندراج پوری اور شاہ طاہر کے دیگر مقلعے ان کے فرزند کی جاگیر میں عنایت کئے۔ تھوڑے ہی زمانہ میں ابراہیم عادل نے وفات پائی اور حسین نظام نے عادل شاہی ملک کو فتح کرنے کی نیت سے قلعہ حرن باؤ گلیر گہ کی تسخیر کا ارادہ کیا۔ حسین نظام نے الامنا بہت اللہ اور قاسم بیگ کو گولگندہ روانہ کیا اور ابراہیم قطب شاہ کو یہ پیغام دیا کہ یہ وقت غنیمت ہے بہتر ہے کہ ہم اور آپ اتفاق کر کے قلعہ گلیر گہ پر قبضہ کر لیں ابراہیم قطب شاہ خود اسی ام کا خواہاں تھا اس نے فوراً ہی خیمہ و خمر گاہ باہر نکالا۔ نظام شاہ نے یہ خبر سنی اور احمد نگر سے گلیر گہ روانہ ہوا قطب شاہ بھی اس طرف روانہ ہوا۔ ہر دو فرما نروا گلیر گہ میں ایک دوسرے سے ملے اور یہ قرار پایا کہ اول گلیر گہ کو سر کریں اور اس کے بعد قلعہ اہنکر پر دھاوا کیا جائے حصار گلیر گہ کا محاصرہ کیا گیا اور نظام شاہ کے توپچیوں نے رومی خاں کی افسری میں حصار کے برج دبارہ کی بنیاد کو توپ و ضرب زن سے متزلزل کر دیا رومی خاں قریب تھا کہ قلعہ کو سر کرے کہ مصطفیٰ خاں اردستانی نے جو قطب شاہ کا حلیۃ الملک تھا اپنے مالک سے کہا کہ حسین نظام قہار اور جسٹس ہے خود قلعہ گلیر گہ کو سر کرے آپ کو اہنکر پر قابض نہ ہونے دیکھا میرے نزدیک مناسب یہ ہے کہ نظام شاہ کو قوت پہنچانے میں آپ کوشش نہ کریں اور وہ تدبیر نہ اختیار کریں۔ جس کی وجہ سے نظام شاہ کو عادل شاہ پر فوقیت حاصل ہو جائے ابراہیم قطب شاہ نے مصطفیٰ خاں کے کلام کی تصدیق کی اور خیمہ و خمر گاہ و بیجا نگر سامان سے قطع نظر کر کے ادھی رات کو اپنے ملک کی طرف روانہ ہو گیا اور اہل قلعہ کو دشمن کی مدافعت کرنے کی بھد تاکید کر دی۔ عادل شاہی امیر اس واقعہ سے بے چارہ ہوئے۔

اور قطب شاہ کی روانگی کی اطلاع پلٹے ہی نظام شاہ کے حوالی لشکر کو تاخت و تاراج کرنے لگے حسین نظام شاہ تنگ آگیا اور بنیر اس کے کہ کچھ کار براری کر سکے بنے نیل مراد اپنے ملک کو واپس گیا۔ ملا عنایت اللہ چونکہ نظام شاہ اور قطب شاہ کے درمیان میں اتحاد و اختلاف ہر حالت میں واسطہ بنا ہوا تھا حسین نظام کی بہاری و قہاری سے خوف زدہ ہوا اور اٹھائے راہ سے فرازی ہو کر گو لکنڈہ جا پہنچا حسین نظام کے قہر کی آگ مشتعل ہوئی اور ملا عنایت اللہ کے عوض تاسم بیگ حکیم معتبوب ہو گیا حسین نظام نے تاسم بیگ کو قلعہ پر بندہ میں قید کیا لیکن دو یا تین مہینے کے بعد بے گناہ قیدی پر نظر عنایت کی اور اسے قید سے رہا کر کے مثل سابق کے معزز و مکرم کیا۔ علی عادل نے انتقام لینے کا ارادہ کیا اور ہر ممکن تدبیر سے رامراج و قطب شاہ کو اپنا فقیہ طریق بنایا حسین نظام نے بھی یہ خبر سنی اور اپنے ایک ندیم ملا علی ماندرانی کو ایبھور دوریا عماد الملک کی ملاقات کے لئے روانہ کیا اس سفارت کا مقصد یہ تھا کہ نظام شاہی اور عماد شاہی خاندانوں میں جدید قرابت قائم کر کے اس رشتہ سے فائدہ اٹھایا جائے ملا علی نے عماد شاہ سے نہایت موثر الفاظ میں گفتگو کی۔

۹۶۶ھ ہجری میں نظام شاہ اور عماد شاہ نے قصبہ سون پست میں دریائے گنگا کے کنارہ ایک دوسرے سے ملاقات کی۔ یہ قصبہ جشن شادی کے بعد عشرت آباد کے نام سے موسوم کیا گیا۔ دونوں فرماں روا دریا کے ہر دو جانب فروٹ ہوئے اور خیمہ و خراگاہ و نیز دیگر شایانہ آرائش سے دریا کے ہر دو ساحل رشک عدنان بن لکڑے۔ تقریب منیافت و جشن عشرت سے فراغت حاصل کر نیلے بعد پنجویں کی اختیار کردہ نیک ساعت میں قاضیوں اور علماء نے دولت شاہ بہت عماد الملک کا عقد حسین نظام سے کر دیا۔ اس عقد کے بعد ہر شخص بیحد خوشی و مسرت کے ساتھ اپنے اپنے ملک کو روانہ ہوا۔

اسی سال حسین نظام نے مولانا شاہ محمد نیشاپوری اور رومی خاں کو قلعہ ریگ دندہ کی مہم پر روانہ کیا۔ غیر مسلم فرنگیوں نے اپنی حد سے تجاوز کیا اور مسلمانوں کو پریشان کرنے لگے حسین نظام نے ان کی تہذیب کے لئے لشکر روانہ کیا لیکن اہل فرنگ اپنے عسکرات پر نادم ہوئے اور انھوں نے آئندہ محتاط رہنے کی شہیدیں کھائیں

اور نظام شاہی فوج اپنے ملک کو واپس آئی۔

۹۶۷ھ ہجری میں حسین نظام نے اپنے باپ دادا کی روش کے خلاف قلعہ کالنے کو جو ایک ہندو راجہ کے قبضہ میں تھا مع دیگر حصار کے تین یا چار ماہ کے محاصرہ کے بعد سر کیا اور قلعوں کی حکومت اپنے معتبر امیروں کے سپرد کر کے خود احمد نگر واپس آیا۔ اسی درمیان میں معلوم ہوا کہ علی عادل شاہ قلعہ شولا پور و کلیان کا انتقام لینے اور ان حصاروں پر قبضہ کرنے کا مصمم ارادہ رکھتا ہے اور راج و قطب شاہ کے ہمراہ احمد نگر کی طرف آ رہا ہے۔ حسین نظام نے قاسم بیگ کی رائے کے مطابق شاہ حسن انجو کو جو بادشاہ سے زیارت حرمین سے مستفید ہونے کی اجازت لے کر احمد نگر سے روانہ ہوا تھا اور اس زمانہ میں ہندو حیل میں مقیم تھا طلب کیا اور اس مہم کے بارے میں اس سے مشورہ کیا۔ شاہ حسن و قاسم بیگ نے جواب دیا کہ ہم ان ہر سہ فرماؤں کے مقابلہ میں صف آرائی نہیں کر سکتے بہتر یہ ہے کہ ہم قلعہ کلیان عادل شاہ کے سپرد کر کے صلح کر لیں حسین نظام نے کہا کہ جس حصار کو میرے باپ نے مردانگی کے ساتھ بزدل شیر سر کیا ہو میرے لئے یہ شرم و عار ہے کہ اسی حصار کو بلا ہاتھ پاؤں بلائے محض خوف کی بنا پر دشمن کے سپرد کر دوں۔ شاہ حسن نے جرات کر کے کہا کہ ہر وقت کا ایک مستحق ہو تا ہے مرحوم بادشاہ کے لئے مناسب تھا کہ وہ قلعہ پر قابض ہوں اور آپ کے لئے یہ بہتر ہے کہ فی الحال حصار سے دست بردار ہو جائیں بادشاہوں اور اہل دنیا کو ان کی زندگی میں اسی قسم کے ہزاروں واقعات پیش آتے ہیں۔ حسین نظام قلعہ کی واپسی پر کسی طرح راضی نہ ہوا اور یہاں تک اپنی رائے پر اصرار کیا کہ دشمن ایک لاکھ سوار اور دو لاکھ پیادوں کی جمعیت سے احمد نگر کی نواح میں پہنچ گیا۔ نظام شاہ نے احمد نگر کے خام قلعہ کو جس کے سامنے خندق بھی نہ تھی اذوقہ و آلات انتہائی سے مستحکم کیا اور حصار اپنے معتبر امیروں کے سپرد کر کے خود مع اہل و عیال و خزائن کے مین روانہ ہوا تاکہ عداا الملک اور میران مبارک شاہ و علی برید کو اپنا ہی خواہ بنا کر حریف کے مقابلہ میں صف آرا ہو اتفاق سے خان جہاں امیر برید کا بھائی جو عداا الملک کا دارالہام تھا علی عادل کی تحریک سے اس شرکت سے مانع آیا اور خود پانچ ہزار سواروں کی جمعیت سے

حسین نظام کے ملک کو تاخت و تاراج کرنے لگا۔ حسین نظام نے لاہور و پانی پتہ کی طرف دو یا تین ہزار سواروں کے ساتھ خان جہاں کے مقابلہ میں روانہ کیا۔ ملا محمد نے حملہ اول ہی میں خان جہاں کو شکست دی اور بریدی امیر چونکہ عماد الملک کو اپنا منہ نہ دکھا سکتا تھا خستہ و بید حال علی عادل کے دامن میں پناہ گزیں ہوا۔ جہانگیر خاں دکنی عجلۃ الملک مقرر ہوا اور برار کا لشکر ساتھ لے کر نظام شاہ کی امداد کو آیا۔ علی عادل راج و قطب شاہ احمد نگر میں داخل ہوئے اور مکانات مساجد و منازل تباہ و برباد کئے گئے اور حصار کا محاصرہ کر لیا گیا۔ اہل قلعہ تنگ ہوئے لیکن قطب شاہ نے عاقبت اندیشی سے کام لیا اور چونکہ اس کا مدعا یہ تھا کہ عادل شاہ کو بھی نظام شاہ پر فوقیت نہ حاصل ہو اس فرمانروا نے اپنے مورچیل کی طرف سے اہل قلعہ کے لئے راہ آمد و شد کھول دی اور ان کو تمام ضروریات زندگی پہنچانے لگا۔ ملا عنایت اللہ جو اس زمانہ میں ابراہیم قطب شاہ کا ملازم ہو گیا تھا اور ان معاملات میں بہت دخیل تھا ہمیشہ اہل قلعہ سے مراسم اتحاد کا اظہار کرتا اور نظام شاہ کی بھی خواہی کا دم بھر تانتھا یہ راز ظاہر ہو گیا اور راج و عادل شاہ نے قطب شاہ سے ناراضی کا اظہار کیا اور اس کو دبانے لگے۔ قطب شاہ نے اس مرتبہ بھی خوش طبعی سے کام لیا اور قلعہ گلبہ گہ کی طرح احمد نگر کو بھی خیر باد کیا اور شب کے وقت خیمہ و خروگاہ وغیرہ لوازم بادشاہی کو میدان جنگ میں چھوڑ کر اپنے مورچیل سے گولکنڈہ روانہ ہو گیا۔ ملا عنایت اللہ نے کوچ کے وقت قطب شاہ کا ساتھ چھوڑ دیا اور احمد نگر آیا اور اس کے بعد نظام شاہ کے پاس میٹن حاضر ہو کر معزز و مکرم ہوا خان جہاں کی شکست کے بعد عماد الملک نے جہانگیر خاں دکنی کو پیشوا مقرر کر کے اچھی خاصی جمعیت کے اس کو ہمراہ نظام شاہ کی مدد کو روانہ کیا تھا۔ جہانگیر خاں نے عادل شاہی سرحد پر قیام کر کے غلہ و اذوق کی تمام راہیں سد و دگر دیں اور راج و عادل شاہ کے لشکر میں فحط نمودار ہوا۔ مخلوق خدا پریشان ہوئی اور ان دونوں فرماں رواؤں نے کوچ کر کے قصبہ آشتی میں قیام کیا اور یہ گوشہ کی کہ ایک بہت بڑی فوج تاجی امیروں کی ماتحتی میں روانہ کر کے پیشوا قلعہ براندہ کو فتح کریں اور اس کے بعد واپس آکر احمد نگر کو سر کریں نظام شاہ ان واقعات کو سنکر بہت پریشان ہوا اور اس نے قاسم بیگ حکیم و شاہ حسن انجو کے مشورہ سے راج سے

دوستی کی طرح ڈالی اور صلح کا طلبکار ہوا۔ راجہ راج نے تین شرطیں پیش کرنا قبول کیا اور  
 یہ کہ قلعہ کلہیاں علی عادل کے سپرد کر دیا جائے دوسرے یہ کہ جہانگیر خاں جس نے ہماری فوج  
 کو بہت زیادہ نقصان پہنچایا ہے اسے تہ تیغ کیا جائے تیسرے یہ کہ نظام شاہ ہمارے پاس  
 اگر بان استقامت قبول کرے۔ حسین نظام نے ملک کی خیر اسی میں دیکھی اور راجہ کے  
 شرائط قبول کر لئے اور اپنے بھی خواہوں پر ظلم ڈھانے لگا۔ حسین نظام نے بلا کسی  
 کے مشورہ و اطلاع کئے اپنے امیروں کے ایک گروہ کو جہانگیر خاں کے قیام گاہ پر  
 روانہ کیا کہ غریب جہانگیر کو جو اس کا بھی خواہ بہانہ تھا قتل کر دیا عماد شاہ ترس  
 و خوف کی وجہ ہاں اور انہیں کچھ بھی نہ کہہ سکا اور صرف تغافل کو اپنے لئے بہترین  
 امر سمجھا حسین نظام اس بے مروتی کے بعد کہ ایک غیر مسلم دشمن کے اشارہ سے اپنے  
 ایک ہی خواہ کو قتل کیا عماد الملک کو رخصت کر کے راجہ کے لشکر گاہ کو گیا راجہ  
 نہایت تکبر و غرور کی وجہ سے اپنی جگہ سے نہ ہلا اور اسی حالت نشست میں نظام شاہ  
 سے دست بوسی کی حسین نظام کو راجہ کے اس غرور پر بھی غصہ آیا اور راجہ کو  
 روحانی تکلیف پہنچانے کی غرض سے اسی مجلس میں طشت و آفتابہ طلب کر کے  
 اپنے ہاتھ دھوئے راجہ کے یہ دیکھ کر برآشفقہ ہوا اور کسری زبان میں کہا کہ اگر یہ بہانہ  
 نہ ہوتا تو ضرب شمشیر سے اس کا بدن قلمہ کر دیتا۔ راجہ نے یہ کہا اور خود بھی طشت آفتابہ  
 طلب کر کے اپنے ہاتھ دھوئے تنگناوری تہراج راجہ کے بھائیوں نے  
 قاسم بیگ و ملا عنایت اللہ سے گفتگو کر کے آتش فساد کو ٹھنڈا کیا اور صلح کا واسطہ  
 بنے حسین نظام نے قلعہ کی کنجی راجہ کو دیکر اس سے کہا کہ میں نے قلعہ کلہیاں تمہارے  
 سپرد کیا ہے راجہ نے حسین نظام کے سوا جس میں کلید حصار علی عادل کے پاس  
 روانہ کی حسین نظام یہ سمجھا کہ راجہ کے اس غرور و تکبر کا باعث علی عادل سے  
 نظام شاہ نے عادل شاہ سے ملاقات نہ کی اور اپنی قیام گاہ کو واپس آیا۔ اس واقعہ  
 کے بعد ہر فرمانروا اپنے ملک کو واپس گیا۔

حسین نظام احمد نگر پہنچا اور اس نے سہار و عام قلعہ کی تعمیر شروع کرائی حصار کو  
 چونہ اور اینٹ سے بنوایا اور اس کے دور کو اور زیادہ وسیع کر کے بالکل نئی بنوایا۔  
 نظام شاہ نے اس حصار کی تعمیر پر بڑی توجہ کی اور تھوڑے ہی زمانہ میں قلعہ بالکل



تیار ہو گیا۔ حصار کے گرد ایک وسیع اور عمیق خندق کھودی گئی بادشاہ کی طرح رعایا نے بھی اپنے مکانات درست کر لیے۔

۹۶۹ء ہجری کے اوائل میں حسین نظام نے اپنی بڑی دختر بی بی خدیجہ کو جو خوزہ ہالیوں کے بطن سے تھی شاہ جمال الدین حسین بن شاہ حسین کے حوالہ عقد میں دیا۔ اسی دوران میں دریا عماد الملک فوت ہوا اور اس کا پسر بزرگ برہان عماد الملک جو خوزہ و سال تھا اپنے باپ کا جانشین ہوا حسین نظام نے قطب شاہ کو اس مروت کا لحاظ کر کے جو اس سے محاصرہ کی حالت میں ظاہر ہوئی تھی۔ اپنا قلعہ اور بھی خواہ بنا نا چاہا اور علامت اللہ نے جو اس زمانہ میں نظام شاہ کا ہم پالہ وہم نوالہ ہو رہا تھا درمیان میں قدم رکھا اور نظام شاہ کو شورہ دیکر ایک قاصد احمد نگر سے دربار قطب شاہی کو روانہ کیا۔ حسین نظام اور قطب شاہ نے باہمی اتحاد کر کے یہ طے کیا کہ تینہ کلیمان کے حوالی میں ایک دوسرے سے ملاقات کریں اور لوازم سروسی طے کرنے کے بعد تینہ کلیمان کو سر کریں اگر راجہ مارج علی عادل شاہ ان کے ارادوں میں با رہوں تو نظام شاہ راجہ مارج سے صف آرائی کرے اور قطب شاہ علی عادل کے مقابلہ میں ٹھہر آؤ مارہو۔ حسین نظام شاہ بیباک و قہار فرمانروا تھا اہل دربار میں سے کسی شخص کو بھی یا راستے دھڑون نہ ہوا۔

غرض کہ اوائل ششہ ہجری میں نظام شاہ و قطب شاہ نے حوالی تینہ کلیمان میں ایک دوسرے سے ملاقات کی اور دلوں کو غبار سے صاف کر کے سچے عروسی مرتعہ کیا جس میں بی بی جمال بنت حسین نظام شاہ ابراہیم قطب شاہ کے حوالہ عقد میں دیدی گئی اس جشن سے فراغت حاصل کر کے ہر دو بادشاہ قلعہ کلیمان کے محاصرہ میں مشغول ہوئے۔ قریب تھا کہ اہل قلعہ شل سابق کے امان طلب کر کے قلعہ حریف کے سپرد کر دیں کہ ناگاہ علی عادل درامرج نے جرات لشکر کے ہمراہ اس نواح کا رخ کیا برہان عماد الملک جو اپنے باپ کا جانشین ہوا تھا جہلمیر خاں کے قتل سے بیدر بخیدہ تھا۔ برہان عماد الملک نے علی برید سے اتحاد کر کے علی عادل کا ساتھ دیا۔ حسین نظام شاہ نے محاصرہ سے ہاتھ اٹھایا اور اپنے اہل و عیال و احمال و اطفال کو اپنے فرزند شاہ ٹھہرہ تھی اپنے ولاد جمال الدین

حسین انجو کے ہمراہ قلعہ ادسہ کو روانہ کیا اور خود سات سو اربہ توپ و ضرب زن اور پانچ سو فیل کو ہیکر کو ساتھ لے کر ابراہیم قطب شاہ کے ہمراہ دشمن کے مقابلہ کے لئے روانہ ہوا اور حریف سے چھ کوس کے فاصلہ پر مقیم ہوا۔ حسین نظام نے دوسرے دن بجا نگر کے غیر مسلموں سے جنگ آزمائی کا ارادہ کیا بادشاہ نے اپنے سپاہیوں کو ہتیار تقسیم کئے اور راج کے لشکر کی طرف بڑھا۔ قطب شاہ نے بھی اپنی طاقت کے موافق فوج آراستہ کی اور علی عادل برہان عماد الملک و علی برید سے مقابلہ کرنے کے لئے نظام شاہ کے ساتھ روانہ ہوا لیکن اگرچہ برسات کا زمانہ نہ تھا لیکن اتفاق سے ابرتیرہ و تار آسمان پر محیط ہوا اور اس قدر بارش ہوئی کہ صحرا و جنگل پانی سے بھر گئے اور جھنڈ و چاہ چھوٹے دریاؤں کا نمونہ بن گئے۔ انسان فیل و اسب خسہ و ماندہ ہوئے اہل فوج نے ہتیار اتار کر پھینک دیئے اور اربے کیچڑ میں پھنس گئے۔ غرض کہ ایک عجیب ہنگامہ پیدا ہوا اور حسین نظام نے اس روز سمر کہ آئی کر نیکام موقع نہ دیکھا اور بڑی توپوں کے چالیس ارالوں کے ساتھ اپنے قیام گاہ کو واپس آیا۔ مرتضیٰ خاں براہ و شاہ ہوا انقا سم آجھو جو عادل شاہی امیروں میں تھا برکی امر کے ہمراہ اس امر کے لئے حاضر کیا گیا کہ جنگ گاہ میں جا کر اپنی فوج کو حریف کے سامنے نمایاں کرے تاکہ دشمن کے سپاہی اسلحہ بند ہو کر تیار ہو جائیں مرتضیٰ خاں اتفاق سے اس جگہ پہنچا جہاں کہ توپ کے ارابے دلدل میں پھنسے ہوئے تھے۔ مرتضیٰ خاں کو حقیقت حال سے اطلاع ہوئی اور اس نے چند اشخاص کو علی عادل کے پاس روانہ کیا اور اس مال غنیمت کی بشارت دی علی عادل و راج نے اپنے سپاہیوں کو وہاں روانہ کر کے ارالوں پر قبضہ کر لیا اور قطب شاہ کے قیام گاہ تک جا کر حریف پر حملہ کیا۔ قطب شاہ اپنے امر کے ایک گروہ کے ساتھ فراری ہو کر نظام شاہی فرود گاہ کے عقب میں کھڑا ہوا۔ مصطفیٰ خاں اردستانی نے جو قطب شاہ کا حلقہ الملک اور غیرت مند سید تھا اپنی فطری بہادری و میادست و غیرت کی بنا پر اپنا لشکر آراستہ کیا اور ناقوس جنگ بجوایا۔ مصطفیٰ خاں نے اتنے عرصہ تک ثابت قدمی کی کہ نظام شاہ اس کی مدد کو پہنچ گیا اور قطب شاہی لشکر گاہ دشمن کی دست برد سے بچ گئی۔ نظام شاہ نے اپنے ارالین دولت کو جمع کیا

اور ان سے کہا کہ میں ان توپخانوں کے بل پر امر ارج سے جنگ آزما کرنا چاہتا تھا اور قطب شاہ کو عادل کا مقابلہ تجویز کیا تھا اب جبکہ قطب شاہ تھنی خاں جیسے ایک عادل شاہی امیر سے بلا جنگ کئے فراری ہوا اور توپخانے دشمن کے قبضہ میں آگئے تو اس حالت میں معرکہ آرائی کی کون صورت ہے۔ امرائے کہا کہ اس حالت میں جنگ آزما کرنا جان و مال کو معرض خطر میں ڈالنا ہے مناسب ہے کہ اس وقت بادشاہ اپنے ملک کو تشریف لے چلیں اور جنگ آزما کر کسی دوسرے وقت پر معمول کی جائے۔ روز گزشتہ کی طرح علی عادل راج و علی برید وغیرہ حوالی لشکر کے قریب پہنچے اور نظام شاہ و قطب شاہ جنگ کا ہمانہ کر کے سوار ہوئے اور احمد نگر کی راہ لی۔ دشمن نے لشکر گاہ کو تباہ کر کے ان کا تعاقب کیا نظام شاہی فوج اس قدر منتشر ہوئی کہ بادشاہ کے ساتھ ہزار سواروں سے زیادہ نہ رہے لیکن نظام شاہ اسی وقار و اطمینان کے ساتھ جترو علم کو بلند کئے ہوئے چلا جا رہا تھا۔ دشمن کے پانچ یا چھ ہزار سوار ہر طرف سے بادشاہ کو گھیرے ہوئے تھے لیکن ان کی مجال نہ تھی کہ اس شہر دل فرمازد کو اکٹھا کر دیکھ بھی سکیں حسین نظام نماز کا جہد پابند تھا اور ہر سلوٹہ کو وقت پر ادا کرتا تھا اس اثناء میں نظر کی نماز کا وقت آیا اور بادشاہ نے ارادہ کیا کہ گھوڑے سے اتر کر نماز ادا کرے ارکان دولت نے عرض کیا کہ ایسی حالت میں گھوڑے سے اترنا اور زمین پر نماز ادا کرنا شرع میں درست نہیں ہے بادشاہ کو اسی طرح سوار اشارہ سے نماز پڑھ لینی چاہیئے حسین نظام نے جواب دیا کہ خدا نہ کرے کہ میں نماز کو اس طرح ادا کر دوں۔ بادشاہ نے یہ کہا اور گھوڑے سے اتر کر نماز پڑھی۔ حسین نظام بید وقار و کفایت کے ساتھ نماز میں مشغول تھا اور دشمن جو تعداد میں جیند گنہ زیادہ تھے دور دور کھڑے تماشہ دیکھ رہے تھے اور بادشاہ کے گرد نہ آسکتے تھے حسین نظام نماز سے فارغ ہوا چونکہ اس سے پیشتر بادشاہ کی کمر بند بھی ہوئی تھی اور اسی حالت میں اس نے نماز ادا کی تھی اس لیے فرمایا کہ مذہب شیعہ میں اس طرح کے لباس میں نماز درست نہیں ہے نماز کا اعادہ کرنا چاہیئے بادشاہ نے کمر کھوئی اور دوبارہ نماز میں مشغول ہوا حسین نظام نے نماز سے فراغت حاصل کر کے اپنی کمر بند بھی اور گھوڑے پر

سوار ہوا۔ دشمن کے سپاہیوں نے آپس میں کہا کہ جب ہم ایسے وقت میں کچھ نہ کر سکے تو آئندہ کیا امید ہے۔ اہل تعاقب نے اپنی باگ موڑی اور ایک شخص کو بادشاہ کے پاس روانہ کر کے یہ پیغام دیا کہ شجاعت اور مردانگی حضور کی ذات پر ختم ہے، ہم نے تعاقب سے ہاتھ اٹھایا نہیں خوف ہے کہ خدا نہ خواستہ کوئی گزند بادشاہ کو نہ پہنچ جائے۔

حسین نظام شاہ اور بیچا اور شہزادہ قاضی کو ہمراہ لے کر احمد نگر روانہ ہوا۔ بادشاہ نے قطب شاہ کو رخصت کیا اور جب یہ معلوم ہوا کہ راج عادل شاہ برہان عباد الملک اور علی برید جلد سفر کی منتزعیں طے کر کے اس طرف آرہے ہیں تو اس نے قلعہ کو ذخیرہ اور سپاہیوں اور آلات آتشباری سے مضبوط کیا اور خود جنیر روانہ ہوا۔ دشمن اپنی پوری تعداد میں احمد نگر پہنچے اور بیجا پور کے غیر مسلم باشندوں اور اہل ہاشم نے مکانات و مساجد کو ویران کیا۔ خانہ خانے خدا جن کی چھتیں چوب پوش تھیں بالکل غارت و منہدم کر دی گئیں اور سلاخوں کو بید نقشان پہنچا غرض کہ ان کے ظلم و ستم کی کوئی حد نہ رہی عادل شاہ ان اخبار کو سن کر بیحد رنجیدہ ہوا لیکن چونکہ ہندوؤں کو ان حرکات سے باز نہ رکھ سکتا تھا راج سے کہا کہ اس حصار کا محاصرہ کرنا جو پہلے قلعہ سے بھی زیادہ محکم ہے مناسب نہیں ہے بہتر یہ ہے کہ یہاں سے کوچ کر کے حسین نظام کا تعاقب کیا جائے راج نے اس رائے کو پسند کیا اور علی برید و عباد شاہ کو رخصت کر کے خود علی عادل کے ہمراہ حسین نظام کے تعاقب میں روانہ ہوا۔ حسین نظام نے یہ واقعات سنے اور رستم خاں حبشی و سا باجی وغیرہ بارہ امیروں کو دشمن کے لشکر کے پس پیش روانہ کیا تاکہ غلہ و اذوقہ ان تک نہ پہنچ سکے اور خود مع ساز و سامان کے جنیر سے مل ندی کو جو کوہستان میں واقع ہے روانہ ہوا۔ رستم خاں نقیبہ کالو کے نواح میں پہنچا اور شاہی حکم کے مطابق اس نے دشمنوں پر غلہ و اذوقہ کی تمام راہیں بند کر دیں۔ اسی دوران میں ایک روز علی عادل شکار میں مشغول تھا اور اس کا خالو بھی بیجا پور ہی فوج کے ساتھ بادشاہ کے ہمراہ تھا۔ رستم خاں حبشی نے دشمن پر جیتاؤ میں کئی گننے جھگڑ کر کے علی عادل کے خالو کو قتل کر دیا لیکن معرکہ گارزا میں خود بھی مع دو ہزار سپاہیوں کے کام آیا بقیہ نظام شاہی فوج بہ حال پریشانی فراری ہوئی۔ رستم خاں کی جرات

رامراج دور علی عادل کچھ خوف زدہ ہوئے۔ اسی اثنا میں موسم برش گال آگیا اور راج اور عادل شاہ احمد نگر واپس آئے راجراج نے نہر سین کے کنارہ قیام کیا اور علی عادل راج سے کچھ فاصلہ پر مقیم ہوا احمد نگر کے شمال میں کثرت سے بارش ہوئی اور راستہ کے وقت عظیم الشان سیلاب آیا۔ بیس امیر اور زمین سوا ہاتھی جو زنجیروں میں جکڑے ہوئے تھے اور بارہ ہزار ہندو سوار جو راجراج کی سرکار میں ملازم تھے بحر فناء میں غرق ہوئے ہاتھیوں اور سواروں کی تعداد سے پیادوں اور اسپ و گاؤ کا اندازہ خود ناظرین کر سکتے ہیں۔ راجراج اس واقعہ کو شکون بد سمجھا اور اپنے ملک کو روانہ ہوا علی عادل نے تلدرک کے قلعہ کی از سر نو تعمیر کرائی اور راجراج نے کہا کہ اگر آپ کی مرضی ہو تو میں اس قلعہ کو پایہ بہ پایہ چونسے اور پتھر سے تعمیر کراؤں اور قلعہ کو آپ کے نام سے رام درک موسوم کروں راجراج نے اس تجویز سے اتفاق کیا علی عادل راجراج کے ہمراہ روانہ ہوا اور قصبہ برکی میں جو قطب شاہی سرحد میں داخل تھا پہنچا۔ راجراج کو طمع دامنگیر ہوئی اور اس نے ارادہ کیا کہ عادل شاہی و قطب شاہی مقبوضات پر خود اپنا قبضہ کرے راجراج نے برسات کا بہانہ کر کے برکی میں قیام کیا اور چند پرگنوں پر قبضہ کر کے بیجا نگر روانہ ہو گیا۔ علی عادل نے تلدرک مرنئی خاں انجو کے حوالہ کیا اور خود بھی بیجا پور واپس آیا۔ مرنئی خاں قریب و جوار سے فائدہ اٹھا کر کبھی کبھی ولایت شولا پور کو تاخت و تاراج کیا کرتا تھا۔ حسین نظام مرنئی خاں کی اس جرأت کو علی عادل کا اشارہ سمجھا اور اس نے قلعہ شولا پور کے استحکام کا ارادہ کر کے ذخیرہ کی غرض سے بارہ ہزار گونی غلہ سے معمور شاہ محمد انجو خاں و خاں اور ادھم خاں حبشی کے ہمراہ روانہ کیا۔ مرنئی خاں کو ان واقعات کی اطلاع ہوئی اور امرائے برکی کے ہمراہ دشمن پر دھاوا کیا اور شولا پور اور پرندہ کے درمیان دشمن سے جاملے۔ اتفاق سے قی نام ایک سید کا شمشیر خاں سے مقابلہ ہوا دونوں نے تلوار چلائی لیکن سید قتی گرفتار ہو کر قیدیوں کی طرح ہاتھی پر سوار کرایا گیا۔ اس واقعہ سے فریقین میں جنگ و جدال شروع ہوئی اور نظام شاہی امیر دشمن سے شکست کھا کر ایک سو بیس ہاتھیوں کو معرکہ میں چھوڑ کر فراری ہوئے برکی امرا جیسا کہ ان کا قاعدہ ہے اپنی فتح سمجھ کر تاراج میں مشغول ہوئے۔ اور غلے کے

ظروف میں آگ لگادی اور بعض کو تاراج کیا مرنے والی خاں اور شاہ قلی خاں نے ہاتھیوں کو بیچا پورا نہ کیا اسی درمیان میں ایک قیدی حبشی بچہ نے جو غلام اور اسیروں کی طرح قیل پر سوار تھا نوچہ وزاری شروع کی مرنے والی خاں نے کہا تو کیوں روتا ہے اگر تجھے اپنی روٹی کی فکر ہے تو میں تیری معاش کا پورا انتظام کر دوں گا اور اگر تجھ کو اپنے مالک کے پاس جاتی خواہش ہے تو میں تجھ کو آزاد کر دوں گا غلام بچہ نے کہا کہ میں اپنے مالک کے پاس جانا چاہتا ہوں غلام مرنے والی خاں کے کلم سے رہا کر دیا گیا حبشی بچہ دوڑتا ہوا شاہ محمد وغیرہ فراری امیروں کے پاس آیا اور ان سے کہا کہ تمام عادل شاہی امیر تاراج میں مشغول ہیں اور مرنے والی خاں ایک گروہ قلیل اور دو دستہ فوج کے ہمراہ فلاں جگہ مقیم ہے بہتر ہے کہ مرنے والی خاں کو گرفتار کر کے اپنے ہاتھیوں کے عوض لئے چلو محمد باقر و دیانین ہزار سواروں کے ہمراہ مرنے والی خاں کے سر پر پہنچ گیا اور اسے گرفتار کر کے زندہ قید کر لیا اور احمد نگر روانہ ہوا حسین نظام شاہ نے دوبارہ ہزار گونی غلہ کی جھپٹا لیں اور ان کو خود اپنے ہمراہ لیا اور برق و باد کی طرح چل کر غلہ جلد سے جلد شولا پور پہنچا دیا نظام شاہ نے آمد و رفت کو دس دن میں ختم کر دیا اس واقعہ کے بعد طرفین کا ایک گروہ درمیان میں واسطہ ہوا اور یہ طے پایا کہ جانبین کے اسیروں کو سرحد پر لیجا کر یکبارگی سب کو رہا کر دیں۔ مرنے والی خاں اور شاہ قلی کو سرحد پر لے گئے اور انھوں نے ایک دوسرے کو دور سے دیکھا ایک طرف سے شاہ قلی اور دوسری جانب سے مرنے والی خاں رہا کئے گئے اور ان میں ایک بیجا پور اور دوسرا احمد نگر روانہ ہو گیا۔

ان واقعات کے بعد حسین نظام نے جنگ آزمائی سے کنارہ کشی کی اور ملک کے انتظام کی طرف متوجہ ہوا بادشاہ نے مہات سلطنت کو صاحب فہم و فراست ام کے سپرد کیا اور جیسا کہ عادل شاہی وقایع میں مذکور ہے ہر ملک کے بھی خواہموں کی کوشش سے ہر سہ فرماں رواؤں نے عداوت و مخالفت کو ترک کیا اور محبت و اخلاص کو اپنا شعار بنا کر ایک دوسرے کے قلعے و دست بن گئے۔ چاند بی بی بنت حسین نظام شاہ علی عادل کے عقد میں آئی اور قلعہ شولا پور جو ماہ النزع تھا چاند بی بی کے بھر میں علی عادل کو دیدیا گیا اور یہ سلطان بنت ابراہیم عادل شاہ

کا کھاج مرقعی نظام سے کر دیا گیا اور دونوں ہم نہ ہمسار و شعی فرما زوانے باہمی اتحاد کا اعلان کر کے اسے اپنا شعار بنایا۔

۱۷۷۲ء ہجری میں جیسا کہ علی عادل کے حالات میں مرقوم ہو اسوار برہان محمد شاہ کے بقیہ سلاطین دکن نے رامراج کے تباہ کرنے پر جو ملک دکن میں کسی کو اپنا مد مقابل نہ سمجھتا تھا کمر ہست باندھی نظام شاہ عادل شاہ قطب شاہ و برید شاہ ہر چہار حکام دکن نے سامان جنگ درست کیا اور دریائے گشتاکو عبور کر کے سیلگری ندی کے کنارہ جو کشنا سے چھ کوس کے فاصلہ پر واقع ہے قیام کیا۔ رامراج ستر ہزار سواروں کے ساتھ جنگ کرنے کے ساتھ دکن میں اکثر توجہ پچی اور تیر انداز تھے مسلمان بادشاہوں سے جنگ کرنے کے لئے آگے بڑھا اہل اسلام رامراج کے وید پر شوکت و شہمت کو دیکھ کر کچھ خوف زدہ ہوئے اور انھوں نے یہ سٹے کیا کہ اگر بعد وراجہ اہل عادل شاہی و قطب شاہی مقبوضات کو واپس کر دیتے اور یہ مجاہد کیسے کہ آئندہ اس قسم کی مزاحمت نہ کریگا تو اس سے صلح کر لی جائے۔ راجہ ان مسلمانوں کو ایک جزو ضعیف سمجھتا تھا اس لئے ان کی خواہش پر تعلق تو بد نہ کی اور تنگنا دینی کو نہیں ہزار سواروں اور دولاکھ پیادوں اور پانچ سو ہاتھیوں کی قیمت کے ساتھ علی عادل کے مقابلہ میں اور انھوں کو واپس ہزار سواروں و دولاکھ پیادوں اور پانچ سو ہاتھیوں کے ہمراہ قطب شاہ دہلی برید کے مقابلہ میں روانہ کیا اور خود وینٹیس ہزار خاصہ کے سواروں اور دو ہزار راجہائے اطراف اور پانچ لاکھ پیادوں اور ایک سادہ ہزار فیملان جنگی کو ہمراہ لے کر حسین نظام سے جنگ آزادی کو کرنے کے لئے آگے بڑھا۔ رامراج نے گردش روزگار سے غافل ہو کر اپنے بھائی کو حکم دیا کہ عادل شاہ و قطب شاہ کو زندہ گرفتار کرے تاکہ ان کو پابہ زنجیر ساری زندگی قید خانہ میں رکھا جائے اور اپنے میمنہ اور میسرہ کے ہر اول کو ہدایت کی کہ فوراً نظام شاہ کا سر قلم کر کے راجہ کے حضور میں لے آئے۔ رامراج نے میمنہ پر توجہ کو مقرر کیا اور میسرہ اپنے دیگر نامی امرا کی ماتحتی میں دیا اور خود قلب لشکر میں مقیم ہوا۔ مسلمان بادشاہ بھی دشمن کی کثرت تعداد سے قطعاً ہراساں نہ ہوئے اور انھوں نے بھی اپنی فہم درست کی۔ عادل شاہ نے میمنہ اور قطب شاہ دہلی پر یہ سٹے میسرہ کی کان کنی اور نظام شاہ قلب لشکر میں کھڑا ہوا۔ اور ہر فرماں روا نے

دوازہ امام کے علم نصب کر کے نقارہ جنگ بجوایا نظام شاہ نے چھ سو اسیے توپ و ضرب زن و زنبورک کے تین قطاروں میں اپنے لشکر کے سامنے کھڑے کرائے ان اربوں کی ترتیب یہ تھی کہ دو سو عددوار اپنے کلاں توپوں کے سب سے آگے لگائے گئے۔ اور اس قطار کے عقب میں دو سو اسیے ضرب زن کے جو متوسلے توپیں ہیں نصب کئے اور سب کے بعد دو سو دیگر اسیے زنبورک کے کھڑے کئے تھے زنبورک ایک قسم کی چھوٹی توپ کو کہتے ہیں جو تفنگ سے بڑی اور ضرب زن سے چھوٹی ہوتی ہے۔ بادشاہ نے یہ انتظام رومی خاں کے جوق انتہائی میں یکتائے زمانہ تھا سپرد کیا تمام توپیں گولوں اور بارود سے بھر دی گئیں۔ اسی دوران میں نظام شاہ کے دو ہزار افغانی تیر انداز قن پر گری کے موافق راج کی فوج کو توپ خانہ کے مقابلہ میں لے آئے اور رومی خاں نے کلاں توپوں کو چھوڑنا شروع کیا ان کے سر ہونے کے بعد ضرب زن کے فیر شروع ہو گئے اور اس کے بعد زنبورک کی باری آئی۔ توپوں کی بارود سے راج کی فوج کا ایک بہت بڑا حصہ قتل ہوا اور راجہ نے بھی مسلمانوں کو کچھ سمجھ کر لگا سن کی سواری کو ترک کیا اور نیچے اترا۔ راجہ راج نے حکم دیا کہ زر بھٹا واطلس کے شامیانے نصب کئے جائیں اور خود ان کے نیچے مرصع کر کسی پر چار زانو ہو کر بیٹھا۔ راجہ نے اپنے دو دلوں طرف ہون و پرتاب کے دو بڑے انبار لگائے اور بغیر زن کے کئے سونا ہل لشکر کو تقسیم کرنا اور مسلمانوں کے مقابلہ میں جہان دینے پر ابھارنا شروع کیا راجہ نے وعدہ کیا کہ جو شخص کامیاب میر سے پاس آئیگا مرصع پدک انعام پائیگا اور اس کی جاگیر میں اضافہ کیا جائیگا۔ راجہ راج کے یمن دیسا نے مسلمانوں پر کبارگی حملہ کیا اور نظام شاہی مہمنہ و میسرہ یعنی عادل شاہی و قطب شاہی فوج پر آگندہ ہو گئی اور ہر شخص یہ سمجھنے لگا کہ ہندو غالب ہو گئے اسی اثنا میں نظام شاہ نے اپنے ہم مذہب بادشاہوں کو پیغام دیا کہ خدا کی عنایت سے ہم کو ابھی فتح ہوتی ہے آپ صاحب ثابت قدم رہیں اور کوشش و تدبیر سے غفلت نہ فرمائیں۔ رومی خاں نے بار دیگر توپوں میں خور وہ بھر کر فیر کرنا شروع کیا اور دشمن کی فوج کے پانچ یا چھ ہزار سپاہی اور چند فیل و اسب ضائع ہو گئے۔ اس وقت نظام شاہ اربوں کے عقب سے نمودار ہو کر کشور خاں کے ہمراہ سات یا آٹھ ہزار عادل شاہی سواروں کے ساتھ رومی خاں کے قریب



بیچ گیا۔ عجب ہنگامہ ملو فان برپا تھا اور طرین دشمن کو ہلاک کر رہے تھے اسی دوران میں نظام شاہی فیل غلام علی نام نے جو رومی خاں کے ساتھ تھا راج کے ایک ہاتھی پر حملہ کیا اور اس کو سامنے سے ہنگامہ خود اس کے عقب میں دوڑا اور راج کے شامیانوں کے پاس پہنچ کر حریف کو تلاش کرنے لگا (واقعات تذکرہ علی عادل شاہ کے حالات میں تفصیل سے بیان ہو چکے ہیں) راجہ ہاتھیوں کے خوف سے کرسی پر سے اٹھا چونکہ راجہ بوڑھا ہو چکا تھا اور سواری کی طاقت نہ رکھتا تھا یا یہ کہ اس کا وقت اچھا تھا اس لئے بجائے گھوڑے کے سنگاسن پر سوار ہوا۔ مذکورہ بالا ہاتھی اتفاق سے سنگاسن کے قریب پہنچ گیا۔ حال جنگ دشمن کی اصطلاح میں بھوئی کو کہتے ہیں خوف زدہ ہوئے اور سنگاسن کو زمین بھینک کر فراری ہو گئے نظام شاہی فیل بان سنگاسن کی طبع میں آگے بڑھے اور ہاتھی کو اشارہ کیا کہ سنگاسن کو اپنی سوئیٹس لپیٹ کر پیٹھ پر رکھ لے۔ راجہ کا ایک لازم جو وہاں موجود تھا یہ سمجھا کہ فیل بان نے راجہ کو نہیں پہچانا اور ہاتھی کو سنگاسن کے سوار کے قتل کا اشارہ کیا ہے یہ لازم فیلیان کے سامنے آیا اور اظہار عاجزی کرنے لگا فیلیان کچھ سمجھ گیا اور اس نے راجہ کو ہاتھی کی سوئیٹس لپیٹ کر اور پیچ لیا فیلیان کو معلوم ہو گیا کہ اس کا قیدی راجہ راجہ ہے اور وہ اسے رومی خاں کے پاس لے گیا رومی خاں نے راجہ کو نظام شاہ کے حضور میں حاضر کیا اور بادشاہ نے راجہ کا سر قلم کر کے نیرہ پر بلند کیا اور اسی ہاتھی پر سر کو دشمن کو دکھایا۔ بیجا نگر کے سپاہی بینظر دیکھتے ہی فراری ہوئے راجہ کے بھائی عادل شاہ و قطب شاہ سے کنارہ کشی کر کے راجہ کی مدد کو آگے بڑھے تھے لیکن انھوں نے فوری یہ خبر سنی کہ راجہ قتل کیا گیا، برادران راجہ نے بھی فرار ہی میں اپنے نیر دیکھی اور بھلا کے مسلمان بادشاہوں نے اناکندی تک جو بیجا نگر سے دس کوس کے فاصلہ پر آباد ہے ان کا تعاقب کیا۔ صحیح روایت یہ ہے کہ اس معرکہ میں ایک سالہ عہد قتل ہوئے اور بے شمار نقد و جنس خاص و عام کے ہتھ آیا بادشاہوں نے مال غنیمت میں صرف ہاتھی لے لئے بقیہ سپاہیوں کے حصہ میں آیا نظام شاہ نے راجہ کے سر میں کھس بھر کر نال خاں براری کے پاس بھیج دیا نال خاں اندول راجہ کا دست گرفتہ ہو کر اس کے اشارہ سے لاج احمد نگر تک تاخت و تاراج کیا کرتا تھا مسلمان بادشاہ اناکندی سے بیجا نگر دار ہوئے

اور انھوں نے ایسا اس شہر کو دیا کہ تالیف کتاب کے زمانہ تک جو مسئلہ ہجری سے بجا نگر میں آغاز مہموری کا نام و نشان نہیں سے تنگناوری چونکہ مجبور ہو چکا تھا اس نے مسلمانوں کے وہ پرکشات جن پر راج نے بجز قرضہ کیا تھا ان کو واپس کر دیئے اور جس طرح بھی اس سے ممکن ہوا ان سے صلح کر لی اور مسلمانین اسلام اپنے اپنے ملک کو واپس آئے حسین نظام شاہ احمد نگر پہونچا اور وود کے گیارہ روز بعد کثرت عیش کی وجہ سے طویل ہو کر اس نے وفات پائی اس بادشاہ نے گیارہ برس فرمانروائی کی حسین نظام کے محل میں چار بیویوں کے بطن سے چار دختر چار فرزند پیدا ہوئے جن کو یہ قید حیات چھوڑ کر بادشاہ فوت ہوا۔ خونزہ ہمایوں کے بطن سے مرثی ویرہان دو فرزند اور دو دختر چاند بی بی زوجہ علی عادل دہلی بی خدیجہ منکو جو جمال الدین حسین انجو تھے اور دیگر عورات سے دو فرزند شاہ قاسم و شاہ منصور اور دو دختر آقا بی بی زوجہ میر عبدالوہاب بن سید عبد العظیم دہلی بی جمالی زوجہ ابراہیم قطب شاہ۔

مرثی نظام شاہ | مرثی نظام شاہ نے تخت حکومت پر جلوس کیا اور سلطنت کی وسعت بن حسین نظام شاہ | میں اور زیادہ ترقی ہوئی۔ اس بادشاہ نے شیعہ مذہب کو رواج دینے اور مشہور بہرہ روانہ | میں اپنے اسلاف سے زیادہ کوشش کی سادات اور علمائے شیعہ اور نیز دیگر اہل استحقاق کے وظائف میں ترقی کی گئی۔ برار فتح ہونے کے بعد بادشاہ کے دماغ میں کچھ خلل آیا اور تقریباً سولہ سال خانہ نشین رہا اس زمانہ میں سوا ایک یا دو ہندو شکاروں کے کوئی شخص نظام شاہ کے قریب نہ جاتا تھا۔ بہت سلطنت کو رکھیں دولت انجام دیتے تھے اور جب کبھی کہ امیروں کو کوئی دشوار معاملہ پیش آتا تھا۔ تو ایک عریضہ لکھ کر بادشاہ کی خدمت میں روانہ کر دیتے تھے اور مرثی نظام اس کا معقول تلمی جواب عطا کر دیتا تھا۔ مورخ نے کسی کتاب میں یہ نہیں دیکھا کہ کوئی فرمانروا اس طرح سولہ سال خلوت نشین رہا ہو اور پھر بھی اس کے ملک میں کسی طرح کا فتنہ و فساد نہ برپا ہوا ہو۔ مورخ فرشتہ اس بادشاہ کے عہد حکومت میں جو ان ہو کر شاہی ملازمین میں داخل ہوا۔ مرثی نظام نے عین عالم شباب میں تخت حکومت پر قدم رکھا تھا اس لئے بادشاہ کی والدہ فیچہ سال امور سلطنت کو انجام دیا ملک نے اپنے بھائیوں عین الملک اور تاج خاں اور ایک خواجہ مرہمی اعتبار خاں کو

امراٹے کبار میں داخل کیا اور انھیں اس قدر صاحب اختیار کیا کہ اس سے زیادہ ممکن نہیں ہے۔ بیگم نے ملا عنایت اللہ کو پیشوا مقرر کیا اور ہر روز پروہ کے محاسب میں بیٹھ کر قاسم بیگ حکیم کے مشورہ سے مہات سلطنت کو انجام دیتی تھی مرنقی نظام عربوں اور چیشیوں کی ایک جماعت کے ساتھ تحصیل کو دس مصروف رہتا اور کار سلطنت میں دخل نہ دیتا تھا۔ بادشاہ کی والدہ ہماۃ خوتہ ہالیوں میاں جو بن خواجگی پسر زادہ جہاں شاہ قرآن تیلو بادشاہ آذر بایجان کی دختر تھی۔

اسی دوران میں علی عادل نے میدان خالی پا کر بلدہ اتی کندنی اور بیجا نگر کے فتح کرنے کے لئے لشکر کشی کی۔ علی عادل نے ارادہ کیا کہ تراج ولد ر امرج کو ان ممالک سے خارج کر کے راجہ کو تو کرنا ملک کے دارالملک گلگندہ کا فرمانروا بنائے اور خود بیجا نگر اور اس کے مضائقہ قبضہ کرے۔ علی عادل کے اس ارادہ سے تنگناوری حاکم گلگندہ پریشان ہوا اور اس نے مرنقی نظام سے مدد مانگی۔ مرنقی نظام ملا عنایت اللہ کے مشورہ سے بیجا نگر روانہ ہوا۔ علی عادل نے مجبور ہو کر ان ممالک سے ہاتھ اٹھایا نظام شاہی فوج بیجا نگر کے نواح میں پہنچی اور علی عادل جلد سے جلد اتنی کندنی سے بیجا نگر آیا اور نظام شاہ کے مقابلہ میں صف آرا ہوا لیکن جانبین کے بھی خواہ درمیان میں آئے اور انھوں نے صلح کی کوشش کی اور کہا کہ دو ہم مذہب فرمانرواؤں کو ایک دوسرے کے مقابلہ میں صف آرائی کرنا زیبا نہیں ہے بہتر یہ ہے کہ آپس میں صلح کر لی جائے غرض کہ جنگ موقوف ہوئی اور خون نہ ہالیوں اچھ نگر واپس آئی۔

اس واقعہ کے دوسرے سال مرنقی نظام اور علی عادل نے باہم اتفاق کر کے تقال خاں سے انتقام لینے کا ارادہ کیا اور اس بنا پر کہ تقال خاں نے بیجا نگر کی یوٹش میں ان فرمانرواؤں کا ساتھ نہ دیا تھا برابر لشکر کشی کی۔ ان بادشاہوں نے بالچو ر تک سارے ملک کو تباہ و برباد کر کے قتل و غارتگری کا بازار گرم کیا اور تقال خاں سے خام خواہ اپنا انتقام لیا۔ اسی دوران میں برسات کا زمانہ آگیا اور تقال خاں نے علی عادل کی خدمت میں نقد و دولت پیش کر کے اس فرمانروا کو اپنے سے راضی کر لیا علی عادل نے موسم بشتال کو بہانہ بنایا اور مرنقی نظام شاہ کے ہمراہ واپس آیا۔

۹۵۔ بھری میں عادل شاہ نے بعض نظام شاہی مالک پر قبضہ کرنا چاہا۔ علی عادل نے سب سے پہلے قلعہ کندالہ کو جو قبضہ چاکر سے بیس کوس کے فاصلہ پر آباد ہے فتح کیا اور اس کے بعد کشور خاں کو ایک جرار لشکر کے ہمراہ سرحد کی طرف روانہ کیا۔ خوزہ ہایوں کو ان واقعات کی اطلاع ہوئی اور ملکہ نے بعض دکنی سرداروں کو حریف کے مقابلہ میں روانہ کیا۔ نظام شاہی فوج قبضہ گج کے نواح میں حریف سے شکست کھا کر پریشان حال احمد نگر واپس آئی۔ کشور خاں نے سرحدی رعایا کو دلاسا دیکر بیخ اور غریف کے محاصل جو تقریباً بیس لاکھ ہونے والے وصول کر لئے اور میدان فتح میں ایک پختہ قلعہ تعمیر کرا کے پورا اقتدار حاصل کیا چونکہ خوزہ ہایوں نے تقریباً نصف نظام شاہی سلطنت اپنے بھائیوں اور دیگر اعزہ کی جاگیر میں دیدی تھی اور یہ امیر اپنے سپاہیوں کی پوری نگہداشت نہ کرتے تھے اس لئے کشور خاں کی مداخلت نہ ہو سکتی تھی۔ شاہ جمال الدین حسین انجو قاسم بیگ شاہ احمد اور مر قنوی خاں وغیرہ شاہی مصاحبوں نے پریشان اور رنجیدہ ہو کر خلوت میں بادشاہ سے ملکہ کی شکایت کی۔ مر قنوی نظام نے جواب دیا کہ نظام شاہی دربار کے تمام لازم اور غیر شاگرد و پیشہ ملکہ کے ہی خواہ ہیں اسی حالت میں اس کے تسلط سے کیونکر نجات ہو سکتی ہے۔ مصاحبوں نے عرض کیا کہ اگر بادشاہ کا حکم ہو تو ہم فرماؤں خاں اخلاص خاں اور ہشی خاں کو جو امرائے گبار میں داخل ہیں اپنا ہم راز بنا کر اس تسلط سے نجات حاصل کریں۔ مر قنوی نظام نے ان مصاحبین کی رائے سے اتفاق کیا ان امیروں نے جیشی سرداروں کو اپنا ہی خواہ بنایا اور سلام کے بہانہ سے قلعہ کے اندر آئے اور بادشاہ کو یہ پیغام دیا کہ فلاں فلاں امیر حاضر ہیں۔ اور حکم ہو تو خواجہ سراؤں اور کنیزوں کے ذریعہ سے ملکہ کو گرفتار کر لیا جائے۔ نظام شاہ نے اپنی رضامندی کا اظہار کیا۔ حسن اتفاق سے خوزہ ہایوں نے کسی ضرورت سے بادشاہ کو حرم سرا کے اندر بلایا نظام شاہ یہ سمجھا کہ ملکہ کو اس سازش کی اطلاع ہو گئی ہے اور وہ بادشاہ کو معزول کرنا چاہتی ہے نظام شاہ نے اپنی والدہ کے پاس پہنچتے ہی اپنی خیر منائی اور اس سے کہا کہ فلاں امیر آپ کو گرفتار کرنے کے لئے اتفاق کر چکے ہیں خوزہ ہایوں کو حقیقت حال سے اطلاع ہو گئی۔ اور اس نے حریف کا چیراغ گل کر دیا ملکہ نے شام کو پردہ کے عقب میں قیام کیا اور شاہ جمال الدین حسین کو

گرفتار کر کے قید کر دیا فرما د خاں وغیرہ جلال الدین کی گرفتاری سے آگاہ ہوئے اور اپنے  
 ہمراہیوں کے ساتھ قلعہ سے باہر نکل آئے شاہ احمد اور قسطنطنیہ خاں اپنے بیادوں کے  
 درسیان میں آگئے اور جلد سے جلد اپنے گھروں کو واپس گئے سید قسطنطنیہ بزداری اور  
 خواجہ میرک دبیر اصفہانی اور بعض دیگر غریب جو نظام شاہی خاصہ خیل کے ملازم اور  
 اس سازش میں شریک سمجھے گئے باہم اتفاق کر کے قلعہ سے باہر نکل آئے۔  
 ملکہ نے ایک گروہ کو قسطنطنیہ خاں کی گرفتاری کے لئے مامور کیا قسطنطنیہ خاں سید قسطنطنیہ بزداری  
 دبیر اصفہانی اور دیگر غریب امرا کے ہمراہ بیجا پور روانہ ہو گیا۔ فرما د خاں اور اس کے ہمراہی  
 تمام شب کلاچو ترہ کے میدان میں کھڑے رہے اور ان امیروں نے اپنے اہل و  
 عیال کے پاس قاصد روانہ کر کے ان کو مع مال و متاع کے اپنے پاس طلب کیا تاکہ  
 گجرات روانہ ہو جائیں۔ مخوزہ ہالیوں نے ان امیروں کے پاس پیغام بھیجا کہ تم لوگ  
 خود اس سازش کے بانی نہیں ہو پھر اپنے معاملہ میں اس قدر وحشت و دہشت کو کیوں اٹھانے  
 دیتے ہو تم کو چاہئے کہ اپنے مکانات کو واپس جاؤ اور اپنے حال پر قائم رہو نہ یہ امیر  
 ملکہ کا یہ پیغام سلطنت و وقت کا تقاضا سمجھے اور قریب میں نہ آئے مخوزہ ہالیوں نے بار و گز  
 قاسم بیگ حکیم کو جو فرما د خاں کا ہم نشین تھا ان امیروں کے پاس روانہ کیا۔ قاسم بیگ  
 نے جلشی امرا کے پاس پہنچ کر پیغام بیری کی۔ ان امیروں نے قاسم بیگ کو جواب دیا کہ  
 ہم اور تم سب اس رائے میں شریک تھے اور ملکہ اس حقیقت سے بخوبی واقف ہے  
 بیگم کی صرف غرض یہ ہے کہ ہم کو غافل پاکر ہم سے انتقام لے بہتر یہ ہے کہ تم بھی اپنی خیر  
 مناد اور ہمارے رفیق طریق بن جاؤ قاسم بیگ نے پیشیوں سے اتفاق کیا اور اپنے  
 فرزند کمال الدین حسین کو اپنے ہمراہ لیا۔ قاسم بیگ نے جواہرات کے صندوق کو جو اسکی  
 تمام عمر کی کائی تھی خفیہ طور پر شاہ رفیع الدین ولد شاہ طاہر کے پاس امانت کے طور پر  
 رکھ دیا۔ فرما د خاں نے ان اشخاص کے ہمراہ اسی شب گجرات کی راہ لی مخوزہ ہالیوں  
 نے چند اشخاص کو ان کے تعاقب میں روانہ کیا اخلص خاں اور حبشی خاں احمد ملگر  
 واپس آئے اور قاسم بیگ اور فرما د خاں جو زیادہ خوفزدہ تھے جلد سے جلد سرحد  
 گجرات پہنچ گئے اس مقام پر پہنچ کر تعاقب کرنے والوں نے ان پر هجوم کیا اور  
 کمال الدین ولد قاسم بیگ کو جو سترہ سال کا نوجوان تھا قید کر لیا نظام شاہی ملازم چونکہ

بیگانہ ملک میں نہ رہ سکتے تھے احمد نگر واپس آئے۔ ملکہ نے حریفوں سے اطمینان حاصل کر کے کال الدین حسین کو قلعہ دروب میں قید کیا لیکن تقوٰی سے زمانہ کے بعد پھر اس پر مہربان ہوئی اور قید سے آزاد کر کے عمدہ مناصب اور جاگیر اسے عطا کیا اور اب اور زیادہ اپنے اعوان و انصار کو تقویٰ سے دینے میں کوشاں ہوئی۔ خونزہ ہالیوں نے شاہ احمد اور قسطنطنیہ خاں کو قتلنامہ دیکر ان کو بیجا پور سے طلب کیا اور فرما دیا خاں و قاسم بیگ کے لئے بھی قتلنامہ روانہ کیا۔

فرما دیا خاں واپس آیا لیکن قاسم بیگ نے احمد آباد گجرات میں قیام کیا اور ایک قاصد شاہ رفیع کی خدمت میں روانہ کر کے اپنی امانت طلب کی شاہ فیض الدین نے جوابات کا عند و قیہ اسی طرح سر بہ مہر قاصد کے سپرد کر دیا۔ مند و قیہ قاسم بیگ کے پاس پہنچا اور اس نے اس کو کھولا تمام چیزیں اپنی جگہ پر موجود تھیں لیکن ایک تحصیل جس میں بہترین جوابات تھے مند و قیہ سے غائب تھی قاسم بیگ نے ایک آہ سر پہنچی اور اسی وقت غلیل ہوا اور تقوٰی سے ہی زمانہ میں وفات پائی خونزہ ہالیوں نے دیکھا کہ کشور خاں کا غلبہ حد سے زیادہ بڑھ گیا ہے یہ سب کچھ بھی کہ کشور خاں کا تسلط ملامت اللہ کے باہمی اتحاد و موافقت سے روز بروز بڑھ رہا ہے ان وجوہات پر نظر کر کے خونزہ ہالیوں سے ملامت اللہ کو قلعہ جوئند میں نظر بند کر دیا۔

۹۷۷ھ ہجری میں خونزہ ہالیوں نے لشکر جمع کیا اور سامان سفر درست کر کے اپنے فرزند قسطنطنیہ نظام شاہ کے ہمراہ کشور خاں کے دفع کرنے کے لئے روانہ ہوئی۔ ملکہ کانور کے دامن میں پہنچی اور ملا حسین تبریزی شاہ احمد اور قسطنطنیہ خاں وغیرہ شاہی مصاحبین نے دوبارہ جرات سے کام لیا اور قسطنطنیہ نظام شاہ کو ملکہ کے گرفتار کرنے کی ترغیب دلائی۔ بادشاہ خود اپنی والدہ کے تسلط سے بیحد آزر و ہمت تھا اس مرتبہ خود بھی ملکہ کو گرفتار کرنے میں ثابت قدم ہوا۔ قسطنطنیہ نظام نے اپنی والدہ سے کہا کہ اگر اجازت ہو تو کل صبح کو شکار کے لئے جاؤں ملکہ نے اجازت دی اور بادشاہ نے فرما دیا خاں اغلام خاں اور حبشی خاں سے کہا کہ ملکہ کی اجازت کے موافق میں کل صبح شکار کے لئے سوار ہو جاؤں گا اور اکثر امیر میرے ہمراہ جائیں گے تم بھی ہمراہ رکاب چلو۔ دوسرے دن صبح کو بادشاہ شکار کے لئے روانہ ہوا اور سواستاج خاں اور حسین الملک کے

تمام امیران بارگاہ بادشاہ کے ہمراہ روانہ ہو گئے۔ خوشہ ہمایوں داناو علاقہ تھی وہ اس  
 ہجوم کو خلاف مصلحت سمجھی اور کسی بہانہ سے اپنے احوال و انصاف کے ہمراہ خود بھی سوار  
 ہوئی۔ ملکہ کے ادبار کا وقت آچکا تھا اور وہ وقت سے پہلے واپس آئی۔ تمام ملازم  
 اپنے قیام گاہ کو واپس گئے اور بارگاہ میں کوئی باقی نہ رہا۔ نظام شاہ کو حقیقت حال  
 سے آگاہی ہوئی اور اس نے سب سے پہلے حبشی خاں کو جو سخت گیر امیر تھا۔ اپنی  
 ماں کی گرفتاری کے لئے حاضر کیا اور اس کے عقب میں فرعاد خاں اور اخلاص خاں  
 کو بھی اپنے خاصہ خیل کے ہمراہ کیا۔ بعض امیران کے علاوہ بھی اس کام کے لئے  
 روانہ کئے گئے حبشی خاں سہارنپور کے قریب پہنچا اور ملکہ کو اس کے ارادہ سے  
 اطلاع ہو گئی۔ بیگم نے ترکش اور خنجر و شمشیر سے اپنے کو آراستہ کیا اور گھوڑے پر  
 سوار ہوئی حبشی خاں اسی طرح گھوڑے پر سوار ملکہ کے قریب گیا اور کہا کہ  
 بادشاہ کا حکم ہے کہ آپ بھی مثل دیگر عورتوں کے پردہ میں نہیں اور امور سلطنت میں  
 دخل نہ دیں خوشہ ہمایوں نے انکار کیا اور کہا کہ اسے قلام تھکویہ قدرت کہاں سے  
 حاصل ہوئی کچھ سے اس طرح کی باتیں کرتا ہے حبشی خاں نے ارادہ کیا کہ ملکہ کا  
 بازو پکڑ کر اسے گھوڑے سے اتار لے خوشہ ہمایوں نے نیام سے خود بھیجا اور  
 حبشی خاں پر وار کرنا چاہا حبشی خاں نے ملکہ کا ہاتھ پکڑ کر ایسا موڑا کہ خنجر اچھے سے  
 گر گیا عین الملک اور تاج خاں نے اپنی خواہر کو آواز کرانے کی کوشش نہ کی اور راہ فرار  
 اختیار کی حبشی خاں نے اطمینان سے ملکہ کو پالگی میں سوار کر کے مرتضیٰ نظام سے کہے  
 یاس پہنچا دیا نظام شاہ نے والدہ کو کہا انوں کے سپرد کر دیا۔ اس واقعہ کے بعد  
 مرتضیٰ نظام نے ہر امیر کو نوازش شاہانہ سے سرفراز کیا۔ ملا حسین تبریزی کو جس نے  
 اس روز جاں نثاری سے کام لیا تھا خاں خاناں کے خطاب سے سرفراز کر کے  
 پیشوا کی کا منصب عطا فرمایا۔ کمال الدین حسین ولد قاسم بیگ جو گجرات سے  
 واپس آیا تھا باب کے نام والقباب سے موسوم کیا گیا۔ مرتضیٰ خاں بھی امرائے  
 کبار کے گروہ میں داخل کیا گیا اور شاہ احمد خطاب سے سرفراز ہونے کے بعد  
 اعتبار خاں کی جاگیر اور اسب و فیل کا مالک بنایا گیا۔ مرتضیٰ نظام نے ایک  
 گروہ کو عین الملک اور تاج خاں کے تعاقب میں روانہ کیا۔ عین الملک سرفراز

گجرات سے گرفتار کر کے احمد نگر لایا گیا لیکن تاج خاں نے جلد سے جلد مسافت طے کر کے اپنے کو ابراہیم قطب شاہ کے ملک میں پہنچا دیا جو اشخاص اس کے تعاقب میں روانہ کئے گئے تھے۔ فیصلہ مرام واپس آئے۔

گھنٹے ہیں کہ مرثیٰ نظام دام کالا سے احمد نگر واپس آیا غریبوں کی ایک جماعت غونزہ ہمالیوں کا قصبہ سنگریہ شاہ کی خدمت میں حاضر اور شاہانہ نوازش سے سرفراز ہوئی۔ بادشاہ نے کشور خاں کے تباہ کرنے پر کمر بستہ باندھی اور فوراً قلعہ دار دور پردھا دیا۔ کشور خاں ابراہیم قطب شاہ سے مدد کا طلبگار ہوا لیکن قبل اس کے کہ قطب شاہی فوج اس کی مدد کو آئے کشور خاں قتل کیا گیا اور قلعہ فتح ہو گیا چونکہ اس قلعہ کی فتح بھی عجائب روزگار میں ہے لہذا اس کی تفصیل ہدیۃ ناظرین کی جاتی ہے۔

مرثیٰ نظام نے دارور سے ایک کوس کے فاصلہ پر دریا کے کنارہ قیام کیا اور شاہ احمد مرثیٰ خاں اور دیگر مصاحبوں کے ہمراہ خود کھانا پکانے میں مشغول ہوا۔ اسی درمیان میں ایک جاسوس کشور خاں کے پاس آیا اور ایک سر پہ مہر کاغذ بادشاہ کے محفل میں پیش کیا۔ نظام شاہ نے کاغذ کھولا اور اس کی بے ادبانہ عبارت سے غصہ میں آیا اور اسی وقت سوار ہو گیا اور کہا کہ جب تک اس قلعہ کو فتح نہ کر لوں گا گھوڑے سے نہ اتروں گا۔ بادشاہ قلعہ کے قریب پہنچا اور دروازہ کی طرف بڑھا۔

خاتما خان اور مرثیٰ خاں وغیرہ شاہی مصاحبوں نے عرض کیا کہ قلعہ کشائی کی یہ تدبیر نہیں ہے کہ ابھی بدن سے گرد بھی نہیں جھڑی اور آپ ایسے مضبوط قلعہ پر حملہ کے لئے تیار ہو گئے نظام شاہ نے چونکہ قلعہ کو فتح کرنا محکم ارادہ کر لیا تھا امیروں کی بات نہ سنی اور کہا کہ اگر خدا کی مدد شامل ہے تو دروازہ کے قریب پہنچ کر ٹن و تیر سے اس کو توڑ ڈالوں گا اور قلعہ کے اندر داخل ہو جاؤں گا اور مجھے نقصان نہ پہنچے گا اور اگر میری موت آگئی ہے تو اس سے علاحدہ ہو جاتے پر کبھی زندہ نہ رہوں گا۔ امیروں نے جب دیکھا کہ بادشاہ اسی طرح تیار اور سرسبز اور کبھی طور پر بھی اپنے ارادہ سے باز نہیں آسکتا تو اس سے ہتھیار بند کرنے کی استدعا کی مرثیٰ نظام نے اس بات سے بھی اول انکار کیا و بارہویوں نے عرض کیا کہ سلاطین کا ہمتا سرور عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سنت ہے بادشاہ نے اپنے بدن پر ہتھیار لگائے اور تیر و کان پاتھ میں لے کر



قلعہ کی طرف بڑھا اسی درمیان میں قلعہ کے برج دوبارہ سے آتشباری شروع ہوئی  
ہر مرتبہ دو یا تین ہزار توپ و تفنگ اور بان سر ہوتے تھے انسان گھوڑے ہاتھی بہت  
زیادہ ضائع ہوئے اور میدان جنگ نمونہ قیامت بن گیا باوجود اس کے بھی نظام شاہ  
نے اپنے گھوڑے کی باگ نہ موڑی یہاں تک کہ قلعہ کی دیوار سے پچاس گز کے  
فاصلہ پر رہ گیا اس وقت نظام شاہی فوج تیر اندازی میں مصروف ہوئی اور بڑی  
عظیم الشان لڑائی ہونے لگی۔ اسی طوفان دار و گیر میں دو یا تین گولیاں بادشاہ کے  
قریب سے گزریں لیکن خیریت گزری کہ نظام شاہ کو نقصان نہیں پہونچا لیکن باوجود  
اس خوف کے کسی شخص کی یہ قدرت نہ تھی کہ بادشاہ سے واپسی کی درخواست کرے  
عین معرکہ کارزار میں اہل قلعہ کا شور و غوغا بند ہو گیا حریف کو تعجب ہوا درجند لوگ  
کھڑکیاں کھول کر قلعہ کے اندر آئے اور دیکھا کہ کشور خاں ایک تیر کے صدمہ سے  
فوت ہو گیا ہے اور قلعہ میں کوئی متنفذ بھی موجود نہیں ہے ان لوگوں نے  
کشور خاں کا مرتن سے جدا کر کے کنگرہ پر آویزان کر دیا نظام شاہ اس واقعہ کو دیکھ کر  
خوش ہوا اور خدا کی بارگاہ میں شکر ادا کیا۔

موتین لکھتے ہیں کہ کشور خاں کے واقعہ کے بعد عین الملک اور نور خاں جو نامی  
عادل شاہی امیر تھے دس یا بارہ ہزار سواروں کی جمعیت سے نظام شاہی ملک میں  
داخل ہوئے اور شہر دہل کو تباہ و برباد کرنے کے لئے احمد نگر روانہ ہوئے۔ فر باد خاں  
اور اخلاص خاں پانچ یا چھ ہزار سواروں کی جمعیت سے خواجہ میرک دہیر اصفہانی  
کے زیر انتظام عادل شاہی فوج کے مقابلہ میں روانہ کئے گئے۔ یہ گروہ حریف کے  
قریب پہونچ گیا اور دہیر اصفہانی نے امر کو آگے بڑھایا اور خود کہیں گاہ میں بیٹھ گیا۔  
فریقین کا مقابلہ ہوا اور جنگ کی بعض درست کی گئیں معرکہ کارزار گرم ہوا اور  
دہیر اصفہانی نے چالیس شاہی ہاتھی اور علم بنر اور چار سو خاصہ خیل کے سواروں کو میدان  
کارزار میں دوڑایا اور یہ مشہور کیا کہ خود بادشاہ بھی میدان جنگ میں آگیا۔ عین الملک  
اور نور خاں اس خبر کو صحیح سمجھے اور میدان سے فراری ہوئے خواجہ میرک نے ان  
انخاص کا تعاقب کر کے عین الملک کو قتل کیا اور نور خاں کو زندہ گرفتار کر کے  
دار در کے نواح میں بادشاہ کے حضور میں حاضر ہو گیا۔

اسی دوران میں قطب شاہ نے نظام شاہ سے اظہار دوستی کیا اور یہ دونوں فرما کر واپس پور فتح کرنے کے لئے روانہ ہو کر عادل شاہی و ایرہ حکومت میں داخل ہوئے شاہ ابوالحسن نے جو عادل شاہ کا یہ جملہ تھا سید میر تقی سہروردی کو نظام شاہ کی خدمت میں بھیج کر اسے یہ پیغام دیا کہ میں خاندان نظام شاہی کا موروثی ہی خواہ ہوں اور میری ارادت بھی ظاہر و روشن ہے کہ محتاج شہادت و بیان نہیں ہے اگر حکم ہو تو یہ خبر اندیش بادشاہ کے حضور میں حاضر ہو کر جو کچھ صلاح دولت ہے اسے عرض کرے بادشاہ کو اس ٹک خوار کو شرف امتنان ہو سکی اجازت دینا بعید از ذرہ نوازی نہ ہو گا نظام شاہ نے جواب دیا کہ شاہ ابوالحسن ہمارے پیر زادہ ہیں اگر وہ یہاں تشریف لائیں تو ہم ان کی صلاح کے مطابق اس مہم کو انجام دیں۔ شاہ ابوالحسن کو امید پیدا ہوئی اور انھوں نے خانخانان کے واسطے سے موضع داکداری میں نظام شاہ سے ملاقات کی شاہ صاحب نے نفیس اور بیش قیمت تحفے نظام شاہ کے حضور میں پیش کر کے فرصت کے وقت بادشاہ سے عرض کیا کہ حسین نظام شاہ نے اس امر کو بخوبی سمجھ لیا تھا کہ عادل شاہ کی دوستی سے نیک نتیجے نکلیں گے اسی بنا پر مرحوم بادشاہ نے عادل شاہ سے قرابت کر کے راج جیسے ذرہ دست فرما کر داکداری پر کیا تھا اگر کچھ کدورت حال میں کو تا اندیش ملازمین کی ناگہبی سے پیدا ہو گئی تھی تو خدا کا شکر ہے کہ اب بادشاہ کی بہادری سے فرائل ہو گئی ہے ابراہیم قطب شاہ کی ظاہری موافقت پر عادل شاہ سے مخالفت کرنا دور اندیشی سے بعید ہے ابوالحسن نے اس تقریر کے بعد قطب شاہ کا اتفاق آئینہ خط جو اس نے عادل شاہ کو لکھا تھا اور جو شاہ ابوالحسن کے پاس تھا نظام شاہ کو دکھلایا اور کہا کہ قطب شاہ اگرچہ چہرہ بظاہر آپ کے ہمراہ ہے لیکن خفیہ طور پر دوسروں کا دوست ہے شاہ ابوالحسن نے اپنے دعویٰ پر گواہ بھی پیش کئے اور نیز خانخانان نے بھی اس کی تصدیق کی غرض سے شاہ ابوالحسن نے اس طرح مرصی نظام کے کان بھرے کہ بادشاہ نے اسی مجلس میں اپنے امیروں اور افسران فوج کو حکم دیا کہ قطب شاہ کی تنبیہ کی جائے ابراہیم قطب شاہ نے اپنی سلامتی فراموش کر دی اور خیمہ و خراگہ میدان میں چھوڑ کر گولہ روائہ ہو گیا نظام شاہیوں نے قطب شاہ کی بارگاہ کو تاراج کر کے خود اس کا بھی تعاقب کیا اور تمام راہ غارتگری اور

ایذا رسانی میں مصروف رہے۔ حریف کی دراز دستی دیکھ کر شاہزادہ عبدالقادر قطب شاہ کے  
فرزند اکبر نے جو بھید بہادر اور مشہور تھو شفوئیں تھا اپنے باپ سے عرض کیا کہ نظام شاہی  
فوج کی شوخی حد سے بڑھ گئی ہے اور یہ کسی طرح فارملگری سے باز نہیں آتے اگر بادشاہ  
مجھے حکم دیں تو میں ایک گروہ ہمراہ کیں گاہ میں پوشیدہ ہو جاؤں اور تعاقب کے وقت  
دشمن پر عقب سے حملہ آور ہوں میرے نزدیک یہ تدبیر قرین مواب ہے قطب شاہ  
نہایت سرعت کے ساتھ راستہ طے کر ہاتھا اس نے فرزند کی رائے کا کچھ جواب نہ دیا  
اور گولکنڈہ پہنچ کر بیٹے کی شجاعت سے خوف زدہ ہوا اور اسے ایک قلعہ میں نظر بند کر دیا  
چند روز کے بعد بے مروت بادشاہ نے صرف اس قدر گناہ پر جو عین دولت خواہی  
تھا فرزند کی زندگی کا خاتمہ کر دیا۔

غرض کہ شاہ ابوالحسن نے پیام رسانی کی خدمت کو یہ خوبی انجام دیا اور علی عادل کی دہکالت  
میں مرضی نظام سے یکجہتی اور اتحاد کے بعد ویدیان لئے اور مرضی نظام احمد نگر واپس آیا۔  
خاندان لاعنایت اللہ سے بچہ خوف زدہ تھا اس کا خیال تھا کہ بادشاہ ملائے  
مذکور سے راضی ہو کر اس کو دوبارہ منصب پیشوائی عطا کرے گا اسی خیال کی بنا پر خاندان نے  
دہشت آمیز اخبار سے بادشاہ کا دل عنایت اللہ کی طرف سے برگشتہ کر دیا اور اسکے  
قتل کا فرمان حاصل کر کے بیچارہ کو قید زندان اور قید حیات دونوں سے آزاد کر دیا۔  
لاعنایت اللہ کا قتل قطب شاہ کی بارگاہ کی ناراضی کا نتیجہ تھا اور تمام رعایا خاندان سے  
بیزار ہو گئی۔ اسی دوران میں ابراہیم قطب شاہ نے یہ واقعات سنے اور مرضی نظام کو  
ایک خط اس مضمون کا لکھا کہ مجھے اپنے مہربان برادر سے یہ امید تھی کہ مفیدہ بہرہ داز  
اشخاص کی غمازی سے آپ میرے ساتھ اس قسم کا سلوک کریں گے اور میرے ہاتھی  
گرفتار کر لین گے ہاتھیوں کا مجھے خیال نہیں ہے میں خود انھیں آپ کے نذر کرنا ہوں  
اس لئے کہ میرے ملک میں یہ جانور کثرت سے جنگوں میں پایا جاتا ہے لیکن مجھے حیرت  
یہ ہے کہ باوجود اس کے کہ آپ کی بارگاہ میں شریف اور عالی نسب امیر موجود ہیں اسکے  
ہوتے ہوئے استاد فوری جراح کے فرزند کو وکیل سلطنت مقرر کرنا کیا معنی رکھتا ہے  
نظام شاہ کو اس پیغام سے یہ اندیشہ ہوا کہ ہمیں ابراہیم قطب شاہ علی عادل سے  
اتحاد کر کے اپنے ہاتھیوں کا دعویٰ نہ کرے اس نے خاندان کو معزول کر کے

شاہ جمال الدین حسین کو عہد نکالت عطا کیا۔

اس دوران میں اہل فرنگ نے سراٹھایا اور قلعہ ریکندہ کے استحکام پر غور ہو کر مسلمانوں کو حقیر سمجھنے اور انھیں نقصان پہنچانے لگے مرنعلی نظام نے جمال الدین حسین شاہ احمد مرنعلی خاں اور دیگر سادات انجو کے مشورہ سے جو اس زمانہ میں رکن رکن سلطنت تھے اسی سال قلعہ ریکندہ پر جو بندر چپول کے جوار میں واقع ہے دھاوا کیا اور حصار پر پہنچ کر محاصرہ کر لیا۔ عیسائیوں نے بھی مدافعت کا روائی شروع کی تقریباً دو سال یہ عالم رہا کہ کبھی کبھی اہل اسلام اور فرنگیوں میں جنگ ہو جاتی تھی۔ اور مسلمانوں کی ایک کثیر تعداد توپ و تفنگ سے شہید ہوتی تھی شاہی لشکر میں موت کا بازار گرم تھا اور ہر گوشہ سے فریاد و زاری کی آوازیں سنائی دیتی تھیں پریشانی کا یہ عالم تھا کہ مسلمانوں کو اپنے مردوں کی چھین و پھین کا بھی موقع نہ ملتا تھا اس لئے کہ کئی امیر اپنی کج رائی اور جہالت سے قلعہ کشائی کی تدبیر نہ کرتے اور جا کر یز و لقب و سلبا ط کے تیار کرنے میں دقت ضائع کرتے تھے ان کی کوشش کا مدعا یہ تھا کہ نروبان لگا کر قلعہ کے اوپر پہنچیں اور اہل قلعہ کو مجبور کر کے حصار فتح کر لیں۔ اہل فرنگ فن آتشباری میں کامل تھے مسلمان اپنے مقاصد میں کامیاب نہ ہوتے تھے اور ہر روز اس قدر گولیوں کی بوچھاڑ ہوتی تھی کہ مسلمانوں کے گروہ کے گروہ نذر اجل ہوتے تھے اور لشکر میں فریاد و زاری کی وجہ سے عام پریشانی پھیلی ہوئی تھی صورت واقعہ کو اس طرح دیکھ کر مسلمانوں نے یہ سٹے کیا کہ اہل قلعہ پر آمد و شد کی تمام راہیں بند کر دیں۔ اس مشورہ پر عمل درآمد کیا گیا اور اہل فرنگ نے پریشان ہو کر ارادہ کیا کہ اس قلعہ کو خالی کر کے کسی دوسری بندرگاہ میں پناہ گزیں ہوں لیکن بعض فرنگیوں نے اس رائے سے اختلاف کیا کہ قلعہ میں جو سرکاری رقم موجود ہے ہم کیوں نہ اسی کو اپنی اور حصار کی حفاظت میں صرف کریں اگر اس تدبیر سے بھی کار بر آری نہ ہوگی تو ہم البتہ حصار کو خالی کر کے کسی اور قلعہ میں پناہ لیں گے۔ اس قرارداد کے موافق اہل فرنگ نے نظام شاہی امیروں کو نرپاشی سے اپنا رفیق کار بنایا اور فریاد خاں / خلاص خاں وغیرہ حبشی امیروں نے رشوت لے کر شراب اور دیگر ضروریات زندگی کا سامان و جنس اہل قلعہ کو پہنچانا شروع کیا۔ ان بے وفا حبشی امیروں نے یہ انتظام کیا کہ

ہر شب ایک امیر ضروریات زندگی کی چیزیں اہل قلعہ کو پہنچاتا رہے یہ لوگ رات کو یہ کارروائی کرتے تھے اور دن کو حریف سے معرکہ آرائی کرتے تھے اور لوگوں کو دکھانے کے لئے زوہبان لگا کر قلعہ کشانی کی تدبیریں کرتے تھے۔ اہل فرنگ اپنے دستور کے مطابق آلات آتشباری سے حریف کو قتل و غارت کر رہے تھے اور مسلمانوں کے لشکر میں شور و غوغا بلند تھا نصاریٰ کا یہ عالم تھا کہ اطمینان کے ساتھ دشمن کی مدافعت کر رہے تھے اور قلعہ کسی تدبیر سے سر نہ ہوتا تھا۔ شاہ جلال الدین جوانی کے نشہ میں سرشار ہمت سلطنت سے بالکل غافل کھیش و عشرت کا مشوا لا ہو رہا تھا اس نوجوان امیر نے خواجہ میرک کو اپنا وکیل بنا کر خود امور سلطنت سے کنارہ کشی کر لی تھی مرتضیٰ نظام طول محاصرہ اور محنت سفر سے تنگ آگیا اور کبھی کبھی شاہ جلال الدین کی غفلت اور بے پروائی کی خواجہ میرک سے شکایت بھی کرتا تھا۔ اسی دوران میں مسلمانوں کی ایک کشتی بندر جون سے چول کے بندر گاہ میں آرہی تھی فرنگیوں نے سربراہ کشتی کو گرفتار کیا اور تمام مال و اسباب کو غارت و تباہ کر کے مسلمانوں کو قید کر لیا ان امیروں میں رستم خاں اور شمشیر خاں نامی دو جوان تھے جن کو شجاع اور تنومند لکھن اہل فرنگ نے برج و بارہ گئے اور پوچھیں کیا تاکہ یہ نوجوان مسلمانوں سے جنگ کریں۔ رستم و شمشیر مجبور تھے انھوں نے نصاریٰ کے حکم کی تعمیل کی اور کبھی کبھی تعمیر و تفتنگ لشکر اسلام کی طرف پھینک دیتے تھے تھوڑے زمانہ کے بعد یہ دونوں نوجوان اپنی اس حرکت سے بے حد رنجیدہ ہوئے امرائے نظام شاہی اہل فرنگ سے ملے ہوئے تھے ایک روز فرنگیوں نے اپنے مجلس مشورہ میں کہا کہ خواجہ میرک کے سوا تمام نظام شاہی امیر ہمارے ہی خواہ ہیں صرف دبیر اصفہانی ہمارا بدخواہ اور باعث محاصرہ ہے رستم خاں اور شمشیر خاں نے یہ تقریر سنی اور باہم یہ طے پایا کہ کسی طرح اپنے کو حصار سے نیچے گرائیں اور خواجہ میرک کو ان واقعات سے مطلع کریں ان لوگوں نے ایک نامہ لکھ کر خط کو پتھر میں باندھا اور نیزہ خواجہ میرک کے مورچل کی طرف پھینک دیا اور رات کو بندگراں سے اپنے کو اتراد کر کے خواجہ میرک کے قیام گاہ کے مقابلہ میں رسی کے ذریعہ سے نیچے اترے اور دبیر اصفہانی کے پاس پہنچ کر فرنگیوں کی قید سے آدادہ ہو گئے یہ خبر مرتضیٰ نظام نے بھی سنی

رستم و شمشیر خاں کو خلوت میں بلا کر ان سے اہل قلعہ کا حال دریافت کیا ان ہر دونوں جانوں نے تمام واقعات بے کم و کاست بیان کر دیئے اور کہا کہ اہل فرنگ بیدار طہینان کے ساتھ مدافعت کر رہے ہیں اور یہ لوگ محاصرہ کے خوف سے بالکل آدا ہیں ان کی جمیعت خاطر کی وجہ یہ ہے کہ ہر رات ان کو ضروریات زندگی کے سامان پہنچتے رہتے ہیں بادشاہ کے دکنی اور جعفری امیر و سپہ کے صندوق ان سے رشوت میں لیتے ہیں اور اس کے عوض مرغ و گوشت وغیرہ ہر چیز جس کی نصاریٰ کو ضرورت ہوتی ہے ان کو پہنچا دیتے ہیں اور دن کو بادشاہ اور فوج کے دکھانے کے لئے جنگ کرتے ہیں اور اس طرح غریب مسلمانوں کو تباہ کر کے اپنی عاقبت خراب کرتے ہیں ان امیروں میں سوا میرک اصفہانی کے اور کوئی شخص حریف کا دشمن نہیں ہے۔ نظام شاہ کو دوست و دشمن کی شناخت ہو گئی اور اس نے دبیر اصفہانی کو پہلے سے زیادہ معزز و مکرم کیا بادشاہ جمال الدین حسین سے بیدار زدہ ہوا۔ جمال الدین حسین حقیقت واقعہ سے آگاہ ہوا اور اس نے منصب و کالت سے دست بردار ہو کر بے اجازت بادشاہ کے احمد نگر کی راہ لی۔ بادشاہ نے ترکب محاصرہ کی بابت میرک اصفہانی سے مشورہ کیا دبیر اصفہانی نے عرض کیا جو بادشاہ کی رائے ہو وہ عین صواب ہے لیکن وقت کا تقاضا یہی ہے کہ محاصرہ سے دست بردار ہو کر احمد نگر کا رخ کیا جائے وارٹھک پہنچ کر جو رائے ہو اس پر عمل کرنا مناسب ہے مرنقی نظام نے اسی رائے پر عمل کیا اور قلعہ ریکندہ کے محاصرہ سے کنارہ کش ہو کر احمد نگر پہنچا اور فرما و خاں اخلاص خاں وغیرہ امرائے کبار کو نظر بند کر لیا۔ اور جمال الدین حسین کو مع اس کی زوجہ کے برہان پور کی طرف خارج البلد کر دیا۔ مرنقی نظام نے خواجہ میرک کو وکیل سلطنت مقرر کر کے اسے چنگیز خاں کے خطاب سے سرفراز کیا اور جمشید خاں شیرازی وغیرہ کامرتبہ بلند کر کے ان کو امیروں کے گروہ میں داخل کیا۔ چنگیز خاں بید صائب الرائے تھا اس نے اپنے حسن تدبیر سے ایسا انتظام کیا کہ احمد نگر شک بوستان ارم بن گیا۔

غلی عادل کو چنگیز خاں کے حسن انتظام سے اطلاع ہوئی اور اس نے ارادہ کیا کہ ابراہیم قطب شاہ سے اتحاد پیدا کرے چنگیز خاں کو عادل شاہ کے خیال سے آگاہی ہوئی

اور قبل اس کے عادل شاہ قطب شاہ سے ملاقات کر کے جنگیز خاں نظام شاہ کے ہمراہ عادل شاہی ممالک کی طرف روانہ ہوا اور اپنے حسن تدبیر سے عادل شاہ اور قطب شاہ میں ملاقات نہ ہونے دی۔ عادل شاہ اور نظام شاہ نے سرحد پر ایک دوسرے سے ملاقات کی اور باہم یہ طے پایا کہ عادل شاہ کرناٹک کے ممالک میں ان شہروں پر قبضہ کرے جن کا حصول برابر و بیدر کی آمدنی کے مساوی ہو اور مرغئی نظام برابر و بیدر کو تھال خاں اور علی برید کے قبضہ سے نکال کر خود ان ممالک پر متصرف ہو اور قطب شاہ اپنے حال پر چھوڑ دیا جائے اور اسے طریقین میں سے کسی فرمانروا سے کوئی سروکار نہ رہے اس قرارداد کے موافق دونوں فرمانروا ایک دوسرے سے رخصت ہو کر اپنے اپنے ملک کو روانہ ہوئے اور فوج و لشکر کی فراہمی اور سامان جنگ کی ترتیب میں مشغول ہوئے قلعہ ریکندہ کے محاصرہ میں جو نقصان ہوا تھا اس کی تلافی ہو گئی اور مرغئی نظام نے تین ہزار غریب ترکش بندے سے لازم رکھے۔

سہ ماہہ ہجری میں مرغئی نظام نے برابر پر دھاوا کیا اور ملاحیدر کاشی کو جو بارگاہ نظام شاہی کا مشہور فاضل تھا تھال خاں کے پاس بطور قاصد روانہ کیا اور اسے پیغام دیا کہ دریا عدا الملک ہمارا ہم مشرب برادر تھا اس کی وفات کسے بعد اس کا فرزند اکبر برہان عدا الملک وارش ملک ہے جب تک کہ برہان عدا الملک بچہ تھا تھیں انتظام ملک کے لئے عمان حکومت اپنے ہاتھ میں لینا سزاوار تھا اب جب کہ یہ طفل جوان اور قابل حکمرانی ہو گیا ہے تو اصل وارش کو مکان کے اندر قید رکھ کر خود حکومت کرنا بالکل نازیبا اور سب سے تم کو چاہئے کہ اس خط کے پہنچنے ہی بہت ملکی اور مالی برہان عدا الملک کے پیروں کے خود حکومت سے علیحدہ ہو جاؤ ورنہ جو بلا تم پر نازل ہونے والی ہے اس کے دور و دو کا انتظار کرو۔ تھال خاں اس خط کا مقصود پڑھ کر ہمہ فزودہ ہوا اور اپنے پیسہ بزرگ شیشیر الملک سے جو اپنی شجاعت اور بہادری کے مقابلہ میں رستم و اسفندیار کو بھی طفل نو آموز سمجھتا تھا مشورہ کیا شیشیر الملک نے جواب دیا کہ برہان عدا الملک کی ہمدردی محض ایک بہانہ ہے مرغئی نظام اس ملک پر خود قبضہ کرنا چاہتا ہے اس کا مدعا یہ ہے

کہ اس قسم کی تحریر سے رعیت اور لشکر کو ہم سے برگشتہ کر دے چونکہ ہم اس زمانہ میں ملک  
ولشکر و نیز دولت میں نظام شاہ سے کم نہیں ہیں ہم کو چاہئے کہ شجاعت اور مردانگی  
سے کام لیں اور نامہ کا جواب بجائے قلم کے شمشیر سے ادا کریں۔ تغال خاں کے سر پر  
ادبار سوار تھا اس نے فرزند کے کہنے پر عمل کیا اور ملا حیدر کو بنے نیل مرام واپس کر دیا  
مگر تغلی نظام نے پارتی کے نواح میں یہ اخبار سنے اور ایچ پور کی طرف روانہ ہوا۔ اور  
شمشیر الملک اپنے باپ کا مقدمہ لشکر بیکر نظام شاہی لشکر کے مقابلہ میں روانہ ہوا۔ اور  
نظام شاہ کے شمشیر و لشکر کو غافل پاکر اس پر حملہ آور ہوا اور اسے پسپا کر دیا جنگیز خاں  
نے دوسرے افسر تدارک کے لئے مقرر کئے شمشیر الملک اپنے باپ سے مدد کا  
خواہش گزار ہوا تغال خاں مع اپنی فوج کے فرزند کے پاس پہنچ گیا جنگیز خاں اسکے  
درد سے آگاہ ہوا اور اس نے خداوند خاں جھنڈ خاں بھری خاں رستم خاں وغیرہ  
نامی سرداروں کو اسی فوج کی مدد کے لئے روانہ کیا جنگیز خاں نے صرف اسی ملک پر  
اکتفا نہ کیا بلکہ عاقبت اندیشی سے کام لے کر خود ہی بارخصت بادشاہ کے عین ہزار  
غریب ترش بندوں کے ہمراہ جلد سے جلد امداد کے لئے روانہ ہو گیا۔ طریقین کی گھنٹیں  
درست ہوئیں اور جنگیز خاں عین معرکہ جنگ میں پہنچ کر حریف پر حملہ آور ہوا اشد ہیرا اور  
خو نیز لڑائی کے بعد جنگیز خاں نے خود ہراست سے کام لیا اور پانچ سو یک دل و  
ایک جہت سواروں کے ساتھ حریف کے قلب لشکر پر حملہ آور ہوا اور تغال خاں کے  
علم بردار کے بالوں پر شمشیر کا دار کیا جنگیز کے ہمراہیوں نے حریف کی جماعت  
کو براگندہ کر دیا تغال خاں اور شمشیر الملک اسے تاہب مقابلہ نہ لاسکے اور ایچ پور کی  
طرف فراری ہو گئے۔ جنگیز خاں نے ہزار کے بہترین نامی ہاتھی گرفتار کئے اور  
کامیاب نظام شاہ کی خدمت میں واپس آیا۔ اس فتح سے جنگیز خاں کی شہرت  
اور عزت و مرتبہ میں اور اضافہ ہوا۔

اس واقعہ کے بعد جنگیز خاں نے بیشتر رعایا سے ہزار کو ہر چہاہ جانب  
تسلیم آمیز خطوط روانہ کئے۔ رعایا نے اطاعت کا اقرار کیا اور ملک کے زمیندار  
چودھری اور تانوں گودبار میں آکر عطائے خلعت سے سرفراز کئے گئے۔ یہ  
اشخاص خوش و خرم اپنے ملک کو واپس گئے اور مرغی نظام نے الینان کے ساتھ



قدم آگے بڑھایا۔ تغال خاں اور شمشیر الملک نے دوبارہ مقابلہ نہ کیا اور جنگل میں پناہ گزیں ہو گئے۔ مرتضیٰ نظام نے ان کا تعاقب کر کے جنگلوں میں آوارہ کر دیا چھ مہینے اس حالت میں گزر گئے اور تغال خاں اور شمشیر الملک اب ایک ایسے جنگل میں پہنچے جہاں سے راہ گریز مسدود تھی۔ مرتضیٰ نظام اس مقام پر پہنچا اور قریب تھا کہ حریف مع تمام اپنے سامان چشمت کے اس کے ہاتھ میں گرفتار ہو جائے کہ ناگاہ میر موسیٰ مازندانی جو ایک مجذوب سید تھے سر راہ نظام شاہ کے پاس پہنچے اور بادشاہ سے کہا کہ تمہیں دوازدہ امام کی قسم ہے کہ جب تک مجھے بارہ ہزار ہوں نہ عنایت کر لو یہاں سے قدم آگے نہ بڑھاؤ نظام شاہ نے دوازدہ امام کا نام سنکر اپنے ہاتھی کو ڈھیس کھڑا کر دیا اور مسائل کے حسب و نسب کا سوال کیا جب یہ معلوم ہو گیا کہ مجذوب سید صحیح النسب اور محب اہل بیت ہے بادشاہ نے چنگیز خاں اور امین الدین بنشاپوری کو جو مقدمہ لشکر تھے طلب کیا اور ان کو حکم دیا کہ بارہ ہزار ہوں ان سید کو عطا کر دو چنگیز خاں نے عرض کیا کہ خزانہ واسپ و فیل لشکر کے عقب میں سہے بہتر یہ سہے کہ بادشاہ قدم آگے بڑھائیں اس لئے کہ تغال خاں وغیرہ فوراً گرفتار ہوا چلتے ہیں منزل پر پہنچکر حکم کی تعمیل کر دی جائیگی بادشاہ نے کہا کہ اگر تغال خاں سو ملک بھی ہمارے برابر تھے دسے تو بھی میں دوازدہ امام کے نام پر ان کو قربان کرتا ہوں۔ چنگیز خاں نے سید صاحب سے کہا کہ عرصہ دراز کے بعد بڑی محنت اور مشقت سے اب یہ مرتبہ ہاتھ آیا ہے کہ ہم حریف کو گرفتار کر کے جھگڑے سے نجات حاصل کریں خدا کے لئے بادشاہ سے کہہ دو کہ روپیہ مجھے وصول ہو گیا میں وعدہ کرتا ہوں کہ منزل پر پہنچکر تمہیں یہ رقم ادا کر دوں گا سید نے جواب دیا کہ زمانہ دراز کے بعد تو اب یہ موقع ہاتھ آیا ہے کہ میری مراد بر آئے باوجود دیوانگی کے میں اتنا ضرور سمجھتا ہوں کہ نقد کو وعدہ پر فروخت نہ کرنا چاہیئے۔ چنگیز خاں نے جلد سے جلد بادشاہ دارکان دولت کے پیش قیمت کھوڑے جمع کئے اور سید سے کہا کہ ان سب کو بعض رقم کے رہن رکھ لو ہم منزل پر پہنچکر تمہیں روپیہ ادا کر کے ان جانوروں کو واپس لے لیں گے سید صاحب نے کہا یہ بھی ممکن نہیں مجھے اسی وقت نقد رقم دواں لے کر اس کے بعد میری تمہاری ملاقات نہ ہوگی چنگیز خاں مجبور ہوا اور اس سے لوگوں سے روپیہ لیکر

معاملہ کو طے کیا لیکن اس عرصہ میں حریف کو موقع مل گیا اور وہ جنگل سے نکل کر بہان پور اس پر روانہ ہو گیا۔

نظام شاہ نے خاندیس کی سرحد پر قیام کر کے میران محمد شاہ حاکم خاندیس کو نامہ لکھا کہ تغال خاں نظام شاہی فوج سے فراری ہو کر اس ملک میں آیا ہے اس کو پناہ نہ ملنی چاہیے بہتر ہے کہ آپ اس کو اپنے ملک سے خارج البلد کر دیں مجھے امید ہے کہ جناب اپنی دانائی اور فراست سے اپنے ملک کو تباہی و بربادی سے محفوظ رکھیں گے۔ میران محمد نے نظام شاہ کا یہ خط تغال خاں کے پاس بھیج دیا تغال خاں نے نامہ پڑھا اور دوسرے راستہ سے براہ کچھ گیا۔ تغال خاں نے اپنے ملک میں پہنچ کر اکبر بادشاہ کو ایک سر بیضہ لکھا جس کا مضمون یہ تھا کہ دکن کے حکام اتحاد مذہب کی وجہ سے باہم متفق ہو گئے ہیں اور انھوں نے ارادہ کر لیا ہے کہ میران محمد سے چھین لین میں بادشاہ کی درگاہ کا وفد خادم ہوں براہیہا پناہ کے سپرد کرتا ہوں حضور امرائے سرحد کو حکم دیں کہ یہاں آکر ملک پر قبضہ کر لیں تاکہ یہ فدوی خود آستانہ شاہی پر حاضر ہو کر ان مخالفین سے اپنے کو محفوظ رکھے لیکن قبل اس کے کہ خط کا جواب آئے تغال خاں اور شمشیر الملک دونوں پدرو پسر پناہ گزیں ہوئے۔ تغال خاں نے قلعہ پر تالہ میں جو پہاڑ پر واقع ہے اور شمشیر الملک نے قلعہ کا دیل میں قیام کیا۔ مرضی نظام کی امید برآئی اور اس نے قلعہ پر تالہ کو چاروں طرف سے گھیر لیا امیروں اور افسران فوج نے بھی حصار کا احاطہ کر کے آپس میں موہل تقسیم کر کے اس میدان میں قدم جمائے۔ تغال خاں کا خط گجرات میں بادشاہ کی نظر سے گزرا اور اکبر بادشاہ نے مرضی نظام کو پیغام دیا کہ تغال خاں ہمارا مخلص ہے اور برابر کا ملک شاہی دائرہ حکومت میں داخل ہو چکا ہے جسے چاہئے کہ اس ملک کی تسخیر سے ہمت اٹھاؤ اور تغال خاں سے بدسلوکی نہ کرو۔ مرضی نظام نے جنگیتر خاں کی رائے کی موافق ایلچی سے سلوک نیک نہ کیا اور شاہی قاصد نے نیل مراد دایس آیا اور اگرہ میں بادشاہ کے حضور میں حاضر ہو کر نظام شاہ کی سرکشی کی داستان سنائی۔ چونکہ اکبر بادشاہ کو بنگال کی مہم درپیش تھی بادشاہ نے اس طرف توجہ نہ کی اور نظام شاہ اطمینان کے ساتھ قلعہ کے سر کرنے میں مشغول ہوا۔

تغال خاں نے بھی مدافعت میں پوری کوشش کی اور صرف آتشباری کے ماہرین یعنی اسد خاں شاہ گجرات کاچرکشی غلام اور سکندر خاں بن جمنی رومی خاں نے ہر چند ہاتھ پاؤں مارے کہ قلعہ کی دیوار کو توڑ دیں لیکن کچھ کار براری نہ ہوئی۔ اس دوران میں احمد نگر سے خیر آئی کہ شاہزادہ حسین پیدا ہوا چنگیز خاں نے شاہزادہ کی تاریخ ولادت کا مادہ فیض کامل نکالا اور شاہی حکم کے موافق جشن عشرت منعقد کرنے میں مشغول ہوا۔ بادشاہ پر فرزند کی دیدار کا شوق غالب آیا اور نیزہ کہ سفل سفر سے خستہ و ماندہ بھی ہو گیا تھا اس نے ارادہ کیا کہ احمد نگر واپس آئے اتفاق سے اسی زمانہ میں صاحب خاں نام ایک امیر بادشاہ پر بیحد حاوی ہو گیا تھا اس شخص نے بھی واپسی پر اصرار کیا اور قریب تھا کہ تین سال کی محنت ضائع ہو اور ترقی نظام احمد نگر واپس آئے کہ حسن اتفاق سے ایک تاجرا افغان نام ہندوستان سے آیا اور چند عمدہ گھوڑے اور اسباب اپنے ہمراہ لایا اور چنگیز خاں سے کہا کہ یہ چیزیں میں تغال خاں کے لئے لایا ہوں اگر مجھے اجازت ہو تو میں قلعہ کے اندر جا کر اشیائے مذکورہ کا حکم شہر کے ہاتھ فروخت کر دوں چنگیز خاں نے جواب دیا کہ ایک شرط کے ساتھ تمہیں قلعہ میں جاہلی اجازت دی جاتی ہے اور وہ یہ کہ واپسی کے بعد تم نظام شاہ کی ملازمت اختیار کر رکھنا اسے بشرہ سے عقل و دانائی کے آثار نمایاں ہیں تم تجارت کو ترک کرو اور بادشاہ کی مصاحبت سے اپنے کو معزز بناؤ تاجر نے کہا کہ اگر یہ بات ہو تو میری خوش نصیبی ہے۔ بے چنگیز خاں نے کہا کہ تمہاری تقدیر میں مرتبہ امارت پر فائز ہونا ہے تمہیں چاہیے کہ نظام شاہ کی بھی خواہی کرو تاجر نے قبول کیا اور چنگیز خاں نے اپنے ایک معتمد شخص کو کثیر رقم کے ساتھ تاجر کے ہمراہ کر دیا تاکہ یہ شخص بھی تاجروں کے لباس افغان کے ساتھ مع اس رقم کے اندر جائے اور قلعہ کے محافظوں کو نظام شاہ کا یہی خواہ بنا کر یہ رقم ان کے حوالہ کرے اور یہ طے کرے کہ محافظین قلعہ حصار کی حفاظت سے دست بردار ہو کر نظام شاہی ملازمین میں داخل ہوں جس کے صلہ میں بادشاہ ان کو مال مال کر دیگا۔ یہ شخص اندر گیا اور اس نے قلعہ کے محافظوں سے سازش کر کے رات ہی بھر میں تمام پاسبائوں کو چنگیز خاں کے پاس پہنچا دیا قلعہ کے اندر کوئی محافظ نہ رہا اسد خاں اور رومی خاں نے

ایک توپ کلاں سر کی جس نے ایک برج اور دیوار میں رخنہ کر دیا چونکہ حصار کے اندر کوئی شخص اس رخنہ کو بھرنے والا موجود نہ تھا چنگیز خاں کے خاصہ کا ایک گروہ قلعہ کے اندر داخل ہوا اور اس نے بغیر کسی بجائی کے رخنہ بھری میں تھال خاں اپنے درباریوں کی ایک جماعت کے ساتھ قلعہ سے فراری ہوا چنگیز خاں نے سید حسین استرآبادی کو غریبوں کی ایک جماعت کے ہمراہ تھال خاں کے تعاقب میں روانہ کیا اور خود قلعہ کے اندر داخل ہو کر بادشاہ کے حضور میں حاضر ہوا چنگیز خاں نقد و مجلس کے عطیہ کے علاوہ فاتح ملک برار کے تاریخی خطاب سے بھی سرفراز کیا گیا مرتضیٰ نظام نے برہان عماد الملک کو جو قلعہ پر تال میں تھال خاں کا قیدی تھا مع تھال خاں اور اس کے فرزندوں کے گرفتار کر کے ایک قلعہ میں نظر بند کر دیا۔ یہ امیر بھی حصار میں اپنی اجل طبعی سے فوت ہوئے اور کسی کا نام و نشان باقی نہ رہا مرتضیٰ نظام نے ارادہ کیا کہ برار کو اپنے امرا میں تقسیم کر کے خود احمد نگر روانہ ہو کہ چنگیز خاں نے بادشاہ سے عرض کیا کہ علی عادل سے معاہدہ ہوا تھا کہ بادشاہ برار اور بیدردوں ملکوں پر اپنا قبضہ کریں چونکہ اس زمانہ میں علی عادل قلعہ پیکا پور کے محاصرہ میں مشغول ہے بہتر ہے کہ ہم بیدرد کو بھی اسی زمانہ میں فتح کر لیں۔ مرتضیٰ نظام نے اس رائے کو پسند کیا اور بیدرد کا رخ کیا۔

محمد شاہ فاروقی نے موقع پا کر برہان عماد الملک کے دایہ زادہ کو خود مرحوم وارش کا فرزند مشہور کیا اور چھ ہزار سواروں کی جمعیت سے برار روانہ ہو گیا۔ محمد شاہ برار کے نواح میں پہنچا اور سات یا آٹھ ہزار قدیم براری ملازم بھی اس کے ساتھ ہو گئے خداوند خاں اور حبشی خاں اس گروہ کی مدافعت نہ کر سکے اور انھوں نے ایک عریضہ مرتضیٰ نظام کی خدمت میں روانہ کیا دوسرے دن خداوند خاں اور خورشید خاں کا ایک معروضہ بادشاہ کے حضور میں پہنچا جس کا مضمون یہ تھا کہ اگر بادشاہ خود اس طرف توجہ فرما کر محمد شاہ کی تنبیہ فرمائیں تو بہتر ہوگا۔ امرا نے برار نے بھی اسی مضمون کے خطوط نظام شاہ کی خدمت میں روانہ کئے۔ مرتضیٰ نظام نے ان خطوط کے مضمون سے واقف ہو کر سید مری سبز داری کو جو حال ہی میں بیجا پور سے آیا تھا سر لشکر مقرر کر کے آٹھ ہزار سواروں کے ساتھ اپنے سے پیشتر مخالفین کے مقابلہ میں روانہ کیا اور اس کے بعد خود بھی اپنے مخصوص

احرا کے ہمراہ برار روانہ ہوا بادشاہ نے چنگیز خاں کو بھی حکم دیا کہ کوچ کر کے جلد سے جلد برار پہنچ جائے چنگیز خاں بھی احرا کے ہمراہ جلد سے جلد روانہ ہو کر دس کو س کی راہ طے کر کے بادشاہ کی خدمت میں حاضر ہو گیا چنگیز خاں نے ہر چند کوشش کی کہ بادشاہ ایک دن اسی جگہ قیام کرے لیکن ممکن نہ ہوا اور دس کو س سفر کی منزل طے کی گئی۔ بادشاہ کے ورد کے قبل ہی سید مرتضیٰ نے جعلی عماد الملک کو شکست دیکر اس قوم کو پسپا کر دیا۔ نظام شاہ نے ردہن گیر کے گھاٹ کو عبور کیا اور محمد شاہ جو اپنی سرحد میں مقیم تھا فراری ہو کر قلعہ اسیر میں پناہ گزین ہوا نظام شاہ نے برہان پور تک سارے ملک کو غارت و تباہ کیا چنگیز خاں نے قلعہ اسیر کی بچہ تعریف سنی تھی۔ نظام شاہ سے اجازت لیکر سیر و تفریح کے لئے دو ہزار غریب سواروں کے ساتھ روانہ ہوا محمد شاہ نے یہ خبر سنی اور اپنے امیروں کو حکم دیا کہ سات یا آٹھ ہزار سواروں کے ساتھ چنگیز خاں کو گھیر کر اسے ہلاک کر ڈالیں۔ خاندیس کے لشکر نے تیار ہند ہو کر چنگیز خاں پر حملہ کیا چنگیز خاں دشمن کی کثرت سے خوف زدہ نہ ہوا اور مقابلہ میں آیا شدید اور خونریز لڑائی کے بعد برہان پور کی فوج کو شکست ہوئی بلکہ اکثر اعیان ملک چنگیز خاں کے ہاتھ میں گرفتار ہوئے نظام شاہ برہان پور سے یہاں آیا اور صحرائیں خیمہ و خورگاہ برپا کر کے النگ اور موصل امیروں میں تقسیم کئے اہل لشکر نے برہان پور کو تباہ و برباد کر ڈالا محمد شاہ نے بڑی گفتگو کے بعد چچہ لاکھ ظفری بادشاہ کو اور چار لاکھ چنگیز خاں کو بطور صلہ بہادار کر کے حریف کو اپنے ملک سے رخصت کر دیا نظام شاہی فوج برار روانہ ہوئی۔ اسی زمانہ میں شاہ میرزا اصفہانی قطب شاہ کا حاجب سیالکباد کے لئے نظام شاہ کی خدمت میں آیا ہوا تھا اس حاجب کو معلوم ہوا کہ نظام شاہ کارارہ ہے کہ بیدار کو فتح کرے میرزا اصفہانی نے چنگیز خاں کو طمع کے دام میں گرفتار کرنے کا ارادہ کیا اور اس سے کہا کہ قطب شاہ کو تم سے امید ہے کہ تم بادشاہ کو بیدار کی تسخیر سے باز رکھو گے اس وقت میں دو لاکھ ہون تھیں دیتا ہوں تاکہ اس رقم کو اپنے لشکر کے اخراجات میں صرف کر دو چنگیز خاں نے کہا کہ نظام شاہی خزانہ اور دولت میرے قبضہ میں ہے مجھے کسی چیز کی احتیاج نہیں ہے میرا مدعا یہ ہے کہ امیر برید کو جو خار راہ ہے درمیان سے دور کر دوں اور ہماری اور تمہاری

ملکت میں فاصلہ اور واسطہ نہ رہے تاکہ ہم مذہب شاہان دکن جو محب اہل بیت ہیں ایک دوسرے کے ساتھ برادرانہ سلوک کریں اور بادشاہ دہلی کے خوف اور خطرات سے ہمیشہ کسے لئے محفوظ اور مامون ہو جائیں۔ میرزا اصفہانی چنگیز خاں کے جواب سے مایوس ہوا اور اس نے نظام شاہ کے محبوب صاحب خاں کو اپنا شکار بنایا اور نقد و جواہر کے ذریعہ سے اس کو بالکل بھی خواہ کر لیا ایک روز میرزا اصفہانی نے مجلس شراب نوشی میں صاحب خاں سے کہا کہ چنگیز خاں کا ارادہ ہے کہ برابر خود مختارانہ قبضہ کر کے اس ملک کا سکھ و خطبہ اپنے نام جاری کرے چونکہ نظام شاہی فوج کا نصف حصہ اس کا شرمندہ احسان ہے چنگیز خاں اپنے ارادوں میں بہ آسانی کامیاب ہو سکتا ہے اور یہی وجہ ہے کہ بادشاہ کو چنگیز خاں کی آوارہ پھرتا ہے تاکہ موقع پا کر اپنا مقصد حاصل کرے صاحب خاں میرزا اصفہانی کو صادق القول سمجھا اور چنگیز خاں کے درپے آزاد ہوا۔ اتفاق سے اس زمانہ میں صاحب خاں نے سے نوشی کر کے بعض امیروں کے ساتھ بے ادبی کی اور چنگیز خاں نے مرضی نظام کے حکم سے صاحب خاں کو قرار واقعی تنبیہ کی اس واقعہ سے یہ بلیغیہ اور زیادہ چنگیز خاں کا دشمن بنا صاحب خاں نے اپنا یہ شعار بنایا تھا کہ جب کبھی اس کو موقع ملتا چنگیز خاں کی طرف سے بادشاہ کے کان بھرتا تھا اور وحشت آمیز خبروں سے مرضی نظام کو چنگیز خاں کی طرف سے برگشتہ کرتا تھا مرضی نظام صاحب خاں کے اقوال پر اعتبار نہ کرتا تھا اور ہمیشہ اس سے یہی کہتا تھا کہ چونکہ میں نے چنگیز خاں کے ہاتھوں سے تجھے سزا دلوائی ہے تو محض عداوت کی وجہ سے مجھ کو برا ٹھیکتا کرتا ہے ایک دن بادشاہ نے شراب پی اور صاحب خاں نے خلوت میں پھر وہی گفتگو شروع کی بادشاہ نے اپنی عادت کے موافق صاحب خاں کو ناصواب جواب دیا صاحب خاں نے روٹنا شروع کیا اور کہا کہ اگر میں چنگیز خاں کا دشمن ہوں تو بادشاہ میرزا سے جو چنگیز خاں کا ہم وطن ہے حقیقت حال کو دریافت کریں نظام شاہ نے رات کے وقت جبکہ کسی شخص کو اطلاع نہ ہو شاہ میرزا کو طلب کیا اور اس سے حقیقت حال کی بابت سوال کیا۔ شاہ میرزا نے بڑے آب و تاب کے ساتھ صاحب خاں کے اقوال کی تصدیق کر کے نظام شاہ کو چنگیز خاں سے برگشتہ کر دیا۔ نظام شاہ اب بھی

ان واقعات کو صاحب خاں اور شاہ میرزا کی سازش سمجھا اور چند روز غور و فکر میں مبتلا رہا ایک روز بطور امتحان بادشاہ نے چنگیز خاں سے کہا کہ اس میں سفر سے تنگ آگیا ہوں میرا ارادہ ہے کہ جلد سے جلد احمد نگر روانہ ہوں چنگیز خاں نے جو دشمن کی سازش سے بے خبر تھا عرض کیا کہ بادشاہ نے حال ہی میں اس ملک کو فتح کیا ہے بلوچ چھ ہمدینہ اور قیام کرنا چاہتے ہیں کہ اس ملک کی رعایا کو بادشاہ کی طرف سے بالکل اطمینان حاصل ہو جائے۔

چنگیز خاں نے بادشاہ سے عرض کیا کہ حضور اس قیام کے بعد احمد نگر روانہ ہوں اور اس ٹک خوار کو اس نواح میں کچھ دنوں قیام کی اجازت عطا فرمائیں۔ تاکہ میں ملک کا انتظام کر سکے بادشاہ کی خدمت میں حاضر ہوں۔ مرقی نظام یہ جواب سن کر غمازوں کی تقریر کو بالکل صحیح سمجھا اور چنگیز خاں سے بدگمان ہو گیا چنگیز خاں بادشاہ کے اخراج طبیعت سے آگاہ ہوا اور چند روز بیماری کا بہانہ کر کے دیوان خانہ میں حاضر نہ ہوا انتظام شاہ اور زیادہ بدگمان ہوا اور حکیم محمد مصری کو حاجی کے بہانہ سے چنگیز خاں کے پاس روانہ کیا جس کا مدعا یہ تھا کہ حکیم مذکور شربت زہر آلود کے ذریعہ سے چنگیز خاں کو ہلاک کرے چنگیز خاں نے اولاً تو شربت پینے سے انکار کیا لیکن آخر میں وفاداری اور ٹھٹھک حلائی کو مد نظر رکھ کر شربت پی لیا اس ایسے حالت نزع میں بادشاہ کو اس مضمون کا ایک عریضہ لکھا کہ پروردگار نے میرے دیر جو زندگی کے ساتھ مرحلے طے کرنے کے بعد ستر برس کا بوڑھا ٹھٹھک خوار تھا آستانہ بوسی کے بعد عرض کرتا ہے کہ ولی نعمت نے جو غم بہت آب حیات میں ملا کر اس ٹھٹھک خوار کے لئے روانہ فرمایا تھا اسے اس ضعیف العمر خادم نے شوق و ذوق کے ساتھ پی لیا اور بادشاہ کے ساتھ وفاداری اور اخلاص کا نقش اپنے سینے پر جا کر بیوی و ندیمین ہوتا ہوں خدا مالک کو سلامت رکھے اس کمترین کی عرض یہ ہے کہ ٹھٹھک خوار کو بندہ درگاہ سمجھ کر جو دستور العمل کہ اپنے قلم سے لکھ کر بادشاہ کے حضور میں روانہ کرتا ہوں اس پر عمل درآمد فرمایا جائے اور اس غریب کی لاش کر لائے محل روانہ کر دی جائے جس قدر غریب ملازم میری سرکاریں جمع ہوتے ہیں۔ ان کو اپنے سلمہ داروں میں داخل فرمایا جائے چنگیز خاں نے عریضہ اور دستور العمل

سید حسین کی معرفت مرتضیٰ نظام کی خدمت میں روانہ کیا اور عود پلنگ پر تکیہ لگا کر لیٹ گیا دوسرے دن صبح صادق کے وقت ۹۷۲ھ ہجری میں امیر نے وفات پائی اور عماد الدین محمود و خواجہ گادان کی یاد دلوں میں پھر تازہ ہوئی مختصر یہ کہ چنگیز خاں نے وفات پائی اور اس کے ترکہ میں سے تین یا چار خط شاہ میرزا کے برآمد ہوئے جن سے چنگیز خاں کی برات ثابت ہوئی مرتضیٰ نظام کو ان واقعات سے آگاہی ہوئی۔ اور چنگیز خاں جیسا بادشاہ امیر کے تلف کر دینے سے بھد رنجیدہ ہوا لیکن چونکہ تیسر کمان سے قتل چکا تھا اس غم داندہ کا فائدہ نہ ہوا بادشاہ نے انہماک غصہ میں بغیر اس کے کہ شاہ میرزا کو اپنے حضور میں طلب کرے یہ حکم دیا کہ یہ شخص شاہی لشکر سے قتل جائے اور خود بھی احمد نگر روانہ ہو گیا نظام شاہ نے اولاً حکیم محمد مصری کو پیشوا مقرر کیا لیکن چھ ماہ کے بعد اس کو معزول کر کے اویل ۹۸۳ھ ہجری میں قاضی بیگ بزدی کو پیشوا اور وکیل سلطنت کی خدمت پر مامور کر کے میرزا محمد نظیری اور عین الملک کو وزیر مقرر کیا سید مرتضیٰ شیرازی کو مر لشکر برار مقرر کر کے خداوند خاں مولد وغیرہ سرداران معتمد کو اس کے ہمراہ برار روانہ کیا۔ بادشاہ نے قاضی بیگ وغیرہ تمام اشراف و اعیان احمد نگر سے کہا کہ تم لوگوں کو معلوم ہونا چاہئے کہ مجھ کو حکومت کی قابلیت نہیں ہے اور میں عدل اور ظلم میں تمیز نہیں کر سکتا اکثر اوقات عدل کے خیال و ارادہ سے ظلم کا ارتکاب کرتا ہوں اس میں تم لوگوں کو گواہ بنانا ہوں اور تمہیں سے قیامت کے دن جو روز حساب ہے شہادت طلب کرو گا کہ میں نے فرزند رسول صلی اللہ علیہ وسلم یعنی قاضی بیگ کو وکیل مطلق مقرر کیا ہے تاکہ یہ سید زادہ احکام شریعت، وائیں عدالت کے مطابق رعایا سے سلوک کرے اور کبھی کسی حالت میں بھی زبردستوں سے خایف ہو کر زبردستوں پر ظلم نہ کرے۔ اگر کوئی ظالم کسی پیر زل سے ایک سوئی بھی ظلم و تعدی کے ساتھ علیکا اور قیامت میں مجھ سے اس کا سوال کیا جائیگا تو میں خدا کو ہی جواب دوں گا کہ مجھے اس کی خبر نہیں ہے اور میں اس سوا خذہ سے بری سمجھا جاؤں اس کی باز پرس میرے وکیل مطلق سے کی جائے اگر قاضی بیگ تمہا اس کام کو انجام نہ دے سکے تو امین الملک میرزا محمد تقی اور قاسم بیگ کو بھی اپنا شریک کار بنائے میری خود یہ حالت ہے کہ میں عذاب و قہر الہی سے بھد خائف ہوں اور جو سلوک کہ



میں نے چنگیز خاں کے ساتھ کیا ہے اس سے بے خدشیاں ہیں میں نے یہ عہد کیا ہے کہ تمام عمر گوشہ نشینی اختیار کر دوں اور خلوت میں بیٹھ کر خدا کی عبادت کروں۔ بادشاہ نے اس تقریر کے بعد گوشہ نشینی اختیار کر لی اور قلعہ احمد نگر کی اس عمارت میں جو بغداد کے نام سے موسوم ہے خلوت گزری ہو گیا سوا صاحب خاں کے اور کوئی دوسرا شخص بادشاہ کے پاس نہ جاسکتا تھا دو تین ماہ کے بعد مرتضیٰ نظام یہ تہنہ پسندی کا اور زیادہ تعلیم ہوا اور اس نے بدیع سلطان والدہ میران حسین اور تمام عورات کو قلعہ سے ہٹا کر دوسرے مکان میں مقیم کیا بادشاہ نے قلعہ کی محافظت شاہ قلی گو جسے شاہ طہاسپ برہان نظام کے لئے روانہ کیا تھا سپرد کی مرتضیٰ نظام نے شاہ قلی کو صداقت خاں کے خطاب سے سرفراز کر کے اسے امرائے گروہ میں داخل کیا اور اسے حکم دیا کہ سوا صاحب خاں کے اور کسی شخص کو بادشاہ کے قریب نہ آنے دے۔

سلسلہ ہجری میں بھدو کالت قاضی بیگ اکبر بادشاہ سیر کرتا ہوا مالوہ کی سرحد پر پہنچا۔ اخبار رسالوں نے اس امر سے اہل احمد نگر کو آگاہ کیا قاضی بیگ نے ایک سرلیفٹ اسی مضمون کا مرتضیٰ نظام کی خدمت میں روانہ کیا۔ نظام شاہ مضمون خط سے واقف ہو کر بلا کسی توقف کے یاگی میں سوار ہوا اور سو سے زیادہ سواروں کے ساتھ جس میں صاحب خاں اور صلابت خاں بھی داخل تھے دولت آباد روانہ ہوا نہر گنگ کے قریب ایک گروہ قلیل بادشاہ کی خدمت میں حاضر ہوا اور اس نے عرض کیا کہ بادشاہوں کے دشمن بچد ہوتے ہیں تہنہ سوار ہو کر ایسے قوی دشمن کے مقابلہ میں روانہ ہونا احتیاط سے دور ہے ہماری گزارش یہ ہے کہ حضور اسی مقام پر توقف فرمائیں اور احمد نگر و برار کے لشکر کے ورود کا انتظار فرمائیں بادشاہ نے چند روز قیام کیا اور خاصہ فصل کے پانچ یا چھ ہزار سوار نظام شاہ کے پاس پہنچ گئے۔ مرتضیٰ نظام نے برار کے لشکر کی حاضری کا حکم دیا اور خود اکبر بادشاہ سے جنگ آزمائی کرنے کے لئے روانہ ہوا قاضی بیگ میرزا احمد نظیری وغیرہ اعیان ملک نے اپنے گلوں میں چادر ڈال کر سرزمین پر رکھا اور نہایت بجزواری کے ساتھ عرض کیا کہ دہلی کے عظیم الشان فرمانروا کے مقابلہ اس قدر فوج کے ساتھ صف آزمائی

مناسب نہیں ہے بہتر یہ ہے کہ صبر فرمایا جائے کہ تو بخانہ اور لشکر برابر بھی خدمت شاہی میں پہنچ جا  
نظام شاہ نے جواب دیا کہ ان امور میں صبر و تحمل کرنا ممکن نہیں ہے میں خاصہ خیل کے بہادر  
سپاہیوں کے ہمراہ اکبر بادشاہ کی فوج پر حملہ کروں گا فتح و ظفر خدا کے ہاتھ ہے۔ اراکین دولت  
بیحد متحیر ہوئے لیکن اسی درمیان میں اخبار رساؤں نے یہ اطلاع دی کہ اکبر بادشاہ صید انگلی سے  
فناغ ہو کر اپنے دارالملک کو روانہ ہو گیا۔ نظام شاہ اس خبر کو سن کر سید خوش ہوا اور دولت آباد  
واپس آیا نظام شاہ نے حوض قتلو کے کنارہ بید مرتضیٰ اور نیر و گید امر اسے براہِ حکومت دیکر واپس جانے  
کی اجازت دی اور خود احمد نگر پہنچ کر مثل سابق کے مہر مہلت کو امرائے کبار کے سپرد کیا اور خود گورکھ پور  
ہو گیا۔ اس زمانے میں صاحب خان کے تمام نژدہ و ازبکات پر پہنچ کر جاگیر دار ہو گئے تھے اور اس نے  
کاستقلال حد سے زیادہ بڑھ چکا تھا۔ صاحب خان بادشاہ پر بالکل حاوی تھا  
یعن موسم برسات میں دولت آباد کی سیر و تفریح کے لئے بادشاہ کے ساتھ تقریباً چار  
ماہ بالا گھاٹ میں مقیم رہا۔ زمانہ برنگال گزرنے کے بعد بادشاہ نے دولت آباد میں  
زیارت قبور سے فراغت حاصل کی اور ان بزرگوں کی ارواح کو ثواب رسائی کی  
غرض سے بید زرد مال صدقہ و خیرات کیا۔ اس واقعہ کے بعد مرتضیٰ نظام نے  
حضرت امام رضا علیہ السلام کے آستانہ کی زیارت کا ارادہ کیا اور پوسٹ سیدہ طور پر  
کے صاحب خان کو بھی اطلاع نہ ہوئی فقیرانہ لباس میں سر اپر و شاہی کے عقب  
سے پیادہ روانہ ہو گیا۔ لشکر سے تین کوس کے فاصلہ پر ایک سپاہی نے بادشاہ  
کو دیکھا اور اس نے ارکان دولت کو اس واقعہ سے آگاہ کیا۔ اراکین ملک پہلے  
سر پادشاہی میں آئے لیکن بادشاہ کو وہاں نہ پا کر اس کے عقب میں روانہ ہوئے  
اور بید اصرار و زاری کے ساتھ اس کو واپس لائے۔ بادشاہ نے ہر چند کوشش کی  
کہ ایک ماہ لباس فقیری بدن سے نہ اتارے اور تاج و تخت کے ترک کرنے میں  
کوشاں رہے لیکن کوئی فائدہ نہ ہوا۔ قاضی بیگ اور میرزا محمد نظری نے اس نفرت  
اور کراہت کا سبب دریافت کیا مرتضیٰ نظام نے جواب دیا کہ دنیا بے فانی سے  
نفرت کرنے کی وجہ تو روز روشن کی طرح ظاہر ہے اس سے الفت کرنے کے  
وجوہات البتہ قابلِ پرسش ہیں بادشاہ نے اس کے بعد سکوت اختیار کیا اور  
اسے یقین ہو گیا کہ ارکان دولت اس کو ترک دنیا نہ کر دیں گے مجبوراً احمد نگر واپس آیا

اور باغ بہشت میں جو بلکہ کے شمال میں واقع ہے خلوت گزریں ہو گیا قاضی بیگ وغیرہ اراکین دولت نے یاغ کے گرد خیمے نصب کرائے اور وہاں قیام اختیار کر کے بادشاہ کی محافظت و نگرانی کرنے لگے۔

اسی زمانہ میں صاحب خاں نے بے اعتدالیوں پر کمر باندھی اور اکثر بدعنوان و فاسق پر سوار ہوتا اور دو یا تین ہزار دکن کے ادبائش ہمراہ لے کر احمد نگر کے کوچہ و بازار میں گشت لگاتا اور رعایا کی بے عزتی کرتا تھا ہر چند اس کے بھائی جلال خاں اور حبیب خاں اس کو سزائیں کرتے تھے لیکن صاحب خاں اپنے اعمال بد سے باز نہ آتا تھا ایک روز صاحب خاں نے اپنے ہم نشینوں کو میر مہدی سلطان کے مکان پر بھیجا کہ سید صاحب کی دختر کو بہر صاحب خاں کے پاس لے آئیں میر مہدی نے گھر کا دروازہ بند کر لیا اور پشت بام پر چڑھ کر تیر و تفنگ سے صاحب خاں کے بھی خواہوں کو پرانگندہ کر دیا اور اس کے بعد قاضی بیگ وغیرہ اراکین دولت سے مدد کا خواستگار ہوا مراٹھے بارگاہ صاحب خاں کے اقتدار سے واقف اور اس کے فتحوں تدارک سے مجبور تھے۔ اس درمیان میں صاحب خاں نے دو یا تین ہزار سوار و پیادے میر مہدی کے مکان پر دراندہ کئے میر مہدی کو کسی طرف سے مدد نہ پہنچی اور خود اس سید نے تین یا چار دکنیوں کو تیر و تفنگ سے ہلاک کیا آخر کار ادبائشوں کا ہجوم زیادہ ہوا اور میر مہدی کے مخالف فرزندوں نے جو صاحب خاں کے ملازم تھے راہ نمائی کی اور مست ہفتی مکان کے عقب سے دیواروں کو توڑ کر گھر کے اندر داخل ہوئے جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ میر مہدی شہید ہوئے اور ان کی دختر صاحب خاں کے مکان پر پہنچا دی گئی۔

۹۸۵ھ ہجری کے آخر میں سید مرتضیٰ سبزواری مع تمام امرائے برار کے حکم شاہی کے مطابق لشکر کا حساب پیش کرنے کے لئے بادشاہ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور بہشت یاغ کے قریب قیام پذیر ہوئے۔ صاحب خاں کا اصلی نام حسین تھا مرتضیٰ نظام اور نیز دیگر امرائے حسین خاں کے نام سے یاد کیا کرتے تھے۔ صاحب خاں نے ایک براری اور سی حسین خاں سخت کمان کو پیغام دیا کہ تم اپنا نام تبدیل کر دو ورنہ سزا کے منتظر ہو حسین خاں نے

اسے قبول نہ کیا اور معاملہ سخت ہو گیا۔ صاحب خاں ایک ست ہاتھی پر سوار ہوا اور پانچ یا چھ ہزار سواروں اور پیادوں کی جمعیت سے اس نے حسین خاں کے احاطہ پر حملہ کیا۔ حسین خاں نے چند سواروں کے ہمراہ مقابلہ کیا اور حملہ اول ہی میں لشکر پر گندہ ہو گیا۔ حسین خاں نے غیرت شجاعت سے کام لیا اور تنہا صاحب خاں کے لشکر پر حملہ آور ہوا۔ حسین خاں نے ایک تیر صاحب خاں کی طرف پھینکا تیر صاحب خاں کے ہاتھی کی پیشانی پر لگا ہاتھی چلا یا اور میدان سے بھاگا اور درختوں کے درمیان ہر طرف دوڑنے لگا تا آنکہ صاحب خاں باغ کے اندر چلا گیا اور باہر اگر اس نے کہا کہ حکم شہزی یہ ہے کہ تمام غریبوں کو قتل کر کے ان کے مال و اسباب اور زن و فرزند پر قبضہ کر لو۔ دکنی اور حبشی خدا سے چاہتے تھے کہ غریبوں کو تاراج و قتل کریں یہ حکم پاتے ہی ہر جنسہ دو بزرگ آقا قیوں کے قتل کرنے پر تیار ہو گیا اور احمد نگر سے گروہ کے گروہ بہشت باغ کی طرف روانہ ہو گئے۔ قاضی بیگ سید مرثی امیر محمد قلی نظیری اور حسین الملک فیضی اور سی نے قضاے الہی پر صبر کیا ان کے علاوہ بقیہ غریب سردار تقریباً دو ہزار پانچ سو سواروں نے صفیں درست کیں لیکن صاحب خاں نے ان کو پسپا کر دیا۔ مرثی نظام حاکم کے اندر جو بہشت بہشت کے کنارہ واقع ہے چلہ میں بیٹھا ہوا عبادت میں مشغول تھا اس نے جو شور و غوغا سنا تو باغ کے دروازہ سے باہر آیا اتفاق سے اسی وقت صاحب خاں غصہ میں بھرا ہوا گردا گرد بادشاہ کے حضور میں حاضر ہوا اور عرض کیا کہ غریبوں نے بلوا کیا ہے اور ان کا مدعا یہ ہے کہ بادشاہ کا قدم در میان سے اٹھا کر شہزادہ میران حسین کو تخت سلطنت پر بٹھائیں۔ نظام شاہ اس خبر کی تصدیق کے لئے باہر آیا اور غریبوں کو سچ دیکھ کر چونکہ اصل واقعہ سے بے خبر تھا صاحب خاں کو صادق القول سمجھا بادشاہ بلا تامل ہاتھی پر سوار ہوا اور چتر کو سر پر سایہ لگن کر کے دکنی اور حبشی امیروں کو جو صاحب خاں حکم سے حاضر تھے حکم دیا کہ غریبوں سے جنگ آزمائی کریں۔ سید قاسم مرثی خاں اور قاضی بیگ وغیرہ نے غریبوں کے پاس پیغام بھیجا کہ چونکہ خود بادشاہ میدان داری کے لئے سوار ہوا ہے اس لئے اب جنگ آزمائی کرنا پاس ادب سے دور اور حرام خواہی ہے امرائے غریب مثل چغتائی خاں اور کبک خاں

اور سین خاں وغیرہ گھوڑوں سے اترے اور دور ہی سے بادشاہ کو سلام کر کے عادل شاہی اور قطب شاہی مالک کو روانہ ہو گئے صاحب خاں اپنے بھائیوں اور مددگاروں کے ہمراہ شہر کے اندر داخل ہوا اور اس نے غریبوں کو جو مکانوں اور گوشوں میں پنہاں تھے ڈھونڈ ڈھونڈ کر قتل کیا اور ان کے مال و اسباب اور زن و فرزند پر قبضہ کیا۔ قاضی بیگ اور سید مرتضیٰ نے شاہی محافظ یعنی صلابت خاں سے کہا کہ تیرا کان سے نکل چیکا ہے اور قریب ہے کہ آقا قیوں کی عزت و حرمت تباہ و برباد ہو جس طرح بھی ممکن ہو ہمارا عریضہ بادشاہ تک پہنچاؤ صلابت خاں نے عریضہ بغل میں دیا یا اور شاہی آستانہ کی طرف چلا صاحب خاں اس وقت موجود نہ تھا بادشاہ کو خاصہ پہنچانے کے بہانہ سے صلابت خاں باغ کے اندر گیا اور شاہی قیام گاہ کے قریب پہنچ کر اس نے بلند آواز سے بادشاہ کو دعاوی نظام شاہ نے اس کی آواز پہنچی اور چونکہ صلابت خاں خلاف عادت حاضر ہوا تھا سمجھا کہ کوئی حادثہ پیش آیا ہے مرتضیٰ نظام نے دروازہ حاکم کے عقب میں کھڑے ہو کر صلابت خاں سے اس کی آمد کا سبب دریافت کیا صلابت خاں نے ارکان دولت کا عریضہ پیش کیا اور زبانی حقیقت حال سے بادشاہ کو آگاہ کیا نظام شاہ بعد متحیر ہوا اور اس نے صلابت خاں کو حکم دیا کہ صاحب خاں کو شہر سے واپس لائے اور غریبوں پر زیادہ ظلم نہ ہونے دے صلابت خاں نے شاہی حکم کی تعمیل کی اور صاحب خاں کو زجر و توبیخ کر کے واپس لایا۔ اس واقعہ سے صاحب خاں صلابت خاں کی جان کا دشمن ہو گیا چونکہ صاحب خاں کی قوت زیادہ تھی صلابت خاں نے اس سے خوف زدہ ہو کر جنگ مانگ دوں میں پناہ لی۔ نظام شاہ کو اس واقعہ کی اطلاع ہوئی اور اس نے صلابت خاں کو طلب کیا اور اسے امارت کلاں اور منصب سرفروختی بر فائز کر کے خاصیل کو اس کا محکوم بنایا۔ اس درمیان میں بعض اعیان ملک نے قاضی بیگ پر خیانت کا جرم عاید کیا بادشاہ نے اسے ایک قلعہ میں قید کر دیا۔ قاضی کے حریفوں نے بادشاہ سے عرض کیا کہ مجرم نے دو لاکھ ہون نقد اور ایک لاکھ ہون کے جواہرات خزانہ سے لئے ہیں اس کے علاوہ جو کچھ ملک سے وصول کیا ہے وہ مسترد ہے۔

اگر حکم ہو تو یہ رومات تانسی سے وصول کر لیں بادشاہ نے کہا کہ اگرچہ سید صاحب خود خیانت کے چاہ نہ لستہ میں گرسے ہوں اور دنیا کی حقیر ترین چیزوں کی طمع میں آنکھوں نے خزانہ پر دست درازی کی۔ یہ لیکن ان رقوم کو ایک سید سے بد جہر واپس لینا میرے لئے ترسیا نہیں میں نے یہ رقم بد خوشی ان کو بخشی چاہئے کہ تانسی بیگ کو زندان سے نکال کر مع مال و اسباب وزن و فرزند کے ان کو ان کے وطن روانہ کر دو تانسی حکم کی تعمیل کی گئی اور پیشوا کی کا منصب اسد خاں ترک کو صحت ہوا لیکن صلابت خاں نے سواٹام کے اور کوئی طاقت اس مرتبہ کے لئے باقی نہ چھوڑی۔ صاحب خاں بالکل ذلیل ہو گیا لیکن باوجود اس کے بھی وہ اپنے ادب بادشاہ کو دیسا ہی مہربان سمجھتا تھا یہاں تک کہ صلابت خاں کی سخت گیری سے عاجز ہو کر صاحب خاں غرور و تکبر کے ساتھ اپنے دو دایمین ہزار ہی خواجوں اور بیہ شمار ہاتھیوں کے ہمراہ احمد نگر کے باہر چلا گیا نظام شاہ اس خوف سے کہ اگر لشکر اس کو واپس لانے کے لئے روانہ ہو اور صاحب خاں نا عاقبت انگریزی سے جنگ کر کے میدان میں کام آئے خود پر وہ دار پالگی میں بیٹھا اور صاحب خاں کے عقب میں روانہ ہوا۔ صاحب خاں احمد آباد بیدر کے نواح میں پہنچا اور بے تکلف حصار تک چلا گیا اہل قلعہ نے بیگانہ سواروں کو اپنے قریب دیکھ کر روانہ بند کر لئے اور چند توپ اور ضرب زن ان لوگوں پر سہل جس سے صاحب خاں کے معتبرین کا ایک گروہ ہلاک ہوا اسی دوران میں نظام شاہ بھی پہنچ گیا۔ صاحب خاں نے بادشاہ کو پیغام دیا کہ دو شہر طوں پر میری حاضری موقوف ہے اول یہ کہ صلابت خاں آستانہ شاہی سے دور کیا جائے دوسرے شہر بیدر علی بیدر سے لیکر میری جاگیر میں دیدیا جائے۔ نظام شاہ صاحب خاں پر بیدر مہربان تھا اس نے دونوں شرائط قبول کر لئے اور صلابت خاں کو اس کی جاگیر یعنی شہر بیدر پر روانہ کر دیا اور بیدر کے محاصرہ میں مشغول ہوا اٹلی برید عادل شاہ سے مدد کا خواہش کیا ہوا عادل شاہ نے جیسا کہ اوپر مذکور ہوا ہزار سوار اس کی مدد کے لئے روانہ کئے اسی دوران میں یہ معلوم ہوا کہ شاہ ہزارہا برابان نے جو قلعہ میں قید تھا فروج گر کے احمد نگر کا رخ کیا ہے۔ نظام نے میرزا یادگار کنہدی سر لشکر قطب شاہ کو سات

آٹھ ہزار سواروں کے ساتھ بیدریس چھوڑا اور خود صاحب خاں کے ہمراہ احمد نگر روانہ ہو گیا چند روز میں عادل شاہی فوج بیدریس پہنچ گئی اور قطب شاہی سپاہیوں نے ہانہ کر کے گولہ باری کی راہ لی میرزا یادگار محاصرہ میں مشغول ہوا شاہنشاہ برہان احمد نگر پہنچا اور نگارہ بارہ ہزار اشخاص جو صاحب خاں سے میزبان تھے شاہنشاہ کے گرد جمع ہو گئے نظام شاہ بیدریس نشان ہوا اور ملا بہت خاں اور دیگر امرا اسے خاموشی کو جو صاحب خاں کے سلوک سے آزرہ تھے تسلی بخش فرامین روانہ کر کے اپنے حضور میں طلب کیا یہ امیر حاضر ہوئے صاحب خاں ملا بہت خاں کے وردگی خبر سکر بنچیدہ ہوا اور قبل اس کے کہ ملا بہت خاں احمد نگر پہنچے صاحب خاں مع اپنے سپاہیوں اور احوال و انصار کے پیش روانہ ہو گیا نظام شاہ نے اس طرف کچھ توجہ نہ کی اور احمد نگر پہنچ کر ہاتھی پر سوار ہوا اور شہر کے کوچہ و بازار میں گشت لگائی دوسرے روز شاہنشاہ برہان باغ بہشت کے قریب پہنچا اور بادشاہ ہاتھی پر سوار ہو کر کالچو ترہ کے قریب کھڑا ہوا اور اسد خاں اور دیگر سرداروں کو مع ٹوپچانہ کے شاہنشاہ کے مقابلہ میں روانہ کیا شاہنشاہ شکست کھا کر برہان پور کی طرف فراری ہوا اور نظام شاہ کامیاب شہر میں داخل ہو کر پھر خلوت نشین ہو گیا بادشاہ نے سید مرثیٰ سر لشکر برار کے نام فرمان روانہ کیا کہ صاحب خاں کو تسلی دیکر بادشاہ کے حضور میں روانہ کرے اور اگر حاضری سے انکار کرے تو اس کو قتل کر کے اسے ذیل بادشاہ کے پاس روانہ کر دے اتفاق سے صاحب خاں قبسمے عنبر میں پہنچا چونکہ یہ امر اس کی طبیعت کے خلاف تھا اس نے بحری خاں تزلبائش کو جو امرائے برار میں داخل اور قلعہ رنجی میں مقیم تھا یہ پیغام دیا کہ بحری خاں اپنی خواہر کا نکاح صاحب خاں کے ساتھ کر دے بحری خاں نے جواب دیا کہ مرغ فروش کے پسر کی یہ شان نہیں ہے کہ وہ امیروں سے قرابت داری کی آرزو کرے صاحب خاں یہ جواب سکر اتشفہ ہوا اور قلعہ رنجی پر دھاوا کر دیا بحری خاں کے پاس کافی فوج نہ تھی اس نے فراری ہو کر جالندہ میں پناہ لی اور عید خاں شیرازی کے اتفاق رائے سے ایک عریضہ لکھ کر نجات کا طلبگار ہوا چونکہ سید مرثیٰ کو بادشاہ کا فرمان مل چکا تھا اس نے خداوند خاں اور

دیگر امیروں کو مامور کیا کہ صاحب خاں کو سمجھا کر احمد نگر روانہ کر دیں اور خفیہ طور پر خداوند خاں سے کہا کہ اس بد نصیب کے شر سے ہر شخص نالاں ہے کسی نہ کسی ترکیب سے اس کو قتل کر کے تمام عالم کو مطمئن کرو خداوند خاں وغیرہ جالندہ پہنچے اور پھر خاں اور خدیش خاں بھی ان کے رفیق طریق ہو کر صاحب خاں کے پاس روانہ ہوئے صاحب خاں کا وقت ایچکا تھا اس نے اپنی جگہ سے جنبش نہ کی یہاں تک کہ یہ لوگ وہاں پہنچ گئے اور سر ابدہ کے قریب کھڑے ہو کر ان امیروں سے مزاح سے کہا کہ ہم شاربہی حکم کے موافق حاضر ہوئے ہیں اگر حکم ہو تو سلام کے لئے حاضر ہوں صاحب خاں شاربہی بی رہا تھا اس نے ان امیروں کو اندر بلایا لیکن ان کو مسلح دیکھ کر پریشان ہوا اور یہ حکم کے لئے کھڑے ہو کر ایک سے بے تکلیف ہونے لگا۔ خداوند خاں کی باری آئی اور صاحب خاں کو اس نے آغوش میں لیا اور چلائے لگا کہ صاحب خاں میرا گلہ کھونٹ رہا ہے حالانکہ اس نے خود صاحب خاں کو اس قدر مضبوط دبا یا تھا کہ اس کے پہلو کی ہڈیاں ٹوٹ گئی تھیں اور وہ بے ہوش ہو چکا تھا خداوند خاں نے صاحب خاں کو زمین پر گرایا اور خنجر سے اس کا کام تمام کر دیا صاحب خاں کے بھائی اور اس کے احوان و انصاریہ جالندہ کی فراری ہوئے۔ خداوند خاں اس موذی کے شر کو دفع کر کے سید تقی کی خدمت میں حاضر ہوا۔ سید تقی نے بادشاہ کے حضور میں عرض کیا کہ خداوند خاں کے اطلاع دی کہ چونکہ حسب فرمان میں نے چند امیروں کو صاحب خاں کے پاس روانہ کیا تھا کہ ان کو قتل کر دیا اور شاہی بارگاہ میں روانہ کریں لیکن وہ ناقصت اندیشی سے ان امیروں سے لڑا اور جنگ میں کام آیا چونکہ اہل احمد نگر خود بھی چاہتے تھے انھوں نے ایسا بادشاہ کو سمجھایا کہ نظام شاہ قلعہ بابر ہم نہ ہوا اور کبھی اس کی باز پرس نہ کی۔ اس واقعہ کے بعد صلابت خاں بلا مزاحمت امور سلطنت انجام دینے لگا۔ اور چند سال بعد استقلال کے ساتھ اس نے بسر کئے اس مدت میں دو یاتین مرتبہ اکبر بادشاہ کا قاصد احمد نگر آیا اور خوش و خرم واپس گیا۔

صلابت خاں کے زمانہ میں انتظام اور امن و امان اس مرتبہ کمال کو پہنچ گیا کہ سوداگر بلا کسی دغدغہ اور خدشہ کے سفر کرتے تھے سلطان محمد بن علا الدین کے بعد



مرہٹواری میں صلاحیت خاں سے زیادہ کسی نے قلاع ملک و رفاہ عام کیا خیال نہیں کیا صلاحیت خاں نے خواجہ نعمت اللہ طہراتی اور خواجہ غیاثیت اللہ اور انھیں کے مثل لوگوں کو حکم دیا کہ مالک محروسہ میں برابر گشت لگائیں اور جو شخص بھی چور ہو اور جو اگر چہ اس نے ایک چپہ کا بھی سرقہ کیا ہو اس کو فوراً قتل کریں اور خود ملک کے آباد کرنے اور شہروں میں عمارت کی تعمیر اور باغات کے نصب کرانے میں مشغول ہوا۔ صلاحیت خاں کے آثار میں عمارت فرج بخش مشہور ہے جو دراصل چنگیز خاں کے عہد میں شروع ہوئی تھی اور نعمت خاں سمنانی کے زیر اہتمام ۹۰۲ھ ہجری میں تمام ہوئی۔ نظام شاہ اس باغ کی سیر کے لئے آیا اور اس کی شکل پسند طبیعت نے اس عمارت کو اچھی نظر سے نہ دیکھا یا وہ شاہ نے نعمت خاں سمنانی کو باغ کی انتہی سے معزول کیا اور صلاحیت خاں کو تعمیر کا ذمہ دار بنایا۔ یہ عمارت جس پر کثیر رقم صرف ہو چکی تھی دھادی لگئی اور اس سے تعمیر شروع ہوئی احمد مرغنی خاں انجوت نے باغ کی تعریف میں چند عمدہ اشعار نظم کئے۔

۹۹۹ھ ہجری میں باغ فرج بخش دوبارہ تیار ہوا اور صلاحیت خاں نے بہت بڑا جشن منعقد اور اعیان ملک کو مدعو کر کے ہر شخص کو انعام و اکرام سے مالا مال کیا مالا مال فی نے تعریف میں ایک قصیدہ نظم کیا جو مشہور زمانہ ہے۔

۹۹۹ھ ہجری میں علی عادل شاہ مقتول ہوا اور اس کے برادر زادہ ابراہیم عادل نے نو سال کی عمر میں تخت سلطنت پر جلوس کیا صلاحیت خاں نے نظام شاہ کو حکم کر کے عادل شاہی دائرہ حکومت کی تعمیر کو آسان سمجھ کر بادشاہ سے بعض مالک پر قبضہ کرنے کی اجازت طلب کی نظام شاہ نے لشکر کی روانگی کا حکم دیا اور اپنے چرنسی غلام بہزاد الملک کو سپہ سالار مقرر کر کے امیر الامرا سید مرغنی کو لشکر چار کے ساتھ بہزاد الملک کے ہمراہ کیا اور بہزاد کو بیچہ شان و شوکت کے ساتھ عادل شاہی سرحد کی طرف روانہ کیا۔ یہ گروہ شاہ و رک کے نواح میں پہونچا اور عادل شاہی امیر پانچ چھ کوس کا فاصلہ یران کے مقابلہ کے لئے خیمہ زن ہوئے ایک ماہ کا ل ایک دوسرے کے مقابلے میں فوج کش رہے آخر میں عادل شاہی امر کو معلوم ہوا کہ مرغنی خاں بہزاد الملک کی سپہ سالاری سے آزرہ ہے اور جنگ میں

اس کی مدد نہ کریگا عادل شاہ ہی امیر دول نے اپنی فوجیں درست کیں اور غور سے تھوڑی رات باقی تھی کہ روانہ ہو کر وقت صبح جبکہ کچھ بارش ہو رہی تھی اور سپاہی کمال غفلت میں مبتلا تھے اپنے قیام گاہ سے باہر نکلے اور نغمہ جنگ بجوانی بہزاد الملک نے موسم کو خوشگوار دیکھ کر مجلس شہر آب آراستہ کر رکھی تھی اعلان جنگ کی خبر سننے ہی سے اسیچہ پردہ سے باہر نکلا لیکن قبل اس کے کہ فوج اور افسران لشکر اس کے گرد جمع ہوں عریض نے اس پر حملہ کر دیا اور بہزاد الملک کے ایک سو بچاس ہاتھی گرفتار کر کے دشمن کو بحال تباہ پسپا کر دیا۔ سید مرثی نے جو بہزاد الملک سے کچھ فاصلہ پر مقیم تھا اپنی دوری کو بھانہ بنایا اور صلابت خاں کو لکھا کہ بہزاد الملک نے جنگ کرنے میں تھیل کی اور اپنے دوستوں کے ہنسنے کا انتظار نہ کیا اس لئے اس پر مصیبت نازل ہوئی انشاء اللہ اس شکست کا تذکرہ کر دیا جائیگا صلابت خاں نے سید مرثی کو سر لشکر مقرر کیا۔ سید مرثی اس خبر سے بیحد خوش ہو کر فیصل جوشم کے صبح کرنے میں مصروف ہوا اسی دوران میں ابراہیم قطب شاہ نے وفات پائی اور اس کا فرزند اکبر محمد علی قطب شاہ بادشاہ ہوا۔ قطب شاہ ہی فوج جو نظام شاہیوں کی مدد کے لئے آئی تھی اس واقعہ سے بے دل ہو کر ان سے علیحدہ ہو گئی سید مرثی نے قطب شاہی کیل سلطنت شاہ میرزا صفہائی سے معاہدہ کر کے ایسی تدبیر کی کہ محمد علی قطب شاہ کو طلب کر کے ان کے اتفاق سے قلعہ شاہ درک کا محاصرہ کیا اور چار پانچ ماہ برابر جنگ کرتا رہا۔ خداوند خاں اور بھری خاں قزلباش نے اس زمانہ میں بڑی جاں فشانی کی اور اپنی مردانگی سے مشہور آفاق ہوئے محمد آقا ترکمان قلعہ کے ٹھانہ وار نے دشمن کی مدافعت کی اور قلعہ کی حفاظت میں جان و دل سے کوشش کرتا رہا ہر چند نظام شاہ اور قطب شاہ نے محمد آقا کو آئندہ کے دلفریب و عدول سے قریب دینا چاہا لیکن فائدہ نہ ہوا اور ترکمانی امیر اسی طرح قلعہ کی حفاظت اور دشمن کی مدافعت میں مصروف رہا۔ چوتھے ہر روز کثیر تعداد نظام شاہیوں اور قطب شاہیوں کی قتل ہونے لگی مرثی نظام اور ابراہیم قطب طول محاصرہ سے تنگ آ گئے اور یہ طے کیا کہ بجائے شاہ درک کے بجایا پور کے محاصرہ میں کوشش کریں جب دارالملک فتح ہو جائیگا تو دوسرے حاکم کی

تغیر میں آسانی ہو جائیگی جو بیٹوں نے بجا پور کا رخ کیا عادل شاہی تخت گاہ میں خود اپنے امیروں کی آپس کی نزاع کی وجہ سے ابتر کی پھیلی ہوئی تھی کوئی شخص بھی دسمن کے شرف و فخر کو بے اعتدال نہ ہوا سید مرثیٰ اور قطب شاہ نے اطمینان کے ساتھ شہر کا محاصرہ کیا اور جیساکہ پیشتر مذکور ہوا ایک مدت کے بعد بجا پور کی مہم سے بھی ناامید ہو کر قطب شاہ اپنے ملک کو اور مرثیٰ سسر واری و ہزاراد الملک احمد نگر روانہ ہو گئے۔

۹۹۲ھ ہجری میں صلابت خاں نے نظام شاہ کے حکم سے قاسم بیگ اور میرزا محمد تقی نظیری وغیرہ معتبر لوگوں کو بجا پور روانہ کر کے ابراہیم عادل شاہ کی بہن کی نسبت کا بیہیام شاہنشاہ حسین کے ساتھ دیا۔ اسی زمانہ میں مجید خاں کے نام فرمان صادر ہوا کہ اپنے لشکر و جمعیت کے ہمراہ قاسم بیگ کے ساتھ بجا پور روانہ ہوا مجید خاں نے کہا کہ میں سید مرثیٰ کا ماتحت ہوں اسے مضمون فرمان سے مطلع کر کے سید مرثیٰ کے حکم کے موافق عمل کروں گا سید مرثیٰ نے مجید خاں سے کہا کہ بادشاہ نے مجھ سے کہہ دیا ہے کہ جو فرمان خود مرثیٰ نظام شاہ کے ہاتھ کا لکھا ہوا نہ ہو اس پر وہ عمل نہ کرے چونکہ یہ فرمان بادشاہ کا لکھی نوشتہ نہیں ہے اس پر عمل کرنا ضروری نہیں خیال کرتا اور مجھ میں بجا پور روانہ ہونے کی اجازت نہیں دیکھتا مجید خاں نے اس واقعہ سے صلابت خاں کو اطلاع دی اور فساد کا مواد ایسا جمع کیا کہ اسی سال بدیع تقی بڑی شان و شوکت کے ساتھ صلابت خاں کے دفعیہ کے لئے احمد نگر روانہ ہوا سید مرثیٰ نے بڑے دبدبہ اور کروفر کے ساتھ احمد نگر کا رخ کیا صلابت خاں نے یہ خبر سنا کر اس کی مدافعت کی اور مرثیٰ نظام شاہ کو باغ بہشت بہشت سے لے آیا اور باغ فرح بخش بادشاہ کے قیام کے لئے مقرر کر دیا۔ مرثیٰ نظام نے عارت بعد اد میں قیام کیا اور صلابت خاں نے فتح شاہ نام بابر کی کو جو سن و حال سے آراستہ اور چوسرا و شطرنج بازی میں بے نظیر تھا بادشاہ کا ہم نشین مقرر کیا نظام شاہ اس بات پر ایسا فریفتہ ہوا کہ اسے اپنا ہم پیالہ و ہم نوالہ بنالیا۔ اسی دوران میں سید مرثیٰ عظیم الشان لشکر کے ہمراہ حوالی احمد نگر میں پہنچا اور چتوڑ کے قریب فروکش ہوا۔ صلابت خاں نے نظام شاہ کو سمجھا کہ تقابلہ کی اجازت لی اور شاہنشاہ حسین کے ہمراہ سید مرثیٰ سے جنگ آزمائی ہوئی سید مرثیٰ کو شکست ہوئی اور مال و اسباب و اسب و قیل کو

میدان جنگ میں چھوڑ کر ہر طرف فراری ہوا لیکن صلاحیت خاں کے تعاقب کی وجہ سے ہر طرف میں بھی نہ قیام کر سکا اور یہاں پور کے راستہ سے اکبر بادشاہ کی خدمت میں روانہ ہو گیا۔

اسی سال بعض فتنہ انگیز شاہزادہ برہان کو یہ لباس درویش احمد نگر لائے اور ارادہ کیا کہ مغربی نظام کو مسترد کر کے شاہزادہ برہان کو اپنا بادشاہ بنائیں۔ ان لوگوں کا ارادہ تھا کہ پہلے صلاحیت خاں کو قتل کر کے اس کے بعد کاندھائی کریں لیکن جو روڈ کمانڈر انھوں نے اپنے آپ کو تکاب جرم کا مقرر کیا تھا اسی دن صبح کو صلاحیت خاں کو سازش سے اطلاع ہو گئی اور برہان شاہ اسی طرح لباس فقیری میں کوکن کی طرف فراری ہو گیا لیکن چونکہ کوکن میں قیام کرنا بھی ہلاکت کا باعث تھا ہجرت کے راستہ سے اکبر بادشاہ کی بارگاہ میں حاضر ہو گیا۔

سید قاسم اور میرزا محمد علی عادل شاہ کی خواہر کا شاہزادہ میرا حسین کے ساتھ عقد کر کے عروس کو احمد نگر لے آئے اسی سال اکبر بادشاہ نے دکن کی فتح کا ارادہ کر کے اپنے کو خان اعظم حاکم مالوہ کے نام فرمان روانہ کیا اور اسے سپہ سالار مقرر کر کے برہان شاہ اور سید مرئی اور دیگر امرائے برائے کے ہمراہ دکن کی طرف روانہ کیا یہ لشکر ولایت نظام شاہی کی طرف بڑھا اس درمیان میں چاندنی بی سلطان زوید علی عادل شاہ اپنے بھائی مرئی نظام سے ملنے کے لئے احمد نگر وارد ہوئی اور صلاحیت خاں نے عادل شاہی وکیل سلطنت دلاور خاں کو پیغام دیا کہ حسین نظام شاہ نے قلعہ شولا پور چاندنی بی کے چہرے میں دیا تھا اب جبکہ علی عادل فوت ہو چکا اور چاندنی بی بیوہ ہو گئی تو اسے اس قلعہ کو ہم کو واپس کر دو۔ دلاور خاں نے اس سے انکار کیا صلاحیت خاں نے انہماک رکھ کر دلاور علی عادل شاہ کی خواہر کو مع شاہزادہ میرا حسین کے دولت آباد روانہ کر دیا اور یہ حکم دیا کہ قلعہ شولا پور کی واپسی کے بعد حسین عقد منقہ کیا جائے اور اگر ایسا نہ ہو تو یہ جشن موقوف اور منسوخ کیا جائے۔

اکبر بادشاہ کے لشکر کے ورود کی خبر پہنچی اور صلاحیت خاں نے مردانگی سے کام لے کر میرزا محمد تقی نظیری کو سپہ سالار مقرر کیا اور سپہ ہزار سواروں کی جمعیت سے اسے دشمن کے مقابلہ میں روانہ کیا میرزا محمد تقی نے برہان پور پہنچ کر دلاور علی خاں کو

اپنا ہی خواہ بنا لیا عزیز کو کہ نے یہ اخبار سنے اور فتح اللہ شیرازی کو راجہ علی خاں کے پاس روانہ کیا اور اسے لشکر و کن کی موافقت سے منع کر کے اپنا بددگار بنانے کی آرزو ظاہر کی لیکن اس سفارت کا کچھ نتیجہ نہ نکلا اور فتح اللہ شیرازی بے نیل مرام واپس آیا یہ اس زمانہ میں عزیز کو کہ اور شہاب الدین احمد حاکم مالوہ میں سخت مخالفت تھی میرزا محمد علی اور راجہ علی نے خاں اعظم کے مقابلہ میں جنگ آزمائی کی اور اکبری دائرہ حکومت میں داخل ہو کر جھنڈے میں جو مالوہ اور کن کی سرحد تھی قیام کیا۔ چند روزی نے پیش دستی نہیں کی اور عزیز کو کہ جنگ آزمائی کو خلاف مصلحت سمجھا اور رات کو اپنے قیام گاہ سے کوچ کر کے غیر معروف راستہ سے بلدہ اچچو را در بالا پور میں داخل ہو کر ان شہروں کو غارت و تباہ کر دیا میرزا محمد تقی اور راجہ علی نے عزیز کو کہ کا تعاقب کیا خاں اعظم کو یہاں قیام کرنے کی ہرأت نہ ہوئی اور ندریار کے راستہ سے مالوہ واپس آیا۔ راجہ علی خاں برہان پور اور میرزا محمد تقی احمد نگر و اندہ موئے اکبر بادشاہ کو دوسرے مہات و پیش تھے اور نیز یہ کہ کن کے فرائرواؤں کی قوت و شوکت بھی بہت زیادہ تھی عرش آشتیانی نے تعاقب سے کام لیا اور خاموشی اختیار کی اسی زمانہ میں فتحی شاہ جو صلابت خاں کا دست گرفتہ تھا مرتضیٰ نظام پر بالکل حاوی ہو گیا اور چند شہر بطور جاگیر حاصل کر لئے۔ فتحی شاہ کو جس قسم کے جواہر است مرغوب ہوتے بادشاہ کے حکم سے خزانہ شہابی سے اس کے پاس پہنچ جاتے تھے اور اس کا اقتدار و زبردت بڑھتا جاتا تھا۔ ایک مرتبہ فتحی شاہ نے دو بیج مرغ جو ہر مردارید و لعل یا قوت کی تقییں اور اراج سے بطور خدمت حاصل ہوئی تھیں بادشاہ سے طلب کیں مرتضیٰ نظام نے جس کے نزدیک دنیا کی دولت پہنچ تھی صلابت خاں کو حکم دیا کہ بیج مذکور فتحی شاہ کو عطا کرے صلابت خاں نے معذرت چاہی اور بیج کے سینے سے انکار کیا بادشاہ نے پھر تاکید حکم جاری کیا اور صلابت خاں نے ارکان دولت کے مشورہ سے دوسری دو بیجیں بھی ان مرغ تسبیحوں کے مشابہ تقییں فتحی شاہ کو عنایت کر دیں۔ فتحی شاہ کو چند روز کے بعد اس عطیہ کی حقیقت معلوم ہو گئی اور اس نے بادشاہ کو اطلاع دی نظام شاہ کو یہ غصہ آیا اور اس نے صلابت خاں کو حکم دیا کہ جس قدر جواہر است خزانہ شہابی موجود ہیں ان کو صندوقوں سے نکال کر فلاں محل میں بادشاہ کے ملازمہ کے لئے آراستہ کرے

صلابت خاں بادشاہ کا مقصد سمجھ گیا اور اس نے مذکورہ صدر تسبیح اور نفیس جواہرات کو بادشاہ کی نگاہوں سے پنہاں کر دیا اور بقیہ جواہرات کو اسی ایوان میں چنکر بادشاہ کو اطلاع دی نظام شاہ نے تمام اشخاص کو اطلاع کر دیا اور نئی شاہ کے ہمراہ اس مکان میں داخل ہوا بادشاہ نے اشیائے مذکورہ کو نبایا اور جو تمام جواہرات کو یکجا کر کے نفیس کپڑوں میں ان کو لپیٹ کر فرش میں آگ لگا دی اور کل کے باہر چلا آیا۔ ارکان دولت جو ان چیزوں کی محافظت پر مقرر تھے محل میں گئے اور انھوں نے سوا آتش زدہ فرش کے اور کچھ نہ دیکھا۔ آگ جلد سے جلد بجھائی گئی اور جواہرات و آلات مرصع آگ سے نکال لئے گئے جس کے بعد معلوم ہوا کہ سوامہ واریہ کے اور تمام اشیائے قیمتی سے محفوظ تھیں۔ لوگوں نے بادشاہ کی اس حرکت کو اس کی دیوانگی اور جنون پر محمول کیا اور اسی تاریخ سے مرتضیٰ نظام دیوانہ کے لقب سے مشہور ہوا۔ اس واقعہ کے بعد بازاری گروہ نے بادشاہ سے عرض کیا کہ ارکان دولت کا ارادہ ہے کہ آپ کو سلطنت سے معزول کر کے شاہنژادہ میران حسین کو بادشاہ بنالیں مرتضیٰ نظام نے قریب قریب کے قتل کرنے پر آمادہ ہوا لیکن ہر چند اس نے کوشش کی کہ شاہنژادہ کو گرفتار کر کے قتل کرے لیکن صلابت خاں نے بادشاہ کو اس بات کا موقع نہ دیا۔ اسی دوران میں ابراہیم عادل دلاور خاں کے مشورہ سے جیسا کہ آگے بیان آئے گا لشکر چار چار چار لے کر سرحد نظام شاہی پر وارد ہوا اور پیغام دیا کہ شولا پور کی واسی مسکن نہیں ہے عادل شاہ صلابت خاں کی فتنہ انگیزی سے برہم ہوا اور اس نے قلعہ اوسہ کا محاصرہ کر لیا۔ نظام شاہ ان واقعات کو صلابت خاں کی بداندیشی پر محمول کر کے اس سے آزرہ ہوا اور اس نے کہا کہ تو حرام خوار ہے یا ننگ حلال صلابت خاں نے عرض کیا کہ بادشاہ کا خیر اندیش نظام ہوں نظام شاہ نے کہا کہ میں تیری ناقربانی اور شوقی سے آزرہ ہوں لیکن مجھے گرفتار کر کے قید نہیں کر سکتا۔ صلابت خاں نے عرض کیا کہ بادشاہ تلحہ کا قلعین فرما دیں میں اپنے ہاتھ سے پاؤں میں بیڑیاں ڈال کر نظر بند ہو جاؤں گا نظام شاہ نے کہا کہ تلحہ دندرج ہوا تمہارے لئے تجویز کرتا ہوں اس حرکت ساوہ مزاج نے فوراً تعمیل کی اور اپنے مکان پر بیوی بچہ پانوں میں بیڑیاں ڈالیں اور پالی میں سوار ہو کر اپنے عزیزوں سے

کہا کہ مجھے قلعہ دندراج پور میں نظر بند کر دو ہر چند اس کے اعوان اور بھی خواہوں  
 نے جس میں مولیٰ فرشتہ بھی داخل ہے اس کو اس قید سے منع کیا لیکن کچھ فائدہ  
 نہ ہوا۔ صلابت خاں کے قید ہونے کے بعد نظام شاہ نے عہدہ کالت قاسم بیگ  
 حکیم کو اور عہدہ وزارت میرزا محمد تقی کو عنایت کیا اور ان امیروں سے کہا کہ  
 عادل شاہ سے جس طرح ممکن ہو صلح کر لیں۔ ان امیروں نے بادشاہ کے حکم کی  
 تعمیل کی اور عادل شاہ سرحد سے روانہ ہو گیا۔ عادل شاہ کی خواہش تھی کہ وہ  
 کے سپرد نہ کی گئی تھی اس واقعہ کے بعد جشن عشرت منعقد کیا گیا اور عروس شاہزادہ  
 کے حوالہ کی گئی۔ نظام شاہ نے بار دیگر اپنے فرزند کے قتل کا ارادہ کیا اور قاسم بیگ  
 اور محمد تقی سے کہا کہ مجھ پر دیدار کا اشتیاق غالب ہے شاہزادہ کو میرے حضور میں  
 حاضر کر دو یہ امیر بچہ خوش ہوئے اور انھوں نے شاہزادہ کو قلعہ سے باہر نکالا اور  
 پاکی میں بٹھا کر نظام شاہ کے حضور میں پہنچا دیا۔ بادشاہ نے اوقات فرزند پر ہمدردی  
 میں باقی کا اظہار کیا اور عمارت بغداد کے قریب ایک حجرہ میں اسے فروکش کرایا  
 لیکن دوسرے دن شاہزادہ کو تو شک اور کھاف میں لپیٹ کر حجرہ میں آگ  
 لگا دی اور دروازہ باہر سے بند کر لیا۔ میرزا حسین کسی نہ کسی طرح بالا پوش سے  
 نکلا لیکن جب دیکھا کہ حجرہ میں دھواں بھرا ہوا ہے تو شاہزادہ نے آواز بلند سے  
 فریاد کی اسی دوران میں محمد تقی شاہ واقعہ سے خبردار ہو گیا اور اس نے رحم کھا کر دروازہ  
 کھول کر شاہزادہ کو قاسم بیگ اور محمد تقی کے سپرد کر دیا ان امیروں نے شاہزادہ کو  
 کو ایک پردہ دار پاکی میں بٹھا کر خفیہ دولت آباد روانہ کر دیا نظام شاہ دو تین روز  
 کے بعد حجرہ میں آیا اور شاہزادہ کی پٹیلیوں کو دھانسیا کر اس نے محمد تقی شاہ سے  
 حال دریافت کیا محمد تقی شاہ نے جواب دیا کہ شاید ہڈیاں جھک چکی ہوں نظام شاہ  
 کو یقین نہ آیا اور اس نے محمد تقی شاہ پر تشدد کیا محمد تقی شاہ نے کہہ دیا کہ میں نے شاہزادہ کو  
 قاسم بیگ اور محمد تقی کے حوالہ کر دیا ہے بادشاہ نے ان امیروں کو دروازہ قلعہ کے  
 نزدیک طلب کیا اور ان سے اس کا استفسار کیا ان امیروں نے مصلحت لگی کے  
 لحاظ سے انکار کیا اور کہا کہ ہم کو اس واقعہ کی خبر نہیں ہے نظام شاہ نے برہم ہو کر  
 ان امیروں کو قید کر دیا اور مہات سلطنت میرزا محمد صادق کے سپرد کئے۔

میرزا محمد صادق نے بھی شاہزادہ کے قتل کے معاملہ میں بادشاہ کی اطاعت نہ کی نظام شاہ نے نوروز کے بعد میرزا محمد صادق کو بھی نظر بند کر کے سلطان حسین شیرازی کو جو احمد نگر میں پیدا ہوا تھا میرزا خاں کے خطاب سے سر فراز کر کے منصب پیشوائی پر مقرر کیا سلطان حسین بادشاہ کے ارادہ سے واقف تھا اس نے فوجی شاہ وغیرہ کو نقد جو اسراست کے عطیہ سے اپنا ہمراز بنایا اور خفیہ طور پر ایک شخص کو دلاور خاں کے پاس پہنچا پور روانہ کر کے اسے یہ پیغام دیا کہ یہ بادشاہ دیوانہ ہو گیا ہے اور اس نے ارادہ کر لیا ہے کہ اپنے فرزند کو قتل کرے اگر تم لوگ میری امداد کرو اور سرحد پر آؤ تو میں باپ کا قدم در میان سے اٹھا کر فرزند کو تخت حکومت پر بٹھا دوں دلاور خاں نے اس درخواست کو قبول کیا اور عادل شاہ کے ہمراہ روانہ ہوا میرزا خاں نے فوجی شاہ کے واسطے سے نظام شاہ سے عرض کیا کہ عادل شاہ جوار لشکر ہمراہ لے کر احمد نگر فتح کرنے کی غرض سے آ رہا ہے نظام شاہ نے اس مہم کی انجام دہی میرزا خاں کے سپرد کر دی اور میرزا خاں نے امرائے ملک کو اس بہانہ سے کہ عادل شاہی لشکر کشی انہیں امیروں کی سادش کا مقصد ہے قید کر لیا اور ان کی جگہ اپنے ہی خواہوں کو مقرر کیا اور جوار فوج ہمراہ لے کر احمد نگر سے باہر نکلا خفیہ و انورہ کے نواح میں مقیم ہوا۔

نظام شاہ میرزا خاں کے قیام سے متوہم ہوا اور اس نے راقم الحروف مورخ فرشتہ کو حقیقت حال سے آگاہی حاصل کرنے کے لئے روانہ کیا میرزا خاں کو معلوم تھا کہ مورخ فرشتہ بادشاہ کا بااخلاص ملازم ہے اور یہ شخص حقیقت حال سے آگاہ ہو کر تمام واقعہ بے کم و کاست بادشاہ سے عرض کر دیگا۔ راقم الحروف کے لشکر میں آنے سے بچھڑ پڑی تھی اور اس نے فوجی شاہ سے کہا کہ اگر تم بادشاہ سے یہ حکم حاصل کر لو کہ میں خود لشکر میں جا کر امیروں کو دشمن کے مقابلہ میں جنگ آزمائی کی ترغیب دوں تو میں بارہ ہزار ہوں تمھاری خدمت میں پیش کر دوں گا۔ فوجی شاہ نے بارہ ہزار ہوں کا نام سن کر فوراً بادشاہ کے قلم سے یہ فرمان لکھوا لیا کہ خود میرزا خاں دشمن کی مدافعت کرے میرزا خاں اس خبر سے بچھڑ خوش ہوا اور بارہ ہزار ہوں فوجی شاہ کے پاس روانہ کر دیئے ہونے مولف کتاب لشکر ہی میں تھا کہ میرزا خاں پہنچ گیا اور چونکہ اس کے خیالات سے خاص و عام مطلع ہو چکے تھے میرزا خاں نے



ارادہ کیا کہ مولف کتاب کو نظر بند کرے تاکہ لشکر کی خبریں بادشاہ تک نہ پہنچ سکیں میرے ایک دوست نے مجھے اطلاع کر دی اور میں شام کے وقت لشکر سے فراری ہو گیا میرزا خاں نے ایک گردہ کو میرے تعاقب میں روانہ کیا چونکہ اشنائے فراری میں نے شعلیں قاموش کر دی تھیں اور دھن رو شنی میں آ رہے تھے میں ان کے شر سے محفوظ رہا اور صبح کے قریب بادشاہ کے حضور میں پہنچ گیا۔ مورخ فرشتہ نے برابر دہ کے قریب استدادہ ہو کر میرزا خاں کے تمام حالات بادشاہ سے عرض کئے تھے شاہ نے میری تکذیب کی اور کہا تم جو کچھ بیان کرتے ہو خلاف واقعہ ہے ہرگز میرزا خاں سے جانشینی ممکن نہیں ہے میں نے جواب دیا کہ مجھے میرزا خاں سے عداوت نہیں ہے کہ اس پر ہمت لگاؤں مجھے جو کچھ علم ہے اس کے مطابق میں نے اکابر سے عرض کر دیا ہے ایسے سپہ سالار ہیں کہ حقیر یب میرا صدق و کذب سب پر ظاہر ہو جائیگا ہم لوگ اسی گفتگو میں تھے کہ اخبار رسالوں نے اطلاع دی کہ میرزا خاں تمام امر کے ساتھ دولت آباد روانہ ہوا ہے اور اس کا ارادہ ہے کہ شاہزادہ میرزا حسین کو قلعہ سے آزاد کرے بادشاہ ہٹا ہٹا اور بعد اس کے احمد نگر روانہ ہو۔ نظام شاہ اس خبر کو سن کر بیحد حیران ہوا اور مورخ فرشتہ سے مشورہ کیا میں نے عرض کیا اس واقعہ کا علاج دو طرح پر ممکن ہے اول یہ کہ بادشاہ خلوت سے نکل کر سوار ہوں اور انھیں دو یا تین ہزار تلواروں اور خالصیل کے ہمراہ پیش کی طرف روانہ ہو جائیں اور میرزا خاں کو سہراہ گرفتار کریں اس خبر کے سنتے ہی تمام اہل اور افسران فوج حیرت مندی کے نیچے جمع ہو جائیں گے نظام شاہ نے کہا کہ چند روز گزرنے کے فلاں خواجہ سرا ایک طبق کھانے کا میرے لئے لایا تھا اس کو کھاتے ہی درد شکم اور مثلی پیدا ہوئی اور چند خونیں دست بھی آگئے ہنوز میری آنکھوں میں درد ہو رہا ہے اور میں گھوڑے پر سوار نہیں ہو سکتا میرا خیال ہے کہ میرزا خاں نے خواجہ سرا سے سازش کر کے نہ ہر اکود کھانا مجھے کھلایا ہے۔ میں نے عرض کیا کہ دو سرا علاج یہ ہے کہ ملا بہت خان کو قلعہ وند ازب تھوری سے آزاد کر کے جلد سے جلد اس کو مع تمام اسیروں کے اپنے حضور میں طلب فرمائی

اور نحو دہی شکار کے بہانہ سے بالکل میں بیٹھ کر بلکہ چیز کی طرف کوچ فرمائی اور سر راہ  
 صلابت خاں سے ملاقات فرمائی امید ہے کہ صلابت خاں کے صرف قدمبوسی کا  
 واقعہ شکر تمام امیر فرسران لشکر شاہنژادہ اور میرزا خاں سے جدا ہو کر بادشاہ کے حضور  
 میں حاضر ہو جائیں گے نظام شاہ نے اسی وقت صلابت خاں قاسم بیگ  
 محمد نقی نظیری اور حکیم محمد مصری کی طلب کے فرامین جاری کئے اور ارادہ کیا  
 کہ خود بھی نیک ساحت میں سوار ہو کہ ناگاہ قحی شاہ نک حرام نے بادشاہ کے  
 قدم پر سر رکھ کر ہائے کرتا شروع کیا اور کہا کہ بادشاہ کے احمد نگہ سے نکلتے ہی  
 خاصہ خیل کے سیار ہی اپنی عزت بڑھانے کے لئے بادشاہ کو گرفتار کر کے شاہنژادہ  
 کے سپرد کر دیں گے۔ نظام شاہ نے قحی شاہ کے قول کا یقین کر لیا اور  
 راجم الخروف کو جو دربار کی محافظت میں مشغول تھا اپنے حضور میں طلب فرما کر  
 بلا واسطہ گفتگو سے سرفراز کیا میں نے دیکھا کہ بادشاہ قوی پہل گندم گوں فرخ  
 چشم اور بلند اندام تھا اور شوکت و درخشش اس کے سراپا سے ظاہر ہوتی تھی  
 نظام شاہ فارسی کا بہت اچھا شاعر تھا۔ بادشاہ نے مجھ سے فرمایا کہ قحی شاہ ایسا  
 کہتا ہے بہتر ہے کہ ہم اسی قلعہ میں قیام کر کے صلابت خاں کے ورود کا انتظار  
 کریں مولف کتاب نے مجبوراً بادشاہ کی رائے سے اتفاق کیا لیکن جب یہ واقعہ  
 فاش ہو گیا تو تمام اشخاص جو بادشاہ کے پاس تھے بیدل اور یایوس ہو کر  
 گروہ کے گروہ اس سے جدا ہو کر دولت آباد روانہ ہونے لگے میرزا حسن  
 صلابت خاں کے ورود کے خوف سے دو منزل کی راہ ایک منزل کے برابر  
 طے کرتا تھا اور جلد سے جلد احمد نگر پہنچ گیا میرزا خاں نے ارادہ کیا کہ قلعہ کا  
 دروازہ بند کر کے صلابت خاں کے ورود تک حصار کی حفاظت کرے لیکن چونکہ  
 قلعہ کا ہر خسر و بزرگ قلعہ سے نیچے اتر کر میرزا خاں سے جا ملا تھا اور حصار گئے  
 اندر سوائقی شاہ اور اس کی کثیر سبزو نام اور تین یا چار پردہ داروں کے اور  
 کوئی فرد قلعہ میں باقی نہ رہا میں بھی محافظت سے کنارہ کش ہو گیا اور سکوت  
 اختیار کر لیا اسی دوران میں شاہنژادہ اور میرزا خاں تیس یا چالیس ادبائوں  
 کے ساتھ قلعہ میں داخل ہوئے اور شمشیر برہنہ ہاتھ میں لئے ہوئے عمارت

بغداد میں جو بادشاہ کا سکن تھا گھس آئے اور بیدریغ ہر شخص کو قتل کرنے لگے۔ شاہزادہ نے رات میں الحرف کو پہنچا تا اور ہم کتبی کا لحاظ کر کے میرے قتل سے مانع آیا اور مجھ کو اپنے ساتھ عمارت کے اوپر لے گیا اور قتل نہ ہوا جو ہے ادبی کہ دنیا میں لیکن بہت بادشاہ کے ساتھ کرنے کا نظام شاہ حیرت سے شاہزادہ کو دیکھ رہا تھا کہ شاہزادہ حسین نے شمشیر بادشاہ کے شکم پر رکھ کر کہا کہ اس سچ کو ایسا تیرے پیٹ میں بھونکوں کی پیٹھ سے نکل آئے نظام شاہ نے آہ سرد بھر کر کہا کہ اسے مردود باق شدہ بستر تیرا باب دو تین روز کا مہمان ہے اگر رحم کرے تو بہتر ہے ورنہ تجھے اختیار ہے شاہزادہ یہ تقریر سن کر عمارت بغداد سے پیچھے اتر آیا اور بادشاہ کو بادشاہ مرض الموت میں گرفتار تھا نا سعادت مند فرزند نے اس کی موت کا انتظار نہ کیا اور حکم دیا کہ بادشاہ کو حمام میں لے جائیں اور حمام کا دروازہ بند کر کے لیکن میں تیرا لگ روغن کریں اور حمام کے تمام سوراخ بند کر دیں۔ اور نظام شاہ کو پانی نہ دیں شاہزادہ کے حکم کی تعمیل کی گئی اور بادشاہ نے انٹارکسوں کے ساتھ ۹۹۹ بھجری کی صبح کو دنیا سے کوچ کیا علامت شہر نے شیعہ مذہب کے مطابق تجھیہ و تکفین کی اور برسم امانت لاش کو روضہ باغ میں دفن کیا برہان نظام شاہ ثانی نے بعد کو لاش کو ہلائے مغلے روانہ کی تاکہ باب و دادا کے پہلو میں بیونہ زمین کر دی جائے مرنی نظام نے چوبیس سال پانچ ماہ حکومت کی۔

میراں حسین بن میراں حسین نے میرزا خاں کی رائے سے اپنے باپ کو مرنی نظام شاہ حمام میں بند کر کے قتل کیا اور خود تخت حکومت پر بیٹھا۔ بادشاہ نے میرزا خاں کو مختار کال بنایا اس امیر نے ارادہ کیا کہ دلاور خاں کی تقلید کر کے میراں حسین کو جو سولہ سال کا جوان تھا خانہ نشین کر کے خود عثمان حکومت اپنے ہاتھ میں لے لیکن چونکہ میراں حسین شوخ طبیعت کینہ خصامت اور ناقابست اندیش تھا میرزا خاں کا منصوبہ پورا نہ ہوا میراں حسین ہر روز سوار ہوتا تھا بادشاہ نے اپنے دایہ زادوں اور نیز دیگر ہم نشینوں کو امیر بنایا اور ثبانیہ روز ہوا وعب میں بہر کرنے لگا میراں حسین کا

شعار تھا کہ راتوں کو کیمینوں اور بادشاہوں کے ساتھ احمد نگر کے کوچہ و بازار میں مست و  
 مدہوش چکر لگاتا اور جو شخص کہ سلسلے آتا اس کو تیر و آفتاب دشمنی سے قتل کرتا تھا یہی  
 درمیان میں بد معاشوں کے ایک گروہ نے بادشاہ سے عرض کیا کہ میرزا خاں نے  
 شاہزادہ قاسم برادر مرعشی نظام کو قلعہ چینیہ آزاد کر کے اپنے مکان میں پوشیدہ مقیم کیا ہے  
 تاکہ موقع پا کر بادشاہ کو معزول کر کے شاہ قاسم کو تخت حکومت پر بٹھائے میرا حسین  
 نے خوف زدہ ہو کر میرزا خاں کو قید کر دیا دوسرے دن معلوم ہوا کہ شاہ قاسم کا قصہ  
 غلط ہے اور بادشاہ نے میرزا خاں کو بار و گرا پنا مقرب بنایا اور اس کا مرتبہ پہلے  
 سے اور زیادہ بلند کیا میرزا خاں نے گمان باطل دفع کرنے کے لئے بادشاہ سے  
 عرض کیا کہ دارنمان سلطنت کا جو وقتہ فساد کا باعث ہوتا ہے صلاح دولت  
 یہ ہے کہ شاہ قاسم کو مع اس کی آل و اولاد کے تہ تیغ کیا جائے میرا حسین نے  
 میرزا خاں کی رائے سے اتفاق کیا اور اسی وقت اس گروہ کے قتل کا فرمان صادر  
 کیا پندرہ نفوس خاندان شاہی کے ایک دن میں تہ تیغ کر دیئے گئے میرزا خاں  
 کا استقلال اب حد سے زیادہ بڑھ گیا اور بادشاہ کے برادران رضاعی آگس خاں  
 اور طایر خاں سستی اور ہوشیاری ہر حالت میں میرزا خاں کی شکایت بادشاہ سے  
 کرنے لگے۔ میرا حسین بھی تو ان لوگوں سے کہتا کہ میرزا خاں کو گرفتار کر کے تہ تیغ  
 کروں گا اور کبھی یہ کہتا کہ اس کو اپنی کے پانوں کے نیچے پاٹال کرہ نگلیز خاں  
 نے بادشاہ کے بد اقوال سننے اور چونکہ جاہ و شہرت سے کنارہ نہ کر سکتا اور پہلے  
 علاج و تحت کی حکومت کو ترک کرنے پر قادر نہ تھا اس نے ارادہ کیا کہ  
 میرا حسین کو حکومت سے معزول کر دے۔ میرا حسین میرزا خاں کا مقصد  
 سمجھ گیا اور بارہ جمادی الاول ۱۱۹۹ھ ہجری بروز پنجشنبہ فیاضت کے ہمارے  
 آگس خاں کے مکان پر گیا تاکہ میرزا خاں کا کام تمام کر دے میرزا خاں نے  
 بناری کا غدر کیا اور خود دعوت میں نہ آیا اور آقا میر شہرانی کو جو اس کا بھی خواہ  
 تھا اور جس کو میرا حسین بھی اپنا با و قاصد سمجھتا تھا آگس خاں کے مکان پر  
 روانہ کیا۔ آقا میرا حسین وقت آگس خاں کے مکان پر پہونچا جبکہ بادشاہ طعام  
 سے فراغت کر چکا تھا۔ آگس خاں نے آقا میر کے لئے غلجہ دسترخوان بچھایا

آقا میر نے تھوڑا کھانا کھایا اور میرزا خاں کی تعلیم کے مطابق قے کرتا ہوا باہر آیا اور اپنے مکان روانہ ہو گیا میرزا خاں نے میرا حسین کو پیغام دیا کہ آقا میر عالی مرتبہ شاہی امیر ہے بہتر ہے کہ اسے قلعہ احمد نگر کے باہر کسی عمدہ مکان میں قیام کی اجازت دی جائے اور حکماء کو حکم ہو کہ اس کا علاج کریں شاید بادشاہ کی توجہ سے اس بیماری سے شفا پائے میرا حسین آنکس خاں کے مکان سے باہر آکر بیردن قلعہ ایک باغ میں بیٹھا ہوا تھا میرزا خاں بادشاہ کے پاس آیا اور کہا کہ آقا میر کی حالت خراب ہے اگر بادشاہ اس کے حقوق خدمت کا لحاظ فرما کر اس کی عیادت کو تشریف لے چلیں تو بندہ نوازی سے بعید نہ ہو گا میرا حسین نشہ شراب میں مدھوش تھا فی الفور دو یا تین ہی خواہوں کے ہمراہ میرزا خاں کے ساتھ قلعہ کے اندر گیا۔ قلعہ میں صرف میرزا خاں کے بھی خواہوں کی ایک جماعت موجود تھی میرزا خاں نے قلعہ کا دروازہ بند کر کے میرا حسین کو قید کر لیا اور میرطاہر نیشاپوری کو قلعہ لہا کر داناہ کیا تاکہ برہان شاہ بن حسین نظام شاہ کے خرد سال بیٹوں کو احمد نگر لائے تاکہ جو ان میں بہترین ہو اسے تخت حکومت پر بٹھایا جائے میرطاہر دوسرے روز برہان شاہ کے دو فرزندوں اسماعیل و ابراہیم کو احمد نگر لے آیا اور میرزا خاں نے قاسم بیگ و میرزا محمد تقی وغیرہ تمام غریب امرا کو جو اپنے مکانون میں مقیم اور معاملہ سے باہر اپنے خیر تھے جبر و تعدی سے شہر سے قلعہ میں طلب کیا اور ایک مجلس آراستہ کر کے ظہر کے وقت براہِ در کو چمک شاہ ہزارہ اسماعیل کو جو بارہ سال کا نو عمر بچہ تھا تخت حکومت پر بٹھایا اور مبارکباد دینے میں مشغول ہوا۔ اسی دوران میں قلعہ کے باہر شور بلند ہوا میرزا خاں نے حقیقت حال سے آگاہی کے لئے چند اشخاص کو روانہ کیا یہ لوگ واپس آئے اور کہا کہ جال خاں مہدوی جو ایک صدی منصب داروں میں ہے مع دیگر منصبداروں کے آیا ہے ان اشخاص کا بیان ہے کہ چند روز سے ہم نے اپنے بادشاہ میرا حسین کو نہیں دیکھا یا تو ہمیں بادشاہ کو دکھایا جائے یا ہمیں خود اس کے حضور میں جانے دو میرزا خاں نے بیحد غرور و نخوت کے ساتھ کہا کہ میرا حسین حکمرانی کے قابل نہیں ہے

اب ہمارا اور تھارا بادشاہ شاہزادہ ایل ہو ابھی بادشاہ باہر آکر تھارا اسلام قبول کر گیا  
 جال خاں کو اور زیادہ عداوت ہوئی اور اس نے احمد نگر میں سنا دی کرانی  
 کہ میرزا خاں اور دیگر غریب امر قلعہ کے اندر جمع ہیں ان اشخاص نے میرا حسین  
 کو قید کر لیا ہے اور چاہتے ہیں کہ کسی دوسرے شخص کو بادشاہ بنالیں ہم کو چاہئے  
 کہ اپنے بادشاہ کی آزادی میں کوشش کریں اور غریبوں اور غریب زادوں کے  
 تسلط سے نجات حاصل کریں ورنہ یقین جانو کہ اس واقعہ کے بعد دکنیوں  
 کے زن و فرزند غریبوں کے لونڈی و غلام ہو جائیں گے۔ اہل دکن اس سنہادی  
 کو سنتے ہی مسلح اور کل گردہ کے گردہ قلعہ کی طرف روانہ ہوئے اور دو تین گھنٹے  
 میں پانچ چھ ہزار آدمیوں کا مجمع ہو گیا بازار یوں کا ایک گردہ بھی جال خاں کے  
 گرد جمع ہو گیا تمام حبشیوں نے قلعہ پر حملہ کیا چونکہ میرزا خاں پر ادبار چھایا ہوا  
 تھا اور خدا کی مرضی کا ظہور پذیر ہو نا ضروری تھا جال خاں کچیس ہزار کے  
 ایک گردہ کے ہمراہ قلعہ کے قریب آیا میرزا خاں نے کمال نادانی سے ایک  
 گردہ کو اس کے مقابلہ میں روانہ کیا جب کہ مجموعہ عام ہو گیا اور بے شمار سوار  
 اور پیادے جمع ہو گئے اس وقت جال خاں نے شخص کو ایک ہمیانی زہر سرخ  
 کی عنایت کی اور اپنے ماموں محمد سعید اور کشور خاں ڈیڑھ سو غریب زادوں  
 سات غریبوں اور بیس دکنیوں اور ایک فیل غلام علی نامی کو جال خاں کی  
 مدافعت کے لئے روانہ کیا کشور خاں ہر چند چاہتا تھا یہ تحلیل جماعت لشکر گران  
 کے مقابلے میں بھیجے لیکن مجبوراً قلعہ سے باہر نکلا اور مردانہ وار حملہ کیا اکثر  
 غریب زائے قتل ہوئے اور پندرہ نفوس شدید زخم کھا کر قلعہ کے اندر چلے آئے  
 میرزا خاں نے غریب زادوں کو جن کے بھروسہ پر اس نے اتنا بڑا کام کیا تھا  
 مضطرب دیکھا تو حیران ہو کر کہا کہ دکنیوں کا تمام شور و غل میرا حسین کے لئے  
 ہے اس کو قتل کر دینا چاہئے تاکہ فتنہ فرو ہو جائے میرزا خاں نے اسٹیل خاں ایک  
 غریب زادہ کو حکم دیا اور اس نے میرا حسین کا سر قلم کر کے دروازہ کے اوپر  
 بالائے برج نصب کر دیا اور یہ آواز بلند کیا کہ تم لوگوں کا شور و غل حسین شاہ کے  
 لئے تھا یہ اس کا سر حاضر ہے تمہیں چاہئے کہ اسٹیل بن برہان شاہ کو اپنا

بادشاہ جانوا دراپنے گھروں کو واپس جاؤ بعض دکنی امیروں نے داپسی کا ارادہ کیا لیکن جال خاں نے ان کو منع کیا اور کہا کہ اگر حسین شاہ قتل کر ڈالا گیا ہے تو ہم کو اس کا انتقام غریب زادوں سے لے کر اسٹیل شاہ کے عہد حکومت میں زمام سلطنت اپنے ہاتھ میں لینا چاہئے ہم کو امور سلطنت خود سرانجام دینے چاہئیں کیا ضرورت ہے کہ غریب حکومت کی باگ اپنے ہاتھ میں لیں ان تمام اشخاص نے جال خاں کو اپنا سرگروہ بنا کر ملک کے تمام عہدے آپس میں تقسیم کر لئے اور عہدہ پیکان کے بعد قلعہ کے محاصرہ میں مصروف ہوئے۔ جال خاں وغیرہ نے عوام الناس کی دلہری کے لئے ایک گروہ کو برج و بارہ کے دروازہ کے پاس روانہ کر کے یہ پیغام دیا کہ بلوائی کہتے ہیں کہ یہ سر میراں حسین کا نہیں ہے اگر سر کو زمین پر پھینک دو تو دکنی اور حبشی مایوس ہو کر اپنے ارادوں سے باز آئیں اور جنگ سے کنارہ کش ہو کر اپنے مکانوں کو واپس جائیں میرزا خاں نے ان کے قول پر یقین کر کے سر کو قلعہ کے نیچے گرا دیا جال خاں اور یاقوت خاں حبشی اگرچہ جانتے تھے کہ سر مذکور میراں حسین کا ہے لیکن چشم پوشی کر کے کہا کہ یہ سر میراں حسین کا نہیں ہے اور سر کو ایک چادر میں لپیٹ کر ایک گوشہ میں دفن کر دیا اسی درمیان میں سوبیل چارہ اور گھاس سے لدے ہوئے فروخت کرنے کے لئے جارہے تھے جال خاں نے حکم دیا کہ ان کو گرفتار کر کے ان میں آگ لگا دو جال خاں کے حکم کی تعمیل کی گئی اور آگ قلعہ کے دروازوں تک پہنچ گئی شام کے وقت دروازے جل گئے لیکن چونکہ ہر چھپار طرف انکار سے پھیلے ہوئے تھے اندرون و بیرون قلعہ کے اشخاص آمد و رفت نہ کر سکتے تھے۔ دو گھنٹی رات گذری اور آگ کی گرمی کم ہوئی اور میرزا خاں بابی خاں امین الملک نیشاپوری وغیرہ اپنے احوال و انصار کی ایک جماعت کے ساتھ گھوڑوں پر سوار ہوا اور شیشیر نیام سے نکال کر دروازہ قلعہ سے باہر نکل آئے ان میں سے بعض شہر میں اور بعض نواح شہر میں قتل کئے گئے میرزا خاں جنیر روانہ ہو گیا اور چند روز تک اس کا نشان نہ ملا۔ دکنی اور حبشی قلعہ میں داخل ہوئے اور سوا قاسم بیگ سید شریف گیلانی اعتماد خاں شو ستری اور خواجہ عبدالسلام سے

تمام غریبوں کو حین کی تعداد تقریباً تین سو تھی نہ تیغ کیا ان مقتولوں میں میرزا محمد نقی نظیری میرزا محمد صادق میر عزیز الدین استر آبادی اور لاجپت الدین شوہتری بھی داخل ہیں ظاہر ہے کہ ان میں سے ہر فاضل اپنے زمانہ کابلے نظیر شخص تھا میرزا صادق باوجود عقل و دانش کے بہت اچھا منشی تھا اور شعر بھی خوب کہتا تھا۔

مختصر یہ کہ صبح کے وقت غریبوں کے کشتوں کے پشتے نظر آئے اور جمال خاں نے حکم دیا کہ غریبوں کی لاش کو جنگل میں پھینک دو اگر ان کے عزیز بھینر و تکفین کرنا چاہیں تو ان کو منع کرو۔ جمال خاں نے میراں حسین کو باغ رضہ میں دفن کر کے اسٹیل قشاہ کو تخت پر بٹھایا اور دوبارہ غریبوں کے قتل اور ان کے مکانات کو تاراج کرنے اور جلانے کا حکم دیا لشکریوں اور غارت گردوں نے دست بیدار دوازا کیا اور غریبوں کو ذلت و رسوائی کے ساتھ قتل اور ان کے اہل و عیال کی آبروریزی کرنے لگے۔ غریبوں کے مکانات جلائے گئے اور جو اشخاص کہ سر بر آردہ تھے وہ مجرموں کی طرح ہلاک کئے گئے۔ جو تھے رفیق میرزا خاں جینر کے نواح میں گرفتار کیا گیا جمال خاں کے حکم سے پہلے تو گدھے پر سوار کر کے اس کی تشہیر کرائی گئی اور بعد ازاں اس کے بدن کے ٹکڑے ٹکڑے کر دیئے گئے جمشید خاں شیرازی اور اس کے بھائی سید حسین و سید محمد اور اس کا فرزند سید محمد تقی اس جرم پر کہ میرزا خاں کے ہم داستان تھے قتل کئے گئے اور ان کے مردہ اجسام توپ کے منہ پر رکھ کر اڑا دیئے گئے غرض کہ ایک ہفتہ میں قصابات و شہر میں ایک ہزار غریب قتل کئے گئے اور ان کا مال و اسباب تاراج کر دیا گیا اسی دوران میں فرما دیا تھا کہ اپنی جاگیر سے واپس آیا اور اس نے بعض دکن کے اوباشوں کو سزا دے کر اس فتنہ کو فرد کیا اور غریبوں کی اس جاغت نے جو فتناسازی کی وجہ سے دکنیوں اور حبشیوں کے گھر میں پنہاں تھی اس بلا سے نجات پائی میراں حسین نے دواہ تین دن حکومت کی کتب میر میں مرقوم ہے کہ فیروز دیہے اپنے باپ پر دیر کو قتل کیا لیکن ایک سال تک اندر خود بھی اس کی زندگی کا خاتمہ ہو گیا اسی طرح مستنصر خلیفہ عباسی نے اپنے پدر رسول عباسی کے قتل میں ٹوکوں کے ساتھ کوشش کی



لیکن خود ایک سال بھی فرمانروائی نہ کر سکا۔ میرزا عبداللطیف بن میرزا الخ بیگ بن میرزا شاہ رخ بن امیر تیمور صاحب قراں نے بھی اپنے باپ کے ساتھ دغا کی اور الخ بیگ جیسے فاضل زمانہ کو تہ تیغ کیا لیکن چھ مہینے سے زیادہ حکمرانی نہ کر سکا انھیں مثالوں کے مطابق دکن میں یہی واقعہ پیش آیا میراں حسین نے اپنے باپ کو قتل کیا لیکن ایک سال کامل اس پر خیر سے نہ گذرا۔

اسماعیل بن برہان مرقتی نظام شاہ کے حالات میں مذکور ہو چکا ہے کہ برہان شاہ بن حسین نظام شاہ کھا کر کے قلعہ میں نظر بند تھا برہان نے یہ خیال کر کے کہ اس کا بھائی مرقتی نظام یا تو زندہ نہیں ہے

اور یا مجنون ہو گیا ہے خروج کر کے جنگ آزادی کی لیکن شکست کھا کر اکبر بادشاہ کی بارگاہ میں چلا گیا۔ برہان نظام کے دو فرزند تھے ابراہیم و اسماعیل۔ ابراہیم کی ماں جہش بنجی اور اسی وجہ سے اس کا رنگ سیاہ اور صورت مرغوب نہ تھی۔ خلاف اسماعیل کے جو کوکن کے ایک امیر کی دختر کے بطن سے پیدا ہوا تھا اور کن صورت و جمال ظاہری سے آراستہ تھا صلابت خاں نے ان دونوں بھائیوں کو کھا کر کے قلعہ میں نظر بند کر دیا تھا۔ میرزا خاں نے میراں حسین کے عزل کا ارادہ کیا اور سوا ان دونوں بھائیوں کے کوئی دوسرا وارث سلطنت نظام شاہی وازہ حکومت میں موجود نہ تھا۔ میرزا خاں نے ان دونوں کو کھا کر سے طلب کیا اور بادجو داس کے کہ ابراہیم بڑا تھا لیکن اسماعیل کو بادشاہ بنا کر اس کے نام کا خطبہ دسکہ جاری کیا جاں خاں نے بھی اسماعیل شاہ کی حکمرانی کو قبول کر کے عنان حکومت اپنے ہاتھ میں لی جاں خاں مہدی تھا اور چونکہ اسماعیل شاہ خرد سال تھا جاں خاں نے خود بادشاہ کو بھی اسی مذہب میں داخل کر لیا اور آٹھ انیسویں کے اسمائے گرامی خطبہ سے نکال ڈالے۔ ناظرین کو معلوم ہے کہ فرقہ مہدویہ سید محمد جو پیوری صاحب کی طرف منسوب ہے سید صاحب حنفی سنی المذہب تھے جنھوں نے آخر ۹۶۶ ہجری میں دعویٰ کیا کہ میں مہدی موعود ہوں چونکہ بعض آثار حضرت امام مہدی آخر الزماں کے سید صاحب میں پائے جاتے تھے اکثر اشخاص ان کے گردیدہ ہو گئے سید صاحب کے حالات مشہور ہیں اس لئے راقم الحروف مورخ فرشتہ اس ذکر کو نظر انداز کر کے اصل مطلب کی طرف

رجوع کرتا ہے۔ اسماعیل شاہ کے عہد میں ہندوستان کے اطراف و جوانب سے  
 مہدوی فرقہ کے مقلدین جمع ہوئے اور بادشاہ کی جاں نشاری کا دم بھرنے لگے فرقہ  
 مہدویہ جال خاں کو اپنا خلیفہ سمجھا اور شمشیر چلانے اور داد جاں نشاری دینے میں  
 کوتاہی نہ کرتا تھا۔ اسماعیل کے ابتدائی عہد حکومت میں صلاحیت خاں نے جو قلعہ  
 کھڑلہ میں برار کی سرحد پر مقید تھا میران حسین کے قتل کی خبر سنی اور خروج کیا  
 برار کے امیر فرقہ مہدویہ کے غلبہ سے آزدہ تھے یہ امر صلاحیت خاں کے ہمراہ  
 احمد نگر روانہ ہوئے۔ ادھر دلاور خاں نے ابراہیم عادل شاہ سے اجازت لے کر  
 نظام شاہی ملک کی تسخیر کا ارادہ کر کے پنجاب اور سے احمد نگر کا رخ کیا۔ جال خاں نے  
 فدا بیوں کی قوت پر مطمئن ہو کر دونوں محکم کے سرانجام دینے کا ارادہ کیا جال خاں  
 بادشاہ کو ساتھ لیکر پیشتر صلاحیت خاں کے مقابلہ کے لئے روانہ ہوا شدید اور  
 خونریز لڑائی کے بعد حوالی بیٹن میں دشمن پر غالب آیا اور صلاحیت خاں پر ہان پور  
 اسیر کی طرف فراری ہوا جال خاں نے بیٹن سے عادل شاہیوں کے مقابلہ کا ارادہ کیا  
 قصبہ آشٹی کے قریب فریقین کا مقابلہ ہوا لیکن تقریباً پندرہ روز دونوں لشکر ایک  
 دوسرے کے مقابلہ میں خمیر زن رہے اور جنگ کی ابتدا کسی طرف سے نہ ہوئی  
 آخر میں رسل و رسائل کے ذریعہ سے صلح ہوئی اور یہ طے پایا کہ جال خاں میران حسین  
 کی پالیسی سے ستر ہزار ہونہ فعل بہا کے ادا کرے جال خاں رقم مذکور ادا کر کے احمد نگر  
 روانہ ہو گیا۔ حسین عہد الفطر کے روز جال خاں نے تقریباً تین سو غریبوں کو جو  
 فرہاد خاں کی سفارش سے اب تک زندہ تھے پیادہ و بہ حال پنجاب پور کی طرف  
 خراج الہلہ کر دیا۔ دلاور خاں نے اس جماعت کا حال ابراہیم عادل سے عرض کیا  
 اور یہ آوارہ وطن غریب عادل شاہی ملازمین میں داخل کر لئے گئے چنانچہ اس  
 وقت تک یہ لوگ بادشاہ جمہا کے ٹکھار میں۔ راقم الحروف مورخ فرسختہ بھی  
 انیس صفر ۹۹۹ ہجری کو احمد نگر سے پنجاب پور وادہ ہوا اور دلاور خاں کے واسطے سے  
 عدالت پناہ کے شرف قدیموسی سے مشرف ہو کر بادشاہ عالی جاہ کے ملازمین میں  
 داخل ہوا اور ہنوز اسی بارگاہ عالی کا ادنیٰ خادم ہے۔

اسی زمانہ میں دلاور خاں سے جو ستر برس کا ضیف العمر ہو چکا تھا۔ اپنے

وقت آخر کا اندازہ کر کے جال خاں کے واسطے اسماعیل نظام سے ایک تولنامہ حاصل کیا اور  
برہان پور ایمر سے احمد نگر واپس آیا۔ صلا بہت خاں نے کسی خدمت کو قبول نہ کیا اور  
خود اپنے محمور کردہ قصبہ یعنی پٹکاپور میں قیام اختیار کیا اور سماعتاً عربین کا منتظر رہا۔  
بالآخر اس سال یعنی ۹۹۹ھ ہجری میں اس نے وفات پائی اور بالائے کوہ شہر کی احمد نگر  
خود اپنے بنا کر دہگند میں مدفون ہوا۔ صلا بہت خاں نے ایک فرزند سی قرضی علی اپنی  
یادگار چھوڑا یہ شخص فی الحال مرہٹی شاہ بن شاہ علی کی بارگاہ میں ملازم ہے۔

اسماعیل نظام کے جلوس کی خبر اکبر بادشاہ نے بھی سنی اور برہان شاہ کو اس کی  
جاگیر ملک بخش سے جو کابل و سندھ کے درمیان واقع ہے طلب کیا عرض آشنیانی  
نے برہان شاہ سے فرمایا کہ احمد نگر کے اصل وارث تم ہو میں یہ ملک تم کو بخشا ہوں جمہور  
لشکر کو اس ملک کے فتح کے لئے درکار ہوا ہے ہمراہ لو اور اپنے فرزند کو معزول کیسے  
خود عنان حکومت اپنے ہاتھ میں لو برہان شاہ نے عرض کیا کہ اہل دکن شاہی لشکر  
کو میرے ہمراہ دیکھ کر وہ ہم میں گرفتار ہو جائیگے اور سرکشی اور عناد پر آمادہ ہوں گے  
اگر حکم ہو تو میں تنہا سرحد دکن کا رخ کروں اور اہل دکن کو اپنا اپنی فحواہ و مطیع بنا کر  
ذمی و ملائمت سے سوردی ملک پر قبضہ کروں بادشاہ نے اس رائے کو پسند فرمایا  
اور پیرگنہ بند یہ اس کی جاگیر میں عنایت کر کے راجہ علی خاں حاکم ایمر کے نام ایک  
فرمان روانہ کیا کہ برہان الملک کی مدد میں کوٹاہی نہ کرے برہان شاہ سرحد دکن پر پہنچا  
اور ہنٹہ پڑھیں اس نے قیام کر کے ولایت نظام شاہی کے زمینداروں اور سرداروں  
کے نام دکن کی رسم کے مطابق قول نامہ روانہ کر کے ان کو اپنی اطاعت کی ترغیب  
دی ان زمینداروں نے یکجہتی کا اقرار کر کے برہان شاہ کے درود پر خوشنودی کا  
اظہار کیا برہان شاہ متعدد و بے چند سواروں کے ہمراہ کندوانہ کے راستے سے  
نہار میں داخل ہوا جہاں گیسو خاں حبشی نے جو سرحدی ایمر تھا و عہدہ وفاتہ کیا اور اتفاق  
سے کام لے کر جنگ آزمائی کی برہان شاہ کو شکست ہوئی اور چغتائی خان الیک انکا  
ایک ایمر معرکہ آرائی میں کام آیا اور خود برہان شاہ خستہ و پد حال ہنٹہ پڑھ گیا اور  
شبانہ روز ایک سوردی پر قبضہ کرنے کی فکر میں غلطان و بیچان رہا یہاں تک کہ  
ابراہیم عادل شاہ احمد علی خاں نے اس کی مدد پر مکرانندہ برہان شاہ ہنٹہ پڑھ

برابر روانہ ہوا اور لشکر فرار ہم کرنے لگا۔ جال خاں کو ان واقعات کی اطلاع ہوئی اور اس نے دس ہزار مہمدیوں کو جمع کر کے ان سے مشورہ کیا، بعد قیل و قال کے بعد یہ طے پایا کہ سید امجد الملک مہمدی سر لشکر براری امیروں کے ہمراہ برہان شاہ اور راہ پٹنیاں کا مقابلہ کرے اور جال خاں عادل شاہیوں کے مقابلہ میں صف آرا ہو اس قرار داد کے موافق جال خاں اسٹیل برہان کے ہمراہ عادل شاہ کے مقابلہ میں روانہ ہوا اور قبضہ دارے رنگ میں حریف سے جنگ آزما ہو کر مہمدیوں کی جان نثاری سے دشمن پر غالب آیا جال خاں نے تین سو شاہی ہاتھیوں پر قبضہ کیا اس واقعہ کے چوتھے روز یہ معلوم ہوا کہ عادل شاہ اور راجہ علی خاں کی کوشش سے امرائے برہان نے برہان شاہ کی اطاعت قبول کر کے سرحد پر اس سے ملاقات کی جال خاں اس خبر کو سنکر بڑی غمان و شوکت کے ساتھ برابر روانہ ہوا لیکن عادل شاہ نے حسب مشورہ راجہ علی خاں جال خاں کا تعاقب کیا اور امرائے برہان کو حکم دیا کہ اسٹیل شاہ کے لشکر ہر چہاں طرف چھاپے مار کر قلعہ و آذوقہ دشمن تک نہ پہنچنے دیں اس واقعہ سے جال خاں کے اکثر ہمراہی اس کی رفاقت ترک کر کے برہان شاہ سے جا ملے جال خاں اپنے مہمدی بھائیوں کے قدیم اغلاص اور وفاداری پر مطمئن ہو کر اسی طرح کے راستے طے کر رہا تھا یہاں تک کہ وہ ہینگیر گھاٹ پر پہنچا برہان شاہ کے ملازمین نے اس گھاٹ کی راہ مسدود کر دی تھی جال خاں دوسرے دشوار گزار راہ سے برہان شاہ کی طرف بڑھا اس راہ میں پانی کم یا ب تھا اور اسی وجہ سے ہوا بعد گرم تھی جال خاں کے لشکریوں نے بھد تکلیف اٹھائی اور منزل متعین کرنے میں بھد حیران ہوئے اسی دوران میں معلوم ہوا کہ تین کوس کے فاصلہ پر ایک منزل ہے جس میں پانی کثرت سے موجود ہے جال خاں نے مجبور ہو کر اس سمت کا رخ کیا لیکن جال خاں کے ورود سے پیشتر برہان شاہ اور راجہ علی خاں نے اس مقام پر بھی قبضہ کر لیا تھا جال خاں کے اہل لشکر جو پانی کی ہوس میں اس طرف جا رہے تھے پریشان و بد حال وہاں پہنچے لیکن یہ خبر سن کر ایک دن دو قہقہے میں قیام پزیر ہوئے اہل لشکر سرسیدہ و پریشاں ہر طرف دوڑنے لگے ان کو معلوم ہوا کہ قریب ایک نخلستان ہے جہاں اس مقام پر گئے اور حیوانوں اور انسانوں کے

خشب گئے سیراب کرنے کے لئے تھوڑا پانی مل گیا جال خاں نے حریف سے سی  
 دن صف آرائی کرنی مناسب خیال کیا اور اس پ وفیل وابل فوج کو میدان جنگ  
 میں آراستہ کر کے قصہ کو ایک دم پاک کرنا چاہا جال خاں کے اعوان و انصار اسکے  
 ہم داستان ہو گئے اور تیرہ رجب ۹۹۹ ہجری کو یہ لشکر برہان شاہ اور راجہ علی کے  
 مقابلہ میں روانہ ہوا اگرچہ ان دونوں لشکروں میں بے حد فاصلہ تھا لیکن مہمدیوں  
 نے بہتر مشقت راستہ طے کیا جال خاں اپنے بھائیوں کی دوست پر ناداں ہو کر جنگ  
 کو لڑکوں کا کھیل سمجھا اور دشمن کے مقابلہ میں صف اگرا ہوا برہان شاہ اور راجہ علی  
 نے بھی حمید اصف آرائی کی فریقین میں فوجیں جنگ میں جمع ہوئی مہمدیوں نے دشمن کی  
 فوج کو پکڑ دیا اور قریب چھ گھنٹے تک ان کو قمع ہوا کہ ناگاہ ایک گولی جال خاں کی  
 پیشانی پر لگی اور وہ گھوڑے سے نیچے گرایا قوت خاں اور خداوند خاں بھی پہلے گھبرا  
 سنے تو قف میں خیر نہ دیکھی اور اسٹیل نظام کو ہمراہ لے کر فراری ہو گئے امرائے  
 برہان شاہ نے ان کا تعاقب کیا اور دیا قوت خاں اور خداوند خاں پر غالب  
 اگر ان کا سرتن سے جدا کر لیا گیا تھا تو واقعہ کو دیکھا اور اسٹیل نظام کو ایک  
 قصبہ میں چھوڑ کر خود بیجا پور فراری ہوا امرائے برہان شاہ پہلے خاں سے دست بردار  
 ہو کر اسٹیل نظام کو اس کے باپ کے حضور میں لے آئے برہان شاہ بے حد خوش  
 ہوا اور راجہ علی خاں کو میں نے اس معرکہ میں اس کی کافی مدد کی تھی چند اسٹیل  
 بطور تحفہ کے عنایت کئے اور خود اسٹیل نظام نے دو سال حکمرانی کی  
 برہان شاہ بن | برہان نظام اپنے بھائی مر قف نظام شاہ کے عہد میں قلعہ لہار  
 حبیب بن نظام شاہ | میں قید تھا چونکہ اس کی جاگیر وافر تھی بھلائیوں کے ساتھ  
 زندگی بسر کرنا تھا مر قف نظام کے عہد میں صاحب خاں نے  
 بے اعتدالی سے کام لیا اور اس کی روش سے امر اور افسران فوج خود بادشاہ  
 سے سزاوار ہو گئے نظام شاہ صاحب خاں کے عہد میں بیہودہ روانہ ہوا اور  
 امرائے گروہ نے موقع پا کر برہان شاہ کے نام ہر انصاف روانہ کئے کہ تنہا رہ جائی  
 دیوانہ ہو گیا ہے اور حکمرانی کے قابل نہیں ہے اگر آپ قلعہ سے نکل کر یہاں آئیں  
 تو ہم سب مخلصانہ پیش آئیں گے برہان شاہ نے حاکم قلعہ سے معاہدہ کر کے قدم باہر نکالا۔

حوالی جنیر میں پانچ چھ ہزار سوار برہان شاہ کے گرد جمع ہو گئے اور اس کے سر پر پیر شاہی سایہ فلک کیا گیا مرنقی نظام نے یہ اخبار بیدار کے نواح میں سننے اور جلد سے جلد احمد نگر پہنچ گیا اور برہان شاہ سے ایک روز قبل تیس ہزار بیوں کے ساتھ قلعہ کے قریب پہنچ گیا اسی دن عصر کے وقت برہان شاہ عوام الناس کے اس خیال کو دور کرنے کے لئے کہ بادشاہ زندہ نہیں ہے ہاتھی پر سوار ہوا اور شہر میں آیا بادشاہ نعمت خاں چاشنی گیر کے بازار میں آ پہنچا اور اس نے زین خاں سمٹانی کی دوکان پر جو ادویہ فروش تھا اپنا ہاتھی کھڑا کیا مرنقی نظام نے زین خاں سے سوال کیا کہ دوکان پر کیا کیا چیزیں موجود ہیں زین خاں نے جواب دیا کہ مجموعہ دادویہ وغیرہ ہر قسم کی موجود ہیں بادشاہ نے پوچھا کہ دیوبنگی کو دور کرنے والی دوا بھی موجود ہے زین خاں نے جواب دیا کہ ہر قسم کے جلاب کی دوائیں حاضر ہیں بادشاہ نے کہا کہ خدا جانے میں دیوانہ ہوں جو فقیروں کی طرح گوشہ نشین ہو کر بادشاہی کرنا چاہتا ہوں یا میرے بھائی کے دماغ میں خلل ہے کہ اس نے بلا کسی معقول وجہ کے اپنے کو اس مصیبت میں گرفتار کیا ہے خواجہ رین نے عرض کیا بادشاہ اطمینان کے ساتھ حکمرانی فرمائیں برہان شاہ دیوانہ ہے جس نے کفرانِ نعمت کر کے حضور جیسے شفق و مہربان بھائی کے مقابلہ میں یہ حرکت کی ہے نظام شاہ اس تقریر سے بیحد عوش ہوا اور ایک ہزار ہون کا کیسہ زین خاں کو عنایت کر کے روانہ ہوا۔ مرنقی نظام نے آٹھ برس کے بعد اپنے کو رہایا کے پیش نظر کیا تھا اکثر اپنے ملازموں اور خادموں کو پہچانا اور ان سے کلام کیا مرنقی نظام شہر کے اکثر بازاروں کی سیر کر کے قلعہ میں آیا دوسرے دن برہان شاہ باغ ہشت ہشت میں فرشت ہوا مرنقی نظام کے گفت لگانے کی خبر پھیل گئی تھی برہان شاہ کے اکثر خدائی اس سے برگشتہ ہو کر احمد نگر چلے گئے۔ دوسرے روز بھی مرنقی نظام ہاتھی پر سوار ہوا۔ اور قلعہ سے باہر نکل کر میدان میں آیا دس ہزار سوار اس کے چتر کے نیچے جمع ہو گئے بادشاہ کالا چو ترہ کے قریب کھڑا ہوا اور مصلحت خاں کو سرشکر مقرر کر کے توب خانہ اور ہاتھیوں کے ہمراہ برہان نظام کے مقابلہ میں روانہ کیا باغ ہشت ہشت کے نواح میں جنگ ہوئی اور برہان شاہ شکست کھا کر بیجا پور روانہ ہو گیا برہان شاہ دو سال کے بعد بعض امر کی طلب پر فقیرانہ لباس میں احمد نگر دار دہوا اور اپنے

اعوان و انصار سے بیٹے کیا کہ فلاں روز جبکہ صلابت خاں دیوان خانہ میں ہماست حکومت کا فیصلہ کرتا ہوتا تو پانچ سو سو ایک لاکھ اس پر حملہ کرے صلابت خاں کو قتل کر ڈالیں اور مرتضیٰ نظام کو جو دیوانہ ہو گیا ہے ایک قلعہ میں قید کر کے برہان شاہ کی حکومت کا اعلان کریں صلابت خاں اس سازش سے واقف ہو گیا اور جو اشخاص کہ اس سازش میں شریک تھے ان کو گرفتار کر کے بید عقبہ بہت کے ساتھ تہ تیغ کیا اور برہان شاہ کی تلاش میں مصروف ہوا برہان شاہ فقیرانہ لباس میں شبانہ روز ارد صحرے اُدھر گشت لگاتا تھا اس لئے صلابت خاں کے ہاتھ نہ آیا اور قطب الدین محمد خاں غزنوی کے واسطے جو اند لوں گجرات میں مقیم تھا پناہ گزیں ہو گیا اور چند روز کے بعد اکبر بادشاہ کی خدمت میں حاضر ہو گیا۔ برہان اول سہ صدی ایسروں میں داخل ہوا اور بعد اس کے جب کہ خان اعظم کو کہنے دکن کا سفر کیا اس وقت ایک ہزاری منصب دار ہو کر خان اعظم کے ساتھ کیا گیا۔ خان اعظم نے بالا پور پہونچ کر ملک کو تباہ کیا اور بے نیل مرام دایں آیا برہان شاہ صادق محمد خاں کے ہمراہ ان افغانوں کی تنبیہ کے لئے جو دریائے سندھ اور کابل کے درمیان آباد ہیں متعین کیا گیا اور بنگلش کا جاگیر دار مقرر ہوا۔ برہان شاہ کا فرزند احمد نگر کا فرمانروا ہوا اور اکبر بادشاہ نے اسے بنگلش سے طلب کر کے دکن روانہ کیا اور جیسا کہ مذکور ہوا آخر عمر میں صاحب تخت و تاج بن گیا برہان شاہ نے مہدوی مذہب کو جو اس کے فرزند کے عہد میں رائج ہو گیا بھٹانا بد کیا اور حکم دیا کہ فرقہ مہدوی جہاں کہیں کہ پایا جائے فوراً تہ تیغ کیا جائے جتنا پچھلے زمانہ میں اس مذہب کا نام و نشان بھی نہ رہا اور نسل سابق ایسے آشنا و مشر کے اسمائے گرامی خطبہ میں داخل کئے گئے اور مذہب شیعہ کا رواج ہوا امرائے غریب اور ان کے متوسلین جو یزنا خاں کی شناسائی اعمال سے ملک سے فرار ہو گئے تھے بار در گرا جھنگڑ کئے اور پھر یہ فہرار باب کال کا جلوہ گاہ بن گیا۔ دلاور خاں حبشی جو عادل شاہ کے خوف سے احمد آباد بیدربھاگ گیا تھا نظام شاہی بازگاہ میں حاضر ہو کر صاحب منصب و جاگیر ہوا۔ عادل شاہ اس سلوک سے رنجیدہ ہوا اور برہان شاہ کو پیغام دیا کہ شرط دوستی یہ ہے کہ آپ دوست کے دوست اور دشمن کے دشمن رہیں اور نیکی و بدی میں فریب کار نہ ہو کر بیگانگی سے پرہیز فرمائیں بادشاہ کی ذات سے تعجب ہے

کہ میری سرکار کے حرام غوار ملازم کو جناب اپنے دربار میں صاحبِ عزت و جاہ بنائیں امید ہے کہ بادشاہ حقوقِ برادری و حق گزار کی کا لحاظ فرما کر اپنے بہی خواہوں کے قلوب کو آزرہ نہ کریں گے اور ملک و دولت کی خیر و فلاح کا خیال کر کے میری خواہش و مرضی کا خیال کہیں گے۔ برہان شاہ اس پیغام سے غصہ میں آیا برہان شاہ نے ہنوز دوست و دشمن کو نہ پہنچا تھا کہ بے صبری سے کام لیا اور اس پیغام کے جواب میں وحشت آمیز و فتنہ انگیز کلمات زبان سے نکالے رفتہ رفتہ عادل شاہ بھی عداوت میں اور شدید ہوا اور دشمنی کے اظہار کے لئے بہانہ ڈھونڈنے لگا۔ عادل شاہ نے ملا عنایت اللہ جہری کو احمد نگر روانہ کیا اور برہان نظام کو پیغام دیا کہ تین سو ہاتھی جو دلاور خاں کی ناخبرہ کاری و نادانی کی وجہ سے آپ کے قبضہ میں آگئے ہیں ان کو براہ عنایت واپس فرمائے اور اس امر میں تاخیر نہ فرمائے تاکہ نقصانِ عظیم نہ برداشت کرنا پڑے۔ برہان شاہ اس پیغام سے اور زیادہ آشفتنہ ہوا اور لشکر جمع کرنے کا حکم دیکر اپنے منافق امیروں کے ہمراہ جلد سے جلد ملک عادل شاہی میں داخل ہوا۔ عادل شاہ نے برہان کا عدم وجود براہِ سمجھ کر پنجپور سے حرکت تک نہ کی برہان شاہ دریائے بیورہ کے کنارے منگسرو پہونچا اور وہاں سے آگے قدم بڑھانا خلافِ مصلحت سمجھا اور دلاور خاں وغیرہ کے مشورہ سے اسی جگہ قیام کیا۔ برہان شاہ نے یہ طے کیا کہ نہر مذکور کے اس پار ایک قلعہ تعمیر کرائے اور اسی حد تک عادل شاہی ملک پر قبضہ کر کے اس نو تعمیر قلعہ کو سرحد قرار دے اور اس کے بعد رفتہ رفتہ شولا پور اور شاہ درک پر بھی قبضہ و تصرف ہو۔ برہان نظام نے ساعتِ سعید اختیار کر کے عین موسمِ گرما میں تیز رفتاری سے کارگروں کو دریائے بیورہ سے جو اس زمانہ میں پایاب تھا پارا تارا اور جہاں کہ قدیم زمانہ میں قلعہ واقع تھا اور اہم آبادی و جہ سے شکستہ اور خراب ہو چکا تھا اس مقام پر جدید قلعہ کی بنیاد ڈالی اور جلد سے جلد ایک پایہ پر دو سرا پایہ رکھنے لگے تاکہ بحال تمام قلعہ کو تیار کر لیں۔ پنجپور سے مصلحت کوئی لشکر ان کے مقابلہ کے لئے روانہ نہ ہوا۔ اور نظام شاہی اطمینان کے ساتھ اپنے کام میں مشغول رہے۔ موسمِ برسات قریب آیا اور اس امر کا اندیشہ ہوا کہ دریائے بیورہ کا پانی بڑھ کر پائیس قلعہ و لشکر کے درمیان حائل نہ ہو جائے جس کی وجہ سے عادل شاہی فوج زیرین مسلحہ پر



قبضہ کر لے نظام شاہ نے ناتمام قلعہ میں دروازے نصب کئے اور حصار کو تو سپ و ضرب زن وغیرہ سے محکم کر کے ارادہ کیا کہ عین موسم برسات میں بہ صرف کثیر اس قلعہ کی تعمیر کو تمام کرے۔

اسی درمیان میں دلاور خاں نے یہ خیال کیا کہ جب تک میرا حیدر صاحب فراست امیر بیجاپور میں نہ پہنچ جائیگا عادل شاہ ان مشکلات سے نجات نہ پائیگا دلاور خاں نے اس خیال تمام کی بنا پر عادل شاہ سے قولنامہ کی درخواست کی تاکہ مطمئن ہو کر بیجاپور کی راہ لے اور مثل سابق کے مختار کل ہو جائے عادل شاہ خدا سے چاہتا تھا کہ دلاور خاں اس کے قبضہ میں آئے ابراہیم عادل نے قولنامہ روانہ کر دیا ہر چند برہان شاہ نے دلاور خاں کو منع کیا لیکن اس نے قبول نہ کیا اور بیجاپور روانہ ہو گیا۔ دلاور خاں بیجاپور پہنچتے ہی اپنے اعمال کی سزائیں گرفتار ہوا اور ایک قلعہ میں نظر بند کر دیا گیا۔ اب عادل شاہ نے حریف کی طرف توجہ کی اور رومی خاں والیاس خاں وغیرہ امرا لے کبار کو نظام شاہ کے مقابلہ میں روانہ کیا یہ امیر قلعہ کے مزاحم نہ ہوئے بلکہ برہمی امیروں کو ان کی پانچ یا چھ ہزار جمعیت کے ساتھ دریا کے پار امارا اور ان کو حکم دیا کہ حوالی لشکر گاہ تک تاخت و تاراج کر کے نظام شاہیوں کو آرام نہ لینے دیں۔ عادل شاہیوں نے حریف کو تنگ کیا اور نظام شاہ ان کی جرات و غوغا سے بہت غضبناک ہوا۔ برہان نظام کو اپنے امیروں کی دغا داری پر اعتماد نہ تھا رات کے وقت حریف کے قیام گاہ کی طرف روانہ ہوا صبح کو ان کے قریب پہنچ گیا اور حریف نے فوج کے سپاہی دیکھ کر کوچ کیا چونکہ دریا اس وقت پایاب تھا یہ لوگ نہر کو عبور کر گئے اور رومی خاں والیاس خاں کی ہمراہی میں اپنی صفیں درست کیں۔ اتفاق سے اس وقت سیلاب عظیم آیا اور برہان شاہ نہر کو عبور نہ کر سکا اور اس نے دریا کے پار سے چند توپیں حریف پر سرگئیں لیکن جب معلوم ہوا کہ وہ فعل لا حاصل ہے تو اپنے قیام گاہ کی طرف واپس آیا امرا نے یہ کیئے دوبارہ دریا کو عبور کر کے نظام شاہیوں کو تاخت و تاراج کرنا شروع کیا۔ اس واقعہ کو ایک زمانہ گزر گیا اور نظام شاہ کے لشکر میں قحط کے آثار نمودار ہوئے برہان نظام نے مجبور ہو کر جدید قلعہ اسد خاں ترک کے

سپرادر کے قلعہ میں بہادر سپاہیوں کی ایک جماعت کو چھوڑا اور خود اس مقام سے چند منزل کوچ کر کے اپنی ملکیت میں قیام پذیر ہوا تاکہ قلعہ آؤ قد آسانی سے پہنچ سکے اور محط کی مصیبت سے نجات ہو۔

اب رومی خاں اور الیاس خاں نے موقع پاک تمام فوج کے ساتھ دریائے  
ہیورہ کو عبور کیا اور حریف کو نقصان پہونچانے میں سرگرم ہوئے برہان شاہ نے  
پریشان ہو کر نور خاں ایسرا لامراٹے برادر کو جو شجاعت و بہادری میں مشہور زمانہ  
تھا اکثر ایسروں کی معیت میں عادل شاہی فوج سے مقابلہ کرنے کے لئے نامزد  
کیا لشکر سے دو یا تین کو اس کے فاصلہ پر فریقین میں شدید لڑائی ہوئی نور خاں  
عادل شاہی سرنو بہت اعتماد و خالص شہسوہری کے نیزہ سے ہلاک ہوا اور نظام شاہیوں  
کو فاحش شکست ہوئی برہان شاہ کے ڈیڑھ سو ہاتھی عادل شاہیوں کے قبضہ میں  
آئے۔ برہان شاہ خود اپنے ایسروں کی نگاہ میں ذلیل و حقیر ہو گیا اور دکن کے نامی  
ایسروں یعنی کال خاں اور اس کے بھائیوں نے ارادہ کیا کہ برہان شاہ کو معزول  
کر کے اس کے فرزند اسماعیل شاہ کو بادشاہ بنائیں برہان شاہ اس ارادہ سے واقف  
ہو گیا اور اس نے کال خاں وغیرہ ایسروں کو سخت سزا دی۔ اہل دکن اس واقعہ  
سے اور زیادہ آشفہ ہوئے اور برہان شاہ کے ایک مقرب خواجہ سرہسپی یوسف  
نے جو صن و جمال میں بے نظیر تھا بے طے کیا کہ یوسف رات کو بادشاہ کو قتل کر کے  
اسماعیل شاہ کو حکمران مشہور کر دے برہان شاہ نے یہ خبر بھی سنی لیکن اس کو اس کا  
یقین نہ آیا ایک شب برہان شاہ نے خواب کا بہانہ کیا اور یوسف خواجہ سرہسپی  
ہاتھ میں لے کر بادشاہ کے خیمہ میں داخل ہوا برہان نے جہت لگائی اور اس کا ہاتھ  
پکڑ لیا چونکہ یوسف برہان شاہ کو بچہ عزیز تھا اس واقعہ سے ایسی چشم پوشی کی کہ گویا  
اس نے کچھ دیکھا ہی نہ تھا۔ محمد علی قطب شاہ اور احمد علی خاں نے رنگ دگرگوں دیکھا  
اور معتبر امر یعنی مصطفیٰ خاں استر آبادی اور عبدالسلام خونی کو بیجا پور روانہ کر کے صلح کی  
درخواست کی تین ماہ عادل شاہ نے صلح کرنے سے انکار کیا لیکن قطب شاہ اور علی خاں  
نے مجدد اصرار کیا اور عادل شاہ نے اس شرط پر صلح قبول کی کہ برہان شاہ اپنا سہ خیمہ  
قلعہ اپنے ہی ہاتھوں سے توڑ کر احمد نگر واپس جائے۔ خواجہ عبدالسلام نے اس

شرط کے ایفا کا اقرار کیا اور عادل شاہ سے کہا کہ بہتر یہ ہے کہ بادشاہ اپنے کسی معتبر امیر کو ساتھ کر دیں تاکہ اس کے سپاہیہ میں شرط پوری کر دی جائے عادل شاہ نے شاہنواز خاں شیرازی کو جس کا حال و قاطع عادل شاہیہ میں مرقوم ہو چکا ہے برہان شاہ کی خدمت میں روانہ کیا شاہنواز خاں نظام شاہی لشکر کے نواح میں پہونچا اور برہان شاہ کے ارکان دولت اس کا استقبال کر کے شاہنواز خاں کو بادشاہ کے حضور میں لے گئے برہان نظام نے شاہنواز خاں کے سپاہیہ میں قلعہ کو توڑا اور نواح پر بیٹھہ سے شاہنواز خاں کو عزت و حرمت کے ساتھ رخصت کر کے جلد سے جلد اھنگر پہونچ گیا۔

سلسلہ ہجری میں برہان نظام سے فرنگیان ریکندہ کے استیصال کا ارادہ کیا اور امیروں کے ایک گروہ کو ہندو جہول کی طرف روانہ کیا برہان شاہ کا حکم تھا کہ وہ پہاڑ دریا کے کنارہ واقع ہے اس کے اوپر ایک قلعہ تعمیر کیا جائے اور جس مقام سے کہ اہل فرنگ کی کشتیاں قلعہ ریکندہ کو جاتی ہیں قلعہ کا رخ اسی جانب ہو اور قلعہ کے برج و بارہ پر توپ و ضرب زلزلہ سب کی جائیں تاکہ نصاریٰ کو ان کی ضروریات زندگی نہ پہونچ سکیں بادشاہ کے حکم کے موافق قلعہ تیار ہو گیا اور یہہ حصار کھوالہ کے نام سے موسوم ہوا۔ اہل فرنگ نے آمد و رفت راست کے وقت مقرر کی اور تمام ہندو گاہوں سے جو نصاریٰ کے قبضہ میں تھے مدد کے طلبگار ہوئے نصاریٰ نے اپنے ہم مذہب گروہ کی امداد کی اور دو مرتبہ مسلمانوں پر خون مارا جس سے ہر مرتبہ دو یا تین ہزار دکنی قتل ہوئے برہان شاہ اگرچہ دل میں تو دھنیوں کے قتل سے خوش ہوا لیکن یہ ظاہر اس واقعہ پر افسوس کیا برہان نظام نے فراد خاں اور شجاعیت خاں جیسی گورکھ پراستارے دشمن کے ہمراہین سے بادشاہ مظفر نے ہتھیار اس ہزار سواروں کی ہیست سے حصار کھوالہ روانہ کیا چونکہ روہتاسی اور دمن کے ہندو گاہوں سے جو گہراست اور کن کے درمیان واقع ہیں ریکندہ کے باشندوں کو کافی مدد پہونچ چکی تھی اس لئے نظام شاہ نے بہادر خاں گیلانی کو دیگر غریب امرا کے ساتھ ہر لشکر ہنر کر کے ان بنادری جہم پر متعین کیا۔ بہادر خاں اس مقام پر پہونچا اور سترہ شوال سلسلہ ہجری کو ایک ہزار خوار فرنگی

اور زنگیوں کی ایک کثیر تعداد نے اس کا مقابلہ کیا دکنی اور صہبی: میروں نے جو کہوالہ کی مہم پر نامزد کئے گئے تھے دادمردانگی دینے میں کوتاہی نہیں کی اور فرنگیوں کو پسپا کر کے تقریباً سو فرنگی اور دس ہزار نیوں کو قتل کر کے کامیاب ہوئے برہان شاہ کو اس واقعہ کی اطلاع ہوئی اور بادشاہ نے آئینہ خانہ کی عمارت میں جس کو اس نے عمارت بغداد کے پہلو میں تعمیر کرایا تھا ایک بہت بڑا جشن عشرت منعقد کیا اس مجلس میں ہر شخص کو حکم تھا کہ اپنی خواہش کے مطابق جس چیز کا چاہئے سوال کرے۔ شراب اور دیگر لذتیں معجون و حلوی مجلس میں لائے گئے باوہ پرستوں نے ہی نوشی شروع کی اور احتیاط پسند کردہ نے دوسرے لذتیں شربتوں اور تنقلاات سے اپنے کو سرور و خوش کیا نغمہ و ساز کی آواز بلند ہوئی اور مجلس نشاط بہشت بریں کا نمونہ بن گئی۔ ماہ ذی قعدہ مسئلہ ہجری میں برہان شاہ کو معلوم ہوا کہ اکبر بادشاہ نے نواب خانخاناں ولد بیرم خاں کو جوار لشکر کے ہمراہ مالوہ کی مہم پر اور میرزا شاہر رخ بادشاہ بدخشاں اور شہباز خاں کو سلطان پور و نند بار روانہ کیا ہے۔ برہان شاہ نے اس خیال کی بنا پر کہ کہیں خانخاناں برابر بھی حملہ نہ کرے عماد خاں کو راجہ علی خاں کے پاس روانہ کیا اور اس سیلاب کے سد باب کرنے میں مشورہ کیا۔

اسی دوران میں ہندو گاہ چپول میں ایک عظیم الشان حادثہ پیش آیا جس کی تفصیل حسب ذیل ہے۔

قلعہ کہوالہ کی تعمیر اور اس کے استحکام کے بعد فرہاد خاں اسد خاں تلج خاں اور نصیر الملک وغیرہ امراء نے نامدار قلعہ کی حفاظت اور نصاری کی مدافعت میں جان و دل سے کوشاں تھے اور اہل فرنگ پر ہر طرف سے راہ آمد و شد مسدود تھی قریب تھا کہ نصرائی تنگ آکر آوارہ وطن ہو جائیں کہ ناگاہ برہان خواہش نفسانی کا شکار ہوا اور حکم دیا کہ ہر حسین عورت خواہ صاحب شوہر ہو یا کنواری اس کے محل میں حاضر کی جائے بادشاہ کی اس روش سے خاص و عام سب اس سے برگشتہ ہو گئے۔ برہان نظام کو معلوم ہوا کہ شجاعیت خاں کی نوجو بہیہ صاحب حسن و جمال ہے بادشاہ نے اس عورت کو طلب کیا شجاعیت خاں نے

زوجہ کے روانہ کرنے سے انکار کیا بادشاہ نے اس امیر کو ایک قلعہ میں قید کر دیا اور اس کی زوجہ عوم میرائے شاہی میں پہنچا دی گئی بادشاہ نے اس عورت کو پسند نہ کیا اور بلا اس کی عصمت دری کئے ہوئے عورت کو واپس کر دیا شجاعیت خاں نے اپنے شکم پر خنجر مار کر خود کشی کر لی اس واقعہ سے اہل دکن اور زیادہ اکرودہ ہوئے اور جو امیر کہ قلعہ کہوالہ کی محافظت پر متعین تھے انہوں نے بھی ناظر خواہ حصار کی حفاظت نہ کی ان امیروں نے ارادہ کیا کہ موقع پا کر احمد نگر روانہ ہوں اور محمود برہان شاہ کے دفعیہ کی گمشدش کریں اہل فرنگ کو یہ امر معلوم ہو گیا اور انہوں نے ساٹھ کشتیاں سپاہیوں سے معمور مختلف بندرگاہوں سے طلب کیں اور اندھیری رات میں قلعہ کہوالہ سے گزر کر ریکندہ پہنچ گئے سولہ ذی الحجہ کی صبح کو تقریباً چار ہزار فرنگی حصار کہوالہ کی طرف بڑھے تاج خاں اور انی رائے چٹیل جماعت کے ساتھ بیرون حصار فروکش تھے بدحواس خواب سے بیدار ہوئے اور قلعہ کے اندر پناہ گزیں ہوئے فرنگیوں نے ان کو قتل کرنا شروع کیا چونکہ فریاد خاں سبج کی وجہ سے شل سابق کے محافظت نہ کرتا تھا دروازہ کے نگہبانوں نے تاریکی کو وجہ سے اب تک دروازہ کھلے رکھے تھے اہل فرنگ مسلمانوں کے تعاقب میں آرہے تھے انہوں نے دربانوں کو دروازے بند کرنے کا موقع نہ دیا تاج خاں اور انی رائے کے عقب میں حصار کے اندر چلے آئے اور مسلمانوں کو قتل کرنا شروع کیا فریاد خاں اور اسد خاں نے اہل قلعہ کی فریاد سنی اور خواب سے بیدار ہو کر اٹھے باوجودیکہ حصار میں مسلمانوں کی تعداد فرنگیوں سے دوچند تھی لیکن سب کے سب حیران و پریشان کھڑے تھے فرنگیوں نے بکریوں کی طرح مسلمانوں کو ذبح کرنا شروع کیا اور شیم ندن میں دس یا بارہ ہزار مسلمان قتل ہو گئے اہل فرنگ نے قلعہ کہوالہ کو توڑ کر تمام مال و اسباب پر قبضہ کر لیا اور سدا فریاد خاں کے جو زخم خوردہ تھا بقیہ تمام مسلمان فرنگیوں کے ہاتھ میں گرفتار ہو گئے اہل فرنگ نے تمام مسلمان امیروں کو قتل کر ڈالا براہ شاہ نے یہ انہار سنا اور اس شکست کو یمن فتح سمجھا بادشاہ نے اب غریبوں پر توجہ کی اور مرہٹوں کی خاں انجو عبد السلام عرب احمد بیگ قزلباش خاں خلیفہ

عرب اور ہک بہادر وغیرہ کو مرتبہ امارت عطا کیا۔ بادشاہ نے ارادہ کیا کہ ان حبید  
 امیروں کو بند چبول روانہ کر کے نصاریٰ کو پامال کرے کہ ناگاہ عادل شاہ کے برادر  
 نے جو قلعہ بلگوان میں قید تھا خروج کر کے برہان شاہ سے مدد طلب کی اور یہ وعدہ  
 کیا کہ بیجا پور پر قبضہ کرنے کے بعد نو لاکھ ہون دو سو ہاتھی اور قلعہ شولا پور برہان شاہ  
 کے نذر کرے گا۔ برہان شاہ طمع کے دام میں گرفتار ہوا اور ارادہ کیا کہ پہلے اس لہم کو  
 انجام دیکر نصاریٰ کی خبر لے۔ برہان نظام بیچ الاول مسئلہ ہجری میں احمد نگر سے  
 بلگوان روانہ ہوا لیکن پرندہ کے نواح میں اسے معلوم ہوا کہ عادل شاہ کا بھائی  
 معرکہ جنگ میں کام آیا۔ برہان نظام حیران ویشان واپس آیا بادشاہ کو جدید سبب  
 ہوا اور کلفت دیرینہ میں اس قدر اضافہ ہوا کہ برہان نظام علیل ہو کر صاحب فغل  
 ہو گیا۔ عادل شاہ کو معلوم تھا کہ برہان نظام نے اس کے برادر شہزادہ اسماعیل کی  
 امداد کا ارادہ کیا تھا۔ عادل شاہ نے کدورت کی وجہ سے اپنے سرحدی امیروں کو  
 حکم دیا کہ ملک نظام شاہی میں داخل ہو کر تاخت و تاراج کریں۔ برہان شاہ نے  
 تنگنا داری راجہ کرناٹک سے عہد و پیمان کیا اور ملے پایاکہ ایک طرف سے راجہ  
 کرناٹک حملہ کر کے قلعہ بینکا پور پر قبضہ کرے اور دوسری طرف سے نظام شاہ حملہ آور  
 ہو کر قلعہ شولا پور اپنے قبضہ میں لائے۔ راجہ کرناٹک نے یہ شرط قبول کر لی اور برہان  
 نظام نے یکم جادی الاول مسئلہ کو مرتضیٰ انجو کو سپہ سالار مقرر کر کے اخلاص خاں  
 مولد سنج عرب اور تمام غریب امیروں کے ہمراہ دس یا بارہ ہزار سواروں کی  
 جمیعت سے امرائے برکی کے مقابلہ اور عادل شاہی ملک کو تاراج کرنے کے  
 لئے روانہ کیا۔ بادشاہ نے مرتضیٰ انجو سے کہا کہ میں بھی سمیت یاب ہو کر لشکر ہار کے  
 ہمراہ اسی طرف آتا ہوں۔ مرتضیٰ انجو حوالی حصار میں پہونچا اور اس نے اور ہک بہادر  
 کو پیشرو مقرر کر کے امرائے برکی کے مقابلہ میں روانہ کیا۔ نظام شاہیوں کو  
 شکست ہوئی اور اور ہک بہادر قتل ہوا۔ بادشاہ اس خبر کو سن کر اور زیادہ رنجیدہ  
 ہوا اور اب مرض اس قدر بڑھ گیا کہ حکلا علاج ہو گئے۔ برہان نظام اسہال خونی  
 اور تب محرقہ کا فکار ہوا اور بالکل صاحب فراش ہو گیا۔ بادشاہ نے اپنے فرزند  
 اکبر شاہزادہ ابراہیم کو اپنا ولی عہد مقرر کیا۔ برہان نظام اپنے فرزند کو چک

شاہزادہ اسماعیل سے اس بناء پر ناراض تھا کہ یہ شاہزادہ مہمدوی مذہب اور آقا قبول کا دشمن ہے اخلاص خاں یہ چاہتا تھا کہ شاہزادہ اسماعیل حکمران ہو اور ابراہیم کی علی عہد کی خبر سکر سجدہ رنجیدہ ہوا اخلاص خاں نے مرتضیٰ انجو کے لشکر میں یہ مشہور کر دیا کہ برہان شاہ فوت ہو گیا ہے اخلاص خاں نے جال خاں کی تقلید کی اور حکم دیا کہ غریبوں کا مال و اسباب تاراج کیا جائے مرتضیٰ خاں کو اس واقعہ کی خبر ہوئی اور وہ بھی مسلح ہو کر آدہ بہ قتال ہوا بعض امرائے غریب نے احمد نگر کی راہ لی اور جلد سے جلد برہان شاہ کے پاس پہنچ گئے بہادر خاں گیلانی کو برہان شاہ کی موت کا یقین آگیا یہ امیر چند غریب امیروں کو ہمراہ لے کر پنجپور روانہ ہو گیا شیخ عبدالسلام عرب جس کو غریبوں کی دوستی پر پورا اعتماد تھا لشکر ہی میں مقیم رہا لیکن اس دکن اس کے دشمن جانی ثابت ہوئے اور کئی وجہی امیروں نے غریب عرب اور اس کے تمام متعلقین کو قتل کیا۔ اخلاص خاں نے غریبوں پر ظلم و ستم کر کے اس فتنہ کو فرو کرنا چاہا اور خود برہان شاہ کے تباہ کرنے کے لئے تمام کئی اور وجہی امیروں کے ہمراہ احمد نگر کی راہ لی۔ برہان شاہ نے ایک گروہ کو اخلاص خاں کے پاس روانہ کیا اور جہاں تک ممکن تھا اس کو نصیحت کی لیکن چونکہ اس کی سرکشی انتہا کو پہنچ چکی تھی اور اس کے دل و دماغ ارتکاب جرم کے گناہ سے تاریک ہو رہے تھے راہ راست پر نہ آیا بادشاہ یا وجود ضعف و ناتوانی کے پالی میں سوار ہوا اور قلعہ سے نکل کر حیر و آفتاب گیرا در نیز دیگر لوازم سلطنت شاہزادہ ابراہیم کو عنایت کئے۔ برہان نظام نے اسی دن اپنی والدہ کے بنا کردہ محل ہالیوں پور میں قیام کیا۔ دوسرے دن صبح کو اخلاص خاں نے اپنے ولی نعمت کے مقابلہ میں داد و کھراچی دی اور صفیں آراستہ کر کے بادشاہ کے مقابلہ میں آیا کفران نعمت کا وبال اس بے وفا امیر پر نازل ہوا اور شاہی فوج سے شکست کھانکر پربتہ بھاگ گیا برہان شاہ کامیاب ہو کر احمد نگر کے قلعہ میں واپس آیا چونکہ اس سے کچھ عرصہ بادشاہ کو چند رحمت اٹھانی پڑی تھی اس کا مرض اور زیادہ ترقی کر گیا اس سحر کے دوسرے ہی دن یعنی اٹھارہ شعبان سنہ ۱۰۲۷ ہجری کو برہان شاہ نے وفات پائی اس بادشاہ نے چار سال سولہ دن حکمرانی کی۔

مولانا ظہوری نے اپنی مشہور نظم ساقی نامہ کو جس میں تقریباً چار ہزار اشعار ہیں  
برہان شاہ ثانی کے نام سے معنون کیا ہے۔ یہ نظم بہت خوب اور عام طور پر شعرا  
و عقلا کے طبقہ میں مقبول ہے۔

ابراہیم نظام | ابراہیم نظام اپنے باپ کی وفات کے بعد تخت حکومت پر بیٹھا  
میاں نجوی دکنی جو برہان شاہ کے اتالیک تھے بادشاہ کی وصیت کے  
برہان نظام مطابق دکیل سلطنت مقرر ہوئے میان نجوی نے اپنے فرزندوں  
اور بیٹائیوں کو امیروں کے گروہ میں داخل کیا اخلاص خاں مولد

نے باوجود اس ملک حرامی کے کہ مرحوم بادشاہ کے مقابلہ میں صف آرا ہوا تھا ابراہیم  
نظام کی خدمت میں قاصد روانہ کئے اور اپنے قصور کی معافی اور قولنامہ کا خواستگار  
ہوا ابراہیم نظام اور میاں نجوی اس کی سرکشی سے ہمیشہ ڈرتے رہتے تھے بادشاہ  
جو دکیل نے قولنامہ ارسال کیا اور اخلاص خاں مولد نے احمد نگر پہونچکر ہشیوں  
اور مولدوں کے ایک گروہ کو اپنا دست گرفتہ بنایا۔ اس زمانہ میں احمد نگر میں دو فریق  
تھے ایک گروہ میان نجوی کا حاشیہ نشین تھا اور دوسرا اخلاص خاں کا دم بھرتا تھا  
ہر فریق دوسرے سے بے نیاز اور صاحب دعوے تھا۔ اس طائف الملوک  
سے سلطنت بالکل بے رونق ہو گئی ہر شخص کے سر میں نیا سودا سہا یا اور اپنی اپنی  
مجلسوں میں دون کی لینے لگا۔ کبھی تو یہ گروہ اکبر بادشاہ کے مقابلہ کے لئے تیار  
ہوتے اور کبھی ابراہیم عادل سے برسر پیکار ہونیکا دعویٰ کرتا۔ نظام شایہوں نے  
عادل شاہ کے ایلچی میر صفوی سے جو عالی نسب سید تھا بدسلوکی کی اور جھٹ اگیئر  
تقریریں کیں۔ عادل شاہ نے یہ تمام اخبار سنے اور نظام شاہی خاندان  
کی بہبودی کا خیال کر کے ان بے ادبوں کو تنبیہ کرنا ضروری سمجھا بادشاہ بیجا پور  
سے شاہ درک روانہ ہوا۔ اخلاص خاں اور اس کے گروہ کا خیال تھا کہ لشکر  
جمع کر کے سرحد پر عادل شاہ سے مقابلہ کرنا چاہئے۔ میاں نجمو نے اس رائے  
کو پسند نہ کیا اور کہا کہ ہمارا لشکر بے سرد سامان ہے اور امیر بادشاہ کے پورے  
مطیع نہیں ہیں بہتر ہے کہ قاصد تھے وہاں پہنچے لیکر عادل شاہ کی خدمت میں روانہ  
ہوں اور اس وقت اس سے صلح کر لی جائے اور اطمینان کے ساتھ ملکی دہالی



امور کو انجام دیکر اکبر بادشاہ کے مقابلہ کے لئے تیار ہوں اخلاص خاں جو کم فہم اور  
 ماسمجھ تھا اس نے اس رائے کو قبول نہ کیا اور شاہ درک کی طرف لشکر کشی کرنے  
 میں اصرار کیا۔ نظام شاہ بھی دل سے اخلاص خاں کا طرفدار تھا میاں منجوی نے  
 سکوت اختیار کیا اور بادشاہ وغیرہ نے شاہ درک کا سفر کیا۔ لشکر سرحد پر پہونچا اور  
 میاں منجوی نے حجت تمام کرنے کے لئے پھر ایک مجلس شوریٰ منعقد کی اور اس میں سے  
 کہا کہ عادل شاہ اپنے ملک میں بیٹھا ہے بادشاہ اور اس کی فوج نے ہم کو کسی  
 طرح کا نقصان نہیں پہونچایا ہے یہ ہرگز مناسب نہیں کہ ہم اپنی طرف سے  
 جنگ کی تحریک کریں اب بھی صلح کا دروازہ کھلا ہے بہتر ہے کہ ملائمت و دوستی  
 کو اپنا شعار بنا کر جنگ و جدل کو موقوف رکھوں۔ ابراہیم نظام شراب کا متوالا ہو رہا تھا  
 اور ایک لحظہ بھی اپنے ہوش و حواس میں نہ آتا تھا اس نے اخلاص خاں اور  
 اس کے مددگاروں کو جنگ آزمائی کا شایق پاکر میاں منجوی کو تجویز کو دو بار درود کیا۔  
 ابراہیم نظام نے عادل شاہی سرحد میں قدم رکھا حمید خاں حبشی نے جو عادل شاہ  
 کی طرف سے سرحد کی حفاظت پر مقرر تھا اپنی فوج آراستہ کر کے مدافعت کا ارادہ  
 کیا میاں منجوی جہاں دیدہ و تجربہ کار اسیر تھا اس لئے رنگ بے ڈھنگ دیکھ کر حریفان  
 کو بیخام ویا کر ہمارا بادشاہ جوان نا تجربہ کار ہے اور حاشیہ نشین شہر پر اور انسانیت  
 سے خالی ہیں اس پرستم یہ ہے کہ بادشاہ ساقی و شراب کا متوالا ہو کر ہوش و حواس  
 سب کھو بیٹھا ہے میری التجا یہی ہے کہ اب آج کے دن جو ماہ ذی الحجہ کا ایک  
 روز ہے جنگ و جدال سے کنارہ کش رہیں اور قتال کو حرام سمجھیں شاید ہم فرصت  
 پاکر بادشاہ کو زمانہ کاغیب و فراز بھاکر راہ راست پر لائیں میاں منجوی نے اپنی  
 استدعا قبول کرنے کے لئے حمید خاں کو عادل شاہ کی قسم بھی دی حمید خاں نے  
 اس تجویز کو قبول کیا اور نظام شاہ کے مقابلہ سے کنارہ کش ہو کر اس کے دست راست  
 کی طرف ایک کوس کے فاصلہ پر مقیم ہوا۔ ابراہیم نظام موقع پر پہونچا اور اس نے  
 حمید خاں کو نہ پایا تو جوان بادشاہ نے اس واقعہ کو حریف کی کمزوری پر محمول کیا  
 اور جس طرح ممکن ہوا اس روز اس میدان میں مقیم رہا۔ رات کو میاں منجوی اور  
 اس کے ہمراہیوں نے حمید خاں کے بارے میں نصیحت کی لیکن چونکہ

بادشاہ کی عمر کا بیٹا نہ لبریر ہو چکا تھا اس نے مے خواری کے نشہ میں اس گروہ کی نہ سنی اور دوسرے روز جنگ کی صفیں درست کیں۔ مہشی خاں اس واقعہ سے آگاہ ہوا اور اس نے بھی اپنی فوج آراستہ کی اور جلد سے جلد میدان میں آگیا تقریباً پچاس ہزار سوار ایک دوسرے کے مقابلہ میں صف آرا ہوئے اور طرفین میں شدید معرکہ آرائی ہوئی۔ اتفاق سے نظام شاہ کے سینہ نے عادل شاہ کے میسرہ کو شکست دی اور تین کوس ان کا تعاقب کیا طرفین میں ہر فریق اپنے کوفاح سمجھتا تھا دونوں گروہ ایک دوسرے کو تاراج کرنے میں مشغول ہوئے ابراہیم نظام اپنے چند ہم نشینوں کے ہمراہ جو تعداد میں سو سے زائد تھے میدان میں رہ گیا ابراہیم کے ہمراہ چند ہاتھی بھی تھے جیل خاں خواجہ سرا مقصود خاں ترک شجاعت بیل ایک ہزار سواروں اور ستر جنگی ہتھیوں کے ہمراہ ابراہیم نظام کے قریب پہونچے ہر چند ابراہیم نظام کے ہمراہیوں نے اس سے کہا کہ حریف کی فوج ہم سے بہت زیادہ ہے میدان سے کنارہ کش ہو جانا ضروری ہے لیکن ابراہیم نے شراب کے نشہ میں ایک نہ سنی اور ہتھیوں کو آگے بڑھا کر تلوار نیام سے پھینچی اور حریف پر حملہ آور ہوا۔ پہلے ہی حملہ میں ایک عادل شاہی سوار کے نیزہ سے زخمی ہو کر گھوڑے سے نیچے گرا اور گر تے ہی ٹھنڈا ہو گیا۔ جیل خاں نے اس کی لاش پاگی میں احمد نگر روانہ کرانی اور اسکے ہتھیوں پر قبضہ کر لیا۔ جیل خاں نے رات کو اس جنگل کو طے کیا۔ نظام شاہی امیر جو عادل شاہیوں کے تعاقب میں روانہ ہوئے تھے بے شمار مال غنیمت لیکر واپس ہوئے ان امیروں نے ابراہیم نظام کے قتل کی خبر سنی اور ہر شخص کسی نہ کسی طرف فراری ہو گیا۔ جیل خاں نے دوسرے روز نظام شاہی توپ خانہ پر قبضہ کر کے عادل شاہ کی خدمت میں روانہ کر دیا۔ میان پنجو سب سے پہلے قلعہ احمد نگر میں پہونچا احمد نام ایک دو از دہ سالہ لڑکے کو محض اس گمان پر کہ یہ نظام شاہی نسل سے ہے دولت آباد سے طلب کر کے اس کو فرما کر واپس لایا اور ابراہیم نظام کے تیس خوار فرزند کو جینر کے قلعہ جو ند میں نظر بند کر دیا۔ ابراہیم نظام نے دور وازم چار ماہ حکومت کی۔

## احمد شاہ بن شاہ طاہر

اخلاص خاں اور دیگر اعیان ملک کی خانہ جنگی کی وجہ سے  
ابراہیم نظام شاہ کا نو عمر بچہ کم سنی کی حالت میں قید کیا گیا  
میاں نبوی دکنی جلد سے جلد احمد نگر پہونچا اور قلعہ و خزانہ پر اپنا

قبضہ کر دیا اخلاص خاں و دیگر اراکین دربار نے ایک جلسہ مشورہ مقرر کیا۔ اور  
تخت نشینی کے بارے میں گفتگو شروع ہوئی۔ افسران فوج نے چاند سلطان  
کو بہادر شاہ بن ابراہیم نظام شاہ کی طرف مائل پایا لیکن میاں نبوی بعض دکنی  
امیروں نے بہادر شاہ کو بوجہ طغیان سنی کے جو اس وقت ایک سال سات ماہ  
کا تھا بادشاہ نہ قبول کیا افسران فوج بھی میاں نبوی وغیرہ کے ہم زبان ہوئے  
اور چاند سلطان کی رائے سے مخالفت کی۔ ان امیروں نے باہم عہد و پیمان  
کر کے خواجہ نظام استر آبادی کو جو خاندان نظام شاہی سے خطاب میر ساداتی  
پر سرفراز تھا ایک گروہ کے ساتھ قلعہ جنیر روانہ کیا اور احمد شاہ بن شاہ طاہر  
کو احمد نگر لاکر عین عید قربان کے دن سترہ ہجری میں تخت حکومت پر بٹھا کر  
دوازدہ ایام کا خطبہ ملک میں جاری کیا۔ امیروں نے مناصب اور عہدے  
اپس میں تقسیم کر لیے اور بہادر شاہ کو جو ہمیشہ سے چاند سلطان کی آغوش میں  
پرورش پالا تھا ملکہ سے زبردستی لے کر قلعہ جو ند جنیر میں نظر بند کر دیا۔ چند  
روز کے بعد معلوم ہوا کہ احمد شاہ خاندان نظام شاہی سے نہیں پہچانے جاتے  
و دیگر افسران فوج اپنی اس حرکت سے شرمندہ ہوئے اور یہ کوشش شروع  
کی کہ احمد شاہ کو معزول کریں۔

اس اجمال کی تفصیل یہ ہے کہ برہان نظام شاہ کی وفات کے بعد حسین نظام  
شاہ فرمان روا ہوا حسین نظام کے برادران حقیقی یعنی سلطان خدا بندہ شاہ  
علی محمد باقر عید القادر دشاہ حیدر نے ملک موردی میں قیام کرنا موجب ہلاکت  
سمجھا اور ہر ایک ہندوستان کے کسی نہ کسی گوشہ میں پناہ گزین ہو گیا۔ ایک  
زمانہ کے بعد مرٹھی نظام شاہ کے عہد میں ایک شخص سسی شاہ طاہر حیدر آباد کے  
نواح میں وارد ہوا اس نے دعویٰ کیا کہ سلطان محمد خدا بندہ نے فلاں  
تاریخ ایک لنگانہ میں وفات پائی اور یہ شخص خدا بندہ کا ضلعی فردند ہے

اور حوادث روزگار سے پریشان ہو کر ملک موروثی میں پناہ لے کر آیا ہونے پر نظام شاہ کے ارکان دولت اور خصوصاً صلاحیت خاں نے تحقیق حال کی طرف توجہ کی لیکن طول زمانہ کی وجہ سے حق و باطل میں تمیز نہ کر سکے۔ ان امیروں نے احتیاط و دراندیشی سے کام لیا۔ اور شاہ طاہر کو رفع فساد کے خیال سے ایک قلعہ میں قید کر دیا اور ایک معتد گروہ کو جو سلطان محمد خدا بندہ اور اس کے متعلقین کو برنجی جانتا تھا برہان شاہ ثانی کے پاس جو اس زمانہ میں اکبر بادشاہ کا لازم تھا اگر ہر روانہ کیا۔ امرائے نظام شاہی نے برہان شاہ کو پیغام دیا کہ اس شکل و صورت کا ایک شخص سہمی شاہ طاہر یہاں آیا ہے اور اس کا دعویٰ ہے کہ محمد خدا بندہ کا فرزند ہے چونکہ محمد خدا بندہ کی زندگی کا بیشتر حصہ اسی نواح میں صرف ہوا ہے یقین ہے کہ مرحوم شاہزادہ کے تمام حالات سے حضور کو اطلاع ہوگی اہم امیدوار ہیں کہ حضرت اپنے ظلم سے ہم کو اس تردد سے نجات دیں۔ برہان شاہ ثانی نے جواب دیا کہ سلطان محمد خدا بندہ نے میرے ہی مکان میں وفات پائی اور ان کے تمام متعلقین مرد و عورت میرے پاس زندگی بسر کر رہے ہیں اگر کوئی شخص کسی غرض کی بناء پر اپنے کو محمد خدا بندہ کا فرزند مشہور کرتا ہے تو وہ شخص کاذب ہے۔ صلاحیت خاں وغیرہ نے حقیقت حال سے واقفیت حاصل کرنے کے بعد خیال کیا کہ یہ شخص عوام میں خدا بندہ کا فرزند مشہور ہو چکا ہے اب رعایا کو اس کے خلاف یقین کرانا دشوار ہے بہتر ہے کہ اسی قلعہ میں قید رہے اور بحالت اسیری قید حیات سے نجات پائے۔ چنانچہ طاہر نے زندان میں وفات پائی اور ایک فرزند احمد نام اپنی یادگار چھوڑا یہی وہ شخص ہے جس کی بابت میاں منجوی نے دھوکہ کھایا اور اور اسے خاندان نظام شاہی کا رکن سمجھ کر تخت حکومت پر بٹھایا۔

مختصر یہ کہ اخلاص خاں وغیرہ حبشی امیر اسی معاملہ میں میاں منجوی سے برگشتہ ہو گئے اور آخر ماہ ذی الحجہ میں کالاچیو ترہ کے قریب معرکہ کارزار گرم ہوا میاں منجوی نے احمد شاہ کو بالائے برج بٹھایا اور چتر شاہی اس کے سر پر پہن گئی۔ میاں منجوی نے میاں حسن کو سات سو سواروں کے ساتھ حبشی گروہ کے مقابلہ میں روانہ کیا فریقین میں شدید و خوریز لڑائی ہوئی انتہائے جنگ میں

توپ کا گولہ احمد شاہ کے چہرہ پر پڑا اور تمام فوج میں تلاطم برپا ہو گیا میاں حسن نے حبشیوں کا غلبہ دیکھ کر میدان سے منہ موڑا اور قلعہ میں واپس آیا۔ رفتہ رفتہ حبشیوں کی شوکت اور زیادہ ہوئی اور انھوں نے قلعہ کا محاصرہ کر لیا اور باہم موہل تقسیم کر کے اہل قلعہ پر آمد و شد کی تمام راہیں بند کر دیں۔ اخلاص خاں وغیرہ نے ایک شخص کو حاکم دولت آباد کے پاس روانہ کیا تاکہ حاکم مذکور اہنگ خاں حبشی خاں مولد کو جو برہان شاہ کے زمانہ سے نظر بند ہیں احمد نگر روانہ کرے دولت آباد کے تھانہ دار نے امداد کر کے ان ایسروں کو احمد نگر روانہ کر دیا جو نہ کا تھانہ دار اسمی نصیر میان بنجوی کی اجازت کے بغیر بہادر شاہ کو اخلاص خاں وغیرہ کے سپرد نہ کرتا تھا ان ایسروں نے بھی اتفاق کر کے ایک معمولی نسب لڑکے کو احمد نگر کے بازار سے گرفتار کر کے اسے خاندان نظام شاہی کا رکن قرار دیا اور ملک میں اس کے نام کا خطبہ و سکہ جاری کیا اس تقریب سے حبشی ایسروں نے دس بارہ ہزار سوار اپنے گرد جمع کر لئے میان بنجوی نے حیرت زدہ ہو کر ایک عریضہ سلطان مراد ولد اکبر بادشاہ کے حضور میں کجرات روانہ کر کے شاہزادہ کو احمد نگر آنے کی دعوت دی سلطان مراد اپنے باپ کی طرف سے فتح دکن کی اجازت حاصل کر چکا تھا شاہزادہ نے موقع کو غنیمت جانا اور لشکر جمع کر کے احمد نگر روانہ ہوا لیکن میان بنجوی کا خط کجرات پہنچا بھی نہ تھا کہ خود حبشی ایسروں میں مناصب و عہدے کے بابت جھگڑا ہوا دکنی امیر یہ فساد دیکھ کر حبشیوں سے جدا ہو گئے اور اپنے لشکروں کے ساتھ قلعہ کے اندر جا کر میاں بنجوی سے مل گئے۔ میاں بنجوی کے جسم میں اس غیبی مدد سے جان آگئی اور قلعہ سے برآمد ہو کر پچیس محرم سن ۱۱۰۰ ہجری کو نماز گاہ کے حوالی میں حبشیوں سے جنگ آزمائی کر کے ان کو شکست دی اور حریف کے بادشاہ کو چند ہمارائیوں کے ساتھ گرفتار کر لیا میاں بنجواب سلطان مراد کو دعوت دیکر خرمندہ ہوا میاں بنجوی ہی اندیشہ میں تھا کہ مرزا عبدالرحیم خاں خانشاہان اور راجہ علی خاں حاکم خاندیس کبھی شاہزادہ مراد سے ملے اور تیس ہزار غل افغان اور راجپوت سواروں کے ساتھ نواح احمد نگر میں پہنچ گئے۔ میاں بنجوی نے جو ان سرداروں کے ورد سے تادم

و پشیمان تھا قلعہ کو غلہ داؤد و قذیل و چشم سے مستحکم کیا اور اپنے ایک بھائی خواہ انصار خاں کو قلعہ کی حفاظت پر مامور کیا چونکہ چاند بی بی سلطان اسکی رفیق کار نہ ہوئی میاں منجوی نے ملکہ کو بھی مع نقد و جواہرات کے قلعہ میں بھجوا دیا اور خود لشکر جمع کرنے اور عادل شاہ و قطب شاہ سے مدد طلب کرنے پر متوجہ ہوا اور احمد شاہ کو بھرا دے کر قلعہ اوسہ روانہ ہو گیا۔ چاند بی بی سلطان نے اس خیال کی بنا پر کہ انصار خاں میاں منجوی کا بھائی خواہ ہے ممکن ہے کہ دغا سے کام لے اور حصار دشمن کے سپرد کرنے خود کمال دلیری سے دشمن کے دفعیہ پر کمر باندھی چاند سلطان نے محمد خاں بن میان محب اللہ داؤد مرزا قاضی نظام شاہ کو انصار خاں کے قتل کرنے پر مامور کیا محمد خاں نے بڑی مردانگی سے کام لیا اور اسی روز انصار خاں کو تہ تیغ کر کے شہر میں بہادر شاہ بن ابراہیم شاہ کا غایبانہ مصلوب کر دیا اور شمشیر خاں جیشی کو جس کے فرزند اپنے زمانہ کے بے مثل بہادر تھے افضل خاں وغیرہ کے ہمراہ قلعہ کے اندر لایا۔

تینیس جمادی الآخر سال ۱۰۸۰ ہجری کو سلطان مراد لشکر موافق کو ساتھ لے کر احمد نگر کے نواح میں نمودار ہوا اور نماز گاہ کے حوالی میں قیام پذیر ہوا پہلوروں کے ایک گروہ نے میدان داری کے لئے قدم آگے بڑھایا اور کالا چبوترہ کے قریب پہونچے اور اہل حصار نے بھی چاند سلطان کے علم کے موافق حریف کا مقابلہ کیا اور چند توتیں سر کر کے ان کی جماعت کو ہرا گندہ کر دیا اسی حالت میں دن تمام ہوا اور شاہنشاہ مراد و دیگر مغل امیروں نے باغ بہشت بہشت میں جو برہان نظام شاہ بن احمد نظام شاہ کا تعمیر کردہ ہے قیام کیا اور شب بیداری کر کے حفاظت کرتے رہے۔

شاہنشاہ مراد نے ایک گروہ کو شہر برہان آباد کی جو برہان نظام کا بسایا ہوا ہے حفاظت کے لئے روانہ کر کے اہل شہر کی بڑی دلجوئی کی اور شہر کے تمام کوچہ و بازار میں امان کی ندا کی گئی۔ اس کاروائی کا نتیجہ یہ ہوا کہ رعایا نے مغلوں کے قول پر پورا اعتماد کر لیا دوسرے دن شاہنشاہ اور میرزا شاہ فرخ خان خاں شہباز خاں محمد صادق۔ سید مرزا بھنگواری راجہ علی خاں وغیرہ نے قلعہ کے گرد قیام کیا اور

حصار کا محاصرہ کر کے باہم مورچل تقسیم کر لئے۔ ماہ مذکور کی تائیس تاریخ کو شہباز خاں کنیو جو سنگر بھی میں مشہور تھا سیر و لشکر کے بہانہ سے سوار ہوا اور اس بے درد نے امیر و فقیر سبھوں کو تاریخ کرانے کا حکم دیا غرض کہ ایک ہی لمحہ میں احمد نگر کے تمام مکان غارت و تباہ ہو گئے چونکہ شہباز خاں شی المذہب تھا اس نے شیعوں کے مقدس عمارت کو جو لشکر و آوازہ امام کے نام سے مشہور تھا غارت و تباہ کر کے اہل عمارت کو قتل کیا شاہزادہ مراد اور خانخاناں اس واقعہ سے مطلع ہوئے اور انھوں نے شہباز خاں کو بہت سخت دست کہا بلکہ خلافت کی عبرت کے لئے ہمارا جیوں کے ایک گروہ کو تہ تیغ کیا لیکن احمد نگر کے باشندے چونکہ بالکل تباہ حال ہو چکے تھے شہر میں قیام نہ کر سکے اور شب کے وقت وطن کو خیر باد کہا اور جلا وطن ہو کر کسی نہ کسی طرف روانہ ہو گئے اس زمانہ میں نظام شاہی امیروں کے تین گروہ تھے اور ہر ایک دوسرے سے بالکل بے نیاز تھا۔ ایک گروہ میان جمہو کا تھا جو احمد شاہ کو اپنا فرمانروا تسلیم کرتا تھا اور عادل شاہی سرحد کی طرف مقیم تھا۔ دوسرا گروہ اخلاص خاں حبشی کا تھا جو حوالی دولت آباد میں موٹی نام ایک مجذول النسب کو اپنا بادشاہ تسلیم کرتا تھا۔ تیسرا فرقہ اہنگ خاں حبشی کا ہم لواء تھا یہ گروہ بھی سرحد عادل شاہی میں مقیم تھا اس گروہ نے ستر برس کے بوڑھے شاہزادہ یعنی شاہ علی بن بریان شاہ اول کو بیجا پور سے طلب کر کے اسے صاحب چتر و خطبہ کیا تھا۔

اخلاص خاں نے جرات سے کام لیا اور اطراف دولت آباد سے دس ہزار سواروں کا لشکر ساتھ لے کر احمد نگر روانہ ہوا۔ خانخاناں نے دولت خاں لودی کو پانچ یا چھ ہزار منتخب آزمودہ کار سواروں کے ساتھ حین کی شجاعت پر اسے پورا بھروسہ تھا اخلاص خاں کے دفعیہ کے لئے نامزد کیا۔ دولت خاں نے نہرنگا کے ساحل پر اخلاص خاں سے جنگ آزمائی کی اہل دکن کو شکست ہوئی اور مفلوں نے حریف کا تعاقب کر کے ان کو غارت و تباہ کیا۔ اکبری فوج اس مقام سے پٹن روانہ ہوئی اور اس آباد و معمور ملک کو ایسا تباہ و برباد کیا کہ اہل پٹن کے تن پر ستر پوشی کے لئے بھی لباس نہ باقی رہا۔ چاند سلطان

بہادر شاہ کی قید اور احمد شاہ کی تخت نشینی سے میان منہج سے آدرہ تھی اس سبب نے اہنگ خاں کو پیغام دیا کہ بہادر سواروں کے ایک گروہ کے ہمراہ جلد سے جلد قلعہ احمد نگر کی حفاظت کے لئے آئے۔ اہنگ خاں سات یا آٹھ ہزار سواروں کے ہمراہ احمد نگر روانہ ہوا۔ یہ امیر احمد نگر سے چھ کوس کے فاصلہ پر پہونچا اور ایک جاسوس روانہ کیا تاکہ قلعہ میں داخل ہونے کی تدبیر معلوم کرے اور اس کے اطراف و جوانب پر نظر غور دیکھ کر واپس آئے جاسوس نے پوری احتیاط سے کام لیا اور واپس آکر بیان کیا کہ حصار کی شرقی جانب مغلوں کے جیسے دھڑک سے خالی سپہ اور غل امیر حصار کی اس سمت سے فی الجملہ غافل ہیں اس خیال کی بنا پر رات کے وقت جاسوس کو ہمراہ لے کر شاہ علی اور اس کے فرزند کی ملازمت کے لئے حصار کی طرف روانہ ہوا اتفاق سے اسی دن شاہزادہ مراد حصار کو دیکھنے اور مورچل دالنگ وغیرہ کا معائنہ کرنے کے لئے قلعہ کے شرقی جانب آیا تھا اور اس سمت کو اہل لشکر سے خالی پا کر خاناناں کو اس کی محافظت کا حکم دے چکا تھا۔ خاناناں نے اسی روز باغ ہشت بہشت سے کوچ کر کے اس مقام پر قیام کر لیا تھا۔ اہنگ خاں اس واقعہ سے بالکل بے خبر تھا یہ امیر تین ہزار منتخب سواروں اور ایک ہزار توپچیوں کے ہمراہ تاریک رات میں اس جگہ پہونچا اور حریف کی غفلت کو غنیمت سمجھ کر ان پر حملہ آور ہوا۔ خاناناں دوسو سواروں کے ساتھ عبادت خانے کے گوشے پر چڑھا اور تیز اندازی کرنے لگا وہ دست خاں لودھی جو اس کا شیر شہر تھا ہوشیار ہوا اور چار سو افغانی بہادر سواروں کے ہمراہ خاناناں کی خدمت میں پہونچ گیا۔ طرفین کے بہادر داد مرا لگی دینے لگے دولت خاں کا فرزند سی پیر خاں بھی چھ سو سواروں کو ہمراہ لے کر میدان میں پہونچا اور جنگ آدائی میں شغول ہوا۔ اہنگ خاں اب سرکہ کارزار میں قیام کرنا لاگت کا سبب سمجھا اور شاہ علی کے فرزند و نیز دیگر دھنی بہادروں کے ساتھ جو قلعہ میں چار سو تھے خاناناں کے جیسے دھوا بگا سے باہر نکل کر حصار احمد نگر کی طرف روانہ ہوا شاہ علی نے جو ضعیف و کمزور تھا قلعہ میں داخل ہونے سے انکار کیا اور چند روز زندگی کے غنیمت سمجھ کر بقیہ لشکر کے ہمراہ جس طرف سے آیا تھا اسی جانب روانہ ہو گیا۔



دولت خاں نے شاہ علی کا تعاقب کر کے تقریباً نو سو آدمیوں کو تہ تیغ کیا۔ احمد نگر کی ویرانی اور مغلوں کے غلبہ کے اخبار بیجا پور بھی پہونچے ادھر چاند سلطان کے خطوط طلب امداد میں عادل شاہ کی خدمت میں پیش ہوئے بادشاہ نے امداد کا ارادہ کر کے سہیل خاں خواجہ سرا کو جو بہادری و مردانگی میں شہرہ آفاق تھا بھیجیں ہزار سواروں کے ہمراہ شاہ درک روانہ کیا میاں منجھوا احمد شاہ و دیگر امیروں کے ہمراہ کوچ کر کے سہیل خاں سے جالامہدی قلی سلطان ترکان بھی لشکر تلنگ کا افسر ہو کر پانچ یا چھ ہزار سواروں کے ساتھ محمد قلی قطب شاہ کی طرف سے آیا اور سہیل خاں کے قریب خیمہ زن ہوا۔ لشکر دکن کے جمع ہونے کی خبر شاہزادہ مراد نے بھی سنی۔ شاہزادہ اور خانتخاں میں صفائی نہ تھی شاہزادہ نے میاں صادق محمد و دیگر امراء کی بار سے اس بار سے میں مشورہ کیا بڑی قلیل وقا کے بعد تمام امیروں نے متفق ہو کر شاہزادہ سے عرض کیا کہ لشکر دکن کے وردنک ہم کو اسی جگہ قیام کے نقیوں کے کھودنے اور حصار کی دیوار کو نقصان پہونچانے کی کوشش کرنی چاہیئے اور جس طرح ہو سکے قلعہ کو سر کر لینا چاہیئے شاہزادہ نے اس رائے کو پسند کیا اور اس کام کو انجام دینے کا حکم صادر فرمایا مغل امیروں نے نقب کے مقامات کی کمال احتیاط اور پوشیدگی کے ساتھ متعین کئے اور اہل قلعہ کی آمد و رفت کے تمام راستے اس دھاتی کے ساتھ مسدود کر دیئے کہ خیال بھی وہاں تک نہ پہونچ سکا۔ کمال و ہنرمندانہ استادوں نے قلیل زمانہ میں شاہزادہ وغیرہ کے مورچل سے حصار تک پانچ نقب تیار کر دیں اور نقب قلعہ کی دیواروں تک پہنچا دی گئیں۔ قلعہ کی دیوار میں کھوکھلی کر دی گئیں اور غرہ رجب جمعہ کو تمام نقب باروت و توپ و تفنگ سے بھر دی گئیں۔ مغلوں نے ارادہ کیا کہ دوسرے روز بارود میں آگ لگائیں اور نماز جمعہ پڑھ کر دشمن پر آگ کا مینہ برائیں خواجہ محمد خاں شیرازی کو جو شاہزادہ کے لشکر میں تھا اہل قلعہ کی حالت پر رحم آیا اور اسی اندھیری رات میں حصار کے رہنے والوں کے پاس جا کر ان کو حقیقت حال سے آگاہ کیا خواجہ محمد نے نظام شاہیوں کو نقب کے مقامات بھی بتلا دیئے اور اہل حصار نے شیرازی کا شکریہ ادا کیا اور قلعہ کے خرد و بزرگ

چاند سلطان کے حکم سے زمین کھودنے اور محمد خاں کے نشان دادہ حصہ دیوار میں شگاف کرنے میں مشغول ہوئے اہل قلعہ نے جمعہ کی نماز کے وقت تک دو نقبوں کو دریافت کر کے ان کی بارود نکال لی اور دیگر نقبوں کی تلاش کرنے لگے۔ شاہزادہ اور صادق محمد خاں ہمیشہ سے اس امر کے کوشاں تھے جیسا کہ پیشتر بھی مذکور ہو چکا کہ یہ فتح خاں خاناں کے نام نہ ہو اس لئے بغیر اطلاع خاں خاناں کے مسلح ہو کر حصار کے گرد فوجیں آراستہ کیں مغلوں کا ارادہ تھا کہ دیوار میں زخم پیدا ہوتے ہی قلعہ کے اندر داخل ہو جائیں۔ اکبری امیروں میں سوا خاں خاناں کے تمام فوجی سردار شاہزادہ کے حکم مسلح ہو کر قلعہ کے قریب پہنچ گئے شاہزادہ نے نقب میں آگ لگانے کا حکم دیا اہل حصار پیشتر ہی نقب کو جو سب میں بڑی تھی کھود کر اس کی بارود نکال رہے تھے کہ ناگاہ دھواں بلند ہوا اور دھواں اٹھتے ہی قلعہ کی دیوار اڑنے لگی میدان جنگ نمودار ہو گیا اور پچاس گز دیوار بارود سے اڑ گئی۔ پتھر اڑا کر ادھر ادھر گرے لگے۔ جو اشخاص کہ نقب کے قریب کام کر رہے تھے وہ پتھر اور مٹی سے دبا کر ہلاک ہوئے۔ مرتضیٰ خاں ولد شاہ علی اپنگ خاں شمشیر خاں و محمد خاں وغیرہ دور کھڑے تھے بدحواس و پریشان ہو کر گوشوں میں جا چھپے اور قلعہ کی حفاظت کرنے والا کوئی باقی نہ رہا۔ شیر دل بیگم بی بی بی کو اس واقعہ کی اطلاع ہوئی اس بہادر ملکہ نے جسم پر ہتھیار باندھے اور پردہ سے باہر نکل کر گھوڑے پر سوار ہوئی اور رخنہ دیوار سے پاس جا پہنچی مرتضیٰ خاں و اپنگ خاں و شمشیر خاں وغیرہ بھی تاجدار گوشوں سے باہر نکلے اور ملکہ کی خدمت میں پہنچ گئے۔ شاہزادہ و محمد صادق وغیرہ دوسری نقبوں کی آتش زدگی کا انتظار کر رہے تھے اہل قلعہ نے موقع پا کر توپ بندوبست و ضرورت زدگی کے آلات آتشباری سے رخنہ کو مستحکم کر دیا۔ منغل امیر دوسری نقبوں کی آتش زدگی سے مایوس ہوئے اور فوج نے شاہزادہ کے حکم سے رخنہ اول پر حملہ کیا اہل قلعہ اور مغلوں میں شدید خونریزی لڑائی ہوئی۔ شیر دل بیگم کے ڈھارس دیئے سے اہل قلعہ دشمن پر آگ برباد کرتے تھے اور دود و دھواں میں ہزار توپ و ضرورت ایک وقت میں سر کرتے تھے۔ اکبری فوج کے اکثر بہادر ہلاک ہوئے اور ان کے

مردوں سے خندق پھٹ گئی۔ ہر چند متعل سرداروں نے دو بجے دن سے شام تک  
 معرکہ کارزار گرم رکھا لیکن قلعہ کے فتح ہونے کی کوئی صورت نہ ہوئی شاہزادہ اور  
 صادق محمد خاں و دیگر امیر اپنے اپنے پیروں کو واپس ہوئے اور مغلوں کا ہر خرد  
 و بزرگ ملکہ چاند بی بی کی تعریف میں نغمہ سرائی کرنے لگا کہ دراصل شجاعت  
 اس کا نام ہے جو اس شیر دل بیگم نے دکھائی ہے اسی تاریخ سے ملکہ بجائے چاند بی بی  
 کے چاند سلطان کے لقب سے یاد کی جانے لگی۔ چونکہ رات کا وقت تھا  
 چاند سلطان نے اسی طرح گھوڑے پر سوار چا بکدست مہاروں کو حکم دیا کہ رخصت  
 دیوار کو دو یا تین گز بند کر دیں اس کام سے فارغ ہو کر ملکہ نے سرداران دکن کے  
 نام خطوط روانہ کئے جو بہادر پھیل خاں کے ہمراہ بیڑ کے نواح تک پہنچ چکے تھے  
 چاند سلطان نے پھیل خاں و غیرہ کو حریف کے غلبہ اور اہل حصار کی کمزوری  
 و گرائی غلہ وغیرہ سے آگاہ کیا۔ اتفاق سے ان خطوط کا نامہ بر مغلوں کے ہاتھ  
 میں گرفتار ہو کر خانخاں اور صادق محمد کے منصوبہ میں پیش کیا گیا۔ ان امیروں  
 نے ایک خط پھیل خاں کے نام اس مضمون کا لکھا کہ ہم مدت سے تمہارا انتظار  
 دیکھ رہے ہیں تاکہ یہ فساد رفع ہو جس قدر جلد ممکن ہو اس طرف آؤ۔ ان امیروں  
 نے یہ نامہ بھی چاند سلطان کے خطوط کے ہمراہ قاصد کو دیدیا۔ پھیل خاں نے خطوط کے  
 مضمون سے اطلاع پاتے ہی اسی وقت کوچ کیا اور برق کی طرح مسافت  
 طے کرتا ہوا کوہستان مانٹک دکن کے راستہ سے احمد نگر روانہ ہوا مغلوں کے لشکر میں  
 بہت بڑا غلط تھا اور چارہ نہ ملنے سے گھوڑے بچہ کمزور ہو گئے تھے  
 پھیل خاں کی آمد کی خبر سن کر شاہزادہ دینتر کام امراٹے اکبری نے اس بارے میں  
 مشورہ کیا اور بالاتفاق یہ طے ہوا کہ اس وقت اہل دکن سے جنگ آزمائی  
 موقوف کی جائے اور چاند سلطان سے اس شرط پر صلح کر لی جائے کہ ملک برار  
 اکبری دائرہ حکومت میں دیدیا جائے اور بقیہ ملک پر نظام شاہی حساندان  
 حکم را رہے۔ سید مرتضیٰ جو قدیم زمانہ سے نظام شاہی دربار کا خادم تھا شاہزادہ  
 کی طرف سے صلح کی گفتگو پر مامور کیا گیا۔ چاند سلطان نے حریف کی پیشانیوں  
 کا اندازہ کر کے پہلے تو صلح سے انکار کیا لیکن آخر میں خود بھی فریق مخالف کی

طرح جنگ آزمائی کو قرین مصلحت نہ سمجھی۔ ملکہ و نیز اہل قلعہ محاصرہ کی تکالیف سے تنگ آچکے تھے چاند سلطان نے مذکورہ بالا شرائط پر شاہزادہ سے صلح کر لی۔ شاہزادہ اور خاندانوں دولت آباد اور کوتل چٹور کی راہ سے اوایل شعبان میں برابر روانہ ہو گئے ہسٹل خاں عادل شاہی سر لشکر اور محمد علی سلطان قطب شاہی امیر میان منجو کے ہمراہ دہلین روانہ ہوئے بعد ازاں گڑھ پہونچے میان منجو نے ارادہ کیا کہ احمد شاہ کو بدستور سابق احمد نگر کا بادشاہ بنائے اپنی جنگ جہاں نے احمد شاہ کو قلعہ کے باہر کر دیا اور حصار کا دروازہ میان منجو کے لئے بند کر دیا اپنی جنگ جہاں نے قلعہ چوند کے تھانہ دار کے پاس ایک گڑھ کوروانہ کیا اور بہادر شاہ ابن ابراہیم شاہ مقتول کو احمد نگر میں طلب کر کے حصار کے اندر اس کے نام کا خطبہ دسک جاری کیا۔ میان منجو نے مخالفت پر کمر باندھی اور قریب تھا کہ پھر فساد کی آگ بھڑکے کہ ابراہیم عادل شاہ نے اپنے دربار کے نامی امیر مرغنی خاں دکنی کو چار ہزار سواروں کے ہمراہ جلد سے جلد احمد نگر روانہ کیا اور میان منجو کو پیغام دیا کہ اس پر آشوب زمانہ میں جنگ آزمائی کی سلسلہ چنبھاتی کرنا بقیہ ملک کو بھی برباد و تباہ کرنا ہے اس وقت تمام قصبوں کو بلائے طاق رکھ کر ہسٹل خاں کے ہمراہ جلد سے جلد پہونچو تاکہ تمام معاملات پر غور و فکر کر کے تحقیق حال کے بعد جو کچھ مناسب ہو اس پر عمل کیا جائے میان منجو عاقل و صاحب فہم تھا اس امیر نے عادل شاہ کے حکم کی تعمیل کی اور مصطفیٰ خاں کے ہمراہ پہونچا اور میں حاضر ہوا۔ عادل شاہ کو یقین ہو گیا کہ احمد شاہ خاندان نظام شاہی سے نہیں ہے ابراہیم عادل نے احمد شاہ کو اپنے امراء میں داخل کر کے ایک عمدہ حصہ ملک کا جاگیر دار مقرر کیا اس طرح میان منجو اور اس کے فرزند میان حسین کو بھی گروہ امراء میں شامل کر کے ان کو بھی جاگیر میں عطا کیں۔ احمد شاہ نے آٹھ ماہ حکومت کی۔

بہادر شاہ بن | ناظرین کو معلوم ہو کہ چاند سلطان نے اپنی کوشش سے ابراہیم نظام شاہ | بہادر شاہ کو بادشاہ بنایا اور محمد خاں ولیہ زادہ کو منصب شہنائی | پیشوائی عطا کیا۔ محمد خاں نے رسم زمانہ کے موافق تعمیل زمانہ میں اپنے اخوان و انصار کی ایک جماعت کو عمدہ چمدوں پر سرفراز کر کے

ان کو قوی و طاقت ور بنایا اور ان کی امداد سے خود مختاری و استقلال کا دم بھرنے لگا محمد خاں نے اہنگ خاں اور شمشیر خاں کو جو بیحد معتبر امیر تھے حسن تدبیر سے گرفتار کر کے نظر بند کر دیا دوسرے امرا یہ حال دیکھ کر خوف زدہ ہوئے اور ہر ایک کسی نہ کسی ملک کو فراری ہوا۔ چاند سلطان پریشان ہو کر عادل شاہ سے مدد کی خواہش کا رہنمائی اور یہ پیغام دیا کہ اس سے زمانہ میں جبکہ ایک قوی دشمن درپے آزار ہے اور خود ملک کے لازم ہر لحظہ نیا فتنہ برپا کر رہے ہیں اگر بادشاہ ان بے وفامیروں کی تنبیہ کی طرف توجہ نہ فرمائیں گے تو عنقریب بقیہ حصہ سلطنت کا بھی اکبر بادشاہ کے قبضہ میں چلا جائیگا۔ عادل شاہ نے بار دیگر مدد کا ارادہ کیا اور سہیل خاں کو مرہٹوں کے حکم دیا کہ احمد نگر پہونچ کر چاند سلطان کی خواہش کے مطابق کار بند ہو۔

سہیل خاں نے چاند سلطان کے مشورہ کے موافق قلعہ کا محاصرہ کر لیا اور چار ماہ کا محاصرہ کر لیا۔ احمد نگر پہونچا اور محمد خاں قلعہ میں پناہ گزین ہو گیا۔ سہیل خاں نے احمد نگر پہونچ کر چاند سلطان کے موافق قلعہ کا محاصرہ کر لیا اور چار ماہ کا محاصرہ کر لیا۔ احمد نگر پہونچا اور محمد خاں قلعہ میں پناہ گزین ہو گیا۔ سہیل خاں نے احمد نگر پہونچ کر چاند سلطان کے موافق قلعہ کا محاصرہ کر لیا اور چار ماہ کا محاصرہ کر لیا۔ احمد نگر پہونچا اور محمد خاں قلعہ میں پناہ گزین ہو گیا۔

سہیل خاں نے احمد نگر پہونچ کر چاند سلطان کے موافق قلعہ کا محاصرہ کر لیا اور چار ماہ کا محاصرہ کر لیا۔ احمد نگر پہونچا اور محمد خاں قلعہ میں پناہ گزین ہو گیا۔ سہیل خاں نے احمد نگر پہونچ کر چاند سلطان کے موافق قلعہ کا محاصرہ کر لیا اور چار ماہ کا محاصرہ کر لیا۔ احمد نگر پہونچا اور محمد خاں قلعہ میں پناہ گزین ہو گیا۔

سہیل خاں نے احمد نگر پہونچ کر چاند سلطان کے موافق قلعہ کا محاصرہ کر لیا اور چار ماہ کا محاصرہ کر لیا۔ احمد نگر پہونچا اور محمد خاں قلعہ میں پناہ گزین ہو گیا۔ سہیل خاں نے احمد نگر پہونچ کر چاند سلطان کے موافق قلعہ کا محاصرہ کر لیا اور چار ماہ کا محاصرہ کر لیا۔ احمد نگر پہونچا اور محمد خاں قلعہ میں پناہ گزین ہو گیا۔

لشکر کے ہمراہ سہیل خاں کے پاس روانہ کیا۔ احمد نگر سے بھی ساٹھ ہزار سواروں کا لشکر براہ روانہ ہوا۔ سہیل خاں تھبہ سون پت پہونچا اور یہاں قیام کر کے لشکر کی درستی میں مشغول ہوا۔ مغلوں کے سپہ سالار خانخاناں نے بھی جو جگہ میں مقیم تھا۔ اہل دکن کی کثرت کا خیال کر کے اپنی فوج کو جمع ہونے کا حکم دیا اور خود شاہزادہ کے پاس بلدہ شاہ پور کو روانہ ہو گیا۔ خانخاناں نے شاہزادہ سے حقیقت حال بیان کی۔ چونکہ خانخاناں کا مدعا یہ تھا کہ یہ فتح اس کے نام ہو۔ خانخاناں نے شاہزادہ اور اس کے اتالیق محمد صادق کو شاہ پور میں چھوڑا اور خود تمام امرائے اکبری اور راجہ علی خاں، برہان پوری کے ہمراہ بیس ہزار سواروں کو ساتھ لے کر اہل دکن کے مقابلہ میں روانہ ہوا۔ خانخاناں نے دریائے گنگا کے کنارہ دھنیوں کے مقابلہ میں اپنے پیچھے بھی نصب کئے اور لشکر کے گرد خندق کھدوائی۔ خانخاناں تقریباً پندرہ روز ساکت رہا لیکن جب اس کو سپاہ دکن کی حقیقت معلوم ہوئی اور چند مرتبہ جنگ میں ان کے طلایہ و قراولوں اور ان کے برادر و درآمد کے تمام قواعد دیکھ لئے تو اٹھارھویں جمادی الثانی سنہ ہجری کو چاشت کے وقت صفیں درست کیں لیکن عصر کے قریب دونوں لشکروں کا مقابلہ ہوا۔ سہیل خاں نے آلات آتشبازی سے راجہ علی خاں اور راجہ جگناتھ راجپوت کو مع چار ہزار سواروں کے جو اس کے سامنے آئے تھے ہلاک کیا۔ قطب شاہی اور نظام شاہی فوج خانخاناں کا مقابلہ نہ کر سکی اور میدان جنگ سے فراری ہوئی۔ سہیل خاں نے حریف کی دوسری فوج سے مقابلہ کرنا اپنا فریضہ سمجھا اور شام کے قریب دشمن کے میمنہ تیسرہ پر حملہ آور ہوا اور ایسا ان کو جو اس باخت کیا کہ انھوں نے میدان جنگ سے فرار ہو کر شاہ پور میں شاہزادہ کے پاس پناہ لی۔ صادق محمد خاں نے اس امر کا ارادہ کیا کہ شاہزادہ کو ملک دکن کے باہر لے جائے چنانچہ ایسا ہی ہوا اور خانخاناں باوجود لشکر کی پرکندگی کے بھیج جو آخر دی کے ساتھ قلیل فوج کے ہمراہ مقیم رہا۔ اہل دکن معرکہ کو اپنی فتح سمجھ کر غارتگری میں مشغول ہوئے اور بے شمار مال غنیمت حاصل کر کے نقد و اسباب کو امداد و مدد مقام پر رکھنے کے لئے بگاڑ دیا۔ غرض کہ سہیل خاں اور خاصہ خیل کے ایک گردہ کے اور کوئی شخص

میدان میں نہ رہا۔ حسن اتفاق سے خانخاناں اور سیل خاں ایک تیر کے فاصلہ سے مقیم تھے لیکن ایک کو دوسرے کی بڑبڑتی ایک پیرات اسی بے خبری میں گزر گئی اور جب ان کو معلوم ہوا کہ ہر ایک حریف کے مقابلہ میں ہے تو دونوں سرداروں نے اپنی حفاظت میں کوشش کرنی شروع کی اور سیل و لشکر فراہم کیا۔ رات گزرنے کے بعد صبح کو فریقین ایک دوسرے کے مقابلہ میں صف آرا ہوئے خانخاناں کا مقصد یہ تھا کہ سیل خاں صلح کا پیغام دے اور جنگ تباہی کے ساتھ خود روانہ ہو جائے لیکن سیل خاں بعض اشخاص کے خیال سے جنگ آزمائی پر تیار ہوا اور خانخاناں کی طرف روانہ ہوا خانخاناں بھی مجبور ہو کر آمادہ بہار ہوا شدید دھوڑ لڑائی کے بعد خانخاناں کو فتح ہوئی اور سیل خاں شاہ درک کی طرف فراری ہوا قطب شاہی و نظام شاہی امیراں و پیریشان احمد نگر و حیدر آباد کی طرف روانہ ہو گئے خانخاناں ایسی عظیم الشان فتح کے بعد قبضہ جالند میں مقیم ہوا اور ایک گروہ کو ملک برار کے بزرگ ترین قلعوں یعنی کاویل و پرناک کے محاصرہ پر متعین کیا۔ شاہنژادہ سلطان مراد نے صادق محمد کی تحریک سے جو پنج ہزاری امیر تھا خانخاناں کو پیغام دیا کہ یہ وقت شہادت بہت بہتر ہے کہ ہم احمد نگر پر دھاوا کر کے اس کو بھی فتح کر لیں اور نظام شاہی ملک پر ہمارا پورا قبضہ ہو جائے۔ خانخاناں نے جواب دیا کہ وقت کا سنبھالنا یہ ہے کہ اس سال برابر میں قیام کر کے اس نواح کے سنبھال اور بہتر قلعوں کو سر کر لیا جائے اور جب یہ ملک پورے طور پر ہمارے قبضہ میں آجائے تو دوسرے مالک کا رخ کیا جائے۔ خانخاناں کا یہ جواب شاہنژادہ کو پسند نہ آیا اور جیسا کہ اکبر بادشاہ کے واقعات میں مذکور ہے شاہنژادہ اور صادق محمد نے اس قدر شکایت آئیز عریضے اکبر بادشاہ کی خدمت میں روانہ کئے کہ بادشاہ نے خانخاناں کو اپنے حضور میں طلب کر کے شیخ ابوالفضل کو سپہ سالار دکن مقرر کیا غرض کہ خانخاناں مستلزم ہجری میں دکن سے روانہ ہو گیا۔

انہی دوران میں جنگ خاں نے چاند سلطان کے ساتھ اور زیادہ اظہار عداوت کیا اور یہ ارادہ کر لیا کہ بہادر شاہ کو اپنے قبضہ میں کر کے چاند سلطان کو کسی قلعہ میں نظر بند کرے اور خود مختاری کا دم بھرے۔ چاند سلطان کو اس کے

ارادہ سے آگہی ہو گئی اور بیگم نے بہادر شاہ کی حفاظت میں اور پیادہ کو کشش کی چاند سلطان نے اہنگ خاں کی آمد و رفت قلعہ میں بند کر دی اور حکم دیا کہ بیردن قلعہ دیوان داری کیا کرے۔ اہنگ خاں نے چند روز تو اطاعت کی لیکن آخر کار مخالفت پر اور زیادہ مصر ہوا اور قلعہ کا محاصرہ کر لیا اکثر اوقات فریقین میں جنگ ہوا کرتی تھی۔ عادل شاہ نے امیروں کو روانہ کر کے ہر چند کشش کی کہ خانہ جنگی موقوف ہو لیکن کچھ نتیجہ نہ نکلا اور اہنگ خاں کا استقلال روز افزوں ترقی کرتا رہا اہنگ خاں نے میدان خالی پایا اور خانانہ کی عدم موجودگی میں جبکہ نہر گنگ پر آب اور شاہزادہ کی طرف سے مدد کا پہونچنا دشوار تھا قبضہ بیڑ کی طرف روانہ ہوا تاکہ اس شہر کو اکبر شاہی امیروں کے قبضہ اقتدار سے نکال لے۔ حاکم قبضہ بیڑ فیروز خان نے چھ کوس کے فاصلہ پر اہنگ خاں کا مقابلہ کیا لیکن سخت جنگ کے بعد زخمی ہو کر پس پا ہوا۔ شیر خواجہ بیحد مشکل تکلیف کے بعد بیڑ پہونچ کر قلعہ بند ہو گیا اور عریضہ بلوہ کی خدمت میں روانہ کیا جس میں اہل دکن کے غلبہ اور شیخ ابو الفضل کی غفلت وغیرہ طرح طرح کی شکایات بادشاہ سے لکھیں۔ اکبر بادشاہ کو یقین ہو گیا کہ سوا خانانہ کے کوئی دوسرا امیر دکن کی سپہ سالاری کے لئے موزوں نہیں ہے بادشاہ نے خانانہ کا قصہ معاف کیا اور یہ ارادہ کیا کہ اسے دوبارہ صاحب اختیار کرے اتفاق سے اسی زمانہ میں شاہزادہ مراد نے کثرت شراب خواری و دیگر مشاغل جوانی کی وجہ سے طوطی طرح کے امراض میں گرفتار ہو کر اپنے آباء کے ہوئے شہر بلوہ شاہ پور میں وفات پائی اکبر بادشاہ نے شاہزادہ دانیال کو جو بادشاہ کی اصغر اولاد تھا خانانہ کے ہمراہ دکن روانہ کیا۔ شاہزادہ مراد دکن پہونچا ہی نہ تھا کہ خود مرض آشیانی بھی شیخ ابو الفضل و سید یوسف خاں کی استدعا کے موافق شملہ پھری میں اگر سے دکن روانہ ہوئے۔ بادشاہ کو معلوم ہوا کہ چاند سلطان اور اہنگ خاں میں خانہ جنگی ہو رہی ہے اکبر بادشاہ نے خود قلعہ امیر کا محاصرہ کر لیا اور شاہزادہ دانیال و خانانہ کو احمد نگر کی تسخیر کے لئے روانہ کیا۔ اہنگ خاں جی پندرہ ہزار سواروں کے ساتھ بیردن قلعہ مقیم تھا اس امیر نے ارادہ کیا کہ دھن گھاٹ چھوڑ کر قبضہ کر کے مغلوں سے جنگ آزمانی کرے شاہزادہ دانیال و دیگر امراء اکبری اسکے ارادہ سے واقف ہو گئے اور ایک قریہ معمور کی طرف جو بیچ جنگل ہی روانہ ہوئے



اچنگ خاں پریشان و بدحواس ہوا اور اس کے کچنگ آدمی کرے یا یہ کہ احمد نگر پہونچ کر بہادر شاہ و چاند سلطان سے مدد کا طلبگار ہوا اپنے مال و اسباب میں آگ لگا دی اور خود جیسر روانہ ہو گیا۔ شاہزادہ و دیگر اکبری امیروں نے بلا کسی خبرخشہ کے قلعہ احمد نگر کا محاصرہ کر لیا امیروں نے مورعل تقسیم کئے شاہزادہ دانیال و خانخاں و سید یوسف وغیرہ کے مورعل کی طرف سے نقب کھدنے لگی جب قلعہ قریب فتح کے ہوا تو چاند سلطان نے جیتہ خاں خواجہ سرا سے کہا کہ اچنگ خاں و دیگر امرا نے اس قدر سرکشی کی کہ ان کی شامت اعمال سے خود اکبر بادشاہ دکن فتح کرنے کے لئے آیا ہے ظاہر ہے کہ یہ قلعہ بھی چند روز میں سر ہو جائیگا جیتہ خاں نے جواب دیا کہ گزشتہ کالیا ذکر ہو اب جو حکم ہو اس کے موافق عمل کیا جائے چاند سلطان نے کہا کہ میری رائے یہ ہے کہ ہم یہ قلعہ شاہزادہ دانیال کے سپرد کر کے اپنی عزت و جان کو بچائیں اور جیسر روانہ ہو جائیں اور وہاں قیام کر کے خدا کی مدد کا انتظار کریں۔ جیتہ خاں نے تمام اہل قلعہ کو جمع کر کے بہ آواز بلند کہا کہ چاند سلطان نے اکبری امیروں سے سازش کر کے یہ ارادہ کیا ہے کہ قلعہ شاہزادہ دانیال کے سپرد کر دے اہل دکن یہ خبر سنتے ہی حرم سرا میں گھس آئے اور انہوں نے بڑی تکلیف و ظلم کے ساتھ چاند سلطان کو قتل کر ڈالا۔ اکبری لشکر میں نقب تیار ہوئی اور قلعہ کی دیوار اڑادی کئی مغل فوج قلعہ کے اندر داخل ہوئی اور جوان بوڑھے بچے سب قید کر لئے گئے جیتہ خاں اور تمام اہل قلعہ سوا بہادر شاہ کے تہ تیغ کئے گئے شاہزادہ دانیال نے تمام خزانہ و جواہرات بد قبضہ کیا اور قلعہ اپنے ہمتہ امیروں کے سپرد کر کے بہادر شاہ کو اکبر بادشاہ کے پاس برہان پور روانہ کر دیا۔ اسی درمیان میں اس کا قلعہ بھی سر ہوا عرش افضیانی خاندیس و دکن شاہزادہ دانیال کو عطا کر کے جیسا کہ ابراہیم عادل شاہ کے حالات میں مرقوم ہو چکا ہے خود اگر روانہ ہوئے۔

اس واقعہ کے بعد نظام شاہی امیروں نے مفضل و لد شاہ علی کو تخت حکومت پر بٹھایا اور چند روز کے لئے پرمندہ کو پائے تخت قرار دیا۔ بہادر نظام شاہ نے جو اس وقت تک قلعہ گوالیار میں قید ہے تین سال چند ماہ حکومت کی۔

مر تظنی نظام میں  
شاہ علی برہان شاہ  
اول

اکبر بادشاہ نے برہان پور سے اگرہ کا سفر کیا اور نظام شاہی لشکروں میں دو ملازم بادجو داس کے کہ ان میں کوئی شخص بھی صاحب جاہ و چشم نہ سمجھا اپنی بلند ہمت کی وجہ سے امیر کبیر بنکر صاحب قوت و شوکت ہوئے انھیں ہر دو امر کی وجہ سے اس

وقت تک سلطنت نظام شاہی مغلوں کے سیلاب فتوحات سے محفوظ تھی۔ ان امر میں ایک شخص تو عنبر جیشی تھا جس نے سرحد تلنگانہ سے لے کر بیڑ سے ایک کوس تک اور احمد نگر کے جنوب میں چار کوس شہر سے لیکر دولت آباد سے بیس کوس کے فاصلہ تک مع بندرجنوں کے کل حصہ پر قبضہ کر لیا تھا۔ دوسرا امیر راجو کنی تھا اس امیر نے دولت آباد اور اس کے شمال کو سرحد گجرات تک اور جنوب میں احمد نگر سے چھ کوس کے فاصلہ تک اپنے زیر حکم بنایا تھا۔ ہر دو امیر ضرورت کے لحاظ سے مرتضیٰ نظام شاہ کی اطاعت کرتے تھے اور قلعہ اوسہ کو مع چند قریوں کے بادشاہ کے اخراجات کے لئے علیحدہ کر دیا تھا۔ چونکہ ان میں سے ہر شخص اپنے رقیب کو مغلوب کر کے اس کے ملک پر بھی قبضہ کر نیکا دلدادہ تھا اس لئے ہر دو امیر ایک دوسرے کے دشمن بن گئے اور آپس میں صفائی نہ کرتے تھے۔ خانخانان کو یہ راز معلوم ہو گیا اور اس نے اپنی فوج کو حکم دیا کہ عنبر جیشی کے اس حصہ ملک میں سے جو تلنگانہ میں واقع ہے چند قریوں پر قبضہ کر لیں عنبر کو اس حکم کی خبر ہوئی اور وہ کئی سالہ بھری میں سات یا آٹھ ہزار سواروں کی جمیعت کے ساتھ اس طرف روانہ ہوا۔ عنبر نے مغلوں کی فوجی چوکیاں تباہ کر کے اپنے ملک پر دوبارہ قبضہ کر لیا۔ خانخانان نے اپنے مشہور بہادر فرزند میرزا ایرج کو پانچ ہزار منتخب سپاہیوں کے ہمراہ عنبر کے مقابلہ میں روانہ کیا۔ قلعہ ناندیڑ کے نواح میں فریقین کا مقابلہ ہوا اور ایک امیر نے اپنی بلند نامی اور دوسرے نے اپنی حفاظت کے خیال سے فوج مرتب کی اور بڑی مردانگی کے ساتھ ایک دوسرے پر حملہ آور ہوئے۔ طرفین سے گروہ کثیر میدان جنگ میں کام آیا لیکن آخر کار اقبال اکبری نے اپنا کام کیا اور عنبر جیشی کا رتی بچھم کھا کر معرکہ جنگ میں گھوڑے سے گرا جیشیوں اور دھکیوں کا ایک گروہ جو عنبر کا

بہی خواہ تھا زخم خوردہ امیر کو بہ وقت سفر کالجک سے اٹھا کر لے گئے عنبر بخشی  
نے صحت پا کر فوج جمع کرنا شروع کیا اور اپنے ملک کی حفاظت میں سعی و کوشش  
کرنے لگا۔ خانخاناں عنبر کی شجاعت و مردانگی کو آدھا چکا تھا اور اسے یہ معلوم  
ہو چکا تھا کہ شکست خوردہ حریف نے پھر تازہ دم لیا ہے خانخاناں نے صلح  
کرنا مناسب خیال کیا اور عنبر کو اسی کا پیغام دیا عنبر نے بھی صلح ہی میں خیر دیکھی اس  
لئے کہ اسے معلوم تھا کہ نظام نشاہی کا خاندان کا دوسرا امیر یعنی راجو دہی اسکا  
بد خواہ ہے بلکہ وہ اس حملہ کو راجو دہی کی تحریک کا نتیجہ سمجھتا تھا۔ عنبر نے  
خانخاناں سے ملاقات کی اور عدد و مالک مقرر کئے گئے۔ عہد و پیمان کے  
بعد دونوں امیر اپنے قیام گاہ کو واپس آئے۔ اس تاریخ سے آج تک کسی  
فریق نے عہد شکنی نہیں کی اور عنبر ہمیشہ خانخاناں کے ساتھ خلوص و عقیدت  
کے ساتھ پیش آتا رہا۔

اسی زمانہ میں پٹنگ رائے کول فر باد خاں مولد اور ملک مستدل خواجہ  
وغیرہ سردارن ملک نے عنبر کی رفاقت ترک کی اور مرتضیٰ نظام شاہ سے  
مل گئے۔ ان امیروں نے بادشاہ کو عنبر کی مخالفت پر ابھارا اور قلعہ اوسہ کے  
نواح میں میدان داری کا انتظام کیا گیا۔ عنبر بھی اپنے مددگاروں کے ہمراہ  
اوسہ روانہ ہوا اور بادشاہ کے مقابلہ میں صف آرا ہو کر نظام شاہ پر غالب  
آیا۔ عنبر نے پٹنگ رائے کو اسیر کر کے قلعہ میں قید کر دیا نظام شاہ اور اس کے  
بہی خواہ امیروں یعنی فر باد خاں اور ملک مستدل نے پریشان ہو کر عنبر سے  
صلح کر لی۔ عنبر کی خواہش تھی کہ قلعہ پرندہ بد اپنا قبضہ کرے بخشی امیر نظام شاہ  
کے ہمراہ سلسلہ بھری میں پرندہ روانہ ہوا۔ قلعہ کے حاکم منجن خاں نے جو تقریباً  
بیس سال سے پرندہ پر حکومت کر رہا تھا نظام شاہ کو پیغام دیا کہ میں آپ کو  
اپنا مالک سمجھ کر قلعہ میں جگہ دوں گا لیکن عنبر بد جس نے خانخاناں سے  
ملاقات کر کے اکبری طوق ارادت گردن میں پہن لیا ہے مجھ کو اعتبار نہیں ہو  
اور میں اس کو حصار میں قدم نہ رکھنے دوں گا۔ عنبر نے جواب دیا کہ چونکہ مجھ کو پٹنگ  
رائے فر باد خاں اور ملک مستدل کی طرف سے اطمینان نہ تھا اس لئے میں

مجبوراً خاناناں سے ملا درگو ظاہر میں اکبری ہی خواہ ہوں لیکن دل سے  
نظام شاہ کا غلام ہوں میرا عین مدعا یہ ہے کہ بادشاہ کی وہی خواہی کر کے ملک کو  
دشمنوں سے بچاؤں منجھن خاں نے یہ عذر قبول نہ کیا اور سلسلہ گفتگو قطعاً بند کر دیا  
عمر نے اس خوف سے کہ کہیں نظام شاہ موقع پا کر قلعہ میں پناہ گزین ہو جائے  
اور بادشاہ کے پہونچنے سے منجھن خاں کی قوت میں اور اضافہ ہو جائے نظام شاہ  
کو گرفتار کر کے پاسانوں کے سپرد کر دیا۔ فرہاد حساں و ملک حسندل بادشاہ کے نظر بند  
ہو جانے سے رنجیدہ ہوئے اور قلعہ کے قریب پہونچ گئے منجھن خاں اس  
واقعہ سے کچھ نرم ہوا اور اس نے ایک ماہ کامل حریف کی مدافعت کی تب منجھن خاں  
کے فرزند مسیحی سونا خاں نے بے اعتدالی شروع کی اور اہل لشکر کے زین و فتنہ کی  
عصمت دری کرنے لگا۔ فوجیوں نے سونا خاں پر حملہ کر کے اسے قتل کر ڈالا  
منجھن خاں نے اب قیام کرنے میں خیر نہ دیکھی اور تنہا قلعہ سے فراری ہو گیا  
اور فرہاد حساں و ملک حسندل وغیرہ کے ہمراہ عادل شاہی دربار میں پناہ  
گزیں ہو کر مع اپنے ہمراہیوں کے عادل شاہ کا ملازم ہو گیا۔ اہل قلعہ نے  
چند ماہ تو منجھن خاں کی تقلید کر کے دشمن کی مدافعت کی لیکن آخر عمر کے  
دام میں گرفتار ہو گئے۔ عمر بخشی نے حسن تدبیر سے قلعہ پر قبضہ کر کے نظام شاہ  
کو قید سے آزاد کیا اور اس کے سر پر چتر شاہی سایہ فلک کر کے بادشاہ کو پرندہ  
میں چھوڑا اور خود میل دشمن کے ساتھ آگے بڑھا۔

محم سلسلہ ہجری میں شاہزادہ دانیال نے دختر عادل شاہ کی پاکی کے  
استقبال کے لئے پوراں پور سے روانہ ہو کر کرناٹک اور دولت آباد کے راستے سے  
احمد نگر کا رخ کیا۔ شاہزادہ نے ایک گروہ کو راجہ دکنی کے پاس روانہ کر کے اسے  
پیغام دیا کہ راجہ بھی عمر کی طرح اطاعت کا اقرار کر کے شاہزادہ کے حضور میں  
حاضر ہوتا کہ اس کا ملک بادشاہ کی طرف سے اسے بطور جاگیر عطا کیا جائے۔  
راجہ نے شاہزادہ کے قول پر اعتبار نہ کیا شاہزادہ نے غضبناک ہو کر راجہ کے  
تباہ کرنے کا ارادہ کیا راجہ نے بھی جرات سے کام لیا اور آٹھ ہزار سواروں کے  
ساتھ شاہزادہ کے مقابلہ میں روانہ ہوا راجہ نے اگرچہ حریف کے مقابلہ میں

صف آرائی نہیں کی لیکن ایسا مظل فوج کو تاراج کیا اور چاروں طرف سے اس قدر نقصان پہونچا کہ شاہنژادہ دانیال نے مجبور ہو کر خانخاناں سے جو جالندہ میں مقیم تھا مدد طلب کی۔ خانخاناں بلوچ ہزار سواروں کے ہمراہ جلد سے جلد شاہنژادہ کی خدمت میں پہونچ گیا اور جو نے خانخاناں کی آمد کی خبر سنا غارتگری سے ہاتھ اٹھایا اور اپنے ملک کے دور دراز حصہ میں جا چھپا شاہنژادہ دانیال اور خانخاناں عروس کی پالی بھرا لے کر احمد نگر سے واپس ہوئے اور ہنگامہ کے کنارہ بٹن کے نواح میں جشن عروسی منعقد کیا گیا۔ اختتام جشن کے بعد خانخاناں نے اس جگہ قیام کیا اور شاہنژادہ برہان پور روانہ ہوا۔

اسی دوران میں نظام شاہ نے راجہ سے عنبر کی سخت گیری کی شکایت کی۔ راجہ نے قلعہ پر بندہ پہونچ کر بادشاہ سے عنبر کے دفعیہ کا اقرار کیا۔ عنبر و راجہ میں کئی سر کے ہوئے اور ہر مرتبہ راجہ کو فتح ہوئی عنبر نے پریشان ہو کر خانخاناں سے مدد طلب کی۔ خانخاناں نے دو یا تین ہزار سوار میرزا بیک جہاگیر دار پٹنہ کی ماتحتی میں امداد کے لئے روانہ کئے عنبر نے اس فوج کی مدد سے راجہ کو پس پان کر کے دولت آباد کی طرف بھاگ دیا۔ دکن کی حکومت شاہنژادہ دانیال کو بھی راستہ آئی اور شاہنژادہ نے برہان پور میں وقایت پائی۔ شاہنژادہ کی وفات کی وجہ سے خانخاناں برہان پور پہونچا اور عنبر نے موقع پا کر لشکر جمع کیا اور دولت آباد روانہ ہو کر راجہ پر حملہ آور ہوا۔ راجہ اس حملہ کی تاب نہ لاسکا اور اب اس نے خانخاناں سے مدد طلب کی۔ خانخاناں بعض مصلحتوں کی بنا پر اپنا قیام برہان پور میں مناسب نہ خیال کرتا تھا اس نے راجہ کے پیغام کو یہاں نہ بنا کر دولت آباد کا رخ کیا اور راجہ و عنبر کے درمیان خود مقیم ہو کر چھ ماہ کا ل ایک کو دو سہرے پر حملہ آور ہونیکا موقع نہ دیا۔ عنبر نے مجبوراً راجہ سے صلح کر کے تلمچندہ کی راہ لی اور خانخاناں جالندہ روانہ ہوا۔ ملک عنبر راجہ کی لشکر کشی کا باعث تفسی نظام شاہ کو جانتا تھا عنبر نے ارادہ کیا کہ مرنہی نظام کو معزول کر کے کسی دوسرے شاہنژادہ کو بادشاہ بنائے۔ چونکہ ابراہیم عادل شاہ نے عنبر سے اتفاق نہ کیا جیسی امیر اپنے ارادہ میں ناکام رہا۔

سلطان بھری کے اوایل میں عنبر نے عادل شاہ کے حکم کے موافق نظام شاہ کے سامنے سوجھ بجا یا اور بادشاہ اور عنبر میں پوری صفائی ہو گئی اس صلح کے بعد نظام شاہ وغیرہ دس یا بارہ ہزار سواروں کے ساتھ جنیر روانہ ہوئے نظام شاہ نے چند روز اپنے آبا و اجداد کے وطن کو اپنا مسکن بنایا۔ نظام شاہ نے چند ہندو مسلمان امیر راجو کی تہنیت کے لئے جو عنبر کے خوف سے بے خبر تھے، آیا مختار دانہ کے راجو بھد دقتوں کے بعد گرفتار ہوا اور اس کا ملک بھی نظام شاہ کے قبضہ میں آگیا۔ عنبر اب بالکل صاحب اختیار ہوا۔

اس تاریخ کی تحریر کے وقت نظام شاہی حکومت مرضی شاہ بن شاہ علی کے قبضہ میں ہے اور عنبر جیشی سیاہ و سفید کا مالک ہے۔ یہ حسب ظاہر خاندان نظام شاہی زوال پذیر ہو رہا ہے اور شاہان دہلی بقیہ ملک پر بھی قبضہ کرنے کی تاک میں ہیں آئندہ جو خدا کی مرضی ہوگی اس کا ظہور ہوگا۔

روضہ چہارم سلطانین ناظرین کو معلوم ہونا چاہئے کہ شاہ خور نام ایک شخص ملک سنگا نے حالات میں نے جو ابراہیم قطب شاہ کے عہد میں عراق سے آیا تھا تاریخ میں ایک بسو کا کتاب لکھی ہے اور

وقایع قطب شاہی تمام دہال اس کتاب میں درج کئے ہیں یہ کتاب مورخ فرشتہ کے پیش نظر نہ تھی اس لئے اس خاندان کے تفصیلی حالات مرقوم دیو کے اور صرف فرمانرواؤں کے اسماء اور ان کے مختصر حالات پر اکتفا کی گئی۔

**سلطنت سلطان قلی** سلطان قلی میر علی شکر کا ہم خاندان احمد بہار لو قبیلہ کا ترک ہے۔ اس خاندان کے بعض لوگوں کا دعویٰ ہے

کہ سلطان قلی میرزا جہاں شاہ مقتول کی اولاد میں ہے لیکن روایت اول زیادہ صحیح ہے بہر حال یہ امر مسلم ہے کہ سلطان قلی کا مولد و منشا شہر بہدان ہے۔ یہ امیر سلطان محمد شاہ لشکری کے آخر زمانہ میں عین عالم شباب میں دکن آیا اور چونکہ محمد شاہ ترکی غلاموں کو بھد عزیز رکھتا تھا اس شخص نے بھی اپنے کو اس گروہ میں داخل کیا۔ سلطان قلی علم حساب میں ماہر و خوش خط تھا۔ محلات شاہی کا حساب نویس مقرر کیا گیا خواتین محل اس کے حسن سلوک

اور امانت سے بیحد راضی ہوئیں اس زمانہ میں ملک گانہ کا ملک بنگالت کی جاگیر تھا یہاں سے متعدد عرضیاں اس مضمون کی پہونچیں کہ ملک میں چوروں اور لٹیروں نے اپنا گھر کر لیا ہے اور رعایا روز بروز سرکشی کر رہی ہے اور مال اور مقدرہ محصول کے ادا کرنے میں پس و پیش کرتی ہے اگر بارگاہ شاہی سے عمدہ فوج ان کی تنبیہ کے لئے روانہ کی جائے تو بہتر ہے اور امید ہے کہ اس طرح محصول وصول کرنے میں بیحد آسانی ہوگی سلطان محمد شاہ نے اپنے کسی نامی امیر کو اس مہم پر روانہ کر دیا کہ کیا سلطان قلی نے ایک بیگم کے ذریعہ سے بادشاہ سے عرض کیا کہ یہ خدمت اس کے سپرد کی جائے اور وعدہ کیا کہ ملا فوجی امداد کے وہ اس صوبہ کا انتظام کرے بادشاہ کے اقبال سے سرکشوں کو تباہ و برباد کر دیگا۔ سلطان محمد شاہ نے اس کو اپنی عنایتوں سے سرفراز کر کے مذکورہ خدمت پر مامور کیا۔ سلطان قلی نے اپنے حاشیہ نشینوں کے ایک گروہ کے ہمراہ برگنات پر گیا اور اپنے حسن تدبیر سے سرکشوں کی ایک جماعت کو اپنا بنا لیا اور ان کی امداد سے چوروں اور لٹیروں کا بالکل قلع قمع کر دیا۔ سلطان قلی نے دیگر امر لکھ برگنات سے بھی جو اس نواح میں واقع تھے شورہ پشتوں کا خاتمہ کر دیا اور اپنی جماعت و مردانگی میں شہرہ آفاق ہوا سلطان قلی جیسا کہ مرقوم ہوا امارت کے مرتبہ پر فائز ہو کر قطب الملک کے خطاب سے سرفراز کیا گیا اور گوگندہ مع اس کے معنات کے اس کی جاگیر میں دیا گیا۔ اس کے بعد چند روز اس نواح کا سپہ سالار مقرر ہوا اور فرامین میں صاحب السیف والقلم کے لقب سے یاد کیا جانے لگا یوسف عادل شاہ احمد نظام شاہ اور عماد الملک نے دعوی سلطنت کر کے چتر اپنے سردوں پر سایہ فگن کیا۔ یوسف عادل چونکہ خاندان صفویہ کا عقیدت مند تھا اس نے دوازدہ امام کے اسمائے گرامی خطبہ میں داخل کئے سلطان قلی نے بھی اپنی امارت اور سپہ سالاری کے زمانہ میں ائمہ اہلبیت کے نام کا خطبہ جاری کیا سلطان محمود بہمنی قلی سلطنت میں ضعف پیدا ہوا اور سلطان قلی نے بھی سالہ بھری میں مرتبہ فرمانروائی حاصل کر کے اپنے کو قطب شاہ کے خطاب سے موسوم کیا اور غلامانہ روش اختیار کی قطب شاہ نے

بادجو مختصر سلطنت کے کارفرمائی میں رونق پیدا کرنے کے سامان فراہم کئے اور  
 عادل شاہ عماد شاہ برید شاہ وغیرہ کے خلاف دروازہ پر پانچ وقت نوبت نوازی  
 کا حکم دیا قطب شاہ نے اپنی قوم کو منصب و جاگیریں عطا کیں اور ہر ایک کو اس کے  
 مناسب حال عہدہ عنایت کیا سلطان قلی نے سلطان محمود شاہ کے حقوق کا ہمیشہ  
 لحاظ کیا اور ہمیشہ تحفے اور ہدیے نقد و جنس بادشاہ کی خدمت میں ماہ بہ ماہ بیدر  
 روانہ کرتا رہا۔ اسی دوران میں معلوم ہوا کہ ایران میں شاہ اسماعیل صفوی نے  
 تخت حکومت پر جلوس کیا چونکہ سلطان قلی شاہ اسماعیل کو اپنا مرشد زادہ جانتا تھا  
 خطبہ میں شاہ مذکور کا نام اپنے نام سے مقدم جاری کیا اور رفتہ رفتہ حضرات خلفائے  
 ثلاثہ کے اسمائے گرامی خطبہ سے نکال دیئے برہان شاہ نے شاہ طاہر کی نصیحت کے  
 موافق احمد نگر میں خیمہ مذہب کا خطبہ جاری کیا سلطان قلی نے بھی برہان شاہ  
 کی تقلید کی اور اس کی امداد سے اپنے ملک میں بھی بلا کسی خطرہ کے مذہب شیعہ کو  
 رواج دیا۔ بے ادب اشخاص نے تیرہ بازی شروع کی غرضکہ اس زمانہ تک  
 جو سلطان محمد قلی قطب شاہ کا زمانہ ہے تلنگانہ میں دو آزدہ امام کے اسمائے گرامی  
 کا خطبہ پڑھا جاتا ہے اور منبروں پر پیشتر شاہ عباس صفوی بادشاہ ایران کی  
 دعا مانگی جاتی ہے شکر ہے کہ بہوزان فرمانرواؤں کے اعتقاد و اخلاص میں جو  
 ان کو مشایخ صفویہ کے ساتھ تھا خلل نہیں پیدا ہوا۔ سلطان قلی قطب شاہ  
 اپنی حکومت کے زمانہ میں سلاطین دکن کے ساتھ برادرانہ سلوک کرتا تھا البتہ  
 جس زمانہ میں کہ سلطان بہادر گجراتی نے عماد الملک کی استدعا کے موافق نظام شاہ  
 پر لشکر کشی کی اور اس کے ملک کو تباہ و برباد کیا اس وقت سلطان قلی نے  
 خلاف مردت سلطان بہادر کے پاس نامہ وقاصد روانہ کر کے یکدلی کا اظہار  
 کیا۔ سلطان بہادر کے معاملات سے فراغت حاصل کر کے برہان شاہ کی ترغیب  
 سے اسماعیل عادل نے قطب شاہی مالک پر قبضہ کرنا چاہا۔ قطب شاہ نے ہر چند  
 کوشش کی کہ برہان شاہ کے غصہ کو فرو کرے لیکن کامیابی نہ ہوئی۔  
 سن ۹۵۹ ہجری میں اسماعیل عادل نے ایک سرحدی قلعہ پر حملہ کیا قطب شاہ  
 چونکہ مقابلہ نہ کر سکتا تھا اپنی جگہ سے نہ ہلا بلکہ سوار و پیادوں کی ایک فوج



اس طرف روانہ کی تاکہ یہ لشکر عادل شاہیوں کے لشکر کا سدراہ ہو کر انکو نقصان پہونچا رہے۔ اتفاق سے اسی زمانہ میں اسماعیل عادل نے وفات پائی اور قطب شاہ نے پلاکسی واسطہ کے اس دھندلے سے نجات حاصل کر لی۔ اس واقعہ کے بعد قطب شاہ نے اپنے امرا کا ایک گروہ برہان شاہ کی خدمت میں روانہ کیا ان امیروں نے اپنی من مہر سے شاہ طاہر کو وسیلہ بنایا جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ قطب شاہ و نظام شاہ میں صفائی ہو گئی اور اس کے بعد ہمیشہ سلسلہ اتحاد قائم رہا قطب شاہ نے عمر طویل پائی تھی اور اپنی طبعی موت سے اس دنیا کو خالی نہ کرتا تھا اس کا فرزند اکبر جمشید شاہ حکمرانی کی تہن میں سفید ریش ہو چکا تھا اپنے باپ کی درازی عمر سے تنگ آگیا۔ شاہزادہ جمشید نے ایک ترکی غلام کو اپنا ہمراز بنایا اور یہ سازش کی کہ غلام موقع پا کر بادشاہ کو قتل کر ڈالے۔

منزلہ ہجری کے کسی ماہ میں بادشاہ ایک روز دریا کے کنارہ بیٹھا ہوا تھا اور جواہرات کے صند و قچے سامنے رکھے ہوئے تھے بادشاہ جواہرات کے دیکھنے میں مشغول تھا کہ یہ ترکی غلام بلائے ناگہانی کی طرح بادشاہ کے عقب سے آیا اور تلوار کا وار کر کے قطب شاہ کو قتل کیا۔ جمشید شاہ خود بھی اس مجلس میں موجود تھا غلام اس کی طرف دوڑا جمشید نے اس خیال سے کہ راز فاش نہ ہو قاتل کو بھی مقتول کے ساتھ ہی ٹھنڈا کر دیا۔ جمشید شاہ چونکہ سلطان قلی کا فرزند اکبر تھا اس نے تخت حکومت بدجلوس کر کے عمان حکومت اپنے ہاتھ میں لی سلطان قلی نے تینیس سال حکومت کی اور تین فرزند جمشید حیدر اور ابراہیم اپنی یادگار چھوڑے۔

جمشید قطب شاہ | جمشید قطب شاہ نے تخت حکومت پر قدم رکھا اور اپنے بن سلطان قلی | باپ کی روش کے مطابق مذہب شیعہ کے رواج دینے میں کوشاں ہوا برہان نظام نے تقریب و تہنیت کے لئے شاہ طاہر کو احمد نگر سے گولکنڈہ روانہ کیا شاہ طاہر گولکنڈہ کے قریب پہونچے اور بادشاہ نے خود چھ کوس کے فاصلہ سے ان کا استقبال کیا اور بیحد اعزاز و اکرام کے ساتھ ان کو شہر میں لے آیا اور ان کی بیحد تعظیم و تکریم کی شاہ طاہر نے

زمانہ کی روش کے مطابق گفتگو کر کے قطب شاہ سے نظام شاہ کے ساتھ اتحاد قائم رکھنے پر شدید میں لیں اور صبح و سلاطین احمد نگر واپس آئے۔ اس زمانہ میں نظام شاہ و عادل شاہ میں بعض وجوہ کی بناء پر مخالفت ہو گئی جمشید قطب شاہ نے نظام شاہ کی ترغیب سے خزانہ کا دروازہ کھولا اور سوار و پیادوں کا مزید اضافہ کر کے عادل شاہی ملک میں داخل ہوا۔ قطب شاہ نے کانپی میں ایک مضبوط قلعہ تعمیر کیا ابراہیم عادل چونکہ نظام شاہ اور راجراج کے فتنوں میں مبتلا تھا جمشید قطب شاہ نے قلعہ اپنے معتمد امیروں کے سپرد کر کے دیگر رگنوں اور حصاروں پر قبضہ کرنا چاہا۔ قطب شاہ نے سب سے پیشتر قلعہ اہنکر کا جو ساغر سے قریب واقع ہے رخ کیا اور حصار کا محاصرہ کر کے النگ و موریل تقسیم کئے عادل شاہ نے نظام شاہ و راجراج سے صلح کر کے اسد خاں لاری کو خامہ کے سواروں کے ساتھ النگانے کی فوج کے مقابلہ میں روانہ کیا قطب شاہ نے پریشان ہو کر نظام شاہ کی خدمت میں قاصد روانہ کیا اور اسے پیغام دیا کہ میں نے آپ کے قول پر بھروسہ کر کے یہ سفر اختیار کیا ہے آپ کے کریمانہ اخلاق سے بعید ہونے کا مجھ سے مشورہ کئے ہوئے آپ احمد نگر واپس جا رہے ہیں برہان شاہ نے جواب دیا کہ مصلحت وقت کے لحاظ سے میں نے عادل شاہ سے صلح کر لی ہے آپ کو چاہئے کہ قلعہ کانپی کی پوری حفاظت کریں میں موسم برسات کے بعد اس طرف آؤں گا اور قلعہ گلمرگہ اہنکر و ساغر وغیرہ دریائے بھورہ کے ایک جانب تمھارا اور شولا پور و ندرگہ یعنی دریا کے دوسرے سمت میرا قبضہ ہو جائیگا۔ قطب شاہ باوجودیکہ جانتا تھا کہ برہان شاہ حیلہ ساز و فریبیوں کی باتوں میں آگیا اور قلعہ کی حفاظت میں کوشاں ہوا اسد خاں بلکوانی نے سب سے پہلے قلعہ کانپی کا محاصرہ کر کے تین ماہ کے عرصہ میں حصار بند کر کے چھوڑ دیا اور اہلیان حصار کو قتل کر کے اہنکر کا رخ کیا۔ قطب شاہ نے مقابلہ کرنے میں مصلحت نہ دیکھی اور اپنی سرحد کی طرف روانہ ہوا اسد خاں نے اس کا تعاقب کیا اور چند مرتبہ فریقین میں جنگ واقع ہوئی لیکن ہر معرکہ میں اسد خاں کو فتح ہوئی آخری جنگ میں قطب شاہ

اور اسہ خاں کا مقابلہ ہو گیا اور ایک نے دوسرے پر تلوار کے گیارہ وارے کئے قطب شاہ کے چہرہ پر زخم لگا اور اس کی ناک اور ایک لب مجروح ہو گیا چنانچہ تمام مگر بادشاہ کو اس زخم سے تکلیف رہی اور قطب شاہ کو کھانے اور پینے میں بے حد دقت ہوئی تھی اور کبھی کسی شخص کے سامنے خور و نوش نہ کرتا تھا کہتے ہیں کہ اس سفر کے وقت بادشاہ نے اپنے مستند رمال ملا محمود گیلانی سے نتیجہ سفر کی بابت سوال کیا ملا محمود نے فرمایا والا اور عرض کیا کہ سفر مبارک نہیں ہے قطب شاہ نے سفر کی خرابیوں کی تفصیل دریافت کی اور سوال میں بے حد اصرار کیا ملا محمود نے جواب دیا کہ اگرچہ اس کی تصریح میں اندیشہ ہے لیکن چونکہ بادشاہ بے حد مہر میں عیش کرتا ہوں کہ اس سفر میں اگرچہ ابتدا میں تو کامیابی ہوگی لیکن آخر کار دشمن کو غلبہ ہوگا اور علاوہ مال و اسباب تاراج ہونے کے بادشاہ کی ناک کو بھی کچھ نقصان پہونچے گا قطب شاہ اس جواب سے بے حد غضبناک ہوا اور ملا محمود کی ناک کٹوا کر اس کو شہر بدر کر دیا آخر میں جب ملا کی پیشینگوئی صحیح نکلی تو بادشاہ اپنے قتل پر نادم ہوا اور اپنے ایک معتد امیر کو جنیر روانہ کر کے ملا کو اپنے دربار میں طلب کیا ملا محمود نے جواب دیا کہ مجھے ہنوز دوسری ناک نصیب نہیں ہوئی انشاء اللہ جدید تاک چہرہ بند لگاؤں گا تو بادشاہ کے حضور میں حاضر ہو کر اس ناک کو بھی آپ پر سے تصدق کر دوں گا۔ قطب شاہ نے ان واقعات کے بعد عادل شاہ سے صلح کر لی اور تلنگانہ کے اکثر ممالک فتح کئے۔ بادشاہ اس واقعہ کے بعد بیمار ہوا اور تقریباً دو سال طویل رہا۔ اسی دوران میں قطب شاہ بے حد مہر ہو گیا اور خفیف جرم پر بھی رعایا کو قتل و غارتگری کرتا تھا۔ بادشاہ کی بد مزاجی سے امیروں کے ایک گروہ نے اس کے بھائیوں کی صلاح سے یہ ارادہ کیا کہ جمشید شاہ کو معزول کر کے اس کے بھائی حیدر خاں کو بادشاہ بنائیں قطب شاہ اس ارادہ سے واقف ہو گیا اور اس کے دونوں بھائی گھوڑوں پر سوار ہو کر گولکنڈہ سے فراری ہوئے اور بیدر جا پہونچے حیدر خاں نے اس درسیان میں وفات پائی اور ابراہیم نے بیجا نگر میں پناہ لی جمشید شاہ کا

مرض ترقی کرنا گیا اور بادشاہ تپ دق کا شکار ہوا۔

۹۵۰ ہجری میں جمشید قطب شاہ نے وفات پائی اور اس بادشاہ نے سات سال چند ماہ حکومت کی۔

ابراہیم قطب شاہ | یہ بادشاہ شیعہ مذہب کا پیغمبر تھا اس کے علاوہ حد درجہ کاسخی اور بددیوبستی تھا لیکن ایسا تند مزاج اور

غصہ ور تھا کہ خلیفہ دہم پر بھی بند کان خدا کو عجیب عجیب طرح کی سزائیں دیتا تھا اس بادشاہ کا حکم تھا کہ ظالموں کے پاؤں کے ناخن انگلیوں سے جدا کر کے برتن میں رکھے اور بادشاہ کے سامنے پیش کئے جائیں تاکہ اسے اطمینان ہو ابراہیم قطب شاہ بیحد تکلیف کے ساتھ کھانا کھاتا تھا اور اکثر خاصہ کے ملازم شادی حکم کے مطابق شریک دسترخوان ہوتے تھے۔ بادشاہ نے تلنگانہ کے ملک کو جو چوروں اور لٹیروں سے بالکل معمور تھا ایسا صاف و آباد کیا کہ سوداگروں اور مالداروں کا قافلہ بلا کسی خوف و خطر کے تنہا شبانہ روز سفر کرتا تھا اور چوروں کے دغذغہ سے بالکل محفوظ و مطمئن رہتا تھا۔ اس بادشاہ کے عہد میں بیحد قابل اہم داخل دربار ہوئے اور خاندان قطب شاہی اس کے دم سے ٹھہر آفا ہوا۔ ابراہیم قطب شاہ اپنی شاہزادگی کے زمانہ میں اپنے بھائی کے خوف سے بیجا نگر میں پناہ گزین ہوا اور اراج راجہ بیجا نگر نے اس کی بیحد خاطر و مدارات کی اور ایک حبشی امیر عنبر خاں کی جاگیر ابراہیم قطب شاہ کو عنایت کی۔ اہل دکن کا قاعدہ ہے کہ ایسے معاملات میں فتنہ و فساد برپا کرتے ہیں عنبر بھی جنگ آزمائی پر مستعد ہوا ایک روز ابراہیم قطب شاہ راجہ کے دربار کو جا رہا تھا عنبر نے سر راہ مقابلہ کیا اور کہا کہ ہم تم دونوں جنگ حریفانہ کریں جو زمرہ رہے وہ جاگیر کا مالک ہے ابراہیم قطب شاہ نے اس سے کہا کہ بادشاہوں کو اپنے ملک پر اختیار ہے جو حصہ زمین جس کو چاہیں عطا کریں ان معاملات میں جنگ و جدال سے کام لینا فضول ہے عنبر خاں نا سمجھ تھا اس نے قطب شاہ کی فصاحت نہ سنی اور سخت دست الفاظ سے یاد کرنے لگا۔ ابراہیم گھوڑے سے اتر آیا اور دکن کی رسم کے موافق شمشیر بازی میں مصروف ہوا۔ ابراہیم قطب نے ایک ہاتھ تلوار حریف کے شکم پر

لگایا جس سے دشمن ٹھنڈا ہو گیا عنبر خاں کے بھائی نے انتقام کا ارادہ کیا اور قطب شاہ سے یکجہلی کرنے پر مستعد ہوا ایک آفاقی جو قطب شاہ کا ملازم اور فرجنگ میں مشاق تھا اس کے مقابلہ میں آیا اور دشمن کو قتل کر دیا قطب شاہ نے عنبر کے نشان فوج پر جس کو دکن میں بیرق نشان کہتے ہیں قبضہ کیا اور اپنے مکان روانہ ہوا۔ ابراہیم نے اپنے بھائی کی زندگی میں بیجا نگر میں قیام کیا جمشید قطب شاہ نے وفات پائی اور مصطفیٰ خاں اردستانی اور صلابت خاں ترک و دیگر اعیان دولت نے جمشید کے دو سالہ فرزند کو بادشاہ بنایا اہل دکن نے جھوم کر کے خاندان قطب شاہی کو بے رونق کر دیا مصطفیٰ خاں و صلابت خاں نے باہم یہ طے کیا کہ ابراہیم قطب شاہ کو بیجا نگر سے طلب کر کے تخت حکومت پر بٹھائیں اہل دکن ان کے ارادہ سے آگاہ ہوئے اور اپنے استقلال کی کوشش کرنے لگے مصطفیٰ خاں و صلابت خاں اپنے ارادہ میں مستحکم تھے ان امیروں نے راجراج کو ایک عریضہ لکھ کر ابراہیم قطب شاہ کو اس کے طلب کیا اور راجراج نے ابراہیم کو گو لکنڈہ روانہ کیا۔ ابراہیم قطب شاہ تلنگانہ کی سرحد میں داخل ہوا اور سب سے پیشتر مصطفیٰ خاں اردستانی گو لکنڈہ سے روانہ ہو کر قطب شاہ کی خدمت میں پہنچ گیا۔ ابراہیم قطب شاہ نے مصطفیٰ خاں کو میر جھلگی کا عہدہ عنایت کیا۔ مصطفیٰ خاں نے ایک ہندو سوداگر سے دو لاکھ ہون قرض لیئے اور سامان سلطنت کی درستی میں مشغول ہوا۔ مصطفیٰ خاں کے میر جھلہ ہونے کی خبر گول کنڈہ پہنچی اور تمام باشندہ اس خبر کو سن کر بے حد خوش اور ابراہیم قطب شاہ کی فرمانروائی کی طرف راغب ہوئے۔ صلابت خاں بھی دو یا تین ہزار سواروں کے ہمراہ جن میں اکشر سپاہی غریب تھے دن کے وقت شمشیر بازی کرتا ہوا گو لکنڈہ سے سرحد کی طرف روانہ ہوا۔ صلابت خاں کے ساتھ دیگر افراد نے بھی کم عمر بادشاہ کی رفاقت ترک کی اور ابراہیم قطب شاہ کے گرد جمع ہونے لگے۔ اس طرح چھ یا سات ہزار سواروں کا جمع ہو گیا اور بادشاہ نے گول کنڈہ کا رخ کیا۔ ابراہیم قطب شاہ کے فوج میں پہنچا اور بقیہ اشخاص بھی جان و مال کی آمان لے کر اس کی خدمت میں حاضر ہو گئے۔ بادشاہ نے نیک ساعت میں باپ کے تخت پر چلوں کیا اور

بھی تھا ہوں نے بادشاہ پر درم و دینار بچھا ور کئے۔ قطب شاہ نے بھی اس روز بارہ ہزار طلائی ہون فقریوں والے اسحقان کو تقسیم کر کے ان کو شاد کیا۔ قطب شاہ عنبر خاں کے کبود نشان کو اپنے لیے مبارک سمجھا اور اپنی فرمانروائی کا نشان خاصہ بنایا۔ بادشاہ نے اپنی بہن کا مصطفیٰ خاں کے ساتھ نکاح کر کے اسکو صاحب بنایا اور حسن نظام شاہ سے اتحاد کر کے یہ طے کیا کہ دونوں فرمانروا باہم اتفاق کر کے گلبرگہ اور اہتگر کے قلعوں پر قبضہ کر لیں جس میں سے قلعہ گلبرگہ پر قطب شاہ اور حصار اہتگرہ پر نظام شاہ قابض ہو۔

۹۶۵ ہجری میں ہر دو فرمانروا علی عادل شاہ کی سلطنت میں داخل ہوئے اور گلبرگہ کا محاصرہ کر لیا۔ جب قلعہ قریب فتح کے ہو گیا تو قطب شاہ نظام شاہ کے رعب و داب سے خوف زدہ ہوا اور یہ امر خلاف مصلحت سمجھا کہ نظام شاہ کا اقتدار زیادہ ہو قطب شاہ نے خیمہ و خرگاہ اور تمام مال و اسباب میدان جنگ میں چھوڑا اور جیسا کہ وقایع نظام شاہیہ میں مرقوم ہے آدھی رات کو گولکنڈہ روانہ ہو گیا۔ نظام شاہ تنہا اس مہم کو سر نہ کر سکتا تھا وہ بھی جمہوراً احمد نگر واپس گیا۔ چند روز کے بعد راجراج عادل شاہ اور برید شاہ نے نظام پر حملہ کیا قطب شاہ نے بھی مصلحت اس میں دیکھی کہ زبردست جماعت کا ساتھ دے اور یہ بھی حملہ آوروں میں داخل ہو کر احمد نگر روانہ ہوا اور دیگر حکمرانوں کے ہمراہ قلعہ احمد نگر کے محاصرہ میں شریک ہو گیا۔ یہ قلعہ بھی قریب تھا کہ سر پہنچ جائے۔ لیکن قطب شاہ نے پھر ستم ظریفی سے کام لیا اور جیسا کہ پیشتر مرقوم ہو چکا ہے۔ خیمہ و اسباب میدان جنگ میں چھوڑ کر احمد نگر سے فراری ہوا۔ قطب شاہ جلد سے جلد گولکنڈہ پہنچ گیا۔ اور اس کی اس حرکت نے راجراج و عادل شاہ کے ارادوں میں خلل پیدا کر دیا اور عادل شاہ احمد نگر سے واپس آئے اور قطب شاہ نے دوبارہ نظام شاہ سے رابطہ اتحاد کیا۔ قطب شاہ نے بی بی جمال دختر نظام شاہ سے عقد کرنے کی درخواست کی نظام شاہ نے یہ استدعا اس شرط پر قبول کی کہ قطب شاہ اس کے ہمراہ عادل شاہ کے مقابلہ میں صف آرا ہو کر قلعہ کلیان عادل شاہی قبضہ سے نکال لے قطب شاہ نے یہ شرط منظور کر لی۔

۹۱۰ھ ہجری میں حسن نظام شاہ احمد نگر سے روانہ ہوا اور قطب شاہ نے گوکنڈہ سے کوچ کیا۔ قلعہ کلیان کے نواح میں دونوں فرمانروا ایک دوسرے سے ملے اور پہلے جشن عقد منعقد کر کے بیاہ کی رسوم ادا کی گئی اور اس کے بعد ہر دو حکمرانوں نے قلعہ کا محاصرہ کر لیا۔ راج و عادل شاہ و تغال خاں و امیر برید نے باہم اتفاق کر کے ان کا مقابلہ کیا اور جیسا کہ حسین نظام کے حالات میں مرقوم ہو چکا ہے قطب شاہ نے گوکنڈہ کی راہ لی اور حسین شاہ بے نیل مرام احمد نگر واپس آیا عادل شاہ اور راج نے احمد نگر تک حسین نظام کا تعاقب کر کے نظام شاہی ملک کو دوبارہ تاخت و تاراج کیا۔ عادل شاہیوں نے تقریباً چھ ماہ قصبہ او کی میں قیام کر کے تلنگانہ میں بھی رعایا کو بید نقصان پہنچایا لیکن آخر میں قطب شاہ کی حن تدبیر سے صلح ہو گئی اور ہر فرمانروا اپنے ملک کو واپس گیا۔

۹۱۲ھ ہجری میں ابراہیم قطب شاہ نے عادل شاہ و نظام شاہ کے ساتھ راج سے معرکہ اراکی کی اور کامیاب و بامراد واپس آیا۔ قطب شاہ گوکنڈہ پہنچا ہی نہ تھا کہ مصطفیٰ خاں اروستانی جو ہمیشہ بادشاہ سے خایف رہتا تھا زیارت و طواف حرمین شریفین کا بہانہ کر کے راستہ ہی سے اس سے جدا ہو کر عادل شاہ کے ملازموں میں داخل ہو گیا۔ مرتضیٰ نظام کے عہد حکومت میں نظام شاہ کی والدہ خونزہ ہمایوں کی حکومت سے ملک میں خلل پیدا ہوا عادل شاہی سپہ سالار مسمیٰ کشور خاں سرحد نظام شاہی پر وارد ہوا اور قلعہ دارور پر پہنچ کر اس نے متعدد پرگنوں پر قبضہ کر لیا۔ مرتضیٰ نظام نے اپنی والدہ کو گرفتار کر کے ایک قلعہ میں نظر بند کیا اور ملا حسن تبریزی کو خاں خاناں کا خطاب دیکر پیشوا مقرر کیا اور قلعہ دارور کی طرف اسے روانہ کیا۔ مرتضیٰ نظام نے نامہ و حاجب کے ذریعہ سے قطب شاہ سے بھی مدد طلب کی۔ قطب شاہ تلنگانہ کا لشکر ساتھ لے کر جلد سے جلد روانہ ہوا لیکن قطب شاہ کے درود سے قبل ہی نظام شاہ نے قلعہ کو سر کر کے کشور خاں کو قتل کیا اور عادل شاہی سرحد میں داخل ہو گیا قطب شاہ نے عادل شاہی ملک میں نظام شاہ کے پہلو میں اپنے خیمے نصب کرائے۔ علی عادل نے جیسا کہ پیشتر مرقوم ہو چکا ہے شاہ ابو الحسن ولد شاہ طاہر کو

نظام شاہ کی خدمت میں روانہ کیا اور قطب شاہ کا وہ خط جو عادل شاہ کی ایک جہتی  
 و اتحاد کے بارے میں آیا تھا نظام شاہ کو دکھلایا خانانوں نے اس نامہ کی تائید  
 کی اور نظام شاہ خانانوں کے اغوا و نوشتہ سے قطب شاہ سے ناخوش ہو گیا  
 اور اپنے امیروں کو حکم دیا کہ قطب شاہی بارگاہ کو تاج کریں قطب شاہ کو اس  
 واقعہ کی اطلاع ہوئی اور وہ تنہا گوکنڈہ روانہ ہو گیا نظام شاہیوں نے اس کی بارگاہ کو  
 تاج کیا اور تلنگانہ کی سرحد تک اس کا تعاقب کرتے گئے اور تقریباً ڈیڑھ سو ماہی  
 گرفتار کیئے ابراہیم قطب شاہ کے فرزند اکبر شاہزادہ عبدالقادر نے جو خوشخط اور بہادر تھا  
 باپ کی خدمت میں عرض کیا کہ نظام شاہیوں نے بڑی جرات سے کام لیا ہے اور ہمارے  
 لشکر کو بے نقصان پہنچایا ہے۔ اگر حکم ہو تو میں بعض امیروں کے ہمراہ کمین گاہ میں  
 روپوش ہو کر عقب سے ان پر حملہ آور ہوں قطب شاہ فرزند کو صاحب دعویٰ اور اس  
 تحریک میں امرائے کبار کو شامل سمجھا قطب شاہ نے راہ میں فرزند کی بات کا جواب نہ  
 دیا بادشاہ گولکنڈہ پہنچا اور عبدالقادر کو ایک قلعہ میں قید کر دیا چند روز کے  
 بعد شاہزادہ کو دربار کے ذریعہ سے ہلاک کیا۔ بادشاہ اس حادثہ کا اصل سبب  
 ملا حسین خاننوں کو سمجھا تھا اس سے بچد آرزو ہو اور حکم دیا کہ اس کے ملک میں  
 ہر شخص عبارت لکھ رکھے کہ استاد نوری جراح و ندان کن تبریز کے ایک حملہ مکالمہ ساکن  
 ہے یہ شخص دربار بھرتا اور ہر شخص کے ہلتے ہوئے دانت کو اکھیرتا اور دوپہل اسکی  
 اجرت لیتا ہے لیکن زمانہ کی خوبی سے اس کے فرزند حسین جراح کو ہمارے برادر بزرگ  
 قرضی نظام شاہ سکھارائے و اسطو تدبیر کے خطاب سے یاد فرماتے ہیں۔  
 اسی دوران میں چنگیز خاں جو مدبر و عقلمند امیر تھا نظام شاہ کا پیشوا مقرر ہوا اور  
 اُس نے ارادہ کیا قطب شاہ نے عادل شاہ سے ملاقات کر کے ارادہ کیا کہ  
 عادل شاہ کی مدد سے تغال خاں کی اعانت کرے چنگیز خاں اس ارادہ سے  
 واقف ہوا اور جس وقت قطب شاہ و عادل شاہ اپنے اپنے مقام سے روانہ  
 ہوئے چنگیز خاں نے نظام شاہ کو اپنے ہمراہ لیا اور عادل شاہی ملک میں پہنچکر  
 بادشاہ کو پیغام دیا کہ نظام شاہ کی دوستی پر قطب شاہ و تغال خاں کے اتحاد کو ترجیح دینا  
 بے معنی ہے عادل شاہ نے شاہ ابوالحسن کے مشورہ کے مطابق بجائے قطب شاہ کے نظام شاہ



سے ملاقات کی۔ اس جلسہ میں یہ طے پایا کہ نظام شاہ برادر اور بیدر کو فتح کر کے اور عادل شاہ کو مالک کے اس حصہ زمین پر جسکا محصول برادر و بیدر کے مساوی ہو قبضہ کرے اور قطب شاہ اپنے حال پر چھوڑ دیا جائے اور اس جانب سے اسے کچھ سروکار نہ ہو۔ قطب شاہ نے ایک لشکر نکال خاں کی مدد کے لیے روانہ کیا نظام نے برادر کو فتح کر لیا اور بیدر کے محاصرہ میں مشغول ہوا قطب شاہ کو اپنے زوال کا اندیشہ ہوا اور اپنے میر جملہ میرزا اصفہانی کو بطور صاحب نظام شاہ کے حضور میں روانہ کیا اور اس قدر کوشش کی کہ پستگیز خاں وکیل سلطنت کا قدم در میان سے اٹھ گیا۔ ۹۸۸ھ ہجری میں علی عادل بھی قتل کیا گیا اور مرتضیٰ نظام شاہ نے اس کے بعض شہروں پر قبضہ کرنے کا ارادہ کیا قطب شاہ نے مجبوراً اپنے چند امیر بھی نظام شاہ کی مدد کے لیے روانہ کئے۔ ہنوز یہ معاملہ طے نہ ہوا تھا کہ شہر ہجری تھا ابراہیم قطب شاہ نے بھی وفات پائی اس بادشاہ نے بتیس سال چند ماہ حکومت کی۔

**محمد قلی قطب شاہ** | ابراہیم قطب شاہ کی وفات کے بعد اس کے تین فرزند بہ قید حیات

بقیے یعنی محمد قلی - خدا بندہ اور سلیمان قلی - ان ہمسرہ

فرزندوں میں محمد قلی قطب شاہ اولاد اکبر ہونے کی وجہ سے باپ کا جانشین ہوا محمد قلی نے نیک سادگت میں بارہ برس کے سن میں تخت حکومت پر جلوس کیا اور شاہ میرزا اصفہانی کی دختر سے جو خاندان طباطبائی کا مستند سید تھا نکاح کیا۔ میرزا اصفہانی عرصہ تک ابراہیم قطب شاہ کی میر جملگی کا کام انجام دے چکا تھا۔ محمد قلی قطب شاہ نے میرزا اصفہانی کی نصیحت اور مشورہ سے نظام شاہ خاندان کے ساتھ اتحاد پیدا کیا اور سر لشکر احمد نگر سید مرتضیٰ سبزواری کی مدد کے لیے عادل شاہی ملک کو روانہ ہوا اور قلعہ شولا پور شاہ درک کے قلعوں کو فتح کر کے نظام شاہی امیروں کے سپرد کیا۔ اور اسکے بعد نظام شاہ کے لشکر کی مدد سے آگے بڑھا تاکہ گلبرگہ اور اہلشکر کے حصاروں پر خود قبضہ کرے۔ بادشاہ نے سفر کی منزل میں طے کیں اور سید مرتضیٰ سے جا ملا۔ بیجا پور میں امرا کی شامت اعمال سے غارتگی ہو رہی تھی قطب شاہ نے نظام شاہی امیروں کے ہمراہ شاہ درک کا محاصرہ کر لیا۔

اس حصار کے تھانہ دار محمد آقا ترکمان نے دشمن کی مدافعت کی اور بیچہ شجاعت و مردانگی سے کام لیا اور قطب شاہیوں اور نظام شاہیوں کی ایک کثیر تعداد کو توپ و تفنگ سے ہلاک کیا۔ حریف اپنے ارادے پر پیشیاں ہوئے اور انھوں نے مجلس مشورہ منعقد کی جس میں یہ قرار پایا کہ بجائے شاہ درگ میں زحمت اٹھانے کے مناسب یہ ہے کہ ہم بیجا پور کا رخ کریں اور تنگناہ پر قابض ہو جائیں۔ اس قرار داد کے مطابق قطب شاہی و نظام شاہی فوج بیجا پور پہنچی اور تنگناہ کا محاصرہ کر لیا اس لشکر نے شہر سر کرنے میں پوری کوشش کی لیکن کچھ کارباری نہ ہوئی اور قطب شاہ طول محاصرہ سے پریشان خاطر ہو گیا۔ جو امیر کہ موقع کے منتظر تھے۔ انھوں نے بادشاہ سے عرض کیا کہ زمانہ قدیم سے دکن کے فرانرواؤں کا یہ قاعدہ مقرر ہے کہ جب کبھی کوئی بادشاہ کسی غنیم پر حملہ آور ہوتا ہے اور اس جہم میں اسے امداد کی ضرورت ہوتی ہے تو دوسرا فرمانروا خود سفر کی زحمتیں گوارا کرتا ہے چنانچہ نظام شاہی قطب شاہی و عادل شاہی حکمراں ہمیشہ اس دستور العمل پر کار بند رہے بادشاہ کے وقار و مہکت کے یہ امر بالکل خلاف تھا کہ شاہ میرزا کی نصیحت پر عمل کر کے محض نظام شاہی امیروں کی امداد کے لیے سفر اختیار کرتے۔ امیروں کی اس تقریر نے قطب شاہ پر بوز اثر کیا اور اس نے گوگلنڈہ واپس جانے کا مصمم ارادہ کر لیا سید مرتضیٰ اس ارادے سے مطلع ہو گیا اور اس نے خود تحریک کی ابتدا کی اور قطب شاہ سے عرض کیا کہ مناسب یہ ہے کہ ہم اپنے اپنے ملک کو واپس جائیں۔ میں عادل شاہی سرحدی پر گناہت کو نظام شاہی ملک میں داخل کروں اور حضور حسنا باد گلبرگہ پر اپنا قبضہ کریں۔ قطب شاہ کی عین تنہا ہی تھی بادشاہ نے سید مرتضیٰ کے ہمراہ بیجا پور کے نواح سے کوچ کیا اور حسنا باد کے قریب پہونچ کر سید امیر رسل استر آبادی کو جو مصطفیٰ کے خطاب سے مشہور تھا سر لشکر مقرر کیا اور سات ہزار سواروں اور بے شمار ہاتھیوں کے ہمراہ اسے تسخیر گلبرگہ کے لیے اس مقام پر چھوڑا اور خود اپنے مخصوص درباریوں کے ہمراہ جلد سے جلد گوگلنڈہ پہونچ گیا۔ قطب شاہ نے شاہ میرزا کو قید کر کے نظر بند کر دیا لیکن چند روز کے بعد اس کا قصور معاف کیا اور حکم دیا کہ

شاہ میرزا خاں ضروری اسباب کے ہمراہ کشتی میں سوار کر کے اصفہان روانہ کر دیا جائے بادشاہ کے حکم کی تعمیل کی گئی لیکن شاہ میرزا نے اصفہان پہنچنے سے قبل راستہ میں وفات پائی۔ مصطفیٰ خاں نے حوالی حسنا باد میں قیام کر کے اس جنازہ کے اکثر پرگنوں پر قبضہ کیا یہ خبر بجا پور پہنچی اور دلاور خاں حبشی ایک ہزار لشکر ساتھ لیکر اس کے مقابلہ کے لیے آیا فریقین میں خونریز جنگ ہوئی اور مصطفیٰ خاں پریشان حال معرکہ جنگ سے بھاگا اور بڑی مشقت کے بعد تلنگانہ پہنچا۔ تقریباً ایک سو تیس ہاتھی اور بے شمار مال غنیمت عادل شاہیوں کے ہاتھ آیا اس معرکہ کے بعد سے آجکی تاریخ تک جو اٹھائیس سال کا زمانہ ہے عادل شاہی و قطب شاہی خاندانوں میں رنجش دور ہو گئی اور اخلاص و محبت کے مراسم جاری ہیں۔

سنہ ہجری میں خواجہ علی شیرازی المصطفیٰ یہ ناکس التجار بجا پور کے امرا کے ایک گروہ کے ہمراہ گولکنڈہ آیا اور ابراہیم عادل شاہ تانی کا قطب شاہ کی حقیقی بہن کے ساتھ پیغام دیا قطب شاہ نے منظور کیا اور جشن بادی منعقد کر کے نیک ساعت میں شاہزادی کا ڈولہ بجا پور روانہ کر دیا۔ محمد علی قطب شاہ اپنی حکومت کے اوایل زمانہ میں ایک بازاری درخت سدا بھاگ سنی پر عاشق ہوا اور ہزار سوار اس کے مکان پر ملازم کر دیئے تاکہ امرا کی طرح دربار میں آمد و رفت کرے۔ اتفاق سے اس زمانہ میں گولکنڈہ کی آب و ہوا سے لوگوں کو نفرت ہو گئی بادشاہ نے تختگاہ سے چار کوس کے فاصلہ پر ایک نیا شہر جو اپنے ہر چار سمت کے اعتبار سے ہندوستان میں بے نظیر ہے بسایا اور اسے اپنا پایہ تخت قرار دیکر شہر کو بھاگ نگر کے نام سے موسوم کیا لیکن آخر میں بادشاہ اس نام سے شرمندہ ہوا اور بلوہ چیدر آباد نام لکھا لیکن عام طور پر یہ شہر بھاگ نگر ہی کے نام سے پکارا جاتا ہے اس شہر کا دور پانچ کوس کا ہے اور اس کے بازار دیگر بلوہ ہندوستان کے خلاف بھی صاف و سمور ہیں اس شہر کی آب و ہوا اچھی ہے اور مسافر و اہل شہر سب کے مزاج کے موافق ہے۔ بلوہ کے اکثر بازار ندی کے کنارہ آباد ہیں بازاروں کے دونوں طرف ندی بہتی

اور اس ندی کے کنارے کنارے دورویہ سایہ دار درخت ہیں۔ شہر کے بازار چونہ اور پتھر سے پختہ بنائے گئے ہیں، بادشاہی محل اپنی ساخت کے اعتبار سے بے مثال ہیں۔

اہل ہند کی کتابوں میں مرقوم ہے کہ تین ملکیتیں ایک دوسرے کے محاذ میں واقع ہیں جو باعتبار خواص و آب و ہوا ایک دوسرے سے بالکل مشابہ ہیں ان حکامات کے نام تلنگ و دنگ و بنگ ہیں۔ تلنگانہ کا ملک یہی حصہ ہے جو جنوبی ہندوستان میں واقع اور قطب شاہیوں کے زیر حکم ہے۔ بنگ سے مراد ملک بنگال ہے۔ اور ونگ اس حصہ ملک کو کہتے ہیں جو ان دونوں ملکوں کے درمیان واقع ہے اس حصہ ملک کو آج تک کوئی مسلمان فرمانروا سر نہیں کر سکا اب یہ بادشاہ اس ملک کو فتح کرنا چاہتا ہے اور بیشتر حاکم پر اپنا قبضہ کر چکا ہے۔ اس ملک کا حاکم پایا بلند اپنے ملک کے دور دراز حصہ میں پناہ گزین ہو گیا ہے۔

سلسلہ ہجری میں ایک عجیب و غریب واقعہ پیش آیا جس کی نظیر خاندان قطب شاہی میں نہیں ملتی اس اجمال کی تفصیل یہ ہے کہ شہر سے باہر ایک بلند مقام پر جس کو نہات گھاٹ کہتے ہیں شاہی عمارت ہے جب کبھی بادشاہ اس قصر میں تشریف لاتا ہے تو قصر کا دروازہ کھلتا ہے ورنہ قفل پڑا ہوتا ہے۔ اتفاق سے غریب سودا گروں کا ایک قافلہ چاندنی رات میں ادھر سے گزرا اور مردوں اور عورتوں کا ایک گروہ اس خیال سے کہ قصر میں بیٹھ کر آرام سے بادہ نوشی کریں مکان میں آیا اور قفل توڑ کر ان لوگوں نے مجلس نشاط گرم کی۔ شاہی محافظوں اس واقعہ کی اطلاع ہوئی اور انھوں نے نرمی سے ان کو منع کیا قافلہ نے پاسبانوں کی بات نہ سنی اور قصر شاہی میں داخل ہو کر اندر سے دروازے بند کر لیے آخر کار زمین نے سختی اور شدت سے کام لیا۔ صبح کو چوکیدار شہر میں آئے اور انھوں نے کچھ اس طرح بادشاہ سے شکایت کی کہ محمد قلی قطب شاہ کو بید غصہ آیا بادشاہ نے حکم دیا کہ حجم نوراً قتل کئے جائیں۔ اہل دکن کو یہاں ہاتھ آگیا اور انھوں نے احمد نگر کی طرح یہاں بھی تلواریں نیام سے نکالیں اور عام طور پر غریبوں کو قتل اور ان کا مال و اسباب تاراج کرنے لگے قطب شاہ کو اس واقعہ کی اطلاع ہوئی اور اس نے کوتوال شہر سے

سخت باز پرس کر کے اپنے مقرب درباریوں کو روانہ کیا جنہوں نے اہل دکن کے فتنہ کو فرو کیا کہتے ہیں کہ نیم ساعت میں تقریباً سو غریب ہیگناہ تہ تیغ کر دیئے گئے اور ان کا مکان تاراج کیا گیا۔ بھاگ بنگر میں عجیب ہنگامہ برپا تھا اور غریبوں کو معلوم نہ ہوتا تھا کہ بادشاہ کے قہر و غضب کا سبب کیا ہے۔

محمد قلی قطب شاہ میں چند باتیں ایسی جمع تھیں جو بہت کم بادشاہوں کو نصیب ہوئی ہونگی اول یہ کہ اس بادشاہ نے اپنے بھائیوں کو بحید عزیز رکھا اور ان کو اپنا مصاحب دہم نشیں بنا کر بے خوف و خطر ان سے ملتا اور باتیں کرتا تھا بادشاہ کے بھائی بھی محمد قلی کی یہ عنایت دیکھ کر بحید اخلاص و محبت سے پیش آتے تھے تیس سال کے عہد حکومت میں بادشاہ کبھی اپنے بھائیوں سے ناراض نہیں ہوا یہ امر خدا کا ایک ایسا عطیہ ہے جو ہر فرمانروا کو نصیب نہیں ہوتا۔ دوسرے یہ کہ میر محمد مومن استرآبادی جن کے اسلاف شاہان ایران کے دربار میں ہمیشہ معزز و کرم رہے اور جو خود ہی شاہ طہاسب کے عہد میں میرزا احمد کے نام سے موسوم تھے پچیس سال اس بادشاہ کے عہد میں وکیل سلطنت رہے۔ سید موصوف کے جید عالم اور دینی و دنیاوی اعزاز کا مجموعہ تھے۔ سید صاحب خوشگلو شاعر بھی تھے جن کے اشعار معروف و مشہور ہیں بادشاہ ان سے بچہ عقیدت کے ساتھ پیش آتا ہے اور سلطنت کے تمام اہم معاملات کو سید موصوف کے سپرد کر کے خود اپنے بھائیوں اور ندیوں کے ساتھ عیش و عشرت میں زندگی بسر کرتا ہے۔

تیسرے یہ کہ اس بادشاہ عالی جاہ کو اہل بیت کی محبت کا پورا صلہ مل گیا ہے۔ ناظرین کو معلوم ہے کہ جس زمانہ سے کہ ہندوستان میں اسلام رائج ہوا ہند کے کس فرمانروا کو شاہان ایران سے قرابت کی غرضت نہیں حاصل ہوئی لیکن اس زمانہ میں شاہ عباس والی ایران نے اپنے ایک فرزند کی زوجیت کے لیے قطب شاہ کی دختر کی خواستگاری کی ہے محمد قلی اس نسبت کو سعادت و ارین خیال کر کے سامان عقد میں مصروف ہے تاکہ شہزادی کو شاہانہ روش کے مطابق ایران روانہ کرے۔

پانچواں وضعہ عہد الملک کے حالات میں جس نے برادر میں حکومت کی

سلاطین دکن کے حالات کی تفتیش کرنے سے ایسا ظاہر ہوتا ہے کہ فتح اللہ عہد الملک بیجا نگر کے کسی غیر مسلم کا فرزند ہے یہ شخص بچپن میں مسلمانوں کے ہاتھ میں گرفتار ہو کر سپہ سالار ملک برادر خاں جہاں کے غلاموں کے گروہ میں داخل ہو گیا۔ شباب کے زمانہ میں آثار قابلیت اس کے چہرہ سے نمایاں تھے جسکی

وجہ سے خان جہاں کے مقرب درباریوں میں شامل ہوا۔ خان جہاں کی وفات کے بعد سلاطین بھنبہ کے گروہ غلاموں میں اپنا نام درج کرایا اور سلطان محمد شاہ بہر کے عہد حکومت میں خواجہ کاوان کی مہربانی و نوازش سے عہد الملک کا خطاب حاصل کر کے لشکر برادر مقرر ہوا۔ عہد الملک نے ۹۹۲ء میں خود مختاری حاصل کر کے خطبہ دسکا اپنے باپ کا جاری کیا۔ اس کی وفات کے بعد عہد الملک کا بڑا فرزند علاء الدین اس کا قائم مقام ہو کر فرمانروائے برادر کہلایا۔

علاء الدین عہد الملک شخص بھی مثل اسمعیل عادل اور برہاں نظام کے اس سلسلہ میں پہلا فرمانروا ہے جس نے شاہ کا خطاب اپنے لئے اختیار کیا۔ اور قلعہ کاویل کو اپنا دار الخلافہ بنایا۔ سلطان محمود بہمن امیر

برید کے موکل کی قید سے بھاگ کر اس کے پاس پناہ گزین ہوا اور علاء الدین بادشاہ کے ہمراہ محمد آباد بیدر پر حملہ آور ہوا تاکہ امیر برید کو تباہ کر کے وارث سلطنت کو تخت حکومت پر بٹھایا۔ نظام شاہ نے مصلحت اسی میں دیکھی کہ وہ امیر برید کا ساتھ دے اور جیسا کہ قبل مذکور ہوا سلطان محمود بہمن معرکہ جنگ میں امیر برید سے جا ملا اور عہد الملک نے قیل مرام کاویل واپس آیا۔

۹۹۳ء میں امیر برید نے قلعہ اہور پر لشکر کشی کی اور خداوند خاں حبشی کو قتل کر کے قلعہ پر قابض ہو گیا عہد الملک نے خداوند خاں کے بیٹوں کی حمایت پر کمر باندھی اور خیل دشم کے جمع کرنے میں مشغول ہوا۔ امیر برید نے مصلحت وقت کا لحاظ کیا اور دونوں قلعے خداوند خاں کے بیٹوں کو واپس دیکر انھیں عہد الملک کا مطیع بنایا۔ عہد الملک نے دفعہ دفعہ ان قلعوں پر قبضہ کر کے اپنے معتد امیروں کے سپرد کیا۔ حبشی کے فرزند برہاں شاہ کے پاس آئے اور طلب داد رسی کی اس وجہ سے برہاں

اور عمار الملک کی دوستی دشمنی سے بدل گئی اور دونوں فریق کے درمیان فوجوں پر  
معرکہ آرائیاں ہوئیں ان لڑائیوں میں عمار الملک کو ہر دفعہ شکست ہوئی اور فراری  
ہو کر اس نے قلعہ کاویل میں پناہ لی۔ اس درمیان میں عمار الملک نے اسمعیل عادل  
کی خواہش سے عقد کیا چونکہ اس زمانہ میں عادل شاہ راجہ بیجا نگر کے محاربات میں مشغول  
تھا عمار الملک نے حصار ماہور اور را کر پر قبضہ کر لیا۔

سلطنت میں عمار الملک نے میراں محمد شاہ حاکم برہانپور کے ہمراہ نظام  
سے اپنا انتقام لینے کا ارادہ کیا اور جنگ و جدال کی طرف توجہ کی۔ ایک  
شدید معرکہ کے بعد نظام شاہ کو پھر فتح ہوئی اور برہان نظام دونوں فرماؤ اول کے  
اسب و فیل و توپخانہ پر قابض ہو گیا۔ عمار الملک اور حاکم برہانپور دونوں فراری  
ہوئے۔ عادل شاہ رائے بیجا نگر کے فتنوں میں گرفتار تھا۔ اس لیے یہ اشخاص  
سلطان بہادر بھارتی کے دامن میں پناہ گزین ہوئے سلطان بہادر اس فکر میں تھا  
کہ دکن کو فتح کرے وہ موقع پا کر ایک عظیم الشان فوج کے ہمراہ برہانپور کے راستہ  
سے برار آیا۔ اور عمار شاہ سلطان بہادر کے تیور دیکھ کر اپنے ارادہ سے شرمندہ ہوا لیکن  
چونکہ چارہ کار نہ تھا اسکی اطاعت کی اور برار میں سلطان بہادر کے نام کا خطبہ دیکر  
جاری کیا۔ عمار الملک نے حاکم برہانپور کی مدد سے جو کارروائی اس موقع پر کی  
وہ اپنی جگہ مذکور ہو چکی ہے۔ عمار شاہ نے دولت آباد سے برار کی راہ لی اور سلطان  
بہادر اپنے ملک کو واپس آیا۔ علاء الدین عمار شاہ نے بھی باپ کی طرح سفر آخرت  
اختیار کیا۔ اور اسکا فرزند اکبر دریا عمار الملک بادشاہ ہوا۔

دریا عمار شاہ کی حکومت کا بیان  
دریا عمار شاہ نے تخت حکومت پر قدم رکھا اور اپنی دہشت  
دولت شاہ کو حسین نظام شاہ کی عہد میں دیکر حکام دکن کے ساتھ  
دوستی اور مروت کا طریقہ اختیار کیا اس فرماؤ نے بلا کسی  
دغدغہ اور تکلیف کے حکومت کی اور آخر کار اس جہان سے سفر کیا۔ اس کی وفات  
کے بعد دریا عمار کا سن فرزند صاحب چتر و حکومت ہو کر فرماؤ اکبر لایا۔

برہان عمار شاہ ابن  
دریا عمار شاہ کی حکومت  
تغال خاں دکنی جو فائدہ انہی کا غلام تھا برہان عمار پر غالب  
آیا اور ابراہیم قطب شاہ اور برہانپور کے حکام

فائدہ قیہ کی امداد سے اس نے پوری طاقت شوکت حاصل کر کے برہان عماد کو قلعہ پرتالہ میں نظر بند کیا اور ملک میں خطبہ اور سکھ اپنے نام کا جاری کیا۔ تھال خاں بہادر اور صاحب بخش حاکم تھا۔

عماد الملک تھال خاں تھال خاں برہان عماد کا قدم در میان سے اٹھا کر صاحب استقلال ہوا۔ اس نے مخالفت کو اس حد تک پہنچایا کہ مرتضیٰ نظام برار کے فتح کرنے کے لیے اس کے ملک میں داخل ہوا۔ تھال خاں لاچار ہو کر علی عادل شاہ سے طالب امداد اور مقصد میں کامیاب ہوا۔ نظام شاہ اس واقعہ سے خبردار ہوا۔ اور اپنی والدہ خونزہ بہادر کی رائے کے موافق عماد شاہ کے ہمراہ برار سے واپس آیا لیکن

کاغلبہ اور دولت  
عماد شاہی کا نظام  
شاہی خاندان میں  
منتقل ہونا۔

سنہ ۹۸۰ء کے آخر میں نظام شاہ نے برار کو فتح کرنے کا پھر ارادہ کیا اور عماد شاہ کی آزادی کو بہانہ بنا کر تھال خاں پر حملہ آور ہوا۔ تھال خاں نے پریشان ہو کر ابراہیم قطب شاہ سے مدد طلب کی اور تلنگانہ کی فوج سے قوی دل ہو کر نظام شاہی لشکر کے سرگردہ جنگیز خاں کے مقابلہ میں صف آرا ہوا تھال خاں نے تریف سے شکست کھائی اور ایک مدت دراز تک جنگوں میں آوارہ پھرنے کے بعد آخر خود قلعہ پرتالہ میں اور اس کا فرزند شمشیر الملک قلعہ کا دہل میں پناہ گزین ہوا۔ نظام شاہ نے حصار پرتالہ کا جو پہاڑ پر واقع اور جسکی تسخیر تو پہنچینی خاں کے محال ہے محاصرہ کر لیا۔ محاصرہ کو ایک زمانہ گزر گیا اور نظام شاہ نے واپسی کا ارادہ کیا نظام شاہی میر جلد جنگیز خاں نے بادشاہ کو اس ارادہ سے روکا اور اپنی حسن تدبیر اور رمہیہ اور اشرفی کی بوجھ سے اکثر اہل قلعہ کو جو حصار کی محافظت پر مقرر تھے اپنا رازدار بنایا۔ اہل قلعہ محاصرہ کی شکلیوں سے بید تنگ آچکے تھے۔ راتوں کو اپنے کو برج و بارہ سے بذریعہ کند نیچے گرانے اور جنگیز خاں کے پاس جمع ہونے لگے یہ اشخاص اس طرح بڑے منصوبوں اور عمدہ جاگیروں کے مالک ہو گئے جو لوگ قلعہ میں مقیم تھے انھوں نے اپنے ہمارے حال منکر ہر ممکن طریقہ سے اپنے کو قلعہ سے باہر نکالا اور جنگیز خاں کے وسیلہ سے نظام شاہی سرکار سے عہدے اور مناصب پا کر اپنے مقاصد میں کامیابی حاصل کرنے لگے۔ قلعہ کے اندر باہر توپ انداز اور آتشباروں میں بارہ آدمیوں سے زیادہ



درست نظام شاہی فوق فیہ موقع پایا اور قلعہ کی دیوار کے سامنے مورچل کو بجا کر بڑی توپوں سے دیوار میں تھوڑا رخسہ پیدا کر دیا چونکہ توجہ کار سپاہی قلعہ میں نہ تھے جنگیز خان کے خاصہ کے اٹھائیس سپاہی اور ایک نفیرچی قلعہ کے نیچے گئے اور زینہ لگا کر قلعہ کے برج پر چڑھ گئے اور نفیر سپہج جو جنگیز خان کا مخصوص باجہ تھا بجایا تفال خاں سمجھا کہ جنگیز خان خود قلعہ میں داخل ہو گیا اور پریشان و بدحواس ہو کر قلعہ کے عقب کا دروازہ کھول کر اپنے ایک مخصوص گروہ کے ساتھ ۹۸۲ میں کوہ و جنگل کی راہ لی۔ مرتضیٰ نظام قلعہ میں داخل ہوا اور خزانہ اور عمدہ پیش قیمت مال و اسباب پر اس نے قبضہ کر لیا اور بقیہ سامان کو شاہی حکم سے لشکر سے سارا ارج کیا۔ سید حسن ابتر آبادی تفال خاں کے قوا قب میں روانہ ہوا اور میرے روز اسے گرفتار کر کے فتح پور سے نظام شاہ کے پاس لے آیا اس دوران میں کاویل کا قلعہ بھی امان دینے کے بعد فتح ہوا اور تفال خاں کا شمشہ الملک بھی گرفتار ہوا نظام شاہ نے تفال خاں شمشہ الملک اور برہان الملک کو مع اسکی اولاد کے جو اس قلعہ میں قید تھے اپنی مملکت کے ایک حصار میں روانہ کرایا ان تمام قیدیوں نے ایک ہی شب کو دنیا سے رحلت کی۔

بعض اشخاص کہتے ہیں کہ حصار کے محافظوں نے نظام شاہ کے حکم کے موافق قیدیوں کا گلا گھونٹ دیا اور بعضوں کی رائے ہے کہ پاسبان ان قیدیوں کو رات کے وقت ایک تنگ کوٹھڑی میں بند کر کے دروازہ کو مقفل کر دیتے تھے تاکہ یہ لوگ پریشان ہو کر محافظوں کو روپیہ دیکر اپنا ہی خواہ بنالیں قیدی نان شبینہ کو محتاج تھے اور پاسبانوں کی خواہش کے مطابق عمل نہ کر سکتے تھے پاسبان ان پر سختی کا روز بروز اضافہ کرنے لگے چونکہ ہوا میں گرمی زیادہ تھی ایک رات چھوٹے اور بڑے تمام قیسدی جو چالیس تھے حجرہ میں بند کر دیے گئے گرمی اور ہوا کی قلت کی وجہ سے ان کا دم گھٹ گیا اور سب کے سب نذر اجل ہوئے صبح کو پاسبانوں نے حجرہ کا دروازہ کھولا اور قیدیوں کو مردہ پایا۔ غرض کہ اس سال عمار شاہی اور تفال خاں حکومتوں کا خاتمہ ہوا اور دونو خاندان میں سے ایک شخص بھی زندہ نہ رہا۔

چھٹا روضہ برید شاہیہ کے حالات میں جو بریدیں حکمران	تاریخ ہند کی تالیف کے وقت تک اس خاندان کے سات فرزند ایکے بعد دیگرے حکمرانی کر چکے ہیں اور بریدیں ان کے نام کا خطبہ دے سکے جاری ہو چکا ہے انھیں باقی خاندان جو بلدہ برید کا حکمران تھا قاسم برید کے نام سے مشہور ہے۔
قاسم برید کی حکومت کا بیان	قاسم برید ترک کرمی غلاموں میں داخل تھا خواجہ شہاب الدین علی یزدی کے ہمراہ ولایت سے دکن وارد ہوا۔ خواجہ شہاب الدین نے اسے سلطان محمد شاہ فاروقی کے ہاتھ فروخت کیا۔ قاسم برید
	مسابقت بہت بہادر تھا خود شعلی کے علاوہ اکثر ساز بھی بجاتا تھا۔ اس بادشاہ کے عہد میں گروہ امراء میں شامل ہوا اور ولایت پائیں اور جاننے کے درمیانی حصہ ملک کی آبادی کے فتنہ کو فرو کرنے کے لئے مامور ہوا۔ یہ باغی قوم کے مرہٹے اور بڑے سرکش تھے۔ اس مہم میں قاسم کو فتح ہوئی جس نے اسکی شہرت اور نام و نمود کو دہلا کر دیا مرہٹوں کا سردار سا باجی اس معرکہ میں کام آیا اور قاسم برید نے اس کی دستر کا نکاح اپنے فرزند امیر برید کے ساتھ کر دیا۔ قاسم برید کو بادشاہ نے سا باجی کے تمام مقبوضات کا جاگیر دار بنایا اور اسکی بیٹی کے تمام عزیز و اقارب جو تقریباً چار سو تھے قاسم برید کے ملازم ہوئے جن میں سے اکثر رفتہ رفتہ مسلمان ہو گئے قاسم برید نے اس گروہ کی اعانت سے سلطان محمود بہمنی کے عہد میں پورا استقلال حاصل کر لیا اور دوسرے امیروں کی طرح قاسم برید کو بھی خود مختاری کی ہوس پیدا ہوئی آخر کار عادل شاہ نظام شاہ اور عماد شاہ کی رائے کے موافق قاسم برید نے اوسہ قندھار اور اوگیہ کے قلعوں میں اپنے نام کا خطبہ اور سکے جاری کیا اور اصل دارالسلطنت محمود شاہ بہمنی کے لیے چھوڑ دیا۔ قاسم برید نے بارہ برس حکمرانی کی اور سلطان محمود کی حیات میں فوت ہوا۔ قاسم برید نے ۹۱۰ھ میں وفات پائی اور اس کا فرزند اکبر امیر برید باپ کا قائم مقام ہوا۔
امیر علی برید کی حکومت کا ذکر	امیر علی برید اپنے باپ کا جانشین اس کا قائم مقام ہوا اس کے عہد میں سلطان محمود نے وفات پائی اور سلطان کلیم اللہ خاندان بہمنی کا آخری فرزند احمد نگر میں پناہ گزین ہوا۔

امیر برید کے عہد میں بیدر پر اسماعیل عادل نے قبضہ کر لیا لیکن آخر میں یہ شہر بیدر کے زیر حکومت آگیا۔ جس زمانہ میں کہ سلطان بہادر حماد الملک اور محمد شاہ حاکم برہان پور کی استدعا کے موافق مملکت دکن میں داخل ہوا امیر برید اسماعیل عادل کے حکم سے اپنی جمعیت کے ساتھ بیجا پور وارد ہوا عادل شاہ نے چار ہزار سوار تاجپوش جو تمام تر غریب تھے امیر برید کے ماتحت کئے اور برید کو نظام شاہ کی مدد کے لئے روانہ کیا امیر برید نے اس معرکہ میں جیسا کہ اپنی جگہ شرح و بیط سے مذکور ہے رستم اور اسفندار کے کارناموں کو زندہ کیا۔ اور اس کے بعد عرصہ تک مسند حکومت پر متمکن رہا۔ آخر عہد میں ایک مرتبہ برہان نظام شاہ کی مدد کے لئے احمد نگر گیا اور حوالی دولت آباد میں فوت ہوا۔

امیر برید کا بھائی اسکا جنازہ احمد آباد بیدر میں لایا اور قاسم برید کے مقبرہ میں دفن کیا۔ امیر برید نے چالیس سال حکمرانی کی امیر برید کی بیگم کا یہ بیحد مشہور ہے کہ ایام سرما میں ایک رات باغ کتنا نہ میں سے خواری میں مشغول تھا۔ کہ چراگاہ میں گیدڑوں کا ایک گروہ آیا اور اپنی فطرت کے مطابق شور و غوغا کرنے لگا امیر برید نے پوچھا کہ یہ گیدڑ کیوں شور مچاتے ہیں ایک درباری نے عرض کیا کہ جاڑے کی شدت کی بادشاہ سے فریاد کرتے ہیں۔ صبح کو امیر برید نے حکم دیا کہ چار ہزار لحاف تیار کر کے باغ اور جنگل میں ڈال دیے جائیں تاکہ گیدڑ رات کو ان کے نیچے آرام کریں اور سرما کی تکلیف سے محفوظ رہیں۔

علی برید شاہ کی حکومت کا تذکرہ  
 شخص خاندان برید شاہیہ کا پہلا فرمانروا ہے جس نے اپنے لئے بادشاہ کا خطاب اختیار کیا۔ شاہ ظاہر اس کی تہنیت جلوس میں احمد آباد بیدر گئے اور برید شاہ کی بدسلوکی سے بیحد ملول واپس ہوئے۔

برہان شاہ اس واقعہ سے برید شاہ سے رنجیدہ ہوا اور اس پر حملہ کر دیا برید شاہ نے کمال پریشانی میں قلعہ کلیان ابراہیم عادل شاہ کے سپرد کر کے اسے مدد کے لئے طلب کیا لیکن اس کا ردوائی سے کامیابی نہ ہوئی اور نظام شاہ نے اس یورش میں اسے اود گیر اور قندھار پر اپنا قبضہ کر لیا اور برید شاہ کے پاس

صرف اس قدر ملک باقی رہا کہ اس کا سالانہ محصول چار لاکھ طلائی ہون کے برابر تھا۔ مرتضیٰ نظام شاہ نے صاحب خاں کی التماس کے موافق اپنے عہد میں پھر اس طرف توجہ کی اور ۹۸۷ھ میں بیدر پر حملہ آور ہو کر شہر کا محاصرہ کر لیا اور اہل قلعہ پر سختیاں کرنے لگا۔ برید شاہ نے عادل شاہ سے مدد طلب کی علی عادل نے جواب دیا کہ فلاں نام کے دو خواجہ سرا جو تمہاری سرکار میں ہیں انھیں میرے پاس روانہ کرو تو میں تمہاری مدد کروں گا۔ برید شاہ نے چارہ کار نہ دیکھا اور عادل شاہ کی شرط قبول کی علی عادل نے ایک ہزار سوار برید شاہ کی مدد کے لئے روانہ کئے۔ مرتضیٰ نظام نے یہ خبر سنی اور چونکہ برہان پور کا فتنہ بھی اچھلنے لگا تھا برہان پور کا محاصرہ میں چھوڑا اور خود اچھلنے لگا۔

۹۸۸ھ میں برید شاہ نے اپنا وعدہ وفا کیا اور دونوں خواجہ سراؤں کو علی عادل کے پاس روانہ کر دیا۔ ان خواجہ سراؤں نے اپنے ننگ و ناموس کی حفاظت کو مد نظر رکھ کر علی عادل کو قتل کیا۔

برید شاہ نے بھی اسی زمانہ میں ۴۵ سال حکومت کرنے کے بعد رحلت کی اور اس کا فرزند اکبر ابراہیم برید باپ کا قائم مقام ہوا۔ ابراہیم نے سات سال حکومت کی اور اسکی وفات کے بعد قاسم برید حکمران ہوا قاسم نے تین سال حکومت کرنے کے بعد دنیا کو خیر باد کہا اور اسکا چار سالہ فرزند باپ کا جانشین ہوا۔ اسی دوران میں امیر برید نام ایک شخص نے جو فرمانروا کا ہم خاندان تھا حاکم پر خروج کر کے بادشاہ کو سلسلہ میں شہر بدر کر دیا فرمانروا نے محمد قلی قطب شاہ کے پائے تخت بھاگ نکریں پناہ لی تالیف کتاب کے وقت تک جو سلسلہ کا زمانہ ہے یہی شخص بیدر کا فرمانروا ہے۔

ناظرین کو معلوم ہونا چاہیے کہ عماد شاہی اور برید شاہی فرمانرواؤں کے حالات کسی معتبر کتاب میں مرقوم نہیں ہیں جو کچھ میں نے اس کتاب میں لکھا ہے وہ محض سماعت پر مبنی ہے پرانہ سال بزرگوں سے جو ان سلاطین کے ہم عصر یا ان کے قریب التہد تھے جو واقعات معلوم کیے انھیں درج کتاب کر دیا۔ اگر ناظرین کو ان فرمانرواؤں کے سال جلوس و وفات کے میں معلوم ہوں

اور واقعات کا دوسری نوعیت پر انکشاف ہو تو ان خاندانوں کے مندرجہ واقعات کی اصلاح فرما کر مولف کتاب کو اسکی حیات اور حیات دونوں زمانوں میں اپنے کرم و مہربانی سے ممنون فرمائیں۔

چوتھا مقالہ **سلاطین** **مہارک شاہی** وغیرہ کتابوں سے ایسا معلوم ہوتا ہے **گجرات کے بیان میں** کہ سلطان فیروز شاہ بادشاہ دہلی نے فرحت الملک جس کو

مہارک بھی کہتے ہیں گجرات کا سپہ سالار مقرر کر کے اس ملک کا صاحب اختیار حاکم بنایا۔ سلطان فیروز شاہ کی وفات کے بعد اس کے فرزند سلطان محمد شاہ نے بھی اس تقریر کو بحال رکھا۔ فرحت الملک چونکہ مخالفت کا ارادہ رکھتا تھا اس نواح کے غیر مسلموں اور زمینداروں سے عداوت کرنا اور ان کے خوش کرنے کے لئے مخالف اسلام رسوم کو رواج دیتا تھا۔ فرحت الملک کے اس طریقہ سے گجرات کے علماء و فضلاء بید ناراض ہوئے اور ۹۳۳ھ میں انہوں نے ایک عریضہ سلطان محمد شاہ کے حضور میں اس مضمون کا روانہ کیا کہ

فرحت الملک حیوانی خواہشات و نفسانی اغراض کا بندہ ہو رہا ہے اور غیر مسلموں اور ان کے دین و عقائد کا استقدراحی ہے کہ سومات کامندر تمام احکام پرستوں کا پلٹا اور مادی بن گیا ہے اسلامی رسوم اور احکام کی پابندی روز بروز کم ہوتی جاتی ہے ہر مقام پر منبر بے امام اور مسجد بے نمازیوں کے نظر آتی ہے اس پر آشوب زمانہ میں اگر اسلام کی تقویت اور احکام شرعی کے رواج کے لیے کافی انتظام فرمایا جائے تو بہتر سے ورنہ موقعہ ہاتھ سے نکل جائیگا۔ بادشاہ اس خبر کو سن کر بیدار بن گیا۔ ہوا اور شریعت اسلام کی بقا اور احکام دین کی حفاظت کی تدبیریں سوچنے لگا۔ بیدار غور کے بعد محمد شاہ نے گجرات کی حکومت اپنے ایک نامی امیر عظیم ہمایوں ظفر خاں بن وجیہ الملک کو عطا کی تیسری ربیع الثانی ۹۳۳ھ کو عظیم ہمایوں کو خلعت خاص عطا کیا اور اس کی عزت اور توقیر دوبالا کرنے کے لئے چتر سفید و بارگاہ صرخ جو بادشاہوں کے لئے مخصوص تھیں اسے عطا کیں۔

عظیم ہمایوں اسی روز بادشاہ سے اجازت لئے کر شہر کے باہر نکلا اور خوش خاص کے کنارہ مقیم ہو کر اپنا سامان سفر درست کرنے لگا۔ دوسرے

روز سلطان محمد شاہ خود اعظم ہمایوں کی مشایت کے لئے گیا اور اسے عہد نصائح کرنے کے بعد دوبارہ خلعت خاص عطا کر کے گجرات روانہ ہونے کی

اجازت دی۔  
**سلطان مظفر گجراتی**  
 کی حکومت اور مظفر شاہ  
 المشہور مظفر شاہ  
 کی پیدائش کا حال

مظفر شاہ ۲۵ محرم ۸۲۳ھ کو کیشنبہ کے دن دہلی میں پیدا ہوا اور اس کا باپ سلطان فیروز شاہ کا شرابدار تھا اس عہدہ سے ترقی کرتا ہوا گروہ امرا میں داخل ہوا اور سلطان فیروز شاہ کی اولاد کے زمانہ حکومت میں فرمانرواؤں کا معتد علیہ رہا۔

ظفر خاں سلطان محمد شاہ کے عہد میں حسن سلوک پر مشہور رہا اور پابندی شریعت میں سربراہ آردہ ہو کر امین و دیانت دار مشہور ہوا۔ علمائے گجرات کا عریضہ محمد شاہ کے حضور میں پیش ہوا اور بادشاہ نے جیسا کہ پیشتر مذکور ہوا ظفر خاں کو گجرات کا صوبہ دار مقرر کیا۔ وزیرانے فرمان تقرر لکھا اور بادشاہ کے حکم کے مطابق القاب کی جگہ خالی چھوڑ دی سلطان محمد شاہ نے اپنے قلم سے فرمان میں یہ القاب تحریر کئے۔ برادر مہجس عالی خاں معظم عادل یا ذل مجاہد سعید المملکت والدین ظہیر الاسلام والمسلمین عضد السلطنت عین المملکت قاصع الکفر والکفرین قاطع الغمرۃ والمتمردين قطب سماء المعالی نجم فلک الاعالی صغیر روزفا ہستین قلعہ کشا و کشور گیر و آصف تیز ضابطہ امور ناظم مصالح جمہور ذی المیاسن والسعادات صاحب الدرائی والکفایات ناشر العدل والاحسان دستور صاحبقران انعم تملق اعظم ہمایوں ظفر خاں۔

غرض کہ ظفر خاں منزل بہ منزل سفر کرتا ہوا گجرات روانہ ہوا۔ راہ میں اسے معلوم ہوا کہ تاسار خاں بن ظفر خاں کے محل میں جو بادشاہ کا وزیر مقرر ہوا تھا فرزند پیدا ہوا ہے ظفر خاں اس خبر کو فال نیک سمجھا اور ایک عظیم الشان جشن منعقد کیا ظفر خاں نے امیروں اور اہل لشکر کو خلعت عطا کیا۔ یہ امیر ناگور پنچا کنپایت کے باشندے نظام مفرح کے مظالم سے تنگ آکر ظفر خاں کے پاس دادخواہی کے لئے حاضر ہوئے۔ ظفر خاں نے اس گروہ کو دلاسا دیا اور ایک خط ملک نظام مفرح کو اس مضمون کا لکھا کہ سلطان محمد شاہ کو ایسا معلوم ہوا ہے کہ تم نے چند سال کا سلطانی حصول اپنے مسافرت

مندر کر دیا ہے اور ایک دینار بھی خزانہ شاہی میں داخل نہیں کیا اس کے علاوہ رعایا اور ساکنان ملک پر ظلم و ستم کر رہے ہو اور بندگان خدا بارہا بادشاہ سے فریادری کی درخواست کر چکے ہیں۔ اب اس ملک کا انتظام اور یہاں کی حکومت میرے سپرد ہوئی ہے مناسب یہ ہے کہ خالصہ کا محصول حبقدر تمہارے پاس موجود ہے اسے جلد سے جلد دہلی روانہ کر دو اور مظلوموں کی داد خواہی کر کے خود بھی دارالملک کو روانہ ہو جاؤ۔

نظام مفرح نے جواب میں لکھا کہ تم جہاں پہنچ گئے ہو وہاں سے قدم بڑھانے کی تکلیف گوارا نہ کرو میں دہلی آ کر تم کو حساب سمجھا دوں گا بشرطیکہ تم مجھے شاہی موکلوں کے سپرد کر دو۔ اس جواب سے ظفر خاں کو نظام مفرح کی بغاوت اور سرکشی کا یقین ہو گیا اور وہ باساول کو جو آجکل احمد آباد کے نام سے مشہور ہے چلا گیا نظام مفرح نے گجراتیوں اور اس نواح کے غیر مسلموں سے اتحاد پیدا کر کے دس یا بارہ ہزار کی جمیعت ہم جو پنجابی تھی اور آمادہ بہ پیکار تھا ظفر خاں نے پیشتر ایک قاصد نظام مفرح کو ہمدان میں جو آجکل پٹن کہلاتا ہے روانہ کیا اور یہ طریق نصیحت اسے پیغام دیا کہ اپنی حالت پر مضور ہو کر مالک سے دور نہ ہو اور غیر مسلموں اور گجراتیوں کے بل پر جو بہادران روزگار کے مقابلہ میں میدان جنگ میں ثابت قدم نہیں رہ سکتے باز کر کے قریب میں مت آؤ اور دو صورتوں میں سے ایک صورت اختیار کرو یا تو دہلی جاؤ اور بادشاہ کے حضور میں زندگی بسر کرو اور یا میرے پاس آ کر گروہ امرا میں عزت حاصل کرو اس کے علاوہ دوسرا خیال دل میں نہ لاؤ جو دین و دنیا کی تباہی کا باعث ہو۔ نظام الملک کا زمانہ اقبال ختم ہو چکا تھا اور وہ اپنے دل میں خود مختاری حاصل کرنے کی تدبیریں سوچ رہا تھا اس بنا پر قاصد کے ساتھ سختی سے پیش آیا اور جواب میں نامز باتیں زبان پر لایا۔

ظفر خاں بھی عجبور ہوا اور اس نے اپنا لشکر درست کیا ۹۴ھ میں چار ہزار تجربہ کار اور بہادر سپاہیوں کے ایک جہاز لشکر کے ساتھ رعد و برق کی طرح ہمدان روانہ روانہ ہوا نظام مفرح نے یہ خبر سنی اور دس یا بارہ ہزار سواروں کی جمیعت سے ہمدان سے آگے بڑھا موضع کانٹھویں جو شہر سے بارہ کوس کے فاصلہ پر آباد ہے۔

ظفر خاں سے مقابلہ ہوا۔ شدید معرکہ ادا کی کے بعد ظفر خاں کو فتح ہوئی اور نظام مفرح قلعہ میں پناہ گزین ہونے کے لئے نہروالہ کی طرف فراری ہوا۔ ظفر خاں اپنی فاتح فتح کے ہمراہ بڑی عظمت و شان کے ساتھ نہروالہ پہنچا اور اپنے عدل و انصاف سے شہر کو مشہور و آباد اور رعایا کو خوش حال بنایا۔

۹۵ء میں ظفر خاں نے کنہایت کا سفر کیا۔ یہ شہر مسافروں اور تاجروں کا قیام گاہ تھا ظفر خاں نے یہاں کی رعایا کی خبر گیری کی اور حکام اور قاضی مقرر کر کے بسا دل واپس آیا۔

۹۶ء ہجری میں معلوم ہوا کہ غیر مسلم بد طبیعت راجہ جو ہمیشہ سے حکام گجرات کا مطیع اور فرمانبردار تھا اس زمانہ میں سرکشی کر رہا ہے۔ راجہ چونکہ غیر مسلم ہے اس لئے کمزور مسلمانوں پر ظلم و ستم ڈھال رہا ہے ظفر خاں نے اس کی تنبیہ کے لئے ایک جوار لشکر کے ساتھ اس نواح کا رخ کیا اور راجہ کے ملک میں پہنچ کر قلعہ ایدر کا محاصرہ کر لیا۔ طرفین میں چند خونریز لڑائیاں ہوئیں اور ہر مرتبہ اہل قلعہ کو شکست ہوئی۔

ظفر خاں نے اہل قلعہ کو اور زیادہ تنگ و پریشان کیا اور ایدر کے اطراف تمام حصہ ملک پر قبضہ کر کے قتل و غارتگری کا بازہ اگر کم کیا اس جنگ کا دار و گیر میں بتجانے منہدم کر دیے گئے اور غیر مسلموں کے فرزند اور انکی لڑکیاں مسلمانوں کے ہاتھ میں گرفتار ہوئیں۔ اسی دور میں قلعہ میں ایسا قحط نمودار ہوا کہ کتے بلیوں سے اور انسان ہر دو جانوروں سے شکم سیر ہونے لگے ان واقعات کی بناء پر راجہ نے اپنی رائے بدلی اور اپنی سرکشی پر بیدار شدہ ہوا اور سوا اطاعت اور فرمانبرداری کے اسے چارہ کار نظر نہ آیا راجہ نے اپنے فرزند اکبر کو مقرب درباریوں کے ہمراہ بیش قیمت تحفوں کے ہمراہ قلعہ سے باہر نکالا اور ظفر خاں کے پاس روانہ کر کے بھید عاجزی کے ساتھ پیغام دیا کہ اگر چند روز مجھ سے خلاف مرئی اور حصار ہو گئے اور کلیہ حصار کے رد اند کرنے میں میں نے سستی سے کام لیا تو اسکی وجہ محض اپنے ناموس و دولت کی حفاظت ہے تاکہ میں اپنے اعزہ و اقربا کے سامنے شرمندہ نہ ہوں اب خدمت عالی میں حاضر ہوا ہوں اگر میرے



قصود پر نظر ہو تو لائق سزا ہوں اور اگر اپنے کرم پر نظر فرمائے تو میرے جرم قابل عفو ہیں۔ میں اقرار کرتا ہوں کہ اب بھی اطاعت و فرمانبرداری سے باہر نہ ہوں گا۔

ظفر خاں نے مصلحت اس میں دیکھی کہ راجہ کی خطا معاف کرے چنانچہ راجہ کے تمام پیش کردہ تحفہ قبول کئے اور قلعہ کے محاصرہ سے دست بردار ہوا۔ ظفر خاں کا ارادہ تھا کہ سومات پور حملہ آور ہو لیکن اسے معلوم ہوا کہ ملک راجا المصطفیٰ عادل خاں نے جو سلاطین فاروقیہ برہان پور کا جد اعلیٰ ہے استقلال تمام بہم پہنچایا ہے اور اپنی جاگیر کے حدود کے باہر تھا لہذا نام قلعہ کو سر کر کے تمام ملک خاندانیں قبضہ کر لیا ہے۔ ملک عادل نے صرف اس پر اکتفا نہیں کی بلکہ اس کا ارادہ ہے کہ گجرات کے بعض پرگنوں یعنی سلطان پور و ندر بارہ وغیرہ کو بھی اپنے دائرہ حکومت میں داخل کرے۔

ظفر خاں اس فتنہ کو فرو کرنا ضروری سمجھا اور عادل خاں کی جانب روانہ ہوا۔ ملک راجہ عقل مند و صاحب فہم و فراست تھا وہ اپنے کو ظفر خاں کا مرد مقابل نہ سمجھا اور قلعہ میں پناہ گزین ہو گیا۔

ملک راجہ نے علما اور فضلا کے ایک گروہ کو واسطہ بنایا اور ظفر خاں کے ساتھ اتحاد و موافقت کرنا اپنے لئے مناسب خیال کیا۔ ملک راجہ علم کو ظفر خاں کے پاس روانہ کر کے صلح کا طلب گار ہوا۔ ظفر خاں خود صاحب علم و فضل تھا اور نیز یہ کہ گجرات پر حکومت کرنیکا بھی خواہاں تھا اس لئے ان علما کی پیروی عزت و وقعت کی اور جو شرائط صلح کہ اس زمانہ میں رائج تھے اس پر آپس میں اتحاد کا عہد نامہ تحریر کیا گیا۔ طرفین سے سختی اور تحائف ایک دوسرے کو پیش کئے گئے اور ظفر خاں اسادل واپس آیا اور گجراتیوں اور اہل برہان پور کے درمیان ایوانِ عدالتی کشادہ ہوئے۔

چونکہ ملک راجہ فاروقی النسل ہونے کا مدعی تھا ظفر خاں کتابت و مراسلات میں ملک راجہ سے نیاز مندانه پیش آتا اور معزز و عمدہ القاب سے اسے یاد کرتا تھا۔ شہرہ جہری میں ظفر خاں نے جہرند کے نواح پر جو غریب پٹن میں واقع ہے لشکر کشی

کی اور ایک عرصہ تک اس نوح کے غیر مسلموں کے تباہ کرنے میں بوبے حد سرکش و شورہ پشت تھے مشغول رہا اس پورش میں لاقعد و غوبر و قیدیوں کے علاوہ بے شمار مال و دولت بھی مسلمانوں کے ہاتھ آیا۔

رائے جھند نے عاجز ہو کر امان کی درخواست کی اور بیش قیمت تحفے اور بریے پیش کئے ظفر خاں نے جھند سے دست بردار ہو کر سوسنات پر لشکر کشی کی اور بت پرستوں کو عاجز کرنے اور احسانام کو منہدم کرنے میں پوری کوشش کی۔ ظفر خاں نے سوسنات میں ایک جامع مسجد تعمیر کرائی اور شرعی عہدہ داروں کا تقرر کر کے تھانے مقرر کئے اور پٹن واپس آیا۔ ۹۵ھ ہجری میں اخبار نویسوں نے اطلاع دی کہ مندل گور کے راجپوت مسلمانوں پر غالب آگئے ہیں اور اس نوح کی اسلامی آبادی ان کے ظلم و ستم سے بیدار پریشان ہے اور اکثر ان میں سے ہلا وطن ہو گئے ہیں فرقہ راجپوت اپنے انجام سے بے خبر ہو کر حکام کی اطاعت اور مانگنا ہی ادا کرنے سے منحرف ہو گئے ہیں۔

ظفر خاں باد صرصر کے مانند روانہ ہوا اور جلد سے جلد اس نوح میں پہنچ گیا۔ مسلمانوں کے پہنچنے کے بعد راجہ قلعہ بند ہو گیا۔ ظفر خاں نے قلعہ کا محاصرہ کر لیا مسلمان مجتہدین نصب کر کے روزانہ راجپوتوں کے ایک گروہ کو سنگسار کرتے تھے لیکن قلعہ کا استحکام ایسا نہ تھا کہ مجتہدین سے کامہ براری ہو جائے ظفر خاں نے حکم دیا کہ چاروں طرف سامان تیار کی جائے اس سے بھی مطالب حاصل نہ ہوا اور ظفر خاں محاصرہ کی طوالت سے بیدار و خجیدہ اور مغوم تھا کہ تائید بھیجی نے اپنا کام کیا اور قلعہ میں طاعون پھیلایا جس سے گروہ کشیدہ راجہ ہوا رائے درگاہ نے اہل قلعہ کو پریشان و بدحواس دیکھ کر اپنے مقرب درباریوں کے ایک گروہ کی گردن میں تیغ و کفن آویزاں کیا اور ظفر خاں کے پاس انھیں روانہ کیا۔ عورتیں اور لڑکے سر پہنہ و نالاں حصار کے اوپر آئے اور وہیں سے عجز و زاری کے ساتھ طالب امان ہوئے۔

ظفر خاں اس واقعہ کو تائید آسمانی سمجھا اور فوراً انکی درخواست قبول کر لی اور پیشکش وصول کر کے حضرت خواجہ معین الدین سنہری رحمۃ اللہ علیہ کے آستانہ

کی زیارت کے لئے اجمیر روانہ ہوا اور حضرت خواجہ بزرگ رحمۃ اللہ علیہ کی روح پر فوج سے غیر مسلموں پر فتح پانے کی مدد طلب کی۔

ظفر خاں کا مصمم ارادہ یہ تھا کہ غیر مسلموں سے معرکہ اراچی جاری رکھے یہ امیر اجمیر سے جلوہ اور بلوارہ کی جانب روانہ ہوا ان شہروں میں بھی ہندو آباد تھے اور بت پرستی کا کامل رواج تھا ظفر خاں نے اہالیان شہر کو قتل و غارت اور ان کے کنبے اور تیخانوں کو منہدم کر دیا اور اس نواح کے اکثر قلعے فتح کر کے اپنے معتمد درباریوں کے سپرد کئے ظفر خاں نے تین سال اس سفر میں بسر کئے اور اس کے بعد پٹن واپس آیا۔ تاریخ الفی کی عبارت سے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ اس سفر سے واپس ہو کر ظفر خاں نے اپنے نام کا خطبہ دسکے جاری کر کے اپنے کو مظفر شاہ کے نام سے مشہور کیا۔

۹۹۰ء ہجری میں تاتار خاں ولد مظفر شاہ نے جو سلطان محمد شاہ کا وزیر تھا سلطان ناصر الدین محمد شاہ کے عہد میں جیسا کہ سلاطین دہلی کے حالات میں مفصل مرقوم ہو چکا ہے سارنگ خاں نے معرکہ اراچی کی اور اسے ملتان کی جانب بھگا دیا۔ تاتار خاں کے تھور سے پتہ چلتا تھا کہ وہ دہلی پر حکمرانی کر نیکا مدعی ہے ملو اقبال جو محمود شاہ کا مطلق العنان و کیسل تھا اس کے دفعیہ پر متوجہ ہوا اور اس نے پانی پت کا رخ کیا۔

تاتار خاں نے ملو اقبال سے مقابلہ کرنے میں صلاح نہ دیکھی اور جریدہ دوسرے راستہ سے دہلی پہنچا۔ تاتار خاں کا ارادہ تھا کہ شہر کا محاصرہ کرے لیکن اقبال خاں نے پانی پت پر قبضہ کر کے بیدشان و شوکت کے ساتھ دہلی کا رخ کیا۔ تاتار خاں نے بھی اس وقت اس کا مقابلہ نہ کیا اور نہ ہی ہجری میں گجرات کی راہ لی اور اپنے باپ مظفر شاہ کے پاس پہنچ گیا۔

تاتار خاں نے مظفر شاہ کو بھی دہلی پر حکومت کرنے کی ترغیب دی اور مظفر شاہ نے اس امر کو قبول کر کے فوج و لشکر جمع کرنا شروع کیا اسی دوران میں معلوم ہوا کہ میرزا بیر محمد نبیرہ صاحب قرآن امیر تیمور ہندوستان کی سرحد میں داخل ہو چکا ہے اور اس نے ملتان پر قبضہ کر لیا ہے مظفر شاہ نے اپنی فہم و فراست سے سمجھ لیا کہ میرزا بیر محمد کا ہندوستان آنا صاحب قرآن کی آمد کا منہدم ہے اور اس

نے اپنے ارادہ کو ملتوی کر دیا۔

سلسلہ ہجری میں مظفر شاہ نے اپنے فرزند کے ہمراہ قلعہ ایدر پر دھسا واکیا اور قتل و غارتگری سے پورا کام لے کر قلعہ کا محاصرہ کر لیا اور اہل قلعہ کو طرح طرح کی تکلیفیں پہنچانے لگا ایدر کاراجہ مسمیٰ رغل بیجا عابری سے پیش آیا اور اس نے قاصد بھیج کر پیشکش ادا کر نیکاد وعدہ کیا چونکہ دہلی کا شہر پر آشوب ہو رہا تھا مظفر شاہ نے بھی پیشکش پر اکتفا کیا۔ اور ماہ رمضان سلسلہ ہجری میں ہٹن واپس آیا۔

اسی دوران میں ایک گروہ کثیر صاحبقران کے داروگیر سے پریشان و آوارہ وطن ہو کر ہٹن وارد ہوا مظفر شاہ نے ان کی خبر گیری کو اہم مصلحت سمجھ کر ہر شخص پر اس کے مرتبہ کے موافق نوازش کی ان کی پناہ گیزوں کے ورود کے بعد سلطان محمود شاہ بن سلطان محمد شاہ بن سلطان فیروز شاہ بھی صاحب قرآن کے مقابلہ سے فراری ہو کر گجرات وارد ہوا۔ مظفر شاہ نے سلطان کے ورود کو اپنے مصالح کے خلاف خیال کیا اور اس سے اس بری طرح پیش آیا کہ سلطان محمود تنگ و دل شکستہ ہو کر گجرات سے مالوہ چلا گیا۔

سلسلہ ۸۰۳ میں مظفر شاہ نے قلعہ ایدر پر دوبارہ حملہ کیا رغل رائے نے فراہی اپنی خیریت دیکھی اور اسی شب قلعہ خالی کر کے بیجا نگر روانہ ہو گیا۔ صبح کو مظفر شاہ نعرہ تکبیر لگاتا ہوا قلعہ میں داخل ہوا۔ اور اس فتح کے لشکرانہ میں دور رس نماز ادا کی۔ مظفر شاہ نے حصار اپنے ایک صاحب اعتبار افسر کے سپرد کیا اور خود ہٹن واپس آیا۔

سلسلہ ہجری میں مظفر شاہ کو معلوم ہوا کہ سومنات کی غیر مسلم آبادی نے فساد برپا کر کے مسلمانوں کے تھانے تباہ کر دیئے ہیں اور مثل سابق کے اپنے عقاید کے موافق بتخانہ میں پرستش شروع کر دی ہے۔ مظفر شاہ نے ایک عظیم الشان لشکر اس جانب روانہ کیا اور اس کے بعد خود بھی عقب میں روانہ ہوا جس روز کہ رائے سومنات اور اس نواح کے ہندوؤں نے ہجوم کر کے دریا کی راہ سے مسلمانوں کا مقابلہ کیا تھا اور میدان میں صف آرا ہوئے تھے اسی دن مظفر شاہ بھی حریف

کے سر پر پہنچ گیا اور خون کی ندیاں بہا دیں ہندوؤں میں مقابلہ کی طاقت نہ رہی اور راجہ کے ہمراہ قلعہ دیب میں پناہ گزین ہو گئے۔ مظفر شاہ نے قلعہ کو گھیر لیا مسلمانوں کے تکبیر و درود کی آواز دماسہ کی گرج و کرنا کے شور نے قلعہ کی بیسار ہلا دی اور ایک ہی دن میں قلعہ سر ہو گیا مظفر شاہ نے جوانوں کو تہ تیغ کیا اور راجہ اور اس کے بقیہ امیروں کو ہاتھی کے پاؤں کے نیچے پائمال کرایا ان کے بدن و فرزند مسلمانوں کے ہاتھ میں گرفتار ہوئے اور ہندوؤں کا سارا مال و اسباب مسلمانوں کے ہاتھ آیا۔

سلطان مظفر شاہ نے خدا کا شکر ادا کیا اور بڑے بتخانہ کو ڈھاکر اس کے بجائے ایک عالی شان مسجد تعمیر کرائی اور ان فوج کا انتظام اپنے ایک ناجی امیر کے سپرد کر کے خود بیشمار مال غنیمت ساتھ لے کر پٹن واپس آیا۔

ایدہ کی فتح نے مظفر شاہ کے استقلال میں ہزار گونہ اضافہ کر دیا اور اب اسے خیال آیا کہ دہلی پر لشکر کشی کر کے دار الحکومت کو بھی سر کرے مظفر شاہ نے اپنے فرزند تاتار خاں کو غیاث الدلولہ والدین سلطان محمد شاہ کا خطاب عطا فرمایا۔ تاتار خاں نے اساول سے کوچ کیا اور قصبہ سنور پہنچ کر علیل ہوا چونکہ اس کا پیانہ عمر بھر نہ ہو چکا تھا علاج نے کچھ فائدہ نہ کیا اور تاتار خاں نے وفات پائی مظفر شاہ نے حملہ کا ارادہ ترک کیا اور اساول واپس آیا۔

تاتار خاں کے واقعہ موت کی صحیح روایت یہ ہے کہ اس نے اسی سال اپنے باپ پر خروج کیا اور مظفر شاہ کو بھابھ پوڑھا اور کمزور ہو گیا تھا اساول کے قلعہ میں قید کر دیا۔ تاتار خاں نے اپنے چچا شمس خاں کو وکیل السلطنت مقرر کیا اور اپنے کو سلطان ناصر الدین محمد شاہ کے خطاب سے مشہور کر کے ہجرات میں اپنے نام کا سکہ و خطبہ جاری کیا اور دہلی سر کرنے کے لئے آئے بڑھا سلطان مظفر شاہ نے اپنے ایک مفضل امیر کو اپنے بھائی کے پاس روانہ کیا اور فرزند کے ظلم سے فریاد کیا کہ اس سے مدد طلب کی اور اپنی رہائی اور محمد شاہ کی ہلاکت میں حد سے زیادہ معاون کیا شمس خاں نے جواب دیا کہ محمد شاہ تمہارا خلیفہ و شہید ہے اور تم اسے بیوقوف سمجھ کر دیکھتے ہو اب اگر میں اس کے ہلاک کرنے میں کوشش کروں اور قلعہ میں کلا میرا بے جا واپس

تو کہیں ایسا نہ ہو کہ بعد میں تم اس حرکت سے پشیمان ہو کر مجھے نشانہ ملامت بنا دو  
 مناسب یہ ہے کہ اس معاملہ میں پوری احتیاط سے کام لو اور غور و فکر کے بعد  
 اس کا جواب ادا کرو مظفر شاہ نے جواب دیا کہ تمہارے اس خیال کی کوئی حقیقت  
 نہیں ہے جب ایسا فرزند باپ کے ساتھ اس قسم کا سلوک کرے تو وہ عاق ہو جاتا  
 ہے اور فطری مہر و محبت پدری و فرزند کی تمام تعلقات قطع ہو جاتے ہیں اس  
 لحاظ سے تمہیں چاہیے کہ میرے بڑھاپے پر رحم کرو اور اس عاق کردہ فرزند کو پوری سزا  
 دو اور میری طرف سے کسی قسم کا خیال دل میں نہ لاؤ۔ میرا حال ایسا تباہ ہو گیا ہے  
 کہ اگر فریاد کروں تو شام ہونے سے پہلے شب موت کا منہ دیکھ لوں گا شمس خاں مجبور  
 ہوا اور اس نے بھائی کے حال زار پر رحم کھا کر سلطان محمد شاہ کو قصہ سور کہہ میں  
 جو دہلی کے سر راہ واقع ہے زہر دیکر ہلاک کیا اور جلد سے جلد اپنے بھائی کو محفل شادی  
 میں لا کر تخت حکومت پر بٹھا دیا۔ جو خیل و چشم کہ خود مظفر شاہ کا پروردہ اور محمد شاہ  
 کے اعمال ناپستہ سے اس سے آزدہ تھا اس نے اپنے قدیم مالک کی رفاقت کر کے  
 گویا دوبارہ زندگی پائی محمد شاہ کے قدیم ملازم بھٹوں نے محمد شاہ کو اس حرکت ناشائستہ  
 سے روکا تھا اپنے اہل کار میں بید پریشان اور اپنی طرف سے بہت خوف زدہ تھے  
 مظفر شاہ نے رحم و شفقت کی نگاہ کی اور ان اشخاص کا قصور معاف کر دیا اور اس  
 گردہ کو احمد شاہ کے ملازمین کی فہرست میں شامل کر لیا۔

اسی دوران میں دلاور خاں حاکم مالوہ فوت ہوا اور ہوشنگ شاہ نے  
 تخت حکومت پر جلوس کیا۔ یہ خبر عام طور پر مشہور ہوئی کہ ہوشنگ نے دنیاوی طمع  
 میں گرفتار ہو کر اپنے باپ کو زہر کے ذریعہ سے ہلاک کر دیا ہے۔ مظفر شاہ اس  
 خبر کو سن کر شاہ میں بیحد ساز و سامان کے ساتھ حن آباد اور دھار روانہ ہوا۔  
 ہوشنگ شاہ چونکہ بے باک نوجوان تھا اس نے عاقبت اندیشی سے کام نہ لیا  
 اور اہل گجرات سے مقابلہ کرنے کے لئے آمادہ ہو پیکار ہوا لیکن شکست کھا کر دشمن  
 کے ہاتھ میں گرفتار ہوا۔ مظفر شاہ نے مالوہ میں اپنے نام کا شہرہ دسکہ جاری کیا اور  
 شہر کی حکومت اپنے برادر نصرت خاں کے سپرد کر کے خود اساول واپس آیا۔  
 مظفر شاہ نے ہوشنگ کو اپنے فرزند زادہ احمد شاہ کے سپرد کیا اور اسے

حکم دیا کہ حریف کو کسی قلعہ میں نظر بند کر دے احمد شاہ نے مظفر شاہ کے حکم کی تعمیل کی چند ماہ کے بعد احمد شاہ نے ایک عرصہ ہوشنگ کے قلم سے لکھا ہوا مظفر شاہ کے حضور میں پیش کیا۔ اس خط میں ہوشنگ نے پید عاجزی اور ندامت کے ساتھ اپنے سابقہ قصور کی معافی طلب کر کے اپنی رہائی کی درخواست کی تھی۔ احمد شاہ نے بھی جرم کی سفارش کی اور ہر مالوہ سے نفاذت کی خبر آئی اور معلوم ہوا کہ اہل شہر نے نصرت خاں کو دار سے خارج البلد کر دیا ہے احمد شاہ کی سفارش اور مصلحت وقت کا لحاظ کر کے مظفر شاہ نے ہوشنگ کا قصور معاف فرمایا ہوشنگ کو پہلے قید سے رہائی دی اور اس کے بعد اسے چتر سفید اور سرابروہ سرخ اور نیز دیگر لوازم بادشاہی عنایت فرمائے اور مالوہ اور مندو کے تمام حقہ ملک پر حکمراں بنایا مظفر شاہ نے ہوشنگ کو احمد شاہ کے ہمراہ مارے روانہ کیا اور آخر الذکر ہوشنگ کو مالوہ کے تخت حکومت پر بٹھا کر خود کامیاب و دل شاد گجرات واپس آیا۔ آخر ماہ صفر ۱۱۳۸ھ ہجری میں مظفر شاہ علیہ السلام ہوا۔ اسے یہ معلوم ہوا کہ یہ عارضہ مرض الموت ہے بادشاہ وصیت کے تمام مراسم بجالایا اور چونکہ پشیمت اپنے صلیبی فرزندوں کے وہ احمد شاہ کو کہیں زیادہ قابل فرمانروائی جانتا تھا اسی کو اپنا ولی عہد مقرر کر کے اپنی بقیہ اولاد کو احمد شاہ کی اطاعت کا حکم دیا۔ مظفر شاہ نے ربیع الثانی ۱۱۳۸ھ میں اکتھرا سال کے سن میں دنیا سے رحلت کی اس بادشاہ نے بیس سال سے کچھ زیادہ حکومت کی اور مرنے کے بعد خدائے کبیر کے لقب سے یاد کیا گیا۔

بادشاہ جم جاہ سلطان احمد شاہ نے اپنے جد مرحوم کی وصیت کے مطابق گجرات کی عنان حکومت ہاتھ میں لی اور عدل و انصاف کے ساتھ فرمانروائی کر کے رعایا فوازی اور فریاد رسی کا حق پورے طور پر ادا کیا۔

ایہ بادشاہ ۸۹۳ھ ہجری میں پیدا ہوا اہل نجوم نے اس کے زائچہ ولادت کو دیکھ کر یہ حکم لگایا تھا کہ یہ لڑکا ایک ایسا کار خیر کریگا جس سے اسکا نام نیک ہمیشہ کے لئے دنیا میں زندہ رہیگا۔ مورخ عرض کرتا ہے کہ قرینہ یہ ہے کہ اس کا خیر

مراد شہر احمد آباد بھارت کی بنیاد ہے جو آج تک احمد شاہ کی یاد دلوں میں تازہ کرتی ہے۔  
شاہ بھری میں فیروز خاں پسر سلطان مظفر شاہ نے احمد شاہ کے جلوس  
کی خبر سنی اور مسلم بغاوت بلند کیا حسام الملک و ملک شیر و ملک کریم خسرو و جیون  
ویو و بیگا گدا اس کھتری جو مظفر شاہی نامی امیر اور شہزادہ وقتہ انگیزی میں مشہور  
آفاق ہے فیروز خاں کے ہی خواہ بنے اور لشکر و فوج کی دہشت و ترتیب میں غول  
ہوے۔ ان وقتہ پر داندوں نے امیر محمود ترک حاکم کنپناہ کو بھی اپنا رفیق کار بنایا۔  
ان کے علاوہ ہیبت خاں بن سلطان مظفر بھی اپنی فوج ہمراہ لے کر فیروز خاں کے  
پاس سورت کے فوج میں آگیا۔ سعادت خاں اور شیر خاں بن سلطان مظفر  
نے ہیبت خاں کا حال سننے ہی جسد سے جلد اپنے کو کنپناہ پہنچا دیا  
اور پلہ اگر وہ دیا گئے نریدہ کے کنارے خیمہ زن ہوا اور مشورہ باہمی  
کے تمام رفیق کار سات یا آٹھ ہزار سواروں کے ہمراہ بروچ  
روانہ ہوا۔

فیروز خاں نے چتر شاہی سر پر سایہ فگن کیا اور بارگاہ سرخ استادہ  
کرائی اور اپنی شان و شوکت میں صد چند اضافہ کر کے سلطان ہوشنگ کو  
اپنی امداد و اعانت کے لئے خط روانہ کیا۔ ہوشنگ نے اس شرط پر امداد کا  
 وعدہ کیا کہ کامیابی حاصل ہونے کے بعد فیروز خاں اس کو ہر منزل کے معاوضہ  
میں ایک کروڑ تینگے ادا کرے۔

فیروز خاں نے بیگا گدا اس اور جیو ندیو کی ہدایت کے موافق زمینداروں  
کے لئے بھی خلعت اور گھوڑے روانہ کئے اور ایک فرمان ان کے نام  
روانہ کر کے ان سب کو اپنی اطاعت پر آمادہ کیا۔

سلطان احمد شاہ نے باوجود جوان اور ناتجربہ کار ہونے کے تعجیل  
سے کام نہ لیا اور بیشتر ایک نصیحت آمیز خط فیروز خاں کے نام اپنے ملازمین  
کے ایک گروہ کی معرفت روانہ کیا لیکن جیو ندیو اور بیگا گدا اس کی شورش پسند  
وقتہ انگیزی طہانے نے اس نامہ کو بیکار شامت کر دیا۔

ادم بہکا اس ہم پر نامزد کیا گیا شدید خونریز معرکہ کے بعد



اوم بہک شکستہ و پریشان حال میدان جنگ سے فراری ہوا۔ یہ فتح بیاگد اس کے نام ہوئی اور دماغ غرور کے نشہ سے آسمان پر چڑھ گیا۔ دیگر امیر اس کے تسلط سے پریشان ہوئے اور اتفاق کر کے اس کے قتل پر کمر سخت باندھی۔ اکثر امیر فیروز خاں سے جدا ہو کر احمد شاہ سے جا ملے اور بادشاہ سمر کی منزلیں سے گزرتے ہوئے بروج روانہ ہوا۔ سلطان احمد شاہ حریف کے جوار میں پہنچ گیا اور فیروز خاں سے اپنے سپاہیوں کے قلعہ بروج میں پناہ گزین ہوا۔ بادشاہ نے بارگرا کیے قاصد فیروز خاں کے پاس روانہ کیا اور اسے پیغام دیا کہ خدائیں گاہ کبیر نے جو خدا الملک کا انتظام میرے سپرد فرمایا ہے اور خدا کا شکر ہے کہ نبیاد سلطنت مستحکم اور اصرار اور رعایا میری تابعدار ہے تم ارادہ دل و واباش کے ٹیچ پر فریفتہ نہ ہو اور اپنے اعمال بد پر پریشان ہو کر عفو تقصیر کی درخواست کرو اور یقین جاتو کہ بغاوت کا انجام برا ہوتا ہے جو جاگیریں خدائیں گاہ کبیر نے تم کو مرحمت کی ہیں ان پر قناعت کر کے دوسرے الطاف سلطانی کے امیدوار ہو فیروز خاں کے بھائی اس شیر انجام پیغام کو سنکر راہ راست پر آئے اور بریت خاں کو جو سلطان احمد شاہ کا حقیقی چچا تھا بادشاہ کے پاس روانہ کر کے اظہار ندامت کیا۔ احمد شاہ نے بریت خاں کو طرح طرح کی عنایتوں سے سرفراز کیا اور مجرموں سے قصور پاک قلم معاف کر دیئے۔ بریت خاں بادشاہ کی عنایتوں سے مطمئن ہو کر قلعہ بروج کے اندر گیا اور فیروز خاں سعادت خاں اور شیر خاں کے ہمراہ بادشاہ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ احمد شاہ نے ہر ایک پر نوازش فرما کر ان کو جاگیروں پر واپس ہونی کی اجازت دی۔

احمد شاہ کا ارادہ تھا کہ پٹن واپس جائے کہ اسے معلوم ہوا کہ سلطان ہوشنگ جو فیروز خاں کی امداد کے لئے روانہ ہوا تھا اپنے ملک سے ہجرات کی طرف آ رہے۔ احمد شاہ نے عماد الملک کو ہزار فوج کے ہمراہ اس کے مقابلہ کے لئے روانہ کر کے خود بھی آزمودہ کار لشکر اور دیندار مصاحبوں کے ہمراہ عماد الملک کے عقب میں کوچ کیا اور سلطان ہوشنگ کے جوار میں پہنچ گیا۔ سلطان ہوشنگ بید نام و پشیمان ہوا اور جلد سے جلد کوچ کرتا ہوا اپنے ملک کو واپس گیا۔ سلطان احمد شاہ عماد الملک کے پہنچنے کے بعد راستہ سے واپس ہوا اور ساوہل پہنچ گیا۔

شاہ مجری کے آخر میں بادشاہ نے حقایق پناہ شیخ احمد بن ہود  
رحمۃ اللہ علیہ کے مشورہ سے دریائے ہیرتی کے کنارے ایک نئے شہر کی بنیاد  
ڈالی اور اسے احمد آباد کے نام سے موسوم کیا۔ یہ شہر قلیل مدت میں آباد ہو کر  
سلاطین گجرات کا پائے تخت قرار پایا قصبہ اساول اس شہر کا ایک محلہ بنا  
دیا گیا۔

احمد آباد میں بادشاہوں اور نامور باشندوں کی عمارتیں بچتے ہیں لیکن  
اکثر مکانات سفال پوش ہیں۔ اس شہر کے کنارہ جو حصہ کہ دربار شاہی متصل  
ہے تین بڑے طاق بچتے تیار کئے گئے ہیں اور انھیں گچ اور چونہ سے مستحکم کر کے  
تزیین کئے نام سے موسوم کیا ہے۔ احمد آباد کا بازار اس قدر وسیع ہے کہ دس چھکر کے  
آسانی کے ساتھ پہلو پہلو چل سکتے ہیں۔ دکانیں بچتے اور گچ کردہ ہیں شہر میں ایک  
قلعہ اور مسجد جامع بھی موجود ہے۔ بیرون بلدہ تین سوسات پورے آباد ہیں  
اور ہر پورے میں دیوار بند مسجد اور بازار واقع ہیں اگر احمد آباد کی آبادی اور  
دوسرے خصوصیات کے لحاظ سے کہا جائے کہ سارے ہندوستان بلکہ تمام رو  
زمین پر ایسا آباد اور خوشنما شہر موجود نہیں ہے تو مبالغہ نہ ہوگا۔

شاہ مجری کے اختتام پر فیروز خاں اور اس کے ہمراہیوں نے  
اپنی جاگیروں پر پہنچنے کے بعد بھرپور فتنہ و فساد کا بازار گرم کیا۔ ملک علانی بدرجو  
ایک نامی امیر اور سلطان مظفر شاہ کا عزیز قریب تھا اس فتنہ کا سب سے بڑا  
شریک کار تھا۔ ان باغیوں نے رنل راجہ ایدر کو جو پانچ یا چھ ہزار سواروں کا مالک  
تھا قلعہ ایدر کے عطا کرنے کا وعدہ کر کے اپنا رفیق بنایا۔ سید ابراہیم المخاطب  
بہ رکن خان جاگیردار ہراسہ بھی ان کا ہم خیال بنا اور اس طرح فیروز خاں کے گرد  
ایک خاصی جمعیت بگٹی۔ سلطان احمد شاہ نے لشکر شاہی جمع کر کے ہراسہ کا رخ  
کیا اثنائے سفر میں فتح خاں بھی رکن خاں کے اغوا سے احمد شاہ سے جدا  
ہو کر فیروز خاں سے جا ملا۔ فیروز خاں نے ملک علانی بدر اور رکن خاں کو  
ہراسہ کے قلعہ میں چھوڑا اور خود رائے رنل کے ہمراہ موضع رنگپور میں جو  
ہراسہ سے پانچ کوس کے فاصلہ پر آباد ہے قیام کیا۔

سلطان احمد شاہ نے اپنے قدیم طریقہ پر عمل کیا اور باغیوں کے قریب پہنچ کر علماء کے ایک گروہ کو ملک بدر اور رکن خاں کے پاس روانہ کیا تاکہ ان بزرگوں کی نصیحت ان کی آنکھوں پر سے عفت کا پردہ اٹھا کر انہیں انجام کار سے باخبر کرے چونکہ قاصد خلاف امید جواب پا کر رنجیدہ واپس ہوئے احمد شاہ نے اپنی فوجیں درست کیں اور قلعہ کی طرف روانہ ہوا۔ فیروز خاں نے اپنی فوج کے منتخب حصہ کو ملک بدر کی امداد کے لئے روانہ کیا اور اس کو معرکہ اراٹئی کرنے کی ترغیب دی ملک بدر رکن خاں سیف خاں اور انکس خاں نے ظاہر حصار کو اپنی فوجوں سے آراستہ کیا اور سلطان کے مقابلہ کے لئے تیار ہوئے لیکن ابھی شمشیر و نیزہ کی نوبت بھی نہ آئی تھی کہ شاہی بیست نے اپنا کام کیا اور باغی پریشان ہو کر قلعہ کی جانب بھاگے اور جلد سے جلد پناہ گزین ہو گئے۔

احمد شاہ نے قلعہ کا محاصرہ کر کے چند مرتبہ قاصد روانہ کئے اور ان کو صلح کرنے کی نصیحت کی۔ ملک بدر اور انکس خاں نے ار راہ کر یہ جواب دیا کہ اگر فلاں فلاں امیر قلعہ کے قریب آکر عہد و پیمان کریں اور ہم مطمئن ہو جائیں تو ہم لوگ قلعہ سے باہر نکلے بادشاہ کے حضور میں حاضر ہو جائیں گے سلطان احمد نے ان کے حیلہ اور مکر سے غافل ہو کر خان اعظم ازور خاں ملک شہر عزیز الملک تور بیگ بیمنہ اور نظام الملک اور سعد الملک قوبیگ میسرہ کو جو اسکے نامی امرا تھے قلعہ کے قریب روانہ کیا اور ان امیروں سے کہہ دیا کہ ملک بدر کے حیلہ و مکر سے غافل نہ ہوں اور قلعہ کے اندر قدم نہ رکھیں۔ ملک بدر اور انکس خاں نے بالائے حصار سے فیروز خاں کی وکالت کی اور نرم و شیرین الفاظ میں گفتگو شروع کی لیکن جب دیکھا کہ ان کے گرفتار کرنے سے کار بر ادبی نہ ہوگی تو قلعہ کا دروازہ کھول دیا اور صلح کی گفتگو کرنے کے لئے باہر نکلے احمد شاہی امیر بھی ان کے قریب پہنچے اور اس طرح گھوڑوں پر سوار صلح کی گفت و شنید میں مشغول ہوئے جو اشخاص کہ خندق کی کمین گاہ میں چھپے ہوئے تھے یکبارگی باہر نکلے اور ان امیروں پر حملہ آور ہوئے اثر در خاں اور عزیز الملک نے گھوڑے کو جھینر دی اور جلد

جلد سے بلند احمد شاہ کے پاس پہنچ گئے لیکن نظام الملک اور سعد الملک دونوں امیر دشمن کے ہاتھ میں گرفتار ہو گئے ان امیروں نے قلعہ میں داخل ہوتے ہوئے کہا کہ بلند کہا کہ اگرچہ ہم حریف کے گلاں گار ہو گئے ہیں لیکن بادشاہ ہمارا خیال نہ کرے اور جلد سے جلد قلعہ پر دعاوا کرے۔ یقین ہے کہ اقبال شاہی سے حصار پر آسانی فتح ہوئے گا۔

سلطان احمد شاہ نے فوراً حکم کیا اور اختلاف روایات کے مطابق ایک ہی یاتین روز میں حصار فتح کر لیا۔ ملک بدر اور ملک انکس تیغ سلطانی کے نذر ہوئے اور نظام الملک اور سعد الملک صحیح و سلامت بادشاہ کی خدمت میں پہنچ گئے فیروز خاں اور رنل جنگل کو ہستان میں آوارہ ہوئے۔ بعض تاریخوں میں اس فتح کا قصہ دوسرے عنوان سے مرقوم ہے لیکن ملوالت کے خیال سے اسے نظر انداز کر دیا گیا۔

رنل نے فیروز خاں پر غلبہ حاصل کر لیا اور اس سے مخالفت کر کے اس پر وفیل اور دیگر لوازم شاہی پر قابض ہو گیا اور اظہار اخلاص کے لئے تمام مال و اسباب احمد شاہ کے پاس روانہ کر دیا۔ فیروز خاں ناگور فراری ہوا اور حاکم ناگور کے ہاتھ سے قتل کیا گیا۔

۱۶۰۰ء ہجری میں احمد شاہ نے راجہ جلواریہ پر فوج کشی کی اور راجہ سلطان ہوشنگ سے مدد کا خواستگار ہوا۔ احمد سنگھی اور ملک شہ بن شیخ ملک آدم جو نامی مظفر شاہی امیر تھے ان دیگر راگین دربار کے حاسد بنے جو صاحب اقتدار ہو کر سیاہ و سفید کے مالک بن گئے تھے۔ ان امیروں نے اب موقع پایا اور احمد شاہ کے جلواریہ پر لشکر کشی کرتے ہی بغاوت کر دی فتنہ پردازوں اور شورش پسند اشخاص کا ایک گروہ ان کے گرد جمع ہو گیا اور ان بد معاشوں نے کجرات کے اکثر شہر تباہ و برباد کر دیے۔

ہوشنگ شاہ نے راجہ جلواریہ کا معروضہ دیکھا اور احمد شاہی امیروں کی مخالفت کا حال معلوم کر کے احمد شاہ کے تمام سابقہ احسان فراہم کر کے اور اس موقع کو غیبت سمجھ کر ایک جرار لشکر کے ہمراہ کجرات روانہ ہوا اور اس نے شہر کے

تاریخ کرنے میں کوئی دقیقہ اٹھانہ رکھا۔  
 سلطان احمد شاہ نے جلوارہ کی جہم کو ملتوی کیا اور سید شان و شوکت کے  
 ساتھ واپس ہوا بادشاہ نے جینا کے حوالی میں قیام کیا اور عادی الملک ہر قندی کو  
 جہار لشکر کے ہمراہ ہوشنگ کے مقابلہ کے لئے نامزد کیا اور اپنے چھوٹے بھائی  
 لطیف خان کو نظام الملک کی تالیقی میں شہ ملک اور احمد سرنگی و دیگر امرا کے فتنہ کو  
 فرو کرنے کے لئے اس طرف روانہ کیا۔ ہوشنگ شاہ مظفر شاہ کے عہد میں گجراتیوں کے  
 ہاتھ زخم کھا چکا تھا اس نے اپنا رخ پھیر دیا اور دہار پہنچ کر دم لیا۔ ملک شہ اور احمد سرنگی  
 جو شیطانی و دوسو سوں اور اپنے نفسانی خطرات کی وجہ سے باغی ہوئے تھے معرکہ  
 جنگ سے فراری ہوئے شہزادہ لطیف خان اور نظام الملک نے اکھا تعاقب کیا  
 اور پہلی ہی منزل میں ان کے احمال اور انتقال پر قابض ہو گئے آخر کار ملک شاہ اور  
 احمد سرنگی نے لاچار ہو کر اکھا مقابلہ کیا۔ لیکن شکست کھا کر سامنے سے فراری ہو گئے۔

دوسرے روایت یہ ہے کہ ملک شہ درہٹ کے تعاقب سے سید پریشان  
 ہوا اور اس نے لشکر مخالف پر بخون مارا لیکن چونکہ اپنے مقصد میں ناکام رہا اس  
 لئے مقابلہ سے فراری ہو کر راجہ کرنال کے دامن میں پناہ لی۔ احمد شاہ کامیاب  
 باراد پاسے منتحسب کو واپس آیا۔

بادشاہ نے کوہ کرنال کی سید تعریف سنی اور چونکہ اس نواح کا راجہ غیر مسلم  
 تھا جو کبھی مسلمان فرمانرواؤں کا مطیع نہ ہوا تھا احمد شاہ نے علاقہ میں سید تعریف کا  
 بہانہ کیا اور کرنال کی جانب روانہ ہوا بادشاہ کوہ کرنال میں داخل ہوا اور راجہ نے  
 چند مرتبہ سہ راہ مقابلہ کیا لیکن ہر مرتبہ مسلمانوں سے شکست کھا کر میدان سے  
 فراری ہوا آخر کار قطعہ اول میں جو اس زمانہ میں جو ناگڑہ کے نام سے موسوم ہے پناہ گزیں  
 ہو گیا۔ مسلمانوں نے قلعہ کے نیچے پہنچ کر حصار کا محاصرہ کر لیا اہل قلعہ سید پریشان ہوئے  
 اور راجہ نے سالانہ باج و خراج ادا کرنے کا وعدہ کر کے بادشاہ کو اپنے سے  
 راضی کر لیا۔

احمد شاہ نے سید ابو الخیر اور سید ابوالقاسم دونوں برادران حقیقی کو جو اسکے  
 نامی امیر تھے رقم وصول کرنے کے لئے راجہ کے ملک میں چھوڑا اور خود احمد آباد واپس آیا

بادشاہ نے راستہ میں سید پور کے بتخانہ کو جو ہر طرح سے زیورات اور نقوش سے آراستہ تھا۔ منہدم کیا اور گجرات کے اہل حاجت اور غریب کو دولت سے مالا مال کیا۔ بادشاہ نے اسی سال ملک تحفہ کو جو تاج الملک کے خطاب سے سرخاڑ ہو چکا تھا۔ نواح گجرات کے غیر مسلم باشندوں کی سرکوبی کے لئے روانہ کیا تاج الملک نے ان باغیوں کی تنبیہ اور سرکشوں کی پامالی اور رفتہ رفتہ ان کی تباہی میں پوری کوشش کی اور ان پر دوبارہ جزیہ مقرر کر کے ایک کردہ کثیر کو اسلام میں داخل کیا۔ سلسلہ ہجری میں سلطان احمد شاہ نے غیر مسلموں سے جہاد کرنے کے لئے ناگور تک سفر کیا بادشاہ اثناء سفر میں ان کے معبودوں اور کیسوں کو دریافت کرتا جاتا تھا اور جس مقام پر کہ بادشاہ کو اس عمارت کا علم ہوتا اس مقام پر جاتا اور عمارت کو بالکل منہدم کر دیتا تھا اور بے شمار مال غنیمت حاصل کرتا تھا۔ بادشاہ ناگور پہنچا اور اس کے شہر کا محاصرہ کر لیا احمد شاہ نے شہر کو فتح کرنے کی کوشش کی نصرت خاں والی دہلی نے بھی اصرار کیا اور جس وقت کے ایک تنگ مقام پر پہنچا احمد شاہ نے محاصرہ سے ہاتھ اٹھایا اور مالوہ کے نواح سے سفر کرتا ہوا احمد آباد واپس آیا۔ اکثر ایسا ہوتا تھا کہ ملک نصیر والی اسیر اور سلطان ہو شنگ حاکم مالوہ دشمنی کی وجہ سے سلطان پور ندر بار کو تباہ کرتے اور طرح طرح کی تکلیفیں پہنچاتے تھے سلطان احمد نے سلسلہ ہجری میں اس جانب توجہ کی کہ بادشاہ ابھی منزل مقصود تک پہنچا بھی نہ تھا کہ اس نے ایک جبار فوج قلعہ تنبول پر جو گجرات دکن اور خاندیس کی سرحد پر واقع ہے متعین کی۔ احمد شاہ حوالی ندر بار میں پہنچ گیا اور ملک نصیر سے فراری ہو کر اسیر کی راہ لی۔ جو گردہ کہ قلعہ تنبول کی تسخیر پر متعین ہوا تھا وہ حصار کے راجہ کو دلاسا دیکر تحفوں اور ہدیوں کے ساتھ احمد شاہ کے پاس لے آیا۔ اس زمانہ میں برسات کا زمانہ بھی آگیا تھا بادشاہ نے ارادہ کیا کہ احمد آباد واپس جائے کہ اس دوران میں خبر رسائیوں نے اطلاع دی کہ راجہ چینیانیر متدل اور ناودت نے یکے بعد دیگرے عرائض بھیج کر سلطان ہو شنگ کو گجرات پر حملہ کرنے کی دعوت دی ہے ابھی سلسلہ ایک شتر سوار نوز میں راہ طے کر کے ناگو سے ندر بار آیا

اور فیروز خاں بن شمس خاں دندانی کا ایک عزیز بادشاہ کے ملاحظہ میں اس مضمون کا پیش کیا کہ سلطان ہوشنگ بادشاہ کو ملک سے دور دیکھ کر گجرات فتح کرنے کے لئے آرہا ہے چونکہ اس کا گمان فاسد یہ ہے کہ مجھے بادشاہ کے ساتھ عقیدت نہیں ہے ہوشنگ نے مجھ کو اس مضمون کا خطرہ روانہ کیا ہے کہ گجرات کے زمین داروں نے عراقض کے ذریعہ سے مجھے یہاں بلایا ہے میں سفر کے لئے تیار ہوں تم بھی مستعد رہو اور میری مدد کرو میں گجرات کو فتح کر کے نہروالہ کی حکومت تمہیں دوں گا چونکہ بادشاہ میرے قبلہ و کعبہ ہیں مجھ پر لازم ہے کہ میں سبکی اطلاع حضرت کو دوں۔

سلطان احمد شاہ نے باوجود موسم برسات کے اس نواح کا رخ کیا اور دربارِ نریدہ کو عبور کر کے ہندری میں مقیم ہوا احمد شاہ نے اپنی فوج کے ایک حصہ کو علیحدہ کر اپنے ہمراہ لیا اور دھواڑا کر دیا اور ایک ہفتہ کے عرصہ میں مہاراسہ کے نواح میں پہنچ گیا سلطان ہوشنگ بادشاہ کی مستعدی سے پریشان ہوا اور بے سرو پا اپنے ملک کو روانہ ہوا سلطان احمد شاہ نے لشکر کو جمع کرنے کے لئے چند روز مہاراسہ میں قیام کیا۔

سورت کے راجہ نے یہ اخبار سنے اور اطاعت سے انکار کر کے مقررہ مال کے ادا کرنے میں مستی کرنے لگا راجہ نے اپنی بساط سے قدم آگے بڑھایا ملک نصیر نے بھی موقع پا کر ارادہ کیا کہ تھالینز کا قلعہ اپنے بلاد ملک افتخار کے قبضہ سے نکال لے۔

سلطان ہوشنگ نے اپنے فرزند غزنین خاں کو ایک گروہ کے ساتھ ملک نصیر کی مدد کے لئے روانہ کیا اور سلطان پور کے باشندوں کو سخت تکلیف پہنچانے لگا۔

ملک احمد صاحب صوبہ سلطان پور نے قلعہ میں پناہ لی اور شکایت اینٹھالو احمد شاہ کو روانہ کیے سلطان احمد شاہ نے مہاراسہ سے ملک محمود ترک کو ایک لشکر جوار کے ساتھ سورت کے سرکش راجہ کی مہم پر ناند کیا تاکہ سورت پہنچ کر قتل غارتگری میں کوئی دقیقہ اٹھانہ رکھے اور راجہ سے مقررہ مال وصول کرے بادشاہ نے محمود ترک اور غلصہ الملک جو اس کے نامور امیر تھے ملک نصیر اور غزنین خاں کی تنبیہ اور تادیب کے لئے روانہ کیا ان امیروں نے آٹنارہ راہ میں ناودت پر حملہ کر کے وہاں کے راجہ سے شکست حاصل کیا یہ امیر سلطان پور کے نواح میں پہنچے ملک نصیر نے تھالینز میں پناہ لی اور غزنین خاں کو اپنا حریف دیکھ کر ایک گروہ کو بادشاہ کی خدمت میں روانہ کیا غرض کہ بار بار کی آمد و رفت و گفت و شنید

بعد بادشاہ نے اس کا قصور معاف فرما کر نصیر خاں کے خطاب سے سرفراز کیا اور خود احمد آباد واپس آیا۔

۸۲۲ھ ہجری میں احمد شاہ نے نظام الملک کو گجرات میں اپنا قائم مقام بنایا اور راجہ مندل کی تادیب کی ہم اس کے سپرد کر کے خود ہراسہ سے مانوہ روانہ ہوا سلطان ہوشنگ نے بھی قدم آگے بڑھایا ہوشنگ نے کالیادہ میں قیام کیا اور پشت پر دیوار کر کے ایک نشیبی مقام پر اپنے خیمے نصب کئے اور بڑے بڑے درخت کٹوا کر ان کو نصب کر کے اپنے سامنے کا راستہ خار بند کر دیا۔

سلطان احمد شاہ نے ایک کشتادہ جنگل میں قیام کیا اور فوج کو اس طرح ترتیب دی کہ مہینہ احمد ترک اور میرہ ملک فرید و عباد الملک سمرقندی اور بنگاہ عضد الدولہ کے سپرد کیا۔ احمد شاہ نے میدان جنگ کا راستہ لیا اور ملک فرید کے دائرہ کی طرف سے ہو کر گزریا۔ بادشاہ نے ایک خدمت گاہ کو دیکھا اور ملازم کو ملک فرید کی طلب میں روانہ کیا بادشاہ نے اس وقت ملک فرید کو اس کے باپ کا خطاب عہد الملک بھی عطا فرمایا احمد شاہ کا ارادہ تھا کہ ملک فرید کو اپنے ہمراہ لے چلے خدمتگار واپس آیا اور اس نے اطلاع دی کہ ملک فرید اپنے بدن پرتیل کی بالمش کر رہا ہے اور چند ساعت میں حاضر ہوگا بادشاہ نے کہا کہ آج کا روز میدان داری کا دن ہے ملک فرید تاخیر کی وجہ سے ناام ہوگا ملک فرید نے بلا توقف میدان کارزار کی راہ لی۔

غرض کہ ہر دو بادشاہ ایک دوسرے کے مقابلہ میں استاد ہوئے اور سپاہیوں میں جوش پیدا ہوا اسی دوران میں ایک ہاتھی سلطان احمد شاہ کی فوج سے سلطان ہوشنگ کے لشکر کی جانب بھاگا اس درمیان میں ملک فرید نے بھی میدان جنگ کا رخ کیا۔ ملک فرید نے ہر چند کوشش کی لیکن چونکہ راستہ جنگ و خار بند تھا اسے دشمن پر حملہ آور ہونے کی راہ نہ ملی آخر کار ایک شخص نے کہا کہ میں راستہ جانتا ہوں اور تمکو دشمن کے عقب سے غنیمت تک پہنچا سکتا ہوں ملک فرید سید خوش ہوا اور بلا تاخیر اس طرف روانہ ہوا جس وقت وہ دونوں لشکر ایک دوسرے سے ملے اور غالب و مغلوب میں کچھ تمیز باقی نہ رہی تو ملک فرید نے سلطان ہوشنگ کے عقب سے



حکم کیا سلطان ہوشنگ نے بھی بہت سخت سرک آرائی کی لیکن چونکہ تقدیر سے یادری  
 نہ کی اور نیز یہ کہ تیرکمان سے نکل چکا تھا۔ اس نے رخ پھیر دیا اور مندو کی راہ کی۔  
 سلطان احمد شاہ نے کامیابی کے ساتھ حریف کا تعاقب کیا اہل بجات  
 نے مندو سے ایک سو کس کے فاصلہ تک حریف کا تعاقب کیا چونکہ سلطان ہوشنگ  
 بے تحاشا فراری ہو رہا تھا بے شمار مال غنیمت گجراتیوں کے ہاتھ آیا اور گجرات  
 کا ہر خرد و بزرگ دولت مند ہو گیا۔ فاتح قوم نے ہر قسم کے دشت جو حوالی مندو میں  
 پائے جاتے تھے زمین سے اکھڑ کر پھینک دئے اور تباہی میں کوئی دقیقہ اٹھا  
 نہیں رکھا۔

اس زمانہ میں موسم برسات بھی آگیا اور احمد شاہ نے واپسی کا ارادہ کیا اور  
 جنانیر فاوست کی ریاستوں کو جو برسرِ راہ واقع تھے تہنیت کرتا ہوا احمد آباد پہنچا۔  
 بادشاہ نے ایک جشن منعقد کیا اور علماء و فقہاء اور سادات کو انعام و اکرام  
 سے مالا مال کر کے ہر اس امیر یا فوجی کو جس نے اس سرک میں کوئی کار نمایاں کیا تھا اپنی  
 نوازش سے دل شاد کیا اور خطاب و القاب سے نوازا کہ اس کے قدر افزائی کی۔  
 اسی سال کے آخر میں احمد شاہ نے حصار سجہ گجرہ کی تعمیر کی اور سجہ کی بنیاد  
 ڈالی احمد شاہ اندروان کی سمت روانہ ہوا اور ماوہ کو تاراج کرنے کا حکم دیا سلطان  
 ہوشنگ کے قاصد حاضر ہوئے اور انھوں نے صلح کی گفتگو شروع کی سلطان احمد نے  
 ان کی درخواست قبول کی اور واپسی کے وقت جنانیر کو دوبارہ تاخت و تاراج  
 کیا۔

۳۳۰ھ ہجری میں بادشاہ نے جنانیر کی تسخیر کا ارادہ کر کے اپنے ملک  
 سے سفر کیا بادشاہ نے تھر کا محاصرہ کر لیا اور راجہ جنانیر نے عاجزی کے ساتھ  
 ہر سال پیشکش ادا کرنے کا وعدہ کیا بادشاہ نے راجہ پر خراج مقرر کر کے  
 اپنے ملک کی راہ کی۔

سلطان ہوشنگ اسی دوران میں اپنی ہزیاں لڑائی سے بادشاہ کو اپنی  
 طرف برنجیدہ کر دیا تھا احمد شاہ نے ۳۳۰ھ ہجری میں ایک جہاز فوج کے ساتھ ماوہ  
 پر حملہ کیا اور مندو کے قلعہ کے نیچے پہنچ گیا۔ احمد شاہ نے دروازہ سارنگ پور کے رخ پر

قیام کیا اور محاصرہ میں پوری اختیاری سے کام لے کر موہل اپنے امیروں میں تقسیم کے سلطان ہوشنگ قلعہ کے استحکام سے مطمئن تھا اس نے ارادہ کیا کہ اس زمانہ میں ایسا کار مردانہ انجام دے جسکی وجہ سے عرصہ دراز تک اسکی یاد دلوں میں تازہ رہے۔

سلطان ہوشنگ نے پائے تخت کو اپنے ایک مدبر عقلمند صاحب ہمت امیر کے سپرد کیا اور خود چھ ہزار آزمودہ کار اور جہزی سپاہیوں کی فوج کے ساتھ نالوکی دروازہ سے قلعہ سے باہر نکلا اور بہترین ہاتھیوں کے گرفتار کر نیکے لئے جانگیر روانہ ہو گیا۔

ہوشنگ اپنی جوانمردی سے جانگیر پہنچا اور جیسا کہ اپنے مقام پر مفصل مذکور ہے قوی سیکل ہاتھیوں کو گرفتار کر کے چھ ماہ کے بعد اپنے دار الملک سندھ کو واپس آیا۔

سلطان ہوشنگ نے محاصرہ کے کنکروں پر علم نصب کئے اور شادیانے بجوائے۔

سلطان احمد شاہ کو ہوشنگ کے اس سفر کی اطلاع نہ تھی اور اس نے کنکروں پر علم نصب کرائے اور طبل شادی بجوانے کی حقیقت دریافت کی۔ بحراقی ملازم نے واقعہ کی نوعیت دریافت کر کے حقیقت حال سے بادشاہ کو اطلاع دی۔ احمد شاہ بیدار متعجب ہوا اور اس نے کہا کہ اس محاصرہ کی طرف کون کنگھ اٹھا کر دیکھ سکتا ہے ظاہر کہ میری جوار فوج نے قلعہ کو ہر جہاں طرف سے گھیر لیا ہے لیکن باوجود اس کے مالک محاصرہ کو قلعہ کی طرف سے اس قدر اطمینان ہے کہ محاصرہ کے دوران میں اپنے ملک سے اس قدر دور و دراز مقام پر گیا وہ چھ ماہ کے بعد واپس آیا۔

احمد شاہ نے محاصرہ کی شنخی سے ہاتھ اٹھایا دلایت مالوہ کے درمیانی حصہ ملک میں داخل ہو کر ملک کوتباہ و تاراج کرنے میں کوئی دقیقہ اٹھا نہیں رکھا۔

چند مرتبہ احمد شاہ اور سلطان ہوشنگ کے درمیان معرکہ آرائی ہوئی لیکن ہوشنگ میں احمد شاہ نے فتح پر فتح پائی اور اس کے بعد احمد آباد واپس آیا۔

ہمارے استاد ملا احمد تارخ الفی میں اس حکایت کو اس طرح بیان کرتے ہیں کہ ۳۵۰ ہجری میں سلطان ہوشنگ نے سوداگروں کے لباس میں جانگیر کا سفر کیا اور سلطان احمد شاہ کو معلوم ہوا کہ سلطان ہوشنگ عرصہ سے مالوہ میں نہیں ہے اور امیروں اور افسران فوج نے اس کے ملک کو آپس میں تقسیم کر لیا ہے۔

سلطان احمد شاہ نے ان اخبار کی بنا پر کجرات پر دھاوا کیا اور قلعہ نہیر کو جو ملک مالوہ

میں داخل ہے صلح کے ذریعہ سے فتح کر کے حصار مندو کے پائیں مقیم ہوا امیر ان مندو نے بادشاہ کی مزاحمت کی اور احمد شاہ نے قلعہ کا محاصرہ کر لیا اور اپنے لشکر کو مالوہ کے اطراف و جوانب میں ملک کو تباہ و تاراج کرنے کے لئے روانہ کیا اور آبادی اور معمولی کا نام و نشان تک نہ چھوڑا۔

اس دوران میں برسات کا موسم آگیا اور احمد شاہ سنے سمجھ لیا کہ حصار آسانی سے فتح نہیں ہو سکتا بادشاہ فتح حصار سے دست بردار ہوا اور خود اجپن روانہ ہو گیا احمد شاہ نے اپنے امیروں کو اپنے لشکر میں تقسیم کیا اور گجرات سے قلعہ کشاں کی اسباب یعنی بنینق اور رابہ وغیرہ طلب کئے۔ ملک محبوب کو لوال احمد آباد یہ تمام اشیاء احمد آباد سے اپنے ہمراہ لے کر بادشاہ کی خدمت میں حاضر ہوا اور احمد شاہ نے دوبارہ قلعہ مندو کا محاصرہ کر لیا اور ملک محبوب کو تارہ پور کے راستہ کے انتظام پر مقرر کیا اور محاصرہ کو بڑی احتیاط سے جاری رکھا۔ اس دوران میں بادشاہ کو معلوم ہوا کہ سلطان ہوشنگ جاگیر سے مندو واپس آگیا ہے احمد شاہ نے اپنے تمام امیروں کو جمع کیا اور یہ طے پایا کہ مثل سابق کے غنیم کے ملک میں قیام کر کے راہ کو بہر چہار طرف سے مسدود کر دیں۔

احمد شاہ نے یہ انتظام کر کے خود سارنگ پور کی راہ لی سلطان ہوشنگ کو احمد شاہ کے ارادہ سے اطلاع ہوئی اور خود بھی دوسری راہ سے سارنگ پور روانہ ہوا ہوشنگ نے احمد شاہ کی خدمت میں قاصد روانہ کر کے استعد عاجزی و کمکاری کی کہ سارنگ پور کے قریب پہنچا احمد شاہ قلعہ و غار بندہ شب بیداری کرنے سے غافل ہو گیا۔ بارویں محرم ۱۰۸۸ ہجری کی رات کو سلطان ہوشنگ نے احمد شاہ کے لشکر پر شیون مارا اور کثیر العدد گجراتیوں کو جو قلعہ غافل تھے قتل کیا بقیہ سپاہی جاہ جا منتشر ہو گئے۔

سلطان احمد شاہ بیدار ہوا اور اس نے دولت خانہ میں سوار ملک جو نارسہ کا بلکہ کے اور کسی شخص کو موجود نہ پایا۔ چونکہ گھوڑے حاضر تھے بادشاہ انھیں میں سے ایک پر سوار ہوا اور دوسرے گھوڑے پر ملک جو ناکو بٹھایا اور جنگل کی راہ لی۔ احمد شاہ خود جنگل کے ایک گوشہ میں کھڑا ہو گیا اس نے ملک جو ناکو حقیقت حال معلوم کرنے

کے لئے اپنے لشکرگاہ کو روانہ کیا۔ ملک جو ناشاہی لشکرگاہ میں پہنچا اور اس نے دیکھا کہ ملک مقرب اور ملک فرید اپنے اپنے دستہ فوج کے ہمراہ دولت خانہ شاہی کی طرف آ رہے ہیں ان امیروں نے ملک جو شاہ سے بادشاہ کا حال دریافت کیا ملک جو نے حقیقت حال بیان کی اور ہر دو امیروں کو ساتھ لیکر بادشاہ کی خدمت میں حاضر ہوا بادشاہ کے جسم پر ہتھیار نہ تھے ملک مقرب نے اپنے اسلحہ بادشاہ کو پہنائے اور اس جنگ کی اجازت طلب کی۔ بادشاہ نے جواب دیا سپیدہ صبح ظاہر ہونے تک توقف کرو احمد شاہ نے ملک جو ناگو۔ دوبارہ لشکرگاہ کے طرف روانہ کیا تاکہ یہ معلوم کرے کہ سلطان ہوشنگ کس شغل میں مصروف اور کس جگہ قیام پذیر ہے۔ بادشاہ کو معلوم ہوا کہ اہل مالوہ تافت و تالاج میں مشغول ہیں اور سلطان ہوشنگ قاصد کے گھوڑوں اور ہاتھیوں کے ہمراہ مع چند سپاہیوں کے ایک مقام پر ٹھہرا ہوا تماشہ دیکھ رہا ہے۔

سلطان احمد شاہ نے طلوع صبح کے قریب جس کو درحقیقت صبح اقبال کہنا چاہئے ایک ہزار سواروں کے ساتھ سلطان ہوشنگ پر حملہ کیا۔ احمد شاہ حرلیت کے قریب پہنچا قریب سے اسکو پہچان کر اسکی طرف بڑھتا دو نوں فرزندوں میں عظیم الشان لڑائی ہوئی ہر دو سپاہیوں نے بذات خاص استہد کو شش کی کڑھی ہو گئے۔ اس دوران میں گجراتی فیلیاں جو ہاتھیوں پر سوار دشمن کے پنجہ میں گرفتار تھے قریب پہنچے انھوں نے اپنے مالک کو پہچانا اور کیا رگی سلطان ہوشنگ کی فوج پر حملہ کر دیا سلطان ہوشنگ اس حملہ کی تاب نہ لایا اور سارنگ پور کے قلعہ میں پناہ گزیں ہو گیا۔ اہل گجرات سے جس قدر مال غنیمت حاصل ہوا تھا وہ پھر ان کے قبضہ میں آیا اس کے علاوہ سات نامی ہاتھی بھی احمد شاہ کے قبضہ میں آ گئے۔

احمد شاہ سارنگ پور کے محاصرہ سے تنگ آیا اور واپسی کے خیال سے اس نے کوچ کیا سلطان ہوشنگ موقع پا کر حصار کے باہر نکلا اور احمد شاہ کا تعاقب کیا۔ اس مرتبہ بھی احمد شاہ کو فتح ہوئی اور چند جاگیر کے ہاتھی جنگو ہوشنگ بے حد عزیز رکھتا تھا اہل گجرات کے ہاتھ آئے احمد شاہ کامیاب اور بامراد احمد آباد واپس آیا اور حضرت شیخ کی نورجنت اللہ علیہ کی جنھوں نے اس فتح کی بشارات دی تھی بے حد عزت و توقیر کی اہل گجرات پیشتر سے زیادہ حضرت شیخ کے مستقد ہوئے چونکہ اس سفر میں اہل گجرات

نے حد سے زیادہ محنت برداشت کی تھی احمد شاہ نے چند سال قیام میں بسر کئے۔  
 ۱۲۹۰ء ہجری میں احمد شاہ نے قلعہ ایدر کا رخ کیا اور نہر سا برستی کے کنارے  
 ایک نیا شہر آباد کرنے کے اسے احمد نگر کے نام سے موسوم کیا بادشاہ نے اس شہر کے پہلو  
 میں ایک قلعہ تعمیر کیا اور اس نواح کے دور دراز شہروں میں جہاز فوجیں روانہ کر کے وہاں  
 تر و خشک ہر طرح کے سامان کو تباہ و برباد کیا اور رعایا میں جو ہاتھ آیا اسکو تلوار کے گھاٹ  
 اتارا احمد شاہ نے قلعہ احمد نگر سے کوچ کیا اور سیاب شکست کے ساتھ ایدر کے ملک  
 میں پہنچ گیا بادشاہ نے اس قلعہ کے علاوہ جسکو سلطان مظفر شاہ نے فتح کیا تھا ایک  
 روز میں تین دیگر حصہ اس مملکت کے فتح کئے راجہ ایدر نے بیجا نگر کے کوہستان میں پناہ  
 لی اور سلطان احمد کا سیاب احمد آباد واپس آیا۔

۱۲۹۳ء ہجری میں شہر و قلعہ تعمیر و آباد ہو گئے اور احمد شاہ نے بار درگ و ولایت ایدر  
 کا رخ کیا پونجا رائے راجہ ایدر نے اپنے آباد اجداد کا اندوختہ صرف کیا اور فوج میں  
 بیحد اضافہ کر کے حد سے زیادہ لا حاصل کوششیں کیں لیکن آخر کار مجبور ہو کر موروثی ملک  
 کے باہر چلا گیا اور ملک کے گرد قیام کر کے روزانہ حرکت مذبحی کرتا تھا یہاں تک  
 کہ پانچویں جمادی الاول ۱۲۹۳ء ہجری کو گجراتیوں کا ایک گروہ ان اشخاص کی حمایت  
 میں جو چارہ ہم پہنچانے کے لئے گئے ہوئے تھے لشکر سے باہر نکلا اور راجہ نے  
 موقع پا کر اس گروہ پر حملہ کر دیا لیکن شکست کھا کر واپس ہوا اور گجراتیوں کا ایک نامی ہاتھی  
 گرفتار کر کے اپنے ہمراہ لے چلا۔

اہل گجرات کو اس واقعہ کی خبر ہوئی اور انھوں نے راجہ کا تعاقب کیا اور  
 پہاڑ کے ایک تنگ مقام پر اس سے جا ملے چونکہ راستہ ایک ہی تھا راجہ نے بھی  
 لڑائی کا بازار گرم کیا اور اہل گجرات کا مانع ہوا۔ گرفتار ہاتھی کا فیل بان بیحد بہادر  
 تھا اس نے دیکھا کہ عقب سے فوج آ رہی ہے فیل بان نے موقع پا کر ہاتھی کو پونجا پر  
 دوڑایا راجہ کا گھوڑا بھڑکا اور مع سوار کے پہاڑ سے نیچے گرا۔ اور راکب و مرکب  
 دونوں ہلاک ہوئے فیل بان نے بلا حقیقت حال سے کسی کو مطلع کئے ہوئے ہاتھی  
 کو لشکر گجرات میں پہنچا دیا۔ ایدر کے سپاہی شکست کھا کر اطراف و جوانب میں منتشر ہو گئے  
 اور راجہ کی لاش کے طرف کسی نے توجہ نہ کی۔

ایک روز کسی شخص کا پوجا کے قریب گزر ہوا اور اس نے راجہ کو پہچان کر اسکا تیرن سے جہاں کر دیا اور احمد شاہ کے پاس لے آیا بادشاہ نے حقیقت حال تحقیق کے لئے چند اشخاص کو سبیدہ سر کے قریب طلب کیا کسی شخص نے بھی اس کی شناخت نہ کی آخر کار ایک نوکر جو پیشتر پونجا کا ملازم تھا اب لشکر گزشت میں خدمتگار تھا ادھر سے گذر اور اس نے راجہ کا سر دیکھا چونکہ یہ شخص مقتول کا ٹنک کھا چکا تھا اس نے پہلے سر کو سجدہ کیا اور پھر بادشاہ سے عرض کیا کہ یہ سر پونجا کا ہے بادشاہ کو اس شخص کی وفاداری بیحد پسند آئی اور اسے انعام و اکرام سے مالا مال کیا۔

احمد شاہ دو سرے روز ایدر روانہ ہوا اور ایدر ریسل نگر میں جہاں لشکر روانہ کر کے ان شہروں کے قریبے اور قصبے تباہ و ویران کئے۔ پونجا کا فرزند دپیر او جو اپنے باپ کا قائم مقام ہو کر قبیلہ کا حاکم ہوا تھا عارضی کے ساتھ پیش آیا اور فوج ادا کرنے کا وعدہ کیا۔ دپیر نے وعدہ کیا کہ ہر سال تین لاکھ تقریبی تنگے خزانہ میں داخل کریگا احمد شاہ نے صفدر الملک کو احمد نگر کا حاکم مقرر کیا اور ولایت لنگوارہ کو تاراج کرتا ہوا احمد آباد واپس آیا۔

۳۳۲ شمہ ہجری میں احمد شاہ نے بار در ایدر پر لشکر کشی کی اور پچیس صفر کو ایدر کا ایک مشہور قلعہ سر کے کے حصار میں داخل ہوا اور خدا کی بارگاہ میں شکر یہ ادا کیا اور ایک جامع مسجد تعمیر کرائے احمد آباد واپس آیا۔

۳۳۳ شمہ ہجری میں کانہارا کے حاکم جھانودہ کو معلوم ہوا کہ بادشاہ نے ایدر کے تمام مراحل طے کر کے دوسرے زمینداروں کی خیر یعنی شروع کی ہے اس راجہ نے اپنی خیر اسی میں دیکھی کہ جلا وطن ہو جائے راجہ مال و اسباب ہمراہ لیکر جھانودہ سے روانہ ہوا یہ خبر احمد آباد پہنچی اور احمد شاہ نے ایک فوج اس کے تعاقب میں روانہ کی راجہ کانہارا کے بچہ وقت کے ساتھ برہان پور اسیر پہنچا اور دھیل نصیر خاں کو پیش کئے حاکم برہان پور بادشاہان کی کن کی قربت سے بچہ منور ہو رہا تھا اس نے بادشاہ کے تمام حقوق احسان فراموش کر دیے اور راجہ کو اپنے ملک میں جگہ دی۔

چند روز کے بعد کانہارا کے نصیر خاں کے مشورہ اور اس کے سفارت نامہ کے ہمراہ سلطان احمد شاہ بہمنی کی خدمت میں حاضر ہوا اور امداد کی درخواست کی سلطان بہمنی نے

ایک لشکر راجہ کی اعانت کے لئے مقرر کیا تاکہ یہ فوج سلطان پور ندر بار تک تمام حصہ ملک کو تاراج کرے۔

احمد شاہ گجراتی نے اپنے فرزند محمد شاہ کو اس ہم پرنامزد کیا اور مقرب الملک سر لشکر و دیگر افسران فوج مثل سید ابو الخیر سید ابو القاسم سید عالم اور افتخار الملک کو شاہزادہ کے ہمراہ کیا فریقین میں خونریزی لڑائی ہوئی اور اہل گجرات نے حریف کو شکست دی بے شمار اہل دکن قتل ہوئے اور بقیہ نے میدان جنگ سے فرار سی ہو کر دولت آباد میں پناہ لی۔

سلطان احمد شاہ ہمہنی نے یہ خبر سنی اور اپنے فرزند اکبر شاہزادہ علاء الدین اور اس کے برادر غور و المشہور بہ خان جہاں کو گجراتی شاہزادہ کے مقابلہ میں روانہ کیا۔ بادشاہ نے لشکر فوج کے تمام صوبیدار کو اپنے ایک معتبر امیر قدر خان دکنی کے سپرد کر کے اس امیر کو بھی شاہزادہ علاء الدین کے ہمراہ روانہ کیا۔

شاہزادہ علاء الدین قدر خان کی رائے کے موافق سفر کی منزلیں طے کرتا ہوا نواح دولت آباد میں مقیم ہوا۔

اس مقام پر شاہزادہ کا خسر نصیر خاں حاکم برہان پور مع کاہنارائے راجہ جاوہر کے شاہزادہ سے آ ملا۔ اہل دکن کو اس تازہ امداد سے مزید تقویت حاصل ہوئی اور حریف سے مقابلہ کرنے کے لئے آگے بڑھے۔ دکنی فوج نے سفر کی چند منزلیں طے کیں اور درہ مانک پہنچ کر شاہزادہ محمد خاں سے مقابلہ ہوا۔ فریقین میں خونریزی لڑائی واقع ہوئی اور انتہائی جنگ آزمائی میں اتفاق سے ملک قریب قدر خان ہر دو سپہ سالار ایک دوسرے سے دست و گریباں ہو گجراتی امیر اپنے حریف پر غالب آیا اور قدر خان دشمن کے ضرب سے لاپتہ ہوا۔

اس کے علاوہ ملک افتخار الملک نے شاہزادہ علاء الدین کے سپاہ خاصہ پر حملہ کر کے حریف کی جماعت کو پراگندہ اور چند نامی ہاتھیوں کو گرفتار کیا۔

اس واقعہ کے بعد دکنی شاہزادہ میدان جنگ میں ثابت قدم نہ رہ سکا اور اس نے راہ فرار اختیار کی۔

شاہزادہ علاء الدین نے دولت آباد میں قیام کیا اور کنہر رائے اور نصیر خاں فاروقی کو ہستان خاندیس میں پناہ گزیں ہوئے۔

شاہزادہ محمد خاں نے اس فتح پر خدا کا شکر ادا کیا اور اپنے ملک کو واپس گیا۔

اسی سال قطب نام ایک امیر نے جو سلطنت گجرات کی طرف سے جزیرہ مہام کا حاکم تھا وفات پائی۔ احمد شاہ بہمنی سابقہ شکست کی تلافی و تدارک میں منہمک تھا۔ بادشاہ نے اس موقع سے فائدہ اٹھایا اور اپنے بہترین امیر ملک التجار کو مہام کی جہم پر روانہ کیا۔ ملک التجار کی صحت مدبر سے یہ جہم سر ہوئی اور مہام پر اہل دکن کا قبضہ ہو گیا۔ سلطان احمد شاہ گجراتی نے ارادہ کیا کہ مہام پر بار دیگر قابض ہو۔ بادشاہ نے اپنے چھوٹے فرزند شاہزادہ ظفر خاں کو افتخار الملک کی تالیقی میں اس جہم پر نامزد کیا اور مخلص کو تو ال بندر دیو کے نام ایک فرمان اس مضمون کا روانہ کیا کہ مہام کو محروسہ کے تمام بندر گاہوں کے جہازوں کو درست و تیار کر کے ظفر خاں کی خدمت میں حاضر ہو جائے۔ مخلص الملک نے جلد سے جلد فرمان کی تعمیل کی اور بندر ویب و بندر کھوکہ و کنپاشت وغیرہ سے سترہ ہجرت مہم پہنچائے اور ولایت مہام کے قریب ظفر خاں کی خدمت میں پہنچ گیا۔

ظفر خاں نے امیران دربار کے مشورہ سے جہازوں کو دریا کی راہ سے روانہ کیا اور خود خشکی کے راستہ سے آگے بڑھا۔

اہل گجرات نے دکنی چوکی یعنی قصبہ تھانہ کا محاصرہ کیا۔ شاہزادہ نے افتخار الملک سرشکر کو ملک سہراب سلطانی کے ہمراہ پیشتر روانہ کیا۔ بلکہ تھانہ کا کو تو ال مقابلہ کی تاب نہ لا کر قلعہ بند ہو گیا۔

گجراتی امیروں نے قلعہ کا محاصرہ کر لیا۔ اسی دوران میں جہاز بھی پہنچ گئے اور دکنی امیر کے لئے تمام راہیں مسدود ہو گئیں۔

دو یا تیس روز جنگ قائم رہی لیکن ظفر خاں کے ورود کے بعد حاکم تھانہ قلعہ سے باہر نکلا اور بیحد جرات و مردانگی کے ساتھ حریف کے مقابلہ میں صفت آرا ہوا۔

چونکہ حاکم تھانہ کو کسی جانب سے مدد نہ ملی اس لئے مجبور ہو کر راہ قرار اختیار کی۔ شاہزادہ ظفر خاں نے تھانہ پر قبضہ کیا اور ایک دستہ فوج کا تھانہ کی محافظت کے لئے متعین کر کے خود مہام کی طرف روانہ ہوا۔

ملک التجار نے تھانہ و بزرگ و زنتوں کو کاٹ کر ساحل کو خارجہ کر دیا۔ گجراتی فوج ساحل پر پہنچی اور غارتگری سے مکمل کر میدان میں صفت آرا ہوئی۔



طرفین میں شاید و خنزیر جنگ ہوئی اور صبح سے تا شام معرکہ کارزار جاری رہا۔ ہر فریق نے حریف کے سپاہیوں کو خاک و خون میں ڈال دیا اور دشمن پر فتح پانے کے لئے انتہائی کوشش کی۔ آخر کار فتح و ظفر نے ظفر خاں کا ساتھ دیا اور ملک التجار شکست خوردہ ایک جزیرہ میں پناہ لیں۔ یہاں کجراتی جہاز بھی دریا کی راہ سے پہنچ گئے اور خشکی کی طرح تری پر بھی اہل کجرات کا قبضہ ہو گیا۔ ملک التجار نے احمد شاہ بہمنی سے امداد طلب کی۔ بادشاہ نے اپنے فرزند کو ایک محمد خاں کو دس ہزار سواروں اور ساٹھ ہاتھیوں کے ہمراہ روانہ کیا اور خواجہ جہاں وزیر کو مختار کل مقرر کیا۔

دکنی لشکر مہاتم کے قریب پہنچا اور ملک التجار نے محاصرہ کی مصیبت سے نجات پا کر شاہزادہ کی ملازمت حاصل کی۔ اہل دکن نے اس تجویز پر اتفاق کیا کہ بیشتر تھانہ پر قبضہ کرنا ناگزیر ہے۔ دکنی لشکر تھانہ کی طرف بڑھا اور شاہزادہ ظفر خاں بھی تیار ہو کر اہل تھانہ کی امداد کے لئے پہنچ گیا۔ طرفین کا مقابلہ ہوا اور پہلے ہی روز صبح سے غروب آفتاب تک معرکہ کارزار گرم ہالین آخر کار اہل کجرات نے فتح پائی اور ملک التجار نے چاکنہ اور محمد خاں نے دولت آباد کی راہ کی ظفر خاں کا بیابان باہر مہاتم میں داخل ہوا اور حال دکن کو جو مہاتم سے فاصلہ ہو گیا۔ تھے جہان کے ذریعہ گرفتار کیا اور بے شمار مال غنیمت حاصل کر کے ہر قسم کے اسباب و زینت و سرخ چندشتیوں میں بابر کے اپنے پر عالی قدر کی خدمت میں روانہ کیا۔ شاہزادہ ظفر خاں نے تمام ولایت مہاتم تھانہ پر قبضہ کر لیا اور ملک کو اپنے امیروں اور افسران فوج میں تقسیم کیا۔

اسی سال یہ معلوم ہوا کہ فتح خاں بن سلطان مظفر شاہ گجراتی جو سلطان مبارک شاہ دہلوی کا ملازم تھا امیر شیخ علی والی کابل کے معرکہ جنگ میں کام آیا۔ سلطان احمد شاہ لوازم عزاداری بجالایا اور غنائم و زیارات کی مجلس ترتیب دیکر مرحوم کے نام پر روپے اور اشرافیاں غیرات کیں۔

شہنشاہ جہری میں سلطان احمد شاہ گجراتی نے شاہزادہ محمد خاں کو سرحد کجرات کی حفاظت پر بجالا رکھا اور خود ملک چیتا کا رخ کیا۔

سلطان احمد شاہ دکنی نے اس موقع سے فائدہ اٹھایا اور اپنا لشکر درست

کر کے بجلانہ روانہ ہوا۔ راجہ بجلانہ جو سلطنت گجرات کا باج گزار تھا قلعہ میں پناہ گزیں ہوا احمد شاہ نے تمام ملک تاراج و برباد کر دیا۔ شاہنشاہ محمد خاں نے سلطان احمد گجراتی کو اس مضمون کا ایک معروضہ روانہ کیا کہ فدوی عرصہ سے سعادت ملازمت سے محروم ہے اور طول سفر کے باعث بیمار ہو گیا و آفسران فوج اپنی اپنی جاگیروں کو روانہ ہو گئے ہیں۔ معلوم ہوا ہے کہ سلطان احمد شاہ بہمنی نے بجلانہ کو تاراج کیا ہے اور باب اسکا ارادہ ہے کہ اس نواح کا رخ کرے۔ فدوی کے پاس اس وقت اس قدر فوج و لشکر موجود نہیں ہے جسکی تقویت سے حریف کا مقابلہ کرے۔ سلطان احمد شاہ گجراتی نے اس خط کا مضمون معلوم کر کے چینا کے محاصرہ سے فی الحال دست کشی اختیار کی اور زاد دوت روانہ ہوا بادشاہ نے اس ملک کو تخت تاراج کیا اور جلد سے جلد رہ پانچ گیا۔

شاہنشاہ محمد خاں اور امرائے سرحد شرف قدوسی سے فیضیاب ہوئے اور بادشاہ کے درود پر شاد دیا نے بجائے گئے۔ جاسوسوں نے خبر دی کہ احمد شاہ بہمنی قلعہ مقبول کے نواح میں مقیم تھا لیکن شاہ گجرات کے درود کی خبر سن کر اپنے ملک کو واپس گیا۔ احمد شاہ گجراتی اجواہل دکن سے سرکھارائی کر نیکا دل سے خواہاں نہ تھا اس خبر کو سنکر بید خوش ہوا اور احمد آباد واپس ہوا بادشاہ نے دریائے تاپتی کو عبور کیا تھا کہ اسکو معلوم ہوا کہ سلطان احمد شاہ بہمنی نے سرکار خ بدل دیا اور اپنے دارالحکومت جانے کے بجائے باروگر قلعہ مقبول کا محاصرہ کر لیا۔

ملک سعادت سلطانی حاکم قلعہ جاں سپاری میں کوتاہی نہیں کرتا ہے۔ احمد شاہ گجراتی نے شاہ دکن کے دربار میں ایک قاصد سہی اسماعیل اتچی کو روانہ کیا اور اسکو پیغام دیا کہ اگر بادشاہ اس قلعہ کے محاصرہ سے دست بردار ہوں اور اہل حصار کو تکلیف نہ پہنچا کر اپنے ملک کو واپس جائیں تو مناسب ہے ایسی صورت میں قواعد دوستی میں خلل نہ واقع ہوگا اور گجرات اور دکن کے مراسم اتحاد و اتفاق اس طرح قائم و برقرار رہیں گے۔

سلطان احمد شاہ دکنی نے مجلس مشورہ منعقد کی اور امرائے دربار سے مشورہ کیا۔ اہل دکن نے اپنی فطری فتنہ انگیزی کے مطابق بادشاہ سے عرض کیا کہ قلعہ میں غلہ آذوقہ قیوم ہے اعلیٰ پہنچنے کے قبل ہی ہم حصار کو نہ کر لیں گے اس حالت میں محاصرہ سے دست بردار ہونا

مصلحت سے بعید ہے۔  
قاصر نے اہل دکن کے مشورہ سے آگاہی حاصل کر کے اپنے مالک کو حقیقت واقف کی  
آگاہ کیا اور سلطان احمد شاہ گجراتی نے ساحل دریا سے پنج بد لا اور جلد سے جلد قبضہ  
روانہ ہوا۔

احمد شاہ بہمنی نے پابیکوں کو طلب کیا اور ان سے کہا کہ اگر آج کی شب تم کوئی ایسی  
تدبیر کرو جس سے تمکو پوری کامیابی ہو جائے تو میں تمکو دولت دنیا سے بے نیاز کر دوں گا۔  
رات کا ایک حصہ گزرنے کے بعد پابیکوں کا ایک گروہ دیوار قلعہ کے قریب گیا اور  
آہستہ آہستہ دیوار قلعہ کے پتھروں کی آڑ میں چھپتا ہوا اور پرحٹھکیا اور نیچے اتر کر قلعہ کا دروازہ  
کھول دیا۔ اہل دکن قلعہ کے اندر داخل ہو گئے لیکن ملک سعادت سلطانی مالک قلعہ  
فوراً اس واقعہ سے آگاہ ہوا اور اپنے پابیکوں کو قتل کرنا شروع کیا اور وہ دیوار قلعہ سے اندر اتر گئے  
تھا وہ تو تہ تیغ کیا گیا اور جو اشخاص دیوار پر باقی تھے وہ نیچے گرا کر  
ہلاک کیے گئے۔

لیکن باوجود اس کے قلعہ کا دروازہ کھل گیا اور ملک سعادت نے اسی منزل  
پر جو قلعہ کے محاذ میں واقع تھا شبنون مارا اور چونکہ اس موہن پر سکے سپاہی بے نمبر تھے  
اکثر اشخاص مجروح و پریشان ہوئے۔

اسی دوران میں سلطان گجرات بھی قریب پہنچ گیا اور احمد شاہ بہمنی پابیکوں  
سے آگے بڑھا بادشاہ دکن نے اپنے امرا و افسران فوج کو طلب کیا اور ان سے کہا کہ  
چند مرتبہ لشکر گجرات دکن کی فوج پر غالب آچکا ہے اور ہمارے پرحریف نے قبضہ کر لیا ہے اگر  
اس مرتبہ بھی شکست ہوئی تو دکن کا ملک ہمارے ہاتھ سے نکل جائیگا احمد شاہ نے جنگ کے لئے  
صفیر کر اسٹہ گئیں اور سلطان گجرات نے بھی اپنی فوج کو مرتب کیا دکن کا ایک نامی امیر بھی اتر درخاں  
میدان میں آیا اور رد مقابل کا خواستکار ہوا عہدہ الملک اس کے مقابل میں آیا ہر دو جوان ایک  
دوسرے سے لڑنے لگے آخر کار اتر درخاں مغلوب ہو کر دشمن کے پنجہ میں گرفتار ہوا۔

بعد اسکے جنگ مغلوب ہوئی اور طرفین سے بہادران رو کر اتر درخاں دینے لگے صبح  
سے تا غروب آفتاب کارزار قائم رہا اور شام کو طبل بازگشت کی آواز پر ہر فریق اپنے  
قیام گاہ کو واپس آیا۔ اس معرکہ میں بے شمار اہل دکن ضائع ہوئے اور احمد شاہ بہمنی نے

پریشان ہو کر جنگ آزمائی سے کنارہ کشی کی اور اپنے ملک کو واپس آیا۔  
 سلطان احمد شاہ گجراتی قلعہ تنول میں داخل ہوا اور حاکم قلعہ ملک سعادت  
 پر بھید نوازش فرمائی بادشاہ نے اپنے دربار کے ایک گروہ کو قلعہ کی حفاظت پر مامور کیا اور  
 خود تانسیہ روانہ ہوا اور یہاں ایک حصہ تھمیر کیا بادشاہ نے تانسیہ سے نادوت کا رخ کیا  
 اور اس ملک کو تاخت و تاراج کر کے عین الملک کو اس نوع کے انتظام پر مامور کیا اور  
 خود سلطان پور بندہ بار کی راہ سے آج آباد واپس آیا۔  
 چند روز کے بعد احمد شاہ گجراتی نے راجہ ہماچھ کی دختر کو شاہزادہ فتح خان کے  
 جالہ عقد میں دیا اور اس طرح اس ہمہ کو پایہ تکمیل پہنچایا۔  
 سرانح التواریخ ذکر میں یہ محاصرہ کی روایت مذکورہ بالا بیان سے مختلف  
 ہے لیکن مولف کا خیال ہے کہ کوئی مورخ کی روایت ضعیف و صداقت سے دور ہے مورتین  
 گجرات نے جو واقعات اس ہمہ کے درج کئے ہیں وہی صحیح ہیں اور انھیں واقعات کو مورخ  
 فرشتہ نے اپنی تاریخ میں ہدیہ ناظرین کیا ہے۔ واللہ اعلم بالصواب ۳۳۶ ہجری میں  
 سلطان احمد شاہ گجراتی نے سیوات و ناگور کا سفر کیا۔ بادشاہ و ناگور پور پہنچا اور اس نوع  
 کے زمینداروں سے شکش وصول کر کے کیلوارہ و دیوارہ کے ممالک میں داخل ہوا کیلوارہ  
 و دیوارہ سے مراد کہ دیوں او پہیلوں کے ممالک ہیں جو قلعہ چتور کے راجہ سہی رانا توکل کے  
 ماتحت تھے احمد شاہ نے ان ریاستوں کو تباہ و ویران کیا۔  
 سلطان احمد شاہ گجراتی نے حدود سیوات میں قدم آگے بڑھایا اور کوتہ۔ بوندی اور  
 نولے کی ریاستوں سے ہی باج و خراج وصول کیا۔  
 اسی دوران میں برادر زادہ سلطان مظفر شاہ گجراتی سہی فیروز خان بن شہر خان  
 دندانی حاکم ناگور بادشاہ کے حضور میں حاضر ہوا اور اس نے کئی لاکھ کی رقم بطور پیش کش بادشاہ  
 کے ملاحظہ میں گزرائی بادشاہ نے کل رقم فیروز خان کو عطا فرما کر اس پر بیحد نوازش فرمائی اور  
 خود گجرات واپس آیا۔  
 بادشاہ نے احمد آباد پہنچ کر ایک کثیر رقم گجرات کے مسکین و محتاج طبقہ میں تقسیم کی۔  
 ۳۳۹ ہجری میں سلطان محمود غلجی نے جو سلطان ہونشنگ کا لازم تھا مالوہ  
 پر قبضہ کر لیا اور مسعود خاں بن محمود شاہ گجرات میں پناہ گزیں ہوا۔

احمد شاہ گجراتی نے مسعود خان کی امداد پر کمر ہمت باندھی اور مسعود شاہ ہزاوہ کو شاہ بنانے کے لئے مالوہ کا رخ کیا۔

بادشاہ نے حوض جگنک پور پر یہ مقام اس زمانہ میں باسودہ کے نام سے مشہور ہے ترمیم پہنچا اور اس نے ایک جہاز شکر خاں جہاں کے مقابلہ کے لئے روانہ کیا۔ خاں جہاں چندیری سے مسند و جہاز تھا اس امیر کو اس واقعہ کی اطلاع ہوئی اور جلد سے جلد سفر کی تمیزیں لے کر آیا ہوا اپنے فرزند محمود شاہ کے پاس پہنچ گیا۔ احمد شاہ بھی مسند و پہنچا اور اس نے قلعہ کا محاصرہ کر لیا۔ ہر روز ایک گروہ اہل قلعہ کا باہر آکر معرکہ آزمائی کرتا اور قلعہ کو واپس جاتا تھا۔ سلطان محمود نے بخون کا ارادہ کیا اور اہل قلعہ نے احمد شاہ کو اس کی خبر دی۔ سلطان محمود کو یہ خبر بھی کہ احمد شاہ اس کے ارادہ سے آگاہ ہو چکا ہے اور اس کے قلعہ سے باہر آتے ہی علوم ہو کہ گجراتیوں کا لشکر آمادہ فیکار ہے۔

غرض کہ فریقین میں خونریز جنگ ہوئی اور بے شمار انسان ضائع ہوئے۔ صبح کو سلطان محمود قلعہ میں پناہ گزین ہو اور احمد شاہ نے شاہ ہزاوہ محمد خاں کو پانچ ہزار سواروں کے ہمراہ سارنگ پور روانہ کیا شاہ ہزاوہ سارنگ پور پہنچا اور اس نے شہر پر قبضہ کر لیا۔

اسی زمانہ میں عمر خاں بن سلطان ہوشنگ نے بھی چندیری میں خروج کیا اور ایک عمدہ جماعت اپنے گرد فراہم کر لی۔ سلطان محمود نے باوجود ان واقعات کے مردانگی و تجربہ کاری سے کام لیا۔ اور مطلقاً پریشان نہ ہوا اور ایسا قلعہ کو محصور و آباد کیا کہ اہل حصہ کو غلہ و آؤ و قہ کی تکلیف نہ ہوئی۔

سلطان احمد شاہ کے لشکر میں قحط نمودار ہوا اور انسان و حیوان پریشان و ضائع ہونے لگے۔ سلطان محمود خلیجی نے خیال کیا کہ حصاری ہونا مطلق کار براری نہیں کر سکتا خلیجی نے اپنے پدر خاں جہاں کو قلعہ میں چھوڑا اور خود دروازہ تاراپور سے نیچے اتر اور سارنگ پور روانہ ہو گیا۔

اٹھائے راہ میں حاجی علی گجراتی حاکم حصار کنیل محمود خلیجی کا سردار ہوا لیکن حریف سے شکست کھا کر احمد شاہ کے دامن میں پناہ گزین ہوا اور بادشاہ کو اطلاع دی کہ محمود خلیجی فلاں راہ سے سارنگ پور جا رہا ہے۔

سلطان احمد شاہ نے اپنے فرزند کو سازنگ پور سے اپنے دربار میں طلب کر لیا اور محمود خلجی نے عمر خاں سے معرکہ آرائی کر کے حریف کو تہ تیغ کیا۔ اسی دوران میں ہندوستان میں وہاں کے طاغوت نے قدم رکھا۔ یہ مرض گہر اتیوں کے لشکر میں اس شدت کے ساتھ نمودار ہوا کہ مردہ اجسام کی بھینس و تکفین دشوار ہو گئی۔

سلطان احمد شاہ کو یقین ہو گیا کہ محمود خلجی کا ستارہ اقبال اصبح پر ہے اور تو شہر تقدیر سے جنگ کرنا بیکار ہے۔

اس کے علاوہ سلطان احمد شاہ خود ہی مرض الموت کا شکار ہوا اور بادشاہ دین عالم بیماری میں احمد آباد واپس ہوا۔

سلطان احمد شاہ اپنے تخت گاہ میں پہنچا اور چوتھی ربیع الآخر ۷۳۶ھ ہجری کو اس نے دنیا سے رحلت کی اور وفات کے بعد خاندان گان مغفور کے نام سے یاد کیا گیا۔

احمد شاہ نے چھتیس (۳۶) سال چھ ماہ بیس یوم حکومت کی۔ احمد شاہ تمام عمدہ صفات و خصائل کا مجموعہ تھا اس کا عہد ظالموں کے لئے عہد چنگیزی اور ظلم و رعایا کے لئے عہد نوشیروانی تھا۔

مرحوم بادشاہ عید بامروت و صاحب مہمت و جرات تھا اور تمام عمر صاحب اخلاق رہا۔

محمد شاہ ابن احمد شاہ سلطان احمد کی وفات کے بعد اس کا بڑا فرزند محمد شاہ بادشاہ گجرات ہوا تو عمر فرما کر ولے انعام و اکرام سے رعایا کے دلوں کو سحر کر لیا۔ محمد شاہ نے سال جلوس میں ایدر پر حملہ کیا۔ راحت الملک نے بادشاہ کی اطاعت کی اور اپنی بیٹی اس کو بیواہ دی محمد شاہ نے زوجہ کی سفارش سے ملک کا بقیہ حصہ بھی راحت الملک کو عطا کر لیا۔ بادشاہ نے ایدر سے دو نگر پور کا سفر کیا یہاں کے چوہدری نے اطاعت کا اقرار کیا اور پیش کش گزراں کر اپنے ملک کی حفاظت کی محمد شاہ احمد آباد واپس آیا اور پھر اس نے سترہ ہجری تک کسی طرف رخ نہیں کیا۔

سلاطین جوی میں محمد شاہ قلعہ چنیا گیا اس حصار کے راجہ سہمی سنگھ اس نے معرکہ آرائی کی اور شکست کھا کر قلعہ بند ہو گیا۔ محاصرہ نے طوالت پکڑ لی۔ راجہ نے

سلطان محمود خلجی کے پاس قاصد روانہ کیا اور اس سے ملو کی درخواست کر کے ہر منزل پر ایک لاکھ تنگہ دینا قبول کیا۔ سلطان محمود نے مال کی طبع اور گجراتیوں سے انتقام لینے کے جذبہ سے متاثر ہو کر اس کی اتھاس کو قبول کیا اور سال مذکور کے آخری حصہ میں اس نواح کا سفر کیا۔ سلطان محمود شاہ کے لشکر کے اکثر جانوران بار برداری تلف ہوئے احمد خلجی کے دروہ کی خبر سن کر جو اس باختہ ہو گیا اور اپنے خیمے اور اسباب جلا کر جنگ سے کنارہ کش ہوا ہر چند امیران دربار نے اس کو معرکہ آرائی کرنے کی ترغیب دی لیکن اس نے قبول نہ کیا اور جلد سے جلد احمد آباد روانہ ہو گیا۔

جب دوبارہ سلطان مالوہ نے ایک لاکھ مالوی اور مندوی سپاہیوں کے ساتھ گجرات پر حملہ کیا تو تمام امیروں نے بالاتفاق بادشاہ سے کہا کہ سلطان محمود ہمیشہ ہمارے ملک کو نقصان پہنچاتا ہے مناسب یہ ہے کہ ہم بھی اپنی فوجیں درست کر کے اس کے مقابلہ میں صف آرا ہوں لیکن محمد بادشاہ نے یہ درخواست قبول نہ کی اور دیب کی طرف فرار ہو گیا۔

امرا اور وزرا پریشان ہو کر سلطان محمود شاہ کی زوجہ کے پاس گئے یہ بیگم اپنے زمانہ کی بہترین عورت تھی امیروں نے اس سے کہا کہ تم اپنے شوہر کو عزت بخشی ہو یا یہ چاہتی ہو کہ بادشاہت اس خاندان میں باقی نہ رہے بیگم نے امیروں سے پوچھا کہ تمھاری تقریر کا مطلب کیا ہے۔ ارکان دولت نے جواب دیا کہ تمھارا شوہر سلطان محمود سے معرکہ آرائی کرنا قبول نہیں کرتا اور گجرات کا ملک مفت ہاتھ سے جاتا ہے تمھیں چاہئے کہ اس امر پر راضی ہو جاؤ کہ ہم جس طرح مناسب سمجھیں اسکا قدم در میان سے اٹھادیں اور تمھارے بڑے فرزند قطب خاں کو جو بیس سال کا جوان ہے تخت حکومت پر بٹھائیں۔

بیگم نے مجبوراً امیروں سے اتفاق کیا اور اس گروہ نے ساتویں محرم ۷۵۵ھ کو دہلی کے ذریعہ سے محمد شاہ کو ہلاک کیا اور اس بادشاہ نے آٹھ برس نو مہینے چودہ دن حکومت کی اور مرنے کے بعد خدائے گرام کریم کے لقب سے مشہور ہوا۔

## قطب الدین بن مجر شاہ گجراتی

قطب الدین آٹھویں جمادی الثانی شب دوشنبہ ۷۲۵ھ ہجری کو ندر بار  
میں پیدا ہوا اور اپنے باپ کے فوت ہونے کے بعد فوراً  
تخت حکومت پر بیٹھا سلطان محمود خلجی نے ملک غلام سہراب ترک  
کو جس سے حال ہی میں قلعہ سلطان پور امان کے ذریعہ سے حاصل کیا تھا مقدمہ لشکر بنایا  
اور جلد سے جلد سفر کی منزلیں طے کرتا ہوا احمد آباد روانہ ہوا۔

سلطان قطب الدین حاکم مالوہ کی شوکت و حشمت کا دل میں اندازہ کر کے  
ایک بقال سے جو اس کا بار سوخ درباری تھا جنگ کے معاملہ میں مشورہ کیا بقال  
نے جواب دیا کہ مناسب یہ ہے کہ بادشاہ سورت میں پناہ گزیں ہو جائیں اور جب  
سلطان محمود تھانہ اور لشکر گجرات میں چھوڑ کر منہ واپس جائے اس وقت بادشاہ  
اپنے ملک کو واپس آکر حریف کے گماشتوں کو اس ملک سے باہر کر دیں۔

بادشاہ نے اس رائے سے اتفاق کیا اور قریب تھا کہ اس پر عمل کرے  
لیکن امرا اور وزرا بادشاہ کی نیت سے واقف ہو گئے اور انھوں نے قطب الدین  
کو اس ارادہ سے باز رکھا اور اس کو ملامت کی۔

قطب الدین کو غیرت آئی اور اس نے حریف سے مقابلہ کرنے اور  
صف آرائی کرنے میں کوشش کی اور ایک لشکر آراستہ کر کے سلطان محمود سے  
جنگ کرنے کے لئے آگے بڑھا۔

ملک علائی سہراب نے موقع پایا اور اپنے لشکر کے ساتھ مالویوں کے  
گروہ سے نکل کر اپنے مالک کے پاس حاضر ہو گیا ملک علائی کو ایک ہی مجلس  
میں سات خلعت عطا ہوئے اور علاء الملک کے خطاب سے سرفراز کیا گیا۔ گجرات  
کا ہر ضعیف و کبیر ملک علائی کے آنے سے بیحد خوش ہوا اور ہر شخص نے خوشی کے نقارہ بجا دیے۔  
ہردو فریق میں تین کوس کا فاصلہ رہ گیا اور سلطان محمود نے ایک شعر لکھ کر  
قطب شاہ کے پاس روانہ کیا جس کا مطلب یہ تھا اگر مرد ہے تو میدان جنگ میں  
نمودار ہو قطب الدین نے صدر جہاں سے کہا کہ اس کا جواب لکھو صدر جہاں نے  
دوسرا شعر موزوں کر کے سلطان محمود کے پاس روانہ کیا جس کا مفہوم یہ تھا کہ ہم مرد میدان  
ہیں اور دشمن کے سردوں سے چوگان بازی کرتے ہیں لیکن اپنے قیدی سے ہم کو یلوک کر کے شرماتی



ہمیں اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ سلطان ہوننگ کو سلطان محمود کبیر نے نظر بند کر لیا تھا اور پھر اسپر ہرانی کر کے آزاد کیا اور مالوہ کی حکومت اسے عطا کی۔

مختصر یہ کہ صغریٰ کی پہلی تاریخ سلطان محمود نے شیون کا ارادہ کیا لیکن راستہ بھول گیا اور ایک ایسی جگہ پہنچا جو چاروں طرف سے زقوم کے وحشوں سے گھری ہوئی تھی صبح تک منزل مقصود کو نہ پہنچا اور اسی طرح گھوڑے پر سوار رہا۔

سلطان قطب الدین کو اس واقعہ کی اطلاع ہوئی اور اس روز صبح کو اپنی صفیں آراستہ کر کے حریف کے مقابلہ میں آیا اہل گجرات کا میسرہ شکست کھا کر میدان جنگ سے بھاگا اور اس نے احمد آباد کی راہ لی لیکن انکا میسرہ اہل مالوہ کے میسرہ پر غالب آیا اور۔

اہل مالوہ نے اپنے ملک کی راہ لی لیکن دونوں فرماڑو اہنایت استقلال کے ساتھ جنگ آزمائی میں مشغول رہے اہل مالوہ کی غالب فوج نے اپنے کو فتح مند خیال کر کے اہل گجرات کے لشکر کو تاخت و تاراج کرنا شروع کیا۔ سلطان قطب الدین کے قول نے سپاہی جو قلب

لشکر میں ثابت قدم تھے سلطان محمود کے قلب لشکر پر حملہ آور ہوئے اور دشمن کو پریشان کر دیا سلطان محمود نے اپنی بے انتہا بہادری سے اس قدر جنگ کی کہ نہ کوئی سپاہی اس کے پاس

باقی رہا اور نہ اس کے ترکش میں تیر رہ گیا لیکن مجبور ہو کر میدان جنگ سے فراری ہوا اور سلطان قطب الدین کے لشکر میں پہنچ کر سر پر وہ شاہی کے گرد گھومنے لگا آخر کار وہ

ساج مرصع و کمر بند اور بے شمار گران بہا جو اہر ساتھ لیکر اپنے لشکر سے جو عقب میں تھا جامل اس کے فراری سپاہی بھی بادشاہ سے آئے۔

سلطان محمود نے اسی جگہ قیام کیا اور یہ خبر مشہور کرائی کہ اسی شب اہل گجرات پر شیون ماریگا۔ حریف اس خبر کو سنکر بید پریشان ہوئے اور اہل لشکر اپنے گھوڑوں

پر سوار ہو کر اپنی محافطت کرنے لگے۔ رات کا ایک حصہ گزر گیا اور سلطان محمود نے زمین کے ساتھ مالوہ کی راہ لی اور صبح تک اتنی مسافت طے کر لی کہ دشمن سے بے خوف ہو گیا۔

سلطان قطب الدین اس فتح کو خدا کی بہت بڑی نعمت سمجھا اور اسی

ماہیوں اور دیگر نفیس مال غنیمت کے ہمراہ اپنے ملک واپس آکر ایک بزم عشرت آراستہ کی بادشاہ نے ایک جبار لشکر سلطان پور روانہ کیا اور قلعہ دشمن کے قبضہ سے نکال لیا

اس واقعہ کے بعد طرفین کے بھی خواہاں ملک کے توسط سے دونوں فرماڑواؤں میں اس

شرط پر صلح ہو گئی کہ غیر مسلموں سے جو حصہ ملک جو بادشاہ فتح کرے وہ اس کا حق ہے اور نیز یہ کہ ہندوؤں کی حمایت میں دونوں فرمانروا ایک دوسرے پر حملہ آور نہ ہوں اس کے ساتھ یہ بھی طے پایا کہ راجہ رانا کا دفع کرنا جو سرکش کافر ہے دونوں بادشاہوں کا فرض منصبی ہے۔

سنہ ہجری میں یہہ معلوم ہوا کہ فیروز خاں وندانی جاکم ناگور نے وفات پائی اور مرحوم فرمانروا کے بھائی مجاہد خاں نے فیروز خاں کے فرزند شمس خاں پر غلبہ حاصل کر کے ناگور کی حکومت پر قبضہ کر لیا اور شمس خاں اپنے چچا کے خوف سے بھاگ کر چتور کے جو دھری سیسی رانا بنھو کے دامن میں پناہ گزیں ہو گیا ہے۔ راجہ کنہو اور ناگور کے زمینداروں میں تبدیلی دشمنی ہے اور اسی خیال سے رانا نے شمس خاں سے وعدہ کر لیا ہے کہ اسکی مدد کر کے اسکو باپ کی جگہ ناگور کا حاکم بنا دیگا لیکن شرط یہ ہے کہ فتح کے بعد شمس خاں حصار ناگور کے تین لکڑے تباہ اور ویران کر دے اس شرط کی وجہ یہ تھی کہ رانا کنہو کے آباؤ اجداد عرصہ سے ناگور کی تسخیر کے خواہاں تھے لیکن یہ امر انھیں میسر نہ آیا تھا چنانچہ رانا کے پدر سیسی راجہ موہل نے فیروز خان وندانی کے مقابلہ میں صدف آرائی کی لیکن جریف سے شکست کھا کر میدان جنگ سے بھاگا اور عین حالت فرار میں تین ہزار آدمی اس کے لشکر کے کام آئے۔

مختصر یہ کہ شمس خاں نے رانا کی شرط قبول کر لی اور اس کے ہمراہ ناگور پر حملہ آور ہوا مجاہد خاں مقابلہ نہ کر سکا اور اس نے گجرات میں پناہ لی شمس خاں قلعہ میں داخل ہوا اور اس نے ارادہ کیا کہ شرط کے موافق حصار کو ویران کرے کہ ال ناگور نے یہہ کہنا شروع کیا کہ کاش ایسے فرزند کے بجائے فیروز خاں کے محل میں دختر پیدا ہوتی اور وہ بچی اپنی عزت کا خیال کر کے اس حصار کو دشمنوں کے ہاتھ سے تباہ نہ ہونے دیتی۔

شمس خاں پر اس طعنہ زنی نے پورا اثر کیا اور اس نے اسی وقت حصار کو مضبوط کر کے رانا سے کہلا بھیجا کہ تم نے مجھے پوری طرح بددوی اور میں اسکا شکر یہ ادا کرتا ہوں لیکن اس حصار کو ویران کرنا میرے امکاں سے خارج ہے کیونکہ اگر ایسا کروں تو اس شہر کے باشندے خود میرے ہی خون کے پیاسے ہو جائیں گے میں اب مناسب ہے کہ اپنے ملک کو واپس

جاڈیا جنگ آزمائی کے لئے تیار ہو رانا اپنی حرکت پر نامم ہو اور افسوس کرتا ہو اچھوڑ  
 واپس گیا۔  
 رانا نے باروگر فوج و لشکر جمع کر کے ناگور پر دھاوا کیا اور شمس خاں شہسوار کی مرست  
 کر کے عقیقہ افسرین فوج کے سپرد کیا اور خود امداد طلب کرنے کیلئے احمد آباد پہنچا۔  
 سلطان قطب الدین نے شمس خاں کی بھید خاطر واری کی اور اس کی دختر کو اپنے  
 جلالہ عقد میں لے آیا  
 بادشاہ نے شمس خاں کو اپنے دربار میں روک لیا اور رائے رام چند ملک گدا  
 وغیرہ امرا کو اہل ناگور کی امداد کے لئے روانہ کیا۔  
 ان امیروں نے رانا سے جنگ کی لیکن گجراتیوں کا ایک گروہ کثیر میدان جنگ  
 میں کام آیا اور امرا فراری ہوئے۔  
 سلطان قطب الدین ان واقعات کو شکر بھید غصہ ناک ہوا اور خود ناگور کا رخ کیا  
 لیکن قلعہ ایوراکے نواح میں پہونچکر بادشاہ نے عماد الملک کو حریف کے مقابلہ میں روانہ کیا  
 اور خود راہ میں قیام پذیر ہوا۔  
 عماد الملک بھی دشمن سے شکست کھا کر کثیر نقصان کے بعد پس پیا ہوا۔ عماد الملک  
 کی شکست کے بعد بادشاہ نے اپنے سفر کا رخ بدل دیا اور بجائے قلعہ چتور کے سرحدی پر  
 حملہ آور ہوا۔  
 سرحدی کا راجہ رانا چتور کا عزیز قریب تھا بادشاہ نے سرحدی کے راجپوتوں سے  
 معرکہ آرائی کی اور ان کو پس پا کرنے کو تلبیس پہونچا  
 سلطان قطب الدین نے کوئلیہ کو تاخت و تاراج کیا اور بے شمار قیدی گرفتار  
 کئے اور قلعہ کے قریب پہونچکر حصار کا محاصرہ کر لیا۔  
 متعدد بار جنگ آزمائی ہوئی اور ہر مرتبہ رانا کو شکست ہوئی اور اس کی فوج  
 کا ایک گروہ کثیر میدان جنگ میں کام آیا آخر کار رانا نے قلعہ سے نکل کر خود جنگ آزمائی  
 کی اور شکست کھا کر قلعہ میں پناہ گزیں ہوا۔  
 رانا نے قطب الدین سے صلح کی درخواست کی اور بادشاہ رانا سے بیش بہا رقم  
 وجواہرات و سامان وصول کر کے احمد آباد واپس آیا۔

اسی زمانہ میں تاج خاں سلطان محمود غلطی کا سیر گجرات والا رہا اور اس نے غلطی نوازوں کی جانب سے قطب الدین کو پیغام دیا کہ زمانہ نامی میں جو آفات پیش آئے ان کو نظر انداز کرنا چاہئے اور اب جدیدہ صلح و عہد کر کے جس طرح ممکن ہو رانا کا قدم در میان سے اٹھایا جائے۔

اس قرار واد کی صورت یہ ہے کہ رانا کا جو حصہ ملک گجرات سے ملحق ہے وہ عساکر قطبی کا تاراج گاہ ہوا اور دیھات و امیر و ارٹھ کے شہر لشکر مند و فتح کرے اور اگر ضرورت ہو تو طرفین ایک دوسرے کی اعانت و مدد میں کوتاہی نہ کریں۔

غرضیکہ چنیانیر میں طرفین سے علماء و فضلاء جمع ہوئے اور عہد و پیمان کے بعد شرائط صلح کی تکمیل کی گئی۔

سال ۶۷۱ ہجری میں سلطان قطب الدین ایک جرار لشکر کے ہمراہ رانا کے ملک کو روانہ ہوا اثنائے راہ میں بادشاہ نے قلعہ دیو پر قبضہ کر کے حصار اپنے ایک محتلم امیر کے سپرد کیا اور خود آگے بڑھا۔ اسی زمانہ میں سلطان محمود غلطی نے دوسری جانب سے رانا کے ملک پر حملہ کیا۔ رانا نے ارادہ کیا کہ محمود غلطی کا مقابلہ کرے لیکن چونکہ سلطان قطب الدین نے سرحدی سے گزیر کر تعجیل تمام گنجائش کی راہ لی رانا نے بھی مصدقت وقت کے لحاظ سے اہل مالوہ سے معرکہ آرائی ملتوی کی اور گجراتیوں کے مقابلہ میں صف آرا ہو لیکن فاحش شکست کھا کر اپنے ملک کے درمیانی حصہ میں جو چیتور سے قریب واقع تھا قیام پذیر ہوا۔

اس سلطان قطب الدین رانا کے فرد و گاہ پر پہنچا اور بارہ گرو فریقین میں جنگ آزمائی ہوئی لیکن غروب آفتاب کے بعد طرفین بغیر کسی نتیجہ کے اپنے اپنے خیموں کو واپس آئے۔

دوسرے روز صبح کو پھر معرکہ آرائی ہوئی اور سلطان قطب الدین نے بذات خود انتہائی مردانگی کے جوہر دکھائے۔ اس معرکہ میں بھی رانا کو شکست ہوئی اور ضرور راجہ پہاڑوں میں پناہ گزیں ہوا۔

رانا نے اپنے قاصد صلح کے لئے قطب الدین کی بارگاہ میں روانہ کئے اور چوڑا من سوناد و فیل بزرگ و دیگر بیش قیمت تحائف پیش کر کے صلح نامہ کی تکمیل کرائی اور یہ عہد کیا کہ اب بارہ گرو ناگور پر حملہ نہ کریگا۔

چونکہ سلطان محمود اہل گجرات سے پیشتر بھی رانا کے ملک میں پہنچ چکا تھا سلطان قطب الدین نے اپنے حلیف کی اس حرکت پر اظہارِ رخ کیا اور احمد آباد واپس آیا۔

اس واقعہ کے بعد سلطان قطب الدین و سلطان محمود کے درمیان جو تباہ و بربادہ سلطان محمود کے حالات میں بیان کیا جائیگا ششمہ ہجری میں رانا نے نقصِ عہد کے پچاس ہزار سواروں کے ہمراہ ناگور پر حملہ کیا حاکم ناگور نے ایک عرصہ جس میں مفصل حالات مرقوم تھے سلطان قطب الدین کی خدمت میں روانہ کیا۔

جس رات قاصد عریضہ لے کر حاضر ہوا اسی شب سلطان قطب الدین مجلسِ نشاء و تنبہ و دیگر باوہ خواری میں مشغول تھا قاصد نامہ لے کر عواد الملک وزیر کی خدمت میں حاضر ہوا وزیر اسی وقت عریضہ لے کر بادشاہ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ وزیر نے بادشاہ کو شہِ شراب میں مہوش پایا لیکن اس کے ہوشیار کرنے کا انتظار نہ کیا اور اسی عالم میں بادشاہ کو محافظہ میں سوار کر کے شہر کے باہر لے گیا۔ دوسرے روز ایک منزلِ راہ طے کی اور ایک ماہ تک شکر کے جمع ہونے کے لئے ہی مقام پر قیام کیا۔

جاسوئوں نے بادشاہ کی روانگی کی خبر رانا کو پہنچائی رانا یہ خبر سن کر ناگور سے اپنے ملک کو روانہ ہو گیا۔ رانا کے فرار کی خبر سن کر سلطان قطب الدین شہر کو واپس آیا اور عیش و عشرت میں مشغول ہوا۔

اسی سال سلطان قطب الدین نے سر وہی پر حملہ کیا۔ سر وہی کا راجہ جو رانا سے قرابتِ قریبہ رکھتا تھا بھاگ کر کوہستانِ کنیل میں پناہ گزیں ہوا اور اہل گجرات نے ملک کو تاراج و تباہ کیا۔

اسی زمانہ میں سلطان محمود کی فوج نے بھی قلعہ جتو پر حملہ کیا تھا سلطان قطب الدین نے اس موقع سے فائدہ اٹھایا اور رانا کا تعاقب کر کے اسکو جا بجا بھگتا تا رہا یہاں تک کہ رانا قلعہ کنیل میں آکر پناہ گزیں ہوا بادشاہ نے چند روز قلعہ کا محاصرہ کیا لیکن یہ معلوم کر کے کہ محاصرہ سے فائدہ نہ ہو گا حصار سے دست کش ہوا اور جتو رو و دیگر ممالک کو خراب و ویران کر کے بے قیاس مال غنیمت لے کر اپنے ملک کو روانہ ہوا۔

بادشاہ چند ماہ کے بعد حضرت سید قطب عالم کی خدمت میں حاضر ہوا۔ بادشاہ سید علیہ الرحمۃ کی خدمت میں حاضری تھا کہ اس کے دل میں یہ خطرہ گزرا کہ کیا چھپا ہوتا کہ حضرت قطب عالم کی دعا کی برکت سے اللہ تعالیٰ انکو فرزند عطا فرماتا جو بادشاہ کے بعد اسکا جانشین ہوتا۔

حضرت سید اپنے صفائے باطن سے بادشاہ کے خطبہ سے واقف ہو گئے اور آپ نے فرمایا کہ تمہارا براؤں جو پتھر لہ تمہارا سے فرزند کے ہے اور یہی شخص خاندان منظر شہری کا نام ہمیشہ کے لئے زندہ رکھے گا۔

بادشاہ حضرت سید کے جواب سے مایوس ہوا اور آپ کی خدمت سے اٹھ کر واپس آیا۔

اسی دوران میں بادشاہ علیل ہوا اور تیسری رجب ۸۷۷ ہجری کو اس نے وفات پائی اور سلطان محمود کے خطبہ میں دفن کیا گیا۔

یہ بادشاہ وفات کے بعد سلطان غازی کے نام سے یاد کیا گیا۔

شمس خاں بن فیروز خاں جن کی دختر بادشاہ کے حوالہ عقد میں دی گئی تھی اس جرم میں مانوڑ ہوا کہ اس نے بادشاہ کو زہر کے ذریعہ سے ہلاک کیا۔ دولت خانہ شہری کے تمام اراکین نے اتفاق کر کے شمس خاں کو قتل کیا۔ حرم سرا کے اندر سلطان غازی کی والدہ نے شمس خاں کی دختر پر زہر خور دینی کے الزام میں شدید ترین سختیاں کیں اور آخر کار اسے بادشاہ کی بیگیاں کی بیگیاں کے گینزوں کے سپرد کیا۔ ان سب نے جو اس تکم سے بید بد دل تھیں اپنی سون کو کڑے کڑے کر ڈالا۔ مورخین کہتے ہیں کہ قہر و غضب بادشاہ کی مرثیت میں داخل تھے خصوصاً شہ شراب سے متوالا ہوا تو محاسب خون کی طرح اسکی رگوں میں دورہ کرتے تھے غفور و رحیم اس کے گرد ہی نہ آسکتے تھے۔ اور مجرم و عاصی افراد شیر و خنجر کے حوالے کئے جاتے تھے۔

سلطان قطب الدین نے سات سال سات ماہ حکومت کی اور تمام عہد حکومت مستی و تزلزل میں گزارا اور شراب کھپا کہ کسی وقت بھی اس کے لبوں سے دور نہ ہوا۔

سلطان داود شاہ بن احمد شاہ گجراتی سلطان قطب الدین کی وفات کے بعد

اس کا چچا دادو خاں عماد الملک وزیر و بقیہ امرا و ارکان دولت کے اتفاق سے تخت حکومت پر متمکن ہوا۔

اس شخص نے بد معاشی کا پیشہ اختیار کیا اور ایک فراش کو جو اس کا ہمسایہ تھا عماد الملک کا خطاب دیکر اس کو اپنا مقرب امیر و درباری مقرر کیا۔ اس کے علاوہ اس بادشاہ کی ریش ایسی ناپسندیدہ تھی جو کسی طرح بھی شایان فرمانروائی نہ سمجھی گئی۔

اراکین دولت نے عماد الملک وزیر کے اتفاق سے سلطان قطب الدین کو حکومت سے معزول کیا اور وزیر مذکور کی رائے کے مطابق شاہزادہ محمود خاں برادر کوچک سلطان قطب الدین کو چودہ برس کے سن میں تخت حکومت پر بٹھادیا۔

بادشاہ کے جلوس کے روز خلائق کو ان کے مراتب کے مطابق انعام و اکرام تقسیم کئے گئے۔

اسپان تازی و عراقی و ترکی نیز پیش قیمت خلعت و کمر بند و شیر مرغ و زرشاں خنجر کے علاوہ ایک کڑوڑ تنگ نقد سادات و علما و صلیحا کو تقسیم کیے گئے۔

سلطان محمود شاہ مورخین لکھتے ہیں کہ سلطان محمود شاہ کے جلوس کے بعد ہما ت گجراتی المشہور یہ سلطنت کی باگ عماد الملک وزیر کے ہاتھ آئی اور کارخانہ شای میں رونق پیدا ہوئی کہ تمام خلائق شریف و رذیل ہر طبقے کے اشخاص نے سلطان محمود کو اپنا فرمانروا تسلیم کیا اور ملک میں سنی قسم کا ہنگام

و فساد برپا نہ ہوا۔

ملک کے نامی امیر عضد الملک و صفی الملک و حسام الملک جو بید مقتدر سردار اور گجرات کے بہترین حصہ ملک کے جاگیر دار تھے عماد الملک کے غلبہ سے رنجیدہ ہوئے اور وزیر مذکور کے تباہ کرنے پر آمادہ و تیار ہو گئے۔

ان حسد پیشہ امیروں نے جلوس کے چند ماہ بعد یا ہم اتفاق کر کے یہ طے کیا کہ اگر بادشاہ عماد الملک کو عہدہ وزارت سے معزول نہ کرے تو ہم خود بادشاہ کو پایہ زنجیر کر کے اس کے برادر خور و حسن خاں کو اپنا فرمانروا تسلیم کریں۔

نظام الدین جن کی روایت کے مطابق ان امیروں نے بادشاہ سے عرض کیا کہ عماد الملک کا ارادہ ہے کہ اپنے فرزند شہاب الدین کو بادشاہ بنائے اور ملک مغیث

کی تقلید کر کے مالوہ کی طرح گجرات میں بھی خاندان شاہی حکومت سے محروم ہوا اور مظفر شاہی اراکین کے بجائے عماد الملک کا خاندان فرماں روا بادشاہ ہو۔

عماد الملک کے اس دور از کار منصوبہ کے عمل میں آنے کے قبل اس بے وفا امیر کا قدم در میان سے اٹھادینا ضروری و ناگزیر ہے سلطان محمود شاہ نے باوجودیکہ کم سن و نشیب و فراز زمانہ سے آگاہ نہ تھا لیکن اپنے خداداد فہم و فراست سے دریافت کر لیا کہ یہ تمام تقریر سر اسر کذب و بہتان ہے جو ان حسد پیشہ امیروں نے اپنے دماغ سے پیدا کی ہے بادشاہ کو معلوم ہو گیا کہ اس مجلس میں ان امیروں کے خیال کے مطابق عماد الملک پر عتاب نہیں کرتا تو خود اس کو تخت حکومت سے کنارہ کش ہونا پڑتا ہے۔

سلطان محمود شاہ نے ان امیروں کو جواب دیا کہ میں خود اس امر کو محسوس کر رہا ہوں کہ عماد الملک کے تیور بدلے ہوئے ہیں اور اس کے قول و فعل سے بغاوت و فتنہ کے آثار نمایاں ہو رہے ہیں لیکن محض اس خیال پر کہ اگر میں اس امیر کو سزا دوں گا تو تم جیسے ہی خواہاں ملک مجھ کو بے مروت و بے وفا سمجھو گے لیکن خدا کا شکر ہے کہ تمھارے ایسے دولت خواہ بھی حقیقت واقعی سے آگاہ ہو گئے اب اگر میں عماد الملک کو مقید کروں گا تو خاص و عام کے نزدیک ناحق شناس و بے وفانہ سمجھا جاوے گا۔

اب تم صاحبوں کی رائے میں جو مناسب ہو اس پر عمل کرو

ان امیروں کی رائے کے مطابق عماد الملک پایہ نہ خیر کیا گیا اور پانچ سو معتبر افراد کے سپرد کر کے قلعہ احمد آباد میں نظر بند کیا گیا۔

بادشاہ نے اس طرح اس روز غدار امیروں سے اپنی جان بچائی اور اس کے بعد عماد الملک کی رہائی اور ان امیروں کے دفعیہ کی تدابیر سوچنا رہا۔

بادشاہ کو معلوم تھا کہ تمام سرداران فوج دارا کین ان امرائے تلخ ہیں محمود شاہ نے اس سے کسی شخص کو بھی آگاہ نہ کیا۔ خلوت و جلوت کے ہر موقع پر یہی کہتا تھا کہ عماد الملک میرا دشمن جانی ہے ایسے شخص کو زندہ رکھنا احتیاط سے دور ہے اس غدار امیر کو میں اپنے ہاتھ سے قتل کروں گا دیگر امرا اس کی سفارش کریں گے تو مجھ کو سخت رنج ہو گا بادشاہ کی یہ تقریر امرا نے سنی اور بیحد خوش ہوئے اور یہ طے کیا کہ اگر بادشاہ عماد الملک کے قتل کا ارادہ کرے تو ہم کو قطعاً سفارش نہ کرنی چاہئے۔



سلطان محمود ایک شب انھیں خیالات کی بنا پر نہ سویا اور صبح کے وقت جب کہ  
زہرت سلطانی بجائی گئی بادشاہ چاندنی میں کاشت و فح کرنے کے لئے قصر پر برآمد ہوا  
اور وہیں بیٹھ گیا اور چاروں طرف دیکھنے لگا۔

سلطان محمود وہاں کے خیال میں تھا کہ ناگاہ اس کی نظر ملک عبداللہ گماشتہ  
فیل شاہ پر پڑی جو قصر کے پیچھے موجود کھڑا ہوا تھا۔ ملک عبداللہ کچھ عرض کرنا چاہتا  
تھا لیکن جرات نہ ہوتی تھی کہ زبان ہلائے بادشاہ اس امر کو سمجھ گیا اور اس نے  
کہا کہ جو کچھ تم کو کہنا ہے بلا کسی خوف کے عرض کرو۔

ملک عبداللہ نے یہ معلوم کر کے کہ اس وقت صحبت اغیار سے خالی ہے بادشاہ  
سے عرض کیا کہ عہد الملک گایا بھی خواہ امیر اس ملک میں نہیں ہے۔ امرانے اس کے خلاف  
جو کچھ بادشاہ سے عرض کیا ہے سر اسرہتبان افتراید وازی ہے یہ حد بیشہ امیر خود بادشاہ  
کے بدخواہ ہیں اور انکا ارادہ ہے کہ شاہزادہ حسن خاں کو فرمانروائے گجرات تسلیم کریں  
بادشاہ نے ملک عبداللہ کی بید تعریفی کی اور کہا کہ تم نے خوب کہا جو بھلوں واقعہ سے آگاہ  
کر دیا ورنہ میرا تو یہہ ارادہ تھا کہ آج صبح کو میں عہد الملک کا کام تمام کر دوں۔ بہر نوع  
اب اس راز سے کسی غیر کو آگاہ نہ کرو صبح صادق ہوتے ہی تمام ہاتھ پیر کا مستعد و مکمل کر کے  
آستانہ دربار پر حاضر کروینا

غرض کہ آفتاب بلند ہوا اور ملک شرف و ملک حاجی و ملک بہاء الدین و ملک کا اور  
ملک عین الدین جو بادشاہ کے مقصد امیر تھے حضور میں حاضر ہوئے۔

بادشاہ نے ملک شرف سے کہا کہ عہد الملک کے واقعہ نے ایسا بھکو مضطرب کیا ہے  
کہ آج کی رات میں قطعاً نہیں سویا اسکو جلد میرے حضور میں حاضر کرو تا کہ میں خود اسکو  
تہہ تیغ کروں۔

ملک شرف عہد الملک کو بادشاہ کے حضور میں لانے کے لئے گیا لیکن نگہبانوں  
نے کہا کہ تم مجرم کو بغیر عہد الملک کی اجازت کے تمھارے سپرد نہیں کر سکتے۔

ملک شرف واپس آیا اور اس نے حقیقت حال سے بادشاہ کو آگاہ کیا۔

بادشاہ خود برج کے اوپر آیا اور اس نے بہ آواز بلند کہا کہ عہد الملک کو جلد میرے  
حضور میں حاضر کرو تا کہ میں اس مجرم کو ہاتھی کے پاؤں کے نیچے پال کر دوں۔

در باروں نے بادشاہ کی آواز سنی اور انکو جواباً منع آیا اور مجبوراً عماد الملک کو بادشاہ کے حضور میں پہنچا دیا بادشاہ نے عماد الملک کو دیکھا اور سلطان محمود کے حکم سے یہ امیر قید سے آزاد کر دیا۔

امراءے حاسد کے متعلقین جو عماد الملک کے نگہبان تھے یہہ واقعہ دیکھ کر عجیب خوف زدہ ہوئے بعض اشخاص نے اپنے کو کوٹھے سے نیچے گرایا اور بعض نے فریاد و الا مان کی آواز سے قصر کو سر پر اٹھالیا۔

بادشاہ صبح صادق کے بعد جھڑکے میں نمودار ہوا اور امراے تسلیم پھر بھی بجلائے سلطان محمود نے اپنا رومال عماد الملک کو دیا اور اسکو مس رانی کے لئے اپنے پہلوں لکھڑا کیا۔

امراءے غلام نے یہ خبر سنی اور حاجی محمد قندھاری کی روایت کے مطابق تیس ہزار سواروں اور پیاہوں کے ہمراہ جنگ آزمائی کے ارادہ سے دارالارہ کی طرف متوجہ ہوئے۔

ان امیروں نے بل دکر نامی آوازوں سے آسمان کو ہلا دیا اور بیدار نشان و شوکت کے ساتھ جنگ آزمائی کے لئے تیار ہو گئے۔

غلام و آزاد و ہر دو قسم کے افراد میں صرف تین سو اشخاص بادشاہ کے قریب موجود تھے۔ شاہی جماعت حریف کے غلبہ سے بیدار پشان ہوئی ان میں سے بعض اشخاص نے کہا کہ ہکو فلاں قصر میں پناہ گزیں ہو کر دروازوں کو مضبوط و مستحکم بند کر دینا چاہئے اور بعض کی یہ رائے ہوئی کہ نقود و جواہر جتدرہم اپنے ہمراہ لے جائیں اٹھائیں اور اس وقت اس قصر کو چھوڑ کر کسی طرف نکل جائیں۔

سلطان محمود نے انہیں سے کسی رائے کو پسند نہ کیا اور ہتھیار لگا کر تشریف لے کر سے ہاندا اور تین سو سواروں اور دو سو ہاتھیوں کے ہمراہ باغیوں سے جنگ کرنے کے لئے نیچے اترا۔

ظاہر ہے کہ جو افراد دولت فرمانروائی کے مستحق ہوتے ہیں اور جنگ و دست قضا و قدر تحت حکومت پر متمکن کرتا ہے وہ مخالفین و اعدا کی قلت و کثرت کو وسیلہ فتح و شکست نہیں خیال کرتے۔

غرض کہ بادشاہ کے سوار و عہدہ داروں کے ہر کام میں ہونے کی خبر منتشر ہو رہی تھی۔ تمام افسران ملک و اراکین دولت و امراء خاص و عوام نے باغیوں کی رفاقت ترک کی اور بعض تو فوراً بادشاہ کی خدمت میں حاضر ہو گئے اور بعض نے گوشہ عافیت میں پناہ گزین ہو کر اپنی جان بچائی۔

غرض کہ ہنگامہ وارہ گیر نمونہ قیامت بن گیا اور احمد آباد کے اکثر محلات تباہ و برباد ہو گئے۔

بادشاہ کی ہیبت و وقار سے بلا شمشیر و خنجر شہر کے کوچہ و بازار میں ہوش و غفلت اسباب و مشرک و کاؤ کے استعدا رانبار لگ گئے کہ آمد و شد کی راہیں بند ہو گئیں۔ امرائے اربعہ نے اپنے شیرازہ قوت کو پریشان دیکھ کر خاک مذلت سے اپنے کو غبار آلودہ کیا اور شہر سے فرار ہو گئے۔

برہان الملک کا جسم چونکہ کمزور و فریب تھا اس کی سانس پھولنے لگی اور قدم آگے نہ بڑھا سکا۔ قصبہ سمرکند کے قریب ٹوٹے پلوں اور نہر جارتی کے گندہ تالوں میں پھنسا ہو گیا۔ ایک خواجہ سرا حضرت شیخ گنوجہ اللہ علیہ کی زیارت کو جا رہا تھا اس نے برہان الملک کو پہچانا اور گرفتار کر کے بادشاہ کی خدمت میں لے آیا سلطان محمود کے حکم سے ہاتھیوں کے پاؤں کے نیچے پال کر آیا گیا۔

عقد الملک اپنے ایک ملازم کے کراہیوں کے گروہ میں پہنچا چونکہ اپنی امارت کے زمانہ میں انہیں سے اکثر کو قتل کیا تھا۔ مقتول افراد کے وارثوں نے اسکو پہچانا اور سر کا ٹکڑا کر بیدہ سر تحفہ کے طور پر بادشاہ کی خدمت میں لے آئے۔ حسام الملک اپنے برادر رکن الدین کو قوال کے پاس پیش روانہ ہو گیا اور پیش سے ہر دو برادر مالوہ کو فراری ہو گئے۔ صفی الملک گرفتار ہو اچونکہ اسکا گناہ زائد نہ تھا اس لئے موت سے بری کیا گیا اور تمام عمر کے لئے قلعہ دیب میں قید کر دیا گیا۔

اس فتح و نصرت کے بعد بادشاہ الملک نے زمانہ نیا ہنجار کی بے وفائی پر غور کر کے خود اپنی خواہش سے ترک خدمت کا ارادہ کیا اور بقیہ عمر طاعت الہی میں بسر کرنے کے لئے خلوت نشینی اختیار کی۔

سلطان محمود نے بھی اس کے حقوق و خدمات سابقہ کا لحاظ کر کے عہدہ الملک

کی درخواست قبول کی اور اس کو بار وزارت سے سبکدوش کر کے عماد الملک کے فرزند کلان شہاب الدین احمد کو ملک الشرف کا خطاب عطا کیا اور اصرارے کبار میں داخل کر کے خود حکمرانی میں مشغول ہوا۔

۸۶۶ء ہجری میں نظام شاہ مہینی والی محمد آباد بیدر کا ایک خط اس مضمون کا پہنچا کہ سلطان محمود قطبی نے ظلم و ستم سے دکن و اہل دکن کو پامال دتیاہ کر رکھا ہے بادشاہ کی ہمت شاہانہ سے امید ہے کہ اہل مالوہ کے مقابلہ میں دکن کے باشندوں کی امداد اعانت فرمائیں گے۔

سلطان محمود ہجراتی نے اسی وقت حکم دیا کہ سرایہ دہ سرخ و بارگاہ سفر کے لئے باہر نکالے جائیں۔ اعیان ملک نے بادشاہ سے عرض کیا کہ داؤد خان جو ایک ہفتہ حکومت کر چکا ہے وقت و موقع کا منتظر ہے اور ہنوز ممالک محروسہ کے تمام اضلاع و بلاد حقیقی مضمون میں زیر نگین نہیں ہوئے ایسے نازک وقت میں بادشاہ کا اغیار کی امداد کے لئے پائے تخت کو چھوڑ کر دور دراز ممالک کا سفر کرنا مصلحت سے بعید ہے۔

لہذا بادشاہ نے باوجود عنفوان شباب کے جواب دیا کہ اگر افلاک و عناصر باہم ایک دوسرے کے ساتھ اختلاط و موافقت نہ کریں تو عالم کون و فساد کے انتظام میں اقل واقع ہو جاتا ہے اسی طرح اگر بنی نوع انسان سلسلہ ارتباط و محبت کو قطع کر دیں تو قانون طبعی دنیا سے نیست و نابود ہو جائیگا میں محض خیر کے ارادہ سے مسلمانان دکن کی اعانت کے لئے سفر کرتا ہوں مجھ کو یقین کامل ہے کہ خدا کی مہربانی و بندہ پروری سے مجھ کو خود اس ہم میں ضرر نہ پہنچے گا۔

ارکان دولت نے عرض کیا کہ اگر بادشاہ کو نظام شاہ کی امداد کرنے پر اصرار ہے تو مناسب یہ ہے کہ جرات شکر مالوہ کو روانہ کیا جائے یقین ہے کہ اس حکم سے سلطان محمود غلی پریشان و بدحواس ہو کر دکن سے دست کش ہو کر اپنے ملک کو روانہ ہو جائیگا۔

بادشاہ نے اس رائے سے بھی اتفاق نہ کیا اور اپنے لشکر و پانچ سو فیلان کو ہیکر کے ہمراہ روانہ ہوا۔ بادشاہ نے دو گنی مسافت طے کرتی شروع کی اور ندر بار پہنچا خواجہ جہان کا وال دکن کا بہترین امیر جلد سے جلد تہا بادشاہ کے حضور میں پہنچا اور

اُس سے امداد حاصل کر کے سلطان محمود خلجی سے مقابلہ کرنے کے لئے روانہ ہوا۔ سلطان محمود خلجی نے خوف زدہ ہو کر بیدر سے کوچ کیا اور ارادہ کیا کہ دولت آباد کی راہ سے اپنے ملک کو روانہ ہو۔ لیکن چونکہ یہ راہ اہل گجرات نے مسدود کر رکھی تھی سلطان محمود برار کی ہمت روانہ ہوا اور ایچچور ہوتا ہوا جنگل و بیابان کی راہ سے مالوہ پہنچا۔

نظام شاہ بہمنی کا حاجب بادشاہ کی بارگاہ میں حاضر ہوا اور امداد کا شکریہ دیکھ کر دہلی کی معافی کا خواستگار ہوا بادشاہ کا بیاب و باہرا مالوہ واپس آیا۔  
 ۷۶۲ھ ہجری میں سلطان محمود خلجی نے بارونیکو دکن پر حملہ کیا اور بہمنی فرمانروا کی درخواست کے مطابق سلطان محمود نے بارونیکو دکن کا رخ کیا سلطان محمود نے یہ خبر سن کر دولت آباد تک تاراج و تباہ کیا اور بے شمار مال غنیمت لے کر اپنے ملک کو واپس گیا۔

بادشاہ گجرات نے بھی نظام شاہ بہمنی کے تحائف و ہدیے قبول کرنے کے بعد اپنے ملک کی راہ لی محمود شاہ گجراتی نے اپنے وطن پہنچ کر فرمانروائے مالوہ کو اس مضمون کا ایک خط لکھا کہ بلاوجہ مسلمانوں کے ممالک و بلاد کو تباہ و تاراج کرنا آئین اسلام و حرمت سے بعید ہے لیکن اگر مذہب و اخلاق کو نظر انداز کر کے ایسی ہمت کی بھی جائے تو بلا جنگ و جدال کئے ہوئے مگر کہ کارزار سے واپس آنا مردانگی و جرات سے خارج ہے۔  
 سلطان خلجی نے اس نامہ کا یہ جواب دیا کہ اگر بادشاہ نے اہل دکن کی امداد کا ارادہ کر لیا ہے تو میں عہد کرتا ہوں کہ آئندہ سے دکن کا رخ نہ کروں گا۔

۷۶۹ھ ہجری میں سلطان محمود نے ایک جہاز لشکر کے ہمراہ قلعہ بادر و بندر دوں پر جو گجرات و مالوہ کے درمیان واقع ہیں وہاں دلا گیا۔

حاکم قلعہ نے چند مرتبہ جنگ آزمائی کی لیکن ہر مرتبہ میں شکست کھا کر مغلوب و لاچار ہوا اور بادشاہ سے امان طلب کی۔

سلطان نے حریف کا قصور معاف کیا اور راجہ نے قلعہ بادشاہ کے سپرد کر دیا۔

قلعہ مذکور ہندوستان کی نادرالوجود عمارت ہے جو بلندی میں آسمان سے باتیں کرتا ہے اور استحکام میں سد سکندری کے مثل ہے۔

حصار مذکور اس تاریخ تک مسلمانوں کے قبضہ میں نہ آیا تھا اور دلایت دون کا  
 راجہ جو ایک ہزار مواضع کا مالک تھا اس حصار کے استحکام و محل وقوع پر ایسا نازاں تھا  
 کہ زبردست حریف کو بھی خاطر میں نہ لاتا تھا۔ راجہ نے قزاقوں کی ایک دلیر و جان باز  
 گروہ کو مختلف راستوں پر متعین کر دیا تھا اور یہ سرفروش جماعت مسافروں کو جانی و  
 مالی نقصان پہنچایا کرتی تھی۔

غرض کہ سلطان محمود نے قلعہ کے تمام اسباب و خزانہ پر قبضہ کیا۔ راجہ کو خلعت  
 عطا فرمایا اور اس کے ملک کی حکومت رانا کو بار دیگر عنایت کر کے بے شمار مال غنیمت  
 اپنے ہمراہ لے کر ہجرات واپس آیا اور رعایا کی خبر گیری اور آبادی ملک کے بڑھانے  
 و غمارت تعمیر کرنے میں مشغول ہوا۔

نشتہ ہجری میں بادشاہ نے شکار کے لئے احمد نگر کا رخ کیا۔ اثنائے راہ میں  
 بہاء الملک بن الف خاں نے ایک سوار کو بلا قصور قتل کیا اور قصاص کے خوف سے ایدر  
 کی طرف فراری ہوا۔

بادشاہ نے اس واقعہ سے اطلاع پاتے ہی ملک حاجی و عہد الملک کو قاتل  
 کے تعاقب میں روانہ کیا ان امیروں نے بہاء الملک کی رعایت کی اور اس کی جان  
 بچانے کے لئے مکر کا یہ جال بچھایا کہ قاتل کے دو ملازموں کو مال و زبردیکو ان کو اس  
 امر پر راضی کیا کہ بادشاہ کے حضور میں بجائے بہاء الملک کے وہ اپنے کو سلیحہ دار کا  
 قاتل بیان کریں۔

ان امیروں نے قاتل کے ملازمین کے ذہن نشین کر دیا تھا کہ بادشاہ کے  
 مزاج میں رحم غالب ہے وہ خود گناہ معاف کر دیگا اور نیز یہ کہ مشورہ کے وقت امراء  
 بھی جان بخشی کی سفارش کریں گے اور ان کا بال بیگانہ ہو گا۔

اٹل گرفتہ ملازمین نے امیروں کی نصیحت پر عمل کیا اور بادشاہ نے علما کے  
 فتویٰ کے مطابق خود ساختہ ملزمین کو قتل کیا۔

بادشاہ شکار سے اپنے ملک کو واپس آیا اور اس کو اس واقعہ کے پست کندہ  
 حالات سے اطلاع ہوئی سلطان محمود سید غضبناک ہوا اور باوجودیکہ عہد الملک و  
 عہد الملک دولت ہجرات کے بہترین امیر تھے بادشاہ نے غلائی کی عبرت کے لئے

ان ہر دو امر کی کھال کھینچ کر اُس میں بھس بھر دیا۔  
 شہزادہ جہری میں بادشاہ خواب میں حضرت سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت  
 سے مشرف ہوا اور سردار دو جہاں روحی فداہ نے بادشاہ کو اپنے خوانِ گرم سے دو طبق  
 برکت فرمائے اس میں مبارک خواب کی یہ تعبیر بھی گئی کہ عنقریب بادشاہ کو دو عظیم الشان  
 نصیب حاصل ہوں گی چنانچہ فتح ولایت دونوں و خیر ملک کرنا ل نے اس تعبیر کو عملی  
 جامہ پہنایا۔

واقع ہو کہ حصار کرنا ل ایک پہاڑ پر واقع ہے جو بلندی میں آسمان کے برابر ہے  
 تمام سلاطین دہلی وراجا یان ہندوستان نے اس حصار کے فتح کرنے کی کوشش کی لیکن  
 ناکام رہے پر در دگاہ نے محض اپنے فضل و کرم سے یہ نعمت سلطان محمود شاہ گجراتی کو  
 عطا فرمائی اس پہاڑ کو بطور محیط دو سر سے سر بہ فلک پہاڑ گھیرے ہوئے ہیں۔ ہر پہاڑ میں  
 بے شمار درے ہیں اور ہر درہ کسی نہ کسی نام سے مشہور ہے۔  
 ان دروں میں ایک کا نام درہ موذری ہے جس کے مقابلہ کا مضبوط و مستحکم  
 حصار اس زمانہ میں جو ناکرھ کے نام سے مشہور ہے۔

ایک دوسرا درہ بھی بیحد مشہور و معروف ہے جس کو درہ مہا بلہ کہتے ہیں اس  
 ملک پر رائے مند لک اور اُس کے ابا داہداد قاض تھے اور وہ سلطان محمد تغلق اور سلطان  
 احمد شاہ گجراتی کے کسی حکمران نے ولایت کرنا ل پر حملہ نہ کیا تھا۔

سلطان محمود شاہ نے خدا کی رحمت پر بھروسہ کیا اور حضرت سرور کائنات  
 صلی اللہ علیہ وسلم کے عطیہ کی تعبیر سے مطمئن و قوی دل ہو کر کرنا ل کا رخ کیا۔  
 بادشاہ ملک کرنا ل سے چالیس کوس کے فاصلہ پہ پہنچا اور اُس نے تغلق خان  
 اپنے لشکر سے منتخب کئے اور اسی قدر عربی عراقی و ترک گھوڑے اور ساتھ سولہ لائی  
 و تقریبی خلاف خبر اس جماعت کو تقسیم کر کے دھاوا کیا اور درہ مہا بلہ پر پہنچ گیا۔  
 راجپوتوں کی ایک جماعت جو درہ کی حفاظت میں بھیجی گئی تھی ان کے نام سے مشہور تھی  
 برسرِ مقابلہ آئی۔ ان راجپوتوں نے حفاظت میں بھیجی گئی تھی لیکن چونکہ حریف کے  
 ارادہ سے قافلہ تھے اور جبلت میں سامان جنگ سے مسلح نہ ہو سکے تھے باوجود

شدید جان بازی کے میدان جنگ میں کام آئے سلطان محمود اور اس کے اہل لشکر کبیر کہتے ہوئے درہ میں داخل ہوئے۔

رائے کرنال کو اس واقعہ کی اطلاع ہوئی اور وہ شکار کے بہانہ سے قلعہ کرنال سے سپاہ و لشکر کے ہمراہ نیچے اتر اور درہ جہا بلہ کی طرف روانہ ہوا۔ راجپوتوں نے مسلمان سپاہیوں کی کمی تعداد سے دھوکا کھایا اور جنگ و جدال میں مشغول ہوئے لیکن مسلمانوں کو پیسے در پیسے ادا دلتی گئی اور بے شمار غیر مسلم معمر کہ کارزار میں کام آئے۔

رائے مندلک تباہ و پریشان حال میدان جنگ سے فراری ہو کر قلعہ کرنال میں پناہ گزین ہوا۔ مسلمانوں نے درہ جہا بلہ سے بے شمار قیدی گرفتار کر کے حوالی کرنال کے تختاؤں کا رخ کیا۔ برہمنوں اور راجپوتوں کے وہ جماعت جو تختاؤں کی محافظ تھی برسرِ مقابلہ ہوئی۔ لیکن مسلمانوں نے اپنی جان بازی سے اس گروہ کو قتل کیا اور بے شمار مال غنیمت حاصل کیا۔

بادشاہ نے اس روز اپنے ہاتھ سے دو تین غیر مسلموں کو ہتھ تیغ کیا۔ بادشاہ کا ارادہ تھا کہ اطراف کرنال کی طرف لشکر روانہ کرے لیکن رائے مندلک نے اپنے اعزہ کی ایک جماعت کو بادشاہ کے حضور میں روانہ کر کے امان طلب کی۔

بادشاہ نے یہ خیال کر کے کہ بے شمار قیدی اور مال غنیمت مسلمانوں کے قبضہ میں آچکا ہے اور نیز یہ کہ موسم گرما کی حد تک کی وجہ سے اس ملک میں زیادہ قیام کرنا مناسب نہیں ہے اس سال صرف پیش کش کو کافی سمجھا اور احمد آباد واپس آیا۔ شہرہ جبری میں محمود شاہ نے جو مندلک پر حملہ آور ہونے کا بہانہ ڈھونڈھا کرتا تھا سنا کہ راجہ چتر دور باش و غیرہ کو لازم بادشاہی کے ہمراہ سواری کرتا ہے اور نیز یہ کہ تاج مرصع سر پر رکھ کر شکل فرما کر اس کے تخت حکومت پر جلو کش کرتا ہے۔

بادشاہ کو راجہ کی یہ ادا بید ناگوار ہوئی اور اس نے چالیس ہزار سواروں کا ایک لشکر نامزد کیا اور ان کو حکم دیا کہ اگر راجہ تمام کو لازم سلطنت سے دست بردار ہو کر



پاشا تہار سے سپرد کر دئے تو اس سے باز پرس نہ کرنا در نہ ملک کے فتح کرنے میں سعی و کوشش کا کوئی پہلو فرو گذاشت نہ ہو۔

راجہ مسلمانوں کے مقابلہ میں معرکہ آرائی نہ کر سکا اور حریف نے جو سامان طلب کیا وہ اس کے حوالہ کر کے اپنی عزت و ناموس کو محفوظ رکھا۔

نظام الدین احمد کی تاریخ میں صر قوم ہے کہ سلطان محمود نے جس قدر مال غنیمت رائے مندرک اسے حاصل کیا تھا وہ تمام و کمال ایک ہی مجلس عشرت میں ارباب نشاط کو بطور انعام عطا کیا۔

سلسلہ ہجری میں سلطان محمود شاہ غازی نے رسم شکار کو بہانہ بنایا اور سفر کر کے اپنے ملک کے اکثر شہروں کا خود معاشرہ کیا۔

بادشاہ نے اس سال جنگل و غیر آباد حصہ ملک کی آبادی و مہوری میں بے انتہا کوشش کی اور ملک کے کسی حصہ کو بھی غیر آباد و تباہ نہ رہنے دیا۔

سلسلہ ہجری کا عظیم الشان واقعہ یہ ہے کہ ایک روز سلطان محمود ایک ہاتھی پر سوار ہو کر باغ ارم جا رہا تھا اثنائے راہ میں ایک دوسرا ہاتھی مست ہوا اور زنجیر تڑا کر فوج کی جانب دوڑا اس مست ہاتھی کی دوڑ سے فوج کے دوسرے ہاتھی بھی قابو سے جاتے رہے۔

یہ مست فیل بادشاہ کے ہاتھی کے سامنے آیا اور اس کو دو یا تین ٹکڑیں دیکھ بھگ دیا اور مفرد جانور کے تعاقب میں خود بھی دوڑا۔

فیل مست نے بادشاہ کے ہاتھی کے قریب پہنچ کر اس کو ایک ٹکڑا سی ماری کہ بادشاہ کے پاؤں میں ضرب آئی اور خون جاری ہو گیا۔

سلطان نے اپنی شجاعت فطری کے لحاظ سے اس ضرب پر مطلق توجہ نہ کی اور ایک نیزہ ایسا فیل مست کی پیشانی پر مارا کہ زخم سے خون جاری ہو گیا۔

فیل مست نے دوسری ٹکڑی اور اس مرتبہ بھی ایک نیزہ کھایا۔

جانور اب بھی باز نہ آیا اور تیسری ٹکڑی کو لگائی بادشاہ نے اس مرتبہ ایسی شدید ضرب نیزہ کی لگائی کہ جانور بیناب ہو کر فراری ہوا اور بادشاہ بغیر وفاقیت مکان پر پہنچا اور صدقات و خیرات کے صلہ سمجھا لایا۔

اس واقعہ کے چند روز بعد بادشاہ نے اصلے دربار کو طلب کیا اور قلعہ جو ناگڑھ دکر نال کی مہم کی تیاریاں شروع ہوئیں۔

سلطان محمود شاہ نے ایک شبانہ روز میں پانچ کھوڑوں پر سپاہ کو تقسیم کیا ان کے علاوہ دو ہزار پانچ سو عربی دتر کی گھوڑے بھی لشکر کو عطا کئے ان گھوڑوں میں بعض کی قیمت دس ہزار تنکہ تک آئی گئی۔

بادشاہ نے اسب و زر کے علاوہ پانچ ہزار تلواریں سات سو مرصع کمر بند اور ایک ہزار سات سو طلائی دستے کے خنجر بھی فوج کو مرحمت فرمائے۔ ان عطیات کے بعد بادشاہ مہم پر روانہ ہوا اور کر نال سے طحق ملک یعنی دلایت سورت میں پہنچا۔

رائے مندلک نے بادشاہ سے عرض کیا کہ مندرہ نے تمام عمر اطاعت و فرمانبرداری کی ہے اور کبھی کوئی امر خلاف مرضی عمل میں نہیں لایا اس وقت بھی جس قدر پیش کش کی ضرورت ہو بارگاہ عالی میں حاضر کرنے کو تیار ہوں۔ بادشاہ نے جواب دیا کہ چونکہ چار اہم ارادہ یہ ہے کہ اس ملک کو فتح کر کے اسلام آباد کریں اس لئے ہم پیش کش دبا ج و خراج وغیرہ مرہم اطاعت پر توجہ نہ فرمائیں گے۔

رائے مندلک نے بادشاہ کی رائے اور نیز مسلمانوں کے لشکر کا اندازہ کر کے شب کو راہ فرار اختیار کی اور قلعہ جو ناگڑھ میں جو سر راہ واقع ہے پناہ گزیں ہوا۔

بادشاہ نے دوسرے روز اس مقام سے کوچ کر کے حصار جو ناگڑھ کے نواح میں قیام کیا دوسرے روز مسلمانوں کی ایک جماعت قلعہ کے قریب پہنچی اور راجپوتوں نے حصار سے نکل کر جنگ آزمائی کی لیکن حریف سے شکست کھا کر قلعہ میں پناہ گزیں ہو گئے۔ دوسرے روز پھر معرکہ آرائی ہوئی اور اس جنگ میں بھی مسلمان غالب آئے۔

تیسرے روز خود بادشاہ نے حملہ کیا اور صبح سے شام تک لڑائی کا بازار گرم رہا۔ چوتھے روز بادشاہ کی بارگاہ دروازہ قلعہ کے قریب استاؤہ کرائی گئی

اور سہلانوں نے اسباب قلعہ کشائی بخوبی درست کئے۔  
 راجپوت قلعہ سے نکل کر جنگ آزمائی کرتے اور عاجز ہو کر پھر حصار میں پناہ  
 گزیرے جاتے تھے۔ چنانچہ ایک روز اہل حصار نے عالم خاں فاروقی کے مورچہ  
 پر حملہ کر کے اس امیر کو شہید کیا۔

محاصرہ آخر سال تک برابر جاری رہا اور رائے مند لک نے پریشان ہو کر  
 قاصد بادشاہ کی خدمت میں روانہ کئے اور صلح کا خواستگار ہوا لیکن راجہ کی درخواست  
 منظور نہ ہوئی شمشیر بھری کے اوایل میں رانا نے عاجز ہو کر امان طلب کی اور قلعہ  
 جو ناگڑھ بادشاہ کے سپرد کر کے خود حصار کرنا ل میں پناہ گزیرے ہوا۔

اس واقعہ کے بعد راجپوتوں نے چوری اور راہ زنی اختیار کی اور بادشاہ  
 نے غضبناک ہو کر ایک ہزار لشکر جو ناگڑھ میں متعین کیا اور خود کرنا ل روانہ ہوا۔  
 سلطان محمود نے جنگ آزمائی شروع کی اور اس مرتبہ بھی رائے مند لک  
 کو عاجز و پریشان کر کے کرنا ل پر بھی قبضہ کر لیا۔

مختصر یہ کہ حصار کرنا ل جو ایک ہزار نو سو سال سے مند لک کے خاندان  
 کے زیر حکومت تھا محمود شاہ کے قلمرو میں داخل ہوا شکن کی تقلید کی اور محمود غزنوی  
 بادشاہ نے بھی اپنے ہم نام بادشاہ بت شکن کی تقلید کی اور محمود غزنوی  
 کی طرح بے شمار بیت و بتخانہ توڑ کر غازی و مجاہد کے نام سے مشہور ہوا۔

رائے مند لک ان واقعات کے بعد حکمرانی سے ہزار ہو گیا اور اپنی اور  
 اپنے متعلقین کی جان کی امان طلب کر کے لازمت کے قصہ سے بادشاہ کی خدمت  
 میں حاضر ہوا۔

رائے مند لک نے سلطان محمود کے عمدہ و بہترین خصائل کا معائنہ کر کے  
 بادشاہ سے عرض کیا کہ پنجاب کے مشہور و معروف ولی کامل حضرت شمس الدین درویش  
 رحمۃ اللہ علیہ کی برکت محبت سے میرے دل میں اسلام کی محبت پیدا ہو گئی ہے اب  
 میرا بے اختیار جی چاہتا ہے کہ حلقہ اسلام میں داخل ہو جاؤں۔ بادشاہ راجہ  
 کی اس تقریر سے بے حد خوش ہوا اور اس کو کلمہ شہادت کی تلقین کر کے راجہ کو  
 زمرہ اسلام میں داخل کیا۔

سلطان محمود نے نو مسلم راجہ کو خاں جہاں کا خطاب عطا کر کے اس کو اپنے نامی امرا کے گروہ میں شامل کیا رائے مند لکھ کی اولاد حکومت گجرات کے اختتام تک معزز و مکرم و صاحب منصب و جاگیر داری۔

شیخ نسکندر صنف تاریخ گجرات رقم طراز ہے کہ بعض اشخاص نے رائے مند لکھ کے اسلام کی اس طرح روایت کی ہے کہ سلطان رائے مند لکھ کو اپنے ملازمین کے گروہ میں داخل کر کے احمد آباد دروانہ ہوا بادشاہ کا حضرت شاہ عالم کے وطن و خواہنگاہ رسول آباد سے گزر ہوا۔

رائے مند لکھ نے دیکھا کہ حضرت شاہ عالم قدس سرہ کے آستانہ پر اسب و فیل و خلقت خدا کا ہجوم ہے راجہ نے دریافت کیا کہ یہ بارگاہ کس امیر کی ہے۔ اہل اسلام نے جواب دیا کہ یہ حضرت شاہ عالم کا آستانہ ہے راجہ نے دریافت کیا کہ یہ بزرگ کس بادشاہ کے ملازم اور کس فرمانروا کے حلقہ گوش ہیں۔

اہل خطاب نے جواب دیا کہ ان کو کسی دنیاوی حکمرانی سے تعلق نہیں ہے یہ بزرگ خدا کے مقرب بندہ اور اُمّی کے نوکر و اطاعت گزار ہیں۔

رائے مند لکھ نے کہا کہ میں ان بزرگ کی زیارت سے مشرف ہونا چاہتا ہوں۔ راجہ سواری سے اتر ا اور حضرت شیخ کی خدمت میں حاضر ہوا حضرت شاہ عالم کے مبارک و مقدس چہرہ پر نظر پڑتے ہی اس راجہ کے دل میں اسلام کی محبت پیدا ہو گئی اور حضرت شیخ کے دست حق پرست پر سلمان ہو کر حضرت کے مرید دل میں داخل ہوا۔

بادشاہ دیں پناہ نے اس خیال سے کہ اس فواج میں اسلام کا بول بالا ہو۔ بلکہ مصطفیٰ آباد کی بنیاد ڈالی اور بلند عمارات و مساجد تعمیر کرا کے امرا کو بھی حکم دیا کہ اپنے محل و مکانات اسی شہر میں بنائیں۔

بادشاہ کے اس حکم کی تعمیل کی گئی اور شہر جلد سے جلد آباد و معمور ہو گیا۔ سلطان و امرا کے ترک سکونت سے احمد آباد کے فواج میں رہنروں اور چوروں نے مہر اٹھایا اور مسافروں کو راہ سفر طے کرنا دشوار ہو گیا۔ بادشاہ کو اس واقعہ کی اطلاع ہوئی اور اس نے کو قوال لشکر و محافظ سلاح خانہ

یعنی ملک جلال الدین بن شیخ ملک کو محافظاں کا خطاب و علم دکرنا عطا کر کے احمد آباد کا کو قوال مقرر کیا۔

محافظاں نے قلیل زمانہ میں اس نواح کے تمام راہزنیوں اور چوروں کا قلع قمع کر کے ملک کو ان کے محسوس وجود سے پاک و صاف کر دیا۔

محافظ خان کی یہ خدمت بادشاہ کو بجا پسند آئی اور یہ امیر علاوہ کو قوال کے شہر کا صدر محاسب بھی مقرر کیا گیا اس امیر کے مرتبہ میں دن دو گنی اور رات چو گنی ترقی ہوتی تھی یہاں تک کہ ایک ایسا وقت آیا کہ اس کے اصطل میں سترہ سو گھوڑے بندھنے لگے اور اس کے فرزند ملک خضر نے راجہ سر دہی وغیرہ دیگر رایاں نواح سے پیش کش وصول کئے۔

جس زمانہ میں کہ بادشاہ مصطفیٰ آباد میں مقیم تھا اسے معلوم ہوا کہ ماہی گیروں کا ایک گروہ جو سرحد سندھ یعنی ملک کچھ میں آباد ہے علاوہ ملحد ہونے کے راہزنی کا پیشہ اختیار کر کے خلعت خدا کو تکلیف دہ آزار پہنچا رہا ہے۔

شہید بھجری بادشاہ نے اس قوم پر حملہ کیا اور ایک مقام موسوم شور پر پہنچا بادشاہ نے ایک شانہ روز میں ساٹھ کوس کی مسافت طے کی اور چھ سو سواروں کے ہمراہ بے خبر امن کے سر پہنچا۔ حریف چار ہزار کس کمانداروں کی ایک جماعت کے ہمراہ مقابلہ میں آیا۔

حریف کے گروہ کے آثار نمودار ہوئے اور مسلمانوں نے ہتھیار بند ہو کر حلقہ باندھا اور جنگ آزمائی کے لئے روانہ ہوئے ملحدین شور پر بادجو دقت کے بادشاہ اور اس کے سپاہ کا ایسا رعب غالب ہوا کہ اس جماعت کے سردار گروں میں تیغ و کفن آویزاں کر کے بادشاہ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور اپنی راہزنی پر نادم و پشیمان ہو کر بادشاہ سے معافی کے طلبگار ہوئے اور عہد کیا کہ آئندہ اس جرم کے مرتکب نہ ہوں گے۔

بادشاہ نے اس گروہ کا قصور معاف کر کے ان سے ان کے دین و عقائد کے بابت سوال کیا ان جماعت کے سرداروں نے جواب دیا کہ ہم صحرا نشین دیبا بان نورد قوم کے استخامس ہیں ہماری جماعت میں کوئی دانشمند و عالم نہیں ہے اس وقت تک ہم صرف آسمان و عناصر راہ کو پہچانتے ہیں اور ہم کو سوانورد و نوش کے اور کسی مرتبہ سے سروکار

نہیں ہے لیکن اب چونکہ ہم کو بادشاہ کی قدبوسی کا شرف حاصل ہوا ہے امید ہے کہ مالک مجازی کے طفیل اور اس کی توجہ سے خداوند حقیقی تک بھی رسائی ہو جائیگی۔  
بادشاہ نے اس قوم کا قصور معاف کیا اور ان کے سرداروں میں سے بعض اشخاص کو اپنے ہمراہ احمد آباد لے آیا۔

بادشاہ نے سرداراں شور کو سیلوانوں کے سپرد کر کے حکم دیا کہ ان کو حنفی مذہب کے مطابق عقاید و احکام اسلام کی تعلیم دی جائے۔  
ان سرداروں کی سکونت کی وجہ سے اس قوم کے اکثر افراد کی آمد و رفت مصطفیٰ آباد میں ہونے لگی اور انھیں کے ذریعہ سے سلطان محمود کو معلوم ہوا کہ ولایت شور کے عقب میں ایک دوسرا ملک بھی آباد ہے جو سندھ صوبہ کے نام سے مشہور اور ایک فرمانروا کے تحت میں ہے جو عام طور پر بادشاہ سندھ صوبہ کے لقب سے یاد کیا جاتا ہے۔  
سلطان محمود کو یہ بھی معلوم ہوا کہ سندھ صوبہ میں چار ہزار بلوچیوں کے گھر آباد ہیں اور اس قبیلہ کے چار ہزار مرد جو کمانداری میں یہ طوعے رکھتے ہیں تیر اندازی کی وجہ سے خلعت خدا کو نقصان دینا پسند کرتے ہیں۔

اہل شور نے یہ بھی بیان کیا بلوچی امامیہ مذہب کے پابند ہیں اور انھیں کسے وجہ سے ہائی گروں نے بھی اتنا عشتہی مذہب اختیار کر لیا ہے۔  
یہ گروہ جنگل میں راہ زنی کر کے زندگی بسر کرتا ہے۔

ششم ہجری میں بادشاہ نے اس قوم کے تباہ کرنے کے ارادہ سے سندھ صوبہ کا سفر کیا۔ محمود شاہ ولایت شور میں پہنچا اور حکم دیا کہ ایک ہزار سوار دوا سبہ ہمراہ لے جائیں اور ایک ہفتہ کا سامان خوراک ساتھ رہے اور ایک شبانہ روز میں ساٹھ کوس کی مسافت طے کر کے حریف کے سپر پہنچ جائیں بادشاہ کے حکم کے مطابق مسلمانوں کا لشکر سندھ صوبہ پہنچا اور ایک جنگل میں مقیم ہوا تاکہ انسان و جانور آرام کر کے دوسرے روز اہل سندھ صوبہ پر حملہ کریں۔

اتفاق سے بلوچیوں کی ایک جماعت اپنے اونٹوں کو چرانے کے لئے جنگل میں آئی تھی۔ یہ گروہ مسلمانوں کے ارادہ سے واقف ہو گیا اور ایک شتر سوار کے ذریعہ سے اپنی قوم کو حقیقت حال سے مطلع کر دیا۔

اس گروہ نے بادشاہ کا نام سنتے ہی اپنے مکانات کو خیر باد کہا اور ہر شخص غاروں اور پہاڑوں کے کھوہ میں پناہ گزیں ہو گیا۔  
اس واقعہ کے دوسرے روز بادشاہ نے اس قوم کے مکانات پر دھاوا کیا لیکن کسی انسان کا نشان نظر نہ آیا۔

اتفاق سے چند سوار بوجیوں کے گرفتار ہوئے اور سلطان نے ان سے حقیقت حال دریافت کر کے بوجیوں کے جائے پناہ کا نشان معلوم کیا اور پناہ گزینوں کو گرفتار کر کے ان کو تہ تیغ کیا اور ان کے مال و اسباب پر قبضہ کر کے واپسی کا ارادہ کیا۔

بادشاہ بابہ رکاب تھا کہ چند اعیان ملک نے اس سے عرض کیا ہم نے بچہ مشقت کے بعد اس ملک میں پہنچ کر دشمن پر غلبہ حاصل کیا ہے مناسب یہ ہے کہ اس ملک میں اپنی جانب سے حاکم و داروغہ مقرر کر کے وطن کی راہ لیں۔  
بادشاہ نے جواب دیا کہ چوتھ محمد و مہ جہاں سلاطین سندھ صبیہ کی نسل سے ہے اس لئے مجھ پر حملہ رحم کی رعایت واجب ہے میں ہرگز اس ملک پر قبضہ نہ کر دوں گا۔  
غرض کہ بادشاہ بوجیوں سے جنگ آزمائی کر کے مصطفیٰ آباد واپس آیا۔

تلیل عرصہ کے بعد سلطان محمود کو معلوم ہوا کہ بندر جگت میں بہت پرست آباد ہیں اور اس ملک کے تمام باشندے اور خاص کر برہمن بچہ متعصب ہیں۔

بادشاہ کا ارادہ ہی تھا کہ اس ملک پر حملہ آور ہوں کہ اسی زمانہ میں مولانا محمد سمرقندی جو اپنے زمانہ کے عالم فاضل اور سلاطین ہمنیہ کے دربار میں ایک عرصہ تک مقرب و کرم رہ چکے تھے غنیفی کے عالم میں متعلقین و اسباب و زور دکن سے اپنے وطن ہرمونہ روانہ ہوئے۔

مولانا کی کشتی بندر جگت کے ساحل پر پہنچی اہل جگت نے برہمنوں کے حکم سے اس کشتی پر حملہ کیا اور تمام مال و اسباب پر قابض ہو گئے۔

مولانا محمد بعد و سپر غر و سال کے بہ حال تباہ مصطفیٰ آباد پہنچے اور بادشاہ سے عرض کیا کہ میں اپنا مختصر مال ہمراہ لے کر اپنے وطن سمرقند جا رہا تھا اور میرے ہمراہ میرے متعلقین و اہل اسلام کی ایک جماعت تھی۔ میری کشتی بندر جگت پر پہنچی

اور اس مقام کے ہندو راجہ سمجھی بھیجے برہمنوں کی ہدایت کے موافق ہم مسلمانوں کی عداوت پر کمر بستہ باندھی اور چند اکشیتوں پر غیر مسلم سواروں کو ہمارے تباہ کرنے کے لئے روانہ کیا۔

ہندوؤں نے ہم پر حملہ کیا اور دیکھتے ہی دیکھتے ہمارے تمام مال و اسباب پر قابض ہو گئے۔ اور مسلمانوں کے اہل و عیال کو گرفتار کر لیا۔ چنانچہ ان دونوں بجوں کی والدہ بھی انھیں کے قید میں نظر بند ہے انہوں نے اس مقام پر ہے کہ حضرت سلطان ایسے دیندار تھے فرمانروا کے جوار میں کلمہ گو افراد پر اس قسم کے مظالم ہوں اور بادشاہ دین پناہ ان کے انتقام پر توجہ نہ فرمائیں بادشاہ نے مولانا کو احمد آباد روانہ کر دیا اور انہی وقت دربار منتقل کیا اور اپنے وزیر اور اہل اسے مخاطب ہو کر کہا کہ کیا یہ امر مذہباً جائز ہے کہ سنگدل غیر مسلم سلاطین اسلام کے عہد و جوار میں مسلمانوں پر اس طرح کے مظالم روا رکھیں اگر قیامت کے روز خدا ہم سے یہ سوال کرے گا کہ باوجود علم کے تم نے اس طرح کے ظلم و ستم کے دفعیہ پر کیوں توجہ نہ کی تو ہم کیا جواب دیں گے۔

امرا اگرچہ سفر کی تکالیف سے عہد پریشان ہو چکے تھے لیکن بادشاہ کا ارادہ دیکھ کر مجبوراً تمام امیروں نے عرض کیا کہ تم تابع فرمان ہیں جو حکم ہو اسکو بجالائیں مظاہر ہے کہ صورت موجودہ میں ایسے سنگدل گروہ کو دفع کرنا ہمارا فریضہ ہے مناسب یہی ہے کہ ہم کمر ہمت باندھیں اور دشمنان اسلام کو تباہ و برباد کر کے سعادت و ایں حاصل کریں۔

بادشاہ نے اس تقریر کے بعد سفر کی تیاریاں کیں اور قلعہ جگت پنچکیر کی آواز سے برہمنوں کو پریشان و حواس بآہستہ کر دیا۔ تہ کو خیر باد کہا اور جزیرہ تبت روانہ ہو گئے۔ ہندوؤں نے خوف زدہ ہو کر جگت کو خیر باد کہا اور جزیرہ تبت روانہ ہو گئے۔ سلطان محمود نے جگت میں قیام کیا اور ہندوؤں سے انتقام لینے پر متوجہ ہوا۔

چونکہ اس جزیرہ میں جانور اس موذیہ بکثرت پائے جاتے تھے بادشاہ نے بے شمار درندوں اور گزندہ جانوروں کو ہلاک و تباہ کیا چنانچہ صرف بادشاہ کے سر پرندہ کے قریب ایک پہاڑی سات سو سانپ ہلاک کئے گئے انہی طرح دوسرے



جانور بھی لا تعداد مارے گئے۔ بادشاہ نے جزیرہ جگت کے بتخانہ کو سمار کر کے وہاں مسجد تعمیر کرائی اور اس نواح میں قیام پذیر رہا۔ اس دوران میں بے شمار کشتیاں تیار ہوئیں اور بادشاہ ان پر سواروں اور نیز سامان جنگ کو لا کر جزیرہ تبت روانہ ہوا۔ اہل گجرات وغیرہ مسلم افراد میں بائیس معرکہ ہوئے لیکن آخر کار مسلمانوں نے جہازوں کو بستر گاہ پر لنگر انداز کیا اور جزیرہ میں داخل ہو کر بے شمار ہندوؤں کو قتل کیا۔ راجہ بھیم موقع پا کر ایک کشتی میں سوار ہوا اور کسی طرف آوارہ وطن ہو گیا۔ بادشاہ نے مسلمان قیدیوں کو آزاد کیا اور ایک جماعت کو راجہ کے تعاقب میں روانہ کیا اور شہر تبت میں داخل ہوا اور بے شمار مال غنیمت حاصل کیا۔ سلطان محمود نے اپنے ایک نامی امیر فرحت الملک کو تبت کا حاکم مقرر کیا اس درمیان میں مسلمانوں کی جماعت راجہ کو گرفتار کر کے بادشاہ کے حضور میں لے آئے۔

سلطان محمود نے خدا کی بارگاہ میں سجدہ شکر ادا کیا اور مصطفیٰ آباد واپس آیا۔

بادشاہ نے فرمان کے ذریعہ سے ملا محمد کو احمد آباد سے طلب کیا۔ مولانا بادشاہ کے حضور میں حاضر ہوئے اور سلطان محمود نے ان بچوں کی مان اور راجہ کو ان کے سپرد کر کے حکم دیا کہ مجرم کو جس طرح مناسب خیال کریں سزا دیں۔ مولانا چونکہ راجہ سے بے حد آرزوہ خاطر تھے انھوں نے یہ تجویز کیا کہ راجہ محافظ خاں کے پاس روانہ کر دیا جائے اور وہ اس مجرم کو تمام شہر میں گشت کر کے قتل کرے بادشاہ نے راجہ کو محافظ خاں کے پاس روانہ کیا اور حکم دیا کہ اس کو اس طرح قتل کرے کہ دوسروں کو عبرت ہو۔ نقل ہے کہ جس زمانہ میں کہ سلطان محمود مصطفیٰ آباد کی تعمیر میں مصروف تھا اہل گجرات ہر سال کی کشمکش اور احمد آباد سے علیحدہ ہونے کے رنج و غم میں اپنی

زندگی سے ہزار ہو گئے اور ہر شریف و رذیل صغیر و کبیر نے فریاد و فغاں سے آسمان کو  
سہراٹھا لیا سلطان محمود اس واقعہ سے آگاہ ہو گیا اور اس نے ممالک محدودہ کا  
انتظام امراتے سپرد کیا اور خود ملک کرنال کے ضبط و استحکام میں مصروف ہوا۔  
بادشاہ نے بہاء الدین عماد الملک کو حاکم سوگندھڑ اور فرحت الملک کو  
حاکم تبت و جغت اور نظام الملک کو والی مانیہ مقرر کیا۔

سلطان محمود نے خداوند خان کو جو وزیر ممالک تھا شاہزادہ مظفر کا  
امالیق مقرر کر کے اس کو احمد آباد میں چھوڑا اور خود امراتے ایک گروہ کے ہمراہ  
مصطفیٰ آباد پہنچا اور باغات کے نصب کرنے و عمارت کی تعمیر میں مصروف ہوا۔

چند ہی روز گزرے تھے کہ امراتے احمد آباد نے سازش شروع کی اور  
خداوند خان اور رائے رایاں وغیرہ نے ارادہ کیا کہ سلطان محمود کو تخت حکومت  
سے معزول کر کے شاہزادہ احمد کو اس کا جانشین بنائیں۔ ان سازشی امراتے  
عمید الفطر کے بہانہ سے عماد الملک و دیگر اعیان ملک کو احمد آباد میں طلب  
کیا اور خلوت میں عماد الملک سے راز افشا نہ کرنے کے بابت شدید قسم لی اور  
اس کو اپنے ارادہ سے مطلع کیا۔

چونکہ اس زمانہ میں عماد الملک کا لشکر تھا نہ میں تھا اس نے انکی درخواست  
قبول کی اور جلوس کی تاریخ کو عید الفطر کے روز تک ملتوی کر کے اپنے لشکر کو  
احمد آباد میں طلب کیا۔

عماد الملک کے تمام ہمراہی عید سے پیشتر ہی حاضر ہو گئے۔ عماد الملک  
نے عید کے روز اپنی فوج آرامتہ کی اور شاہزادہ کے دربار میں حاضر ہوا اور  
مظفر شاہ کو رسم قدیم سے موافق نماز کے لئے محل سے باہر لایا اور فراغت نماز کے  
بعد پھر قصر شاہی میں واپس لے آیا۔

خداوند خان اور اس کے ہمراہی عماد الملک کی رائے سے آگاہ ہو گئے اور ایک  
حرف بھی اپنے ارادہ کے اظہار میں زبان پر نہ لائے۔

قیصر خان بادشاہ کے ایک مقرب امیر نے ان کی نہ طبیعت امراتے ارادہ  
سے بادشاہ کو اطلاع دی اور سلطان محمود نے دوست و دشمن کے امتحان کے لئے

امرا سے کہا کہ میرا ارادہ ہے حج بیت اللہ کے لئے سفر کروں بادشاہ کا اس سے مقصد یہ تھا کہ جو شخص اس امر کی تصدیق کرے اس کی دشمنی کا حال کھل جائے گا۔ بادشاہ نے چند لاکھ تنگے عامل کو مرحمت کئے اور حکم دیا کہ اس رقم سے سامان سفر کی ضروری اشیاء خرید کی جائیں خود مصطفیٰ آباد سے کبوتر کبہ روانہ ہوا اور کشتی میں سوار ہو کر بندرگاہ کینایت میں وارد ہوا۔

بادشاہ کے درود سے اہل احمد آباد آگاہ ہوئے اور تمام امراء شاہزادہ کے بادشاہ کے حضور میں حاضر ہوئے۔

سلطان محمود نے ایک روز جب کہ تمام امراء حاضر تھے دربار میں فرمایا کہ اب شاہزادہ افضل خدا جوان و تجربہ کار ہو چکا ہے اور امراء شاہزادہ کی مرضی کے مطابق اس کی خدمت کیلئے تیار ہیں۔ میرا ارادہ ہے کہ مہمات ملی شاہزادہ اور اس کے تربیت کردہ امیروں کے سپرد کروں اور خود حج بیت اللہ کی سعادت حاصل کروں۔ عمار الملک نے عرض کیا کہ ایک مرتبہ اور بادشاہ احمد آباد تشریف لے چلیں اس کے بعد سفر و حضر کا اختیار ہے جب مناسب خیال فرمائیں حج کی سعادت سے فیضیاب ہوں۔

سلطان محمود سمجھ گیا کہ امر کی سازش کی ضرور کچھ نہ کچھ اصلیت ہے بادشاہ احمد آباد روانہ ہوا اور شہر میں پہنچ کر اس نے ایک روز امر کو اپنے حضور میں طلب کیا اور ان سے کہا کہ جب تک تم مجھ کو حج کی اجازت نہ دو گے میں کھانا نہ کھاؤں گا۔

امرا چونکہ یہ سمجھتے تھے کہ بادشاہ کی یہ تقریر محض امتحان کے لئے ہے تمام امیر علی خاموش رہے عمار الملک نے عرض کیا کہ بندہ زادہ اب جوان ہو گیا ہے میرے عہدہ پر اس کا تقرر فرمایا جائے مجھ کو سہمہ کابی کی عزت مرحمت ہو۔

بادشاہ نے جواب دیا کہ اگر ایسا ہو تو بھی مناسب و مبارک ہے لیکن مہمات ملی تمہاری عدم موجودگی میں طے و فیصل نہ ہو سکتی ہے۔ آفتاب وسط سما پر پہنچا اور نظام الملک نے جو امر اکا سرگروہ تھا عمار الملک کی تلقین کے مطابق بادشاہ سے عرض کیا کہ ادلاً جہاں پناہ

اہل حرم و خزانہ کی حفاظت کے لئے جتائیر کا قلعہ فتح فرمائیں اس کے بعد سعادت جج سے فیضیاب ہوں۔

بادشاہ نے فرمایا کہ انشا اللہ ایسا ہی ہوگا۔ اس تقریر کے بعد سلطان محمود نے کھانا طلب کیا اور خاصہ تناول فرمایا۔

بادشاہ نے دیدہ و راستہ چند روز تک عماد الملک سے مخاطب نہ کیا۔ عماد الملک نے خلوت میں بادشاہ سے عرض کیا کہ بندہ نے گناہ پر عتاب و عقوبت کی کیا وجہ ہے بادشاہ نے فرمایا کہ جب تک تم حقیقت حال سے مجھ کو مطلع نہ کرو گے میں تم سے صاف نہ ہونگا۔

عماد الملک نے عرض کیا کہ اگرچہ افشائے راز کی بابت میں نے شدید قسم کھائی ہے لیکن چونکہ اب چارہ کار نہیں ہے جو ام سے اس کو صاف صاف عرض کرنا ہوں حقیقت واقعی وہی ہے جو بادشاہ نے مسطیف آباد میں سنی ہے۔

سلطان محمود نے اس خبر کو سن کر عمل و ضبط سے کام لیا اور خداوند خاں کو صرف یہ ایک اذیت پہنچائی کہ اپنے خاصہ کے ایک کبوتر کو اس نام سے موسوم کیا۔ اس واقعہ کے بعد بادشاہ ایک عرصے کے بعد بین روانہ ہوا اور بین سے عماد الملک و قیصر خاں کو جالور و ساہیوال کی سیڑ کے لئے نامزد کیا۔

یہ امر بادشاہ سے رخصت ہو کر شیخ حاجی رجب کی تربت کے قریب قیام پذیر ہوئے۔ چونکہ خداوند خاں کے ادبار کا وقت قریب آچکا تھا اس کا فرزند مجاہد خاں اپنے خالہ زاد برادر صاحب خاں کی موافقت میں شکو قیصر خاں کے سراپہ وہ کے قریب آیا اور چٹھری کے انتقام میں اس کو قتل کر دیا۔

بادشاہ نے یہ خیال کیا کہ قیصر خاں کو اس کے قتل پر دشمن اثر و خاں نے تہ تیغ کیا چاہا اور اس کو پایہ زنجیر کے قید خانہ میں داخل کر دیا۔

اتفاق سے مجاہد خاں و صاحب خاں خود بہ خود خوف زدہ ہو کر فراری ہوئے اور اثر و خاں کی بے گناہی ثابت ہو گئی۔ بادشاہ نے اثر و خاں کو رہا کر کے اس کے بجائے خداوند خاں کو قید کیا اور خود احمد آباد واپس آیا۔

اسی دوران میں عماد الملک نے علیل ہو کر وفات پائی اور اسکا فرزند

اختیار الملک باپ کا جانشین ہو کر وزیر مقرر کیا گیا۔ اختیار الملک اس قدر صاحب اقتدار ہوا کہ قلیل زمانہ میں مرجع خاص و عام بن گیا۔ بادشاہ ان واقعات کے بعد غصے آبا و اؤس آپس آیا اور ایک مدت تک یہیں مقیم رہا۔

ماہ رجب سنہ ۸۸۵ ہجری میں بادشاہ نے ارادہ کیا کہ امرائے ایک گروہ کو احمد آباد میں چھوڑ کر خود جنائیر کی تسخیر کے لئے سفر کرے بادشاہ بابہ رکاب ہی تھا کہ اس کو معلوم ہوا کہ اہالی لاہار نے بے شمار کشتیاں فراہم کی ہیں اور ان کا ارادہ ہے کہ مسافریں دریا کو آزار و نقصان پہنچائیں بادشاہ جنائیر کی ہم کو ملتوی کیا اور جہاز میں سوار ہو کر اس جماعت کو قتل غارت کرنے کیلئے روانہ ہوا سلطان محمود نے چند جہاز آراستہ اور چند جہاز جنگ جو سپاہیوں اور تیر و تفنگ و دیگر آلات حرب سے بھرے ہوئے بھیجے اور اہل لاہار کے قلعہ میں داخل ہوا بادشاہ حریف کے جہازوں کے قریب پہنچا اور اہل لاہار مقابلے سے عاجز ہو کر فراری ہوئے۔ اہل گجرات نے حریف کا تعاقب کیا اور ان کی چند کشتیاں گرفتار کر کے بندر کنبھایت کو واپس آئے۔ بادشاہ گجرات واپس آیا اور اسی سال ملک میں بارش نہ ہونے کی وجہ سے عظیم الشان قحط نمودار ہوا بے شمار مخلوق قحط کی دہ سے ہلاک ہوئی اور رہا پیدا پریشان و تباہ ہوئی۔

غزوہ ذی قعدہ کو بادشاہ نے جنائیر پر حملہ کی تیاری کی۔ یہ حصار بالائے کوہ واقع ہے قلعہ بیحد مستحکم و بلند ہے جو آسمان سے باتیں کرتا ہے اس کے علاوہ اسی پہاڑ کی سطح پر ایک دوسرا پہاڑ واقع ہے جو بلندی میں فلک منہم سے بھی بلند ہے اس دوسرے پہاڑ پر بھی چونہ اور پتھر کی ایک دیوار بطور فضیل کھینچی ہوئی ہے اور اس دیوار میں مطلوبہ خوبصورت برج تعمیر کئے گئے ہیں۔

اس زمانہ میں حصار کا حاکم رائے بنا ہی نام ایک راجپوت راجہ تھا جس کے آبا و اجداد عرصہ دراز سے اس حصار پر حکمرانی کر رہے تھے۔ چونکہ ساتھ ہزار راجپوت سوار و پیادے اس نواح کے راجاؤں کے لازم تھے یہ ہندو حکمران کسی بادشاہ کی اطاعت نہ کرتے اور بگڑ و غرور کیساتھ ملک پر فرمانروائی کرتے تھے۔

ایک عرصہ کے بعد راجہ نباہی اپنے اسلاف کا جانشین ہوا اور اس راجہ نے اپنی رسول آباد کو جو گجرات کے لطقات میں داخل ہے آزار و نقصان پہنچانا شروع کیا اور بے شمار مسلمانوں کو ظلم و جور سے تہ تیغ کیا۔

بادشاہ قلعہ بردہ میں پہنچا اور راجہ نے اپنے افعال پر نادم ہو کر بادشاہ کی خدمت میں قاصد روانہ کئے اور سجد عاجزی و ذاری کے ساتھ صلح کے بعد پیشکش حاضر کرنے کا وعدہ کیا۔

بادشاہ نے راجہ کی درخواست قبول نہ کی۔ قاصد الملک و تاج خاں پیشتر روانہ ہوئے اور ہر صفر ۸۸۵ھ کو پہاڑ کے دامن میں فروکش ہوئے۔ ہر روز راجہ جوتوں کا ایک گروہ قلعہ سے باہر نکل کر معرکہ آرائی کرتا تھا اور پھر حصار میں پناہ گزین ہو جاتا تھا۔ اسی دوزاں میں بادشاہ خود بھی قلعہ بردہ سے روانہ ہو کر جلد سے جلد جٹانیر پہنچا اور وہاں سے موضع کریانہ میں جو مالوہ کے سر راہ داغ ہے فروکش ہوا۔

راجے نباہی نے بارہ گروہ قاصد بادشاہ کی خدمت میں روانہ کئے اور ذیل طلا و دیگو بیش قیمت تحائف و ہدیہ پیش کر کے اپنے تصور کی معافی کی درخواست کی۔ بادشاہ نے اس درخواست کو بھی قبول نہ کیا اور راجہ نے اپنے لشکر کو جمع کیا اور دیگر راجایاں اطراف سے مدد لے کر قلعہ سے نیچے اترا اساتھ ہزار سواروں اور بیادروں کے ہمراہ بادشاہ کا مقابلہ کیا۔ شدید خونریزی لڑائی کے بعد راجہ کو شکست ہوئی اور دس یا بارہ ہزار جنگجو راجپوتوں کے ہمارہ قلعہ میں پناہ گزین ہو گیا۔ سلطان محمود قلعہ کے پاس فروکش ہوا بادشاہ نے حصار کی نوعیت و دیگر لوازم جنگ کو بہ غور معائنہ کر کے ہر سردار کو مناسب مقام پر مقرر کیا اور خود مثل سابق کے موضع کریانہ واپس آیا۔

سلطان محمود نے سید بدر کو حفاظت راہ اور رسد رسانی کے لیے بھیج دیا۔

ایک روز سید بدر رسد لئے جا رہا تھا راجپوتوں نے حملہ کر کے مسلمانوں کی ایک جماعت کو قتل کیا اور رسد چھین کر لے گئے بادشاہ کو اس واقعہ

سے اطلاع ہوئی اور اب اور زیادہ حصار کو فتح کرنے پر مصر ہوا۔  
 چونکہ تمام مورچے تیار ہو چکے تھے اب محاصرہ بہ خوبی کیا گیا بادشاہ نے  
 خود قلعہ کے پاس میں قیام کیا اور حکم دیا کہ ہر چہار جانب سا با تیار کی جائیں۔  
 راجہ بناہی نے عاجز ہو کر اپنے وزیر جنگ کو سلطان غیاث الدین قلی کی  
 بارگاہ میں روانہ کر کے امداد کی درخواست کی اور ہر منزل کے اخراجات  
 کے لئے ایک لاکھ تنگہ سفید ادا کرنے قبول کئے سلطان غیاث الدین لشکر کو  
 جمع کر کے قصبہ نعلیج میں فروکش ہوا۔ بادشاہ کو اس واقعہ کی اطلاع ہوئی۔  
 اور اس نے امر کو جا بجا مقرر کر کے خود قلی سے معرکہ آرائی کرنے کے لئے قصبہ  
 دہوڑ تک سفر کیا دیوڑ پتھکے بادشاہ کو معلوم ہوا کہ سلطان غیاث الدین نے  
 ایک روز علما سے دریافت کیا کہ اگر کوئی اسلامی فرمانروا کسی غیر مسلم حکمران پر  
 حملہ کرے تو ہمو حملہ آور کے مقابلہ میں ہندو کی امداد کرنا شرعاً جائز ہے یا نہیں۔  
 علما نے جواب دیا کہ اس قسم کی امداد مذہباً ناجائز ہے۔ سلطان غیاث الدین  
 نے علما کے احکام کے مطابق حملہ سے ہاتھ اٹھایا اور اپنے ملک کو واپس گیا۔  
 سلطان محمود اس واقعہ کو سنکر بید خوش ہوا اور جنا نیر واپس آیا ابھی قلعہ  
 فتح بھی نہیں ہوا تھا کہ بادشاہ نے جنا نیر میں ایک مسجد کی بنیاد ڈالی بادشاہ کے  
 اس فعل سے ہر فرد و بزرگ کو اس امر کا یقین آگیا کہ جب تک قلعہ فتح نہ ہوگا بادشاہ  
 اس ملک سے واپسی کا ارادہ نہ کرے گا اہل لشکر نے سا با ط کے درست کرنے اور  
 اہل قلعہ کو تکالیف پہنچانے میں کوشش شروع کی۔  
 سب سے پیشتر بادشاہ اور اس کے غلام خاص ایاز سلطانی کی سا باہیں  
 تیار ہو گئیں۔

ایک روز ملازمین شاہی نے ان سا با طوں سے دیکھا کہ صبح کے وقت  
 اکثر ہندو مسواک و غسل کرنے کے لئے باہر چلے جاتے ہیں اور مورچل میں قلیل تعداد  
 سپاہیوں کی رہ جاتی ہے  
 بادشاہ کو اس واقعہ کی اطلاع ہوئی اور اس نے حکم دیا کہ صبح کے وقت  
 اسلامی فوج کا ایک حصہ سا با ط کے ذریعہ سے قلعہ میں داخل ہو جائے شاید کہ یہ تدبیر کارگر ہو

اور حصار فتح ہو جائے۔

اہل لشکر نے بادشاہ کے حکم کی تعمیل کی اور توام الملک سرچاند کے ہمراہ قلعہ میں داخل ہو کر ہندوؤں کے ایک گروہ کو قتل کیا۔ راجپوت اس واقعہ سے آگاہ ہو گئے اور انھوں نے بھی ہجوم کر کے مسلمانوں کا مقابلہ کیا۔ اس جنگ میں مسلمان غالب آئے اور ہندوؤں کو حصار کے دروازہ دوم تک پسپا کر دیا۔

اتفاق سے اس واقعہ کے چند روز قبل ہندوؤں نے مغرب کی جانب ایک بہت بڑی توپ قلعہ کی دیوار پر نصب کی تھی اس دیوار میں شگاف ہو گیا اور ملک ایاز سلطانی موقعہ پا کر سواروں کے ایک گروہ کے ہمراہ اس رخنہ کے قریب آیا اور یہاں سے رخنہ دیوار تک پہنچ گیا اور رخنہ سے حصار بزرگ تک پہنچ کر برج و بارہ کی راہ سے بام حصار پر پہنچا۔

بادشاہ نے نہایت عاجزی و آزادی کے ساتھ فتح و نصرت کی خدا کی بارگاہ میں دعا مانگی اور سواروں کو ایاز اور اسکے ہمراہیوں کی امداد کیلئے ابھارا۔ راجپوتوں نے یہی حیران و پریشان ہو کر محاصرہ کے بام پر پھینکا اتفاق سے توفیق و تائید الہی نے مسلمانوں کا ساتھ دیا اور دستِ غیبی نے وہی حقد رائے بنا ہی کے صحنِ سرا میں پھینک دیا۔

راجہ اور راجپوتوں نے صورتِ واقعہ کو اس طرح دیکھ کر سمجھ لیا کہ ادبار ان کے سر پر سوار ہو گیا ہندوؤں نے آگ روشن کی اور اپنی قدیم رسم کے مطابق اپنے جو روپجوں کو آگ کی نذر کیا اور اپنی جان سے ہاتھ دھو کر آلاتِ حرب اٹھائے اور مسلمانوں سے جنگ آزمائی کے لئے تیار ہوئے۔

سندھ پری دویم ذیقعدہ کی صبح کو ہندوؤں کو شکست ہوئی اور مسلمان حصار بزرگ کا دروازہ توڑ کر قلعہ میں داخل ہوئے اور ایک جماعت کو قتل کیا۔ سلطان محمود بھی اس دروازہ کے قریب پہنچ گیا اور شاہی علم بلند ہوا۔ تمام راجپوت بالائے حصار حوض کے کنارہ جمع ہوئے اور اہل کر کے شمشیر و نیزہ کو ہاتھ میں لیا اور جنگ کے لئے آمادہ ہو گئے۔



مسلمانوں کا ایک گروہ ان کے مقابلہ میں آیا اور شدید خونریز معرکہ آرائی ہوئی طرفین سے بے شمار انسان قتل ہوئے اور ہندوؤں کو کابل شکست ہوئی۔  
 رائے بنا ہی اور اس کا وزیر کسی دو ٹوکسی زندہ و زخمی گرفتار ہوئے اور  
 بادشاہ کے حضور میں پیش کئے گئے بادشاہ نے خدا کی بارگاہ میں سجدہ کر کیا اور  
 راجہ سے سوال کیا کہ تو نے ہمارے مقابلہ میں اس قدر جان بازی و معرکہ آرائی کیوں کی۔  
 راجہ نے جواب دیا کہ اسے بادشاہ یہ سلطنت میرا موروثی ملک ہے  
 میری غیرت نے تقاضہ نہ کیا کہ میں آبا و اجداد کی میراث کو مفت فانی کروں اور  
 اپنے کو دنیا میں بے غیرت و بے ہمت مشہور کروں بادشاہ نے راجہ کی غیرتمندی  
 کی تعریف کی اور اس کی تعظیم و تکریم بجالایا۔  
 سلطان محمود نے پائین قلعہ ایک شہر حضرت سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم  
 کے اسم مبارک پر آباد کیا اور قلعہ آباد کی حکومت اپنے پسر خرد ذلیل خاں کے  
 سپرد کر کے خود بلند محل آباد کی تعمیر و مہموری میں مصروف ہوا۔  
 بادشاہ نے ایک جامع مسجد کی جس میں بے شمار ستون تھے فتح حصار سے  
 قبل بنا ڈالی اور اس کے اتمام میں جان و دل سے کوشاں ہوا۔  
 بادشاہ نے علاقہ میں ایک منبر نہایت تکلف کے ساتھ اس مسجد کی  
 محراب کے سامنے تعمیر کیا۔

فتح جہانیر کے بعد راجہ بنا ہی کے زخم اچھے ہو گئے اور بادشاہ نے راجہ  
 اور دو ٹوکسی کو جو اس کا وزیر تھا قبول اسلام کی دعوت دی ان دونوں نے  
 اس کو قبول نہ کیا علمائے اسلام کے فتویٰ کے مطابق پانچ ماہ تک دونوں مقید  
 رہے ہر روز ان کو قتل کی دھمکی دیتی تھی کہ شاید مسلمان ہو جائیں لیکن راجہ وزیر  
 کسی نے بھی نصیحت پر عمل نہ کیا اور علمائے شریعت کے قول کی بنا پر بنا ہی اور  
 دو ٹوکسی کو پھانسی دیدی گئی۔

اسی سال بادشاہ نے ایک معتبر امیر کو احمد آباد روانہ کیا اور حکم دیا کہ  
 اس شہر میں حصار اور قلعہ اور برج تعمیر کئے جائیں تمام اراکین سلطنت نے حصار  
 اور قلعے اس شہر میں تعمیر کرائے ایک فاضل شخص نے یہ کریمہ من و قلعہ کان امنائے

اس تیسری تالیخ نکالی چونکہ سلطان محمود گجراتی کے اعمال خدا کی بارگاہ میں مقبول ہو چکے تھے ششم میں سوداگروں کی ایک جماعت نے دارالملک محمد آباد میں قلعہ ابو کے راجہ کی شکایت پیش کی کہ چار سو گھوڑے ہم لوگ اپنے ہمراہ لائے تھے راجہ نے تمام جانور ظلم سے چھین لئے اور جو اسباب ہمارے ساتھ تھا وہ بھی لوٹ لیا بادشاہ اس خبر سے بیدار ہوا اور فرمایا کہ گھوڑوں اور اسباب کی قیمت ان سوداگروں کو ہمارے خزانہ سے دیر بجائے اور خود سامان سفر درست کر کے قلعہ ابو کی طرف روانہ ہو گیا اور دوسری منزل میں مقام کر کے ایک فرمان راجہ ابو کے نام لکھا جس کا مضمون یہ تھا کہ میں نے سنا ہے کہ تم نے سوداگروں کا اسباب اور ایک گھوڑوں کو جو ہمارے سرکار کے خاصہ کے لئے لائے تھے جبر کے ساتھ لوٹ لیا۔ ہے تم پر لازم ہے کہ جیسو قست یہ فرمان تمہارے پاس پہنچے اسی وقت جس قدر اسباب تم نے سوداگروں سے لیا ہے جیسے تمام و کمال اس کو واپس کر دو والاچہر سلطان کی کے محل کیلئے جو خدا کے نیکو کاروں کا مادہ ہو جاؤ۔ بادشاہ نے اس فرمان کو سوداگروں کی ایک جماعت کو دیکر راجہ کے پاس بھیجا راجہ حقیقت حال سے مطلع ہوا اور سوداگروں کی تلقین کی۔ تین سو ستر گھوڑے اور تمام اسباب جو جیسے موجود تھا سوداگروں کے حوالے کیا باقی خوف ہو گیا تھا اعلیٰ قیمت پر اسباب کے بدلے میں سوداگروں کو روپیہ دیا اور سوداگروں کے ہمراہ اپنی اور پیشکش بھیج کر خود بادشاہ کے اطاعت گزاروں میں داخل ہو گیا بادشاہ نے اپنی اور پیشکش جو سوداگروں کے ہمراہ آئے تھے اور نیز راجہ کے عریفہ پر غور کیا اور محمد آباد جنائیر واپس آ کر اس شہر کے گرد و بر و ج و قلعہ کی ہنایت استحکام کے ساتھ بنا ڈالی اور اس کو تمام کو پہنچایا۔

ششم میں بہادر گیلانی نے جو سلطان محمود دہلی کا امیر تھا بغاوت کی اور بندہ رگو وہ وایل و نیز دوسرے دکن کے ملکوں پر قبضہ کر لیا بہادر گیلانی کے گرد بارہ ہزار سوار جمع ہو گئے اور اس نے دریا کے راستے سے کشتیوں میں ہتھیار فوج گجرات کی طرف بھیجی اور شہید نقصان پہنچایا بہادر گیلانی سلطان محمود گجراتی کے چند خاصہ کے جہازوں پر قابض ہو گیا اور بندہ رگو کو جلا کر لوٹ لیا اور اسکی

فتح کے ورپے ہوا سلطان محمود نے صفدر الملک کو ایک جرار لشکر کے ہمراہ اس مہم پر مامور فرمایا اور توام الملک سرکردہ فوج خیل کو بھی ایک لشکر کے ساتھ خشکی کی راہ سے مہایم روانہ کیا جہاز جو صفدر جنگ کے ہمراہ تھے وہ مہایم کے نواح میں پہنچ گئے اس درمیان میں باد مخالف چلی اور جہاز متفرق ہو گئے اہل جہاز نے دریا کے طوفان سے مضطرب ہو کر بہا در گیلانی کے ملازمین سے جو دریا کے کنارے مقیم تھے امان طلب کی اور نجات کے لئے ساحل دریا کی طرف متوجہ ہوئے دریا کے کنارے پہنچ کر انھوں نے بہا در گیلانی کے ملازمین کے چہرہ پر کرد و غاکے آتش زخایاں پائے اور لڑائی کے لئے آمادہ ہوئے فریقین میں شدید خونریز معرکہ آرائی ہوئی لیکن آخر کار گجرات کا لشکر مغلوب ہو گیا اور صفدر الملک کو چند معتبر اشخاص کے ہمراہ دشمنوں نے گرفتار کر لیا اور تمام کشتیاں حریف کے قبضہ میں آ گئیں توام الملک اس وقت مہایم پہنچا جبکہ بہادر کے سپاہی اپنا کام تمام کر کے اپنے آقا کے پاس چلے گئے تھے۔ توام الملک اس مقام پر پہنچے اور سلطان محمود کو عریضہ لکھا کہ جان نثار کی رائے ہے کہ بہادر سے انتقام لے لیکن بلا اس کے کہ جہتک کچھ ملک بادشاہ دکن کے خراب ہوں۔ میں بہادر کے مسکن تک نہیں پہنچ سکتا اب اس بارے میں حکم عالی کیا ہے۔ سلطان محمود نے بعینہ ایسی اور نامہ کو بادشاہ دکن کے پاس بھیجا بادشاہ دکن نے حق جواز کو مدنظر رکھ کر باوجود امرا و ارکان سلطنت کے تسلط کے خود لشکر کشی کی اور بہادر کو قتل کیا دکنی فرمانروائے صفدر الملک اور جہازوں کو منع بشمار تحایف و ہدایا کے بادشاہ گجرات کے پاس بھیجا فرمانروا دکن علی آزدیہ تھے کہ اس مہم کے صلہ میں سلطان گجرات اس کو ان کیسے افراد سے جو اس پر مسلط ہو گئے ہیں نجات دلائیگا لیکن چونکہ معاملہ حد اتصال سے گذر چکا تھا بادشاہ گجرات غفلت کے عالم میں اس کو ٹال گیا۔

اس وقت میں جب سلطان محمود باکری سے رائے ایدری کی طرف گیا بادشاہ اس ملک کے قریب پہنچا اور رائے ایدر بلا تامل اس کی خدمت میں حاضر ہوا راجہ نے چار سو گھوڑے چار لاکھ روپیہ نفیس تحفے اور بیشمار اسلحہ بادشاہ کے نذر کر کے

جزیرہ دنیا قبول کیا اور اس طرح بچہ خوشامد کے ساتھ اپنا ملک بچا لیا  
سلطان محمود صبح و سالم مع مال غنیمت محرم آباد واپس آیا۔

سنہ ہجری میں سلطان محمود اپنی رعایا و ملک کے حالات کی جستجو  
کی غرض سے سیاحت میں مصروف ہوا اور اکثر حصہ ملک کو کافی طور پر ضبط کر کے  
عدل و انصاف میں نوشیرواں پر سبقت لے گیا بادشاہ اس کے بعد وارا سلطنت  
واپس آیا۔

سنہ ہجری میں الف خاں بن الف خاں جو اس خاندان کا غلام زادہ  
تھا باغی ہوا قاضی بیر جو بہنی امیر اور گجرات میں مقیم و برسر اقتدار تھا الف خاں کی  
رافعت کیلئے مامور کیا گیا قاضی الف خاں کا لقب کر کے اس کو جنگل جنگل  
بھگتا پھرتا تھا یہاں تک کہ الف خاں سلطان پور کے راستہ سے مالوہ کی طرف  
بھاگا اور اسی اثناء میں زہریا اہل طبعی سے اس نے وفات پائی۔ اسی دوران  
میں عادل خاں بن مبارک خاں فاروقی خراج ادا کرنے میں سستی و غفلت سے  
کام لینے لگا۔ سنہ ۹۵۰ھ میں قاضی بیر جو چند امیروں کے ہمراہ عادل خاں کی تادیب کیلئے  
روانہ ہوا اور خاندلس میں داخل ہو کر غارتگری میں مشغول ہوا عادل خاں نے اپنے  
مقابلہ کی طاقت نیائی اور عداوت ملک حاکم برار سے مدد طلب کی عادل خاں کو  
مدد ملی اور اس نے مجبور ہو کر چند سال کا مال اپنے ہمراہ لیا اور محمد آباد جہانگیر پہنچ کر  
سلطان محمود کی خدمت میں حاضر ہو گیا۔

ایک روایت یہ ہے کہ سلطان محمود خود عادل خاں کی تادیب پر متوجہ ہوا  
اور اپنے ملک سے روانہ ہو کر اب پٹی کے قریب پہنچا عادل خاں نے پیشکش روانہ کیا اور  
معذرت چاہی سلطان محمود نے حقوق و امانتی کو مدنظر رکھ کر اس کا قصور معاف  
فرمایا۔ اسی زمانہ میں تھانہ دار کو تو ال دولت آباد ملک اشرف اور ملک وحید نے  
فرصت پا کر اس مضمون کا ایک عریفہ سلطان محمود کی خدمت میں بھیجا کہ یہ تلخ ہم  
بندگان دولت کے قیدی ہیں ہے چونکہ سلطان بیدر پر امیر برید سلطہ ہے۔ احمد نظام الملک  
بہر وقت اس قلعہ کے فتح کرنے کی فکر میں ہے اور ہر سال لشکر کشی کرتا ہے اب اس  
نے قلعہ دولت آباد کا محاصرہ کر رکھا ہے اگر آپ ہماری امداد فرما کر قلعہ اپنے تصرف میں

لے لیں تو ہم غلصاں بارگاہ ملازمت والا میں پہنچ کر اپنی حیثیت کے مطابق بے شمار تحائف نذر کریں گے۔

سلطان محمود نے بیشخانہ دکن کی جانب روانہ کیا اور دو تین منزل آگے بڑھ کر راہ میں مقیم ہو گیا۔ احمد نظام الملک بھری نے کوئی صورت اپنے قیام کی نہ دیکھی اور مضطرب رہا۔ بدحواس جینرواپس گیا۔ اہالیان دولت آباد لشکر گاہ میں حاضر ہوئے اور پیشکش گزارا۔ سلطان محمود بھراتی نے ایک جنبش میں دو کام کیے اور محمد آباد جینرواپس لایا اسی دوران میں رفیع الدین محمد بن ہرشد الدین صفوی نے جوزہد و تقوئے سے منصف تھے اپنے والد کی سنت پر عمل کر کے گجرات میں تشریف لائے اور محمد آباد میں مقیم ہوئے۔

چونکہ بھٹی خاندان کے ہر مقتدر امیر و غلام نے دکن میں اپنے دل نشیں سے مخالفت کر کے حکومت حاصل کر لی تھی سلطان محمود کے دل میں بھی یہی امر کی جانب سے خطرہ پیدا ہوا۔

لشکر بھری میں سلطان محمود نے احمد آباد کا سفر کیا اور اپنی تدبیر و حکمت سے اکثر اہر کو جو صاحب اقتدار تھے معزول و قتل کر کے ایک دوسری جماعت کو بھائے ان کے مامور کیا اس تغیر و تبدل کا منشا یہ تھا کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ اہر خود بادشاہ یا اس کی اولاد کے ساتھ سرکشی کریں۔ سلطان محمود کے قلب میں پھر محمد آباد کے دیکھنے کا اشتیاق پیدا ہوا اور محمد آباد کے طرف روانہ ہوا دو تین چوبیسے ابھی نہ گزرے تھے کہ خبر آئی کہ اس سال کفار فرنگ نے ساحل برہم کو کیا ہے۔ اور چاہتے ہیں کہ قلعہ بنا کر سکونت اختیار کریں سلطان روم نے جو ان کا دشمن ہے اس خبر کو سن کر بے شمار جہازوں کو ساحل بند کی جانب جنگ آزمائی و ممانعت کے لئے روانہ کئے ہیں سلطان محمود نے بھی لڑائی کا ارادہ کیا اور ویسی دمن و مہایم کی طرف روانہ ہوا۔

جب سلطان محمود خطہ دمن میں پہنچا اپنے غلام خاص یا از سلطان کو جو امیر الاہرا اور سپہ سالار تھا بندر دیب سے چند خاص کشتیوں کے ہمراہ جو دلیر و شجاع افراد و آلات جنگ سے مہمور تھیں فرنگیوں کے اخراج کیلئے حاضر و فرمایا اور

دس ہزار سے رومی جہاز بھی جو سلطان روم کی جانب سے جنگ کے لئے آئے تھے  
ایاز کے ہمراہ روانہ ہوئے۔

ایاز بندر جبیل تک عیسائیوں سے مقابلہ کرتا رہا اور ایک بڑا جہاز  
فرنگیوں کا جو ایک کمرہ کی مالیت رکھتا تھا مسلمانوں کے توپ کی ضرب سے  
ٹوٹ کر دریا میں غرق ہو گیا ایاز نے فتح پائی اور بیشمار فرنگیوں کو قتل کر کے  
واپس آیا اگرچہ ان مہرکہ آرائیوں میں رومیوں کے چار سو آدمی مارے گئے لیکن  
انہوں نے کفار فرنگ کو بھی جو قریب دو تین ہزار تھے قتل کیا۔

سلطان محمود گجراتی ضبط انتظام بناور کی طرف سے مطمئن ہو کر محمد آباد  
میں آیا اس دوران میں داد و شاہ فاروقی اسیریں فوت ہوا اور ملک میں بہت  
فساد برپا ہوا۔ عادل خاں ولد حسن خاں نے جو سلطان محمود گجراتی کا نواسہ تھا  
چند اشخاص کو سلطان محمود گجراتی کے دربار میں جو اسکا جہادری تھا روانہ کیا اور اہل طلبہ کی  
سلطان محمود و شہان شاہ میں قلیل لشکر کیساتھ اسیر آیا اور ماہ صیام کو  
نہرید اکے کنارے موضع سیلے میں تمام کیا اور شوال میں ندر بار روانہ ہوا سلطان  
ندر بار پہنچا اور اس کو معلوم ہوا کہ ملک حسام الدین مغل زادہ نے عالم خاں کو احمد  
نظام الملک بھری اور عدا الملک کاویلی کے اتفاق سے تخت حکومت پر بٹھلا دیا ہے  
اور نظام الملک اب بھی برہانپور میں موجود ہے۔

سلطان محمود نے اس خبر کو سنا اور تختانیر چلا گیا اس زمانہ میں بادشاہ کو  
ضعف جسمانی محسوس ہوا اور اس نے چند روز کے لئے قیام اختیار کیا سلطان  
محمود نے آصف خاں اور عزیز الملک کو ایک جہاز لشکر کے ساتھ نظام الملک اور  
حسام الملک اور عالم خاں کی تاویب کے لئے روانہ کیا نظام الملک نے قلیل  
لشکر سے عالم خاں کی مدد کی اور خود کاویل چلا گیا ملک لاون نے آصف خاں  
کا استقبال کیا اور اس سے ملاقات کی آصف خاں نے ملک لاون کو سلطان  
محمود گجراتی کی خدمت میں حاضر کیا ملک حسام الدین بھی چند روز کے بعد  
اپنے فعل پر نام ہوا اور سلطان محمود گجراتی کی خدمت میں حاضر ہو گیا۔ سلطان  
محمود نے ملک لاون اور ملک حسام پر بجا التفات و نوازش فرمائی۔

عید الفتحی کے بعد سلطان محمود گجراتی نے ساعت سمیع میں عادل خاں کو اعظم ہایوں کا خطاب دیا اور چار ہاتھی اور تین لاکھ روپیے بطور دوا و خرچ کے عطا کر کے اُس کو اسیر و برہانپور کی حکومت عنایت کی بادشاہ نے ملک لاؤن کو خطاب اور موضع بناس بطور جاگیر مرحمت کیا اور ملک ماہما ولد عماد الملک خانہ بسی کو غازی خاں اور عالم شہختانہ وار تھا نیسر کو قطب خاں ملک حافظ کو محافظ خاں اور اسکے بھائی ملک یوسف کو سیف خاں کے خطابات عطا کئے اور ان امیروں کو اعظم ہایوں کی ہمراہی کیلئے مقرر فرمایا ان کے علاوہ اپنے امرا میں سے ملک نصرۃ الملک اور مجاہدۃ الملک گجراتی کو داؤد خاں فاروقی الحی طیب بہ اعظم ہایوں کی اطاعت کا حکم دیا اور سترھویں ذالحجہ کو خود اپنے دارالسلطنت کی جانب روانہ ہوا بادشاہ نے منزل اول میں ملک حسام الدین کو شہر یار کا خطاب و بکر موضع و ہنورہ میں جو سلطان پور کے مصافحت میں ہے اور دو ہاتھی عنایت فرما کر اسکو واپس جانگی اجازت دی اور خود بہ تعیل روانہ ہوا اسی زمانہ میں شہزادہ مظفر ولد شہزادہ بہادر کو جو اس یورش میں سلطان کے ہمراہ تھا عہدہ ہاتھیوں اور عربی اور عراقی گھوڑوں کے مع دیگر تحائف کے خلاف عادت عطا فرمائے۔

سلطان محمد آباد کے اطراف میں پہنچا اور اپنے پوتے سلطان بہادر کو اپنے ہمراہ لیا اور سلطان مظفر کو برودرہ جو اس کی جاگیر میں تھا جانیکا حکم دیا سلطان کی عدم موجودگی میں اعظم ہایوں نے ملک حسام الدین شہر یار کو تہ تیغ کیا اور اور اس کے اعوان اور انصار کے قتل عام کا حکم دیا۔

رجع الاول ۹۱۳ھ میں یہ خبر سلطان محمود گجراتی تک پہنچی بادشاہ نے فرمایا کہ جو شخص حق تک کا محافظ نہیں رکھتا آخر کار خود ہلاک ہوتا ہے اسی دوران میں اسیر اور برہانپور سے اعظم ہایوں کا ایک خط آیا کہ شیر خاں اور سیف خاں نے جو قلعہ اسیر پر قابض ہیں باہم متفق ہو کر ایک خطا نظام الملک کے نام روانہ کیا اور نظام الملک جسکے ہمراہ عالم خاں اور راجہ کالینہ بھی ہیں اپنی سرحد کے قریب آکر قیام پذیر ہے اگر وہ قدم آگے بڑھائیں تو میں بھی اس سے مہر کر آرائی کرونگا سلطان محمود نے پہنچ لاکھ تنگہ سفید اسکے پاس بھیجے اور دلاور خاں قدر خاں اور صفدر خاں و دیگر امرا کو اسکی مدد

کیلئے روانہ کیا بادشاہ نے اعظم ہمایوں کو عرینہ کے جو ایسے کھاکہ اسے فرزند خاطر جمع رکھو اگر ضرورت ہوئی تو میں بذات خود اس جانب متوجہ ہوں گا نظام الملک کو جو سلطانین دکن کا غلام ہے یہ طاقت کہاں کہ تھاری مملکت کو نقصان پہنچا سکے یہ امیر ہنوز شہر کے باہر مقیم تھے کہ شہزادہ مظفر خاں جسکے حالات عنقریب لکھے جائینگے اپنے والد بزرگوار کی خدمت میں حاضر ہوا اور سات لاکھ تنگہ اور طلبہ لکھے اور انکو اپنے بھائی اعظم ہمایوں کے پاس روانہ کیا چند دنوں کے بعد نظام الملک بحری کا صاحب محمد آباد آیا اور ایک خط اس نے بادشاہ کے سامنے پیش کیا جسکا مضمون یہ تھا کہ حاضرزادہ عالم خاں نے انجانب سے التجا کی ہے اور متوقع ہے کہ کچھ حصہ ولایت اسپر اور برہانپور کا آپ اسکو مرحمت فرمائیں سلطان کو خط کا مضمون معلوم ہوتے ہی غصہ آگیا اور آبی عالم غیظ میں اس نے جواب دیا کہ ایک غلام کو یہ قدرت اور منزلت حاصل ہوئی کہ وہ بادشاہوں کو بجائے عرینہ کے خط لکھے اوس پر لازم ہے کہ اپنی حد سے قدم آگے نہ بڑھائے اور اپنی جگہ پر قائم رہے والا کامل گوشمالی دیا جائیگی۔

نظام الملک نے اس خبر کو سنا اور احمد نگر واپس گیا بھارتی امیر نصیب ندر بار میں پہنچا اور شیر خاں و سیف خاں و اباں طلب کی اور دکن چلے گئے عالم خاں نے بے شکرجات کے آنے کا حال معلوم ہوا اور ولایت کا لول کو تاخت و تاراج کرنے میں مصروف ہوا عالم خاں نے چند مواضعات و قریات کو لوٹا ہو گا کہ یہاں کے راجہ نے پیشکش بھیجا اور مہذرت چاہی عادل خاں اسپر میں آیا اور دلا در خاں کو نہایت تعظیم کیساتھ بھارت رخصت کیا۔ سلطان سکندر لودھی نے محبت و خصوصیت و اخلاص کی بناؤ پر تحفے سلطان محمود کے لئے روانہ کئے قبل اس کے کسی بادشاہ و بلی نے فرمانروائے بھارت کو تحائف بھیجے تھے۔

اسی سال ذاکچہ کے مہینہ میں سلطان محمود و نندال گیا اور اہالی ہندوالہ کو جو سب علما و اکابر تھے انعام و انکسار سے خوشدل فرمایا اور ان سے کہا کہ میرے یہاں آنے کی غرض یہ تھی کہ میں آپ حضرات سے رخصت ہوں مگر یہاں تک اب اجل مہلت نہ ہے اور دوبارہ آپ صاحبوں کو نہ دیکھ سکوں علما و اکابر نے سلطان کے حق میں دعا کی۔



سلطان محمود اس مجلس سے اٹھ کر سوار ہوا اور مزارات مشائخ دین رحمۃ اللہ علیہم کی زیارت کیلئے روانہ ہوا اور وہاں سے احمد آباد آیا اور شیخ احمد کھٹو قدس سرہ کے روضہ مقدسہ کے طواف سے فراغت حاصل کی اور محمد آباد جنازہ واپس ہوا۔

اسی زمانے میں جب سلطان محمود کو اپنے جسم میں ضعف و بیماری محسوس ہونے لگی بادشاہ نے شاہزادہ مظفر کو برودرہ سے طلب کر لیا اور اعلیٰ ترین نصیحتیں کیں چار دن گزر جانے کے بعد جب سلطان محمود نے آثار صحت کے دیکھے اور شاہزادہ کو برودرہ بھیجا تب رخصت فرمایا چند روز کے بعد مرض نے عود کیا اور سلطان محمود بیحد ضعیف و لاغر ہو گیا بادشاہ نے شاہزادہ مظفر خاں کو دوبارہ طلب کیا اسی اثنا میں فرحت الملک نے معروضہ پیش کیا کہ شاہ اسماعیل بادشاہ ایران نے یاوگار بیگ کو قزلباشوں کی ایک جماعت کے ہمراہ بطریق رسالت بادشاہ کے حضور میں بھیجا ہے اور تحائف نفیس انکے ہمراہ روانہ کئے ہیں سلطان نے ارشاد فرمایا کہ خدائے تعالیٰ قزلباش کی صورت جو اصحاب ثلاثہ کے دشمن اور ہانی ظلم ہیں مجھے نہ دکھلائے چنانچہ ایسا ہی اتفاق پیش آیا کہ یاوگار بیگ قزلباش ہنوز پہنچے بھی نہ پایا تھا کہ عصر کے وقت دوشنبہ کے دن دوسری رمضان المبارک کو بادشاہ نے رحلت کی سلطان محمود کا زمانہ حیات ساٹھ سال گیارہ مہینہ تھے مجملہ اسی پچیس سال ایک مہینہ اس نے حکومت کی فرامین میں اسکو خدا میگاں حلیم کے لقب سے یاد کرتے ہیں سلطان محمود کو بیکرا بھی کہتے ہیں بیکرا اس گائے سے مراد ہے جسکی سٹیں اور کے جانب گھومی ہوئی اور حلقہ وار ہوتی ہیں چونکہ سلطان محمود کی مونچھ کے بالوں کی بھی شکل سختی اس لئے اسکو بیکرا کہتے ہیں شاہ جمال الدین حسین ابنو اسکی وجہ تسمیہ یہ بیان کرتے ہیں کہ چونکہ سلطان محمود نے دو نامی و گرامی قلعے ایک کرتال و دوسرا جنازہ فتح کئے اس لئے خواص و عوام اسکو بیکرا کہنے لگے لیکن صاحب دو قلعہ اور یہ امر زیادہ قریب صحت ہے سلطان محمود بھارتی شجاعت سخاوت جہربانی بردباری حیا و عفت راست گوئی و فراست سے متصف تھا کبھی کوئی جملہ خلاف اسکی زبان سے نہیں نکلا بادشاہ جید پابند شرع و خداتہ اس سختائز اندازی خوب کرتا اور شکار سے اسکو بید رغبت تھی اپنی انتہائے شرم کیوجہ سے خلوت میں بھی اپنے پاؤں کو نا محرمون سے چھپاتا تھا اور گالی کبھی زبان پر نہ لاتا تھا۔

صاحب طبقات محمود شاہی لکھتا ہے کہ سلطان محمود بادشاہ جو وضعف ظاہری اور جسمانی کمزوری کے سن طفولیت سے نازمان وفات ایام سفر اور جنگ کے محروکوں میں جوش آہنی جسکو بیل تن شخص بھی ہزار وقت اٹھا سکتا ہے پہنتا تھا اور کمرش ایک سو ساٹھ تیر کا کمر میں لگاتا اور تلوار و نیزہ بھی ہمیشہ اس کے جسم سے لگا رہتا تھا۔

ذکر سلطنت سلطان سلطان محمود شاہ بن سلطان محمد شاہ کی رحلت کے بعد شاہزادہ مظفر شاہ بن سلطان محمود و جہانی المبارک کو برودرہ سے محمد آباد و پنجگڑ تخت آبائی پر جلوس کیا اہرا

اور آکا بر شہر اٹھنا بجالائے سلطان مظفر نے اسی شب اپنے باپ کی لاش کو ہزار فایض الانوار قدوۃ السالکین و المشائخ شیخ کھنودس سرہ کو روانہ کیا اور دس لاکھ تنگہ عزیز الملک کے حوالہ فرما کر حکم دیا کہ قصبہ سرہ کے اہل اجتماع کو تقسیم کر دئے اہرا اور اراکین دولت کو خلعت مرحمت فرما کر بعض افراد کو خطاب مناسب بھی عطا فرمائے اسی دن منبر دل پر سلطان مظفر کے نام کا خطبہ پڑھا گیا پنجشنبہ میسویں شوال ۷۸۷ھ کو مظفر شاہ پیدا ہوا سلطان مظفر نے اپنے ابتدائے عہد حکومت میں اپنے گروہ خاصہ خیل سے ملک خوش قدم کو عہد الملک اور ملک رشید الملک کو خزانہ خاں کا خطاب و بحیر وزارت کی باگدور انکے قبضہ اقتدار میں دیدی اسی سال شوال کے مہینہ میں یادگار بیگ الہی بادشاہ ایران شاہ اسماعیل نواح محمد آباد میں آیا سلطان مظفر نے تمام اہرا کو اسکے استقبال کیلئے بھیجا سلطان مظفر اس سے بے انتہا لطف و احسان سے پیش آیا یادگار بیگ نے وہ تحائف جو محمود شاہ کیلئے لایا تھا بھیج دلیقہ کے ساتھ سلطان مظفر کے حضور میں پیش کئے سلطان مظفر نے اسکو اور اسکے ہمراہیوں کو خلعت انعامات مناسب مرحمت فرمائے اور ایک مناسب مقام اس کی سکونت کے غرض سے معین فرمایا اور ان کی تعلیم اور تکریم میں کوئی دقیقہ اٹھانہ رکھا۔

چند روز کے بعد سلطان مظفر قصبہ برودرہ میں گیا اور اس مقام کو وہ دولت آباد کے نام سے موسوم کیا اسی دن صاحب خاں فرزند بادشاہ شادی آباد مند و اپنے بھائی کے خوف سے بھاگ کر برودرہ میں آیا بادشاہ نے مظفر خاں کو اسکے استقبال کیلئے بھیجا تاکہ اسکو بید عزت کیساتھ شہر میں لے آئے سلطان مظفر صاحب خاں کی ملاقات کے بعد

چند روز لوازم ضیافت ادا کر نیکی غرض سے ہمدرد میں ٹھہر کر محمد آباد واپس آیا۔  
 بادشاہ نے قیصر خاں کو قصبہ دہود میں اس غرض سے بھیجا تاکہ معصوم خیر  
 سلطان محمود ظہبی کی اور احوال مملکت مالوہ اور امرائے ملک کی مفصل کیفیت کو دریافت  
 کر کے بادشاہ کے حضور میں عرض کرے جو حکم برسات کا موسم آگیا تھا اس لئے لوگ  
 جا بجا مقیم ہو گئے ایک دن صاحب خاں نے سلطان مظفر کے پاس سلام کیا کہ اس  
 فقیر کو آئے ہوئے ایک مدت گزر گئی اور اب تک میں اپنی ہم کو رو براہ نہیں پاتا  
 سلطان مظفر نے جواب دیا کہ انشاء اللہ برسات کے بعد میں نصف مملکت مالوہ کو  
 سلطان محمود ظہبی کے تصرف سے نکال کر تمہارے سپرد کر دوں گا لیکن چونکہ صاحب خاں  
 کے طالع کی خواست ہنوز رایل نہ ہوئی تھی اتفاق سے یادگار بیگ و دیگر قزلباش جو  
 گجراتیوں میں سرخ کلاہ کے لقب سے مشہور تھے اور اہل گجرات کے قریب آباد ہوئے  
 ایک روز ان کے ملازمین کے درمیان نزاع واقع ہوئی اور اس میں جنگ آزمائی  
 ہوئی یادگار بیگ کا مکان لوٹ لیا گیا قزلباشوں نے بھی نیر و کمان کو ہاتھیں  
 اٹھالیا اور چند لازمین مجروح ہو سکے۔  
 لشکر گجرات میں یہ خبر مشہور ہو گئی کہ قزلباشوں نے صاحب خاں  
 کو مقید کر لیا شہزادہ مالوہ نے حقارت آمیز طعنہ کو سنا اور بے غیر سلطان مظفر  
 کی اجازت و اطلاع کے اس پر چلا گیا اور بظاہر حاکم برہاں پور اور زہاد الملک  
 کی تحریک کے بنا پر طلب امداد کی غرض سے کاویل آیا جسکی تفصیل سلاطین مالوہ  
 کے حالات میں ہدیہ ناظرین کی جائے گی تفصیل حالات میں صاحب خاں  
 کے جانے کے بعد جب راجپوتوں کے غلبہ اور سلطان محمود ظہبی کے ابتر  
 حالات کی خبریں سلطان مظفر تک پہنچیں سلطان مظفر کو غیرت نے اس  
 امر پر آمادہ کیا کہ اس گروہ کی تادیب کے لئے متوجہ ہوئے۔  
 سلطان مظفر نے احمد آباد کا ارادہ کیا تاکہ ٹھکانہ جات کی طرف سے مطمئن  
 ہو جائے بادشاہ نے بے برگان زندہ و مردہ سے امداد طلب کر کے مالوہ کا رخ  
 کیا مظفر شاہ احمد آباد پہنچا اور ایک مہفتہ اس جگہ قیام کر کے کو دھرہ  
 کے طرف روانہ ہوا کو دھرہ میں افواج جمع کرنے کی غرض سے چند روز

چلا تھا کہ راستہ میں اس کو یہ خبر معلوم ہوئی کہ رائے بھیم ایدر کا راجہ فرصت کو غنیمت جان کر حدود سامبرمتی تک حملہ آور ہوا ہے اس خبر کو لشکر عین الملک اذر کو دولت خواہی ان حدود کی طرف گیا تاکہ راجہ کو گوشمالی دے کر بادشاہ کے حضور میں حاضر ہو لیکن راجہ مع اپنی تمام فوج کے مقابلہ میں آیا اور دونوں لشکروں کے درمیان سخت لڑائی ہوئی۔

اسی حالت میں ایک سردار جس کا نام عبد الملک تھا مع دو سو آدمیوں کے قتل ہوا اور ہاتھی جو عین الملک کے ہمراہ تھا پارہ پارہ ہو گیا عین الملک نے یہ حالت دیکھی اور بے اختیار معرکہ سے بھاگا۔ سلطان مظفر ایدر کی طرف چلا جب بادشاہ قصبہ ہراسر پہنچا اور ایک جمعیت کو ایدر پر حملہ آور ہونے اور غارتگری کے لئے بھیجا راجہ ایدر نے قلعہ خالی کر دیا اور خود بیجا نگر کی پہاڑیوں میں مخفی ہو گیا۔

سلطان مظفر ایدر پہنچا اور دس راجپوت جو قصد اپنی جان دینے کے ارادہ سے یہاں کھڑے تھے بے انتہا ذلت و خواری کے ساتھ مارے گئے عمارات و باغ و تہ خانہ کی کوئی علامت و اثر تک ایدر میں باقی نہ رہا راجہ ایدر نے عاجز ہو کر ملک گوپال زنادار کو سلطان کی خدمت میں بھیجا اور معذرت چاہی اور یہ پیام دیا کہ عین الملک بندہ درگاہ کا قوی دشمن تھا اس نے میری مملکت کو غارت کیا لہذا بوجہ اضطراب و پریشانی کے مجھ سے یہ حرکت سخت وقوع میں آئی اگر ابتدا میں قصبہ اس بندہ کی جانب سے ہوتی تو البتہ میں سلطانی قہر و غضب کا مستحق تھا اب میں مبلغ بیس لاکھ تنگے جو دو ہزار تومان کے برابر ہے اور ایک سو گھوڑے بطریق پیشکش و کلائے سلطنت کے حوالہ کر کے اپنے قصور کی معافی کا خواستگار ہوتا ہوں۔

سلطان مظفر کا ارادہ مالوہ فتح کرنے کا تھا راجہ کا عذر قبول کر کے بادشاہ کو دہرہ میں آیا اور بیس لاکھ تنگے اور سو گھوڑے عین الملک کو مرحمت فرمائے تاکہ لشکر و سامان کی فراہمی کا انتظام کرے اور موضع کو دہرہ میں شاہزادہ سکندر خاں کو تخت آباد کی حکومت پر مامور فرما کر وہاں جائیگی اجازت عنایت فرمائی سلطان مظفر قصبہ دہودرہ میں پہنچا اور قیصر خاں کو حکم دیا کہ موضع دیولہ پر جو سلطان محمود خلجی کے

ملازمین کے تصرف میں ہے قابض ہو بادشاہ دھار کی جانب متوجہ ہوا اہالی دھار سلطان کے استقبال کے لئے حاضر ہوئے اور امان طلب کی سلطان نے ان کو امان دیکر قوام الملک اور اختیار الملک بن عماد الملک کو رعایا کے دھار کی حفاظت کی غرض سے پیشتر روانہ فرمایا۔

اسی دوران میں یہ خبر آئی کہ سلطان محمود چندیری کے باغی امر کی گوشمالی کے لئے حملہ آور ہوا ہے سلطان مظفر نے اپنے امیروں کو واپسی کا حکم دیا اور ارشاد فرمایا کہ میرے اس سفر کی اصل غرض یہ تھی کہ بوریہ کے غیر مسلم افراد کو تادیب و تنبیہ کروں اور مملکت مالوہ سلطان محمود خلجی اور صاحب غاں ولد سلطان ناصر الدین کے درمیان میں تقسیم کردہ دہلی اب چونکہ سلطان محمود خلجی امرائے چندیری کی مداخلت کے لئے ظالم راجپوتوں کو اپنے ہمراہ لے گیا ہے اس وقت اس کی مملکت میں مداخلت کرنا آئین مروّت و مردانگی سے بعید جانتا ہوں۔

اسی زمانہ میں قوام الملک سلطان کی خدمت میں حاضر ہوا اور دھار کے آہو خانہ کی بے انتہا تعریف کی سلطان مظفر ان حدود کے سیر و شکار پر مائل ہوا اور قوام الملک کو شکر کی حفاظت کے لئے مقرر فرما کر خود دہزار سوار اور ایک سو بیس ہاتھیوں کی جمیعت سے دھار کی جانب روانہ ہوا سلطان دھار پہنچا اور اسی دن عصر کے وقت میرزا شیخ عبد اللہ چنگال اور شیخ کمال الدین مالوہی کے مزارات کی زیارت کے لئے گیا۔

منقول ہے کہ شیخ عبد اللہ راجہ بھوج پانڈی کے زمانہ میں وزیر تھے ایک خاص تقریب کی وجہ سے آپ اسلام لائے اور ریاضت و مجاہدہ کر کے کمالات نفسانی حاصل کئے قصہ فواح و لاوہ میں شکار باقی نہ رہ گیا اور نظام الملک و لاوہ سے نکل کر قصبہ نعلیمہ میں آیا واپسی کے وقت راجپوتانہ پوربہ کی ایک جماعت نے آکر پسماندگان شکر کو نقصان پہنچایا۔

سلطان مظفر کو اس واقعہ کی اطلاع ہوئی اور بادشاہ نظام الملک پر بیحد عتاب فرما کر جنائز واپس آیا۔

اسی زمانہ میں ایدرکار راجہ فوت ہوا اور اس کا بیٹا راجہ بہار مل گدی نشین ہوا

اور رانا سنگا نے اپنے داماد رائے مل بن سوہل کی حمایت کی اور ولایت ایدر و قلعہ بہار مل کے قبضہ سے نکال کر رائے مل کے سپرد کر دیا بہار مل نے سلطان مظفر سے امداد طلب کی سلطان مظفر نے غزہ شوال ۹۳۱ھ کو نظام الملک کو متعین فرمایا تاکہ ولایت ایدر و قلعہ کو رائے مل کے قبضہ سے نکال کر بہار مل کے حوالہ کر دے اور خود احمد نگر کی طرف روانہ ہوا اثنائے راہ میں سلطان مظفر نے خداوند خاں کو لشکر کی حفاظت کے لئے چھوڑا اور خود پٹن کی سیر کیلئے روانہ ہوا۔ مظفر شاہ نے اہلی پٹن پر عموٹا اور علما و فضلا پر خصوصاً نوازشات فرمائیں اور واپس آ کر اپنے لشکر گاہ میں داخل ہو گیا نظام الملک نے ایدر پر قبضہ کر کے بہار مل کے حوالہ کیا چونکہ رائے مل نے بیجا نگر میں پناہ لی تھی نظام الملک بیجا نگر پہنچا اور فیصلہ معرکہ کارزار پر ٹھہرا فریقین کی بے انتہا فوج اس لڑائی میں کام آئی۔

یہ خبر سلطان مظفر تک پہنچی اور بادشاہ مظفر نے حکم دیا کہ جب ولایت ایدر بہار مل کے قبضہ میں آچکی ہے تو بیجا نگر جانا اور لڑائی کرنا بلا وجہ سپاہ کو ضائع کرنا ہے مناسب ہے کہ بہت جلد واپس آ جاؤ نظام الملک حسب الحکم احمد نگر میں حاضر ہوا سلطان مظفر نے نظام الملک کو احمد نگر میں معین فرمایا اور خود احمد آباد واپس آیا۔

احمد آباد پہنچ کر سلطان مظفر نے ایک جشن عظیم برپا کر کے شاہزادہ سکندر کی شادی کی اور امر اوارا کین شہر کو خلعت و اسب مرحمت فرمائے۔ موسم برسات کے ختم ہونے کے بعد سلطان مظفر سیر و شکار کی غرض سے ایدر کی طرف روانہ ہوا چونکہ نظام الملک حاکم احمد نگر علیل ہو گیا تھا اس لئے سلطان مظفر نے اطبا کو اس کے معالجہ کے لئے مقرر فرمایا۔

بادشاہ اوایل ۹۳۳ھ میں محمد آباد جینانیر کی طرف روانہ ہوا بادشاہ نے نصرت الملک کو ایدر کی طرف روانہ کیا اور نظام الملک کو جواب صحت پا چکا تھا اپنے حضور میں طلب فرمایا لیکن قبل اس کے کہ نصرت الملک ایدر میں آئے نظام الملک نے تعجیل کی اور ظہیر الملک کو سواروں کے ساتھ ایدر میں چھوڑ دیا اور خود یہ تعجیل احمد نگر کی طرف روانہ ہوا نصرت الملک ہنوز نواح احمد نگر میں تھا کہ

رائے مل نے موقع پا کر ایدر پر حملہ کر دیا ظہیر الملک باوجود دوستوں کی قلت اور دشمنوں کی کثرت کے رائے مل سے لڑنے کے لئے آمادہ ہوا اور مع ستائیس سپاہیوں کے مارا گیا سلطان مظفر نے یہ خبر سنی اور نصرت الملک کے نام فرمان بھیجا کہ بجا نگر تک جو مفسدوں اور سرکشوں کا ماوے و ملجا ہے حملہ آور ہو۔

اسی زمانہ میں شیخ حامد جو مقتدائے عصر تھے اور صیب خاں متقطع کفار پوربیہ کے غلبہ سے پریشان ہو کر مندو سے سلطان مظفر کی خدمت میں حاضر ہوئے اور اپنے ورود کی وجہ بیان کی چند روز گزرنیکے بعد دھور کا داروغہ سلطان مظفر کے حضور میں حاضر ہوا اور عرض کیا کہ سلطان محمود خلجی کفار پوربیہ کے تسلط سے متوہم ہوا اور مندو سے بھاگ کر جلد سے جلد گجرات کی سرحدیں داخل ہو گیا ہے۔ سلطان محمود خلجی موضع بھکور پہنچا تو یہ خدمت گزار بھی اس کی خدمت میں حاضر ہوا اور حتی الامکان اس کی خدمت گزاری میں کمی نہ کی سلطان مظفر ان واقعات کو سنکر بیحد مسرور ہوا اور سراپردہ و بارگاہ سرخ اور جس قدر اسباب بادشاہوں کیلئے مخصوص تھے مع کل کارخانہ و تحائف ہدایائے بے شمار قیصر خاں کے ہمراہ روانہ کیے۔

قیصر خاں کے روانہ ہونے کے بعد سلطان مظفر بھی استقبال کیلئے چلا دوونے بادشاہ نواح دیوالہ میں باہم ملے سلطان مظفر نے بادشاہ مندو کی مجدد لجئی کی اور کہا کہ مفارقت اولاد سلطنت کا رنج نہ فرمائے عنقریب خدا کی مدد سے میں ان کفار پوربیہ کو ہلاک اور مملکت مالوہ کو فتنہ و فساد سے پاک کر کے آپ کے ملازمین کے سپرد کئے دیتا ہوں۔

سلطان مظفر نے اسی منزل میں قیام کر کے افواج کی فراہمی کا حکم دیا اور تھوڑی مدت میں ایک جوار لشکر کے ساتھ مالوہ کا رخ کیا۔

رائے مندو نے سلطان مظفر کی آمد کی اطلاع ہوئی راجہ نے رائے منتھو کو راجپوتوں کی ایک جماعت کیساتھ قلعہ مندو میں چھوڑا اور خود دس ہزار سوار راجپوت اور فیلان محمودی کے ساتھ دھار کی طرف چلا اور وہاں سے رانا سنگا کے

پاس گیا تاکہ اس کو اپنی امداد پر آمادہ کرے۔ سلطان مظفر موجودہ افواج کیساتھ مندو کی طرف چلا بادشاہ شہر کے قریب پہنچا اور راجپوتوں نے قلعہ سے نکل کر جوانمردی کی داد دی لیکن آخر کار پسپا ہو کر پھر قلعہ میں پناہ لیں ہوئے دوسرے دن پھر حصار کے باہر آئے فریقین میں سخت لڑائی ہوئی قوام الملک نے سپاہ کو ابھار کر بے شمار راجپوت قتل کئے اسی دن سلطان مظفر نے اطراف قلعہ کو تقسیم کر کے اپنے امیروں کے سپرد کر دیا اور سختی سے محاصرہ کیا۔

اسی درمیان میں مندلی رائے نے ایک خط رائے تھو کے نام اس مضمون کا روانہ کیا کہ میں رانا کے پاس گیا تھا اور اس کو مع تمام راجپوتوں اور فوج ماٹواڑ کے اپنے ساتھ لیکر مدد کے لئے آتا ہوں تو ایک ہفتہ تک سلطان مظفر کو حرف و حکایات اور جیلہ و مکر سے روک رکھ رہا رائے تھو نے مکر کا حال سمجھایا اور قاصدوں کو سلطان مظفر کے پاس بھیج کر پیام دیا کہ چونکہ ایک مدت گزر گئی کہ مندو کا قلعہ راجپوتوں کے قبضہ میں آ گیا ہے اور ان کے اہل و عیال اسی قلعہ میں ہیں اگر سلطان ایک منزل قلعہ سے ہٹ کر قیام کریں تو ہم لوگ اپنے اہل و عیال کو قلعہ سے باہر نکال کر حصار خالی کر کے اس کو آپ کے سپرد کر دیں اور میں خود بہت جلد حاضر ہو کر آپ کے دولت خواہوں میں داخل ہو جاؤں۔

سلطان مظفر اگرچہ واقف تھا کہ حریف ملک کا منتظر ہے لیکن چونکہ سلطان محمود خلجی کے اہل و عیال اسی قلعہ میں تھے لہذا بغیر ورت ان کی التماس کو قبول کر لیا اور تین کوس پیچھے فروکش ہوا۔ بادشاہ کو گمان تھا کہ مٹھو حصار سے نکل کر حاضر ہو گا اور بلا لڑے ہوئے کام نکل جائے گا۔

قریب میں دن کے گزر گئے اور سلطان مظفر کو یقین ہو گیا کہ بیشک یہ تمام کاروائی فریب دہی کے لئے تھی مندلی رائے نے بھی چند ہاتھی اور بے شمار روپے رانا سنکا کو دے کر اپنی امداد کے لئے فوج اجین کی طرف بلایا۔

سلطان مظفر کی رگ حمیت حرکت میں آئی اور عادل خاں فاروقی حاکم اسیروہر بانپور کو جو دو تین دن گزرے تھے کہ ایک جہرا لشکر کے ساتھ یہاں آچکا تھا سپہ سالار بنا کر قوام الملک سلطانی کے ہمراہ رانا سنکا سے جنگ کرنے کی غرض سے



روانہ فرمایا بعد اس کے امرا اور سرداران لشکر کو جا بجا مقرر کر کے اسی جانب سے قلعہ پر  
 ہجوم کیا اور لڑائی شروع کر دی اور چار روز تک اہل قلعہ کو آرام نہ لینے دیا اور پلے  
 در پلے حملہ کرتا رہا پانچویں شب کو پہلے سلطان مظفر نے اپنے ہاتھیوں کو لڑائی سے  
 روک کر راجپوتوں کو غافل کر دیا جب دو پہر رات گزر گئی ایک جماعت حصار کے  
 نیچے پہنچی اور اہل حصار کو سوتا ہوا پایا اس وقت سیڑھیاں لگا کر یہ لوگ قلعہ کے اوپر  
 چڑھ گئے اور دروازہ کے نگہبانوں کو قتل کر ڈالا بعد اس کے قلعہ کے دروازہ کو کھول دیا  
 اور بیشمار لشکر قلعہ کے اندر داخل ہو گیا راجپوت امیر اس وقت ہوشیار ہوئے جب  
 کام اختیار سے باہر ہو چکا تھا مجبوراً ان لوگوں نے اپنی رسوم و قوائد پر عمل کیا اور  
 قسم کھائی اور اپنے زن و فرزند اور اشیائے نفیس کو جلا کر لٹنے کے لئے آمادہ ہوئے  
 سلطان مظفر نے علی الصباح چودہ صفر ۹۲۳ کو انیس ہزار راجپوت قتل  
 کئے اور ان کی اولاد کو گرفتار کر لیا۔

سلطان مظفر راجپوتان پوربیہ کے قتل سے فارغ ہو گیا اور سلطان محمود نے  
 اس کی خدمت میں حاضر ہو کر مبارکباد و تہنیت ادا کی اور عرض کیا کہ اب میرے حق میں  
 کیا ارشاد ہوتا ہے سلطان مظفر نے اپنی اس خلقی مروت سے جو دوسرے بادشاہوں سے  
 بہت کم وقوع میں آئی تھی سلطان محمود کو دلاسا دیا اور کہا کہ میری غرض اس مشقت سے  
 یہ تھی کہ تجھ کو تخت حکومت پر بٹھاؤں اب مندو کی حکومت و ولایت مالوہ خدا تجھ کو  
 مبارک کرے اور وہاں سے اپنی لشکر گاہ میں آیا بادشاہ دوسرے دن رانا سنگا سے  
 معرکہ آرائی کرنے کے لئے روانہ ہوا اسی دوران میں ایک نامی راجپوت قلعہ مندو  
 سے بھاگ کر رانا سنگا کے پاس پہنچا اور سلطان مظفر کے قتل عام کی خوفناک حالت  
 کا اظہار کر کے اسی مجلس میں اس نے اپنی جان دے دی یہ حال سن کر رانا کے  
 چہرے کا رنگ زرد ہو گیا اور اس کا کلیہ دہل گیا اسی دوران میں رانا نے  
 سلطان مظفر کے آنے کی خبر سنی اور بدحواس ہو کر جے پور بھاگا عادل خان فاضل  
 نے اس کا تعقب کیا اور پسماندگان کے قتل و غارت کرنے میں کوئی کمی نہیں کی  
 سلطان مظفر نے ایک شخص کو بھیج کر عادل خاں فاروقی کو اپنے حضور میں طلب کر لیا۔  
 اسی روز سلطان محمود خلجی نے مندو سے دھما کر سلطان مظفر سے اشد عدا

کہ سلطان بجائے میرے باپ اور چچا کے ہیں امیدوار ہوں کہ بادشاہ غریب خانہ پر قدم رنجہ فرما کر مجھ کو عزت بخشیں گے۔ سلطان مظفر نے اس کی استدعا قبول کی اور شاہنژادہ بہادر خاں اور لطیف خاں اور عادل خاں حاکم اسیر اور برہانپور کو اپنے ہمراہ لیکر مندوروانہ ہوا بادشاہ نے رات کے وقت قصبہ نعلچہ میں قیام کیا صبح کے وقت ہاتھی پر سوار ہو کر قلعہ میں داخل ہوا اور سلطان محمود کی مجلس میں فروکش ہوا۔

سلطان محمود نے لازم ہمانداری کے ادا کرنے میں ہنایت جانفشانی کی اور ایک پاؤل سے استادہ ہو کر تمام خدمات بجالایا طعام سے فارغ ہونے کے بعد سلطان محمود نے پیشکش مناسب جس میں جملہ اقسام کی اشیاء شامل تھیں سلطان اور شاہنژادہ کے نذر کر کے معذرت چاہی سلطان مظفر نے سلاطین سابق کی عمارات و منازل کی سیر کی اور دھار کی طرف روانہ ہوا بادشاہ نے دھار میں سلطان محمود خلیجی کو رخصت کر کے اصفہان کو دو ہزار سواروں کی جمیعت سے اسکی مدد کے لئے مقرر فرمایا اور خود گجرات کے طرف روانہ ہوا سلطان محمود اپنے ہنایت خلوص اور محبت کی وجہ سے باوجود اس کے کہ رخصت ہو چکا تھا لیکن بطریق مشائیت موضع دیولہ تک سلطان مظفر کے ہمراہ آیا اور دیولہ سے دوبارہ رخصت حاصل کر کے مندوروانہ واپس ہوا۔

سلطان مظفر نے چند روز محمد آباد جنینا میں قیام کیا اکابر و اشراف گجرات تہنیت و مبارکباد کی عرض سے اس کی خدمت میں حاضر ہوئے اور الطاف و انعام سے کامیاب و دل شاد ہوئے۔

اسی اثنا میں ایک ندیم نے سلطان مظفر کی خدمت میں معروض پیش کیا کہ جن ایام میں بادشاہ نے مالوہ کی تسخیر کا ارادہ کیا تھا رائے مل راجہ ایدر نے کوہ بیجا نگر سے باہر آکر ولایت پٹن کو مع اس کے قصبات حدود کے تباہ ویران کیا اس خبر کو سن کر نصرت الملک ایدر سے لڑائی کے ارادہ سے چلا لیکن رائے مل بھاگ کر بیجا نگر کے غاروں میں جا چھا سلطان مظفر نے فرمایا کہ انشا اللہ برسات کے بعد اس معاملہ میں کارروائی کی جائیگی۔

سلطان مظفر ششہ میں رائے مل اور دیگر فساد پیشہ افراد کی تادیب و

گو شمالی کے ارادہ سے ایدر کی طرف روانہ ہوا چونکہ راجہ مل رائے مل کا جائے پناہ تھا سلطان مظفر نے اس کی تادیب و گوشمالی کو مقدم سمجھ کر اس کی مملکت کو خاک کے برابر کر دیا اور چند روز ایدر میں توقف کر کے محمد آباد میں قیام اختیار کیا۔

اس واقعہ کے بعد یہ خبر معلوم ہوئی کہ سلطان محمود خلجی نے باتفاق آصف خاں رانا سنگا اور مندی رائے کے ساتھ سخت معرکہ آرائی کی اور اکثر امرا مالوہ کے مارے گئے آصف خاں کا بیٹا بھی مدہ دیگر بہادروں کے کام آیا اور سلطان محمود خلجی زخمی ہو کر گرفتار ہو گیا اور رانا سنگا نے اس کے حال پر ہر پاتی کر کے کچھ فوج اس کے ہمراہ کی اور اس کو مندو بھیج دیا۔

سلطان مظفر اس خبر کو سن کر بیچدرنجیدہ ہوا اور دیگر سرداروں کو اس کی مدد کے لئے بھیج کر محبت آمیز مکتوب سے اس کو مطمئن کیا اور خود بھی بعد روانہ ہو کے ملک کے سیر و شکار کے ارادہ سے ایدر وارد ہوا اور عمارت کے بنا ڈالی بادشاہ نے نصرت الملک کو اپنے ہمراہ لیا اور احمد آباد واپس آیا سلطان مظفر نے ایدر کی حکومت ملک مبارز الملک کے سپرد کی اور قوام الملک کو اپنے ہمراہ لیکر جینا نیر کا سفر کیا۔

اتفاق سے ایک دن ایک بھاٹ نے ملک مبارز الملک سے رانا سنگا کی مروانگی و بہادری کا تذکرہ کیا ملک مبارز الملک نے اپنی نخوت اور غرور کی وجہ سے کلمات نامناسب کہے اور ایک کتے کو راجہ کے نام پر موصوم کر کے ایدر کے دروازہ کے سامنے بندھوا دیا اس بادفروش نے رانا کے پاس جا کر راجہ سے اس تمام قصہ کو بیان کیا رانا سنگا اپنی حمیت و جہالت کی وجہ سے ایدر کی طرف چلا اور تمام ملک ایدر و جاگیر است کو لوٹ کر برباد کر دیا اور باکرو میں آیا۔

راجہ باکرو اگرچہ سلطان مظفر کا مطیع و فرمانبردار تھا لیکن اپنے اضطراب و پریشانی کی وجہ سے رانا سنگا سے مل گیا اور باکرو سے ڈونگر پور وارد ہوا ملک مبارز الملک نے تمام واقعات سے سلطان مظفر کو اطلاع دی۔

سلطان مظفر کے وزیر مبارز الملک سے صاف نہ تھے ان امیروں نے بادشاہ سے عرض کیا کہ مبارز الملک کو مناسب نہ تھا کہ ایک کتے کو راجہ کے نام سے موسوم کر کے راجہ کو جوش و غیرت میں لاتا اس امیر نے خود ہی نادانی کی اپنی طرف ہو کر بادشاہ سے مدد طلب کرتا ہے۔

سلطان مظفر نے مدد کے بھیجنے میں سستی سے کام لیا اور لشکر ایدر کی کمک کے لئے فراہم ہوا تھا اس کے اکثر سوار اور پیادے برسات کی وجہ سے احمک آباد اور نیز اپنے مکانوں کو چلے گئے تھے اور چند سپاہی ان میں سے مبارز الملک کے پاس رہ گئے تھے مدد کے نہ پہنچنے سے مبارز الملک کو تشویش ہوئی اور دھڑلے سے رانا سنگا کو ان واقعات کی اطلاع ہوئی اور اس نے ایدر کا رخ کیا اور ایدر کے نزدیک پہنچا اور مبارز الملک بھی دیگر سرداروں کے اتفاق سے لڑنے کے لئے آمادہ ہوا اور جنگ کا سامان کر کے رانا سنگا سے معرکہ آرائی کے لئے آگے بڑھا لیکن بلا اس کے کہ دونوں لشکر ایک دوسرے کے مقابل ہوں واپس ہو کر ایدر میں چسلا آیا سرداران لشکر نے کہا کہ دوستوں کی قلت اور دشمنوں کی کثرت کا اہلکار ہو چکا ہے اب ہماری صلاح یہ ہے کہ جب تک مدد نہ پہنچے ہم لوگ احمد نگر چل کر قلعہ میں محصور ہو جائیں اس قرار دواؤں بنا پر سرداران لشکر مبارز الملک کو بھی جبراً و قہراً اپنے ہمراہ لیکر احمد نگر پہنچے دوسرے دن صبح کو رانا سنگا ایدر میں آیا اور مبارز الملک کے حالات کی جستجو کی اہل گجرات نے جو قوام الملک کے پاس سے بھاگ کر رانا سنگا سے مل گئے تھے راجہ نے کہا کہ مبارز الملک ایسا آدمی نہیں ہے جو معرکہ جنگ سے منہ موڑے لیکن امر اس کو بھی اپنے ہمراہ قلعہ احمد نگر میں لے گئے ہیں اور کمک کا انتظار کر رہے ہیں۔

رانا سنگا جلد سے جلد ایدر سے احمد نگر کی طرف روانہ ہوا اتفاق سے وہی بھاٹ جس نے مبارز الملک کے سامنے رانا کی تعریف کی تھی پھر اس کے پاس آیا اور کہنے لگا کہ رانا بیشمار لشکر لیکر آ گیا ہے افوس کی بات ہے کہ آپ ایسے اشخاص بلاوجہ بارے جاتے مناسب یہ ہے کہ آپ حضرات قلعہ احمد نگر میں محصور ہو جائیں رانا اپنے گھوڑے کو قلعہ کے نیچے پانی پلا کر واپس ہو جائیگا اور اسی امیر اکثر لڑائی لڑیگا مبارز الملک

نے جواب دیا کہ محال ہے کہ راجہ اس دریا سے اپنے گھوڑے کو پانی پلائے اور اسی وقت بوجہ اپنی شجاعت کے قلیل فوج کے ساتھ جو رانا کے لشکر کا دسواں حصہ بھی نہ تھی میدان میں آکر کھڑا ہو گیا رانا بھی یہاں پہنچا اور فریقین میں سخت لڑائی ہوئی ایک امیر مسی اسد خاں مع دیگر امرا کے کام آیا مبارز الملک اور صفدر خاں نے کئی مرتبہ رانا کی فوج پر حملہ کیا اور زخمی ہوئے گجراتی فوج بہت زیادہ قتل ہوئی اور یہ دونوں امیر میدان سے نکل کر احمد آباد روانہ ہو گئے رانا نے احمد نگر کو لوٹ کر بریاد کر دیا اور ایک روز شہر میں قیام کر کے دوسرے دن صبح کو کوچ کر کے ید نگر روانہ ہوا۔

رانا ید نگر پہنچا اور یہاں کے عام باشندوں نے آکر راجہ سے کہا کہ ہم لوگ زنا دار ہیں تمہارے آباؤ اجداد ہمیشہ ہماری عزت کرتے تھے رانا نے ید نگر کی تاخت و تاراج سے ہاتھ اٹھایا اور بیل نگر وارد ہوا ملک حاتم تھا نہ دار حصول شہادت کے ارادہ سے باہر آیا اور جنگ کر کے اپنے مقصد کو حاصل کیا۔ اس واقعہ کے بعد رانا بیل نگر کی راہ سے اپنی مملکت میں واپس آیا۔

ملک قوام الدین نے مبارز الملک اور صفدر خاں کو ایک لشکر کے ہمراہ احمد نگر روانہ کیا ان امیروں نے احمد نگر پہنچ کر اپنے مفتولین لشکر کو دفن کیا اسی اثناء میں کوئی اور کر اس جو فوج ایدر میں آباد تھے مبارز الملک کو قلیل لشکر کے ساتھ دیکھ کر احمد نگر پر حملہ آور ہوئے مبارز الملک نے قلعہ سے باہر نکل کر جنگ کی اور اکٹھ نفر کر اس کو قتل کر کے مظفر منصور احمد نگر واپس آیا چونکہ احمد نگر ویران ہو چکا تھا لہذا غلہ اور مایحتاج کے لئے سجدہ قیاس پیش آئیں اور اہل گجرات یہاں سے کوچ کر کے قصبہ کوچ میں قیام پذیر ہوئے۔

یہ خبریں سلطان مظفر تک پہنچیں اور بادشاہ نے عہد الملک اور قیصر خاں کو ایک جرار لشکر اور ایک سو ہاتھیوں کے ساتھ رانا سنکا کی مدافعت کے لئے نامزد فرمایا عہد الملک اور قیصر خاں احمد آباد پہنچے اور قوام الملک کے ہمراہ قصبہ سرکچ میں آئے ان امیروں نے سلطان مظفر کو رانا سنکا کی واپسی سے اطلاع دی اور بیوپر جانکے لئے اجازت طلب کی سلطان مظفر نے جواب میں لکھا کہ برسات گزرنے پر بیوپر جانے کا ارادہ کریں

امرا حسب الحکم احمد نگر میں ٹھہر گئے سلطان مظفر نے چند روز کے بعد لشکر میں ایک سال کی تنخواہ نقد اپنے خزانہ سے تقسیم کر کے احمد آباد آیا اور راناسنگا کی گوشمالی کے لئے جیپور جانے کا ارادہ کیا۔

اسی دوران میں ایاز خاص سلطانی جو سلطان مظفر کے باپ کا غلام اور بلاد بندر رسورت اور کنارہ دریا کے تمام مقامات کا جاگیردار تھا میں ہزار سوار پیادہ اور بے شمار سامان آتشبازی ہمراہ لیکر بادشاہ کی خدمت میں حاضر ہوا۔

ایاز سلطانی نے عرض کیا کہ جلال سلطانی اس سے کہیں زیادہ اعلیٰ و ارفع ہے کہ حضرت خود راناسنگا کی گوشمالی کے لئے توجہ فرمائیں ہم بندگان دولت کی پرورش و تربیت اسی دن کے لئے کی جاتی ہے کہ اگر اس قسم کی کوئی ضرورت پیش آئے تو بادشاہ کو کسی طرح کی تکلیف نہ پہنچے۔

سلطان مظفر نے کچھ جواب نہ دیا اور محرم ۹۲۷ء کو بادشاہ احمد نگر آیا۔

تمام لشکر جمع ہو گیا اور ملک ایاز نے دوبارہ راناسنگا کی گوشمالی کے لئے عرض کیا سلطان مظفر نے ایک لاکھ سوار اور ایک سو ہاتھی اس کے ہمراہ کر کے راناسنگا کی ہم پر روانہ ہوئی اجازت دی ملک ایاز اور قوام الملک مہراسہ کی منزل میں فروکش ہوئے اور سلطان مظفر نے اپنی بیدار مغزی و دور اندیشی سے تاج خاں و نظام الملک شاہی کو بھی میں ہزار سواروں کی جمیعت سے اسی جانب روانہ کیا۔

ملک ایاز نے عریضہ سلطان کی خدمت میں بھیجا کہ راناسنگا کی تادیب کے لئے بادشاہ کا استقدراہر معتبر کو بھیجا اس کے افتخار و اعتبار کا باعث ہے بلکہ استقدراہر ہاتھیوں کی بھی ضرورت نہیں ہے فدوی اس ہم کے حملہ امور کو پسندیدہ طریق سے بجالائیکا ملک ایاز نے اکثر ہاتھیوں کو واپس کر کے صفدر خاں کو لکھا کرت کے راجپوتوں کی گوشمالی کے لئے روانہ کیا۔

صفدر خاں نے یہاں پہنچ کر لکھا کرت پر جو ایک تنگ جگہ تھی حملہ کر کے مہاراجپوتوں کو قتل کیا اور بقیہ کو شل نوٹھی غلاموں کے گرفتار کر کے ملک ایاز کے پاس واپس آیا ملک ایاز نے اس مقام سے کوچ کیا اور ڈونگر پور و بانسوالہ کو جلا کر خاک کے برابر کر دیا۔

ایاز سلطانی اب جیسوہ کی طرف روانہ ہوا اتفاق سے اس منزل میں ایک شخص نے آکر شیخ الملک اور صفدر خاں کو خبر دی کہ اورینگزہ راجہ مال رانا سنگا کے راجپوتوں اور گرسین پور بیہ کے ہمراہ ایک پہاڑ کے پیچھے چھپا ہوا بیٹھا ہے ان اشخاص کا ارادہ ہے کہ آپ کے لشکر پر شیخوں ماریں شیخ الملک اور صفدر خاں بلا لحاظ اس امر کے کہ ملک ایاز کو اس خبر کی اطلاع دیں قریب دو سو سواروں کی اپنے ہمراہ لئے کر یہ تعینیل اس طرف روانہ ہوئے فریقین میں سخت لڑائی ہوئی آکر سین مجروح ہوا اور اسی راجپوت قتل ہوئے اور باقی میدان جنگ سے فرار ہوئے۔

منوہ فتح کی خبر بھی نہ آئی تھی کہ ملک ایاز سلطانی ایک جہاز لشکر کے ساتھ شیخ الملک اور صفدر خاں کی امداد کے لئے چلا آیا زیدان پنپا اور حالات سے واقف ہو کر شیخ الملک اور صفدر خاں کی شجاعت سے متحیر رہ گیا اور ان کے ساتھ بالتفاسٹ پیش آیا۔

دوسرے دن صبح کو ملک قوام الملک سلطانی اس گروہ کی جستجو میں کوہ یا نوالہ میں داخل ہوا اور اس امیر نے اس نواح میں آبادی کا کوئی اثر و علامت باقی نہ چھوڑا آکر سین زخمی ہو کر رانا کے پاس گیا اور اس سے تمام حال بیان کیا اسی زمانے میں ملک ایاز سلطانی نے مند سور پنچکر شہر کا محاصرہ کر لیا رانا سنگا اپنے تھانہ دار کی امداد کے لئے آیا اور بارہ کوس مند سور سے ہٹ کر فروکش ہوا راجہ نے ملک ایاز کے پاس پیام کہلا بھیجا کہ میں اچھویوں کو سلطان کے حضور میں روانہ کر کے دولت خواہوں کے گروہ میں داخل ہوا جاتا ہوں تم قلعہ کے محاصرہ سے ہاتھ اٹھا لو ملک ایاز نے چند شرائط ایسے کئے جن کا ظہور میں آنا محال تھا ملک ایاز نے یہ شرائط راجہ کے قاصدوں سے بیان کئے اور قلعہ کے فتح کرنے میں مصروف ہوا اور نقب ایسی جگہ پر پنپادی کہ گویا آج ہی کل میں قلعہ فتح ہوا چاہتا ہے۔

اسی دوران میں شرزہ خاں شروانی سلطان محمود غلی کے پاس سے آیا اور ملک ایاز کو سلطان محمود غلی کا یہ پیام دیا کہ اگر مدد کی ضرورت ہو تو پنجاب بھی تمہارے پاس پہنچ جائیں ملک ایاز نے سلطان غلی کو آنے کی دعوت دی اور ان کی آمد کا منتظر رہا۔

سلطان محمود خلجی سلطان مظفر کا ممنون احسان تھا سلہدی پور بیہ کو اپنے ہمراہ لے کر مند سورا روانہ ہو۔

رانا سنگا سلطان محمود خلجی کے آنے سے پریشان ہوا اور مندی رائے کو سلہدی کے پاس بھیجا کہ تمہارے اخلاق دوستانہ سے امید ہے کہ قدیم حقوق کے ادا کرنے میں کوتاہی نہ کرو گے یا فعل تم اپنی ذاتی توجہ سے صلح کے لئے کوشاں ہو سلہدی نے ہر چند کوشش کی مگر صلح کی کوئی صورت نہ پیدا ہو سکی۔

چند روز کے بعد قوام الملک اپنے مورچال کو آگے بڑھا کر لے گیا قریب تھا کہ یہ امیر قلعہ میں داخل ہو جائے لیکن ملک ایاز نے اس رشک و حد میں لگا کر ایسا نہ ہوسکہ فتح کا سپرہ قوام الملک کے سر ہو قوام الملک کو اس روز جنگ سے باز رکھا۔ امرائے گجرات ملک ایاز کے اس ارادہ سے واقف ہو کر اس سے آزر دہ خاطر ہو گئے۔

دوسرے دن صبح کو مبارک الملک اور چند دیگر امرا بلا اجازت ملک ایاز کے رانا سنگا سے جنگ کے لئے آمادہ ہوئے ملک تغلق شہ فلولادی اثنائے راہ سے مبارک الملک کو واپس لایا غرض کہ اصل مقصد ملک ایاز کا یہ تھا کہ سب سے پیشتر اس کے نقب و مورچال تیار ہو کر قلعہ میں آگ لگائیں اور اس طرح قلعہ پر قابض ہوتا کہ فتح اس قلعہ کی اسی کے نام سے ہو۔

ان وجوہ سے ایاز اور امرائے درمیان اتفاق پیدا ہو گیا لیکن سلطانی سیاست کے لحاظ سے بلا اجازت ملک ایاز کے کوئی امیر کچھ نہ کر سکتا تھا۔ ملک ایاز نے باوجود امر کی مخالفت کے اپنے لشکر کو آمادہ کر کے نقب میں آگ دیدی جس سے برج اڑ گیا اور اس وقت ظاہر ہوا کہ راجپوتوں نے اصل واقعات سے مطلع ہو کر ایک دوسری دیوار برج کے مقابل میں تیار کر دی تھی۔

دوسرے روز راجہ کے اہلیوں نے ملک ایاز کی خدمت میں حاضر ہو کر راماکا یہ پیام دیا کہ میرا مشا صرف اس قدر ہے کہ آئندہ سے میں بندگان سلطانی کے گروہ میں داخل ہوں اور میں اقرار کرتا ہوں کہ ہاتھیوں کو جن پر میں نے احمد نگر کی لڑائی میں قبضہ کر لیا ہے ان کو اپنے فرزند کے ہمراہ بادشاہ کی خدمت میں روانہ کر دوں گا



میری سمجھ میں نہیں آتا کہ باوجود میری اطاعت کے آپ کی سخت گیری کا کیا سبب ہے ملک ایاز نے قوام الملک کی مخالفت کی وجہ سے صلح کی گفت و شنید شروع کی۔

ان واقعات کو سن کر دوسرے امراء نے صلح سے اپنی ناخوشی ظاہر کی اور سلطان محمود غلجی کے دربار میں حاضر ہوئے ان امیروں نے بادشاہ کو جنگ کی ترغیب دی آخر کار یہ طے پایا کہ چار شنبہ کے روز لڑائی شروع کی جائے ایک شخص اس مجلس سے اٹھ کر ایاز خاص کی خدمت میں آیا اور تمام واقعہ بیان کیا۔ ملک ایاز نے اسی وقت ایک قاصد سلطان محمود غلجی کی بارگاہ میں روانہ کر کے اس سے عرض کیا کہ اعلیٰ حضرت نے اس لشکر کے جملہ اختیارات اس بندہ کو عطا فرمائے ہیں تاکہ ہر امر میں جو امر مناسب خیال کرے اس کو فوراً عمل میں لائے بادشاہ کا نشانہ امراء و بھارت کی ترغیب سے جنگ آزمائی کا ہے لیکن یہ بندہ اس مسئلہ سے متفق نہیں ہو سکتا کیونکہ گمان غالب یہ ہے کہ شومی نفاق کی وجہ سے ہماری آرزو پوری نہ ہوگی۔

ملک ایاز چار شنبہ کی صبح کو جس کو امراء نے جنگ کے لئے مقرر کیا تھا اس منزل سے کوچ کر کے توضع غلجی پور میں فروکش ہوا اور رانا سنگا کے ایچیوں کو خلعت دیکر رخصت کیا سلطان محمود غلجی نے بھی کوچ کر کے مندوکارخ کیا ملک ایاز چانپانیہ میں سلطان کی خدمت میں حاضر ہوا اور بادشاہ نے اس کو مخاطب فرما کر ہند دیو جانے کی اجازت دی تاکہ از سر نو سپاہ کا انتظام کر کے برسات کے بعد خدمت میں حاضر ہو۔ امراء بادشاہ کے مابین یہ قرار پایا کہ برسات کے بعد سلطان بنفس نفیس رانا کی گوشالی کے لئے متوجہ ہو ملک ایاز نے اپنے ایک مستعد کو رانا سنگا کے پاس بھیج کر پیام دیا کہ چونکہ جاہلین میں محبت پیدا ہو چکی ہے اس لحاظ سے ایک کو دوسرے کی ٹیک اندیشی و خیر خواہی میں کوشاں ہونا لازمی ہے چونکہ امراء کا بلا حصول مقصد واپس جانا بادشاہ کی گرائی خاطر کا باعث ہوا ہے اور بادشاہ کا ارادہ ہے کہ خود تمھارے ملک میں پہنچ کر سرکشوں کی تادیب فرمائے لہذا مناسب یہ ہے کہ اپنے فرزند کو پیشکش و تحائف کے ہمراہ جلد سے جلد روانہ کر

تاکہ سلطانی غضب سے تمھاری رعایا محفوظ رہے سلطان مظفر محرم ۹۲۵ھ میں جانیانیر سے احمد آباد آیا تاکہ لشکر کو فراہم کر کے چلیتور کا سفر کرے بادشاہ نے چند روز احمد آباد میں توقف کر کے سامان سفر درست فرمایا اور کانگرہ میں فروکش ہوا اور تین دن تک اجتماع لشکر کے غرض سے اسی جگہ مقیم رہا اور اس عرصہ میں معلوم ہوا کہ رانا سنکال نے اپنے فرزند کو لانتہا پیشکش کے ساتھ بادشاہ کی خدمت میں روانہ کیا راجہ کا فرزند قصبہ ہراسہ تک پہنچ چکا ہے اس واقعہ کے چند روز کے بعد رانا کا فرزند بادشاہ کی خدمت میں حاضر ہوا اور جملہ تحائف بادشاہ کے حضور میں پیش کئے سلطان مظفر نے اس کے باپ کی خطا معاف کی اور فرزند کو خلعت شاہانہ مرحمت فرما کر لشکر کشی کا ارادہ ملتوی فرمایا ان واقعات کے بعد بادشاہ سیر و شکار میں مصروف ہوا اور احمد آباد وارد ہوا بادشاہ نے احمد آباد میں رانا کے فرزند کو دوبارہ خلعت عطا فرما کے اس کو وطن جانے کی اجازت مرحمت فرمائی اور خود سرنج کے جانب روانہ ہوا۔

اسی سال ایاز خاص سلطانی نے جو مظفر شاہ کا بہی خواہ تھا وفات پائی بادشاہ اس خبر کو سن کر بیحد غمگین ہوا اور اس کی جاگیر پر اس کے فرزند کو مقرر فرمایا۔

۹۳۰ھ میں سلطان مظفر مفسد اور سرکش افراد کی گوشمالی کے لئے جانیانیر سے روانہ ہوا اور قصبہ ہراسہ اور ہر سول کے درمیان چند روز قیام فرمایا اور حصہ ہراسہ کی از سر نو تعمیر کر کے احمد آباد روانہ ہوا اثناء راہ میں بادشاہ کی محبوبہ نے وفات پائی شاہ و شاہزادہ ہر دو پدر و نسب زندہ ملکہ کی وفات سے بیحد رنجیدہ ہوئے اس کی قبر پر گئے اور مراسم تعزیت بجالائے زمانہ تعزیت گزرنے کے بعد بادشاہ بادل غلین احمد آباد واپس آیا اس رنج کے عالم میں بادشاہ اکثر اوقات صبر کے ساتھ زندگی بسر کرتا تھا خداوند خاں جو عقل و علم میں تمام امرا و وزرا میں ممتاز تھا بادشاہ کی خدمت میں حاضر ہوا اور صبر کے فوائد بادشاہ کے سامنے عرض کئے اس امیر کی تقریر سے بادشاہ کی کلفت و کدورت قدرے زائل ہو گئی۔

چونکہ برسات کا موسم تھا خداوند خاں نے بادشاہ کو نگر احمد آباد جانیانیر کی سیر پر

ماکل کیا اور بادشاہ محمد آباد کی سیر و تفریح کے لئے روانہ ہوا ایک دن عالم خاں بن سکندر خاں لودھی فرمانروائے دہلی نے بادشاہ سے عرض کیا کہ ابراہیم شاہ بن سلطان سکندر بادشاہ دہلی نے بلا کسی جنگ و جدال کے اپنی خون آشام تلوار سے اکثر مقتدر امر کو قتل کر ڈالا ہے بقیہ امیر جو قتل سے محفوظ ہیں انھوں نے مکر و خبط و عرائض میرے نام لکھے ہیں اور مجھ کو بلارہے ہیں چونکہ خاکسار نے ایک مدت تک محض اس امید پر کہ اس خاندان عالی شان کے ذریعہ سے قدر و منزلت حاصل کرے خدمت کی ہے اب وہ وقت آگیا ہے کہ میری قسمت کا ستارہ دوبار کی پستی سے نکل کر بلند ہو لہذا امیدوار ہوں کہ میرے حال پر کرم عنایت کر کے ایسی توجہ فرمائیں کہ ملک موروثی میرے قبضہ میں آجائے۔

سلطان مظفر نے ایک جماعت کو عالم خاں کے ساتھ روانہ کیا اور زر نقد دیکر اسے رخصت فرمایا عالم خاں ابراہیم شاہ سے لڑنے کے لئے دہلی کی طرف روانہ ہوا عالم خاں کے واقعات شاہان دہلی کے حالات میں معرض تحریر میں آچکے ہیں۔

۱۳۱۷ھ میں سلطان مظفر چنانچہ سے ایدر آیا اثنائے راہ میں شاہنژادہ بہادر خاں نے اپنی قلت آمدنی و کثرت مصارف کی شکایت کی جس کا یہ مشا تھا کہ اس کا ماہانہ مواجب اس کے برادر اکبر شاہنژادہ سکندر کے برابر ہو جائے سلطان مظفر نے اس کی التجا کو تاخیر میں ڈال کر وعدہ فردا پر ٹال دیا شاہنژادہ بہادر خاں بے حد رنجیدہ ہوا اور بغیر اپنے باپ کی اجازت کے احمد آباد آیا اور یہاں سے راجہ مال کی مملکت میں داخل ہوا راجہ مال شاہنژادہ کے ورود کو بیحد غنیمت سمجھا اور انواع و اقسام کی خدمات بجالایا شاہنژادہ وہاں سے ولایت جیتور میں آیا رانا سنگا نے اس کا استقبال کیا اور بے حد ندرت پیش کر کے عرض کیا کہ یہ مملکت شاہنژادہ کے خدمت گزاروں سے متعلق ہے جس کو چاہیں عطا فرمائیں شاہنژادہ نے عالی ہمتی سے راجہ کی بہت دلجوئی کی اور اس کے معروضہ کو قبول نفرا کر خواجہ معین الدین حسن سنہری کے مزار کی زیارت کے لئے روانہ ہوا حضرت خواجہ کے آستانہ سے فیضیاب ہو کر شاہنژادہ بہادر خاں میوات میں آیا حسن میواتی چند مشرل اس کا استقبال کر کے لوازم ضیافت اور ہمانداری بجالایا میوات سے شاہنژادہ بہادر خاں دہلی پہنچا اتفاقی سے اس زمانہ میں

حضرت فردوس مہر الدین محمد بابر بادشاہ بغرض تسخیر ہندوستان دہلی کے نواح میں فروکش تھے ابراہیم شاہ شاہزادہ بہادر خاں کے آنے سے مطلع ہوا اور کمال عزت و احترام سے پیش آیا ایک دن شاہزادہ بہادر خاں نے جوانان گجرات کو اپنے ہمراہ لیا اور سوار ہو کر میدان میں آیا اور اسلحہ بہادروں کی لڑائی میں بیکہ شجاعت کے ساتھ لڑتا رہا افغانی امیروں نے جو سلطان ابراہیم سے متفرق تھے ارادہ کیا کہ سلطان ابراہیم کو معزول کر کے شاہزادہ بہادر خاں کو تخت حکومت پر بٹھائیں اس واقعہ کی سلطان ابراہیم کو بھی کوئی خبر ہوئی اس وقت غدارانہ خیالات نے اس کے قلب و دماغ میں جگہ لی لوہی نے شاہزادہ بہادر خاں کو امراء کے روبرو پیش کیا اور خود جو چہرہ رونا ہوا۔

یہ خبر سلطان مظفر نے بھی سنی کہ شاہزادہ بہادر خاں دہلی میں ہے اور فردوس مہر الدین محمد بابر بادشاہ مع فوج کے دہلی کے نواح میں فروکش ہیں بادشاہ اپنے خزانہ کی مفارقت سے بیکہ رنجیدہ ہوا اور خداوند خاں کو حکم دیا کہ خطوط و مراسلات بھیج کر شاہزادہ بہادر خاں کو گجرات بلائے۔

اسی زمانہ میں گجرات میں ایک انسان قحط پڑا سلطان مظفر نے اپنی کمال شفقت سے محکم قرآن مجید کو شروع کر دیا اور حق تعالیٰ نے اسکی نیت صاف کی برکت سے ان بلیات کو افسانہ گردہ سے دفع فرمایا اسی دوران میں سلطان مظفر تھیل ہوا اور روز بروز اس کا مرض ترقی کرنے لگا ایک دن سلطان مظفر بہت رویا اور بہادر خاں کو یاد کیا ایک شخص نے وقت پا کر عرض کیا کہ دروہصوں میں تقسیم ہو گیا ہے ایک فریق شاہزادہ سکندر کو چاہتا ہے اور دوسرا شاہزادہ لطیف خاں پر مائل ہے سلطان مظفر نے دریافت فرمایا کہ شاہزادہ بہادر خاں کے پاس سے کوئی خبر آئی یا نہیں اگر کوئی بار سمجھ گئے کہ سلطان بہادر خاں کو اپنا ولی عہد کرنا چاہتا ہے چونکہ بہادر خاں موجود تھا اور شدید ضرورت پیش تھی بادشاہ نے جھگڑے کے دن دوسری جمادی الاول ۹۳۷ھ میں شاہزادہ سکندر کو اپنے حضور میں طلب فرما کر اس کے بھائیوں کے حق میں شاہزادہ کو وصیت فرمائی سکندر کو نصرت کر کے خود حرم سرا میں داخل ہوا اور پھر باہر آکر تھوڑی دیر کیلئے بیٹھ گیا ایک لمحہ کے بعد غار جمعہ کی اذان کی آواز آئی بادشاہ نے اذان

سنگھار شاہ فرمایا کہ میں اپنے جسم میں مسجد جانی کے لئے طاقت نہیں آیا سلطان مظفر نے دیگر حاضرین کو مسجد جانے کی اجازت دیکر خود نماز پھر ادا کی اور نماز سے فارغ ہو کر ننھوڑی دیر آرام لیا تھا کہ اس کا انتقال ہو گیا اس کی مدت حکومت چودہ سال نو ماہ ہے اور بیالیس سال کی عمر میں اس کا انتقال ہوا۔

کہتے ہیں کہ سلطان مظفر نہایت پابنِ شرع و پارسا تھا احادیث نبوی کی پیروی کرتا اور خط و ثلث و رفاع خوب لکھتا تھا اور ہمیشہ کتابتِ قرآن مجید کیا کرتا تھا جب ایک قرآن ختم ہو جاتا تو حرمین شریفین میں بھیج دیا کرتا تھا ایران و توران روم و عربستان کے اشرف و اکابر اس کے عہدِ حکومت میں گجرات آئے اور سلطان نے ان پر اعلیٰ قدر راتب و انعام فرمائی ملامحمد و سیاوش جو عہدِ مظفری کے تمام خوشنویسوں میں ممتاز تھا اسی بادشاہ کے عہدِ حکومت میں شیراز سے گجرات آیا اور بیدعت پائی۔

ذکرِ سلطنتِ سلطان سکندر  
بن سلطان مظفر شاہ گجراتی

سلطان مظفر کی علالت کو عرصہ گزر گیا اور اس کے بیٹوں یعنی سکندر خاں اور لطیف خاں کے درمیان باہم مخالفت پیدا ہوئی بعض امرا نے سکندر خاں کا ساتھ دیا اور بعض لطیف خاں پر مائل ہوئے۔ چونکہ سلطان مظفر سکندر خاں کے حق میں وصیت کر چکا تھا اس لئے اکثر مقتدر امرا یعنی عماد الملک خداوند خاں اور فتح خاں سکندر خاں کے ہی خواہنے اور لطیف خاں مجبوراً اپنی جاگیر یعنی ندر بار سلطانپور چلا گیا۔

سلطان مظفر نے وفات پائی اور شاہزادہ سکندر خاں نے تختِ حکومت پر جلوس کیا سکندر خاں اپنے باپ کی لاش سرکچ بھیج کر خود لوازمات تعزیت بجالایا۔

بادشاہِ تیسرے دن تعزیت سے فارغ ہوا اور محمد آباد جینائیر کی طرف روانہ ہوا سکندر خاں قصہِ ننھوہ پہنچا اور بزرگانِ دین کی زیارت کی یہاں بادشاہ کو معلوم ہوا کہ شیخ چمنو جو قطبِ عالم سید برہان الدین کے فرزندوں میں ہیں ان کا منولہ ہے کہ سلطنت بہادر خاں کو ملیگی بادشاہ نے شیخ کو برا بھلا کہا اور ان کی مذمت کی اس واقعہ کے بعد بادشاہ جینائیر واپس آیا اور اپنے خاص خدمت گزاروں کی جو

ایام شاہزادگی سے اسکے ملازم تھے بیچارے تھیں کر کے ان کو بڑے بڑے ممالک جاگیریں دیدئے بادشاہ ان امراء کے حال پر جو اسکے باپ اور دادا کے وقت سے ملازم و نمک خوار تھے کسی قسم کی کوئی شفقت و رعایت نہ کی ان وجہ کی بنا پر امراء دل گیر اور شکستہ خاطر ہو گئے اور احکام قضا و قدر کے منتظر رہے۔

عماد الملک جیشی جو سلطان مظفر کا دست گرفتہ اور بادشاہ کی والدہ کا غلام تھا خاص کر بادشاہ سے بیحد نزدیکی خاطر ہوا اور ان اشخاص میں بھی جو سلطان سکندر کے رعایت یافتہ تھے حرکات مینو و مہر میں آئے ان اسباب و حالات کی وجہ سے سپاہ اور رعیت کے قلوب یک بارگی بادشاہ کی طرف سے برکشتہ ہو گئے اور خدا کی بارگاہ میں بادشاہ کے زوال و دولت کی دھڑکنے لگے۔ ایک دن بادشاہ نے مجلس آراستہ کی اور امراء و اعیان دولت کو خلعت اور ایک ہزار سات سو کوڑے انعام میں دئے چونکہ یہ فعل بادشاہ کا قطعیہ عمل تھا خلائق کو بادشاہ کے اس فعل سے بہت زیادہ رنج پہنچا اور شاہزادہ ہمایوں درخاں کی آمد کا انتظار کرنی لگی۔

سلطان سکندر اپنے افعال سے پشیمان ہو کر اپنے مال کار سے خوف زدہ ہوا اسی دوران میں معلوم ہوا کہ شاہزادہ لطیف خاں جو دربار سلطانپور میں ہے سلطنت کے خواب دیکھ رہا ہے اور وقت فرصت کا منتظر ہے ان وجوہات کی بنا پر سلطان سکندر نے ملک لطیف بار بار گوشہ زدہ خانی کا خطاب دیکر شاہزادہ لطیف خاں کی مدافعت کیلئے روانہ کیا ملک لطیف ہر بار آیا یہاں پہونچ کر اسے معلوم ہوا کہ شاہزادہ لطیف خاں کو ہستان میں لگائیں جو جیسپور کے جنگل میں ہے مقیم ہے ملک لطیف بلا توقف جیسپور کے جنگل میں گیا راجہ جیسپور نے جنگل اور راستہ کی تنگی پر اعتماد کر کے جنگل کی مانی شروع کی اور ملک لطیف کو بیچ نامی امرا کی ایک جماعت کے اسی جگہ قتل کر ڈالا چونکہ راہ فرار بند ہو چکی تھی راجہ جیسپور نے عقب سے آکر ایک ہزار سات سو آدمیوں کو قتل کر ڈالا۔

اہل بھارت اس شکست کو سلطان کے حق میں اس کے زوال کیلئے خالی دیکر

سمجھ اور نتیجہ کے منظر ہوئے سلطان سکندر نے قیصر خان کو ایک جواز شکر کے ساتھ اس گروہ کی تادیب کے لئے نامزد فرمایا اسی درمیان میں امرائے مظفری کی ایک فتنہ انگیز جماعت نے عہد الملک شاہی سے کہیں کہ سلطان سکندر کا ارادہ ہے کہ تم کو قتل کرے چونکہ ہم تمہارے خالص ہی خواہ ہیں اس لئے ہجوم کو آگاہ کرتے ہیں۔

عہد الملک نے اس گروہ کے اقوال پر اعتماد کر کے یہ قرار دیا کہ جس صورت سے ممکن ہو سلطان سکندر کو قتل کر کے مظفر شاہ کے کسی اور فرزند کو بادشاہ بنائے اور مہات ملی و مالی کو خود انجام دے ایک دن سلطان سکندر سیر کے لئے سوار ہوا تھا کہ عہد الملک اپنی فوج کو قتل کر کے سلطان سکندر کے قتل کے ارادہ سے اس کے عقب میں روانہ ہوا لیکن وقت اور موقع نہ ملا اثناء راہ میں ایک شخص نے سلطان سکندر سے تمام واقعہ بیان کیا سلطان سکندر نے اپنی سادہ لوحی سے جواب دیا کہ بدخواہ چاہتے ہیں کہ میں امراد غلامان مظفر شاہی کو مصرت پہنچاؤں عہد الملک میرا مورد قتل نمکھوار ہے وہ کیوں کر ایسے جرم کا مرتکب ہو سکتا ہے لیکن اس خبر سے متاثر ورنجیدہ ہو کر سلطان سکندر نے اپنے ایک خاص محرم راز لکھ لکھا کہ کبھی کبھی جب عوام میں یہ بات شہور ہوتی ہے کہ شاہزادہ بہادر خاں گجرات کو قتل کرنے کے لئے دہلی سے آ رہا ہے یہ امر میری پریشانی خاطر کا باعث ہوتا ہے اتفاق سے اسی شب کو سلطان سکندر نے بید حلال بخاری اور شاہ عالم اور شیخ چنو کو مشائخین کی ایک جماعت کے خواب میں دیکھا سلطان مظفر بھی ان لوگوں کی خدمت میں حاضر تھا سلطان مظفر نے کہا کہ میرا بیٹا سکندر تخت سے معزول کیا جائے شیخ چنو نے سکندر خاں سے بھی کہا کہ اٹھو یہ تمہاری جگہ نہیں ہے وارث تخت کا بہادر شاہ ہے بادشاہ صبح خواب سے بیدار ہوا اور ایک شخص کو بلا کر اس سے اپنا خواب بیان کیا سلطان سکندر اس خواب سے پریشان خاطر ہوا اور اپنی طبیعت کو پہلانے کے لئے چو کاں بازی میں مشغول ہوا۔

سلطان سکندر کے اس خواب کی بعض اشخاص کو اطلاع ہو گئی چوتھائی حصہ دن گزرا اور بادشاہ مجلس میں آیا اور کھانا کھا کر آرام کرنے لگا امراد مقربین

اپنے مکان چلے گئے۔ انتیس شعبان ۹۳۲ھ کو عماد الملک بہاء الملک اور دارالملک اور سیف خان اور دوز کی مظفر شاہی اور ایک حبشی غلام کے اتفاق سے سلطان سکندر کی مجلس میں آیا اور اپنے ہمراہیوں سے کہنے لگا کہ اس محل کی عمارت کی سیر کر دیجائب روزگار سے ہے۔

عماد الملک اور اس کے ہمراہی حوض کے قریب پہنچے نفرت الملک اور ابراہیم بن جوہر وہاں موجود تھے عماد الملک وغیرہ نے تلواروں کو نیام سے نکالا اور ان لوگوں کی طرف متوجہ ہو کر دوڑ سے نفرت الملک اور ابراہیم بھی دست بہ قبضہ ہوئے لیکن ان دونوں کی ضرب کار کرنے ہوئی اور مارے گئے۔

عماد الملک وغیرہ سلطان سکندر کی خواب گاہ میں آئے سید علیم الدین جو سلطان کے یلنگ کے سامنے بیٹھا ہوا بادشاہ کی حفاظت کر رہا تھا اس حالت کو دیکھ کر جو اس ہوا علیم الدین نے تلوار اپنے ہاتھ میں لیکر دو آدمیوں کو زخمی کیا اور خود بھی مارا گیا عماد الملک وغیرہ نے عین یلنگ پر سلطان کے جسم کو دو تین جگہ زخمی کیا مظلوم سلطان یلنگ سے جست کر کے زمین پر آیا اسی درمیان میں ایک شخص نے تلوار مار کر بادشاہ کو قتل کر دیا اس بادشاہ نے تین ماہ سترہ یوم حکومت کی۔

سکندر شاہ شہید ہوا عماد الملک نے بہاء الملک کے اتفاق سے فی الحال نصیر خاں کو حرم سرا سے لاکر محمود شاہ کے لقب سے تخت شاہی پر بٹھلا دیا سلطان سکندر کے امرا خوف محسوس ہوئے کیونکہ وہاں سے بھاگ کر اطراف میں آکر وہ وطن ہوئے اور ان کے گھر کوٹ کر تباہ و برباد کر دیے گئے اور سکندر شاہ کی لاشیں ہوضہ ہاولی میں جو چینائیر کا ایک ضلع ہے پھینک دی گئی امرا اور کارکن بھارت نے بھارت حاضر ہو کر مبارکباد دی۔

عماد الملک آئین قدیم کے مطابق امر کو خلعت دیکر ان کی تسلی کرتا اور ان کو خطابات دیتا تھا۔  
عماد الملک نے ایک سو اسی امیروں کو خطابات دیے لیکن تنخواہ و



مواجب میں اضافہ نہ کیا اکثر امیر سلطان بہادر کی ایلاد کے منتظر اور اس کے ملانے کیلئے مخطوطہ روانہ کر کے سلطان بہادر کے آنے کی کوشش کر رہے تھے خصوصاً تاج خان اور خداوند خاں اس بارے میں دوسرے امیروں سے کہیں زیادہ کوشاں ہے۔

شہزادہ بہادر نے جانی پور میں سلطان مظفر کے فوت ہونے کی خبر سنی تھی اور یہ تعبیل گجرات کی طرف روانہ ہو چکا تھا عماد الملک نے مضطرب ہو کر بہان نظام الملک بھری کو خط لکھا اور بے شمار روپیہ دے کر اس کو سرحد سلطان پور اور دہلی بار کی طرف بلایا اسی طریقہ سے عماد الملک نے راجہ مالپور کو بھی خط بھیج کر اس کو سرحد محمود آباد جینا تیر میں طلب کیا۔

عماد الملک نے اپنی بیوت باری و دور اندیشی سے حضرت فردوس مکانی ظہیر الدین محمد ابار کو اس مضمون کی ایک عرضداشت لکھی کہ اگر باری فوج کا ایک حصہ بنزد دیو میں آئے تو میں حضرت کے ملازمین کے مدد و خرچ میں ایک کروڑ تنگہ نقد پیش کروں گا بھان نظام شاہ بھری نے عماد الملک کے تنہا لیف اور اشیا مر سوا کو قبول کیا اور غفلت کے ساتھ ٹال گیا راجہ مالپور جو قرب جوار کے آباد ہوا اور نواح جینا تیر میں آیا تھا نہ دار و فکر پور عماد الملک کے اس عریضہ سے حکمو اس نے ارباد شاہ کے نام لکھا تھا واقف ہوا اور تاج خان اور خداوند خاں کو لکھ کر بھیجا کہ عماد الملک نے ایک عریضہ بابر بادشاہ کے نام لکھ کر ان کو گجرات آنے کی دعوت دی ہے۔

امراء گجرات نے ایک شخص کو شہزادہ بہادر خان کے پاس بھیج کر اس کو یہ تعبیل بلایا امراء گجرات کا قاصد دہلی کے نواح میں شہزادہ بہادر خان کے پاس پہنچا اور امیروں کے عریضہ پیش کئے پائند خان بھی اس وقت افغانان جو نیور کی طرف سے بہادر شاہ کی طلب میں آیا تھا تاکہ اس کو واپس لے جا کر جو نیور کا بادشاہ بنائے چونکہ بہادر شاہ کا میلان خاطر گجرات کی جانب زیادہ تھا شہزادہ بہادر خان نے پائند خان کو رجعت کر دیا اور خود اچھا آباد کی طرف چلا۔

کہتے ہیں کہ جس وقت گجرات اور جوئیور کے قاصد شاہزادہ بہادر خاں کی طلب میں آئے اور ہر ایک نے شاہزادہ کو اپنے ہمراہ بچانے کی کوشش کی شاہزادہ بہادر خاں نے کہا کہ میں جنگل میں جا کر گھوڑے پر سوار ہوتا ہوں اور گھوڑے کی بالائی چھوڑ دیتا ہوں تاکہ جس طرف جانور کا جی چاہے چلا جائے بہادر خاں نے ایسے ہی کیا اور گھوڑا گجرات کی طرف چلا۔

غرض کہ شاہزادہ بہادر خاں وہلی سے گجرات روانہ ہو ایسا شاہزادہ جیتور میں آیا اور گجرات سے متواتر سپاہی آئے اور شاہ سکندر کے قتل کی خبر دی شاہزادہ چاند خاں اور شاہزادہ ابراہیم بن مظفر شاہ جو رانا کے پاس تھے شاہزادہ بہادر خاں کی ملاقات سے سید مسرور ہوئے شاہزادہ چاند خاں شخصیت ہو کر اسی مقام پر سکونت پذیر ہوا اور شاہزادہ ابراہیم بن سلطان مظفر نے رفاقت اختیار کی

شاہزادہ بہادر خاں تھوڑی مدت میں جیتور سے گزر گیا اور اوڈیستنگھ راجہ مالپور اور سلطان سکندر کے دیگر دست گردہ شخص سلطان بہادر سے مل گئے سلطان نے بہادر الملک اور تاج الدین کو سے ایک فرمان استمالت تاج خاں اور دوسرے امر کے پاس روانہ کیا اور اپنے آئینی اطلاع دی تاج خاں جو عماد الملک سے خائف تھا مع افواج اور قوم اور قبیلہ کے سربراہ سلطان بہادر کا منتظر و ندو قریں مقیم تھا تاج خاں دندو قہ سے سید تمان و اہتمام کیساتھ سلطان بہادر کی طرف چلا شاہزادہ لطیف خاں بن سلطان مظفر تاج خاں کے ہمراہ تھا تاج خاں نے کچھ اس کو روپیہ مدد خرچ کیلئے دیکر اپنے پاس سے نصرت کیا اور شاہزادہ لطیف خاں سے کہا کہ اب وارث مظفری اور محمدی کی بہنچا اس وقت تمھارا میرے ساتھ رہنا قرین مصلحت نہیں ہے لطیف خاں بادل سونہ شاہزادہ فتح خاں کے پاس جو سلطان بہادر خاں کا چچا زاد بھائی تھا گیا کہ سن ہوا۔

شاہزادہ بہادر خاں دو ٹکڑوں میں پہنچا خرم خاں و دیگر اعیان ملک استقبال کے لئے آئے امر آؤ سردار ہر جانب سے شاہزادہ بہادر خاں کی طرف متوجہ ہوئے عماد الملک کی روح جسم سے نکل گئی اور لشکر کے جمع کرنے میں مصروف ہوا

اور خزانوں کو خالی کرنے لگا۔  
 عماد الملک نے سرداروں کی ایک کثیر جماعت کو مع ایک جوارشکر اور بحاس  
 ہاتھیوں کے عقد الملک کے ہمراہ قصبہ مہراہ روانہ کیا تاکہ مخلوق کی گزرگاہ  
 کو روک لیا جائے اور کسی شخص کی سلطان بہادر خاں کی خدمت میں  
 رسائی نہ ہو۔

سلطان بہادر خاں قصبہ محمود پور میں آیا بعض امراء سکندری  
 جو جان کے خوف سے بھاگے ہوئے تھے سلطان بہادر کی خدمت میں حاضر  
 ہوئے عقد الملک نے جب یہ حالات دیکھے تو محمد آباد میں عماد الملک کے  
 پاس گیا سلطان بہادر خاں قصبہ مہراہ میں آیا اور تاج خاں مع جترو امارت  
 بادشاہی شاہزادہ کی خدمت میں حاضر ہوا شہزادہ بہادر خاں قوی دل  
 ہو کر تیار پنج ۲۶ رمضان المبارک ۹۳۲ھ شہر نہر والد پٹن میں فرود  
 ہوا اور نہر والد سے احمد آباد روانہ ہوا شہزادہ بہادر خاں نے قصبہ  
 سرکچ میں مشائخین عظام و آبائے کرام کے مزارات کی زیارت کی اور احمد آباد  
 میں داخل ہوا عماد الملک نے اپنی پریشانی کی وجہ سے سپاہیوں کو ایک سال  
 کی تنخواہ ادا کی اور ایک شخص کو شاہزادہ لطیف خاں کی طلب میں اس  
 خیال سے بھیجا کہ ممکن ہے کہ لطیف خاں کی مدد پا کر وہ شاہزادہ  
 بہادر سے جنگ کر سکے لیکن شاہزادہ لطیف خاں کے آتے تک سلطان  
 بہادر خاں کوچ پر کوچ کر کے محمد آباد پہنچا امراء جو عماد الملک سے رنجیدہ  
 اور شاہزادہ بہادر خاں سے لڑنے کے لئے جارہے تھے راہ میں شاہزادہ  
 بہادر خاں سے مل گئے بہادر الملک اور واور الملک جو سلطان سکندری  
 کے قاتل تھے یہ لوگ بھی عماد الملک سے مخالفت کر کے شاہزادہ بہادر خاں  
 کی خدمت میں حاضر ہوئے شاہزادہ بہادر خاں مصلحت وقت کے  
 اعتبار سے ان کی دلجوئی اور تالیف قلوب کرنے لگا سلطان بہادر نے  
 عماد الملک پر غلبہ پا کر محمود شاہ کی حکومت کا خاتمہ کر دیا۔ اس بادشاہ  
 نے صرف چار ماہ حکومت کی۔

## ذکر شاہی سلطان بہادر بن مظفر شاہ گجراتی

عید الفطر ۹۳۲ھ کا روزِ منجمین کی تجویز سے ساعتِ جلوس قرار پایا تھا چنانچہ سلطان بہادر نے اُسی تاریخ امراد اعیانِ مملکت کی سعی سے بلدۂ احمد آباد میں تختِ شاہی پر جلوس کیا تو ازمِ ایشار و نثار عمل میں بادشاہ نے امراد و سردارانِ لشکر کو معاش کی زیادتی و انعام و اسب و خلعت سے خوش دل کیا۔

سلطان بہادر نے اوائلِ شوال میں محمد آباد چینانیر کا ارادہ کیا اول منزل میں مظفر خاں مع سرداروں کی ایک جماعت کے بادشاہ کی خدمت میں حاضر ہوا بادشاہ نے اس کے حال پر عنایت و نوازش فرمائی بادشاہ نے جب اس منزل سے کوچ کیا اور اس کو معلوم ہوا کہ اب باترک میں طغیانی آگئی ہے اس وجہ سے لشکر کا عبور کرنا محال ہے بادشاہ نے قصبہ سوچ میں منزل کی اور تاج خاں کو دریا کے کنارے پرستین فرمایا تاکہ لشکر کو پہنچانے کی پارتا دے دے دوسرے دن تمام امراء محمد آباد جنھوں نے خزانے سے مال چھوڑا تھا بادشاہ کی خدمت میں حاضر ہوئے بادشاہ نے مروتہ دولت سارقوں کو بخش دی۔

بادشاہ جب اب مہذری کے کنارے چاند پور کے سر راہ پہنچا اور اس کی فوجیں گذرنا شروع ہوئیں عماد الملک اور عصفہ الملک نے ایک جماعت کو بروہ و دیگر اطراف میں آمادہ کر رکھا تھا کہ فساد کر کے بادشاہ کو اپنی جانب مشغول کر لیں بادشاہ اس جماعت کی طرف متوجہ نہ ہوا اور دریا سے گذر گیا اور یہ تعبیل تمام محمد آباد چینانیر کی طرف روانہ ہوا بادشاہ جب شہر کے قریب پہنچا ضیاء الملک بن نصیر خاں حاضر ہوا بادشاہ نے ضیاء الملک کو حکم دیا کہ آگے جا کر اپنے باپ سے کہہ کہ عماد الملک کے گھر کو محصور کر کے اس کو گرفتار کرے بعد اس کے بادشاہ

خود بھی روانہ ہوا۔

تاج خاں نے بسرعت پہنچ کر عماد الملک کے مکان کو گھیر لیا عماد الملک اپنے گھر کی دیوار سے نیچے اتر اور شاہ چوہدری کے گھر میں پناہ لی شیخ چنڈ کا تمام گھر لوٹ لیا گیا اور ان کے فرزند گرفتار کئے گئے اتفاق سے بادشاہ خداوند خاں کے مکان کے سامنے سے گزرا خداوند خاں اس زمانہ میں گوشہ نشین ہو چکا تھا لیکن مکان سے باہر اس نے بادشاہ کی ملازمت حاصل کی ایک لمحہ کے بعد خداوند خاں کے غلام عماد الملک کو شیخ چوہدری کے مکان سے گرفتار کر کے لے آئے بادشاہ نے حکم دیا کہ عماد الملک اور سیف الدین اور سلطان سکندر کے دوسرے قاتلوں کو دار پر لٹکائیں۔

بادشاہ نے رفیع الملک بن توکل کو جو سلطان مظفر کا غلام تھا عماد الملک کا خطاب دیکر عارض الملک کے عہدہ پر مامور فرمایا عماد الملک نے ان اخبارات کو سنا اور برودہ سے ایک طرف فراری ہوا لیکن کو لیان نے راہ میں اس کو غارت و تباہ کیا۔ سلطان بہادر نے شمشیر الملک کو عضد الملک اور نظام الملک کو محافظ خاں کے گرفتار کرنے کے لئے بھیجا مجرم فراری ہو کر رائے سنگھ کے واسطے پناہ گزین ہوئے لشکر بہادر شاہی نے ان کے مال و اسباب کو مال غنیمت سمجھ کر تباہ کیا اور واپس آئے اسی زمانہ میں عضد الملک کا فرزند اور شاہ چوہدری شاہ سکندر کے قاتلوں کی ایک جماعت کے ہمراہ قدر خاں کے مکان میں قتل کئے گئے بہاء الملک باوجود بادشاہ کے اعراض کے متوہم ہو کر عہد آبا و جینا نیر سے بھاگا لیکن وہی کو توال اس کو راہ میں گرفتار کر کے لے آیا۔ چونکہ اس نے سلطان سکندر کو زخمی کیا تھا اور خود سید علیم الدین کے ہاتھ سے زخمی ہوا تھا وہ زخم اب تک تازہ ہے بادشاہ نے فرمایا کہ اس کی کھال کھینچ کر اس کو دار پر لٹکا دو تین دیگر اشخاص

جو سلطان سکندر کے قاتل تھے اور دکن کی جانب جا رہے تھے راہ میں  
گرفتار ہوئے اور بادشاہ کے حکم سے توپ پر اڑائے گئے بادشاہ نے  
قلیل مدت میں سلطان سکندر کے تمام قاتلوں کو بڑے عذاب کے ساتھ  
قتل کر دیا۔

کہتے ہیں کہ سلطان بہادر محمد آباد جیناڑ میں آیا اور شاہزادہ لطیف خاں  
بن سلطان مظفر اسی دن عباد الملک اور دیگر امرا کے بلانے سے شہر میں  
وارد ہو کر ایک گوشہ میں مخفی ہو گیا تھا قیصر خاں اور ایف خاں دو دیگر  
امرا نے لطیف خاں کے پاس یہ پیام بھیجا کہ اب اس سے زیادہ توقف  
مناسب نہیں ہے اب گوشہ نشین ہو جاؤ لطیف خاں مایوس ہو گیا اور  
بہانہ کر کے پالن پور چلا گیا عہد الملک اور محافظ خاں بھی ولایت ہونگا  
کو راہی ہوئے سلطان بہادر اطمینان کیساتھ رعیت پروری و انتظام  
شکر کی طرف مشغول ہوا شام رہا تو اس نے انعامات عطا فرمائے  
اور سیاہ کی تنخواہ علی العموم دو گنی و سب گنی و چار گنی مقرر فرمائی اور  
ایک سال کی تنخواہ حزانہ سے دو کران کو خوشدل کیا فقرا سے قصبہ سرخ  
اور نتوہ اور رسول آباد کو وافر وظائف عطا فرما کر ان کو بھی راضی و  
موسرور فرمایا۔

چونکہ اس زمانہ میں گجرات کا دار السلطنت قلعہ محمد آباد جیناڑ  
تھا اور شاہان گجرات اسی مقام میں تخت حکومت پر جلوس کیا کرتے  
تھے گیارہ ذیقعد کو منجھین کی ساعت کے مطابق دوبارہ دریائے شترتی  
کے قریب تخت مرصع و جواہر نگار کو رکھ کر آئین سلاطین سلف کے  
مطابق جشن منعقد کیا گیا تاریخ مذکورہ ۹۳۲ھ میں اسلام کی رسم کے  
مطابق تخت حکومت پر جلوس کیا اکابر و مشائخ و امرائیت گویان  
لوازم ثنا و ایشار بجالائے اس روز ایک ہزار اہل و ربار کو خلعت  
مرحمت ہوئے اور تمام امیروں کو خطابات عطا کئے گئے غازی خاں کی  
ساش میں بروز جلوس احمد آباد وہ بیست کا اضافہ ہوا تھا بیست

دیگر کا جدید اضافہ مرحمت ہوا اور یہ امیر حکومت نذر بار سلطانپور پر  
خایہ ہوا اسی دوران میں حصہ الملک محافظ خاں کے اغوا سے کوہ  
اواسن نواح نذر بار سلطانپور میں جا کر فساد برپا کرنے کا ارادہ رکھتا  
ہے سلطان بہادر نے ایک فوج غازی خاں کی ماتحتی میں مقرر فرمائی تاکہ  
شاہزادہ لطیف خاں کی مدافعت کے لئے کوہ اواسن میں قیام کرے  
چونکہ اسی زمانہ میں عبدالفضلی کے جلوس کا وقت آگیا تھا سلطان بہادر  
نے جشن عظیم ترتیب دیکر اکثر امرا کو بار دگر خلعت و کمربند و خنجر و شمشیر منیع  
عطا فرما کر خوشدل فرمایا۔

اتفاق سے اسی زمانہ میں قحط واقع ہوا اور بادشاہ نے ہشیا الملک  
کو جو خازن رکاب تھا حکم دیا کہ سواری کے وقت جو شخص سوال کرے اس کو  
ایک منظر فی عطا کرے سلطان بہادر اس مدت میں دو مرتبہ جوگان باز  
کے لئے سوار ہوتا تھا بادشاہ نے ہر شہر میں فقرا و مساکین کے لئے  
مشدد و لنگر خانے مقرر فرمائے بادشاہ نے اپنی رعایا کی رفاہ کے لئے  
بے انتہا توجہ و کوشش فرمائی یہاں تک کہ اسی زمانہ میں بلاد گجرات  
نے تازہ رونق پائی اور شہر آباد و معمور ہوئے ہنوز تھوڑی مدت  
نہ گزری تھی کہ ارباب فتنہ و فساد نے سراٹھایا شجاع الملک بھاگل  
لطیف خاں سے مل گیا امر اس حال سے واقف ہوئے اور بادشاہ  
سے عرض کیا سلطان بہادر نے بالغ خاں کو بھی خواہ سمجھکر اس کو لطیف خاں  
کی مدافعت کے لئے متعین فرمایا لیکن واقعہ یہ ہے کہ قیصر خاں و بالغ خاں  
سلطان سکندر کے قتل میں عماد الملک سے متفق تھے اور اب بھی لطیف خاں  
کو ہر قسم کی مدد پہنچاتے تھے سلطان بہادر اس مسئلہ پر غور کر رہا تھا کہ  
ناج خاں نے یہ حلف عرض کیا کہ قیصر خاں و بالغ خاں نے راہ غیر معروض  
سے لطیف خاں کو نادر و ت میں بلایا ہے دوسرے دن امر اسلام کو  
حاضر ہوئے اور بادشاہ نے حکم دیا کہ قیصر خاں و بالغ خاں قید کئے جائیں اسی زمانہ  
میں داور الملک کسی بہانہ سے شہر کے باہر گیا اور گرفتار کیا گیا

ضیاء الملک اور خواجہ باجو اس جماعت کی ہم نشینی کے منہم تھے ہاتھ باندھ کر  
پا برہنہ دربار عام میں لائے گئے اہل شہر نے جوم کر کے ان کے مکانات لوٹ  
لئے ضیاء الملک رسی گھلے میں ڈالکر عاجزی سے رویا اور بابو نے پچاس لاکھ تنگہ  
خون بہا دیکر معافی چاہی سلطان بہادر نے ان کی خطا معاف فرمائی اور  
ان کی رہائی کا حکم دیا غرض کہ ملک فتنہ و فساد سے پاک ہوا اور کسی  
قسم کا وغذغہ نہ رہ گیا۔

۹۳۳ھ میں سلاحدار اس خاصہ کی ایک جماعت جن کی تعداد دو ہزار  
تھی جامعہ مسجد میں داخلہ ہوتی کہ ہم کو ہماری وجہ معاش نہیں ملی اور  
خطیب کو خطبہ پڑھنے سے مانع ہوئے سلطان بہادر باوجود اس کے کہ یہ  
جانتا تھا کہ ان اشخاص کا ارادہ لطیف خاں کے پاس جانے کا ہے ان کے  
علوفہ کو جاری کرنے کا حکم دیا۔  
اسی دوران میں غازی خاں کی عرضداشت اسی مضمون کی پہنچی کہ لطیف خاں  
ایک جہاز لشکر کیساتھ سلطانپور میں وارد ہوا اور مخالفت شروع کر دی  
غازی خاں نے مقابلہ کیا مگر کارزار برپا ہوا اور عہد الملک و  
محافظ خاں فراری ہوئے اور رائے بھیم مع اپنے بھائیوں کے مار گیا  
شہزادہ لطیف خاں زخمی ہو کر گرفتار ہوا۔

سلطان بہادر نے جس وقت اس خبر کو سنا اور محب الملک کو مع  
امرا کی ایک جماعت کے بھیجا تاکہ لطیف خاں کے حال پر جیسی کہ ہونی چاہیے  
مہربانی کر کے اس کے زخموں کا علاج کریں اور بعزت تمام بادشاہ  
کی حضور میں لے آئیں چونکہ لطیف خاں کے زخم کاری لگ چکے تھے  
شاہزادہ نے راہ میں وفات پائی اور موضع ہالول توابع جینا نیر میں  
سلطان سکندر کے پہلو میں مدفون ہوا۔

اسی سال بادشاہ کے دوسرے بھائی نصیر خاں المدعو بہ سلطان محمد  
نے بھی وفات پائی بادشاہ نے ان کے مزارات پر ایک جماعت کو وظیفہ  
دیکر معین فرمایا اور طعام پختہ و خام خیرات کے لئے تقسیم کرنے کا حکم دیا۔



اسی سال یہ بھی خبر آئی کہ رائے سنگھ راجہ سال قیصر خاں کے قتل سے واقف ہوا اور اس نے فرصت و موقع دیکھ کر قصبہ دہور کو برباد کر دیا اور بے شمار مالی ضیاء الملک قیصر خاں کے فرزند سے جبراً لے کر ملک کے خراب کرنے کے درپے ہے۔

سلطان بہادر اس خبر سے مضطرب ہوا بادشاہ نے ارادہ کیا کہ خود اس نواح کا سفر کرے لیکن تاج خاں نے عرض کیا کہ ابتدائے سلطنت میں اس قسم کے امور پیش آتے ہیں بادشاہ کو ملوک و مکدر نہ ہونا چاہئے اگر جان نثار اس خدمت پر مامور ہو تو امید ہے کہ خدا کی عنایت و حضور کے اقبال سے مفید ولی کو قرار واقعی گوشتالی و مسزادے گا۔

سلطان بہادر نے فوراً اس کو خلعت عطا کیا اور ایک لاکھ سوار کے ہمراہ رائے سنگھ کی تادیب پر مامور فرمایا تاج خان ولایت بال میں داخل ہوا اور غارتگری شروع کی رائے سنگھ نے عجز و انکسار کے ساتھ ایک نامہ شریف الملک کے پاس جو منظری امیر تغاروانہ کیا اور اپنے گناہوں کی معافی چاہی راجہ کے قصور معاف نہ ہوئے اور تاج خاں نے اس کی مملکت کی خرابی میں زیادہ کوشش کی راجہ رائے سنگھ نے تنگ مقام میدان داری کے لئے اختیار کیا اور تاج خاں سے معرکہ آرائی کی ایک کثیر جماعت رائے سنگھ کی کام آئی اور مسلمانوں کا صرف ایک آدمی قتل ہوا تاج خاں تھوڑے عرصہ تک ولایت بال میں مقیم رہا آخر کار حسب الحکم بادشاہ کی خدمت میں حاضر ہو گیا۔

سلطان بہادر ربیع الاول سنہ مذکور میں شکار کی غرض سے دارالسلطنت سے باہر نکلا اور بندر کنیایت کی رعایا کی ایک جماعت عامل کے ظلم کی دادخواہ ہوئی سلطان بہادر نے تاج خاں کو اس خدمت پر نامزد فرمایا اور داروغہ کنیایت کے عزل کا حکم دیا اور خود محمد آباد جینا میں واپس آیا۔ رانا سنگا کا فرزند بادشاہ کی خدمت میں حاضر ہوا اور چند روز کے بعد سخوشی رخصت کی اجازت پائی۔

۹۳۲ھ میں بادشاہ ولایت اید را اور باکر کی تسخیر کے لئے روانہ ہوا اور قلیل مدت میں فتح کر کے پھر جینا نیر واپس آیا سلطان بہادر نے چند ماہ کے بعد قلعہ بہروج کے فتح کرنے کا ارادہ کیا اور اس کو فتح کر کے کنیا پت وارد ہوا اتفاق سے بادشاہ ایک دن دریا کی سیر کر رہا تھا کہ وقفہ ایک جہاز بندر ویب سے آیا اور اہل جہاز نے یہ خبر بیان کی کہ فرنگیوں کا باد مخالف سے ایک جہاز تباہ ہو کر بندر ویب میں آگیا تھا تو ام الملک نے جہاز کو گرفتار کر کے فرنگیوں کو حلقہ غلامی میں داخل کر لیا بادشاہ اس خبر کو سنکر بہت خوش ہوا اور تشکی کے راستہ سے بندر ویب کا سفر کیا تو ام الملک استقبال کے لئے آیا اور فرنگیوں کو بادشاہ کی حضور میں حاضر کیا بادشاہ نے فرنگیوں کی ایک کثیر جماعت کو مسلمان کیا اور واپس ہوا۔

اسی سال میران محمد شاہ حاکم آسیر کا جو سلطان بہادر کا بھانجا تھا ایک خط آیا جس کا مضمون یہ تھا کہ چونکہ علاء الدین عماد شاہ نے عاجزی کے ساتھ اس امر کی درخواست کی تھی کہ برہان نظام شاہ بھری اور تمام ترک بیدری کے مقابلہ میں جو ملک برار میں زبردستی مداخلت کر رہے ہیں آپ میری امداد فرمائیں اس لئے خاکسار عماد شاہ کی امداد کے لئے گیا فی یقین میں سخت لڑائی ہوئی خاکسار نے ایک جماعت کو جو میرے مقابلہ میں تھی شکست دی۔

اسی دوران میں نظام شاہ بھری ایک مقام پر پوشیدہ تھا علاء الدین عماد پر حملہ آور ہوا اور اس کو شکست دیکر خاکسار کے چند ہاتھی بھی بطور مال غنیمت لے گیا نظام الملک حصار ماہور پر جو حکومت برار کا بہترین قلعہ ہے بہ جبر قابض ہو گیا ہے اس صورت میں جو حکم عالی صادر ہوا اس پر عمل کیا جائے بادشاہ نے اس عریضہ کے جواب میں اس مضمون کا فرمان صادر کیا کہ سال گذشتہ ایک عریضہ علاء الدین عماد کا اسی مضمون کا آیا تھا اور حسب الحکم ملک عین الملک حاکم نہروالہ نے جا کہ فریقین میں صلح کرا دی تھی چونکہ ابتدا میں پیشدستی نظام الملک کی جانب سے ہوئی ہے اس لئے مظلوم کی اعانت نہ کرنا اخلاق کریمانہ سے بعید ہے۔

محرم ۹۳۵ء میں بادشاہ نے ارادہ کیا کہ نظام شاہ کا ملک فتح  
اور ایک جہاز لشکر کو ہمراہ لے کر دکن روانہ ہوا بادشاہ کچھ عرصہ تک  
برودہ میں سامان و اسباب سپاہ کی فراہمی و انتظام کی غرض سے فرشتہ  
اسی سال جام فیروز حاکم بھنٹہ منلوں کے قلعہ سے پریشان ہو کر جلاوطن  
ہوا اور سلطان بہادر کے دامن میں پناہ لی سلطان نے جام فیروز کے حال پر  
مہربانی کی اور بارہ لاکھ تنگہ اس کو مدد خرچ کے لئے عطا کئے سلطان بہادر  
نے وعدہ کیا کہ انشاء اللہ اس کا ملک موروثی منلوں کے قبضہ سے نکال کر  
جام فیروز کو عنایت کرے گا سلطان بہادر کے جلال اور شوکت کا آواز  
تمام عالم میں پھیل چکا تھا اس سفر میں ریان نزدیک و دور بادشاہ  
کی حضور میں حاضر ہوئے۔

راجہ گوالیار کا بھتیجا مع اپنی جماعت کے پوربہ سے آیا اور  
بادشاہ کے ملازمان خاص میں داخل ہو گیا بہرون بن پرستھی راجہ راناسکا  
کا بھتیجا بھی چند راجپوتوں کیساتھ آکر بادشاہ کا ملازم ہوا اور بعض سرداران  
دکن نے بھی آکر ملازمت حاصل کی اور تمام جدید ہندوگان درگاہ اپنی  
حالت کے مناسب انعامات شایانہ سے سرفراز ہوئے۔

بادشاہ کو ایک عرصہ دراز تک محمد آباد جینا میں توقف کرنا  
پڑا اور عماد شاہ نے بیتاب ہو کر اپنے فرزند خضر خاں کو بادشاہ کی خدمت  
میں روانہ کر کے عرض کیا کہ ہاں نظام شاہ بھری غرور و تکبر کی وجہ سے  
صلح کا خیال ہی نہیں کرتا اگر بادشاہ ایک مرتبہ دکن تشریف لے آئیں  
خاکسار کا مقصد حاصل ہو جائے سلطان بہادر نے اس کی التماس کو  
قبول فرمایا اور دکن کی طرف روانہ ہوا

سلطان اب نربہ کے کنارے پہنچا اور میران محمد فاروقی استقبال  
کے لئے آیا اور بادشاہ کو ضیافت کے لئے برہان پور میں لے گیا میران محمد  
فاروقی بادشاہ کی ضیافت سے فارغ ہوا اور عماد الملک بھی جریدہ کاویل سے بادشاہ  
کی خدمت میں حاضر ہوا اور اس قدر گھوڑے اور تحائف بادشاہ کی حضور میں پیش کئے

کہ سلطان بہادر جو برہان نظام شاہ بھری کی تادیب کے ارادہ سے جوئیر اور ماہور میں مقیم تھا اب برار کی طرف روانہ ہوا۔  
 سلطان بہادر جالندہ پور پہنچا اور چند روز کے قیام میں شہر پر قابض ہونے کی تنہا کی عماد الملک مضطرب ہوا اور برار میں سلطان بہادر کے نام کا خطبہ پڑھوا دیا اس واقعہ کے بعد عماد الملک نے میراں محمد فاروقی کو اپنا دسیلہ بنایا اور ایسی کوشش کی کہ سلطان بہادر برار سے کوچ کر کے آگے روانہ ہو جیسا کہ قلعہ نظام شاہیہ میں معروض تحریر میں آچکا ہے بادشاہ احمد نگر پہنچا اور ایک ہیب خراب دیکھ کر دولت آباد آیا اور حوض قتلو کے کنارے فروکش ہوا بادشاہ نے عماد الملک کو امراکے ایک گروہ کے ساتھ اس قلعہ کے محاصرہ پر نامزد فرمایا لیکن چند روز کے بعد علامہ الدین عماد شاہ نے دکنیوں سے سازش کہ لی اور سلطان بہادر کو دعوت دیکر تیشیان ہوا عماد شاہ رات کے وقت خیمہ و خرگاہ سے قطع نظر کر کے فراری ہوا۔

چونکہ دکنیوں نے گجرات کا راستہ روک کر غلہ و آذوقہ کا راستہ بند کر دیا تھا برہان نظام شاہ بھی مقابلہ میں آیا اور تھوڑے فاصلہ پر مقیم ہوا اور کسی قدر آثار طحط کے شک میں پیدا ہوئے اس وقت برہان نظام شاہ نے سلطان بہادر سے وعدہ کیا کہ میراں محمد فاروقی کے ہاتھیوں کو واپس کرونگا اور احمد نگر میں سلطان بہادر کے نام کا خطبہ پڑھا جائے گا۔

سلطان بہادر نے ان شرائط کو قبول کیا اور ۹۳۶ھ میں گجرات واپس آیا اور برسات کا موسم محمد آباد میں بسر کیا۔

۹۳۷ھ میں بادشاہ ایدر روانہ ہوا بادشاہ نے موضع جاپنور میں خداوند خاں اور رفیع الملک النخاطب بہ عماد الملک کو ایک چار لشکر و بے شمار ہاتھیوں کے ہمراہ پاکر کی مہم پر روانہ کیا اور خود مندر کنایت میں آیا بادشاہ نے ایک روز یہاں قیام کیا اور جہاز پر بیٹھ کر

بندر دیب کا ارادہ کیا چونکہ چند جہاز مختلف بندر گاہوں سے روانہ ہو کر  
بندر دیب میں لشکر انداز ہوئے تھے بادشاہ نے جملہ اقسام کی اشیاء و جان جہاز  
میں موجود تھیں خرید فرما کر ان کو اپنے کارخانوں میں داخل کرنے کا حکم  
صادر فرمایا منجملہ ان اشیاء کے ایک ہزار چھ سو من بیتہ اور موغہ بھی تھے  
بادشاہ نے رومیوں کی جماعت پر جو مصطفیٰ خاں رومی کے ہمراہ آئی  
تھی بے حد نوازش فرما کر ایک مکان مناسب اس کے قیام کے لئے تجویز  
فرمایا ان واقعات کے بعد بادشاہ نے ملک ایاز سے غربا کی سفارش فرمائی  
اور خود ولایت بالتوالہ دوونگر پور روانہ ہوا اور ان ممالک کو تباہ کر کے  
ریان اطراف سے لشکر لیا اور محمد آباد جینا تیر واپس آیا اسی دوران میں  
عمر خاں اور قطب خاں جو سلطان ابراہیم لودھی کے امیر مع دیگر امرا کے  
فردوس مکانی ظہیر الدین محمد بابر بادشاہ کے خوف سے بھاگ کر گجرات  
میں پناہ گزیں ہوئے سلطان بہادر نے روز اول تین سو قبائے زریفت  
اور سچاس گھوڑے اور چند لاکھ تنگہ نقد ان کو مرحمت فرمائے بادشاہ  
ان کی دلجوئی سے فارغ ہوا اور مہرا بہ کا ارادہ کیا بادشاہ مہرا بہ پہنچا اور  
خسہ اوتد خاں و دیگر امرا بادشاہ کی ملازمت میں حاضر ہوئے سلطان بہا  
مہرا بہ سے کوچ کر کے پا کر آیا اور اس ملک کا بہ خوبی انتظام کر کے  
ہر جگہ تھانہ دار مقرر فرمائے۔

پھر سرام راجہ پا کر مجبور ہو کر بادشاہ کی خدمت میں حاضر ہوا اور  
اُس کے فرزند نے بادشاہ کی حضور میں اسلام قبول کیا اور مسلمان ہو کر  
بادشاہ کے مشرکین میں داخل ہوا پھر سرام کا برا اور جو بہاڑ اور جنگول میں  
مارا مارا پھرتا تھا اپنی جان کے خوف سے برٹشی بن راناسنگا کی خدمت میں حاضر  
ہوا اور اس کو اپنی حصول ملازمت کا وسیلہ بنایا اتفاق سے سلطان بہادر  
شکار کے ارادہ سے بائسواہ آیا برٹشی بن راناسنگا نے نرمی اور عاجزی کے  
ساتھ بادشاہ کی بارگاہ میں قاصد بھیجا کہ اس لئے حضور تقصیر کی درخواست کی سلطان بہادر نے  
اس کی التماس کو قبول فرمایا اور چٹکا کو اپنی حضور میں طلب کر کے اس کا

قصور معاف فرمایا۔  
بادشاہ نے موضع گھاٹ کرجی میں عالی شان مسجد تعمیر کی اور اس  
موضع کو پر تھی راج کی جاگیر میں دیکر بقیہ مملکت پاکر کو پر تھی راج وچکا کے  
درمیان بہ حصہ مساوی تقسیم فرمایا۔

سلطان بہادر نے چند روز بغرض شکار اس مقام پر قیام فرمایا جاسوس  
خبر لائے کہ سلطان محمود غلجی نے جو سلطان مظفر کا مرہون احسان و ممنون  
منت ہے شہزہ خاں حاکم مند و کو بھیجکے جیتور کے بعض قصبات تباہ و برباد  
کرادیئے لیکن اب شہزہ خاں اجین میں مقیم اور خود سلطان محمود غلجی سے  
برسر مقابلہ ہے اسی زمانہ میں پرشہنشاہ رانا سنگا کے قاصد بادشاہ کے دربار  
میں حاضر ہوئے اور استدعا کی کہ بادشاہ سلطان محمود غلجی کو منع فرمائیں کہ  
بیوجہ آپس میں عداوت نہ پیدا کرے۔ قاصدوں کے درود کے بعد یہ معلوم  
ہوا کہ سلطان محمود غلجی اجین سے سارنگپور سلہدی پور پہنچے کو قتل کرنے روانہ  
ہوا تھا سلہدی جو محمود غلجی کے ہمراہ تھا بادشاہ کے ارادہ سے واقف ہو گیا  
سکندر خان میواتی کے فرزند کے ہمراہ ولایت جیتور وارد ہوا اور پرشہنشاہ  
رانا سنگا پر حملہ آور ہوا ہے چند روز نہ گزرے تھے کہ سکندر خان اور  
بھوپت بن سلہدی سلطان بہادر کے شکر گاہ کی طرف روانہ ہوئے اور انھوں  
نے بادشاہ کی ملازمت حاصل کی بادشاہ نے سات سو خلعت زر بفت  
اور ستر گھوڑے ان کو انعام میں عطا فرمائے اور ان کی دلجوئی کی اسی زمانہ  
میں ایک تحریر سلطان محمود غلجی کی بھی آئی جس میں یہ رقم تھا کہ نیا دھند بھی عرصہ سے  
شرف حضور کی کارادہ رکھتا ہے لیکن موافقات کے پیش آجائے سے اب تک  
اب میں تاخیر ہوئی انشاء اللہ جلد جناب کی ملاقات سے مسرت حاصل کرنے گا  
سلطان بہادر نے دریا خاں سے کہا کہ چند مرتبہ ایسا اتفاق ہو چکا ہے کہ  
سلطان محمود غلجی کی ملاقات کا مشرکہ میرے گوش زد ہوا ہے اگر ایسا ہو تو میں  
اس کے فراری متعلقین کو اپنے دامن میں پناہ نہ دوں گا۔ بادشاہ نے  
سلطان محمود غلجی کے قاصدوں پر مہربانیاں فرمائیں اور ان کو واپس جانے کی

اجازت دی اور خود بانسوالہ کی طرف روانہ ہو۔

بادشاہ اب کرجی کے کنارے پہنچا اور بتشی رانا اور سلیدی بارگاہ شاہی میں حاضر ہوئے سلطان بہادر نے روز اول اس کو تیس ہاتھی اور ہشتا گھوڑے اور ایک ہزار پانسو خلعت زر بفت مرحمت فرمائے چند روز کے بعد بتشی رانا نے جتپور جانے کی اجازت پائی اور سلیدی پور بیہ بادشاہ کا ملازم ہو کر لشکر گاہ میں رہ گیا۔

سلطان بہادر محمود خلجی سے وعدہ کی بنا پر سنبلہ کی طرف روانہ ہوا اور یہ طے کیا کہ اگر محمود خلجی اس کی ملاقات کو آئے تو اس کی ضیافت مہماندار سے فارغ ہو کر خود بھی گھاٹ دیولہ تک جائے اور ہمان کو رخصت کر کے اپنے وار الملک واپس آئے۔

اسی منزل میں محمد خاں اسیری بادشاہ کی خدمت میں حاضر ہو سلطان بہادر موضع سنبلہ میں پہنچا اور دس روز تک سلطان محمود خلجی کے آنے کا منتظر رہا لیکن دریا خاں سلطان محمود خلجی کا قاصد حاضر ہوا اور بادشاہ سے عرض کیا کہ سلطان محمود خلجی شکار گاہ میں گھوڑے سے گر پڑا ہے اور اس کا دہننا ہاتھ ٹوٹ گیا ہے ایسی حالت و وضع سے اس کا آنا مناسب نہیں ہے سلطان بہادر نے جواب دیا کہ سلطان محمود خلجی چند بار وعدہ خلافی کر چکا ہے اور میری ملاقات کو نہیں آیا اگر اس کی مرضی ہو تو میں خود اس کے ملک میں آؤں دریا خاں نے بار و گربادشاہ سے عرض کیا کہ محمود خلجی کی عدم حاضری کی وجہ یہ ہے کہ چاند خاں بن سلطان منظر شاہ مرحوم اس کے دربار میں پناہ گزیں ہے اگر بادشاہ یہاں آئے اور اعلیٰ حضرت چاند خاں کو سلطان محمود خلجی سے طلب فرمائیں تو چاند خاں کو حضور کے حوالہ کرنا بے حد مشکل اور اس کو حضرت سے بچا لینا دشوار ہو جائے گا سلطان بہادر نے جواب دیا کہ میں نے چاند خاں کی طلب سے ہاتھ اٹھایا تو سلطان محمود خلجی سے جا کر کہدے کہ جلد میری ملاقات کو آئے۔

محمود خلجی کا قاصد رخصت ہوا اور سلطان بہادر پے در پے منازل

طے کرتا ہوا سلطان محمود خلجی کے ورود کا منتظر رہا بادشاہ دیبال پور پنجاؤں کو معلوم ہوا کہ سلطان محمود خلجی کا ارادہ ہے کہ فرزند اکبر کو سلطان غیاث الدین کا خطا دیگر قلعہ مندو میں مقیم رکھے اور خود حصار سے علیحدہ ہو کر گوشہ نشین ہو جائے اور بادشاہ کی ملاقات کو نہ آئے۔

اسی اثنائیں بعض امرا نے جو سلطان محمود خلجی کی سلوکی سے آزر وہ خاطر تھے بادشاہ کی خدمت میں عرض کیا کہ سلطان محمود خلجی وعدہ ملاقات کو حیلہ اور بہانہ سے ٹال رہا ہے اور جب تک مجبور نہ کیا جائے گا کبھی حاضر نہ ہو گا سلطان بہادر کوچ پر کوچ کرتا ہوا شادی آباد مندو کی طرف چلا بادشاہ نے کوچ پنجا اور لشکر کو شادی آباد مندو کے محاصرہ کے لئے مکتعین فرمایا محمد خان آسیری کو بجانب غرب مورچل شاہ پول پر اور لقمان کو بھل پول اور جماعت پور بیہ کو سہلو انہ پر مقرر فرما کر خود بادشاہ محمود پول میں قیام فرما ہوا۔

سلطان بہادر انتیس شعبان ۹۳۷ھ کی رات کو بہادروں کی ایک جماعت کیساتھ دو مندوی جاسوسوں کی راہ نمائی سے قلعہ میں داخل ہوا اور قیصل پر اتنا توقف کیا کہ فوج کا کثیر حصہ قلعہ میں داخل ہو گیا۔

یاد شاہ نماز صبح کے وقت سلطان محمود خلجی کے مجلس اعلیٰ طرف چلا اور سلطان محمود خلجی کے لشکر کے آدمیوں کو پیام دیا چونکہ مالوہ کے لوگ قلعہ کے اس جانب سے جو بے حد بلند تھا مطمئن تھے غنیمت کی آمد سے اس وقت واقف نہ ہوئے جب قلعہ بیگانہ اشخاص سے معمور ہو گیا اہل قلعہ مجبوراً بہر طرف بھاگنے لگے اسی حال میں چاند خان بن سلطان مظفر بھی قلعہ سے نیچے اتر کر فراری ہوا سلطان محمود خلجی قلیل لشکر کے ہمراہ مسلح ہو کر مقابلہ کے لئے آیا لیکن اپنے میں لڑنے کی طاقت نہ پائی اور شہر کے باہر چلا گیا۔

اس واقعہ کے بعد سلطان محمود خلجی اپنے اراکین و ربار کی صلاح سے اہل و عیال کی حفاظت کی غرض سے پھر راہ سے واپس ہو کر محل کی طرف چلا سلطان بہادر کی فوجیں اطراف محل کو محصور کر کے کھڑی ہو گئیں اور سپاہیوں



کہا کہ شاہی محل و حرم و تینہ امر اکو امان حاصل ہے کوئی شخص ان کے مال و ناموس سے معترض نہ ہوگا اس بنا پر سلطان محمود خلجی کے بعض ہواخواہوں نے کہا کہ بادشاہ گجرات کتنی ہی بیہروٹی کیوں نہ کرے لیکن اس کی مردت دوسرے کی بدسلوکی سے بہتر ہوگی ہم کو بہر حال ناموس سلطان کی حفاظت میں گوشش کرنا ضروری ہے۔ ہمارا امان یہ ہے کہ بادشاہ گجرات اپنے پدر کے طریقہ پر عمل کرے گا اور ولایت مالوہ حضرت کے سپرد کر دے گا۔ اسی اشار میں سلطان بہادر لعل محل کے بام پر داخل ہوا اور ایک شخص کو سلطان محمود خلجی کے پاس بھیج کر اس کو اپنے پاس طلب کیا سلطان محمود خلجی سات امیروں کو ہمراہ لے کر آیا سلطان بہادر محمود خلجی کا قصور معاف کرنے پر بالی تھا۔ بادشاہ گجرات نے محمود خلجی سے دریافت کیا کہ تمہارے نہ آنے کا کیا سبب تھا لیکن بد بخت محمود خلجی نے سنت جواب دیا سلطان بہادر اس کے جواب سے بے حد ملکہ رہا اور تمام وقت خاموشی میں گذر گیا۔

سلطان بہادر نے انتہائے غضب کے عالم میں سلطان محمود خلجی کو مع اس کے بیٹوں کے قید کر کے آصف خاں کے ہمراہ محمد آباد جیتا نیر روانہ کیا اور خود سندھ میں قیام پزیر ہوا۔ بادشاہ نے امراء مالوہ کو گجرات میں اور امراء گجرات کو مالوہ میں جاگیر عطا فرمائی اور میراں محمد شاہ فاروقی کو معزز و مکرم بہر ہاپور کی طرف روانہ فرمایا۔

برسات کے بعد ۹۳۵ھ میں سلطان بہادر آسیر اور برہانپور کی سرکے لے گیا چونکہ برہان نظام شاہ بھری نے بخلاف اسماعیل عادل شاہ لفظ شاہی کو اپنے اسم کا جزو بنالیا تھا اس لئے نظام شاہ فاروقی کی رہنمائی سے برہانپور آیا اور شاہ ظاہر جنیدی کی سعی و کوشش سے سلطان بہادر نے برہان نظام کو چتر سفید و آفتاب گیر اور سرپر دہ سرخ جو سلطان محمود خلجی سے ضبط کیا تھا عطا فرمایا اور کہا کہ میں نے نظام شاہ بھری کا خطاب دیا یعنی دشمنوں کو

بادشاہی سے معزول اور دستوں کو مرتبہ شاہی پر فائز کیا سلطان بہادر نے جو نظام شاہ بھری کی تربیت کی اس کی غرض یہ تھی کہ والی احمد نگر و برہانپور بادشاہ دہلی کی جنگ میں جس کا بہادر شاہ نے اندازہ کر لیا تھا اس کی موافقت کریں لیکن واقعہ یہ ہے کہ معاملہ اس کے خلاف وقوع میں آیا اور بہان نظام شاہ بھری نے نصیر الدین محمد ہمایوں بادشاہ کا ساتھ دیا بلکہ چند سال پہلے اپنے حاجب کو ہمایوں بادشاہ کی خدمت میں بھیجا اور گجرات فتح کرنے کی تاکید ترغیب دی۔ کہتے ہیں کہ سلطان بہادر شاہ طاہر جنیدی کی جن کو علمائے گجرات و برہانپور و مندو و دہلی نے علم و فضل میں مقتدی تسلیم کر لیا تھا بے حد عزت کرتا تھا یہاں تک کہ شاہ طاہر جنیدی کے روبرو تخت پر نہیں بیٹھتا تھا اور اگر بیٹھتا تو شاہ طاہر کو کرسی صریح پر بٹھلاتا تھا سلطان بہادر نے اپنے قیام برہانپور میں سجدہ کششیں کیں کہ شاہ طاہر کو نظام شاہ سے لیکر اپنا وکیل السلطنت بنائے لیکن شاہ طاہر نے اس بہانہ سے کہ میں مکہ معظمہ جانے کا ارادہ رکھتا ہوں اس خدمت کو قبول نہ کیا اور احمد نگر پہنچ کر قلیل مدت میں برہان نظام شاہ کو شیعہ بنا کر اس مذہب کی بنیاد ڈالی اور چتر و سہار پر وہ سرخ کو بارہ اماموں کے نشان یعنی رنگ سبز سے تبدیل کر دیا جس کے مفصل جزئی و کلی حالات تذکرہ نظام شاہیہ میں معرض تحریر میں آچکے ہیں ناظرین ان واقعات کا اس جگہ مطالعہ فرمائیں۔

سلطان بہادر نظام شاہ بھری کی ملاقات اور اس کی مراجعت احمد نگر کے بعد کامیاب و خوشدل شادی آباد مندو سے دھار آیا بادشاہ کو اسی زمانہ میں معلوم ہوا کہ سلہدی پور بیہ نے سلطان محمود خلجی کے زمانہ میں اکثر مسلم عورات و نیر سلطان ناصر الدین کے بعض حرم کو اپنے محل میں داخل کر لیا تھا چنانچہ یہ خواتین پور بیہ کے حرم میں داخل ہیں یہی وجہ ہے کہ سلہدی اب بھی اس وجہ سے بادشاہ کی حضور میں حاضر نہیں ہوتا سلطان بہادر نے کہا کہ خواہ سلہدی میرے دربار میں آئے یا نہ آئے اب یہ امر میرے ذمہ فرض عین ہو چکا کہ عورات مسلمہ کو ذلت کفر و غلامی سے نجات دلوا کر

پوربیہ کی کامل تادیب کروں۔

سلطان بہادر نے بمبئی خاں کو محمد آباد جینا نیر جانے کی اجازت دی کہ وہاں جا کر قلعہ کی نگہبانی کرے اور اختیار خاں کو مع لشکر و توپخانہ و خزانہ بادشاہ کی خدمت میں روانہ کرے بمبئی خاں نے حسب الحکم اختیار خاں کو سلطان بہادر کی خدمت میں روانہ کر دیا اختیار خاں بے شمار لشکر کے ساتھ اکیس ربیع الآخر سنہ ۱۰۰۰ میں قصبہ دھار میں پہنچ کر سلطان بہادر کے لشکر سے آملا سلطان بہادر اپنے گجرات جانے کی خبر مشہور کر کے شادی آباد مندو میں گیا اور اختیار خاں کو یہاں کی حکومت پر نامزد فرمایا۔

بادشاہ خود پچیس جادی الاولیٰ کو قصبہ نعلچ میں فروکش ہوا اسی اثناء میں بھوپت ولد سلہدی پوربیہ نے جو بادشاہ کے ہمراہ تھا عرض کیا کہ جب بادشاہ دارالملک گجرات کی طرف توجہ فرمائیں اس وقت اگر منہ کو اجین جانے کی اجازت عنایت فرمائیں تو سلہدی کو خوشدل اور مطمئن بادشاہ کے حضور میں حاضر کروں سلطان بہادر نے اپنی انتہائی ہوشیاری کی وجہ سے پوربیہ کے فرزند کو سفر کی اجازت دی اور خود بھی متواتر کوچ کر کے اجین روانہ ہوا سلطان بہادر پندرہ ماہ مذکور کو قصبہ دھار میں آیا اور لشکر کو یہاں چھوڑ کے خود برہم شکار دیہا لیپور اور سعد لیپور کی طرف روانہ ہوا سلہدی پوربیہ نے بادشاہ کے آنے کی خبر سنی اور اپنے فرزند بھوپت کو اجین میں چھوڑ کر خود بادشاہ کی خدمت میں حاضر ہوا امیہ نصیر نے جو سلہدی کو بلانے کے لئے گیا تھا خلوت میں بادشاہ سے عرض کیا کہ سلہدی کا ارادہ بادشاہ کی اطاعت کا نہیں ہے کنیایت اور ایک کروڑ تنگہ نقد دینے کے وعدہ سے فریب دیکر اس کو یہاں لایا ہوں ورنہ اس کا ارادہ تھا کہ قلعہ کو چھوڑ کر میوات چلا جائے اب اگر اس نے فرصت پائی تو دوبارہ اس کا دستیاب ہونا دشوار ہو جائے گا۔

سلطان بہادر سعد لیپور سے دھار کی جانب چلا اور امرائے دربار سے سلہدی کی گرفتاری کے لئے گفتگو کرنے لگا بادشاہ لشکر گاہ کے قریب پہنچا

شکر کو باہر چھوڑ کر خود قلعہ دھار میں قیام فرما ہوا لیکن سلہدی پوربیہ کو بھی اپنے ہمراہ لیتا گیا۔

سلطان بہادر جس وقت قلعہ کے اندر داخل ہوا وہاں کلوں نے سلہدی پوربیہ کو مع دو شخصوں کے گرفتار کر لیا اسی اثناء میں سلہدی پوربیہ کے ایک خادم خاص نے فریاد کی اور خبر ہاتھ میں لیا سلہدی پوربیہ نے اس شخص سے سوال کیا کہ تو چاہتا ہے کہ میں مارا جاؤں گا اس شخص نے جواب دیا کہ میں تمہاری ہی خاطر ایسا کرنا چاہتا ہوں اگر تم کو میرے اس فعل سے ہرقت پہنچتی ہے تو میں خود اپنے ہاتھ سے خنجر اپنے جسم پر بارتا ہوں تاکہ میں تم کو مقتول نہ دیکھوں ملازم نے یہ کہا اور خنجر اٹھ کر شکم پر مار کے مر گئے۔

سلہدی پوربیہ کی گرفتاری کی خبر تمام شہر میں منتشر ہوئی اور ساکنان شہر نے کسی قدر مال سلہدی کا لوٹ لیا اور ایک جماعت کثیر کو قتل کیا باقی لوگ بھاگ کر سلہدی کے فرزند بھوپت کے پاس چلے گئے سلہدی کا تمام اسباب اور ہاتھی سہ کار بادشاہی میں ضبط ہو گئے۔

بادشاہ نے رفیع الملک المخاطب بہ عماد الملک کو بھوپت کی مہم پر نامزد فرمایا سلطان بہادر نے خداوند خاں کو لشکر کے ساتھ قلعہ میں چھوڑا اور خود دوسرے دن صبح کو اجین کا ارادہ کیا اجین پہنچ کر بادشاہ نے شہر کی حکومت دریا خاں مالوہی کو عطا کی اور خود سارنگپور کی طرف چلا سلطان سارنگپور پہنچا اور اس شہر کی حکمت ملو خاں بن ملو خاں کے حوالہ کی یہ شخص سلطان مظفر کے زمانہ میں مسدود سے آکر بادشاہ کا ملازم ہوا تھا اور نیز اس نے شیر شاہ سور کے بعد حکومت میں قادر شاہ کے خطاب سے سکھ و خطبہ اپنے نام کا جاری کیا تھا ملو خاں کے فقہ حالات بعد کو معرض بیان میں آئیں گے۔

سلطان بہادر نے حیدر خاں والی آہستہ کو اس کے وطن نصبت کیا اور خود بھیلے اور راجپوت کا ارادہ کیا حیدر خاں نے آہستہ پہنچ کر

پوربیہ کی ایک کثیر جماعت کو قتل کیا اور آشتیہ پر قابض ہو گیا سلطان بہادر  
 پہلیس ہینچا اور اس کو معلوم ہوا کہ اٹھارہ سال کا عرصہ گزر چکا ہے کہ اسلام کے  
 آثار اس مقام سے ناپید ہو چکے ہیں اور بے دینی کے علامات شائع ہو رہے ہیں  
 اسی منزل میں جاسوسوں نے بادشاہ کو خبر پہنچائی کہ سلہدی کا فرزند  
 اپنے باپ کی گرفتاری اور رفیع الملک کے تعین کی خبر سنکر راجہ کو اپنی ملک  
 پر لانے کے لئے جیتور گیا ہے اور اس برادر سلہدی قلعہ رائسین کو مستحکم کر کے  
 جنگ کے لئے کوشاں اور جیتوری ملک کا منتظر ہے سلطان بہادر دو تین  
 روز تعمیر مساجد و عمارات کی غرض سے اس قصبہ میں قیام فرما رہا تھا تو  
 جاوہی الاول سنہ مذکور کو نکارڈ کوچ بجا کر رائسین پہنچا ہنوز سلطانی لشکر  
 پہنچا بھی نہ تھا کہ راجپوت دھوڑوں میں تقسیم ہو کر قلعہ کے نیچے اتر آئے  
 سلطان بہادر نے مدد دے چند افراد کے ساتھ حملہ کر کے دو تین آدمیوں  
 کو قتل کیا۔

اسی اثناء میں سپاہ گجرات اپنے درپے عقب سے پہنچے اور لشکر کفار  
 کو ہلاک کر ڈالا راجپوتان پوربیہ نے سلطان بہادر کی چستی و نشاط کی وجہ  
 سے بھاگ کر قلعہ میں پناہ لی سلطان بہادر نے اس دن معرکہ آرائی موقوف  
 کی اور جنگ کو روز فردا پر ملتوی فرمایا۔

بادشاہ نے دوسرے دن اس منزل سے کوچ کر کے قلعہ کو سرکردار  
 گھیر لیا اور مورچل تقسیم کر کے سا باط کی بنیاد لی قلیل مدت میں سا باط تیار  
 ہو کر قلعہ کے برابر پہنچ گئی بادشاہ رومی خاں کو مع توپخانہ کے سا باط پر مقرر  
 کر کے خود لشکر گاہ کو واپس آیا رومی خاں نے توپ کی ضرب سے قلعہ کے  
 دو برج گرا دیے اور دوسری جانب سے نقب میں آگ لگا دی جس کی  
 وجہ سے قلعہ کی دیوار چند گز گر گئی۔

سلہدی نے قلعہ کی حالت اور راجپوتان پوربیہ کی ابتری اور  
 دشمن کے اصرار پر لحاظ کیا اور بادشاہ کے پاس پیغام بھیجا کہ میں چاہتا ہوں  
 کہ اول مسلمان ہو جاؤں اور بعد اس کے اگر اجازت ہو تو قلعہ کو خالی کر کے

ملازمان شاہی کے حوالہ کروں۔

سلطان بہادر اس خبر سے بید مسرور ہوا اور سلہدی کو اپنے حضور میں طلب کر کے کلمہ توحید کی تلقین کی پور بیہ کو حلقہ اسلام میں داخل کر کے بادشاہ نے اس کو خلعت خاص عطا کیا اور اپنے مطبخ سے گوشت گوشتوں طعام طلب کر کے اس کو کھانا کھلایا اور قلعہ کے نیچے لے گیا۔

سلہدی نے اپنے بھائی لکھن کو طلب کر کے اس سے کہا کہ چوں کہ میں مسلمان ہو گیا ہوں سلطان بہادر اپنی عالی ہستی سے مجھ کو اعلیٰ ترین مراتب پر پہنچائے گا مناسب یہ ہے کہ میں اس قلعہ کو ملازمان بادشاہی کے سپرد کر کے بادشاہ کی خدمت میں حاضر رہوں لکھن نے پوشیدہ سلہدی سے کہا کہ اب تیرا خون بہانا ان کے مذہب میں جائز نہیں ہے تیرا فرزند بھوپت راجہ چیتور کو مع چالیس ہزار فوج کے اپنے ہمراہ لے کر مدد کے لئے یہاں آتا ہے ایسی تدبیر کرنی چاہئے کہ چند روز قلعہ کے فتح ہونے سے کچھ توقف واقع ہو جائے۔

سلہدی نے بادشاہ سے عرض کیا کہ آج کی مہلت عطا ہو گل میں دوپہر کے بعد قلعہ خانی کر کے ملازمان بادشاہ کے سپرد کر دوں گا سلطان بہادر قلعہ سے اپنی فرود گاہ کو واپس آیا۔

بادشاہ دوسرے روز دوپہر تک منتظر رہا جب ایک گھڑی میعاد سے زیادہ گزر گئی تو سلہدی نے عرض کیا کہ اگر حکم ہو تو میں خود قلعہ کے نزدیک جاؤں اور واقعات کا انکشاف کر کے صورت حالات بادشاہ کی حضور میں عرض کروں سلطان بہادر نے سلہدی کو اپنے معتمد امیروں کے سپرد کر کے قلعہ کے قریب روانہ کیا سلہدی شکستہ و افتادہ برج کے قریب آیا اور اپنی قوم کو نصیحت شروع کی کہ ”اے غافل و جاہل راجپوت مسلمانوں سے ڈرو اور یہ سمجھ لو کہ سلطان بہادر اسی مورچے سے قلعہ میں داخل ہو کر تم کو قتل کر ڈالے گا“ اس نصیحت سے سلہدی کی یہ عرض تھی کہ اہل قلعہ حقیقت واقعی سے

آگاہ ہو کر فوراً برج کو تیار کر لیں لکھن نے کچھ جواب نہ دیا لیکن سلہدی کا مطلب بخوبی سمجھ گیا۔ سلہدی بظاہر واپس آیا اور لکھن نے قلعہ کو مضبوط کرنے کی کوشش کی اور رات کے وقت دو ہزار پوربیہ کو سلہدی کے پسر کو چک کے ہمراہ کر کے بھوپت کو بلانے کے لئے روانہ کیا پسر سلہدی باہر گیا اور چونکہ اس کی موت آگئی تھی شاہی فوج سے اس کا مقابلہ ہو گیا اور یہ ان سے لڑنے لگا سپاہ گجرات نے حریف کو زیر کرنے میں انتہائی کوشش کی اور بے شمار راجپوت قتل کئے سلہدی کا فرزند بھی کام آیا اور اہل گجرات نے ان کے اور دو سرے راجپوتوں کے ساتھ بادشاہ کی خدمت میں روانہ کر دیئے سلہدی کو اپنے فرزند کے مرنے کی خبر معلوم ہوئی اور اس کے حواس جاتے رہے سلطان بہادر اس راز سے آگاہ ہوا اور سلہدی کو برہان الملک کے حوالہ فرمایا تاکہ قلعہ شادی آباد سندھ میں قید کر دے۔

اسی اثناء میں خبر آئی کہ بھوپت چونکہ جانتا ہے کہ سلطان تنہا ہے اس لئے رانا کو ہمراہ لے کر جرات کے ساتھ متواتر کوچ کر کے اس جانب آ رہا ہے سلطان بہادر اس خبر کو سن کر بے حد غضبناک ہوا اور بادشاہ سے کہا کہ اگرچہ میں تنہا ہوں لیکن آیات قرآنی کے مطابق ایک سلمان دس کافروں کے لئے کافی ہے بادشاہ نے فی الفور میراں محمد شاہ و رفیع الملک المخاطب بعماد الملک کو ان کی تادیب کے لئے روانگی کی اجازت دی میراں محمد شاہ اور رفیع الملک المخاطب بہ عماد الملک استفادہ جنگ کے لئے فوج کو ترتیب دیکر روانہ ہوئے ہر دو امیر کھارہ قریب پہنچے اور پورنمل پسر سلہدی مع دو ہزار راجپوتوں کے یہاں آیا میراں محمد فاروقی و عماد الملک نے بادشاہ کو اس مضمون کی ایک عرضداشت لکھی کہ پورنمل سلہدی کا فرزند راجہ سے مل گیا ہے اور راجہ بھی قریب آ پہنچا ہے اگرچہ اس کی جمعیت اندازہ سے باہر ہے لیکن تائید خدا و اقبال سلطانی پر اعتماد کر کے کسی قسم کی کوتاہی نہ کریں

بادشاہ نے عرضداشت پڑھ کر اختیار خاں اور دیگر امرا کو محاصرہ پر چھوڑا خود شبانہ روز کوچ کر کے شتر کو س راہ طے کی اور برق کی طرح گھیر آ رہنچ گیا میراں محمد فاروقی والی برہانپور استقبال کے لئے آیا اور بادشاہ کو اپنی منزل میں لے گیا۔

اسی اثناء میں راجہ اور بھوپت کے جاسوس خبر لائے کہ رات کو بادشاہ لشکر میں آگیا اور عقب سے فوجیں مور و بلخ کے مانند آرہی ہیں راجہ اس خبر کو سن کر ایک منزل پیچھے ہٹ کر فروکش ہوا اور سلطان بہا کہیں اس سے کوچ کر کے ایک منزل آگے گیا اس منزل میں دو راجپوت بہ طور قاصد تحقیق حالات کے لئے لشکر بادشاہ کے پاس آئے اور راجہ کی طرف سے زبانی یہ پیام دیا کہ راجہ بارگاہ سلطانی کا ایک ملازم ہے اس کی غرض یہاں آنے سے صرف اسی قدر ہے کہ وہ شفا کر کے سلطنتی کے عفو تقصیر کی درخواست کرے سلطان نے جواب دیا کہ چونکہ اس وقت اس کی شوکت و قوت ہم سے زیادہ ہے اگر پیشتر سے لڑائی کا ارادہ نہ کر کے معروضہ روانہ کرتا تو البتہ اس کی التجا قبول فرمائی جاتی اب یہ امر دشوار ہے۔ ہر دو راجپوت قاصد راجہ کے پاس پہنچے اور انھوں نے اپنا معنی مشاہدہ بیان کیا راجہ اور بھوپت باوجود اس شوکت و جمعیت کے تین چار منزل کو ایک کر کے میدان سے فراری ہوئے اسی اثناء میں معلوم ہوا کہ آلع خاں ستمیس ہزار سوار و توپخانہ گجرات کے قریب آ پہنچا ہے سلطان بہادر نے اپنی غایت شجاعت سے آلع خاں کے ورود کا انتظار نہ کیا اور اپنے موجودہ لشکر کے ہمراہ شتر کو س راجہ کا تعقب کیا راجہ نے جیتور میں پناہ لی اور بادشاہ نے اس کے تادیب دگو شمالی کو دو دوسرے سال پر محمول کر کے خود قلعہ رائسین واپس آیا اور محاصرہ میں سختی کی۔

لکھن اپنی کمک سے مایوس ہو گیا اور آخر کار آخہ ماہ رمضان ۱۱۸۰ء مذکور میں اپنی صورت ہلاکت کا سائنہ کر کے ازراہ عجز و انکسار بادشاہ کی



خدمت میں ایک عرضداشت اس مضمون کی روایت کی کہ اگر بادشاہ سلہدی کو طلب کر کے اس کی تقصیرات کو معاف فرمائیں تو میں قلعہ رائسین کو خالی کر کے ملازمان سلطانی کے سپرد کروں بادشاہ نے خیال کیا کہ عرض اس پوربہ سے یہ تھی کہ عورات سلہدی کو دولت کفر سے نجات دلائی جائے اگر میں ان کی التماس کو قبول نہیں کرتا تو ممکن ہے کہ یہ لوگ جبر کریں اور یہ تمام ضعیفہ ہلاک ہو جائیں اس خیال کی بنا پر اس نے اس نے لکھن کی التماس کو قبول کیا اور سلہدی پوربہ کو شادی آباد سندو سے اپنے حضور میں طلب کیا برہان الملک سلہدی پوربہ کو اپنے ہمراہ لے کر حاضر ہوا سلہدی نے فرمان امان حاصل کیا اور قلعہ پر گیا لکھن تمام راجپوتوں کو مع اہل و عیال کے قلعہ کے نیچے لایا اور بادشاہ سے عرض کیا کہ تقریباً چار سو عورتیں سلہدی پوربہ کے متعلقین میں داخل ہیں۔

رانی ورگاؤتی مادر بھوپت یہ عرض کرتی ہے کہ سلہدی پوربہ بادشاہ کے بندگان خاص میں داخل ہو چکا ہے اگر وہ خود قلعہ میں اگر اپنے اہل و عیال کو نہ اتارے گا تو اس صورت میں طعنے اغیار سے محفوظ نہ رہے گا سلطان بہادر نے ملک علی شیر کے ہمراہ سلہدی کو قلعہ میں بھیجا سلہدی پوربہ حصار میں پہنچا اور لکھن اور تاج خاں نے سلہدی سے دریافت کیا کہ بادشاہ کی عرض قلعہ رائسین پر قبضہ کرنے سے کیا ہے سلہدی نے جواب دیا کہ باطل قصبہ بدورہ مع مضافات کے میری جاگیر میں مقدر ہوا ہے عنقریب سلطان اپنی علوہمتی سے اور نعمتیں بھی مجھ کو مرحمت فرمائے گا۔

رانی ورگاؤتی و لکھن و تاج خاں نے کہا اگرچہ سلطان ہمارے حال پر بہر بانی کرے گا لیکن ایک مدت گزری کہ ہم نے اس سرزمین پر فرما زوانی کر کے عیش و عشرت کی ہے اور اس پر گردش روزگار سے ہم سب ایک جگہ پر فراہم ہو گئے ہیں طریق مردانگی یہ ہے کہ اپنے اہل و عیال کو ہر کر کے جلا دیں اور خود لڑکر مارے جائیں۔

القصہ سلہدی پوربہ رانی ورگاؤتی کے اغوا سے باغی ہو گیا

ملک علی شیر نے ہر چند دوستانہ نصیحتیں کیں لیکن اصلاً مفید نہ ہوئیں  
ملک علی شیر کے جواب میں سلہدی نے کہا کہ ہر روز ایک کروڑ پان اور  
چند سیر کا نور میرے حرم میں صرف ہوتا ہے اور تین سو عورتیں ہر روز نئے  
کپڑے بدلتی ہیں کیا خبر کہ دوبارہ یہ عیش و سامان نشاط میسر ہو یا نہیں اگر میں  
اپنے اہل و عیال کے ساتھ مارا جاؤں اور عزت کے ساتھ مرد تو رہے  
عزت و شرف۔

غرض کہ اس تقریر کے بعد سلہدی پوربیہ نے جو ہر کیا اور رانی و رگاؤ  
و خزانہ گاد و لڑکوں کو ہمارا ہ لے کر جوہر میں آئی اور سات سو پری پیکر عورتوں  
کے ساتھ جل کر خاک ہو گئی سلہدی پوربیہ اور تاج خاں اور دوسرے  
اعزاج سب مجموعاً ایک سو افراد تھے تہتیار لیکر باہر نکل آئے اور کچھ پیادہ  
مسلمان جو قلعہ کے اوپر گئے تھے اوشے جنگ آزمائی کرنے لگے۔  
یہ خبر لشکر میں پہنچی سپاہ گجرات نے بے پھیل قلعہ پر چڑھ کر حریف کو  
قتل کیا سلطان بہادر کے چند سپاہی بھی شہید ہوئے۔

اسی زمانہ میں سلطان عالم حاکم کاپی جنت آشنیانی محمد جاوید  
بادشاہ کی افواج سے شکست پاکر سلطان بہادر کے پاس پناہ گزین ہوا اور  
سلطان بہادر نے سلطان عالم حاکم کاپی کو قلعہ رائیں اور چندیری مع  
ان کے مضافات کے جاگیر میں عطا کئے سلطان بہادر شاہ نے میرا محمد فاروقی  
کو قلعہ کا کروں کی فتح کئے تھے جو سلطان محمود خلجی کے زمانہ سے راجہ کے  
قبضہ میں تھا متعین فرمایا اور بادشاہ خود دریا تھنوں کے شکار میں مشغول  
ہوا سلطان بہادر نے سرکشان کوہ کالو کو گوشائی کی سزا دیکر انہی خاں کے  
پیر فرمایا۔

بادشاہ اسلام آباد و ہوشنگ آباد و تمام بلاد مالوہ پر زمینداروں  
کے قبضہ میں جا چکے تھے خود قابض ہوا اور ان مالک کو اپنے امرا و معتدین  
کی جاگیر میں دیامیراں محمد شاہ فاروقی کا کروں کی طرف روانہ ہی ہوا تھا کہ  
بادشاہ خود بھی یہ تعین کسی نواح میں آیا کا کروں کے راجہ کی جانب سے ایک شخص

مسمی رام جی نام اس قلعہ کا حاکم تھا بادشاہ کے پہنچتے ہی رام جی قلعہ خالی کر کے بھاگ گیا سلطان بہادر نے چار روز تک اس قلعہ میں جس عشرت منعقد کیا اور اپنے تمام مقررین کو خلعت و انعام سے خوشدل فرمایا۔ سلطان بہادر نے رفیع الملک المخاطب بھما و الملک اور اختیار خا کو جو مقتدر امیر تھے قلعہ رسور کی فتح کے لئے نامزد فرمایا اور بادشاہ خود شادی آباد مند و روانہ ہوا۔

حاکم رسور بھی راجہ کا گماشتہ تھا یہ شخص بھی قلعہ خالی کر کے فراری ہوا اور اس طرح صرف ایک ماہ میں قلعہ و کاکرون و رسور سلطان بہا کے قبضہ میں آ گئے سلطان بہادر شادی آباد مند و سے فرنگیوں کی مدافعت کے لئے مستعد ہوا بادشاہ بندر دیب کے قریب پہنچا فرنگی بادشاہ کی آمد سے بھاگ گئے اہل فرنگ کی ایک عظیم الجثہ توپ جس کے برابر کوئی توپ ہندوستان میں نہ تھی بادشاہ کے قبضہ میں آئی اور بادشاہ نے جرنیل سے اس کو محمد آباد جینا نیر روانہ کیا۔

بادشاہ چیتور کی فتح کے ارادہ سے بندر دیب سے کنپایت وارہ ہوا اور اپنے اسلات و مشایخ کرام کے مزارات کی زیارت سے فیض یاب ہوا اس واقعہ کے بعد سلطان بہادر نے لشکروں کو فہم کیا اور مع توپخانہ کے بندر دیب و گجرات کی راہ سے جیتور روانہ ہوا۔ مسئلہ میں محمد زماں میرزا جو اب تک قلعہ بیاتین مقید تھا جنت آشیانی نصیر الدین محمد ہمایوں بادشاہ کے خوت سے بھاگ کر سلطان بہادر کے پاس پناہ گزیں ہوا جنت آشیانی نے ایک قاصد سلطان بہادر کے پاس بھیج کر محمد زماں میرزا کو طلب کیا سلطان بہا نے اپنے عورتوں کی وجہ سے جواب نہ دیا ہمایوں بادشاہ نے بار و گہ ایک نامہ اس مضمون کا بہادر کے نام روانہ کیا کہ اگر تم محمد زماں میرزا کو میرے پاس نہیں بھیجتے تو اس کو اپنی مملکت سے باہر نکالو سلطان نے جس پر ادبار آچکا تھا اپنی بے توجہی سے کوئی توجہ ادا کرے جواب کی طرف

نہ کی اور وہ کلمات جو اس کے شایان شان نہ تھے زبان بد لایا۔

الغرض سلطان بہادر نے جنت آشیانی نصیر الدین محمد ہالیوں بادشاہ کے برعکس محمد زمان میرزا کی بیحد تعظیم کرتا تھا اور یہی اس کا قتل اس کی تباہی و بربادی کا باعث ہوا۔ اسی دوران میں سلطان بہادر جیپور پہنچا اور رانا قلعہ میں محصور ہو گیا اور محاصرہ میں تین ماہ کی مدت گزر گئی اس درمیان میں طرفین سے بہادر میدان میں آئے اور شجاعت کا حق ادا کرتے تھے ان معرکوں میں اکثر اوقات گجراتیوں کو فتح ہوتی تھی آخر الامر راجہ نے مجبور ہو کر عاجزی و انکساری کے ساتھ پیشکش قبول کیا اور تاج و کمبند مرصع جو اس نے سلطان محمود غلجی حاکم مالوہ سے لیا تھا مع چند اسب و قیل و دیگر بیش قیمت ستائف کے شاہ گجرات کو دیکر بادشاہ کو اپنے ملک سے واپس کر دیا فتح جیپور و محمد زمان میرزا کی آمد اور بہلول لودھی کی اولاد کا اس کی خدمت میں جمع ہو جانا سلطان بہادر کے غرور کا باعث ہوا سلطان بہادر نے غرور کے نشہ میں سرشار ہو کر جنت آشیانی نصیر الدین محمد ہالیوں بادشاہ سے جنگ کی سلسلہ جنباہی کی اور دہلی پر قابض ہونے کا آرزو مند ہوا۔

سلطان بہادر نے بہلول لودھی کے ایک فرزند سی علاء الدین کی بیعت عزت کی اور اس کے بیتر تاتار خاں کو گردہ امیر میں داخل کیا اور ہمنوز دہلی فتح بھی نہ ہوئی تھی کہ اس کو اپنے امرا میں تقسیم کر دیا سلطان بہادر نے اپنے اس ارادہ پر عمل کرنے کی غرض سے تاتار خاں کی جو شجاعت کی وجہ سے اپنے ہم عصروں میں ممتاز تھا اس طرح امداد کی کہ تین کروڑ مظفری برہان الملک حاکم امیر کو عنایت کیں تاکہ برہان الملک تاتار خاں کے اتفاق رائے سے لشکر جمع کرے چند روز میں چالیس ہزار سوار تاتار خاں کے گرد جمع ہو گئے اور تاتار خاں جنت آشیانی نصیر الدین محمد ہالیوں بادشاہ کے اطراف سلطنت میں دخل در اندازی کرنے لگا اور تاتار خاں قلعہ بسپانہ پہنچا اگرے کے نواح میں ہے ۹۴۱ میں قابض ہو گیا۔

جنت آشیانی نصیر الدین محمد ہمایوں بادشاہ نے اپنے چھوٹے بھائی  
ہمدال سبیر زاکو ہمایوں خاں کی مدافعت کے لئے روانہ کیا ہمدال میرزا حدود بیانہ  
کے قریب پہنچا اور نجی بازار افغان جو تاتار خاں کے گرد جمع ہو گئے تھے پر اگندہ ہوئے  
اور وہ ہزاروں سے زیادہ کی جمعیت اس کے پاس زندہ گئی۔

تاتار خاں ہیشار روہیہ ان افغانوں کے لشکر پر صرف کر چکا تھا۔  
ان بے وقاؤں کی اس حرکت پر اس قدر ناام ہو ا کہ نہ تو سلطان بہادر کی  
خدمت میں جاسکا اور نہ اس سے مدد طلب کر سکا یہ امیر مجبوراً جنگ کے لئے  
آمادہ ہوا وہ دونوں لشکر یا ہم لئے اور تاتار خاں نے ہمدال میرزا کے قلب  
لشکر پر حملہ کیا اور مع تین سو نامی افغانوں کے میدان جنگ میں کام آیا اور  
قلعہ بیانہ پر ہمدال میرزا قابض ہو گیا۔

جنت آشیانی نصیر الدین محمد ہمایوں بادشاہ نے اس کو خال نیک  
سمجھا اور بہادر شاہ کی مدافعت کے لئے متوجہ ہو کر لشکر کشی کی سلطان بہادر  
نے اس وقت راجہ پر لشکر کشی کی تھی اور قلعہ کا محاصرہ کئے ہوئے تھا  
تاتار خاں کے مارے جانے اور جنت آشیانی کی لشکر کشی سے مضطرب  
ہوا اور امر اسے مشورست کرنے لگا اکثر امر کی رائے اس پر قرار پائی  
کہ محاصرہ کو ترک کر کے بادشاہ کو دہلی کے مقابلہ کے لئے جانا چاہئے  
حیدر خاں نے جو مقتدر امیر تھا عرض کیا کہ ہم نے کفار کا محاصرہ کر رکھا ہے  
اگر اس وقت کوئی مسلمان بادشاہ ہماری لڑائی کے لئے آیا تو گویا اس نے  
کافروں کی امداد کی اور یہ کلمہ قیامت تک اہل اسلام کے گروہ میں کہا  
جائے گا مناسب وقت یہ ہے کہ ہم محاصرہ سے ہاتھ نہ اٹھائیں اور خیال  
خالی ہے کہ جنت آشیانی بھی ہمارے مقابلہ کے لئے نہ آئیں گے۔  
کہتے ہیں کہ ہمایوں بادشاہ سارنگ پور تک آئے اور یہ صلاح آپ کے  
کافوں تک پہنچی جنت آشیانی نے اپنی کمال مردت اور مردانگی سے  
سلطان بہادر کی مملکت میں کسی طرح کی مداخلت نہ کی اور چند روز تک  
سارنگپور میں قیام فرمایا سلطان بہادر نے سا باط تیار کر کے جبراً و قہراً

قلعہ کو فتح کیا اور بیشمار راجپوت قتل کئے اور ان مہمات سے مطمئن ہو کر دفعتاً جنت آشیانی سے مقابلہ کے لئے متوجہ ہوا اور بیشمار روپیہ لشکریوں پر تقسیم کیا جنت آشیانی نے بھی سلطان بہادر کے استیصال کا ارادہ کیا اور ملکہ سندھ سور کے نواح میں فریقین میں مقابلہ ہوا سلطان بہادر کا ہراول سید علی خراسانی گجرات کے لشکر سے بھاگ کر جنت آشیانی کے لشکر سے مل گیا گجراتی اس واقعہ کو دیکھ کر شکستہ خاطر ہو گئے۔

بادشاہ نے اپنے امرا اور تجربہ کار سرداروں سے جنگ کے لئے مشورہ کیا حیدر خاں نے کہا کہ ہم کو کل جنگ کرنا چاہئے کیونکہ ہمارا لشکر جیپور کی فتح سے قوی دل ہو گیا ہے اور ہنوز ہماری فوج سپاہ مغل کے رعب سے خوفزدہ نہیں ہوئی رومی خاں، انسر توپخانہ نے سلطان بہادر سے عرض کیا کہ اس قدر بیشمار توپ و تفنگ کا ذخیرہ سرکار شاہی میں جمع ہو گیا ہے کہ شاید قیصر روم کے علاوہ کسی فرمانروا کے پاس نہ ہو مسلح یہ ہے کہ لشکر کے گرد خندق کھود کے روزانہ جنگ آزمائی کریں تاکہ مغل سپاہی توپ و تفنگ کی ضرب سے ہلاک ہوں۔

سلطان بہادر نے اس رائے کو پسند کیا اور لشکر کے گرد خندق کھدوا دی انھیں ایام میں سلطان عالم کا لپی کہ جس کو سلطان بہادر نے رائیں و چندیری کے صوبے جاگیر میں دئے تھے لشکر جہاد کے ساتھ شاہی لشکر میں آٹا و دواہ تک ہر دو لشکر ایک دوسرے کے مقابلہ میں جئے رہے اکثر اوقات بہادر سپاہی ایک دوسرے پر حملہ آور ہوتے تھے لیکن سپاہ مغل اپنے بادشاہ کے حکم سے توپ و تفنگ کے مقابلہ میں بہت کم جاتی تھی۔ تین چار ہزار مغل تیر انداز لشکر گاہ کے اطراف پر حملہ آور ہوئے جس کی وجہ سے غلہ و رسد کی راہ بالکل مسدود ہو گئی تھی چند روز اسی طریقہ سے گزرے گجراتیوں کے لشکر میں قحط نمودار ہوا اور قرب و جوار میں جس قدر غلہ تھا ختم ہو گیا مغل تیر اندازوں کے غلبہ کی وجہ سے کسی کی یہ مجال نہ تھی کہ لشکر سے دور جا کر غلہ اور گھاس لائے۔

سلطان بہادر نے دیکھا کہ اب توقف نہ کرنا گرنہ فتاری کا باعث ہے  
شب کو اپنے پانچ معتبر امیروں کے ہمراہ جن میں سے حاکم بہان پور حاکم مالوہ  
بھی شامل تھے سرابوہ و شہابی کے عقب سے باہر آکر شادی آباد مندو  
کی طرف بھاگا۔

جنت آشتیانی نصیر الدین محمد ہمایوں بادشاہ نے قلعہ شادی آباد مندو  
تک سلطان بہادر کا تعاقب کیا اور راہ میں بیشمار سپاہیوں کو قتل کیا حیدر خاں  
بے شمار لشکر کے ساتھ عقب میں جا رہا تھا اس سے اور سپاہ منسل  
سے بڑھتی ہو گئی اور سخت جنگ آزمائی کے بعد یہ بھی زخمی ہو کر  
فراری ہوا۔

سلطان بہادر شادی آباد مندو میں محصور ہو گیا لیکن قلیل مدت کے  
بعد بندو گیگس و دیگر منسل امیر سات سو سپاہیوں کے ہمراہ قلعہ میں داخل  
ہو گئے سلطان بہادر سورہا تھا بدحواس اٹھا گجراتیوں کو مضطرب اور  
بھاگتا ہوا پایا سلطان بہادر خود بھی فراری ہوا اور پانچ یا چھ سواروں کے  
ساتھ محمد آباد جینا نیر روانہ ہوا حیدر خاں اور سلطان عالم حاکم راسین نے  
قلعہ سوگڑ میں پناہ لی اور دو روز کے بعد امان طلب کر کے جنت آشتیانی  
کی خدمت میں حاضر ہوئے حیدر خاں بھی زخم خورہ جنت آشتیانی کے  
لازموں میں داخل ہو گیا سلطان عالم حاکم راسین سے چونکہ افعال ناشائستہ  
ظہور میں آئے جنت آشتیانی کے حکم سے قتل کیا گیا سلطان بہادر کو یہ  
اخبارات معلوم ہوئے اور اس نے خزانہ اور جو اہرت کو جو قلعہ محمد آباد  
جینا نیر میں سے بند روہب میں روانہ کر کے خود کنپایت کی راہ لی جنت آشتیانی  
نے مندو کو اپنے معتبر آدمیوں کے سپرد کیا اور قلعہ محمد آباد جینا نیر کے  
کی طرف روانہ ہوئے بدوہ محمد آباد لوٹ لیا گیا اور بیشمار غنیمت سپاہ منسل  
کے ہاتھ آئی جنت آشتیانی نے یہاں سے بہ عجیل کنپایت کا رخ کیا سلطان  
بہادر نے تازہ دم گھوڑے ساتھ لئے اور بند روہب روانہ ہوا۔  
جنت آشتیانی کنپایت پہنچے اور سلطان بہادر کو وہاں نہ پا کر

محمد آباد جینانیر واپس آئے جنت آشیانی نے محمد آباد کا محاصرہ کیا اور اسی تدبیر و طریق سے جیسا کہ مفصل جنت آشیانی کے حالات میں یہیہ ناظرین کی کئی قلعہ پر قابض ہوئے اختیار خاں گجراتی حاکم محمد آباد جینانیر نے فرار ہو کر قلعہ ارک میں جو مولیا کے نام سے موسوم ہے پناہ لی لیکن آخر کار امان طلب کر کے جنت آشیانی کی خدمت میں حاضر ہوا۔

چونکہ اختیار خاں اپنے مزید فضائل و کمالات کی وجہ سے گجرات کے امیروں میں ممتاز تھا جنت آشیانی نے اس کو اپنے خاص امر کے گردہ میں داخل فرمایا سلاطین گجرات کے خزانے جن کو ان فرمانرواؤں نے ایک عرصہ دراز میں جمع کیا تھا جنت آشیانی کے قبضہ میں آئے اور روپیہ سپاہیوں میں تقسیم کر دیا گیا۔

۹۳۳ھ میں باوجودیکہ جنت آشیانی محمد آباد جینانیر میں قیام فرما تھے رعایائے گجرات کے خطوط متواتر سلطان بہادر کی خدمت میں پہنچے کہ اگر بادشاہ اپنے کسی لازم کو تحصیل مالگزاری کے لئے متین فرمائیں تو مالگزاری بطریق مناسب خزانہ میں داخل ہو جائے گی۔

سلطان بہادر نے اپنے ایک غلام موسوم بہ عباد الملک کو جو مزید شجاعت و حسن تدبیر سے متصف تھا جہاز لشکر کے ساتھ تحصیل مالگزاری کے لئے روانہ فرمایا عباد الملک نے فوجین فراہم کرنا شروع کیں اور پچاس ہزار سپاہ سے احمد آباد میں آیا اور احمد آباد سے اپنے عمل کو اطراف و نواح میں بھیج کر تحصیل مالگزاری شروع کر دی۔

یہ خبر جنت آشیانی تک پہنچی اور جنت آشیانی نے خزانے کی محافظت اپنے ایک مقتدر معتمد امیرنیر وئے بیگ خاں کے سپرد کی اور محمد آباد جینانیر سے احمد آباد کی طرف روانہ ہوئے ہمایوں بادشاہ نے عسکری میرزا کو مع یادگار ناصر میرزا اور میرزا بندوبگ کے ایک منزل پیشتر روانہ کیا عسکری میرزا اور عباد الملک کے درمیان محمود آباد میں جو احمد آباد سے بارہ کوس کی مسافت پر ہے سخت جنگ ہوئی عباد الملک کو



شکست ہوئی اور بیشتر لشکر کے ہمراہ میدان جنگ میں کام آیا اس واقعہ کے بعد جنت اشیا فی احمد آباد میں تشریف لائے اور یہاں کی حکومت عسکری میرزا کو اور پٹن ہجرات کی حکومت یادگار ناصر میرزا کو اور ہردیج کی قاسم حسین میرزا کو اور فوجین و محمد آباد جینا نیر کی نیر دے بیگ خاں کو عطا فرما کر خود برہان پور تشریف لائے جنت اشیا فی نے مصلحت یہاں توقف کرنا مناسب نہ سمجھا اور شادی آباد مندو کی طرف رخ کیا۔

اسی اثناء میں سلطان بہادر کا ایک امیر خان جہاں شیرازی نے ایک لشکر جمع کر کے قصبہ نوساری پر قابض ہو گیا رومی خاں بندہ رسورست سے آکر خان جہاں سے مل گیا۔ ہردو امیر باہم ہردیج کی طرف متوجہ ہوئے قاسم حسین میرزا نے اپنے میں مقابلہ کی طاقت نہ پائی اور محمد آباد جینا نیر میں نیر دے بیگ خاں کے پاس آیا اور تمام ملکیت ہجرات میں ضل و ضعف رونما ہوا اس صوبہ سے مغلیہ تھانے اٹھ گئے اور عسکری میرزا کا ایک امیر موسوم بہ غضنفر بیگ فراری ہو کر سلطان بہادر کے پاس پہنچا اور اس کو احمد آباد آنے کی ترغیب دی جیسا کہ اپنے مقام پر مندرج تحریر میں آچکا ہے۔

تمام مغل امیر ہجرت نیر دے بیگ کے احمد آباد میں یکجا ہوئے اور سلطان بہادر نے ہجرات کا رخ کیا عسکری میرزا اور تمام اہرا نے باہم یہ صلاح کی کہ چونکہ سلطان بہادر سے مقابلہ کرنا دشوار ہے اور جنت اشیا فی شادی آباد مستحق مقیم ہیں اور شیر خاں افغان نے جنگالہ میں بغاوت برپا کر دی ہے مناسب ہے کہ محمد آباد جینا نیر کا خزانہ اپنے ہمراہ لے کر اگرہ کا سفر کیا جائے اور ان حدود پر قابض ہو کر خطبہ میرزا عسکری کے نام کا پڑھا جائے۔ اور وزارت بندوبست کو دی جائے۔

ان باغی امیروں میں پانچ بندی طے پایا کہ وزارت بندوبست بیگ کو دی جائے اور دیگر مغل اہرا میں بھی اپنی مرضی کے مطابق جاگیروں پر

قبضہ کریں۔ اس قرار داد کے مطابق عسکری خاں کے ہی خواہ صوبہ گجرات کو جو اس قدر مشقت کو کشش سے فتح ہوا تھا مفت اپنے ہاتھوں سے برباد کر کے محمد آباد جینا نیر میں آئے۔ نیر وے بیگ خاں ان کے ارادہ سے مطلع ہوا اور قلعہ کو مستحکم کرنے لگا اور نعل امیر مجبوراً ذلت و بے عزتی کے ساتھ اگرہ کی جانب روانہ ہوئے سلطان بہادر نے گجرات کو خالی پایا اور نیر وے بیگ خاں کی مدافعت کے لئے محمد آباد جینا نیر کا رخ کیا نیر وے بیگ خاں جس قدر خزانہ اپنے ہمراہ لے جاسکا اسکو لیکر اگرہ کی طرف روانہ ہوا سلطان بہادر نے چند روز محمد آباد جینا نیر میں قیام کیا اور انتظامات سلطنت میں مشغول ہوا۔

جنت آشنیانی کے غلبہ کے زمانہ میں سلطان بہادر نے عاجزی بیچارگی کے ساتھ فرنگیاں بند رکھ دیں اور بندرجپول اور بیگ اور بندہ سے امداد طلب کی تھی لیکن اب اس کو یقین ہو گیا کہ فرنگی گجرات پر جو حریف کی فوج سے خالی ہو چکا ہے قابض ہو جائیں گے اس بناء پر سلطان بہادر نے محمد آباد جینا نیر سے بہ تعبیل ولایت سورت و جونا گڑھ کا رخ کیا تاکہ فرنگیوں کے آنے کے بعد جس طرح پر ممکن ہو سکے ان کو واپس کر دے سلطان بہادر چند روز ان حدود میں سیر و شکار میں مشغول تھا کہ پانچ چھ ہزار فرنگی کشتیوں میں سوار بندر دیب میں وارد ہوئے۔

فرنگیوں نے سلطان بہادر کے استقلال و غلبہ اور جنت آشنیانی کی مراجعت کی خبر سنی اور اپنے ورود پر نادم و پشیمان ہوئے اور باہم یہ صلاح قرار پائی کہ جس حیلہ سے بھی ممکن ہو بندر دیب پر قبضہ کریں اہل فرنگ کے سردار نے مصلحت و وقت کے لحاظ سے اپنے کو بیمار بنا کر اپنی علالت کی خبر مشہور کر دی سلطان بہادر نے مکرر قاصد اس کی طلب میں روانہ کیا لیکن سردار فرنگ سے یہی جواب سنا کہ بیمار ہوں اور قوت رفت انہیں ہے جو حاضر دربار ہوں سلطان بہادر نے محض اس خیال سے کہ فرنگی اس کا لحاظ و ادب کرتے ہیں خود چند آدمیوں کو اپنے ہمراہ لیکر ان کی تسلی کے لئے کشتی پر سوار ہوا اور اس مقام پر چہ سال کہ فرنگیوں کی

کشتیاں لنگر انداز تھیں پہنچا۔  
 بادشاہ فرنگیوں کی ایک بڑی کشتی میں داخل ہو گیا چونکہ بادشاہ  
 کو آثار کر کے معلوم ہوئے اس نے ارادہ کیا کہ واپس ہو بادشاہ فرنگیوں  
 کی کشتی سے اپنی کشتی میں جانے کا ارادہ رکھتا ہی تھا کہ اہل فرنگ نے  
 بچالاک اپنی کشتی ہٹالی بادشاہ اپنی کشتی میں نہ آسکا اور دریا میں گرا اور ایک  
 غوطہ کھا کر پھر ابھر ایک فرنگی نے جہاں پر سے ایک نیزہ مار کر اس کے  
 سر کو زخمی کر دیا اور اس مرتبہ بادشاہ ایسا ڈوبا کہ پھر نہ ابھر سکا گجراتی لشکر  
 یہ حالت دیکھ کر احمد آباد واپس آیا اور بہت دردی بہت ماہ رمضان المبارک  
 ۹۷۳ھ میں فرنگیوں کے قبضہ میں چلا گیا۔

سلطان بہادر کی مدت حکومت پندرہ سال تین ماہ ہیں مؤلف  
 تاریخ بہادر شاہی نے اپنی کتاب کو اسی بادشاہ کے نام سے معنون کیا ہے چونکہ  
 مؤلف کو کتاب کی اصلاح کا موقع نہ ملا اس لئے بیشمار غلطیاں کتاب مذکور میں موجود  
 ہیں جن کی وجہ سے کتاب پر اعتماد نہیں کیا جاسکتا۔

ذکر حکومت | سلطان بہادر فوت ہوا امیران گجرات مع متحدہ جہاں  
 والدہ سلطان بہادر کے بہت دردی بہت ماہ رمضان المبارک ۹۷۳ھ  
 محمد شاہ فاروقی | آئے اثناء راہ میں متحدہ جہاں کو معلوم ہوا کہ محمد زمان میرزا  
 جس کو سلطان بہادر نے منعقد و انتشار سلطنت کے عالم میں دہلی والا ہوا  
 کی جانب روانہ کیا تھا تاکہ سلطنت ہندوستان میں غلط پیدا کر کے  
 مغلوں کو پریشان خاطر کرے اب لاہور سے واپس ہو کر احمد آباد میں  
 وارد ہوا ہے محمد زمان میرزا کو سلطان بہادر کے فوت کی خبر معلوم ہوئی  
 اور بے حد گریہ و زاری کی اور اظہار افسوس کے بعد لباس ماتم پہن کر اب  
 بغرض اداسے تعزیت آتا ہے۔

چند روز کے بعد محمد زمان میرزا لشکر گاہ میں آیا متحدہ جہاں نے  
 جو کچھ کہ اس وقت ممکن ہو سکتا تھا اسباب بہانی محمد زمان میرزا کے پاس  
 بھیجا اور لباس تعزیت کو تبدیل کر دیا محمد زمان میرزا نے اپنی سعادت مندی

مخدومہ جہاں کی یہ فرابرداری کی کہ کوچ کے وقت سے اپنے ملازمین کی جمعیت کے گجرات کے خزانہ پر حملہ آور ہوا ورسات سو صندوق طلا خزانہ سے بھرا لکھنؤ ایک گوشہ میں مخفی ہو گیا اس کے بعد بارہ ہزار مغل و ہندوستانی سپاہ اس نے جمع کی۔

گجراتی امیر اس جدید فتنہ سے مضطرب ہوئے اور شاہ کے معین کرنے میں باہم مشورت کرنے لگے میراں محمد شاہ فاروقی سلطان بہادر کا بھانجہ تھا اور سلطان بہادر نے اپنی مدت حیات میں بارہا اس کی ولیعهدی کی جانب اشارہ بھی کیا تھا تمام امیروں نے حسب تجویز مخدومہ جہاں اس کی فرمانروائی کے لئے اپنی رضا مندی ظاہر کی اور غالباً نہ ملک میں اس کے نام کا سکھ و خطبہ جاری ہوا امیران گجرات نے ایک شخص کو میراں محمد شاہ فاروقی کی طلب میں قاصد روانہ کیا اور عماد الملک کو بیشمار شکر کے ساتھ محمد زماں میرزا کی مدافعت کے لئے حاضر کیا محمد زماں میرزا جو عیش و وسعت و فراغت طلب تھا قدرے جنگ کے بعد میدان جنگ سے فراری ہو کر ولایت سندھ میں داخل ہو گیا اس واقعہ کے بعد محمد زماں میرزا نے کوئی حقہ جنگ و جدال میں نہیں لیا۔ میراں محمد شاہ فاروقی جس کو سلطان بہادر نے لشکر چغتائی کے تعاقب میں مالوہ بھیجا تھا خطبہ سلطنت کے ڈیرہ ماہ گذرنے کے بعد مالوہ میں اجل طبعی سے فوت ہوا۔

ذکر سلطنت سلطان محمود بن لطیف خاں بن سلطان مظفر گجراتی میراں محمد شاہ فوت ہوا اور کوئی وارث تخت و تاج بجز محمود خاں بن شاہزادہ لطیف خاں بن سلطان مظفر کے باقی نہ رہ گیا محمود خاں چونکہ مدعی سلطنت تھا اس لئے حسب احکام سلطان بہادر وطن سے دور برہا پور میں میراں محمد شاہ کے پاس مقید تھا امرائے اختیار خاں کو محمود خاں کی طلب میں روانہ کیا میراں مبارک برادر میراں محمد شاہ نے محمود خاں کے روانہ کرنے میں تامل کیا امیران گجرات نے لشکر ترتیب دیکر برہا پور پر حملہ کرنے کا ارادہ کیا میراں مبارک شاہ کو جب یہ خبر معلوم ہوئی اور

اس نے محمود خاں کو گجرات روانہ کیا چنانچہ ارکان دولت نے دس ذی الحجہ ۹۲۴ھ میں محمود خاں کو تخت سلطنت پر بٹھا کر سلطان محمود کے خطاب سے مشہور کیا اختیار خاں صاحب اقتدار ہوا اور مہات مملکت کی باگ اپنے ہاتھ میں لی۔

چند ماہ گزرنے کے بعد ۹۲۵ھ میں امرا میں باہم خانہ جنگی ہوئی دریا خاں و عماد الملک نے اتفاق کر کے اختیار خاں کو قتل کر ڈالا جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ عماد الملک امیر الامر اور دریا خاں وزیر مقرر ہوئے آخر سال ان ہر دو امرا میں خود بھی مخالفت پیدا ہو گئی دریا خاں سلطان محمود کو شکار کے بہانہ سے شہر کے باہر لے گیا اور محمد آباد جینا تیر کی طرف روانہ ہوا عماد الملک نے بیشمار لشکر جمع کیا اور محمد آباد و جینا تیر کی طرف متوجہ ہوا۔ دس دن مسند کوچ کرنے کے بعد سپاہان گجرات باوجود اس کے کہ عماد الملک سے عقول رقیس حاصل کر چکے تھے اس سے علاحدہ ہو کر بادشاہ سے مل گئے عماد الملک اضطراب کے عالم میں مسلح پر راضی ہو گیا اور یہ امر قرار پایا کہ عماد الملک اپنی جاگیر سرم گاؤں اور سورت جائے اور بادشاہ احمد آباد کی طرف مراجعت کرے۔

۹۲۶ھ میں دریا خاں نے عماد الملک کے استیصال کی غرض سے سلطان محمود کو مع ایک جرار لشکر کے اپنے ہمراہ لیا اور سورت روانہ ہوا عماد الملک جنگ کے بعد میدان سے فراری ہوا اور میراں مبارک حاکم امیر کے پاس پناہ لی میراں مبارک از روئے حمیت اس کی مدد کے لئے اٹھ کھڑا ہوا اور لشکر گجرات سے جنگ کرنے کے بعد شکست پا کر امیر واپس آیا عماد الملک نے اب لو خاں الخطاب قادر شاہ حاکم مالوہ کے دامن میں پناہ لی سلطان محمود شاہ نے خاندیس میں قیام کیا اور غارتگری میں مشغول ہوا میراں مبارک شاہ نے اکابر وقت کو درمیان میں ڈالا اور صلح کے بعد سلطان محمود کی ملازمت حاصل کی۔

دریا خاں عماد الملک کے جانے کے بعد قوت پا کر قوی دل ہوا اور تمام مہات ملکی و مالی کو اپنے قبضہ میں لیکر کسی امیر کو امور سلطنت

میں مداخلت نہ کرنے دیتا تھا۔ دریا کا اقتدار رفتہ رفتہ اس قدر بڑھا کہ اس نے سلطان محمود و شاہ کو شاہ شطرنج بنادیا اور خود حکمرانی کرنے لگا۔ سلطان محمود ایک شب کو جرجیو کہو تہ باز کے ہمراہ قلعہ ارکب احمد آباد سے باہر آکر عالم خاں لودھی جس کی جاگیر میں دولقہ اور دند و قند تھا پاس آیا عالم خاں لودھی نے بادشاہ کی بے حد تعظیم کی اور اپنے لشکر کو جمع کیا چار ہزار سوار اس کے گرد فراہم ہو گئے دریا خاں غوری نے محافظ خاں اور دیگر اہل علاقہ کے اخوا سے ایک طفل بھولے نسب کو نصیر شاہ کے نام سے موسوم کر کے بادشاہ بنا دیا اور تمام امرا کو جاگیر و خطاب کے اضافہ سے مطمئن کر کے اپنا ہم خیال بنایا عالم خاں لودھی نے سلطان محمود کو ایک جہاز لشکر کے ہمراہ میدان جنگ میں چھوڑا اور خود حریف کے مقابلہ میں صفت آرا ہو کر جنگ آزمائی میں مشغول ہوا۔

لودھی امیر نے حملہ اول ہی میں دریا خاں غوری کو شکست دیکر اس کی فوج خاصہ پر دھاوا کیا اور اس حملہ میں بھی جرات و مردانگی سے کام لیکر مصرعہ جنگ سے صبح و ساقم نکل آیا۔

عالم خاں کے ہمراہ پانچ سوار باقی رہ گئے اور وہ اپنے مال کار میں پریشان تھا لیکن وقتاً آنے کے دل میں یہ خیال آیا کہ حملہ اول میں دریا خاں غوری کے مقدمہ لشکر کے سپاہی احمد آباد فراری ہو گئے ہیں گمان غالب یہ ہے کہ دریا خاں کی شکست کی خبر تمام شہر میں پھیل گئی ہوگی جس طرح ممکن ہو جلد سے جلد شہر پہنچنا چاہئے۔

عالم خاں شہر میں داخل ہوا اور نصیر شاہی میں پہنچ کر اس نے اپنے کو فتح ظاہر کیا۔ اہالی احمد آباد اس واقعہ سے ایک لحظہ پیشتر ہی دریا خاں کے مقدمہ لشکر کو پریشان و فراری دیکھ چکے تھے اس کو غوری امیر کی شکست کا یقین آگیا اور ہجراتیوں کی ایک جماعت عالم خاں کے گرد جمع ہو گئی۔ لودھی امیر نے حکم دیا کہ دریا خاں غوری کا مکان لوٹ لیں اور شہر کے دروازوں کو مستحکم کر دیں۔ عالم خاں نے قاصد

سلطان محمود کی خدمت میں روانہ کر کے اس کو طلب کیا۔  
 دریا خاں غوری فتح کے بعد اپنی منزل ہی میں مقیم تھا کہ فاصدوں  
 نے احمد آباد سے آکر دریا خاں کو ان واقعات سے مطلع کیا دریا خاں نے  
 بہت جیل احمد آباد کا رخ کیا چونکہ امیروں کے اہل و عیال شہر میں تھے  
 اکثر امیر دریا خاں سے جدا ہو کر عالم خاں لودھی کے گرد جمع ہو گئے اور  
 اس وقت سلطان محمود بھی شہر میں داخل ہوا دریا خاں غوری نے اس  
 خیر کو سنا اور فراری ہو کر برہانپور کی راہ لی دریا خاں غوری برہانپور میں  
 بھی قیام نہ کر سکا اور شیر شاہ کے پاس چلا گیا۔

شیر شاہ نے اس کے ساتھ بچہ رعایت کی دریا خاں غوری کے  
 جانے کے بعد عالم خاں خدمت وزارت پر فائز ہوا عالم خاں بھی اپنے کمال  
 غرور کی وجہ سے چاہتا تھا کہ دریا خاں غوری کی طرح بادشاہ کے ساتھ  
 سلوک کرے سلطان محمود نے امیروں کو اپنا ہم خیال بنالیا اور عالم خاں  
 کی گرفتاری کا ارادہ کیا عالم خاں بھی ہوشیار ہو گیا اور شیر شاہ کے پاس  
 چلا گیا شیر شاہ نے اس پر بچہ ہی نوازش و عنایت کی۔

سلطان محمود باغی امیروں کی طرف سے مطمئن ہوا اور بادشاہ نے  
 انتظام سلطنت اور کثرت زراعت اور تربیت و تسلی سپاہ کی جانب توجہ  
 فرمائی بادشاہ کی توجہ سے قبیل مدت میں ولایت گجرات دوبارہ اپنی  
 اصلی حالت پر آگئی بادشاہ نے امرا و اکابر و اعیان شہر کے ساتھ عمدہ  
 سلوک کئے اور احمد آباد سے بارہ کوس کی مسافت پر ایک شہر محمود آباد  
 کے نام سے آباد کیا لیکن یہ شہر اتمام کو نہ پہنچا تھا کہ بادشاہ نے وفات  
 پائی۔

سلطان محمود کے عہد میں ساحل بحر عمان پر ۹۴۹ھ میں زیر انتظام مخضف  
 آقا غلام ترک الخا طرب یہ خداوند خاں کے اہتمام میں ایک قلعہ تعمیر  
 کیا گیا۔ قبل اس کے کہ قلعہ تیار نہ ہوا تھا فرنگی ہر طرح کی  
 تکلیف سورت کے مسلمانوں کو پہنچاتے تھے سلطان محمود نے

خداوند خاں کو یہاں کی حکومت عنایت فرمائی اور حکم دیا کہ سورت میں قلعہ تیار کیا جائے خداوند خاں حسب احکم قلعہ کے تعمیر کرانے میں مشغول ہو گیا اس زمانہ میں چند مرتبہ فرنگی کشتیوں پر سوار ہو کر بقصد ممانعت سورت میں آئے اور سخت جنگ کے بعد ہر مرتبہ فرنگیوں کو شکست ہوئی۔ قلعہ سورت ایک مستحکم حصار ہے جو دو طرف خشکی سے متصل ہے جہاں خندق بنی ہوئی ہے خندق کا عرض بیس گز ہے خندق میں وقت پانی سے ہر دو جانب بھری رہتی ہے خندق کی دیواروں کو پتھر اور چونہ سے بنایا گیا ہے عرض ان دیواروں کا پچیس گز اور بلندی بیس زرع ہے سب سے زیادہ تعجب انگیز امر یہ ہے کہ پتھروں کو فلاوی کڑوں سے مستحکم کر کے سیسہ لگا کر اس کے سوراخوں اور درزوں میں بھردیا ہے سنگ اندازی اس طریقہ سے کی ہے کہ عقل حیران ہوتی ہے کہتے ہیں کہ عیسائیوں کا جب لڑائی سے مقصد حاصل نہ ہوا نرمی اور صلح سے پیش آنے لگے اور خداوند خاں کو ایک رقم ادا کرنے لگے تاکہ رشوت ستانی سے حصار کی تعمیر میں خلل اندازی کریں یہ کارروائی بھی موثر نہ ہوئی اور فرنگیوں نے کہا کہ اگر تم اس امر کو قبول نہیں کرتے ہو تو چند کنڈی کو بطریق پرنگال نہ تعمیر کرو جو رقم ہم نے قلعہ نہ تعمیر کرنے کے لئے تم کو دی تھی وہی رقم اس التماس کے قبول کرنے کے بعد بھی تمہاری خدمت میں پیش کریں گے خداوند خاں نے جواب دیا کہ بادشاہ کی عنایت سے مجھے کسی چیز کی خواہش نہیں ہے میرا یہ عین منشا ہے کہ میں تمہاری خواہش کے برعکس جو کنڈی بنا کر اپنے لئے ثواب جمیل حاصل کروں خداوند خاں نے بیشمار توپ و ضرب زن جو رومیوں کا اندوختہ جو ناگڑہ میں تھیں اور جن کو سیما فی کہتے تھے طلب کیا اور قلعہ سورت میں جا بجا نصب کر کے قلعہ کو مستحکم کر دیا۔

۹۹۱ء کے ابتدائی زمانہ تک سلطان محمود استقلال کے ساتھ حکومت کرتا رہا اور کسی جانب اس کا کوئی مخالف دشمن نہ رہا اسی سال سلطان محمود کا



ایک خادم برہان نام جس نے اپنے کو صفات حسنہ سے متصف کر کے مخلوقات پر ظاہر کر دیا تھا اور اکثر اوقات عبادات میں مشغول رہتا تھا اور شکار کے وقت سلطان کے ہمراہ نماز میں امامت بھی کرتا تھا سلطان کے قتل پر مستعد ہوا۔

تفصیل اس اجمال کی یہ ہے کہ ایک مرتبہ سلطان محمود ثانی نے ایک نقیر کی بنا پر اس کو دیوار میں چنوا دیا تھا لیکن اس کا چہرہ کھلا ہوا تھا قلیل مدت کے بعد بادشاہ اس طرف سے گذر رہا ہوا ہنوز زندہ تھا بادشاہ کی جانب اس نے نگاہ کی اور چشم دابر کی حرکت سے سلام کیا بادشاہ کو اس پر رحم آگیا اور اس کی نقیر معاف کر دی اور اس عذاب سے نجات دلوائی چونکہ اس کے اعضاء نے زخموں سے بید تکلیف پائی تھی ایک عرصہ تک اس کے جسم پر مرہم لگا کر اس کو روئی کے گالے میں باضابطہ رکھتے تھے برہان نے صحت پائی اور بادشاہ کا بارگاہ مقرب ہو گیا لیکن بادشاہ کی جانب سے کینہ اس کے دل میں باقی رہا اتفاق سے شکار گاہ میں اس سے دوبارہ گناہ و غلطی سرزد ہوئی سلطان محمود نے اس رفقہ بھی اس کو گالیاں دیں اور نہایت شدت سے تہدید کی بادشاہ شکار گاہ سے واپس ہوا اور قریب شام غسل کر کے مسکرات کا استعمال اپنی خواہش سے زیادہ کیا اور پلنگ پر استراحت کے لئے دراز ہوا سلطان محمود نے بیس آدمیوں کو جو شیر سے جنگ کر کے اس پر غالب آئے تھے اور شیر کش کے لقب سے یاد کئے جاتے تھے برہان کے سپرد کر دیا تھا تا کہ شکار گاہ و نازک مقامات پر بادشاہ کے ہمراہ رہیں برہان نے ان کو امارت و مناصب بزرگ کے وعدے پر اپنے ساتھ متفق کر لیا اور وقت فرصت کا منتظر رہا برہان اس روز بادشاہ کی بے اعتدالی سے واقف ہوا اور اپنے بھانجہ دولت نام کو جو بادشاہ کے قریب خدمت پر مامور تھا اس سے بادشاہ کے قتل کے بارے میں مشورہ کیا دولت راضی ہو گیا اور بادشاہ کے سر کے بالوں کو

خشک کرنے کے بہانہ سے جو بے انتہا بڑے تختے آگے بڑھا اور بادشاہ کے بالوں کو ہاتھ سے پکڑ کر گنچا دولت نے بادشاہ کو کمال بے خبری کے عالم میں پایادولت نے اس کے سر کے بالوں کو پلنگ کی لکڑی سے خوب مضبوط باندھ دیا اور بادشاہ کی شمشیر خاصہ کو غلاف سے نکال کر اس کے حلقوم پر رکھا بادشاہ ہوشیار ہوا اور اٹھنے کا قصد کیا چونکہ بادشاہ کے سر کے بال پلنگ کی لکڑی سے مضبوط بندھے ہوئے تھے اس لئے بادشاہ اپنی جگہ سے نہ اٹھ سکا بادشاہ نے فتح معزت کے لحاظ سے اپنے دونوں ہاتھوں کو تلوار کی باڑھ پر رکھ دیا بادشاہ کے دونوں ہاتھ بھی گلے کے ساتھ کٹ گئے جس وقت دولت اپنے کام سے فارغ ہو گیا برہان جو دروازہ کے قریب کھڑا ہوا تھا شہیدہ باڑی و مکاری کے ساتھ اندر داخل ہوا برہان نے خیال کیا کہ اگر بعض امیروں کو بھی قتل کر ڈالے گا تو یقیناً سلطنت اس کے ہاتھ آجائے گی برہان کھلم بکھلم باہر آکر بادشاہ کا حکم پہنچانے لگا اول حکم جو اس نے بادشاہ کی جانب سے دیا یہ تھا کہ مغنیان بادشاہ کے بلند گائیں دو سران حکم یہ تھا کہ دس آدمی شیر کشش بادشاہ کی خدمت میں حاضر رہیں۔

برہان نے شیر کشش جو کیداروں کو اس بہانہ سے اندر بلا لیا اور ہتیاران کو دیگر مناسب مقام پر کھڑا کر دیا چنانچہ نصف شب گزری تھی کہ غصنفر آقا ترک الخاطب بخداوند خاں اور آصف خاں وزیر حاضر ہوئے برہان ہر دو کو خلوت میں لے گیا اور قتل کر ڈالا اور اسی طرح دو دیگر مقتدر امرا کو بھی طلب کر کے ان کو بھی قتل کر ڈالا برہان نے اپنے قاصدوں کو اعتماد خاں کے پاس بھیج کر اس کو طلب کیا اعتماد خاں نے دل میں سوچا کہ بادشاہ ہرگز ایسے وقت میں ہمارے ایسے ارکین سلطنت کو نہیں طلب کرتا ہے اس میں شاید کوئی راز نہ ہو اسی اثناء میں ایک دو سر آدمی اعتماد خاں کو بلانے کے لئے آیا اعتماد خاں کا خدشہ اور زیادہ بڑھ گیا اعتماد خاں نہ گیا۔

برہان نے عبدالصمد شیرازی الخاطب بہ افضل خاں کو بلا کر کہا کہ بادشاہ غصنفر آقا ترک الخاطب بہ افضل خاں سے رنجیدہ ہو گیا ہے

اور تجھ کو طلب کیا ہے تاکہ تجھ کو خداوند خاں کا قائم مقام بنائے یہ خلعت  
وزارت تیرے لئے بادشاہ نے بھیجا ہے عبدالصمد شیرازی الخاں طلب  
یہ افضل خاں نے کہا کہ جب تک میں بادشاہ کو نہ دیکھ لوں تو خلعت ایسے  
جلیل القدر عہدے کا نہ پہنوں گا برہان نے بے حد مبالغہ کے ساتھ اصرار  
کیا عبدالصمد شیرازی الخاں طلب یہ افضل خاں نے ایک ہاتھ آستین میں ڈالا  
اور بادشاہ کے سر کی قسم کھا کر کہا کہ دوسرا ہاتھ آستین میں نہ ڈالوں گا جب تک کہ  
بادشاہ کی صورت نہ دیکھ لوں گا عبدالصمد کو اس مقام پر جہاں بادشاہ کی  
لاش پڑی ہوئی تھی لے آیا اور کہا کہ بادشاہ و وزیر و امیر سب کا میں نے کام  
تمام کیا اور تجھ کو وزیر کر کے اختیارات کلی و جزوی تیرے سپرد کرتا ہوں عبدالصمد  
نے گالیاں دینی شروع کیں اور آواز بلند کی اس ناپاک نے عبدالصمد  
کو بھی جو پیر ہفتا دس سالہ تنہا شہید کر ڈالا برہان نے سرکش سپاہی اور  
اوباشوں کو جو اس شب میں وہاں حاضر تھے خطاب دیکر امارت کا  
امیدوار کیا اور تخت پر بیٹھ کر صبح تک زر بخشی میں مشغول رہا برہان شاہی  
طلوید کے ہاتھیوں اور گھوڑوں کو اوباش لوگوں پر تقسیم کر کے قوی دل  
ہو گیا۔

لیکن بادشاہ کی شہادت کی خبر منتشر ہو گئی عہد الملک ترک پدر  
جنگیز خاں اور بالغ خاں صہبانی اور دیگر امیر اتفاق کے ساتھ اکٹھا ہو کر برہان  
پر حملہ آور ہوئے اور برہان کا فر نعمت چتر سر پر رکھ کر مع اپنی جمعیت  
کے ان امیروں کے مقابلہ میں آیا اور پہلے ہی حملہ میں تباہ ہو گیا برہان کو  
شیروان خاں نے قتل کیا اس کے بعد رسی اس کے پاؤں میں باندھ کر  
محلات اور بازار میں تشہیر کرایا گیا مدت سلطنت سلطان محمود شاہ ثانی  
کی اٹھارہ سال دو ماہ چہتر روز ہیں اتفاق سے اسی زمانہ میں سلیم شاہ  
بن شیر شاہ حاکم دہلی و نظام الملک بھری حاکم احمد نگر بھی ۹۶۱ھ میں  
اپنی اجل طبعی سے فوت ہوئے۔

سلطان محمود ثانی نیک نیت و پندیدہ اطوار فرمانروا تھا۔

اکثر اوقات علما و فضلا کی صحبت میں بسر کرتا تھا اور قبرک ایام مانند روز ہولود و وفات حضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور اپنے آبا و جداء کے ایام وفات اور دوسرے متبرک ایام میں فسترا و مساکین و مستحقین کو طعام تقسیم کرتا تھا اور خود طشت و آفتابہ ہاتھ میں لیکر تمام حاضرین کے ہاتھ دھلاتا تھا اور پارچہ وغیرہ جو اس کے لباس کے لئے مقرر تھا پہلے ان اشیاء میں سے فقرا کے لئے دتار و جامہ بنا دیتا تھا۔

سلطان محمود ثانی نے اب کہا رندی کے کنارے ایک آہو خانہ بنایا جس کی دیوار لول میں سات کوس تھی اس آہو خانہ کے عمارات عمدہ بنائے اور تخت افزا باغات نصب کرائے اور باغبانی کی خدمت پر صاحب جمال عورتیں مقرر کی گئیں بادشاہ نے جملہ اقسام کے جانور اس آہو خانہ میں چھوڑ دیئے تھے جو توالد اور تناسل کیوجہ سے بکثرت ہو گئے تھے۔

سلطان محمود ثانی صحبت عورات کا بے حد حریص تھا اکثر اوقات اپنے تمام حرم کے ساتھ اس شکار گاہ میں شکار کھیلتا اور چوگان بازی کرتا تھا اور رخت جو اس چار دیواری کے اندر تھے ان کو سبز اور سرخ مخمل سے لپیٹا دیتا تھا کہتے ہیں کہ سلطان محمود ثانی کے کوئی فرزند نہ تھا اگر اس کی حرم میں کوئی عورت حاملہ ہوتی تو بادشاہ اس کے اسقاط حمل کا حکم دیتا تھا اعتماد خاں سلطان محمود ثانی کا بہندی غلام تھا اور سلطان کو اس پر پورا اعتماد تھا اعتماد خاں کو اپنے حرم ہرل میں داخل ہونے کی اجازت دیکر آرایش محلات کے انتظام کو اس کے حوالہ فرما دیا تھا اعتماد خاں نے بنظر احتیاط کا فور کھا کر اپنی قوت رجوت کو زائل کر دیا تھا چونکہ گجرات میں عورات کا فرائض پر جانا اور ہر بہانہ سے لوگوں کے گھروں پر جمع ہونے کا بہت رواج ہو گیا تھا اور فسق و فجور بہمنزلہ رسم و عادت کے ہو گیا جس کی قباحت بمعرض بیان میں نہیں لائی جا سکتی سلطان محمود نے ان ہراسم کو ادا کرنے کی ممانعت کی اور ان اشخاص کے امتحان کی غرض سے بادشاہ مہول لوگوں کو ان کے

بلانے کے لئے روانہ کرتا تھا جس وقت یہ لوگ آتے تھے اس وقت ان کو سزا دیتا تھا بادشاہ کی اس سیاست سے ان امور کا قطعی سدباب ہو گیا۔

ذکر سلطنت سلطان احمد شاہ ثانی گجراتی سلطان محمود شاہ تالی نے وفات پائی اس کا کوئی فرزند موجود نہ تھا اعتماد خاں نے آتش فساد کی تسکین کی عرض سے سلطان شاہ کی اولاد میں سے ایک کسں را کے کو جس کا

رضی الملک نام تھا میراں سید مبارک بخاری اور دیگر امرا کے اتفاق سے تخت حکومت پر بٹھا دیا اور سلطان احمد شاہ کے خطاب سے موسوم کیا۔

اعتماد خاں نے مہمات سلطنت کو اپنے ہاتھ میں لیا اور احمد شاہ کے شاہ طربخ بنادیا۔ پانچ سال اسی حالت میں گذر گئے احمد شاہ کو تاب نہ رہی اور احمد آباد سے سید مبارک بخاری کے پاس جو ایک مقتدر امیر تھا گیا اسی بنیاد پر موسیٰ خاں فولادی اور سادات خاں اور عالم خاں لودھی و دیگر امرا اس کے گرد جمع ہو گئے۔

اعتماد خاں عماد الملک پر چنگیز خاں و الخ خاں و جہان خاں حشیشی اور اختیار الملک اور دیگر امیران گجرات کے اتفاق سے مع توپخانہ سید مبارک خاں کی طرف چلا سید مبارک کے پاس یہ نسبت اعتماد خاں کے فوج بہت کم تھی لیکن سید مبارک خاں جنگ کے لئے میدان میں آیا اسی اتنا دین توپ کا ایک گولہ سید مبارک خاں کے لگا جس کی وجہ سے یہ فوت ہو گیا سلطان احمد ثانی شکست کھا کر بھاگا اور چند روز جنگ میں سرگرداں پھرتا رہا آخر کار اعتماد خاں کے پاس آیا اور اعتماد خاں نے وہی تدبیر سلوک اس کے ساتھ کیا اور کسی شخص کو اس کے پاس جانے نہیں دیتا تھا۔

اسی دوران میں عماد الملک اور تاتار خاں غوری اعتماد خاں کے گھر پر آئے اور توپیں لگا کر سرگرداں شروع کر دیں اعتماد خاں

تاب نہ لایا اور پال کی طرف جو محمد آباد جینا نیر کے نواح میں ہے  
 فرار ہی ہو گیا اعتماد خاں نے لشکر فراہم کیا اور قریب تھا کہ فریقین  
 میں جنگ ہو جائے لیکن بعض اشخاص نے درمیان میں آکر صلح کرادی  
 اور امر و کالت کو بدستور قدیم اعتماد خاں پر بحال رکھا ولایت بہرچ  
 اور محمد آباد جینا نیر اور نادوت اور دیگر پرگنات کو جو اب جہندری اور  
 نزدیک درمیان میں واقع ہیں عماد الملک کی جاگیر میں دئے گئے  
 اور ایک ہزار پانچ سو سوار کے مقابل جاگیر خاصہ سلطان احمد شاہ ثانی  
 کے لئے تھہر کی گئی سلطان احمد اس مرتبہ بھی اپنی کم عقلی کی وجہ سے علانیہ اپنے  
 ہم نشینوں سے اعتماد خاں کے قتل کے بارے میں مشورہ کیا کرتا تھا اور  
 اپنی کم سنی کی وجہ سے درخت کیلہ کو تلوار سے دو ٹکڑے کرتا اور کہتا تھا  
 کہ اعتماد خاں کو اسی صورت سے دوبارہ کروں گا اعتماد خاں ان حالات  
 سے واقف ہو گیا اور پیشدستی کر کے ایک دن شب میں سلطان احمد شاہ  
 ثانی کو قتل کر ڈالا اور اس کے جسم کو قلعہ کی دیوار سے وجہ الملک کے  
 گھر کے مقابل دریا کی جانب پھینک دیا اور یہ خبر مشہور کر دی کہ سلطان  
 احمد ایک لہندی کے لئے وجہ الملک کے گھر گھس گیا تھا نادوت قتل ہو گیا  
 مدت حکومت اس کی آٹھ سال ہے۔

۹۲۹ء کو کر شاہی سلطان محمد شاہ ثانی بن محمد شاہ ثانی گجراتی سلطان محمود ثانی کا فرزند ہے جس وقت اس کی ماں حاملہ  
 تھی بادشاہ نے میرے سپرد کر دیا تاکہ اسقاط حمل کرادوں  
 چوں کہ زمانہ حمل کو پانچ ماہ گزر چکے تھے میں نے اس حکم کی تعمیل نہ کی  
 امرامجور ہو چکے تھے انھوں نے اس لڑکے کو بادشاہ تسلیم کیا اور تمام ملک  
 کو اپنے گروہ میں تقسیم کر کے کمال استقلال پیدا کر لیا ولایت پٹن تاپرگٹ  
 کہ لی موسیٰ خاں اور شیر خاں فولادی کے قبضہ میں آئی اور رادھن پور  
 اور تروارہ اور مورچپور اور دوسرے پرگنوں پر فتح خاں بلوچ قابض ہو گیا

اور وہ پر گئے جو اب سا برمتی اور ہندری کے درمیان میں ہیں یہ اعتماد خاں  
 کی جاگیر میں آئے بندر سورت اور نادوت اور محمد آیا دجینا میر پر ترکی غلام  
 چنگیز خاں بن عماد الملک قابض ہو گیا چنگیز خاں کے بھانجے دتھم خاں کو بہر و ج جاگیریں ملا اور دتھم  
 اور وند و قند میراں ولد سید بخاری کی جاگیر میں مقرر ہوئے اور سورت میں خاں غوری کی جاگیر میں دیا گیا  
 امین خاں غوری گجراتی امیروں کے اتفاق سے کنارہ کش ہو گیا  
 اعتماد خاں سلطان مظفر کو اپنا قیدی جانتا تھا اور اس کو دربار کے روز  
 محض برائے بیت تخت پر بٹھلا کر خود اس کے عقب میں بیٹھتا تھا امر  
 سلام کو حاضر ہوتے تھے چند روز اسی طریق سے گزر گئے چنگیز خاں اور  
 شیر خاں فولادی تہنیت و مبارک باد سلطنت کے لئے احمد آباد آئے  
 اس واقعہ کے ایک سال کے بعد فتح خاں شیر خاں فولادی میں جن کی جاگیر  
 کی سرحدیں ملی ہوئی تھیں باہم مخالفت پیدا ہوئی فتح خاں شکست کھا کر  
 اعتماد خاں کے پاس آیا اعتماد خاں اس امر سے بیحد غصہ ہوا اور لشکر جمع  
 کر کے غلبہ کے ساتھ فولادیوں پر حملہ آور ہوا فولادیوں نے قلعہ پٹن میں  
 محصور ہو کر عجز و ندامت کا اظہار کیا اعتماد خاں نے قبول نہ کیا اور محاصرہ  
 میں کوشش کرنے لگا چونکہ افغانان فولادی بیحد عاجزا ورتنگ آگئے تھے  
 کمسن نوجوانوں کی ایک جماعت موسیٰ خاں اور شیر خاں فولادی کے  
 پاس آئی اور کہنے لگی کہ جب حریف ہمارے عجز و انگسار کو قبول نہیں  
 کرتے تو اب بھڑک کر نے اور جان دینے کے اور کیا چارہ کار ہے  
 پس تقریباً پانچ سو اشخاص یکبارگی قلعہ کے باہر نکل آئے موسیٰ خاں  
 اور شیر خاں فولادی بھی اپنے لشکر کے ساتھ جو تعداد میں تین ہزار سوار  
 تھے مجبوراً قلعہ کے باہر نکل آئے اعتماد خاں مع لشکر گجرات کے جو  
 تیس ہزار سے زائد تھا مقابلہ میں آیا اور صفیں درست کیں فولادیوں  
 نے اعتماد خاں کی فوج خاصہ پر حملہ کر کے ان کو شکست دی سلیم شاہ  
 بن شیر شاہ کا غلام حاجی خاں جو اعتماد خاں کے لشکر کا بہترین فرد تھا  
 فراری ہو کر فولادیوں کے پاس چلا گیا فولادیوں نے اعتماد خاں کو پیام دیا کہ

حاجی خاں چارے پاس چلا آیا ہے مناسب یہ ہے اس کی جاگیر اس کو  
 وید و اعتماد خاں نے اس پیام کو قبول نہ کیا اور کہا کہ وہ میرا نوکر تھا جب  
 میرے پاس سے بھاگ کر چلا گیا تو میں اس کی جاگیر کیونکر دے سکتا ہوں  
 موسیٰ خاں اور شیر خاں نے جمعیت فراہم کی اور حاجی خاں کی جاگیر میں  
 داخل ہو کر قصبہ جو تھا نہ میں مقیم ہوئے اعتماد خاں نے بھی لشکر فراہم  
 کیا اور مقابلہ میں آیا فریقین چار ماہ تک ایک دوسرے کے مقابلہ میں مقیم  
 رہے آخر کار معرکہ آرائی ہوئی اعتماد خاں اس مرتبہ بھی شکست کھا کر  
 پھرج میں چنگیز خاں کے پاس چلا گیا اور اس کو اپنی امداد کے لئے لے کر  
 میدان میں آیا لیکن جنگ آربانی کو بے کار سمجھ کر صلح کر لی اعتماد خاں  
 حاجی خاں کی جاگیر کو واپس دیکر احمد آباد میں آیا۔

چنگیز خاں نے بھی منتقل ہو کر اعتماد خاں کو پیام دیا کہ میں بھی خانہ  
 اس خاندان نکا ہوں اور حرم سلطانی کے جمیع امور سے واقف ہوں  
 محمود شاہ ثالث کے کوئی فرزند نہ تھا اب اسی لڑکے کو تو نے مرحوم  
 بادشاہ کا فرزند کہہ کر تخت نشینی کی کارروائی کی ہے اس کے کیا معنی ہیں  
 کہ تو اس کی مجلس میں بیٹھتا ہے اور تیرے ملازمین اس کی نگہبانی کرتے  
 ہیں اور جب تک تو حاضر نہیں ہوتا کوئی شخص اس کے سلام کرنے لئے  
 جاتے نہیں سکتا اگر وہ فی الحقیقت سلطان محمود کا فرزند ہے تو تجھ کو بھی لازم ہے  
 کہ منتقل تمام امرا و خاصہ خیل تو ہی اس کی خدمت کرے اور جس وقت  
 تمام امرا و بار میں بیٹھیں اس وقت تو بھی ان کی اتباع کرے۔

اعتماد خاں نے جواب دیا کہ میں نے جلوس کے دن امرا و اکابر  
 شہر کے روبرو قسم کھائی ہے کہ یہ لڑکا سلطان محمود کا فرزند ہے اور  
 اکابر نے میرے قول پر اعتماد کر کے تاج شاہی اس کے سر پر رکھا اور  
 بیعت کی تو بھی عوام کی طرح مجھ سے لایینی سوالات کرتا ہے مجھ کو بخوبی  
 معلوم ہے کہ یہ نسبت دیگر امرا کے میری عزت و وقعت جنت آشیانی  
 کی حضور میں زائد تھی تو اس زمانہ میں بچہ تھا ہاں اگر تیرا باپ عمار الملک شاہی



دندہ ہوتا تو میرے قول کی تصدیق کرتا یہ جو ان جس نے حال میں تخت سلطنت پر جلوس کیا ہے میرا اور تیرا ولی نعمت ہے تیری خیریت اسی میں ہے کہ اس کی خدمت گزاری میں کوتاہی نہ کر اور جس طرح سے کہ تیرا باپ اس کے باپ کی خدمت کرتا تھا تو بھی اس کی خدمت کرتا کہ دین و دنیا میں سرخرو ہو۔

شیر خاں فولادی اس سوال و جواب سے واقف ہوا اور چنگیز خاں کو ایک خط لکھا جس کا خلاصہ یہ ہے کہ تم چند روز تک صبر کرو اور طریق صلح کو ہاتھ سے نہ دوسند عالی سے بلا وجہ اظہار مخالفت کرنا مناسب نہیں ہے چونکہ چنگیز خاں قصبہ برودرہ کو اپنی جاگیر میں لینے کا خواہاں تھا اس نے شیر خاں کے خط کے مضمون پر عمل نہ کیا اور اعتماد خاں کو یہ پیام دیا کہ اگرچہ میرے پاس سپاہی بیحد ہو گئے ہیں لیکن حقیر و مختصر کردہ جو میرے قبضہ میں ہے حریف کی جماعت کے لئے کافی نہیں ہے چونکہ امور سلطنت کی منتظم سند عالی کی رائے کے سپرد ہے لہذا آپ اس بارے میں غور و فکر فرمائیں کہ کیا کارروائی کی جائے اعتماد خاں کا یہ نشانہ تھا کہ چنگیز خاں اور حکام میں مخالفت پیدا کر دینی تاکہ برہانپور کی فرمانروائی کے خیال سے ان حدود کا ارادہ نہ کرے اس بنا پر اعتماد خاں نے جواب میں چنگیز خاں کو لکھا کہ قصبہ ندر بار ہیشہ گجراتی امیروں کے قبضہ میں رہا جس زمانہ میں سلطان محمود ثانی میراں مبارک کے زیر نگرانی قلعہ آکیر میں مقیم تھا سلطان مرحوم نے میراں مبارک شاہ سے وعدہ کیا تھا کہ اگر خداوند گجرات کی عنان حکومت میرے حوالہ فرمادے تو میں قصبہ ندر بار ہیشہ کو انعام میں دوں گا سلطان شہید نے تخت حکومت پر جلوس فرمایا اور ایسے وعدہ کے لحاظ سے قصبہ ندر بار میراں مبارک شاہ کو دیدیا تھا اب سلطان شہید ہو گیا اور میراں مبارک شاہ بھی فوت ہو چکا صلاح یہ ہے کہ تم مع اپنے لشکر کے ندر بار جاؤ اور قصبہ ندر بار پر اضافہ علوفہ کے لحاظ سے قابض ہوتا کہ ان امور کے

بارے میں آئندہ اصل واقعات پر فکر کی جائے۔  
 چنگیز خاں اعتما و خاں کے قریب میں مبتلا ہو گیا اور لشکر کی فراہمی و  
 تیاری شروع کر دی۔ چنگیز خاں کو بچ کر کے قصبہ ندر بار کی  
 طرف روانہ ہوا اور قصبہ ندر بار پر قبضہ کر کے قدم کو آگے بڑھایا اور  
 قصبہ میسر تک چلا گیا اتفاق سے اسی زمانہ میں یہ خبر معلوم ہوئی کہ محمد شاہ  
 تغال خاں حاکم بار کے ہمراہ جنگ کے لئے آتا ہے چنگیز خاں مع اپنے لشکر  
 کے ایک قطعہ زمین پر جو حراب و ناہموار تھا فروکش ہوا اور جس جانب  
 زمین ہموار تھی اسی طرف اراہوں کو زنجیر سے باندھ دیا محمد شاہ اور  
 تغال خاں مقابلہ میں آئے اور غروب آفتاب تک مع اپنے لشکر کے  
 کھڑے رہے چنگیز خاں اپنے دائرہ سے باہر نہ آیا لیکن غرور و نخوت  
 کی نشانت نے اس کو ذلیل کیا اور رات کے وقت مع اپنے تمام لشکر  
 کے فراری ہوا اور بہر دج وارد ہوا محمد شاہ غارتی کو بے انتہا مال  
 غنیمت ہاتھ آیا اور چنگیز خاں کا ندر بار تک تعاقب کر کے قصبہ ندر بار  
 پر قابض ہوا

اسی اثناء میں سلطان محمد میرزا کے چھ فرزند یعنی محمد حسین میرزا،  
 میرزا حسین میرزا، مسعود حسین میرزا، شاہ میرزا، جلال الدین محمد اکبر بادشاہ  
 کے خوف سے فراری ہو کر سنبل سے مالوہ میں پناہ گزیں ہوئے۔  
 میرزا جلال الدین محمد اکبر کے لشکر نے مالوہ کی سرزمین پر قدم رکھا فراری شاہزادے لا علاج  
 ہوئے اور چنگیز خاں سے مل گئے چنگیز خاں نے اپنی تقویت کے لئے غائبانہ میرزاؤں کو  
 سلطان مظفر کے امرا میں داخل کر لیا اور چند برگے اپنی جاگیر سے ان کو عنایت کیے چنگیز خاں  
 نے اسی سال میرزاؤں کے اتفاق سے اعتما و خاں پر لشکر کشی کی اور قصبہ بردرہ پر یونینجک کے قابض ہو گیا  
 چنگیز خاں محمود آبا و پہنچا اور اعتما و خاں کے پاس یہ پیام پہنچا  
 کہ تمام عالم پر ظاہر ہے کہ شکست تھا میسر کا اصلی سبب تمھارا اتفاق ہے  
 اگر تم خود میری مدد کے لئے اپنے لشکر کو روانہ کرتے تو ہرگز فراری ہونے  
 کا محبوب و صہ میرے دامن پر نہ آتا اب میں تہنیت و مبارک باد

کے لئے احمد آباد آنا چاہتا ہوں اور یقین ہے کہ اگر تم شہر میں مقیم ہو گئے تو مخالفت و دشمنی پیدا ہو جائے گی بہتر یہ ہے کہ شہر سے باہر جا کر تمام امیروں کے مانند اپنی جاگیر میں سکونت اختیار کرو اور سلطان کو اپنی پاسبانی سے آزاد کر دنا کہ وہ اپنے مالک موروثی میں اپنی مرضی کے مطابق عمل و انتظام کرے۔

اعتماد خاں قبل پیام پہنچنے کے لشکر کا انتظام کر چکا تھا جب یہ پیام پہنچا تو سمجھ گیا کہ اس پیام ارشاد سے کیا مقصد ہے اعتماد خاں مظفر شاہ کو مع جتو اور سادات خاں بخاری اور اختیار الملک اور ملک شہر اور الف خاں اور جہاز خاں اور سیف الملک کے ہمراہ شہر سے باہر لایا ہوا تھا سے چھ کوس کی مسافت پر موضع کاوری میں فریقین کا مقابلہ ہوا اعتماد خاں کی نگاہ چنگیز خاں کے لشکر پر پڑی چونکہ اس سے پیشتر میرزاؤں کی شجاعت و بہادری کا حال معلوم کر چکا تھا لہذا تمام سپاہ کو قابض ارواح سمجھ کر قبل اس کے کہ تلوار بنیام سے باہر نکلے دو نگر پور کی طرف فراری ہوا اس حال کو دیکھ کر دوسرے امیروں نے بھی اعتماد خاں پر آفریں کی اور ہر ایک کسی نہ کسی جانب فراری ہوا سادات خاں بخاری دندو قہ اور اختیار الملک معمور آباد چلے گئے اور الف خاں اور جہاز خاں اور دوسرے حبشی امیروں نے سلطان مظفر کو اپنے ہمراہ لیا اور احمد آباد آئے۔ چنگیز خاں اپنی اس عیبی فتح کو دیکھ کر بہت خوش اور میوہ میں مقیم ہوا دوسرے دن صبح کو الف خاں اور جہاز خاں اور دوسرے حبشی امیروں نے سلطان مظفر کو اپنے ہمراہ لیا اور دروازہ کالپور سے نکل کر پور اور معمور آباد کی طرف روانہ ہوئے جس وقت سلطان مظفر شہر کے باہر آیا چنگیز خاں احمد آباد میں داخل ہوا اور اعتماد خاں کے مکان میں مقیم ہوا شیر خاں فولادی نے قصبہ کری کے نواح میں یہ خبر سنی اور چنگیز خاں کو پیام دیا کہ یہ تمام جاگیر اعتماد خاں کو مصارف سلطانی کی غرض سے دیکٹی تھی اب تو تنہا اس جاگیر پر قابض ہو گیا ہے یہ حرکت آئین مروت

و مردانگی خلاف ہے اور خود بیشمار لشکر کے ساتھ احمد آباد کی طرف روانہ ہوا۔

چنگیز خاں نے دیکھا کہ اس وقت شیر خاں کی مخالفت کہ نامناسب نہیں ہے۔ فریقین میں باہم یہ طے پایا کہ اب سا برہتی کے اس طرف جہت علاقہ ہے وہ تمھارا ہے اس وجہ سے بعض قریات احمد آباد کے یعنی عثمان پور اور خان پور وغیرہ شیر خاں سے متعلق ہوئے چنگیز خاں بلخاٹا میں خدمت کے میرزاؤں کی بھجوت کرتا تھا۔

میراں محمد شاہ ولد میراں مبارک شاہ چونکہ اپنی اول نفع کے سبب سے دلیر ہو چکا تھا کجرات کے محاکم کو بادشاہ سے خالی پا کر اور امر کی باہمی مخالفت و دشمنی کو نصرت غیر مترقبہ سمجھ کر اس مملکت کے ہمراہ جنگ کے ارادہ سے شہر کے باہر آیا میراں محمد شاہ کو شکست ہوئی اور پریشان و بے سرو سامان الیہ پہنچا چونکہ یہ فتح میرزاؤں کے حق سے ہوئی تھی چنگیز خاں نے ان کی بھجوت کی اور چند پرگنوں سمیت آباد سرکار بہرہ ج سے ان کی جاگیر میں دئے اور بلخاٹا اس امر کے کہ یہ امیر سامان و اسباب ضروری بہم پہنچائیں ان کو ان کی جاگیر کی طرف رخصت کیا میرزا اپنی جاگیر میں آئے اور اوباش و مفسد اشخاص ان کے گرد جمع ہو گئے شرف الدین حسین میرزا جو خواجہ عبداللہ احمدار کی اولاد اور جنت ایشیانی نصیر الدین ہمایوں بادشاہ کا داماد تھا جلال الدین محمد اکبر بادشاہ سے منحرف ہو کر میرزاؤں سے اکڑ گیا لہذا ان کے اخراجات کے لئے موجودہ جاگیر کافی نہ ہو سکی اور میرزا دیگر محالات پر بلا اجازت چنگیز خاں کے قابض ہو گئے یہ خبر چنگیز خاں کو معلوم ہوئی اور اس نے تین ہزار جشی اور پانچ چھ ہزار کجراتیوں کو میرزاؤں کی جنگ پر مبین کیا میرزاؤں نے چنگیز خاں کی فوج کو شکست دیکر کچھ سپاہی چنگیز خاں کے قتل کئے اور فراریوں کا تعاقب کیا

میرزاؤں نے کجراتیوں اور جشیوں کی ایک جماعت کو گرفتار کر لیا

اس جماعت میں جو اشخاص کمسن و بے ریش و بروت تھے ان کو اپنی خدمت کے لئے رکھ لیا اور جن افراد کے ڈاڑھیاں تھیں ان کی ناک میں تیرہنا کر اور ان کے ہاتھوں کو پشت سے باندھ کر ایک مدور لکڑی ان کی گردن میں ڈالی اور بدلت تمام ان کو رہا کر دیا مینرا اپنے اس فعل کی وجہ سے اس امر کو بخوبی جانتے تھے کہ چنگیز خاں خود ان سے لڑنے کے لئے آئے گا میرزاؤں نے علاج وفاقہ پیش از وقوع عمل کیا اور سنو ز چنگیز خاں نے اپنی جگہ سے حرکت بھی نہ کی تھی کہ برادران بھی رہا پور کی طرف چلے گئے اور اس مملکت میں بھی دست اندازی شروع کی میرزا برہان پور سے ولایت مالوہ میں وارد ہوئے اور اس مملکت میں جو واقعات پیش آئے وہ تمام و کمال اکبر بادشاہ کے حالات میں ضمناً مرقوم ہو چکے ہیں۔

چونکہ انخ خاں اور جہاز خاں سلطان مظفر کے ہمراہ ولایت کانتہ میں جواب ہندری کے ٹوٹے ہوئے کناروں سے عبارت ہے ہمیشہ اس امر کے منتظر تھے کہ شاید اعتماد خاں خود آئے یا شیر خاں اپنے فرزند کو بھیجے سلطان مظفر کو اپنے پاس بلا لے لیکن جب کوئی صورت نہ پیدا ہو سکی تو سلطان مظفر کو اپنے ہمراہ لے کر دو نگر پور میں آئے اور اعتماد خاں کے پسر کو دیا۔

اس واقعہ کے چند روز کے بعد انخ خاں وغیرہ نے اعتماد خاں سے اپنی فوج کے اخراجات کے لئے روپیہ طلب کیا اعتماد خاں نے جواب دیا کہ رقم جاگیر سے وصول ہوتی ہے وہ تم سب پر ظاہر ہے اور تم کو یہ بھی معلوم ہے کہ سالانہ اتنا صرف ہوتا ہے یہ شہر بھی نہیں ہے کہ دوسرے اشخاص سے قرض لیکر دیا جائے اس جواب سے انخ خاں و دیگر حبشی امیر از روہ ہوئے چنگیز خاں اس امر سے واقف ہوا اور خطوط استمات ہر ایک کے نام بھیج کر ان کو اپنے پاس بلا لیا۔

انخ خاں و جہاز خاں اور سیف الملک و دیگر حبشی بلا اجازت

اعتماد خاں کے معہور آباد کی طرف روانہ ہوئے اور معہور آباد میں اختیار الملک  
 لگراتی سے ملاقات کر کے تمام افراد نے بالاتفاق احمد آباد کا رخ کیا  
 انہ خاں وغیرہ عرض کا کریہ پر جو احمد آباد کے قریب ہے پہنچے اور تمام  
 افراد تبدیل لباس کی غرض سے سلطان محمود کے باغ میں مقیم ہوئے  
 چنگیز خاں اسی وقت استقبال کے لئے گیا اور انہ خاں اور اختیار الملک  
 اور دوسرے حبشی امیروں سے باغ میں ملاقات کی اور ان کی دلجوئی کی  
 انہ خاں اور جہاز خاں سے کہا کہ تمام عالم پر ظاہر ہے کہ ہم سب سلطان  
 محمود ثانی کے غلام و خانہ زاد ہیں اگر حکومت ہم میں سے کسی ایک کے  
 پاس منتقل ہو جائے تو ہماری اس نسبت میں کوئی فرق واقع نہیں  
 ہو سکتا اور ملاقات کی حالت میں اس نسبت کی رعایت مد نظر رکھنا  
 لازمی ہے مناسب یہ ہے کہ بندہ ہائے سلطانی میں سے وہ افراد جو اپنی  
 مزید خدمت کے اعتبار سے ممتاز ہیں اور اس وقت سب اس مجلس میں  
 حاضر ہیں موجودہ وقت کے بعد جب کبھی ایک دوسرے کی ملاقات و  
 سلام کی غرض سے آئیں تو حاجبان دروازہ ان کے مانع نہ ہوں۔  
 چنگیز خاں نے ان کی تواضع کر کے اس امر کو قبول کیا اور تمام  
 امیروں کو اپنے ہمراہ لیکر شہر میں آیا اور مکانات خالی کر کے ان کے  
 حوالے کئے ایک مدت کے بعد ایک جاسوس انہ خاں کے پاس آیا اور  
 خبر دی کہ چنگیز خاں تمہارا اور جہاز خاں کا دشمن ہے اور یہ امر قرار  
 پایا ہے کہ صبح کو تم کو اور جہاز خاں کو چوگان بازی کے میدان میں بلا  
 غفلت کے عالم میں قتل کر ڈالے پس اگر چنگیز خاں گل کا کریہ کے  
 تالاب پر چوگان بازی کے لئے گیا تو کوئی خطرہ نہیں ہے کیونکہ اس  
 مقام پر جنگل بہت وسیع ہے اور انسان ہر طرف بھاگ سکتا ہے اور  
 اگر بہار کے میدان میں جو قلعہ کے اندر ہے گیا تو التبتہ اس کے لئے جان  
 سجانا دشوار ہے ہنوز جاسوس اس گفتگو سے فارغ نہ ہوا تھا کہ ایک  
 شخص چنگیز خاں کے پاس سے یہ پیام لیکر آیا کہ چنگیز خاں بعد دعا کے

کہتا ہے کہ کل میں چوگان بازی کے لئے میدان بہدریں جاؤں گا آپ لوگ علی الصباح حاضر ہو جائیں۔

الغ خاں اس خبر کو شکر متردد ہوا اور سوار ہو کر سیف الملک حبشی کے مکان پر گیا الغ خاں نے جہاز خاں اور رشیدی بد رشاہی اور محمد ارخاں اور نور رشیدی خاں کو طلب کر کے ان اشخاص سے اس معاملہ میں مشورہ کیا بے حد قیل وقال کے بعد یہ امر قرار پایا کہ حبشی کر کے غور چنگیز خاں کو قتل کرنا چاہئے دوسرے روز صبح کو الغ خاں اور جہاز خاں حبشی مع اپنے دوستوں کے سوار ہو کر چنگیز خاں کے دربار میں گئے چونکہ اس وقت تک چنگیز خاں کے لشکر ہی اور اس کے ہی خواہ جمع نہیں ہوئے تھے ایک شخص کو بھیج کر دعا کہلا بھیجی اور یہ پیام دیا کہ ہم لوگ حسب الحکم حاضر ہیں اگر آپ بہ بھیل چوگان بازی کے لئے چلیں تو بہتر ہو گا چنگیز خاں سے نوشی کر چکا تھا اور نشہ کی حالت سے بالکل مدہوش نہ ہوا تھا صرف ایک لب سس پیئے ننگے سر تنہا گھر سے باہر نکل آیا اور دعا باز حریفوں کے ہمراہ میدان بہدر کی طرف چلا الغ خاں چنگیز خاں کے دائیں جانب تھا اور جہاز خاں بائیں جانب اس کے ہمراہ چلے جا رہے تھے۔

ان امیروں نے کچھ راہ طے کی تھی کہ ایک نے دوسرے کو اشارہ کیا کہ وقت فرصت نیست ہے جہاز خاں نے فوراً ایسی ضرب چنگیز خاں کے لگائی کہ سر مع ایک ہاتھ کے جدا ہو گیا اس کے بعد ہر دو امیر اپنے مکانوں پر آئے اور جنگ کے لئے مستعد ہوئے اختیار الملک بھی ان لوگوں کی موافقت کے لئے آمادہ ہوا چنگیز خاں کا بھانجا رستم خاں جو عقب میں مع فوج کے آتا تھا اپنے خالو کی لاش فیل پر ڈال کر اس کے کہ قیام گاہ کو جائے بیرون روانہ ہو گیا اور اوباش شہر چنگیز خاں کے ملازمین کا مال و اسباب غارت و تباہ کرنے لگے جس وقت یہ بات متحقق ہو گئی کہ رستم خاں بیرون ہو گیا الغ خاں حبشی و

جہاز خاں اور دوسرے امیر قلعہ ارک میں جو بہدر کے نام سے مشہور ہے داخل ہوئے اور ایک خط اعتماد خاں کے نام لکھ کر اس کو ان واقعات سے مطلع کر کے احمد آباد میں طلب کیا بدر خاں اور محمد خاں پسران شیر خاں فولادی بھی اسی دن ادائے تہنیت و مبارک باد کی عرض سے شہر میں داخل ہوئے اور تمام امرائے لشکر کے لئے ایک ایک اسپ بطور پیشکش کے لئے آئے بالغ خاں اور جہاز خاں حبشی نے معتمدی امرائے اسی روز جاگیریں از سر نو تقسیم کیں اور تمام امرائے مکانات کی طرف واپس ہوئے۔

دوسرے روز شیر خاں فولادی کو جاسوسوں کے ذریعہ سے معلوم ہوا کہ امرائے ملازمین سے کوئی شخص بہدر کی حفاظت کے لئے شہر میں موجود نہیں ہے چنگیز خاں کے قتل کے تیسرے روز بوقت شب شیر خاں نے اپنے ایک امیر کو جس کا سادات خاں نام تھا مع مین سو آدمیوں کے روانہ کیا سادات خاں نے قلعہ کی دیوار کو خانپور کے جانب سے توڑ ڈالا اور قلعہ پر قابض ہو گیا۔

اس واقعہ کے چند روز کے بعد اعتماد خاں سلطان مظفر کو اپنے ہمراہ لیکر احمد آباد آیا چونکہ قلعہ بہدر سادات خاں کے قبضہ میں تھا اعتماد خاں نے مظفر شاہ کو بھی اپنے مکان میں مقیم کیا اور قلعہ بہدر کو خالی کرانے کے عرض سے ایک خط اس مضمون کا شیر خاں کے نام لکھا کہ قلعہ بہدر سلاطین کا قیام گاہ ہے جب سلطان نہ ہو اس وقت اس کے ملازمین اور رہی خواہوں پر لازم ہے کہ اپنے مالک کے گھر کی محافظت کریں نہ یہ کہ خود اس میں قیام کریں اور قابض ہو جائیں اب سلطان شہر میں داخل ہو گیا ہے تم سادات خاں سے کہو کہ قلعہ خالی کر کے سلطان کے سپرد کرے۔

شیر خاں نے اعتماد خاں کے ان حقوق کی رعایت سے اعتماد خاں کے قول کو منظور کیا اور بہدر کو خالی کر دیا سلطان مظفر اپنے محل میں



مقیم ہوا اسی اثناء میں جاسوس خبر لائے کہ میرزا فراری ہو کر ولایت  
مانوہ سے باہر نکل گئے لیکن جب راہ میں ان کو چنگیز خاں کے قتل کا  
واقعہ معلوم ہوا تو بیحد خوش ہو کر ان امیروں نے بہر و ج و سورت  
کارخ کیا ہے تاکہ اس صوبہ پر قابض ہو جائیں ۔

اختیار الملک اور الخ خاں اعتماد خاں کے مکان پر آئے اور  
اعتماد خاں سے کہنے لگے کہ ولایت بہر و ج حکام کے وجود سے خالی ہے  
اور میرزاؤں نے بہر و ج کارخ کیا ہے بہتر یہی ہے کہ ہم سب امیر فراہم  
ہو کر بہر و ج کا ارادہ کریں اور اس ارادہ کو عمل میں لانے کے لئے تاخیر  
و تعویذ سے کام نہ لیں کیونکہ اگر بہر و ج پر میرزا قابض ہو گئے تو بیحد  
خون جگر پی کر ولایت مذکورہ کو ان کے قبضہ سے نکالنا پڑے گا  
اعتماد خاں نے ایک قاصد کو شیر خاں کے پاس بھیجا کہ اس سے مشورت  
طلب کی تو شیر خاں نے جواب دیا بہترین صورت یہی ہے کہ روانگی  
قرار دی جائے ۔ اس واقعہ کے بعد یہ امر قرار پایا کہ تمام لشکر تین  
حصوں میں تقسیم کیا جائے اول الخ خاں مع حبشی امیروں کے پیشرو  
ہو جب یہ حصہ اس منزل سے کوچ کرے تو اعتماد خاں اور اختیار الملک  
اور دوسرے امیر مع دوسرے حصہ کے منزل میں قیام کریں جس وقت  
دوسری فوج اس منزل سے کوچ کرے تیسری فوج جو شیر خاں و دیگر  
امرا کے ماتحت ہے دوسرے حصہ کی منزل میں قیام کرے غرض کہ  
یہی امر طے پایا اور الخ خاں و جہاز خاں و سیف الملک و دیگر حبشی  
امیر محمود آباد پہنچے اعتماد خاں متوہم ہوا اور شہر سے باہر جا کر اُس نے  
اپنے ارادہ کو ملتوی کر دیا الخ خاں اور اس کے بھی خواہوں نے  
اعتماد خاں کی اس حرکت پر مزاح کرنا شروع کیا اور باہم کہنے لگے  
کہ ہم نے چنگیز خاں کے مانند اس کے دشمن کو قتل کیا اور وہ ہمارے  
ساتھ اتفاق سے کام لیتا ہے اب صلاح یہ ہے کہ ہم اس کی جاگیر  
کو باہم تقسیم کر کے اعتماد خاں کے پرگنات پر قابض ہو جائیں اس قرار دیا

یہ امر مستقل ہو گئے اور پرگنہ کنپایت اور پرگنہ جلاوہ بعض دیگر پرگنات پر قبضہ کر لیا میرزاؤں کو موقع ہاتھ آیا اور یہ امر اقلہ جینا پیر اور قلعہ بندر سورت اور دیگر مقامات پر قابض ہو گئے رستم خاں نے قلعہ بندر سورت میں محصور ہو کر میرزاؤں سے جنگ کی لیکن آخر کار انان طلب کی اور قلعہ حریف کے سپرد کر دیا

اہالی گجرات بے جاگیر ہو کر شہر سے نکلے اور انخ خاں سے مل گئے انخ خاں نے جہاز خاں سے کہا کہ چونکہ سپاہی شہر سے باہر نکل آئے ہیں لہذا اعتماد خاں کے پرگنات میں سے ایک پرگنہ کو ان کی جاگیر میں دیدینا چاہیے جہاز خاں نے جواب دیا کہ جو جگہ تم اس جماعت کو دینا چاہتے ہو اس کو مجھے دید و تم اس گروہ سے جو توقع رکھتے ہو اس کو میں پورا کر دوں گا اس مسئلہ میں انخ خاں و جہاز خاں کے درمیان بھی مخالفت پیدا ہو گئی اعتماد خاں نے فرصت و موقع پایا اور جہاز خاں کو مکہ و قرآن کے ساتھ دھوکہ دیکر اپنے پاس طلب کر لیا اس طرح حبشیوں کی شکست میں فتور عظیم پیدا ہو گیا چنانچہ انخ خاں حبشی اور سادات خاں بخاری شیر خاں فولادی سے مل گئے۔

شیر خاں کا پلہ اب غالب ہو گیا تھا سلطان مظفر بھی فرصت کا فتنہ ہوا ایک دن قبل از مغرب بادشاہ کھیر کی راہ سے باہر نکلا اور اور عنایت پور میں جو سرسبز کے قریب واقع ہے انخ خاں کے دائرہ میں داخل ہوا انخ خاں نے اس سے ملاقات نہ کی اور شیر خاں کے پاس گیا اور کہا کہ سلطان مظفر بلا اس کے کہ مجھے قبل سے اطلاع دے میرے مکان میں آیا لیکن میں نے اب اس سے ملاقات نہیں کی شیر خاں فولادی نے کہا چونکہ سلطان مظفر تھرا راہمان ہے لہذا تم جاؤ اور حقوق خدمت بجا لاؤ دوسرے دن صبح کو اعتماد خاں کا ایک خط اس مضمون کا شیر خاں فولادی کے نام آیا کہ سلطان مظفر سلطان محمود کا کافر زندہ نہیں ہے لہذا میں نے اس کو ملک باہر نکال کر مغلوں کو طلب کیا

تاکہ ان کو بادشاہ بنا کر ملک گجرات انکے سپرد کر دوں۔  
 شیر خاں فولادی یہ خط پڑھ کر اپنے مکان سے سید حامد کے مکان  
 پر گیا اور اس سے دریافت کیا کہ جلوس کے وقت اعتماد خاں نے سلطان  
 مظفر کے نسبت کیا کہا تھا سید حامد اور دوسرے سادات نے جواب دیا کہ  
 اعتماد خاں نے قرآن ہاتھ میں لیکر قسم کھائی تھی کہ بچہ سلطان محمد ثالث  
 کا فرزند ہے اب جو کچھ اس کے خلاف کہتا ہے وہ عداوت پر مبنی ہے  
 شیر خاں فولادی سید حامد کے مکان سے سوار ہو کر الف خاں کے مکان پر  
 آیا اور کہاں ہاتھ میں لیکر اسی طریقہ سے جس طرح کہ لازم اپنے آقا کی  
 ملازمت حاصل کرتا ہے سلطان مظفر کی خدمت میں حاضر ہوا اور الف خاں  
 حبشی کے مکان سے سلطان کو سوار کر کے اپنے مکان میں لے آیا اور  
 سلطان کی خدمت گزاری کے لئے آمادہ ہو گیا۔

اعتماد خاں نے منلوں کو حد و پہرہ سے طلب کیا مثل امیر پانچ چھ  
 ہزار سواروں کے ساتھ احمد آباد میں پہنچے اور اعتماد خاں ہر روز منلوں  
 سپاہیوں کو مع سیف الملک کی فوج کے جشیوں سے جنگ کے لئے  
 بھیجتا تھا چنانچہ رفتہ رفتہ مخالفت اور دشمنی میں طول ہو گیا اور اعتماد خاں  
 نے جب دیکھا کہ اب کوئی چارہ کار نہیں ہے تو اس وقت اس نے  
 ایک عرضداشت جلال الدین محمد اکبر بادشاہ کو لکھی اور گجرات کے فتح  
 کی ترغیب دی اتفاق سے اس وقت یعنی سن ۹۸۵ھ جلال الدین محمد اکبر  
 بادشاہ ناگور تشریف لے گئے تھے اور بادشاہ نے پیر محمد خاں المشہور  
 خان کلاں کو امرائے مقتدر کی ایک کشید جماعت کے ساتھ سر وہی فتح  
 کرنے کے غرض سے بھیجا تھا جب اتفاق سے پیر محمد خاں راہ سر وہی  
 کے ایلی کے ہاتھ سے زخمی ہو گیا جلال الدین محمد اکبر بادشاہ خود بنفس  
 لشکر گاہ میں تشریف لائے اور اس وقت عرائض خوانین گجرات  
 کے پہنچے سلطان جلال الدین محمد اکبر بادشاہ نے ناگور سے گجرات کا  
 عزم فرمایا یہ تمام واقعات اسی تفصیل کے ساتھ سلطان جلال الدین محمد اکبر بادشاہ

کے حالات میں مرقوم ہو چکے ہیں اکبری لشکر پٹن گجرات میں داخل ہوا شیر خاں فولادی جو اس وقت احمد آباد کا محاصرہ کئے ہوئے تھا بدحواس ہو کر ایک جانب بھاگا اور ابراہیم حسین میرزا اور اس کے بھائی برودرہ اور بہروچ کی جانب چلے گئے اعتماد خاں اور میرزا ابوتراب شیرازی اور انے خاں حبشی اور جہاز خاں اور اختیار الملک احرام باندھ کر در دولت سلطانی پر حاضر ہوئے اور بادشاہ کے بھی خواہوں میں داخل ہو گئے سلطان مظفر بھی شیر خاں فولادی سے علیحدہ ہو کر سلطان جلال الدین محمد اکبر بادشاہ کی خدمت میں حاضر ہوا جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ دو رشاہان گجرات کی حکومت کا چودھویں رجب ۹۸۹ھ میں خاتمہ ہو گیا، اور مہو بہ اکبر بادشاہ کے ممالک محروسہ میں داخل ہو گیا اکبر بادشاہ نے اسی یورش میں قلعہ بندر سورت کو بھی محمد حسین میرزا کے آدمیوں کے قبضے سے نکال کر اپنی قلمرو میں شامل کیا اکبر بادشاہ بوقت مراجعت جس وقت نواح بہروچ میں تشریف لائے چنگیز خاں کی والدہ بادشاہ کی خدمت میں حاضر ہو کر داد خواہ ہوئی کہ میرے فرزند کو جہاز خاں نے بلا قصور قتل کیا ہے سلطان جلال الدین محمد اکبر بادشاہ نے جہاز خاں پر جو بادشاہ کے ہمراہ رکاب تھا حکم قصاص صادر فرمایا اور سلطان مظفر کو اپنے ہمراہ آگرہ لے گئے منعم خاں نے بنگالہ کا سفر کیا اور بادشاہ نے سلطان مظفر کو اس کے سپرد کر دیا منعم خاں نے سلطان مظفر کے ساتھ اپنی دختر شہزادی خانم کا عقد کر دیا منعم خاں چند روز کے بعد سلطان مظفر سے بدگمان ہو گیا اور اس کو قید کر دیا سلطان مظفر موقع پا کر قید خانہ سے فرار ہو گیا۔

۹۸۹ھ میں سلطان مظفر گجرات میں آیا یہاں پہنچ کر اس نے بیشمار لشکر فراہم کیا اور قطب الدین خاں حاکم گجرات سے جنگ کر کے اس کو قتل کیا سلطان مظفر نو سال کے بعد دوبارہ احمد آباد گجرات پر قابض ہو گیا اور سکھ و خطبہ اپنے نام کا جاری کر کے چند روز تک اس نے

فرمانروائی کی جلال الدین محمد اکبر بادشاہ نے سال ۹۹۰ھ میں عبد الرحیم ولد  
 بسرام خاں ترکمان المصطفیٰ بہ خان خاناں کو سلطان مظفر کی مداخلت  
 سے لے کر متعین فرمایا عبد الرحیم خاں قبائل لشکر کے ساتھ ہجرت پہنچا اور  
 سلطان مظفر جو ناگدہ کی طرف فراری ہو گیا اس واقعہ کے بعد ہجرت  
 بار دیگر جلال الدین محمد اکبر بادشاہ کے قبضہ میں آیا اور اسے تک اس کی  
 دو دمان عالی شان کے قبضہ میں ہے سلطان مظفر نے تخت نشینی  
 کے بعد عزل حکومت تک ستر سال چند ماہ فرمانروائی کی ۔

## مقالہ پنجم

### فرمانروایان مملکت مالوہ و سندو کے بیان میں

ناظرین پر یہ امر مخفی نہیں ہے کہ بلاد مالوہ ایک وسیع مملکت ہے اور اس مملکت میں ہر وقت حکام و نشان کا قیام رہا اور راجہائے کبار اور رایان نامدار مثل بکر ماجیت جل کا آغاز سلطنت تاریخ مہنہ و کی ابتدا ہے اور راجہ بھوج و غیرہ جو عظیم الشان راجہائے ہندوستان میں مالوہ کے فرمانروائے تھے سلطان محمود غزنوی کے بعد اسلام ہندوستان میں شائع ہوا اور سلاطین دہلی میں سلطان محمد بن فیروز شاہ کے عہد حکومت تک مالوہ بادشاہان دہلی کے تصرف میں رہا دلاور خاں غوری جس کا اصلی نام حسین ہے اور سلطان شہاب الدین سام غوری کی اولاد میں ہے سلطان محمد بن فیروز شاہ کے قتل ہونے کے بعد اس مملکت کی حکومت پر فائز ہوا اور مستقل بادشاہ بن گیا اسی زمانہ سے فرمانروایان مالوہ سلاطین دہلی کی اطاعت سے آزاد ہوئے اور گیارہ سلاطین نے یکے بعد دیگرے ۹۶۹ء تک اس مملکت پر حکومت کی ہے اگرچہ اس زمانہ میں چند روز کے لئے باسٹنا ان گیارہ شخصوں کے سلطان بہادراد جنت آشیانی نصیر الدین محمد جانیوں بادشاہ

نے بھی اس مملکت پر فرمانروائی کی ہے۔

کہتے ہیں کہ محمد شاہ بن فیروز شاہ نے جلوس کے بعد اپنے امرا کی ایک جماعت پر جس نے ایام فراری میں بادشاہ کے ساتھ وفاداری و حقیقی ٹھک حلائی سے کام لیا تھا نوازش و عنایت فرمائی چنانچہ خواجہ سرور کو خواجہ جہاں کا خطاب دیکر وزیر کل بنایا اور ظفر خاں بن وجیہ الملک کو حاکم گجرات اور خضر خاں کو حاکم ملتان اور دلاور خاں کو حاکم مالوہ مقرر فرمایا آخر الامر یہ چاروں امیر مرتبہ بادشاہی تک پہنچے۔ دلاور خاں غوری کے دھار میں قیام کیا اور اپنی شجاعت و قوت رائے صائب سے ولایت مالوہ کا محقول انتظام کر کے ملک کو انفا کے دست برد سے محفوظ کیا۔ دلاور خاں، غوری ہمیشہ اس فکر میں رہتا تھا کہ شادی آباد سندھ کو اپنا دار الحکومت بنائے دلاور خاں بذات خود کبھی کبھی جا کر اس شہر کی تعمیر بھی کرتا تھا اور پہر دھار واپس آتا تھا۔

سلسلہ میں سلطان محمود بادشاہ دہلی امیر تیمور صاحبقران کے خوف سے فراری ہو کر گجرات وارو ہوا اور منظر شاہ فرمانروائے گجرات نے اس کے ساتھ عمدہ سلوک نہ کیا اور سلطان محمود اس سے رنجیدہ ہو کر دھار کی طرف متوجہ ہوا دلاور خاں نے اپنے عزیزوں اور امیروں کے استقبال کے لئے روانہ کر کے حکم دیا کہ منزل بمنزل شہانہ کر کے لوازم ضیافت، سخوبی سجالائیں۔

اس سلطان محمود و آئندہ کوس دھار کے قریب پہنچا اور دلاور خاں نے خود بھی بادشاہ کے استقبال کا ارادہ کیا لیکن ہوشنگ ان وجہ کی بناء پر اپنے باپ سے خوش نہ تھا لہذا لشکر مالوہ کا ایک بڑا حصہ اپنے ہمراہ لے کر شادی آباد سندھ چلا گیا۔ دلاور خاں نے ناصر الدین محمود بادشاہ دہلی کا استقبال کیا اور اعزاز کے ساتھ اس کو شہر میں لے آیا اور جس قدر نقد و وجوہ اہرا سکے پاس تھے سب بادشاہ کی حضور میں پیش کئے۔ دلاور خاں غوری نے بادشاہ سے عرض کیا کہ بندہ آپ کا غلام اور تمام اہل حرم حضور کی کنیزیں ہیں۔ سلطان محمود نے دلاور خاں کو دعائے خیر دی اور نقد و

جواہرات میں سے جس قدر اس کو حقیاج تھی وہ لیکر بقیہ قسم دلاور خاں کو واپس کر دی۔

سلسلہ میں محمود شاہ نے دلاور خاں کو رخصت کر دیا اور خود حسب التماس امرادہلی دہلی کی طرف متوجہ ہوا ہوشنگ اس خبر کو سنا کہ اپنے باپ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ ہوشنگ نے تین سال کی مدت میں مندو میں ایک قلعہ سد سکندر سے زیادہ مستحکم پتھر اور چونہ کا تعمیر کرایا چنانچہ اس شہر کی تعمیر عنقریب معرض بیان میں آئے گی۔

سلطان ناصر الدین فوت ہوا اور سلطنت دہلی کے استقامات میں خلل واقع ہوا دلاور خاں مستقل بادشاہ بن گیا اور مالوہ میں اپنے نام کا خطبہ جاری کر کے چتر و میرا پر وہ سرخ تیار کرایا کہتے ہیں کہ دلاور خاں کے اجداد میں سے ایک شخص غور سے آیا تھا اور سلاطین دہلی کا ملازم ہو کر چنا شرت ہوا اس کا فرزند مرتبہ امارت پر پہنچا اور اس کا پوتا یعنی دلاور خاں غوری فیروز شاہ کے عہد میں مقتدر امیر ہوا دلاور خاں غوری سلطان مجنوں بادشاہ دہلی کے عہد حکومت میں مالوہ کا جاگیردار ہوا اور اس نے آداب ملک داری میں سلاطین کی روش اختیار کی اور ساٹھ سال تک کامیابی کے ساتھ حکومت کرتا رہا۔

دلاور خاں سلسلہ میں فوت ہوا بعض تاریخوں میں یہ عبارت میری نظر سے گزری ہے کہ ہوشنگ کی کوشش سے اس کو زہر دیا گیا دلاور خاں غوری نے بیس سال حکومت کی منجملہ ان کے چار سال اس نے

سلطنت کی جو کہ سلطنت ہوشنگ اپ خاں نے اپنے باپ کے فوت ہونے کے بعد بن دلاور خاں غوری اس حکومت پر جلوس کیا اور اپنا خطاب سلطان ہوشنگ قرار دیا امرادہلی کا بر ملکیت نے اس کی بیعت کی اور اس کے مطیع ہوئے لیکن ہنوز اس کی سلطنت مستحکم نہ ہونے پائی تھی کہ جاسوس خبر لائے کہ شاہ مظفر گجراتی اپ خاں نے اپنے باپ دلاور خاں غوری کو



قلیل مال دنیا کے عوض میں نہرو دیکر سلطان ہوشنگ کے لقب سے  
تحت حکومت پر جلوس کیا ہے۔ چونکہ دلاور خاں غوری اور شاہ مظفر  
گجراتی میں بھائی چارہ تھا سلطان مظفر گجراتی لشکر کا انتظام کر کے حدود  
مالوہ میں وارد ہوا ہے سلطان ہوشنگ نے یہ خبر سنی اور خود بھی جنگ کے  
ارادہ سے قلعہ دھار کے باہر آیا۔

سنہ ۱۱۷۱ میں فریقین ایک دوسرے کے مقابل ہوئے اور شدید  
معرکہ آرائی ہوئی سلطان مظفر اس معرکہ میں زخمی ہوا اور سلطان ہوشنگ  
اپنے گھوڑے کی پشت سے زمین پر گر پڑا باوجود اس کے بھی فریقین  
ثابت قدم رہے اور جنگ کو جاری رکھا یہاں تک کہ فتح و شکست باہمی  
گوشش پر منحصر نہیں ہے عالم غیب سے مظفر شاہ گجراتی کے نامزد ہوئی  
اور سلطان ہوشنگ نے فراری ہو کر قلعہ میں پناہ لی۔

سلطان ہوشنگ نے اپنے میں مقابلہ کی طاقت نہ دیکھی اور  
امان طلب کر کے مظفر شاہ گجراتی کی خدمت میں حاضر ہوا مظفر شاہ گجراتی  
نے سلطان ہوشنگ کو مع اس کے امیروں کے مقید کر کے اپنے موکلوں  
کے سپرد کر دیا سلطان مظفر گجراتی نے اپنے بھائی خان اعظم نصرت خاں  
کو مع جہاز لشکر کے دھار کے قلعہ میں چھوڑا اور سپاہ مالوہ کو اپنا مقصد  
کر کے خود کامیاب و بامراد گجرات کی طرف روانہ ہوا نصرت خاں راہگیر  
نے اول ہی سال اس قدر زیادہ موصول جس کو رعایا برداشت نہ کر سکتی تھی  
طلب کیا اور مخلوق کے ساتھ بد سلوکیاں کرنے لگا لشکر مالوہ نے بادشاہ  
کی واپسی کے بعد موقع پا کر نصرت خاں کو دھار کے باہر نکال دیا اور اس  
بنیاد پر کہ نصرت خاں نے نواح مالوہ میں توقف کیا اور ولایت مالوہ  
کے باہر نہ جاسکا لشکر مالوہ نے اس کا تعاقب کر کے پساتندگان کو سخت  
نقصان پہنچایا لیکن نصرت خاں نے مظفر شاہ کے خوف سے دھار کو  
چھوڑ دیا اور قلعہ شادی آباد مندو میں جس کے برج بید مضبوط و مستحکم  
تھے مقیم ہوا رعایا نے سلطان ہوشنگ کے چچا زاد بھائی موسیٰ خاں

کو اپنی سرداری کے لئے منتخب کیا سلطان ہوشنگ نے یہ اخبار سننے اور ایک عریضہ اپنے قلم سے لکھ کر مظفر شاہ گجراتی کی خدمت میں بھیجا جس کا یہ مضمون تھا کہ سلطان بجائے میرے عم و پدر کے ہیں جو امور کہ بغض اہل غرض نے سلطان کے حضور میں عرض کئے ہیں خدا و احق ہے کہ بالکل خلاف واقعہ ہیں اس زمانہ میں سنا گیا ہے کہ امرا مالوہ نے خان اعظم کے ساتھ بے اعتمادی کی ہے اور موسیٰ خاں کو اپنی سرداری کے لئے منتخب کیا اور موسیٰ خاں ولایت مالوہ پر قابض ہو کر استقلال کا دعویٰ کر رہا ہے اگر سلطان مجھ کو قید سے رہا فرما کر ممنون احسان فرمائیں تو ممکن ہے کہ اس مملکت پر میں بار و گردگر قابض ہو جاؤں۔

سلطان مظفر نے ایک سال کے بعد ہوشنگ کو قید سے رہا کیا اور اس سے عہد لیکر اس کے معاملات کا انتظام فرما کر سلطان نے امجد شاہ کو سلطان ہوشنگ کی امداد کے لئے روانہ فرمایا امجد شاہ نے دہار و نواح دہار کو امرا کے قبضہ سے نکال کر سلطان ہوشنگ کے سپرد کر دیا اور خود گجرات کی طرف واپس ہوا سلطان ہوشنگ نے چند روز دہار میں قیام کیا تمام خاصہیل بادشاہ کے گرد جمع ہو گئے اور ہوشنگ نے ایک قاصد کو قلعہ شادی آباد سندھ میں بھیج کر امیروں کو اپنی جانب مائل اور امرا کو اپنے پاس طلب کیا تمام امیر سرور و خوشحال سلطان ہوشنگ کے بھی خواہ ہو گئے چونکہ تمام امرا کے اہل و عیال قلعہ میں تھے لہذا امرا سلطان ہوشنگ کی خدمت میں حاضر نہ ہو سکتے تھے سلطان ہوشنگ مجبوراً چند ہی خواہوں کے عہدہ قصبہ دہار سے قصبہ مہر میں آیا اور جنگ کی بنیاد ڈالی سلطان ہوشنگ کے ملازم ہر روز ہجرت ہوتے تھے اور کوئی کارروائی پیش نہیں جاتی تھی ہوشنگ نے صلاح اسی میں دیکھی کہ یہاں سے کوچ کر کے وسط مملکت میں قیام کرے اور اپنے امرا کو قصبہات و پرگنات میں روانہ کیا تاکہ ان پر قابض ہو جائے اسی اثنا میں سلطان ہوشنگ کے چچ بھی زاد بھائی ملک مغیش نے ملک خضر المشہور بیان خاں سے مشورت کی کہ اگرچہ موسیٰ خاں شایستہ جوان اور میر لہجہ زاد بھائی ہے

لیکن سلطان ہوشنگ بہادری و عقلتندی و بروباری میں اپنے زمانہ میں بے مثل اور اس ملک کا وارث حقیقی ہے اور اس نے میری ماں کے کنا رشفقت میں پرورش پائی ہے بہتر یہی ہے کہ عنان فرمانروائی اس کے دست اقتدار میں ویدنی جائے ملک خضر المشہور بہیاں آغا نے اس رائے پر ملک مفیش کو تحسین کی اور ہردوا میر متفق ہو کر شب کو قلعہ سے نیچے اترے اور سلطان ہوشنگ سے جا ملے۔

سلطان ہوشنگ نے ملک مفیش کو اپنی نیابت کے وعدہ سے خوشحال کیا موسیٰ خاں نے جس وقت یہ خبر سنی اپنی امیدوں سے یابوس ہو کر اپنے مال کا ر میں متفکر ہوا اور آخر کار قلعہ کو خالی کر کے باہر چلا گیا سلطان ہوشنگ قلعہ شادی آباد مندو میں داخل ہوا اور دارالامارت میں قیام فرمایا سلطان ہوشنگ نے ملک مفیش کو ملک شرف کا خطاب دیا اس کو وزارت پر نامزد فرمایا اور تمامی امور میں اس کو اپنا نائب و قائم مقام بنادیا۔

سنہ ۱۰۱۱ھ میں سلطان مظفر فوت ہو گیا اور سلطنت پر احمد شاہ بن محمد شاہ بن مظفر شاہ قابض ہوا فیروز خاں اور بہیت خاں پسران مظفر شاہ گجراتی نے بہروچ میں مخالفت و بغاوت شروع کر دی اور سلطان ہوشنگ سے طالب امداد ہوئے سلطان ہوشنگ نے مظفر شاہی حقوق تربیت و احمد شاہی اعانت کو نافرمانی سے مبدل کیا اور ارادہ کیا کہ ملک گجرات میں داخل ہو کر ملک کے انتظام و قوا کو مختل کرے سلطان احمد شاہ نے یہ خبر سنی اور جبراً لشکر کے ساتھ بہروچ میں وارد ہوا سلطان احمد نے قلعہ بہروچ کا محاصرہ کیا فیروز خاں اور بہیت خاں نے خوف و غلبہ و کثرت سپاہ و حمل آوری سے خوف زدہ ہو کر امان طلب کی اور احمد شاہ سے مل گئے سلطان ہوشنگ راہ سے واپس ہو کر دھار پہنچا اور بنو زرا یک جرم کی تداست باقی تھی کہ دوبارہ دوسری غلطی کا مرتکب ہوا جس کی تفصیل حسب ذیل ہے۔

۸۲۲ء میں سلطان ہوشنگ کو یہ خبر معلوم ہوئی کہ سلطان احمد شاہ گجراتی راجہ جالوارہ پر حملہ آور ہو کر جالوارہ میں مقیم رہے اسی زمانہ میں راجہ جالوارہ کا خط بھی طلب امداد میں آیا اور راجہ کے ایچی نے بھی بیدار کیا سلطان ہوشنگ نے معاملات سابق کو بالکل فراموش کر دیا اور لشکر تیار کر کے گجرات کی طرف چلا اور اس ملک کو بید نقصان پہنچایا سلطان احمد شاہ گجراتی نے جس وقت اس خبر کو سنا فوراً سلطان ہوشنگ کی مدافعت پر آمادہ ہوا۔ فریقین ایک دوسرے کے قریب پہنچے اور راجہ جالوارہ کی مدد سلطان ہوشنگ تک نہ پہنچی اور ہوشنگ بے اختیار اپنے ملک کی جانب واپس ہوا اسی زمانہ میں نصیر خاں فاروقی نے ارادہ کیا کہ قلعہ تھالین کو جو اس کے باپ نے اپنے چھوٹے فرزند ملک افشار کو دیا تھا اس کے قبضہ سے نکال لے نصیر خاں سلطان ہوشنگ سے مدد طلب کی اور سلطان ہوشنگ نے اپنے فرزند غزنین خاں کو پندرہ ہزار سواروں کی جمیعت سے اس کی مدد کے لئے روانہ کر دیا نصیر خاں فاروقی نے غزنین خاں کی اعانت سے قلعہ تھالین پر قبضہ کیا اور نواح سلطان پور میں چلا آیا سلطان احمد شاہ گجراتی نصیر خاں کی تادیب کے لئے روانہ ہوا زمیندار گجرات خصوصاً راجہ جالوارہ راجہ محمد آباد جینا نیر اور راجہ نادوت اور ایدر نے موقع پا کر مکرر عداوت سلطان ہوشنگ کی خدمت میں روانہ کئے جن کا مضمون یہ تھا کہ اگر اول مرتبہ خدمتگداری میں تجاہل و تاہل واقع ہوا تو اس مرتبہ جاں نثاری میں کوئی دقیقہ فرو گذاشت نہ ہوگا اگر آئینہ گجرات کی طرف توجہ فرمائیں تو ہم چند راہبروں کو آپ کی خدمت میں روانہ کریں تاکہ لشکر کو ایسی راہ سے لے جائیں کہ جب تک فوج گجرات میں نہ پہنچے سلطان احمد شاہ اس حال سے واقف نہ ہو سکے چونکہ سلطان ہوشنگ کو سابقہ عداوت کے علاوہ اب غلامت بھی حاصل ہو چکی تھی اپنے اس ارادہ کو مکمل کرنے کے غرض سے لشکر کی تیاری میں مصروف ہوا اور ۸۲۳ء میں بشوکت تمام مہراسہ کی راہ سے گجرات کا

رخ کیا اتفاق سے اسی زمانہ میں سلطان احمد نواح سلطان پور ندر بار میں آیا  
غزنین خاں مالوہ کی جانب فرار کی یہ اور نصیر خاں آسیر چلا گیا۔

سلطان احمد شاہ کو یہ خبر معلوم ہوئی کہ سلطان ہوشنگ مہراسہ  
میں آگیا سلطان احمد اس کی بددلت کو جیسے امور پر مقدم سمجھتا ہے وہی  
کی طرف متوجہ ہوا اور یاد جو دکشت بارش ٹھیل بدت میں جلد سے جلد  
مہراسہ پہنچا جاسوسوں نے سلطان ہوشنگ کو سلطان احمد شاہ کی آمد سے  
مطلع کیا سلطان ہوشنگ مضطرب ہوا اور ان زمینداروں کو جنہوں نے  
عرایض بھیج کر فتنہ و فساد برپا کیا تھا اپنے حضور میں طلب کیا سلطان  
ہوشنگ کو اس بددلتی کا حال معلوم ہوا اور اس نے تمام زمینداروں کو  
بیحد ملاست کی اور برا بھلا کہا اور شہنشاہ سے آیا تھا اسی سمت سے  
مقدم و متفکر واپس ہوا۔

سلطان احمد گجراتی نے چند روز مہراسہ میں توقف کیا تاکہ لشکر  
اس سے آکر مل جائے سلطان احمد شاہ گجراتی سے اجتماع لشکر کے بعد ماہ  
صفر ۸۲۳ء میں مالوہ کا ارادہ کیا اور مستواتر کوچ کر کے کالیادہ کے  
نواح میں فروکش ہوا سلطان ہوشنگ نے جنگ کا ارادہ کیا اور چند منزل  
آگے بڑھا لیکن آخر کار شکست کھا کر فراری ہوا اور قلعہ شادی آباد منڈ  
میں محصور ہو گیا سلطان احمد شاہ گجراتی کی سپاہ نے قلعہ شادی آباد منڈ  
کے دروازے تک ان کا تعاقب کیا اور بیشتر مال غنیمت ان کے  
ہاتھ آیا سلطان احمد بھی عقب سے طفر آباد قلعہ تک گیا اور چند روز یہاں  
توقف کر کے لشکر کو اطراف ولایت مالوہ میں بھیجا چونکہ شادی آباد منڈ  
کا قلعہ بیحد مستحکم تھا مجبوراً واپس ہو کر دھار میں آیا سلطان احمد کا ارادہ  
تھا کہ اب اجین روانہ ہو لیکن چونکہ برسات کا موسم آگیا تھا امر اور  
وزرا نے عرض کیا کہ صلاح دولت یہ ہے کہ اس سال جہاں پتہ اپنے  
دارالملک کو مراجعت فرمائیں اور ان مفسدوں کی جو اس فتنہ و فساد کے  
باعث ہیں معقول گوشمالی دیکر سال آئندہ بخاطر جمع مملکت مالوہ کی فتح کا

قصہ فرمائیں سلطان احمد شاہ گجراتی اس قرارداد کے مطابق دھار سے روانہ ہوا اور گجرات میں آیا۔

اسی سال سلطان ہوشنگ نے ملک منیٹ کے فرزند ملک محمود کو جس کی پیشانی سے شرافت اور کاروانی ظاہر ہوتی تھی محمود خاں کا خطاب دیکر اس کو اس کے باپ کے ہمراہ مہات ملکی میں شریک کر دیا سلطان ہوشنگ جس وقت کہیں جاتا تھا ملک منیٹ کو قلعہ میں چھوڑ دیتا تھا تاکہ مہات ملکی کو فیصل کرے اور محمود خاں کو اپنے ہمراہ لے جاتا تھا اسی سال کے آخر سلطان احمد شاہ گجراتی نے ارادہ کیا کہ ولایت بلوچ میں داخل ہو کر جو کچھ اس سے ہو سکے اس میں کوتاہی نہ کرے سلطان ہوشنگ احمد شاہ گجراتی کے ارادہ سے مطلع ہوا اور بہ قاصدوں کو مع سخت و ہلایا کے روانہ کر کے صلح کا طالب ہوا سلطان احمد گجراتی نے پیشکش قبول کیا اور اسی وقت احمد آباد کی طرف روانہ ہوا۔

۸۲۳ھ میں سلطان ہوشنگ نے قلعہ کھیرلہ پر جو ہزار کی مدد سے لشکر کشی کی حاکم کھیرلہ نرسنگ رائے پچاس ہزار سوار اور پیادہ سے سلطان ہوشنگ کے مقابلہ کے لئے آیا سخت لڑائی کے بعد سلطان ہوشنگ نے فتح پائی اور نرسنگ رائے مارا گیا سلطان ہوشنگ نے قلعہ سارنگ گڑھ کا جو نرسنگ رائے سے متعلق تھا محاصرہ کر کے فتح کر لیا اور خزانہ اور چوراسی ہاتھی اس کے ہاتھ آئے سلطان ہوشنگ نے نرسنگ رائے کے فرزند کو جو قلعہ کھیرلہ میں تھا اپنا مطیع باجگزار کیا اور خود محفوظ اور سالم شادی آباد مندو واپس آیا۔

۸۲۴ھ میں سلطان ہوشنگ نے ایک ہزار سوار اپنے لشکر سے منتحب کئے اور سوداگروں کے لباس میں ولایت جاجنگر کا جو ایک ماہ کی راہ ہے رخ کیا اور اسپان نقرہ رنگ جس کو یہاں کاجر جید عزیز رکھتا تھا اور چند دیگر اشیاء جن کو اس مملکت میں لوگ بغیر خریدتے تھے اپنے ہمراہ لیا اس سفر سے سلطان کی یہ مرضی تھی کہ اسپ

ومتاع کے معاوضہ میں ہاتھیوں کا انتخاب کر کے ان کو ہمراہ لیجائے اور اس قوت سے سلطان احمد شاہ گجراتی سے اپنا انتقام لے۔

سعدان ہوننگ جاج بنگ پہنچا اور ایک شخص کو جاج بنگ کے راجہ کے پاس بھیجا اس کو اطلاع دی کہ ایک سوداگر ہاتھیوں کو خرید کرنے کے لئے آیا ہے اور اپنا نقرہ رنگ اور سبزہ رنگ اور کبود و قماش و دیگر سامان بھی اپنے ہمراہ لایا ہے رائے جاج بنگ نے کہا کہ سوداگر شہر سے اس قدر فاصلہ پر کیوں فروکش ہے قاصد نے جواب دیا کہ اس کے ہمراہ بیشمار سوداگر ہیں اسی بنا پر اس نے اب صبح کو دیکھ کر اس جگہ قیام کیا ہے اس شہر کی رسم یہ تھی کہ اگر کوئی سوداگر معتبر آتا اور اسباب واسطہ لانا تو راجہ پہلے اپنے ایک ملازم کو بھیج کر یہ پیام دیتا تھا کہ گھوڑوں پر زین رکھے اور اسباب کو زین پر بچھا دے اور اس کے بعد راجہ سوار ہو کر وہاں آتا اور اسطو و اشیا کو ملاحظہ کرتا تھا جو چیز کہ اس کو پسند ہوتی اس کے معاوضہ میں ہاتھی دیتا یا نقد روپیہ ادا کرتا تھا۔ اسی قاعدہ کے بنا پر رائے جاج بنگ نے ہوننگ کو پیام دیا کہ میں فلاں روز قافلہ میں آؤں گا سوداگروں کو لازم ہے کہ گھوڑوں کو تیار رکھیں اور اشیا کو زین پر بچھا دیں تاکہ میں ان کو دیکھوں اور اگر وہ انکے معاوضہ میں ہاتھی طلب کریں تو بہتر ہے ورنہ میں نقد قیمت ادا کروں گا قاصد واپس آیا اور سلطان ہوننگ نے اپنے ہمراہیوں سے عہد لیا کہ جو کچھ راجہ کے اس کے خلاف نہ کریں اور مقررہ روز کا منتظر رہا جب روز موعود آیا راجہ نے چالیس ہاتھی اپنے آنے سے قبل قافلہ میں روانہ کر دیئے تاکہ سوداگران کو دیکھیں اور اپنے آنے سے اطلاع دیکر یہ پیام دیا کہ ابنا کو زین پر بچھا دیں اور گھوڑوں کو تیار رکھیں سلطان ہوننگ نے غور کیا کہ آج ابرو باد ہے ایسا نہ ہو کہ پانی برسے اور ہمارا اسباب ضائع ہو جائے لیکن راجہ کے ملازمین نے تجبر اسباب کھلا دیا اسی اثناء میں راجہ مع پانسو ہمراہیوں کے قافلہ میں آیا اور اشیا کے دیکھنے میں

مشغول ہوا پانی شدت سے برسنے لگا اور رعد و برق کی آواز سے ہاتھی بھاگنے لگے اسباب جو زمین پر بچھا دیا گیا تھا ہاتھیوں کے پاؤں کے نیچے پامال ہونے لگا لشکری جو سوداگروں کے لباس میں تھے شور و غل مچانے لگے سلطان ہونٹنگ نے سوداگروں کی رسم کے مطابق کچھ بال اپنی ڈاڑھی کے اکھیر ڈالے اور کہا کہ جب میرا اسباب تباہ و برباد ہو گیا تو میں زندہ رہ کر کیا کروں گا سلطان ہونٹنگ اسی جماعت کے ہمراہ گھوڑوں پر سوار ہو کر راجہ کی طرف متوجہ ہوا راجہ مضطرب ہوا اور مجبوراً لڑنے لگا لیکن اول ہی حمل میں شکست پائی اور چند سپاہی اس کے مارے گئے اور بقیہ شہر میں فراری ہوئے اور راجہ زندہ سلطان ہونٹنگ کے ہاتھ گرفتار ہو گیا سلطان ہونٹنگ نے راجہ سے کہا کہ میں سلطان مالوہ ہوں اور ہاتھیوں کو خریدنے کی غرض سے آیا ہوں جب اسباب میرا تباہ ہو گیا اس وقت میں نے مجبوراً تجھ کو گرفتار کر لیا راجہ سلطان ہونٹنگ کی اس جرات سے متعجب ہوا اور ایک شخص کو اپنے اراکین دربار کے پاس بھیج کر پیام دیا کہ تمام بہترین ہاتھیوں کو روانہ کر دیں راجہ کے وزیروں نے پچھتر ہاتھی سلطان ہونٹنگ کی خدمت میں بھیجے اور معذرت چاہی سلطان ہونٹنگ نے راجہ کو اپنے ہمراہ لیا اور واپس ہونے کا ارادہ کیا سلطان ہونٹنگ راجہ کی مسرحد کے باہر آیا اور راجہ کو خدمت کر دیا راجہ اپنے شہر میں پہنچا لیکن اس کو سلطان ہونٹنگ کی جرات بے حد پسند آئی اور راجہ نے چند عمدہ ہاتھی دوبارہ سلطان ہونٹنگ کے لئے روانہ کئے اور معذرت خواہ ہوا۔

سلطان ہونٹنگ نے راہ میں سنا کہ سلطان احمد شاہ مالوہ کو خالی پاکر ملک پر حملہ آور ہو رہا ہے اور بالفعل شادی آباد سندھ کے محاصرہ میں مصروف ہے سلطان ہونٹنگ ولایت کبیرہ پہنچا اور اپنی احتیاط و دوراندیشی کے لحاظ سے اس مملکت کو فتح کرنے کا ارادہ کیا سلطان ہونٹنگ نے کبیرہ کے راجہ کو گرفتار کر کے قید کر دیا اور قلعہ کبیرہ پر



قابلض ہو کر حصار کو اپنے معتمد امرا کے سپرد کیا اور خود اس لشکر کے ہمراہ جو مالوہ سے آیا تھا شاہی آباد مند و کی طرف روانہ ہوا۔

سلطان ہوشنگ شادی آباد مند و کے قریب پہنچا اور سلطان احمد شاہ گجراتی نے امرا کو مورچل سے طلب کر لیا اور جنگ کے لئے مستعد ہوا سلطان ہوشنگ نے جنگ کی طرف توجہ نہ کی اور تارا پور دروازہ سے قلعہ میں داخل ہو گیا چونکہ قلعہ شادی آباد مشہور روزگار حصار ہے مورخ فرشتہ اپنی واقفیت کے مطابق قلعہ کے مختصر حالات معرض بیان میں لاتا ہے واضح ہو۔

قلعہ ایک بلند پہاڑ پر واقع ہے جس کا دورانیس کوں سے بھی زاید ہے اس کے دور پر حندق کے بجائے ایک عظیم الشان غار ہے اس قلعہ کا محاصرہ کر کے جنگ آزمائی کرنا بیحد مشکل ہے قلعہ کے اندر آب واذوقہ بکثرت ہے اور زراعت کے قابل زمین بھی موجود ہے بعد مسافت کی وجہ سے اس قلعہ کا محاصرہ کرنا ناممکن ہے کیونکہ اس کے تمام دور کو محصور کر لینا انسانی طاقت سے خارج ہے اس حصار کے اکثر مقامات قابل سگونت نہیں ہیں اور اکثر مقامات اس کے نواح اور دروازہ کی راہ وکن کی جانب اور تارا پور کے نام سے مشہور ہے جہاں دشوار گزار ہے چنانچہ ایک سوار شکل سے آسکتا ہے اگر ہر طرف سے لوگ اس قلعہ میں آنا چاہیں تو ان کو نہایت دشواری کے ساتھ بلند شہ لے کر ناپڑے گا اگر لشکر محافظت راہ کی غرض سے مقرر کیا جائے تو راہ کے دور ہونے اور پہاڑیوں کے حایل ہونے کی وجہ سے سپاہی ایک دوسرے کے حال سے خبردار نہیں ہو سکتے اور اس دروازہ کی راہ جو دہلی کی جانب ہے دیگر تمام راہوں سے آسان تر ہے۔

غرض کہ احمد شاہ گجراتی نے محاصرہ میں کوئی فائدہ نہ دیکھا مجبوراً محاصرہ اٹھا کر ولایت کو غارت و تباہ کرنے میں مشغول ہوا اور اجین سے

گذر کر سارنگپور میں آیا سلطان ہوشنگ اس واقعہ سے مطلع ہوا اور دوسری  
 راہ سے یہ تحصیل قلعہ سارنگپور میں پہنچ گیا سلطان ہوشنگ نے ازراہ فریب  
 سلطان احمد شاہ کے پاس پیام بھیجا کہ حق اسلام ہمارے درمیان ہیں ہے  
 ہم کو ایک دو ہزار کے مالک کو تباہ کرنا اور رعایا کی خون ریزی کرنا  
 اپنے سروبال آخرت لینا ہے مناسب یہ ہے کہ قبل اس کے کہ اس قسم  
 کی تباہی و خرابی واقع ہو آپ اپنے وار الملک کو تشریف لے جائیں آپ کے  
 تشریف لے جانے کے بعد اپنی مع پیشکش کے خدمت مبارک میں پہنچ جائیگا  
 سلطان احمد شاہ گجراتی نے اس کے اتوال پر اعتماد کیا اور اس شب  
 کو محافظت لشکر و ہوشیاری و احتیاط میں کستہ سے کام لیا سلطان  
 ہوشنگ وقت و موقع کا منتظر تھا اس نے شب دوازدہم ماہ محرم  
 ۱۰۲۶ء میں لشکر گجرات پر شیخون مارا چونکہ گجراتی لشکر غافل تھا بشمار  
 ال گجرات مارے گئے منجملہ ان کے سلطان احمد شاہ گجراتی کی بارگاہ سے  
 قریب رائے سامت راجہ ولایت وندہ جس کو فی الحال عوام کے عداوت  
 میں تھی کہتے ہیں مع پانسو راجپوت کے کام آیا سلطان احمد شاہ گجراتی  
 اپنے طریقہ و خاص سے باہر نکلا اور اس نے حالات و گروں دیکھے  
 بادشاہ صرف ایک آدمی کے ہمراہ جنگل میں آکر کھڑا ہوا قریب صبح کے  
 تمام لشکر گجرات سلطان احمد شاہ کے گرد جمع ہو گیا اور سلطان احمد شاہ  
 گجراتی نے قریب صبح صادق کے سلطان ہوشنگ کے لشکر پر حملہ کیا  
 اور معرکہ کا رزار ایسا گرم ہوا کہ ہر دو بادشاہ بذات خاص جنگ کے لئے  
 مستعد ہو کر زخمی ہوئے آخر کار سلطان ہوشنگ کو شکست ہوئی اور  
 اس نے فراری ہو کر قلعہ سارنگپور میں پناہ لی سات ماہی اور ہشمار  
 مال غنیمت گجراتیوں کے ہاتھ آیا ۔

چو وھویں ربیع الثانی کو سلطان احمد گجراتی نے کوچی کا ارادہ کیا  
 اور بفتح و فیروزی گجرات کی جانب روانہ ہوا سلطان ہوشنگ کو اس وقت  
 کی اطلاع ہوئی اور یہ بے انتہا غرور و دلیری کے ساتھ قلعہ سارنگپور کے

باہر آیا اور گجراتیوں کا تقاب کیا سلطان ہوشنگ نے اس حصہ لشکر کے جو عقب میں رہ گیا تھا بے شمار سپاہیوں کو ہلاک کیا سلطان احمد شاہ گجراتی مجبوراً لوٹ پڑا اور دونوں لشکروں میں جنگ شروع ہو گئی اول حملہ میں سلطان ہوشنگ نے حریف کے مقدمہ لشکر کے اکثر سپاہیوں کو قتل کر ڈالا سلطان احمد نے اس حالت کا مشاہدہ کیا اور خود میدان جنگ میں آکر اس قدر کوشش کی کہ اس کی فتح کے آثار نمایاں ہونے لگے سلطان ہوشنگ کے بازوئے شجاعت تھک گئے اور اس نے دوبارہ سارنگ پور کے قلعہ میں پناہ لی سلطان ہوشنگ کے چار ہزار سپاہی اس روز میدان جنگ اور حالت فراری میں مارے گئے اور ہوشنگ کے اسباب شاہانہ پر گجراتیوں کا قبضہ ہو گیا سلطان احمد شاہ گجراتی اپنی سرحد میں پہنچا اور سلطان ہوشنگ شادی آباد مندویں داخل ہو اس سلطان ہوشنگ کے عاجز نگر جانے اور اس کی شادی آباد مندویں کی واپسی کے مفصل واقعات کے بارے میں ایک دوسری روایت بھی موجود ہے چونکہ یہ روایت ضعف سے خالی نہیں ہے لہذا اس روایت کو مولف نے وقائع گجرات میں لکھ کر اسی پر اکتفا کیا اور اس مقام پر دوبارہ اسے بیان نہیں کیا سلطان ہوشنگ نے اسی سال قلعہ کاکروں کی فتح کے لئے تیاری کی اور قبیلہ بدت میں اسل پر قابض ہو گیا بادشاہ نے اسی زمانہ میں دوبارہ قلعہ گوالیار کے فتح کرنے کا ارادہ کیا اور پے درپے کوچ کر کے قلعہ کے قریب پہنچا اور اس کا محاصرہ کر لیا اس واقعہ سے چند روز بعد سلطان مبارک شاہ بن خضر خاں نے بیانہ کی راہ سے راجہ گوالیار کی امداد کی غرض سے لشکر کشی کی جس وقت یہ خبر منتشر ہوئی سلطان ہوشنگ نے قلعہ کے محاصرہ سے ہاتھ اٹھا لیا اور دہلی پور کے تالاب تک کوچ کر گیا اس واقعہ کے چند روز کے بعد ہر دو بادشاہوں کے درمیان صلح کے پیامات جاری ہوئے اور ایک نے دوسرے کو تحائف دئے اور اپنے دارالملک واپس آئے۔ ۳۳۰ میں سلطان احمد شاہ بہمنی والی دکن نے قلعہ کہیرہ کی فتح کے ارادہ سے روانگی کا قصد کیا

سلطان احمد شاہ بہمنی کھیرلہ پہنچا اور قلعہ کھیرلہ کے فتح کرنے میں مصروف  
ہوا حاکم حصار یعنی زسنگہ رائے مقتول کے فرزند نے جو سلطان ہوشنگ کے  
حکم سے کہاں کا حاکم تھا ایلیچی بھیج کر سلطان ہوشنگ سے امداد طلب کی  
سلطان ہوشنگ قلعہ کھیرلہ کی جانب روانہ ہوا سلطان ہوشنگ قلعہ کھیرلہ  
کے قریب پہنچا اور دکنیوں نے اسی وقت کو چھ کیا اور اپنی ملکیت کی  
طرف واپس ہوئے سلطان ہوشنگ نے اس امر کو دکنیوں کی کمزوری  
و عافری پر محمول کیا اور رائے کھیرلہ کے اغوا سے ان کے تعاقب میں  
مشغول ہو گیا سلطان احمد شاہ بہمنی مع اپنے امرا و خاصہ خیل کے کہیں گاہ  
میں پوشیدہ ہو گیا اور بغیب لشکر کو سلطان ہوشنگ کے مقابلہ میں جنگ  
کے لئے حکم دیا سلطان ہوشنگ سرگرم تعاقب مسافت طے کر رہا تھا  
کہ اٹھائے راگہ میں اس نے دکنیوں کی کوچ کو جنگ کے لئے مستعد پایا  
اور ان کے مقابلہ میں کھڑا ہو گیا سلطان ہوشنگ نے دکنیوں کی قلیل فوج  
کو دیکھا اور عقب کے لشکر کا انتظار نہ کر کے لڑائی میں مشغول ہو گیا  
سلطان احمد شاہ بہمنی نے تدبیر کو تقدیر کے موافق پایا اور کہیں گاہ سے  
بایں نکل کر سلطان ہوشنگ کے عقب میں آیا اور حریف پر حملہ آور ہوا  
سلطان ہوشنگ جو اس واقعہ سے بالکل بے خبر تھا بے حد مضطرب ہوا  
اور اپنی عادت کے مطابق دکنیوں سے بھی شکست فاش پائی سلطان  
ہوشنگ نے اپنے اجمال و ائصال کو اسی مقام پر چھوڑا اور خود فاری  
ہوا سلطان ہوشنگ کے اہل و عیال دکنیوں کی ہاتھ میں اسیر ہو گئے  
سلطان احمد شاہ بہمنی اس جماعت کی گرفتاری سے واقف ہوا اور ازراہ  
مروت خواجہ سہرا اور امیروں کی ایک جماعت کو متعین فرما کر ہوشنگ  
کے ذن و فرزند کے لوازم ضیافت و ہمانداری کو ادا کر کے ہر فرد کو  
جاہائے زریں جواہر و وزعطا فرمائے اور اپنے مستعد امین امرا اور  
پانسو سپاہ کے ہمراہ سلطان ہوشنگ کے پاس روانہ کر دیا۔  
سندھ میں سلطان ہوشنگ کا لپی کو فتح کرنے کے ارادہ سے

جو سلطان مبارک شاہ بادشاہ دہلی کے ملازم عبدالقادر کے زیر حکومت تھی  
 مندو سے روانہ ہوا سلطان ہوشنگ کا لہی اٹھے نواح میں پہنچا اور اس کو  
 معلوم ہوا کہ سلطان ابراہیم شرتی بھی بیشمار لشکر کے ہمراہ اپنے دارالملک  
 جونپور سے کا لہی کو فتح کرنے کے غرض سے بے جھیل آ رہا ہے سلطان ہوشنگ  
 نے سلطان ابراہیم کی مدافعت کو کا لہی کی فتح پر مقدم خیال کیا اور اس  
 سے جنگ کے لئے متوجہ ہوا ہر دو لشکر ایک دوسرے کے قریب پہنچے  
 اور جنگ امر و زو فردا پر ملتوی ہونے لگی شاہ ابراہیم شرتی کو یہ خبر معلوم  
 ہوئی کہ سلطان مبارک شاہ فرما زو آئے دہلی نے مواقع پا کر جونپور کا  
 ارادہ کیا ہے سلطان ابراہیم نے اس خبر کو سنا اور بے اختیار جونپور  
 کی طرف راہی ہوا سلطان ہوشنگ بلا نزاع کا لہی پر قابض ہوا اور  
 شہر میں خطبہ سلطان ہوشنگ کے نام کا پڑھا گیا سلطان ہوشنگ نے  
 چند روز کا لہی میں قیام کیا اور اس کے بعد شہر کی حکومت عبدالقادر  
 سابق حاکم کا لہی کے سپرد کر کے خود مالوہ روانہ ہوا۔

اٹھائے راہ میں بادشاہ کو تھانہ داروں کے عرائض موصول ہوئے کہ  
 چند مہر کشوں نے کوہ جابہ سے ولایت مالوہ میں داخل ہو کر بعض مواضع  
 و قریات پر حملہ کیا ہے اور عرض بھیج کر اپنا ملجا بتا رکھا ہے اس عرض  
 کی منسل کیفیت یہ ہے کہ رائے بھیج نے اپنے عہد میں اس فاصلہ راہ  
 میں جو پہاڑوں کے درمیان اس کی مملکت میں واقع ہوا تھا پتھروں  
 کو تراش کر بند باندھ دیا تھا عرض و طول اس بند کا اس حد تک ہے کہ  
 دوسری سمت اس کی نہیں نظر آتی اور اس کی گہرائی کی تھاہ نہیں ہے  
 اسی زمانہ میں جب کہ تھانہ داروں کے عرائض موصول ہوئے سلطان  
 ہوشنگ کی اولاد کے درمیان بھی نزاع پیدا ہوئی۔

اس اجمال کی تفصیل یہ ہے کہ سلطان ہوشنگ کے سات فرزند  
 اور تین دختر تھیں تین فرزند اس کے دختر عالم خاں حاکم اسیر کے بطن سے  
 پیدا ہوئے تھے جن کے اسماء یہ ہیں عثمان خاں فتح خاں اور ملیت خاں

اور دوسرے فرزند اس کے احمد خاں عمر خاں اور ابو اسحاق کے نام سے موسوم تھے آخر اندک زمانہ اوروں کو سلطان ہوشنگ کے ولید اکبر غزنین خاں سے خلوص و اتحاد حاصل تھا لیکن عثمان خاں اور غزنین خاں میں ہمیشہ سے نزاع چلی آتی تھی ایک جماعت امراء سپاہ کی عثمان خاں کی بھی خواہ تھی اور دوسری جماعت غزنین خاں کی ہو خواہی کا وہم بھرتی تھی سلطان ہوشنگ کو اپنے فرزندوں کی باہمی مخالفت سے بچد کلفت پیدا ہوئی۔ ملک منیث اور اس کا فرزند محمود خاں بچد عاقل اور ذی فہم اور تجربہ کار تھے سلطان ہوشنگ کی خوشنودی طبع کی کوشش کرتے تھے اور معاملات پسندیدہ و خوشگوار پیش نظر کر کے غبار کلفت اس کے دل سے دور کرتے تھے چنانچہ مکر سلطان ہوشنگ نے اپنی زبان سے کہا کہ محمود خاں اس قابل ہے کہ میں اس کو اپنا دیہند کردوں ملک منیث عاجزانہ عرض کرتا تھا کہ شاہزادوں کی عمر کی بقا ہو ہم بندگان دولت ہیں ہمارے قلوب میں کوئی اور خیال بجز جان نثاری و خدمتگذاری کے نہیں ہے عین کالپی کی راہ میں ایک دن عثمان خاں نے اپنے برادر بزرگ غزنین خاں کے ساتھ بڑی بے ادبی کی یعنی اپنے ایک ملازم کو سلطان زادہ غزنین خاں کے حرم میں بھیجا ملازم غزنین خاں کے حرم میں گیا اور غزنین خاں کو گالیاں دیں ہر چند نگہبانوں اور خواجہ سراؤں نے منع کیا لیکن عثمان خاں کا ملازم اپنی حرکت سے باز نہ آیا آخر کار عثمان خاں کے ملازم اور غزنین خاں کے ملازموں میں مار پیٹ کی نوبت آگئی شاہزادہ عثمان خاں اپنی بد اخالی سے مطلع ہوا اور اپنے باپ کے غصہ سے ڈر کر لشکر گاہ کے باہر چلا گیا اور وہاں دیگر امور بد کا بھی مرتکب ہوا۔

شاہزادہ امراء نے عاقبت اندیش کو وعدہ ہائے دل خوش کن سے فریفتہ کر کے بادشاہ سے بیوفائی کرنے لگا۔ سلطان ہوشنگ ان حرکات سے مطلع ہو کر بچد غضبناک ہوا اور ملک منیث سے

اس بارے میں مشورہ کیا ملک منیث نے عرض کیا کہ چونکہ اس قسم کے حرکات اکثر ہنرادہ سے ظہور میں آئے ہیں اور معاف فرمائے گئے ہیں اس مرتبہ بھی حضور خیمہ پوشی فرمائیں تاکہ شاہنرادہ اگر لشکر سے ملحق ہو جائے سلطان ہوشنگ نے انصاف سے کام فرمایا اور شاہنرادہ عثمان کا مقدمات کی تہدید کر کے لشکر گاہ میں آیا سلطان ہوشنگ ابن ہنجال اور بادشاہ نے ایک روز دربار عام کا حکم دیا اور اس مجلس میں عثمان خاں اور فتح خاں اور ہیت خاں پر عتاب کر کے ان کو موکلوں کے سپرد کر دیا اس واقعہ کے تین روز بعد سلطان ہوشنگ نے ان تینوں بھائیوں کو پایہ زنجیر کر کے ملک منیث کے حوالہ کیا اور قلعہ شادی آباد مندو میں مقید کر دیا۔

سلطان ہوشنگ خود کوہ جابیہ کے سرکشوں کی تادیب و گوشمالی کی طرف متوجہ ہوا اور یہ تعین کوہ جابیہ پہنچ کر حوض بھیم کے بند کو توڑ ڈالا سلطان ہوشنگ نے بھیم حوض سے بھی یہ تعین مسافت کو طے کر کے اس نواح کے سرکشوں کو کیا مال و تباہ کیا۔ کوہ جابیہ کا راجہ پیادہ جنگل میں بھاگ گیا اور مفروز راجہ کا تمام مال اور اس کے زن و فرزند سلطان ہوشنگ کے ہاتھ آئے اور شہر برباد کر دیا گیا رعایا کے لڑکے اور لڑکیاں بھی نظر بند ہوئیں۔ سلطان ہوشنگ واپس آیا اور قلعہ ہوشنگ آباد میں موسم برسات کو ختم کیا۔ سلطان ہوشنگ عین برسات کے موسم میں ایک دن شکار کے قصد سے سوار ہوا اثناء سیر میں لعل بدخشانی تاج سلطانی سے نکل کر گر پڑا اور تین روز گزر جانے کے بعد ایک پیادہ نے بادشاہ کے نذر کیا اور پانچو تنگے انعام پائے سلطان ہوشنگ نے اس تقریب پر ایک حکایت بیان کی کہ ایک دن ایک لعل سلطان فیروز شاہ کے تاج سے جدا ہو کر گر پڑا اور ایک پیادہ اس کو لے آیا فیروز شاہ نے پانچو تنگے اس کو انعام دیا اور فرمایا کہ یہ آفتاب عمر کے غروب ہونے کی تشبیہ ہے اس

واقعہ کے چند روز کے بعد سلطان فیروز شاہ نے دنیا سے کوچ کیا میرا خیال ہے کہ میری عمر کا پیمانہ بھی بسر ہو چکا ہے اور چند نفس سے زیادہ باقی نہیں ہیں۔

حضار مجلس نے دعا و ثنا کے بعد عرض کیا کہ سلطان فیروز شاہ نے یہ بات کہی تھی اس وقت اس کی عمر نو سال کی ہو چکی تھی اور بادشاہ ابھی جوان و قابل فرمانروائی ہیں سلطان ہوشنگ نے جواب دیا کہ انفس عمر کے لئے کم و بیش کی قید لازمی نہیں ہے اتفاق سے چند روز کے بعد سلطان ہوشنگ مرض سلسل البول میں مبتلا ہوا بادشاہ نے موت کے آثار مشاہدہ کئے اس وقت ہوشنگ آباد سے شادی کا باد منڈو کی طرف متوجہ ہوا ایک وزیر اثناء راہ میں سلطان ہوشنگ نے دربار عام کیا اور امرا اور سرداران لشکر کی موجودگی میں مہر سلطنت فرزند غزنوین خاں کو عنایت کی۔

سلطان ہوشنگ نے غزنوین خاں کا ہاتھ ملک محمود و الخاں طلب محمود خاں کے ہاتھ میں دیا محمود خاں نے نوازم آداب بجا لا کر عرض کیا کہ جب تک رمتے جان میرے جسم میں باقی ہے میں خدمت گزار رہی و جان نثاری میں کوتاہی نہ کروں گا سلطان ہوشنگ نے امرا و وزرا سے عموماً وصیت فرمائی کہ تمام افراد باہمی مخالفت و دشمنی کی وجہ سے مملکت کو تباہ نہ کریں سلطان ہوشنگ چونکہ یہ امر بفراسست و ریافت کر چکا تھا کہ محمود خاں اس امر کا مدعی ہے کہ سلطنت اس کی جانب منتقل ہو جائے لہذا مکر نضاح اسے گوش گزار کر دئے اور اپنے حقوق تربیت اسے یاد دلا کر کہا کہ سلطان احمد شاہ گجراتی صاحب شمشیر و با شوکت فرمانروا ہے اور ہر وقت تسخیر مالوہ کا ارادہ اپنے قلب و دماغ میں رکھتا ہے اور وقت فرصت کا خطر ہے اگر مہمات مملکت کی انجام دہی اور سپاہ و رعیت کی تربیت اور پرورش میں سستی و غفلت واقع ہوئی اور شہزادہ کی مراعات کا لحاظ نہ کیا گیا تو یقیناً جانو کہ سلطان احمد گجراتی مصمم ارادہ تسخیر مالوہ کا



کر کے تمھارے شیرازہ جمعیت کو منتشر کر دے گا۔  
 دوسری منزل میں شاہزادہ غزنین خاں نے اپنے ایک امیر  
 محمود خاں مخاطب بہ عہدۃ الملک کو محمود خاں کے پاس بھیجا اور پیام  
 دیا کہ اگر حضرت وزارت پناہ اپنی بیعت کو ایمان و قسم سے موکد کر دے  
 تو مجھے اطمینان خاطر حاصل ہو جائے محمود خاں نے شاہزادہ کے التماس  
 کو قبول کیا اور اپنے عہد و ایمان کو ایمان و قسم سے مستحکم کر دیا بعض امرا  
 نے جو شاہزادہ عثمان خاں کے بھی خواہ تھے خواجہ نصر اللہ کے وسیلہ  
 سے عرض کیا کہ شاہزادہ عثمان بھی جو ان شاہزادہ و سعادتمند ہے اگر وہ  
 قید سے رہا کر دیا جائے اور ایک حصہ بلا داناوہ کا اس کی جاگیر میں مقیم  
 کر دیا جائے تو بہتر و مناسب ہے سلطان ہوشنگ نے جواب دیا کہ اس  
 امر کا خیال میرے دل میں بھی پیدا ہوا تھا لیکن اگر میں عثمان خاں کو  
 رہا کئے دیتا ہوں تو امور سلطنت میں خلل پیدا ہو کہ فساد عظیم برپا  
 ہو جائے گا۔

یہ خبر غزنین خاں کو معلوم ہوئی کہ بعض امرا عثمان خاں کی رہائی  
 کے لئے سامعی ہیں غزنین خاں نے دوبارہ محمود خاں مخاطب بہ عہدۃ الملک  
 کو محمود خاں کے پاس بھیج کر پیام دیا کہ اگر تم میرے حضور میں عہد سابق کو  
 ایمان و قسم سے دوبارہ مستحکم کرو تو مجھے از سر نو اطمینان حاصل ہو جائے  
 ملک محمود مخاطب بہ محمود خاں راہ میں سرسوار شاہزادہ غزنین خاں  
 سے ملا اور دوبارہ قسم کھا کر کہا کہ جب تک رہتے جان بھی میرے جسم  
 میں باقی ہے میں شاہزادہ کی بھی خواہی سے دست بردار نہ ہوں گا  
 امر جس وقت ان حالات سے واقف ہوئے انھوں نے ملک عثمان خاں  
 اجلال کو جو ایک مقتدر و معتمد امیر تھا ملک مبارک غازی کے ہمراہ محمود خاں  
 کی خدمت میں بھیجا اتفاق سے محمود خاں مخاطب بہ عہدۃ الملک بھی اس  
 وقت محمود خاں کی خدمت میں حاضر تھا۔  
 ملک عثمان خاں اجلال اور ملک مبارک غازی محمود خاں کے

پاس آئے محمد و خاں عمدۃ الملک کو خیمہ گاہ میں چھوڑ کر خود باہر آیا اور اپنی بارگاہ میں بیٹھا تاکہ جو گفتگو درمیان میں آئے اس کو خود عمدۃ الملک ہی سے ملک مبارک غازی نے شہزادہ عثمان اور امرا کی جانب سے بند دعا کے یہ پیام دیا کہ جب سے امر حکومت و وزارت کا دنیا میں وجود ہے آپ کے مثل کوئی وزیر مسند وزارت پر نہیں بیٹھا لیکن ہم سب کو اس امر کا بیحد تعجب ہے کہ باوجود اس کے کہ عثمان خاں شجاعت و سخاوت و دلگستری و رعیت نوازی کے صفات سے متصف ہے آپ نے ولیعهدی کے معاملہ میں عثمان خاں پر غزنین کو ترجیح دی ہے۔ ماسوا اس کے شہزادہ عثمان خاں ملک مغیث المصائب بہ ملک شرف کا داماد بھی ہے اور اس اعتبار سے شاہزادہ عثمان خاں کے فرزند ملک مغیث کے بھی فرزند ہیں اگر سلطان پر ضعف طاری نہ ہوتا اور اس کے قول میں فرق نہ پیدا ہو گیا ہوتا تو وہ ہرگز اس امر کا ارادہ نہ کرتا اب تمام اکابر و امرا اس امر کی آپ سے استدعا کرتے ہیں کہ آپ اپنی توجہ شہزادہ عثمان خاں کے شائق حال رکھیں اور اپنے دست شفقت کو اس کے سر پر سے نہ اٹھائیں۔

چونکہ ملک محمود المصائب بہ محمد و خاں کا یہ منشاء تھا کہ شہزادہ عثمان خاں کا جو فی الحقیقت شایستہ سلطنت ہے وجود درمیان میں نہ آنے پائے لہذا محمود خاں نے جواب دیا کہ بندہ کو بندگی سے کام ہے نہ خواجگی و خداوندی کو وہ جانے جو اس کا مشق ہے میں نے مدت العمر میں کبھی ان لا حاصل امور سے تعلق نہیں رکھا۔

ملک مبارک غازی خاں رخصت ہوا اور محمود خاں نے عمدۃ الملک کو باہر بلا لیا اور کہا کہ جو کچھ تم نے اپنے کانوں سے سنا ہے اس کو شہزادہ غزنین خاں کی خدمت میں عرض کر دو عمدۃ الملک شہزادہ غزنین خاں کی خدمت میں حاضر ہوا اور تمام ماجرا شہزادہ سے بیان کیا غزنین خاں کو محمود و خاں کی جانب سے اطمینان حاصل ہو گیا اور

شہزادہ بیخوش ہوا اور سلطان ہوشنگ کی زلیست سے بالوس ہو گئے اور ملک عثمان جلالی کے وکیل مظفر خاں نے ارادہ کیا کہ شہزادہ عثمان کے محافظوں کو متفق کر کے شہزادہ کو قید خانہ سے نکال لے جائے مظفر خاں اپنے اسی ارادہ کی بنا پر لشکر گاہ سے فراری ہوا۔

یہ خبر ملک محمود خاں کو معلوم ہوئی اور اس نے فوراً شہزادہ غزنین خاں کو مطلع کیا غزنین خاں نے ان واقعات کے تدارک کی کوشش کی اور ملک احسن و ملک بر خودار کو متعین کیا کہ اصل سے پیاس گھوڑے ہیا کریں میرا خور شہزادہ عثمان کا ہوا خواہ تھا اس نے جواب دیا کہ ہنوز سلطان زندہ ہے میں بلا حکم شاہی ایک گھوڑا بھی نہ دوں گا میرا خور اسی وقت روانہ ہوا اور ایک مقبرہ خواجہ سرا کے کہ وہ بھی شہزادہ عثمان خاں کا ہی خواہ تھا اس واقعہ کو بیان کیا خواجہ سرا نے اس امر کو غضب شاہانہ اور اعتراض سلطانی کا باعث تصور کر کے میرا خور کو یہ تعلیم دیا کہ بادشاہ کے پلنگ کے قریب جا کر باواز بلند کہوتا کہ بادشاہ سنے اور اس کے قلب میں خطرہ پیدا ہو کہ ہنوز میں زندہ ہوں اور شہزادہ غزنین خاں میرے اسباب میں تصرف کرتا ہے

میرا خور نے خواجہ سرا کی نصیحت پر عمل کیا۔ سلطان ہوشنگ قدرے ہوش میں آ گیا اور کہا کہ میرا ترکش کہاں ہے بادشاہ نے اسی وقت تمام امرا کو طلب فرمایا امرا محض اس خیال سے کہ ایسا نہ ہو کہ بادشاہ قوت ہو چکا ہو اور غزنین خاں اس بہانہ سے بلا کر ہم کو قید و قتل کر لے بادشاہ کی خدمت میں حاضر نہ ہو یہ خبر غزنین خاں کو معلوم ہوئی اور خوف و رعب طاری ہو گیا چونکہ شاہزادہ خفیف العقل تھا معاملات کو بخوبی ذہن نشین نہ کر سکا اور کاروں میں جو تین منزل لشکر سے دور تھا بھاگ کر چلا گیا۔

غزنین خاں نے عمدۃ الملک کو محمود خاں کی خدمت میں بھیج کر پیام دیا کہ تمام امرا شہزادہ عثمان خاں کی حکومت پر متفق ہیں اور میں بجز

تھارے کوئی دوسرا بھی خواہ نہیں رکھتا آپ کو معلوم ہے کہ سلطان نے ترکش کو طلب کیا تھا میں محض تو یہم پر کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ بادشاہ جھکو گرفتار کر کے میرے بھائیوں کے ہمراہ قید کر دے لشکر گاہ سے باہر چلا گیا ہوں محمود خاں نے جواب دیا کہ ہرگز تم سے کوئی امر خلاف مرضی سلطان ظہور میں نہیں آیا اور پچاس گھوڑوں کے طلب کرنے کا قصہ میں بوقت مناسب بادشاہ سے عرض کر دوں گا۔

غزنین خاں نے دوبارہ عمدۃ الملک کو محمود خاں کے پاس بھیجا کہ اگرچہ وزارت پناہ نے میری دستگیری کی ہے لیکن میں جانتا ہوں کہ خواجہ سراؤں نے بادشاہ کی حضور میں میری بیجا شکایتیں کی ہیں لہذا مجھ پر خوف غالب آ گیا ہے محمود خاں نے جواب دیا کہ ان شکایات سے کوئی اندیشہ نہیں شہزادہ غزنین خاں کو چاہئے کہ بہت جلد لشکر گاہ میں داخل ہو جائے اس لئے کہ وقت تنگ ہو چکا ہے اور آفتاب قریب غروب ہے۔

محمود خاں نے ایک خط عمدۃ الملک کے سامنے ملک مغیث کے نام روانہ کیا جس کا یہ مضمون تھا کہ بادشاہ شہزادہ غزنین خاں کو اپنا ولیعهد و قائم مقام مقرر کر چکا ہے اور اب مرض نے بادشاہ کی حالت ابتر کر دی ہے اور مقررین بادشاہی، حیات سے مایوس ہو چکے ہیں آپ پر لازم ہے کہ شاہزادہ عثمان خاں کی محافظت میں کوشش فرمائیں جس وقت عمدۃ الملک نے شہزادہ غزنین خاں کی خدمت میں حاضر ہو کر محمود خاں کا پیام ادا کیا اور خط کا مضمون بیان کیا شہزادہ غزنین خاں مسرور و شادان ہو گئے اور داخل ہو گیا۔

خاں جہاں یارض مالک اور خواجہ سراؤں نے جو شاہزادہ عثمان خاں کے بھی خواہ تھے اس امر کا اندازہ کر کے کہ اب بادشاہ چند لمحے کا مہمان ہے باہم یہ صلاح کی کہ دوسرے روز صبح کو پلا اس کے کہ محمود خاں کو اطلاع ہو سلطان کو پاکلی میں سوار کر کے پہنچیل مندو کی طرف

روانہ ہوں تاکہ شہزادہ عثمان خاں کو قید سے نکال کر تخت سلطنت پر بٹھلا دیں خاں جہاں اور خواجہ سہراؤ دوسرے دن صبح کو اپنے مشورہ کے موافق بادشاہ کو پالکی میں سوار کر کے بہجیل روانہ ہوئے لیکن قلیل مسافت طے کی تھی کہ بادشاہ نے وفات پائی۔

محمود خاں اس واقعہ سے مطلع ہوا اور کچھ ملازمین کو بھیجا تاکہ خواجہ سہراؤں اور امرا کو ملامت کر کے پالکی کو روک لیں شہزادہ غزنین خاں اور محمود خاں اس مقام پر پہنچے اور یہیں فروکش ہو کر خواجہ سہراؤں پر بوجہ ان کی اس بہجیل کے غصہ کیا۔

خواجہ سہراؤں نے جواب دیا کہ بادشاہ اپنی حیات میں روانگی کے لئے بہجیل فرما رہے تھے ہم لوگ حسب الحکم روانہ ہوئے ہیں شہزادہ غزنین خاں اور محمود خاں نے یہ شکریہ کی کیا محمود خاں نے بارگاہ سلطانی نصب کی اور بادشاہ کی تجہیز و تکفین میں مشغول ہو گئے بقیہ تمام امرا گوشہ نشین ہو گئے محمود خاں نے تجہیز و تکفین سے فارغ ہو کر باؤاز بلند کہا کہ سلطان ہوشنگ بحکم خدا فوت ہو گیا اور شہزادہ غزنین خاں کو جو اس کا خلف الصددق ہے اپنا قائم مقام اور ولیعہد مقرر کر چکا ہے جو شخص اس کے موافق ہو شہزادہ سے بیعت کرے اور جو شخص اس امر کا مخالف ہو وہ لشکر سے علیحدہ ہو کر اپنی فکر کرے۔

محمود خاں نے یہ کہہ کر غزنین خاں کے ہاتھوں کو بوسہ دیا اور بیعت کر کے بہت رویا اس کے بعد امرا فردا فردا شہزادہ غزنین خاں کے قدموں کو بوسہ دینے لگے اور سب بے اختیار روتے تھے شہزادہ غزنین خاں کی سلطنت امرا اور اکابر کی بیعت سے مستحکم ہو گئی اور سلطان ہوشنگ کی لاش کو اٹھا کر شادی آباد مندو کے مدرسہ میں لے گئے اور عرفہ کے دن نویں ذی الحجہ کو پیوند خاک کیا۔

بادشاہ کے دفن کے بعد قصر شاہی میں ایک مجلس منعقد ہوئی اور ملک منیث المخاطب بہ ملک شرف اور خان جہاں وغیرہ تمام امرانے

بیعت کی اور لوازمات نثار و ایثار بجالائے سلطان ہوشنگ نے تیس سال حکومت کی سندو میں بادشاہ ایک خطیرہ کے اندر دفن ہے جو چوہہ اور پتھر سے تعمیر کیا گیا ہے خطیرہ کے اندر ہمیشہ پانی ٹپکتا ہے مولف نے بھی اس خطیرہ کو دیکھا ہے باسباب ظاہر ہوا پتھر کے سوراخوں میں داخل ہو جاتی ہے اور یہی ہوا پانی کے قطرات بن کر ٹپکتی ہے لیکن اہل ہند اس کو سلطان ہوشنگ کی کرامت خیال کرتے ہیں۔

ذکر سلطنت سلطان سلطان ہوشنگ فوت ہوا اس کے فرزند غزنین خاں غزنین مخاطب گیارہ ذی الحجہ ۸۳۲ھ میں ملک منیث مخاطب بہ ملک شرف بہ محمد شاہ بن سلطان اور اہتمام الملک مخاطب بہ محمود خاں کی سعی سے ہوشنگ غوری۔ تاج فرمانروائی سر پر رکھا اور سلطان محمد شاہ کا لقب اختیار کیا امرا نے طوعاً و کرہاً اس کی بیعت کی ہر امیر کی جاگیر اور اس کا وظیفہ بدستور قدیم بحال رہا اور کسی قسم کا تبذل واقع نہ ہوا۔

ملک منیث مخاطب بہ ملک شرف اور محمود خاں کی حن تدبیر سے رواج و رونق تازہ پیدا ہوئی اور تمام رعایا نے محمد شاہ کو اپنا بادشاہ تسلیم کیا اور اس کی محبت رعایا کے قلوب میں پیدا ہو گئی سلطان غزنین نے ملک منیث مخاطب بہ ملک شرف کو مسند عالی کا خطاب دیکر عہدہ وزارت اس کے سپرد کر دیا اور ملک منیث کے فرزند ملک محمود مخاطب بہ محمود خاں کو امیر الامرا کے عہدہ پر نامزد فرمایا سلطان غزنین نے اپنے جلوس سلطنت کے چند روز بعد اپنے بھائیوں کے قتل کا ارادہ کیا اور ان کا خون ناحق بہا ڈالا اور اپنے بھتیجے اور داماد نظام خاں کی آنکھ میں مع اس کے تینوں فرزندوں کے سلامتی پھینک دی ان نظام سے خلافت کے قلوب اس سے متنفر ہو گئے اور ان کے دلوں میں بچائے محبت کے عداوت پیدا ہو گئی برادران مظلوم کی خونریزی اس کے حق میں مبارک ثابت نہ ہوئی اور قلیل عرصہ میں فساد برپا ہو گیا

ملک کے ہر گوشہ میں فتنہ کی آگ بھڑکی اور ولایت نادونی کے راجپوتوں نے بناوت کی اور ایک حصہ ملک پر حملہ آور ہوئے یہ خبر سلطان محمد شاہ کو معلوم ہوئی اور بادشاہ نے خان جہاں کو پندرہ ربیع الاول ۱۰۳۳ء کو دس ہاتھی اور خلعت خاص دیکر اس گروہ کی تادیب کے لئے مہین فرمایا محمد شاہ نے مملکت کے انتظام کو فراموش کیا اور مے نوشی کا عادی ہوا اور اس کثرت سے عادی ہوا کہ سوا ساقی و شراب کے اور کچھ اسے یاد نہ رہا۔ چونکہ خان جہاں محمود خاں کے ملازمین نے عمدہ جاگیریں پانی پھیں اور ان کی ثروت و مقدرت اعلیٰ درجہ تک پہنچ چکی تھی لشکر و اکابر شہر اور راکین مملکت جن سے محمود خاں کو خدشہ تھا خان جہاں کے ہمراہ چلے گئے اور کسی شخص کو اس جماعت کی جانب سے اندیشہ ہمسری کرنے کا نہ باقی رہ گیا پیران سال خوردہ کا ایک گروہ جو دولت غوریہ کا بھی خواہ تھا انتقال سلطنت اور دولت غوریہ کے زوال سے متاثر ہوا اور بادشاہ کی ایک حرم کے وسیلہ سے یہ پیام دیا کہ محمود خاں کے دماغ میں حرم سلطنت اپنے غور پیدا کر دیا ہے اور وہ اس خیال میں ہے کہ سلطان کو معزول کر خود تخت حکومت پر جلوس کرے۔

سلطان محمد نے ان اشخاص کے اتفاق سے اس امر کا ارادہ کیا کہ قبل اس کے کہ محمود خاں سے یہ امر وقوع میں آئے اس کو خود قتل کر ڈالنا چاہئے یہ خبر محمود خاں کو معلوم ہوئی اور اس نے کہا کہ خدا کا شکر کہ عہد شکنی میری جانب سے وقوع میں نہیں آئی پس محمود خاں اپنے مقصد کی فکر میں سرگرم ہوا اور ہر وقت لشکر کی تیاری کی فکریں کرنے لگا محمود خاں اپنی ہوشیاری و احتیاط کی وجہ سے ہر وقت سلطان محمد کے حضور میں آمد و رفت رکھتا تھا سلطان محمد محمود خاں کے طریقہ ہوشیاری کو دیکھتا تھا اور اس پر اور زیادہ خوف غالب آتا جاتا تھا یہاں تک کہ سلطان محمد ایک دن محمود خاں کا ہاتھ پکڑ کر اس کو

اپنی حرم سرا کے اندر لے گیا اور اپنی بیگم کو بھی جو محمود خاں کی ہمشیر تھی اسی مقام پر بلایا بادشاہ نے محمدی بیگم کو مخاطب کر کے کہا کہ میں محمود خاں سے کہتا ہوں کہ تو میرا قصور معاف کر دے اور مجھے امید ہے کہ تو مجھے مسرت جانی نہ پہنچائے گا پس امورات سلطنت بے نزاع و مخالفت مجھ کو مبارک ہوں محمود خاں نے کہا کہ شاید میرا عہد قسم سلطان کے دل سے فراموش ہو گیا ہے جو اس قسم کی گفتگو زبان پر آلاتے ہیں اگر کسی منافق نے اغراض ذاتی کے اعتبار سے ان امور کو بادشاہ کی حضور میں عرض کیا ہے تو یقین ہے کہ آخر کار وہ نادم و شرمندہ ہو گا اگر میری جانب سے کسی قسم کا خدشا بادشاہ کے دل میں پیدا ہو گیا ہے تو میں فی الحال تنہا ہوں اور کوئی شخص یہاں اس وقت موجود نہیں ہے کہ میری حمایت میں بادشاہ کی مزاحمت کر سکے۔

محمود خاں کی تقریر سنکر سلطان محمد نے معذرت طلب کی اور فریقین ایک دوسرے کے ساتھ نرمی و چالپوسی سے پیش آئے چونکہ سلطان محمد خفیف العقل تھا اور واہمہ اس پر غالب آگیا تھا ہر لحظہ اس سے ایسے حرکات جو بے اعتمادی پر مبنی ہوں ظہور میں آتے تھے محمود خاں نے مجبوراً اپنے حصول مطلب کے لئے انتہائی خوششیں کرنی شروع کیں اور سلطان محمد کے ساتھی کو بشمار روپیہ دیکر اس امر پر آمادہ کیا کہ شراب میں زہر ملا کر سلطان محمد کا کام تمام کرے اور ساتھی نے بادشاہ کا کام تمام کر دیا۔

امرا جا اس واقعہ سے مطلع ہوئے خواجہ نصر اللہ وزیر مشیر المملک اور لطیف ذکر یا اور بعض سرداروں نے اتفاق کر کے سلطان محمد کی وفات کی خبر کو مخفی رکھا اور شہزادہ مسعود خاں بن سلطان محمد شاہ کو جس کی عمر تیرہ سال کی تھی حرم سرا کے باہر لے آئے اور تخت سلطنت پر بٹھلا دیا اس کے بعد امرا نے باہم یہ قرار دیا کہ جس جیلہ و بہانہ سے ممکن ہو سکے محمود خاں کا قدم در میان سے اٹھا دیا جائے امرا نے باہم یہ قرار دیا کہ محمود خاں کو ملک محمود الخاں کے پاس روانہ کیا اور یہ پیغام دیا کہ



سلطان محمد تم کو یہ تعجیل طلب کرتا ہے تاکہ بقیہ رسالت گجرات کی جانب روانہ کرے۔

محمود خاں چونکہ سلطان محمد کی وفات سے آگاہ ہو چکا تھا اس نے جواب دیا کہ میں نے اپنے تمام مشاغل کو ترک کر دیا ہے اور اب یہ ارادہ ہے کہ بقیہ عمر سلطان ہوشنگ کے مزار کی جاروب نشی میں صرف کروں لیکن باوجود اس ارادہ کے چونکہ میرے گوشت و پوست نے سلطان ہوشنگ کے شک سے پرورش پائی ہے اگر امرا میرے مکان پر آئیں اور باہمی مشورہ کے بعد جو امر طے ہو اس کو بادشاہ کی حضور میں عرض کریں تو مناسب و بہتر ہو گا ملک بایزید شیخانے امرا کو محمود خاں کی گفتگو سے مطلع کر کے بیان کیا کہ محمود خاں کو اتنا کہ سلطان محمد کے فوت ہو جانے کی اطلاع نہیں ہے اگر آپ حضرات بالاتفاق اس کے مکان پر جائیں تو یقین ہے کہ وہ آپ کے ہمراہ دولتندہ سلطانی میں حاضر ہو جائے گا اس وقت آپ اس کا کام تمام کر سکتے ہیں۔

امرا بایزید شیخانے قول کے مطابق محمود خاں کے پاس گئے اور محمود خاں نے اپنے ملازمین کو گوشوں میں خفی کر رکھا تھا جس وقت امرا اس کے مکان میں داخل ہوئے محمود خاں نے سوال کیا کہ سلطان ہشیار سے یا مست پڑا ہوا ہے امرا سمجھ گئے کہ یہ کیا کہتا ہے اسی وقت فوراً محمود خاں کے ملازم حجروں سے نکل کر امرا پر ٹوٹ پڑے اور سب کو قید کر کے موکلوں کے سپرد کر دیا چونکہ اس خبر کے مشہور ہونے کے بعد شہزادہ مسعود خاں کے بھی خواہ امرا کے دماغ نشہ غیرت سے سہ شارب ہو چکے تھے ان امرائے اپنی افواج کو فراہم کر کے لشکر سلطانی کو بھی تیار کر لیا اور سلطان ہوشنگ کے مزار سے چٹاوتار کر شہزادہ مسعود خاں کے سپرد سایہ نکلن کیا۔ محمود خاں نے اس خبر کو سنا اور سوار ہو کر شاہی مجلس کی طرف روانہ ہوا تاکہ شاہزادہ مسعود کو گرفتار کر کے اپنا کام کرے محمود خاں

دولت خانہ شاہی کے قریب پہنچا اور طرفین نے تیر و نیزہ سے ایک دوسرے پر حملہ کرنا شروع کیا شب تک ہنگامہ کارزار گرم رہا اور غروب آفتاب کے بعد شہزادہ محمد خاں قلعہ سے نیچے اتر کر فراری ہوا اور مسعود خاں نے شیخ جابلہہ کے دامن میں پناہ لی بقیہ امرا نے بھی گوشہ عافیت میں چھپ کر اپنی جان بچائی محمد خاں صبح تک مستعد و مسلح دولت خانہ شاہی کے قریب کھڑا رہا اور سپیدہ صبح کے نمودار ہونے کے بعد اس کو معلوم ہوا کہ قصر شاہی خالی ہے اور مخالفین گوشوں میں پنہاں ہیں محمد خاں نے قصر شاہی میں داخل ہو کر جلد سے جلد ایک خط اپنے باپ خان جہاں کے نام روانہ کیا کہ منصب فرمانروائی آپ ہی کا حق ہے جلد آئے اور تخت سلطنت پر جلوس فرمائے محمد خاں نے خان جہاں کو یہ پیام بھی دیا کہ تخت سلطنت کا بادشاہ کے وجود سے خالی رہنا فتنہ و فساد کا باعث ہے ظاہر ہے کہ مملکت ماوہ ایک وسیع سلطنت ہے جس میں فتنہ و فساد کا پید ا ہونا ہر وقت ممکن ہے لیکن غنیمت یہی ہے کہ ہفتوز سرکش اور فتنہ انگیز اشخاص خواب غفلت سے بیدار نہیں ہوئے خان جہاں نے جواب دیا کہ جب تک فرمانروا عالی نسب سخی شجاع اور صاحب فہم و فراست نہ ہو امور سلطنت میں رونق نہیں پیدا ہوتی خدا کا شکر ہے کہ تمام صفات فرمانروائی فرزند غریبہ کی ذات میں جمع ہیں چاہئے کہ فوراً تخت حکومت پر قدم رکھ کر فرمانروائی کا ڈنک بجائے قاصد یہ جواب لے کر واپس آیا اور تمام امرا اور اعیان سلطنت نے خان جہاں کی اس رائے کی تعریف اور اس کے قول کی تصدیق کی محمد خاں نے بخوبیوں کی مقرر کردہ ساعت میں تخت سلطنت پر جلوس کیا اور تمام امرا و اکابر نے اس کا ہاتھ کو بوسہ دیکر تہنیت و مبارک باد عرض کی۔ سلطان محمد شاہ غوری نے ایک سال چند ماہ حکومت کی۔

ا ذکر سلطنت سلطان یہ امر ناظرین پر پوشیدہ نہیں ہے کہ کتب تواریخ ہند محمود خلجی۔ میں عموماً اور تاریخ الفی مولفہ اشاؤی ملا احمد تنوی میں

خصوصاً قوم ہے کہ سلاطین غوریہ کی حکومت ختم ہونے کے بعد سلطان محمود خلجی نے دوشنبہ کے روز انیسویں شوال ۸۳۹ھ کو اورنگ حکومت مالوہ پر جلوس فرما کر تاج فرما کر وائی کو سپرد رکھا اور اپنی ہمت سے مقام میں کامیاب ہوا جلوس کے وقت سلطان محمود خلجی کی عمر اس وقت چونتیس سال کی تھی۔

بلاد مالوہ میں سکھ و خطیب اس کے نام کا جاری ہو گیا اور سلطان محمود خلجی نے تمام امرا کو انواع عنایات سے کوشیدل کر کے ہر فرد کے منصب و جاگیر میں اضافہ کیا اور ایک گروہ کو منتخب کر کے ان کو خطاب عطا فرمائے۔ منجملہ ان کے مشیر الملک کو نظام الملک کا خطاب دیا اور عہدہ وزارت پر نامزد فرمایا ملک بر خوروار کو عارض مالک کے عہدہ پر زمین فرما کے تاج خان کا خطاب اس کو مرحمت فرمایا خان جہاں کو قریب امیر الامرائی پر فائز کر کے حکومت مالوہ کے بہترین حصے اس کے سپرد کئے اور خطاب اعظم ہمایوں و چتر و ترکش سفید جو اس وقت سلاطین کی شان تھی مرحمت فرمائے۔

عظیم الشان خصوصیت خان جہاں کے لئے یہ بھی قرار پائی کہ نقیب و ساول ملائی و نقری اعصابا تھے میں کے کر جس وقت اعظم ہمایوں سوار ہوئے *بسم اللہ الرحمن الرحیم* جو خاص طریقہ سلاطین کا ہے یہ آواز بلند کہیں۔

سلطان محمود خلجی کی سلطنت قائم ہو گئی اور اس نے اپنی ہمت و علم و فضل کی پرورش پر سید ول کی جس مقام سے کسی اہل کمال کی خبر اس کے گوش زد ہوتی یا و شاہ نور آروپیہ اس سال کر کے اس کو طلب کر لیتا تھا سلطان محمود نے اپنی مملکت میں مدرسے قائم کر کے علماء و فضلا و طلبہ کے وظائف مقرر کئے اور درس و تدریس کے جاری کرنے کا حکم صادر فرمایا سلطان محمود خلجی کے ایام حکومت میں بلاد مالوہ ترک شیراز و سمرقند بن گیا۔

جس وقت ہماں سلطنت کے انتظامات مستحکم ہو گئے ملک قطب الدین  
 سمنا فی اور ملک نصیر الدین دبیر جو جانی اور سلطان ہوشنگ کے امرا  
 کی ایک جماعت نے حد کی وجہ سے ملک یوسف قوام الملک کے  
 اتفاق سے بغاوت کا ارادہ کیا اور اپنے اس ارادہ کی تکمیل کی غرض  
 سے ایک روز ان لوگوں نے بام مسجد پر جو شاہی دولتخانہ کے متصل تھا  
 سیڑھیاں لگائیں اور ان پر چڑھ گئے امرا اس جگہ سے مجلس کے صحن  
 میں اتر آئے اور متروک تھے کہ اب کیا کریں کہ اسی اثنا میں محمود شاہ  
 خلجی وہاں آگیا محمود شاہ خلجی جو اپنی کمالی شجاعت کی وجہ سے صرف  
 ترکش کمر سے لگائے ہوئے تھا مجلس کے باہر نکل آیا اور خانہ کمان میں  
 تیروں کو رکھ کر چند آدمیوں کو زخمی کیا اسی درمیان میں شیر الملک  
 المتما طلب بہ نظام الملک اور ملک محمد خضر اس حال سے آگاہ ہوئے  
 اور سلاحداران نوآبادی کی ایک مسلح جماعت کے ہمراہ یہاں پہنچے باغی  
 امرا کی جماعت جس راہ سے آئی تھی اسی راہ سے بھاگ کر باہر نکل گئی  
 لیکن ایک شخص اس جماعت کا جو تیر کی ضرب سے زخمی ہو چکا تھا نہ فرار  
 ہو سکا شاہی ملازم اس کو پکڑ کر لے آئے اور اس شخص نے تمام افراد  
 کے اسماء جو اس بغاوت میں شریک تھے قلمبند کرا دیئے۔

سلطان محمود خلجی نے علی الصباح باغیوں کو طلب کر کے سب  
 کو سزا دی سلطان زادہ احمد خاں بن سلطان ہوشنگ اور ملک یوسف  
 قوام الملک اور ملک نصیر دبیر نے اگرچہ اس غدر میں کامل شرکت کی  
 تھی لیکن اعظم ہمایوں نے سفارش کر کے ان کی تقصیرات معاف کرا دی  
 اور شاہ زادہ احمد خاں کو جو بہ تحصیل برہان پور سے آیا تھا قلعہ اسلام آباد  
 کی حکومت پر متعین کرا دیا اور ملک یوسف قوام الملک کے لئے  
 خطاب قوام خانی اور جاگیر بھینہ اور ملک جہاد کے لئے اقطاع ہوشنگ آباد  
 اور ملک نصیر الدین کو خطاب نصرت خانی اور جاگیر چندیری کی حمت  
 ہوئی اور ان کو ان کی جاگیر ات پر جانے کی اجازت عطا کی گئی۔

شہزادہ احمد خاں نے اسلام آباد آکر بغاوت شروع کی اور یوٹائیوٹا اس کی طاقت و لشکر میں ترقی ہونے لگی اور فساد نے طول پھینچا اعظم ہمایوں نے پیشتر سلطان محمود کے حسب الحکم شہزادہ احمد خاں کو نصیحت کی اعظم ہمایوں کی نصیحت کا رگ نہ ہوئی اور سلطان محمود نے تاج خاں کو شہزادہ احمد خاں کی بغاوت کے لئے نافر و فرمایا تاج خاں ایک مدت تک قلعہ اسلام آباد کو محصور کر کے یہاں مقیم رہا لیکن کوئی تدبیر نہ ہوئی اور تاج خاں نے ایک عرصہ سلطان محمود کی خدمت میں ارسال کر کے بادشاہ سے در طلب کی اسی زمانہ میں جاسوس خبر لائے کہ ملک جہاد نے ہوشنگ آباد اور نصرت خاں نے چندیری میں بغاوت کی ہے سلطان محمود غنچی نے ملک منیث المخاطب بہ اعظم ہمایوں خاں جہاں کو اسس بائی اگر وہ کی تادیب کے لئے روانہ فرمایا اعظم ہمایوں اسلام آباد سے دو گوس کے فاصلہ پر مقیم ہوا تاج خاں اور دیگر امرا اس کی طاقت کے لئے آئے اور تمام حالات بیان کئے اعظم ہمایوں نے دوسرے دن اس مقام سے کوچ کیا اور اسلام آباد کے اطراف کا محاصرہ کر کے مورچوں کو تقسیم کیا اس واقعہ کے بعد اعظم ہمایوں نے علماء و مشائخ کے ایک گروہ کو شہزادہ احمد خاں کے پاس روانہ کیا تاکہ اس کو نصیحت کریں اور عاقبت کی بربادی عہد شکنی سے باز رکھ کر جدید قول و عہد پر اس کو قائم کریں علماء و مشائخ نے ہر چند نصیحت کی لیکن وہ سنگدل نہ ہو اور تمام نصیحتوں کے مقابلہ میں عجیب و غریب جوابات ادا کئے احمد خاں نے اپنے مشفق ناہموں کو نصحت کر کے ان کو قلعہ کے باہر کر دیا۔

تو ام خاں نے بھی جو ایک مقتدر امیر تھا اعظم ہمایوں کی مخالفت کے سبب اسے اپنے مورچوں سے کچھ اسباب و اسلحہ شہزادہ احمد خاں کے پاس روانہ کئے اور اپنے خلوص کو عہد و پیمان سے مستحکم کیا محاصرہ طول پھینچ چکا تھا لیکن ایک روز ایک مطرب نے اعظم ہمایوں کے اثر یا بوجوہات دیگر شہزادہ احمد خاں کو شراب میں زہر دیکر ہلاک کیا اور

خود حصار سے نیچے اتر کر اعظم ہمایوں کے لشکر گاہ میں چلا آیا اور قلعہ اسی روز فتح ہو گیا اعظم ہمایوں بھی اسی دن کوچ کر کے ہوشنگ آباد روانہ ہوا تو ام خاں جو اپنے قصور سے بخوبی واقف تھا عین راہ میں اعظم ہمایوں کے لشکر گاہ سے فرار ہو کر بھینسہ کی جانب چلا گیا اعظم ہمایوں نے ملک بھادو کی مدافعت کو مقدم سمجھ کر ہوشنگ آباد وکارخ کیا ملک بھادو نے اپنے میں مقابلہ کی طاقت نہ دیکھی اور اپنے تمام اسباب و اموال کو چھوڑ کر گھوہ پائی گونڈ واڑہ کی جانب راہی ہوا چونکہ اہالی گونڈ واڑہ کو معلوم تھا کہ یہ شخص اپنے مالک سے منحرف ہو کر یہاں آیا ہے رعایا نے ہجوم عام کر کے فراری امیر کی راہ روک لی اور ملک بھادو کو مقید کر کے اس کے اسباب و اموال کو غارت اور خود اس کو قتل کر ڈالا۔

اعظم ہمایوں اس خبر کو نگرہ بچد مسرور ہوا اور قلعہ ہوشنگ آباد میں داخل ہوا اور اشہر کا انتظام کر کے اپنے ایک معتقد کے سپرد کیا اس واقعہ کے بعد اعظم ہمایوں نے نصرت خاں کی خوشامی کے لئے چندیری کے قریب پہنچا نصرت خاں عاجز ہوا اور استقبال کے لئے آیا نصرت خاں ازراہ چاہتی تھی چاہتا تھا کہ اپنی بدکرداری کو مخفی رکھے لیکن اعظم ہمایوں نے سادات و علماء و اکابر شہر کو طلب کر کے محضر تیار کیا اور ہر شخص سے نصرت خاں کے حالات دریافت کئے یہ فرد نے ایک مختلف روایت بیان کی لیکن قدر مشترک ہر روایت کی یہی تھی کہ نصرت خاں نے اپنے غرور و تکبر کی وجہ سے بغاوت و مخالفت برپا کر رکھی تھی اعظم ہمایوں نے نصرت خاں کو چندیری کی حکومت سے معزول کر کے ملک الامرا حاجی کالو کے سپرد کر دیا اعظم ہمایوں بھینسہ روانہ ہوا اور رہنڈ اپنے معتبر ملازموں کو قوام خاں کے پاس بھیجا کہ اس کو راہ راست پر لانے کی کوشش کی لیکن فائدہ نہ ہوا آخر کار قوام الملک عاجز آگیا اور بھینسہ سے نکل کر فراری ہوا اعظم ہمایوں نے چند روز بھینسہ میں قیام کیا اور یہاں کے انتظامات سے مطمئن و فارغ ہو کر دار الملک شادی آباد مند و روانہ ہوا۔

اعظم ہمایوں کو اثنار راہ میں معلوم ہوا کہ سلطان احمد گجراتی ماوہ فتح کرنے کے لئے آ رہا ہے اور شاہزادہ مسعود خاں بھی جو سلطان محمود خلجی سے امان حاصل کر کے گجرات چلا گیا تھا لشکر جبار اور بیس ہاتھیوں کے ہمراہ سلطان محمود خلجی سے جنگ کرنے کے لئے قریب پہنچ گیا ہے اعظم ہمایوں بھی اس روانہ ہوا اور سلطان احمد شاہ گجراتی کے لشکر سے چھ کو س کا فاصلہ دیکھ کر دروازہ تاراپور سے قلعہ مندو میں داخل ہو گیا۔

سلطان احمد شاہ گجراتی قلعہ مندو کے پیچھے آیا اور حصار کا محاصرہ کر لیا محمود شاہ خلجی اپنے باپ کی آمد سے بے حد مسرور ہوا اور لوازم لشکر بجالایا سلطان محمود خلجی ہر روز لشکر کو قلعہ سے باہر بھیج کر معرکہ کارزار گرم رکھتا تھا بادشاہ کا اپنی شجاعت و بہادری کی وجہ سے ارادہ تھا کہ قلعہ سے باہر نکل کر لشکر گجرات کا مقابلہ کرے لیکن امراء ہوشنگ شاہی کا نفاق اس امر کی اجازت نہ دیتا تھا ان واقعات سے بادشاہ کے قلب میں ایسا وہم و خطرہ پیدا ہو گیا کہ اپنے اعزاء تربیت یافتہ افراد کو بھی اپنا دشمن سمجھنے لگا۔

سلطان محمود خلجی چونکہ صاحب بخش و سخی تھا اس محاصرہ کے عالم میں بھی تمام رعایا کو مطمئن و فارخ البال رکھتا اور انبار خانہ سلطانی سے فقرا کو غریبا کو غلہ تقسیم کرتا اور لنگر خانے قائم کر کے فقرا کو طعام بخشتہ و خام بھی عطا کرتا تھا اس وجہ سے رعایا اس کی جان نثار ہو گئی تھی سلطان محمود کی سخاوت کی برکت سے قلعہ مندو میں بہ نسبت احمد شاہ گجراتی کے لشکر گاہ کے غلہ ارزاں تھا سلطان محمود خلجی نے بعض امراء گجرات مانند سید احمد و صوفی خاں ولد عماد الملک و ملک شرف اور ملک محمود بن احمد سلاحدار اور ملک قاسم اور ملک قیام الملک کو جو سلطان احمد شاہ گجراتی کے مخالف و بدخواہ تھے بیحد دانتی و تدبیر کے ساتھ نقد و جاگیر کے وعدہ سے اپنی خدمت میں بلایا اس واقعہ سے سلطان احمد شاہ گجراتی کی کارروائیوں میں قدرے خلل پڑ گیا ایک گروہ کی صلاح سے جو سلطان احمد شاہ گجراتی

کے ملازم تھے شیخون کا ارادہ کیا سلطان ہوشنگ کے دو اب وارسسی نصیر خاں اس واقعہ سے آگاہ ہوا اور اس نے حقیقت حال سے سلطان احمد شاہ گجراتی کو مطلع کیا۔

سلطان محمود خلجی کی فوجیں قلعہ سے نیچے اتریں اور سلطان احمد شاہ گجراتی کے لشکر کو سامنے موجود نہ پایا اور راہوں کو بند پایا لیکن باوجود اس کے بھی فریقین مقابلہ میں آکر جنگ آزمائی میں مشغول ہوئے اور صبح صادق کے نمودار ہونے تک ہر دو لشکر کشت و خون کرتے رہے ایک گروہ کثیر کام آیا اور بے شمار سپاہی زخمی ہوئے سلطان محمود خلجی صبح کے وقت قلعہ میں داخل ہوا۔

چند روز کے بعد جاسوس خبر لائے کہ شہزادہ عمر خاں جو مندر سے گجرات اور وہاں سے راجہ کی مملکت میں پہنچکر مقیم اور فرصت کا منتظر تھا مالوہ کے اختلال کی خبر سنکر چندیری میں وارد ہوا اور رعایا و لشکر چندیری نے ملک الامرا حاجی کالو سے بغاوت کر کے عمر خاں کو اپنی حکومت کے لئے منتخب کیا ہے شہزادہ محمود خاں بن سلطان احمد شاہ گجراتی بھی پانچزار سوار اور تین سو پانچھویں کی جماعت سے سارنگ پور میں مقیم ہوا اور پہلی ہی جنگ میں حاکم شہر کو قتل کر ڈالا سلطان محمود خلجی نے اس خبر کو سنا اور مشورت کے بعد یہ طے پایا کہ ملک مغیث المظاہر بہ اعظم ہمایوں قلعہ شادی آباد مندو میں قیام کر کے شہر کی حفاظت کرے اور سلطان محمود خلجی قلعہ سے باہر آکر درمیانی حصہ مملکت میں قیام اور مملکت کی محافظت کرے۔

سلطان محمود خلجی اپنے ارادہ کے موافق سارنگ پور کی طرف روانہ ہوا اور تاج خاں اور منصور خاں کو اپنی روانگی سے پیشتر بھیج دیا چونکہ سلطان احمد شاہ گجراتی نے ملک حاجی علی کو محافظت راہ کے غرض سے اس مقام پر متعین کر دیا تھا تاج خاں اور منصور خاں نے سلطان محمود خلجی کے پہنچنے سے قبل اس مقام پر پہنچکر ملک حاجی سے جنگ کی ملک حاجی



فراری ہوا اور سلطان احمد شاہ گجراتی کو یہ خبر دی کہ سلطان محمود غزنوی قلعہ مندوسے سارنگپور روانہ ہوا ہے سلطان احمد شاہ گجراتی نے ایک قاصد شہزادہ محمد خاں کے پاس سارنگپور میں بھیجا تا کہ شہزادہ قبل پہنچے سلطان محمود غزنوی کے اجین آجائے شہزادہ محمد خاں نے قاصد کے پہنچنے کے بعد بے انتہا ہوشیاری کیساتھ سارنگپور سے کوچ کیا اور سلطان احمد شاہ گجراتی کی خدمت میں اجین پہنچ گیا۔

ملک اسحاق بن قطب الملک حاکم سارنگپور نے ایک عریضہ سلطان محمود غزنوی کی خدمت میں ارسال کر کے اپنے گناہوں سے توبہ کی اس عریضہ میں یہ بھی مرقوم تھا کہ شہزادہ محمد خاں سلطان محمود غزنوی کے آنے کی خبر سن کر سارنگپور سے اجین چلا گیا ہے لیکن شہزادہ عمر خاں نے سارنگپور کی فتح کے ارادہ سے لشکر کو قبل ہی روانہ کر دیا ہے اور خود بھی عقب میں عقب رہ کر وارد ہوا چاہتا ہے سلطان محمود غزنوی کے مضمون سے واقف ہو کر بے حد مسرور ہوا اور ملک اسحاق کی تقصیرات معاف کیں اور تاج خاں کو اپنے پیشتر ملک اسحاق کی استمالت کی غرض سے سارنگپور روانہ کیا ملک اسحاق نے معتبر امرا کے ہمراہ سلطان محمود غزنوی کا استقبال کیا سلطان محمود غزنوی نے ملک اسحاق کو اس کی حصول طماننت کے بعد دولت خاں کا خطاب اور علم و مورچل و زرد و وزی قیامیں اور دس ہزار تنگے نقد مرحمت فرمائے اور اس کا علف و دہ بیت مقرر فرمایا سلطان محمود غزنوی نے ملک اسحاق کے علاوہ اکابرین شہر کو بھی چند گھوڑے اور چار ہزار تنگے انعام مرحمت فرمایا تاکہ سب باہم تقسیم کر لیں سلطان محمود غزنوی سارنگپور پہنچا اور جاسوسوں نے یہ خبر بیان کی کہ شہزادہ عمر خاں قصبہ بھینسہ کو جلا کر سارنگپور پہنچ چکا ہے اور سلطان احمد شاہ گجراتی جمع تیس ہزار سوار اور تین سو ہاتھیوں کی جمعیت سے اجین سے نکل کر سارنگپور کی طرف روانہ ہوا سلطان محمود غزنوی نے عمر خاں کی مدافعت کو مقدم خیال کیا اور آخر حصہ شب میں روانہ ہوا ہر دو لشکر میں چھ کوہ کا فاصلہ باقی رہ گیا اور سلطان

محمود غلجی نے ایک جماعت کو برسم قراولی روانہ کیا تاکہ دشمن سے وقت جنگ کا تقرر کر کے واپس ہوں اور نیز عمر خاں کے لشکر کی تعداد اور طاقت کا اندازہ بھی کریں۔

اس واقعہ کے بعد سلطان محمود غلجی نے نظام الملک و ملک احمد سلاحدار و دیگر امر کی ایک جماعت کو مقام جنگ کے انتخاب و معائنہ کے لئے روانہ کیا اور علی الصباح چار فوجوں کو ترتیب دیکر شہزادہ عمر خاں سے جنگ کے لئے روانہ ہوا۔ شہزادہ عمر خاں نے بھی سلطان محمود غلجی کی روانگی کی خبر سنی اور مقابلہ کے لئے آگے بڑھا اور افواج کو آگہا استہ کر کے سلطان محمود غلجی کے لشکر کے مقابلہ میں روانہ کیا اور خود مع ایک جماعت کے پہاڑ کے عقب کمین گاہ میں قیام کر کے سلطان محمود غلجی کی افواج کی آمد کا منتظر رہا اتفاق سے ایک شخص نے سلطان محمود غلجی کو خبر دی کہ شہزادہ عمر خاں مع ایک فوج کے پس کوہ کمین گاہ میں غفی ہے سلطان محمود غلجی فوج تیار کر کے شہزادہ عمر خاں کی جانب چلا اور شہزادہ عمر خاں نے اپنی فوج سے کہا کہ ملازم کے سامنے سے فرار ہونا کسر شان و عزت کا باعث ہے اور قتل ہونا فرار ہونے سے بہتر ہے شہزادہ عمر خاں مع اپنے ہمراہیوں کے سلطان محمود غلجی کے قلب لشکر پر حملہ آور ہو کر گرفتار ہو گیا سلطان محمود غلجی کے حکم سے عمر خاں قتل کیا گیا اور اس کا سر نیزے پر آویزاں کر کے عمر خاں کے لشکر کو دکھایا گیا سرداران لشکر چندیری اس واقعہ کے مشاہد سے ستر و مدہوش ہو گئے اور سلطان محمود غلجی کے پاس پیام بھیجا کہ آج آپ جنگ موقوف رکھیں کل ہم حاضر خدمت ہو کر آپ کو اپنا بادشاہ تسلیم کر لیں گے اس قرار واد کے مطابق ہر دو لشکر اپنے قیام گاہ پر فروکش ہوئے شب کے وقت لشکر چندیری اپنی ملک کو روانہ ہوا اور ملک سلیمان بن مشیر الملک غوری کو جو شہزادہ عمر خاں کا قرابت دار تھا سلطان شہاب الدین کے خطاب سے اپنی حکومت کے لئے منتخب کیا۔

سلطان محمود غلجی نے ایک لشکر ان کی مدافعت کے لئے حاضر فرمایا

اور خود سلطان احمد شاہ گجراتی سے جنگ کرنے کے لئے عازم ہوا ہنوز فریقین یکجا و مقابل نہ ہوئے تھے کہ سلطان احمد شاہ گجراتی کے بعض صالحین لشکر نے حضرت خاتم الانبیاء صلوٰۃ اللہ علیہ کو خواب میں دیکھا کہ حضور قدس ارشاد فرماتے ہیں کہ بلائے آسمانی نازل ہو چکی ہے سلطان احمد سے کہو کہ محفوظ و سلامت اس ملک سے کوچ کرے یہ خواب سلطان احمد شاہ گجراتی سے بیان کیا گیا لیکن بادشاہ نے توجہ نہ کی جس کا نتیجہ یہ ہوا اور تین روز کے بعد امراض و بانیہ اس کے لشکر میں پیدا ہو گئے اور مرض کا ایسا غلبہ ہوا کہ لشکر کو قبر کھودنے کی فرصت نہ ملتی تھی سلطان احمد شاہ گجراتی لا علاج ہوا اور غمگین ہو کر اشدہ کی راہ سے گجرات روانہ ہوا۔

سلطان احمد شاہ گجراتی نے شاہنشاہ سعید و خاں سے وعدہ کیا کہ سال آئندہ اس دیار پر قابض ہو کے میں اس کو تمھارے حوالہ کر دوں گا سلطان خلجی مند و کی جانب روانہ ہوا مند و میں پہنچ کر سلطان محمود خلجی نے سات یوم کے عرصہ میں لشکر کا انتظام درست کیا اور بغاوت چندیری کو فرو کرنے کے لئے روانہ ہوا بادشاہ چندیری پہنچا اور ملک سلیمان الما طلب بسلطان شہاب الدین اپنے امرا کے اتفاق رائے سے قلعہ کے باہر آیا اور مردانہ وار جنگ کی لیکن اپنے میں مقابلہ کی طاقت نپائی اور فرار ہو کر قلعہ میں پناہ لی اور تین دن کے عرصہ میں اپنی اجل طبعی سے فوت ہو گیا امراء چندیری نے دوبارہ ایک شخص کو سلطان شہاب الدین کا خطاب دیکر اپنا بادشاہ بنایا اور جنگ کے لئے مستعد ہوئے امراء چندیری قلعہ کے باہر آئے اور جنگ کے بعد فراری ہو کر پھر قلعہ میں داخل ہو گئے۔

قلعہ کے محاصرہ میں آٹھ ماہ کی مدت گزر گئی اور سلطان محمود خلجی وقت فرصت کا انتظار کرتا رہا آخر کار ایک شب موقع پا کر قلعہ میں داخل ہو گیا سلطان محمود خلجی کے عقب میں دیگر دلاوران لشکر بھی حصار میں داخل ہو گئے قلعہ فتح ہوا اور ایک گروہ کثیر قتل کیا گیا ابانی قلعہ کا ایک گروہ ہار کے حصار میں پناہ گزیں ہوا لیکن چند روز کے بعد پناہ گزینوں نے امان طلب کی سلطان محمود خلجی نے اس شرط پر ان کی درخواست قبول کی کہ تمام افراد

اپنے اہل و عیال اور مال و اسباب کو اپنے ہمراہ لے کر اردو کے بازار سے گزریں تاکہ دنیا پر بادشاہ کی خوش کرداری و پابندی عہد کا حال منکشف ہو جائے۔ محصورین نے اس شرط پر عمل کیا اور محفوظ و سلامت قلعہ کے باہر نکل گئے۔ سلطان محمود خلجی نے ان حدود کا کال انتظام کیا اور سندھ واپس ہونے کا ارادہ کر ہی رہا تھا کہ جاسوس خبر لائے کہ دو ننگر سین نے راجہ گوالیار کے ہمراہ اگر شہر نو کا محاصرہ کر لیا ہے۔ سلطان محمود خلجی باوجود اس کے لشکر برسات اور محاصرہ چندیری کے طول سے پریشان ہو گیا۔ قنات متواتر کوچ کر کے گوالیار کی جانب روانہ ہو گیا۔ سلطان محمود خلجی گوالیار پہنچا اور اس لئے ملک کو تاراج و تباہ کرنا شروع کر دیا۔ ایک جماعت راجپوتوں کی قلعہ سے باہر آئی اور جنگ میں مشغول ہوئی۔ چونکہ راجپوتوں میں لشکر محمود شاہی سے مقابلہ کرنے کی طاقت نہ تھی فرار ہو کر قلعہ میں داخل ہو گئے۔ دو ننگر سین نے اس خبر کو سنا اور اطراف شہر سے اٹھ کر فرار ہوا اور گوالیار چلا گیا۔ چونکہ سلطان محمود کی غرض یہ تھی کہ شہر نو کو آزاد کرائے اس لئے اس نے گوالیار کی تسخیر پر توجہ نہ کی اور شادی آباد منہ و کار خ کیا۔ قلعہ میں سلطان محمود نے سلطان ہوشنگ کے روضہ کی عمارت و مسجد جامع کا جو قریب دروازہ راہوی واقع اور اٹھائیس ستونوں پر مشتمل ہے تعمیر کا ارادہ کیا۔ قلیل مدت میں یہ عمارت پایہ تکمیل کو پہنچ گئی۔

۸۳۲ھ میں امراء میوات و اکابر و معارف دہلی کے عرافین متواتر سلطان محمود خلجی کے حضور میں آئے کہ سلطان محمد شاہ (مبارک) امور سلطنت کو بہ خوبی انجام نہیں دے سکتا اور دغا باز و ظالم ظلم و جور کر رہے ہیں ملک میں امن و امان کا وجود نہیں ہے چوں کہ یہ دروکار نے بادشاہ کو صفات فرمانروائی تمام و کمال عطا فرمائے ہیں اس ملک کی رعایا حضرت شاہ کو اپنا فرمانروا تسلیم کرنے کے لئے جان و دل سے آمادہ ہے۔ سلطان محمود آخر سال مذکور میں مع ایک جبار لشکر کے دہلی مستح

کرنے کے لئے روانہ ہوا یوسف خاں ہند و فی قصہ ہندوں کے نواح میں سلطان محمود غلجی کی خدمت میں حاضر ہوا سلطان محمود غلجی ہندوں سے کوچ کر کے پیشتر روانہ ہوا اور سلطان محمد مبارک شاہ بھی مقابلہ میں آیا لیکن جب ہردو لشکر ایک دوسرے کے قریب پہنچ گئے تو سلطان محمد مبارک شاہ باوجود لشکر کی کثرت کے خوف زدہ ہوا اور اس نے ارادہ کیا کہ سلطان محمود غلجی کی جنگ سے کنارہ کش ہو کر دہلی کو خیرباد کہے اور پنجاب روانہ ہو جائے لیکن امرا کی شرم حضوری کی وجہ سے اپنے پریشان خواں کو جمع کر کے حکم دیا کہ خود بادشاہ کو مقابلہ کرنے کی حاجت نہیں ہے امرا لشکر کو تیار کر کے شاہزادہ کے ہمراہ جائیں اور جنگ آزمائی کریں۔

امرا بادشاہ کے حسب الحکم دہلی سے جنگ کے لئے باہر نکلے اور ملک سہلول لوہی جو اس وقت سلطان محمد مبارک شاہ کا ملازم اور ترسانہ از دل کی بہترین فوج کا حاکم تھا مقدمہ لشکر کے ہمراہ چلا سلطان محمود غلجی نے جس وقت یہ سنا کہ بادشاہ دہلی سے باہر نہیں آیا اس نے بھی چند سوار اپنے لئے منتخب کر لئے اور تمام لشکر کو اپنے ہردو فرزند سلطان غیاث الدین اور قدیخاں کی ماتحتی میں جنگ کے لئے روانہ کیا چنانچہ ظہر کے وقت سے شب تک فریقین کے لشکر کے بہادر میدان میں آکر معرکہ آزمائی کرتے رہے آخر کار جانبین سے طبل باز گشت بجوائے گئے اور فریقین اپنے مقامات پر فروکش ہوئے اتفاق سے اسی شب کو سلطان محمود غلجی نے خواب میں دیکھا کہ چند پیری کے چندا و باش و بیاک افسر اور قلعہ شادی آباد مسند و بر حملہ کیا ہے اور سلطان ہوشنگ کے مزار چتر اتار کر ایک مہول النسب شخص کے سر پر سایہ فلک کر دیا ہے سلطان محمود غلجی صبح کو بیدار ہوا اور اس کے چہرہ سے تردد و فکر کے آثار نمایاں تھے سلطان محمود غلجی اس خیال میں متفرق ہوا کہ کیا تدبیر کرے کہ اس کی واپسی کی صورت پیدا ہو سکے اور یہ محفوظ و سلامت مالوہ پہنچ سکے کہ دفعۃً سلطان محمد مبارک شاہ نے جو بزدل و خفیف العقل تھا پریشانی

کا اظہار کیا اور صلحا و علما کی ایک جماعت کو صلح کے لئے سلطان محمود غلجی کے پاس روانہ کیا سلطان محمود غلجی نے یہاں سبب ظاہر حریف کو زیر بارست کیا اور خود مالوہ روانہ ہو گیا۔

سلطان محمود غلجی کو راہ میں یہ خبر معلوم ہوئی کہ اتفاق سے اسی شب کو اوباشوں کی ایک جماعت نے شادی آباد سندھ میں فساد و بغاوت برپا کی تھی لیکن اعظم ہمایوں کی کوشش سے یہ بغاوت فرو ہو گئی بعض کشت تواریخ میں بھی امر قوم ہے کہ سلطان محمود غلجی نے اس خبر کی بنا پر کہ سلطان احمد شاہ گجراتی نے مالوہ کا رخ کیا ہے مراجعت کی اور یہ روایت زیادہ صحیح ہے۔ القصہ سلطان محمود غلجی شادی آباد سندھ میں آیا اور اہل استحقاق کو انعام و اکرام سے مالا مال کر دیا۔ سلطان محمود غلجی اسی سال ظفر آباد تعلیم میں آیا اور ایک باغ کی بنیاد ڈالکر اس باغ میں گنبد عظیم الشان اور چند مقامات پر عالی شان مکانات تعمیر فرمائے سلطان محمود غلجی نے قلیل مدت گزرنے کے بعد از سر نو لشکر کو درست کیا اور ۵۴۳ھ میں راجپوتوں کی گوشمالی کی غرض سے چیتور روانہ ہوا بادشاہ کو نصیر ولد عبدالقادر ضابطہ کالی کی بے اعتدالیوں کی جو اپنے کو نصیر شاہ کے لقب سے موسوم کر کے متشعل بادشاہ بن گیا تھا خبر ہوئی اور اہالی و اکابر ولایت کے متواتر خطوط بھی آئے کہ نصیر شاہ نے صراط مستقیم سے باہر قدم رکھا ہے اور راہ زندہ والحاد اختیار کی ہے ہم سب اہل انی مملکت اس کے ظلم و تعدی کی آپ کی بارگاہ میں فریاد کرتے ہیں۔

سلطان محمود غلجی نصیر شاہ کی مدافعت کو مقدم سمجھا اور کالی کا رخ کیا نصیر شاہ سلطان محمود غلجی کے ارادہ سے مطلع ہوا اور اپنے معلم علی خاں کو مع تحائف و ہدایا اور انواع پیشکش کے سلطان محمود غلجی کی خدمت میں بھیجا اور عرضداشت روانہ کی کہ جو امر کہ ان لوگوں میرے بارے میں بیان کیا ہے سراسر کذب و افتراء ہے بادشاہ پر لا یم

ہے کہ اس امر کی تحقیق کے لئے کسی معتمد اور صادق القول امیر کو بھیج کر لیں اگر ذرہ برابر بھی صحیح ہو تو مجھ کو مناسب سزا دی جائے سلطان محمود خلجی نے چند روز تک علی خاں کو باریابی سے محروم رکھا کوچ پر کوچ کرتا ہوا چلا گیا۔

سلطان محمود خلجی سارنگپور کے نواح میں پہنچا اور اعظم ہمایوں اور اعیان دولت کے التماس سے اس کی تقصیرات معاف کیں اور نصیر شاہ کے ایلی کو باریابی کا حکم دیکر اس پیشکش کو قبول فرمایا اور ناہائے نصیحت امیر روانہ کر کے نواح سارنگپور سے جیتور کے سمت روانہ ہوا بادشاہ نے اب بہم سے عبور کیا اور ہر روز اپنی افواج کو اطراف ولایت جیتور میں بھیج کر اس کو تباہ اور رعایا کو متعبد کرتا اور بتخانوں کو تڑوا کر مساجد تعمیر کرتا تھا اور ہر منزل میں تین چار روز توقف کرتا تھا سلطان محمود خلجی جیتور کے سب سے بڑے حصار نواح کو شکستہ میں فروکش ہوا راجہ کو نیہا وکیل دیا کا محصور ہو کر لڑنے لگا اتفاق سے راجپوتوں نے قلعہ کے سامنے ایک بتخانہ تعمیر کرایا تھا اور بتخانہ سے دور ایک حصار بھی تھا جس کو راجپوتوں نے ذخائر آلات حرب سے مملو کر رکھا تھا سلطان محمود خلجی نے پیشتر اس بتخانہ کو فتح کرنے کے لئے توجہ کی اور ایک ہفتہ میں اس کو فتح کر لیا اور شہار راجپوت مارے گئے اور ایک گروہ کثیر گرفتار و تباہ ہوا۔

سلطان محمود خلجی نے حکم دیا کہ بتخانہ میں لکڑیوں کا انبار کر کے انہیں آگ لگا دیں اور ٹھنڈا پانی اس کی دیواروں پر ڈالیں بادشاہ کے حکم کی تعمیل کی گئی اور ایسی عظیم الشان عمارت جس کی راجپوتوں نے ساہا سال میں تعمیر کی تھی طرفۃ العین میں اڑھائی گز برباد ہو گئی بہت توڑ کر قصابوں کو تقسیم کئے گئے تاکہ سنگ تراز و بنائیں اور بڑا بہت جس کو راجپوتوں نے سنگ مر مر تراش کر گو مفند کی صورت بنایا تھا چو نہ بنا کر پان کے ساتھ راجپوتوں کو دیا گیا تاکہ اپنے محبوب کو نوش کر لیں اس بتخانہ کے مسمار کرنے کے بعد جس کا سلطان گجرات کو باوجود طول مدت کے محاصرہ بھی پیسر نہ ہوا تھا سلطان محمود خلجی خدا کا شکر

بجایا اور جیتور کی جانب راہی ہوا۔

سلطان محمود غلجی نواح جیتور میں آیا اور قلعہ کو جو جیتور کے دامن کوہ میں واقع تھا جنگ کر کے سر کر لیا اور بیشمار راجپوت قتل کئے سلطان محمود غلجی جیتور کے محاصرہ کے لئے آمادہ ہو ہی رہا تھا کہ معلوم ہوا کہ راجہ کوینہا قلعہ میں موجود نہیں ہے اور آج ہی قلعہ سے نکل کر کوہ یاہ کی جانب جو اسی نواح میں ہے فراری ہو گیا ہے سلطان محمود غلجی نے اس کا تعاقب کیا اور کچھ فوج جدا کر کے راجہ کوینہا کے عقب میں روانہ کی اتفاق سے ایک شاہی فوج سے راجہ کا مقابلہ ہو گیا اور غریقتن میں سخت لڑائی ہوئی راجہ شکست کھا کر قلعہ جیتور میں واپس آیا سلطان محمود غلجی نے ایک دستہ فوج کو قلعہ کے محاصرہ پر نامزد فرمایا اور خود ملک کی سرحد پر قیام پذیر ہوا اور ہر روز افواج کو تاخت و تاراج کے لئے روانہ کرنے لگا سلطان محمود غلجی نے اعظم ہمایوں کو طلب فرمایا تاکہ اعظم ہمایوں ولایت جیتو نا پر جو اطراف مند سوریں واقع ہے قابض ہو خان جہاں اعظم ہمایوں مند سور پہنچ کر پارہوا اور اس نے وفات پائی سلطان محمود غلجی اس خبر کو سن کر بے حد ملول و غمگین ہوا اور بے حد گریہ و زاری دسینہ کوبی کی اور قلعہ مند سور پہنچ کر اپنے باپ کی لاش کو مالوہ روانہ کیا۔

سلطان محمود غلجی نے تلج خاں کو جو اس کا داماد اور عارض لشکر تھا اعظم ہمایوں کا خطاب دے کر اس لشکر کو جو اُس کے مرحوم باپ کے ہمراہ مند سور میں آیا تھا اس کی ماتحتی میں متعین کر کے خود اپنے لشکر گاہ کو واپس آیا چونکہ برسات کا موسم آگیا تھا محمود غلجی نے ارادہ کیا کہ اگر کسی مقام پر کوئی حصہ بلند زمین کا بجائے تو اس مقام پر قیام اختیار کر لے اور برسات کا موسم گزر جانے کے بعد دوبارہ جیتور کا محاصرہ کرے۔

راجہ کوینہا نے شب جمعہ ۱۲۴۵ھ میں سلطان محمود کے لشکر پر بارہ ہزار سوار اور چھ ہزار پیادوں کی جمعیت سے شہنشاہی مارا سلطان محمود نے ایسی ہوشیاری و احتیاط کے ساتھ لشکر کی حفاظت کی کہ راجہ اپنے مقصد میں



کامیاب نہ ہو سکا اور بلا وجہ ہیشمار راجپوت کلم اے اس واقعہ کے دوسرے دن  
شب میں سلطان محمود غلجی نے ایک جبار لشکر کے ہمراہ راجہ کو یہاں کے لشکر پیچوں  
مارا راجہ کو نہایت زخمی ہو کر فراری ہو گیا اور ہیشمار راجپوت قتل ہوئے سلطان  
محمود غلجی کے لشکر ہی مال غنیمت پر قابض ہو گئے اور بادشاہ نے خدا کا شکر ادا کیا  
اور چیتور کی فتح کو سال آئندہ پر ملتوی کر کے خود محفوظ و سلامت شادی آباد  
مندو میں واپس آیا سلطان محمود غلجی نے آخری الجھسالیں مذکور میں مدرسہ  
اور ایک منارہ ہفت منطری ہوشنگ شاہی کی مسجد جامع کے محاذ میں  
تعمیر کرایا۔

۵۴۳ء میں سلطان محمود بن سلطان ابراہیم شہر قی کا ایلیچی مع بہترین  
سجائیف و ہدایا کے سلطان محمود غلجی کی خدمت میں حاضر ہوا اور سخاوت کو  
پیش کر کے زبانی یہ پیام ادا کیا کہ نصیر المومنین نصیر شاہ بن عبدالقادر  
نے مذہب سے منحرف ہو گئے زندہ قتلہ و الحاد کو اختیار کر لیا ہے اور نماز و روزہ کو  
ترک کر دیا ہے نصیر شاہ عورات مسلمہ کو ہند و سازندگان کے حوالہ کرتا ہے  
تاکہ رقاہی کی تعلیم دیں چونکہ سلطان ہوشنگ کے زمانہ میں حکام کا لپی شاہان  
مالوہ کے مطیع اور بالکل ڈر رہے ہیں میں نے مناسب خیال کیا کہ پہلے اس کے  
حالات آپ پر ظاہر کر دوں اور درخواست کروں کہ اگر آپ کو اس کی  
تادیب و گوشمالی کی فرصت نہ ہو تو مجھ کو مطلع فرمائے تاکہ نصیر خاں گشتہ  
کی گوشمالی اس طریقہ سے کی جائے جو دوسروں کے لئے بھی عبرت کا باعث  
ہو سلطان محمود غلجی نے جواب دیا کہ میرے لشکر کا سب سے بڑا حصہ میدانِ مذکور  
کی تادیب کے لئے گیا ہے چونکہ آپ نے امداد دین کی جانب توجہ فرمائی ہے  
آپ کو یہ کار خیر مبارک ہو۔

سلطان محمود غلجی نے رسم سلاطین کے موافق محمود بن ابراہیم شاہ شہر قی  
کے قاصد کو اسی مجلس میں خلعت و زرعطا فرما کے اس کو واپس جانے کی  
اجازت مرحمت فرمائی اس واقعہ کے قلیل مدت کے بعد سلطان محمود غلجی نے  
اپنے فرزندوں کا ہتھ عروسی مقرر فرمایا اور اس جشن میں بارہ ہزار قبائیل

بیشتر ان میں زر و وزی تھیں امرائے لشکر کو عنایت فرمائیں سلطان شہرتی کا قاصد جو پنپور پہنچا اور جواب یا و شاہ سے عرض کیا سلطان شہرتی نے حد درجہ ہوا اور میں ہاتھی و گھوڑے تحائف سلطان محمود غلجی کی خدمت میں روانہ کر کے خوا ایک جہاز لشکر لے کر کالپی روانہ ہوا۔

سلطان شہرتی نے نصیر بن عبد القادر کو کالپی سے خارج کیا اور نصیر بن عبد القادر نے سلطان محمود غلجی کی خدمت میں ایک عریفہ ارسال کیا جس کا مضمون یہ تھا کہ میں سلطان ہوشنگ کے زمانہ سے اس وقت تک مطیع و باجگزار اور ہی خواہ رہا اب سلطان محمود شہرتی نے اپنے غلبہ کی وجہ سے تمام بلاد پر قابض ہو گیا ہے میں اپنے اسے اسی آستانہ کا نیاز مند ہوں اور اب ابھی اسی درگاہ کو اپنا بلجی و ماویٰ سمجھتا ہوں حد و چندیری میں حاضر ہوا ہوں جو حکم عالی ہو اس پر کار بند ہوں سلطان محمود غلجی نے علی خاں کو تحائف و ہدایا کے ساتھ سلطان محمود بن براہیم شاہ شہرتی کی خدمت میں روانہ کیا اور استدعا کی کہ نصیر خاں بن عبد القادر آپ کی بہترین سعی و کوشش سے اپنے افعال ذمہ سے تائب ہو گیا ہے اور راہ شریعت کو اختیار کر کے شعار اسلام کی پابندی کو اپنا فرض سمجھتا ہے ظاہر ہے کہ یہ امیر سلطان سعید ہوشنگ شاہ کے زمانہ سے حکومت مالوہ کا مطیع ہے مجھ کو اسید ہے کہ آپ اس مقولہ پر کہ جو گناہ سے تائب ہو جاتا ہے اس سے گناہوں کی پریشانی نہیں کی جاتی عمل کر کے نصیر خاں کی تقصیرات کو معاف فرمائیں گے اور اس کے مالک اسے واپس کر دیں گے علی خاں جو پنپور پہنچا اور بعد میں محمود شاہ شہرتی نے جواب باصواب ادا کرنے میں اہلیت و لعل سے کام لیا سلطان محمود غلجی از روئے حمیت و بہادری نصیر خاں کی امداد کو مقدم سمجھا اور دوسری شوال ۸۴۳ھ میں چندیری روانہ ہوا۔ نصیر شاہ نے حد و چندیری میں سلطان محمود غلجی کی ملازمت حاصل کی سلطان محمود غلجی نے بلا توقف ایرجہ اور تھانڈیر کا رخ کیا سلطان محمود شاہ شہرتی اس واقعہ سے آگاہ ہوا اور شہر سے باہر نکل کر ایرجہ میں فروکش ہوا اور مبارک خاں

ولد جنید خاں کو جو اس صوبہ کا پشتینی حاکم تھا مقید کر کے اپنے ہمراہ لے گیا سلطان محمود شاہ شرقی اس جگہ سے اٹھ کر جوں جس کی راہ تنگ تھی اور دشمن کو اس میں داخل ہونے کی مجال نہ تھی مقیم ہوا اور اپنے لشکر کے اطراف کو مستحکم کیا سلطان محمود غلجی نے سلطان شرقی سے کوئی تعرض نہ کیا اور کاپلی روانہ ہو گیا محمود غلجی کی روانگی کے بعد محمود شرقی بھی تعاقب میں کاپلی روانہ ہوا اسی اثنا میں غلجی بہادر وں نے محمود شاہ شرقی کے خزانہ و اسباب پر حملہ آور ہو کے لوٹ لیا اور پیشمار مال غنیمت سپاہ مالوہ کے ہاتھ آیا ۔

سلطان محمود شرقی بھی اپنے ملازمین کی امداد کے لئے واپس ہو کر جنگ میں مشغول ہوا شام تک معرکہ قتال گرم رہا اور غروب آفتاب کے بعد ہر دو لشکر اپنے فرو و گاہ پر مقیم ہوئے اس واقعہ کے دو تین روز بعد چونکہ برسات کا موسم قریب آ گیا تھا سلطان محمود غلجی نے کوئی فائدہ جنگ میں نہ دیکھا اور کاپلی کے بعض مواضع کو تباہ کر کے فتح آباد کی جانب واپس آیا اور قصر ہفت طہقہ کی بنیاد ڈالی ۔

اسی زمانہ میں رعایا و اہالی قصبہ ایرجہ نے مبارک خاں حاکم قصبہ کے ظلم و تعدی کی شکایت کی اور دادخواہ ہوئے سلطان محمود غلجی نے ملک الشرف مظفر ابراہیم حاکم چندیری کو مع بیسٹار لشکر کے ایرجہ روانہ کیا ملک الشرف مظفر ابراہیم ایرجہ پہنچا اور اس کو معلوم ہوا کہ سلطان محمود شرقی نے ملک کالو کو اس کے مقابلہ کے لئے روانہ کیا مظفر ابراہیم نے آگے بڑھ کر حریف سے مقابلہ کیا قصبہ راتہ میں ہر دو لشکر ایک دوسرے کے مقابلہ میں صف آرا ہوئے لیکن ملک کالو نے شکست کھائی اور میدان سے فراری ہوا ملک مظفر ابراہیم ولایت کی حفاظت کو ایرجہ کی فتح پر غنیمت سمجھا اور ان حدود کا رخ کیا سلطان شرقی کے لشکر نے اس خبر کو سنا اور واپس ہو کر راتہ میں مقیم ہوا چونکہ ہر دو لشکر کی معرکہ آرائی نے طویل کھینچا اور طرفین کے بیسٹار مسلمان کام آئے شیخ جالبد نے جو اکابر وقت

اور کشف و کرامات میں مشہور تھے سلطان شرفی کے استصواب سے ایک نامہ صلح کے بارے میں سلطان محمود غلجی کی خدمت میں روانہ کیا اور شیخ کی کوشش سے ان شرائط پر صلح ہوئی کہ بالفعل سلطان شرفی قصبہ راتہ اور جہوہ کو نصیر خاں کے حوالہ کرے اور سلطان محمود گجراتی کی معاہدت کے بعد جس وقت چار ماہ گزر جائیں خطہ کاپلی سے بھی دست بردار ہو جائے شرائط صلح میں چار ماہ کی مہیا اس لئے مقرر کی گئی کہ اس مدت میں نصیر خاں کی حقیقت دین و ملت بخوبی ظاہر ہو جائے گی اس قرار داد کی بنا پر سلطان محمود غلجی نے اپنے دار الملک شادی آباد کی طرف مراجعت کی۔

۴۹۰ء میں سلطان محمود نے ایک شفا خانہ قائم کیا اور چند سواضات اس کے خرچ ادویہ اور مایحتاج کے لئے وقف کئے اور حکیم اکھلامو لانا منسلک کر دیوں اور دیوانوں کے معالجہ کے لئے متعین فرمایا۔

۴۹۱ء میں سلطان محمود غلجی ایک جرار لشکر کے ہمراہ قلعہ مندل گڑھ کی تسخیر کے ارادہ سے روانہ ہوا اور متواتر کوچ کر کے اب بیاس کے کنارے فروکش ہوا راجہ کوٹنہا میں چونکہ مقابلہ کی طاقت نہ تھی لہذا قلعہ مندل گڑھ میں محصور ہو گیا راجہ کی محصور کی دو یا تین روز بعد راجہ جوتوں نے قلعہ سے نکل کر حق شجاعت بہادری ادا کیا لیکن آخر کار مجبور ہو کر پیشکش ادا کرنا قبول کیا سلطان محمود غلجی نے مصلحت وقت کے لحاظ سے صلح کی اجازت دی اور اپنے دار الملک کو واپس ہوا سلطان محمود غلجی نے قلیل مدت گزرنے کے بعد از سر نو لشکر کو تیار کیا اور قلعہ بیانہ کو مسخر کرنے کے لئے روانہ ہوا بادشاہ دو کوس کے فاصلہ پر قلعہ کے قریب پہنچا مچر خاں حاکم قلعہ بیانہ نے اپنے فرزند واحد خاں کو مع ایک سوا سپ اور ایک لاکھ تنگہ نقد برسم پیشکش سلطان محمود غلجی کی خدمت میں بھیجا سلطان محمود غلجی نے واحد خاں کو خلعت خاص عطا فرمایا اور اس کو واپسی کی اجازت عنایت فرمائی سلطان محمود غلجی نے مچر خاں کے لئے قبائے زر و وزی و تلج مکمل بجواہر اور کمر بند زریں اور کھوڑے عربی نژاد مع زین و پجام زریں واحد خاں کے ہمراہ روانہ کئے مچر خاں

خلعت زیب جسم کیا اور سلطان محمود خلجی کی صفت و ثنائیں سرگرم ہوا مہر خاں نے خطبہ و سکہ جو پیشتر شاہان دہلی کے نام کا پڑھا جاتا تھا فرماندہانے منہ و کے نام تبدیل کر کے اس کا مطلع و باجگذار ہو گیا۔

سلطان محمود خلجی نے اس خبر کو سنا کہ اپنا ارادہ ملتوی کیا اور اٹھارے راہ میں قصبہ بنور کو جو رتھنپور کے قریب واقع ہے فتح کر کے تاج خاں سپہ سالار کو مع آٹھ ہزار سوار اور پچیس ہاتھیوں کے قلعہ جیتور کو سر کرنے کے لئے روانہ کیا سلطان محمود خلجی نے راجہ کوٹہ سے ایک لاکھ پچیس ہزار تنگہ پیشکش لے کر شادی آباد مند و کا ارادہ کیا۔

۸۴۲ھ میں راجہ گنگ داس والی قلعہ جینانیر نے پیشکش ارسال کر کے عرضداشت کی کہ سلطان محمد شاہ بن احمد شاہ گجراتی نے قلعہ جینانیر کا محاصرہ کیا ہے چونکہ میں ہمیشہ اسی بارگاہ سے امداد طلب کرتا ہوں لہذا اب بھی دستگیری کا امیدوار ہوں سلطان محمود خلجی گنگ داس کی امداد پر متوجہ ہوا لیکن راہ میں خبر ملی کہ سلطان محمود شاہ گجراتی پیشکش وصول کرنے کے غرض سے ایدر روانہ ہوا سلطان محمود خلجی اس واقعہ سے مطلع ہوا اور عین راہ سے واپس ہو کر اب ہندری کے کنارے فروکش ہو گنگ داس تیرہ لاکھ تنگہ نقد اور چند گھوڑے بطریق پیشکش کے لایا اور اب ہندری کے کنارے سلطان محمود خلجی کی خدمت میں حاضر ہوا سلطان محمود خلجی نے اس کو قبائے زردوزی دیکر رخصت کیا اور خود دار الملک شادی آباد مند و واپس آیا سلطان محمود خلجی نے اٹھارے راہ میں راجہ ایدر کو پانچ مست ہاتھی اور اکیس گھوڑے اور تین لاکھ تنگے نقد انعام دیکر واپسی کی اجازت دی اور عرصہ تک شادی آباد مند و میں قیام کر کے لشکر و ملک کے انتظام میں مشغول رہا۔

۸۵۵ھ میں سلطان محمود خلجی ایک لاکھ سے زائد لشکر ہمراہ لے کر گجرات کے فتح کرنے پر مستعد ہوا اور قصبہ کاتی نوالے سے گذر کر سلطان پور کا محاصرہ کیا سلطان محمد شاہ گجراتی کا گماشتہ ملک علاء الدین سہراب چند روز تک متواتر قلعہ کے باہر آیا اور معرکہ کارزار گرم کیا لیکن جب ملک لٹنے سے مایوس

ہوا تو امان طلب کی اور سلطان محمود غلجی کی خدمت میں حاضر ہو گیا سلطان محمود غلجی نے اس کے اہل و عیال کو قلعہ شادی آباد سند و روانہ کیا اور اس قسم کی کہ وہ کبھی اپنے مالک سے منحرف نہ ہو گا سلطان محمود غلجی نے اس کو مبارز خانی کا خطاب دیا اور مقدمہ لشکر پر نامزد فرمایا اور متواتر کوچ کر کے احمد آباد روانہ ہوا اثنائے راہ میں سلطان محمود غلجی کو معلوم ہوا کہ سلطان محمود شاہ گجراتی فوت ہو گیا اور اس کا فرزند سلطان قطب الدین اپنے باپ کا قائم مقام ہو سلطان محمود غلجی کا اگرچہ ارادہ تھا کہ وہ دارالملک گجرات کو فتح کر لے لیکن کمال مروت کی وجہ سے ایک نامہ سلطان قطب الدین کے نام لکھ کر رسم تعزیت و تہنیت جلوس ادا کی لیکن اس کا رروائی کے باد جو دہلی قصیدہ بردورہ کو خراب کر کے غارتگری میں کوئی وقیفہ باقی نہ چھوڑا اور کئی ہزار ہندوؤں اور مسلمانوں کو قید کر کے چند روز تک قصبہ مذکور میں قیام کر کے احمد آباد کی جانب روانہ ہوا بادشاہ پقیل راہ طے کر رہا تھا کہ ملک علاء الدین سہراب جو وقت کا منتظر تھا فرار ہو کہ سلطان قطب الدین کے پاس چلا گیا اس نے قسم لینے کے وقت عہد کیا تھا کہ اپنے مالک کی نمک حرامی نہ کرے گا پس وہی قدیم خیال اس کے دل میں تھا اور اپنی کامل نمک حلائی سے اپنے اہل و عیال کو بھی خدا پر چھوڑ دیا۔

سلطان محمود غلجی سرکچ میں جو احمد آباد سے پانچ کوس کے فاصلہ پر ہے فروکش ہو اور قطب الدین گجراتی نے قصبہ جان پور میں جو سرکچ سے تین کوس کے فاصلہ پر ہے قیام کیا چند روز تک ہر دو لشکر ایک دوسرے کے مقابلہ میں قیام پذیر رہے اور یکم صفر سنہ مذکور کو سلطان محمود غلجی نے شیخون کا ارادہ اگیا اور اپنے لشکر گاہ سے باہر نکلا لیکن راہ میں گہرا فراموش کر دی سلطان محمود تمام شب ایک وسیع جنگل میں گھمراہ گیا سلطان محمود غلجی نے علی الصباح میمنہ کو لشکر سارنگپور سے ترتیب دیکر اس کو اپنے فرزند اکبر سلطان غیاث الدین کی ماتحتی میں دیا اور امر اچنیری کو پیسہ پر مقرر کر کے اس کو اپنے فرزند خرد شہزادہ فدائی خاں کے سپرد کیا

اور جو قطب لشکر میں قیام کر کے جنگ آزمائی کے لئے مستعد ہوا سلطان قطب الدین نے بھی لشکر گجرات کی صفوں کو ترتیب دیا اور جنگ کے لئے میدان کی طرف روانہ ہوا سلطان گجرات کے لشکر کا مقدمہ لشکر سلطان مالوہ کے مقدمہ کے مقابلہ میں فراری ہوا اور سلطان قطب الدین گجراتی کے لشکر سے مل گیا ملک شرف مظفر ابراہیم جو چندیری کا مقتدر امیر تھا بیسراہ مالوہ سے جدا ہو کر گجرات کے میمنہ لشکر پر حملہ آور ہوا گجراتی میمنہ اس کے حملہ نمی تاب نہ لاسکا اور پسپا ہوا ملک شرف مظفر ابراہیم نے سلطان قطب الدین کے لشکر گاہ تک اس کا تعاقب کیا اور تاراج و برباد کرتا رہا اور سلطان قطب الدین کے خزانہ پر قابض ہو گیا ملک شرف مظفر ابراہیم جس قدر خزانہ کہ اپنے ہمراہی ہاتھیوں پر بار کر سکا لے گیا اس کے ہاتھی تمام خزانہ کو لشکر گاہ میں پہنچا کر واپس آ گئے اور مظفر ابراہیم نے ارادہ کیا کہ دوبارہ ہاتھیوں کو لا کر خزانہ اپنے لشکر میں روانہ کر دے لیکن اسے یہ معلوم ہوا کہ سلطان قطب الدین گجراتی کی ایک فوج نے شہزادہ فدائی خاں کو عاجزا و بد حال پا کر اس پر حملہ کیا شہزادہ فدائی خاں اس حملہ کی تاب نہ لاسکا اور فراری ہو کر اپنی جان بچائی مظفر ابراہیم نے بھی اپنے ہاتھیوں کو غارتگری سے روکا اور جو دمع فوج اور ہاتھیوں کے ایک گونہ میں پناہ گزیں ہوا سلطان محمود خلجی اپنے لشکر کے پر اگندہ اور لشکر بیسراہ کی شکست پر شہر ہوا اور چالیس سواروں کے ساتھ نہایت ثابت قدمی کیساتھ بہادری سے کام لیتا رہا جب تک تیر اس کے ترکش میں باقی رہے سلطان محمود خلجی مکانات گرتا رہا۔

سلطان قطب الدین گجراتی جب تک مع جوار لشکر کے ایک گونہ میں مخفی تھا نکل کر سلطان محمود خلجی کی طرف بڑھا سلطان محمود خلجی نے بہادری کا حق ادا کیا اور مع تیرہ سواروں کے میدان جنگ کے باہر نکل گیا اور سلطان قطب الدین کے لشکر گاہ میں جو میدان جنگ کے پیچھے تھا پہنچا اور حریف کے سراپہ دہ خاص میں داخل ہوا اور تاج و کمر بند مرصع جو کرسی پر

رکھا ہوا تھا اٹھا کر جلد سے جلد اپنے لشکر گاہ کو واپس آیا سلطان محمود غلجی کے  
گرو پانچ چھ ہزار سوار جمع ہو گئے اور بادشاہ نے یہ مشہور کیا کہ آج شب کو  
لشکر گجرات پر شیخون مارے گا لیکن ایک حصہ شب گزرنے کے بعد سلطان  
محمود غلجی شب خون کے بہانے سے مستعد ہوا اور براہ راست سند و روانہ  
ہوا لیکن راہ میں کولی اور ٹیلے نے لشکر کو بے حد نقصان پہنچایا۔

سلطان محمود غلجی کو اپنی حکومت کی ابتدا سے تا اختتام سلطنت ہجرات  
شکست کے اور کوئی شکست نہیں ہوئی سلطان محمود غلجی شادی آباد مندو  
پہنچا اور انتظام و تربیت سپاہ سے فراغت حاصل کی اسی دوران میں شہزادہ  
غیاث الدین بند رسورت کے چند مقامات پر حملہ آور ہو کر واپس آیا اتفاقات  
زمانہ سے مشیر الملک المظاہب بہ نظام الملک وزیر اور اس کے فرزندوں  
کے بارے میں مکر و بغاوت کی خبر سلطان محمود غلجی کے گوش زد ہوئی اور  
بادشاہ کے حکم سے ان کو سزائیں دی گئیں۔

۵۵۴ء میں سلطان محمود غلجی نے مار واڑ کے فتح کرنے کا ارادہ کیا  
چونکہ بادشاہ سلطان قطب الدین گجراتی کی جانب سے مطمئن نہ تھا اس امر کو  
بہتر سمجھا کہ اول سلطان قطب الدین گجراتی سے صلح کرے بعد اس کے  
راجہ کو بنہما کے ملک کو فتح کرنے میں مشغول ہو سلطان محمود غلجی نے  
اپنا ارادہ دل میں مخفی رکھا اور لشکر کی تیاری کا حکم دیا اور شادی آباد مندو  
سے قصبہ وھار پہنچا سلطان محمود غلجی نے قصبہ وھار سے تاج خاں کو جہاز لشکر کیساتھ  
سرحد گجرات کی جانب روانہ کیا تاکہ صلح کی تہید کرے تاج خاں نے قطب الدین کے  
وزیر کے نام خطوط لکھ کر ایچیوں کے ہمراہ روانہ کر کے یہ پیام دیا کہ جانبین کے  
فساد و عداوت مخلوق کی پریشانی کا باعث ہیں اور فقہین کی صلح و اتحاد ان کے  
امن و فوائد پر مبنی ہیں سلطان قطب الدین گجراتی نے گفتگو کے بعد صلح کی اجازت  
دی اور طرفین سے اکابر و معارف نے درمیان میں اگر عہد و قسم کے ساتھ  
مصالحات کی بنیاد کو مستحکم کر کے یہ قرار دیا کہ راجہ کو بنہما کے ان شہروں کو  
جو ممالک گجرات سے متصل ہیں عساکر قطبی تباہ کر کے میوات و اجیر اور ان کے



نواح پر قابض ہوں اور بوقت ضرورت ایک دوسرے کی امداد کریں ۔  
 چھٹے میں سلطان محمود غلجی ان سرکش راجپوتوں کی تادیب کے لئے  
 کہ جنہوں نے ہارونی کے نواح میں بغاوت برپا کر رکھی تھی روانہ ہوا اور قلعہ بھونی  
 میں بے شمار راجپوتوں کو قتل کر کے ان کے اہل و عیال کو مقید کر کے مندر و روانہ  
 کیا سلطان محمود غلجی گوالیار سے ہوتا ہوا بیانہ روانہ ہوا بادشاہ بیانہ کے قریب پہنچا  
 اور داؤد خاں حاکم بیانہ نے بیشمار پیشکش روانہ کر کے اپنے خلوص و اطاعت کا اظہار  
 کیا محمود غلجی نے بیانہ کی حکومت پر داؤد خاں کو بحال رکھا اور بادشاہ کی کوشش سے  
 یوسف خاں ہندوئی اور حاکم بیانہ کی مخالفت اتفاق و محبت سے بدل گئی سلطان  
 محمود غلجی نے شہر نوا اور ہارونی اور اجمیر کی حکومت پر فدائی کو نامزد فرمایا اور خود  
 دار الملک شادی آباد سند و واپس آیا ۔  
 اسی سال سلطان علاء الدین بھٹی کے دو مقتدر امیر سکندر خاں اور جلال خاں  
 بخاری نے عراق سلطان محمود غلجی کی خدمت میں روانہ کئے اور قلعہ ماہور کے فتح کی  
 جوہر کار کا بہترین حصار ہے ترغیب دی سلطان محمود ایک جرار لشکر کے ہمراہ  
 ہوشنگ آباد کی راہ سے ماہور روانہ ہوا اور محمود آباد کے نواح میں سکندر خاں  
 نے بادشاہ کی خدمت میں حاضر ہو کر ملازمت حاصل کی سلطان محمود غلجی نے ماہور کا  
 محاصرہ کیا سلطان علاء الدین بھٹی بیشمار لشکر کے ساتھ اہل قلعہ کی مدد کے لئے آیا  
 سلطان محمود غلجی نے جب اپنی ذات میں مقابلہ کی طاقت نہ دیکھی اور ملک عالیہ  
 اور تاج خاں اور سکندر خاں بخاری کو محاصرہ پر نامزد کیا اور خود واپس ہوا وائے  
 ہو کہ مولف اس واقعہ کو مفصل سلاطین بھٹیہ کے حالات میں ہیہ ناظرین کو چکا  
 ہے سلطان محمود غلجی کو اثناء راہ میں معلوم ہوا کہ مبارک خاں حاکم اسیر ولایت  
 بکھانہ پر جو گجرات اور دکن کے درمیان میں واقع ہے حملہ آور ہو اسے راجہ بکھانہ  
 سلطان محمود غلجی کا مصلح و باجگذار تھا سلطان محمود غلجی نے اس کی امداد کو واجب  
 و لازم سمجھ کر اثناء راہ سے بکھانہ کی جانب روانہ ہوا اور اپنی روانگی کے قبل اقبال خاں  
 اور یوسف خاں کو روانہ کیا میراں محمد فاروقی بیشمار لشکر لے کر مقابلہ میں آیا اور  
 جنگ کے بعد فرار ہو کر اسیر ہوا سلطان محمود غلجی نے بلاد اسیر کے بعض مواضع

و قریات کو غارت و تباہ کیا اور شادی آباد مندو میں واپس آیا۔

اسی سال سلطان محمود غلجی کو معلوم ہوا کہ راجہ بکلا نے رائے بالو کا فرزند حاضری کا ارادہ رکھتا ہے اور میراں مبارک خاں فاروقی حاکم اسپراس کی ولایت میں داخل ہو گیا ہے اور راجہ کے فرزند کو آنے سے مانع ہے سلطان محمود غلجی نے شہزادہ غیاث الدین کو بہ تعبیل میراں مبارک خاں فاروقی کی مدافعت کے لئے نامزد کیا یہ خبر میراں مبارک کو ہوئی اور وہ فوراً واپس ہو کر اپنی مملکت کو چلا گیا رائے بالو راجہ بکلا نے کا فرزند پیشکش کے لئے خدمت میں حاضر ہوا سلطان محمود غلجی نے اسپر نوازش فرمائی اور نہایت فخر و اعزاز کے ساتھ اس کو واپسی کی اجازت دی شہزادہ غیاث الدین رہتور میں آیا اور انھیں ایام میں سلطان محمود غلجی ولایت چمپور میں وارد ہوا راجہ کو بیٹھا مصالحت و نرمی کے ساتھ پیش کیا اور قلیل تعداد میں روپیہ اور اشرفی پیشکش کے لئے بھیجا چونکہ یہ راجہ کو بیٹھا کے لئے تھے یہ امر سلطان محمود غلجی کے اذیاد غصہ کا باعث ہوا بادشاہ نے اس لئے پیشکش کو واپس کر دیا اور شاہی لشکر سے اس کی مملکت کو لوٹنا اور غارت کرنا شروع کر دیا یہاں تک کہ آبادی کا اثر تک باقی نہ رکھا۔

سلطان محمود غلجی نے منصور الملک کو ولایت مندسور پر حملہ کرنے نامور فرمایا اور اس غرض سے کہ تھانہ داروں کو اس مملکت میں متفقین کرے سلطان محمود غلجی نے ارادہ کیا کہ وسط ولایت میں ایک قصبہ غلجی پور کے نام سے آباد کرے راجہ کو بیٹھا نے بے حد عجز و انکسار کے ساتھ سلطان محمود غلجی کی خدمت میں پیام دیا کہ جس قدر پیشکش کے لئے حکم ہو مجھے منظور ہے اس کے بعد کبھی میں آپکی ہی خواہی سے دست بردار نہ ہوں گا لیکن شرط صرف اس قدر ہے کہ بادشاہ قصبہ جدید آباد کرنے کا ارادہ ملتوی فرمادیں چونکہ برسات کا موسم قریب تھا سلطان محمود غلجی نے خاطر خواہ پیشکش وصول کیا اور شادی آباد مندو میں واپس آیا اور ایک عرصہ تک دار الحکومت میں مقیم رہا۔

۱۱۵۵ھ میں سلطان محمود غلجی مندسور کو فتح کی غرض سے روانہ ہوا اور افواج کو اطراف و جوانب میں روانہ کیا اور خود وسط ولایت میں مقیم ہوا سپر نوا

تازہ خبریں فتح کی بادشاہ کے گوش زد ہوتی تھیں اور بادشاہ خدا کا شکر بجا لاتا تھا اتفاق سے ایک روز ایک عریضہ اس جماعت کا جو ہارونی کے نواح میں متعین تھی بادشاہ کی نظر سے گزرا جس کا مضمون یہ تھا کہ اسلام کی ابتدا مالک ہندوستان میں اجمیر سے ہوئی ہے جو مرشد الطوائف خواجہ معین الدین حسن سنجر رحمۃ اللہ علیہ کا خواہنگاہ ہے اب چونکہ یہ مقام کفار کے قبضہ میں آ گیا ہے لہذا کوئی اثر اسلام دشمن اسلام کا اس مقام پر باقی نہیں رہ گیا ہے سلطان محمود غزنوی عریضہ کے مضمون سے مطلع ہوا اور اسی روز اجمیر روانہ ہوا اور متواتر کوچ کر کے روضہ کا مقابلہ میں فروکش ہوا اور حضرت خواجہ غریب نواز رحمۃ اللہ علیہ کی روح پر فتوح سے امداد طلب کر کے لشکر کے امرا کو حکم دیا کہ بالاتفاق قلعہ کو دیکھ کر مورچل تقسیم کر لیں اسی اثنائے میں اہالی قلعہ کا سردار مسیحی گجادر جمع راجپوتوں کے قلعہ سے باہر نکلا اور جنگ آزمائی میں مشغول ہوا لیکن افواج محمودی کے حملہ کی تاب نہ لا کر پھر قلعہ میں داخل ہو گیا طرفین میں چار روز تک معرکہ قتال گرم رہا پانچویں روز گجادر جمع اپنی تمام فوج کے باہر نکلا اور جنگ میں مشغول ہو گیا اور اس جنگ مغلوبہ میں مارا گیا لشکر محمودی کی ایک جماعت فراری راجپوتوں کے گروہ میں مل کر قلعہ کے دروازہ میں داخل ہو گئی اور قلعہ فتح ہو گیا۔

سلطان محمود غزنوی خدا کا شکر بجا لایا اور خواجہ صاحب کے روضہ کا طواف کر کے ایک عالیشان مسجد تعمیر کرائی سلطان محمود غزنوی نے خواجہ نعمت اللہ کو سیف خاں کا خطاب دیا اور اجمیر کی حکومت پر مامور فرمایا اور مزار شریف کے مجاوروں کو انعام و نظایف سے مسرور کر کے منڈل گڑھ کی جانب روانہ ہوا سلطان محمود غزنوی اب بیاس کے کنارے مقیم ہوا اور امرا کو اطراف قلعہ پر متعین فرمایا راجہ کوہنہا نے بھی اپنے لشکر کو آراستہ کر کے قلعہ کے باہر روانہ کر دیا ہر دو لشکر میں جنگ عظیم واقع ہوئی اور کثیر جماعت لشکر محمود کی کام آئی اور پشیمار راجپوت بھی مارے گئے جب رات ہو گئی دونوں لشکر اپنے مقام پر اترے دوسرے دن صبح کے وقت امرا و دراز سلطان محمود غزنوی کی بارگاہ میں جمع ہوئے اور بادشاہ سے عرض کیا چونکہ امسال مکرر لشکر کشی

ظہور میں آئی ہے اور برسات کا موسم بھی قریب آگیا اگر بادشاہ چند روز کے لئے دارالملک شادی آباد مندو میں قیام فرمائیں اور امور ضروری کی درستی کا انتظام فرمائیں اور ختم برسات کے بعد اپنے غلام شاہانہ سے اس قلعہ کو فتح فرمائیں تو مناسب ہوگا سلطان محمود غلی نے امراد کے معروفہ کے مطابق مندو واپس آیا اور چند روز داکھومت میں مقیم رہا۔

چھبیس محرم ۷۸۳ھ میں سلطان محمود نے قلعہ منڈل گڈھ کے محاصرہ کا ارادہ کیا اور ملک کے ہر بھانہ کو ڈھاکے خاک کے برابر کر دیا منڈل گڈھ پہنچ کر بادشاہ کا حکم تھا کہ درختوں کو جڑ سے کاٹ ڈالیں اور عمارتوں کو وھا دیں اور آبادی کا اثر تک باقی نہ چھوڑیں بعد اس کے لشکر محمودی نے قلعہ کا محاصرہ کیا اور پرحل کو خندق سے پار کر کے قلعہ کے متصل کر دیا سلطان محمود غلی نے قلیل مدت میں قلعہ فتح کر لیا اور ایک کثیر گروہ کو قتل کیا۔ راجپوت ایکہ دوسرے قلعہ میں جو پہاڑ کی چوٹی پر تھا محصور ہوئے اور غرور کرنے لگے پانی کے حصول جو قلعہ کے اوپر تھے توپ کی آواز سے زمین میں اتر گئے اور جو پانی اول قلعہ میں تھا وہ لشکر محمودی کے قبضہ میں آگیا راجپوت بے آبی کی وجہ سے گئے اور انتہائے پریشانی میں امان طلب کی اور دس لاکھ روپیہ پیش قبول کر کے قلعہ بادشاہ کے سپرد کر دیا اور یہ عظیم الشان فتح چھبیسویں فی الحجہ ۷۸۳ھ میں واقع ہوئی سلطان محمود غلی نے خدا کا شکر ادا کیا اور دوسرے دن قلعہ میں داخل ہو گیا اور جس قدر بھانے تھے ان کو خراب کر کے ان کے سامان و اسباب سے مہاجد تیار کرائیں اور قاضی اور محتسب خطیب اور موزن متعین فرمائے۔ سلطان محمود غلی نے پندرہ محرم ۷۸۳ھ میں چیتور کا ارادہ کیا بادشاہ نے نواح جیتور میں پہنچ کر شہزادہ غیاث الدین کو ولایت بھیلوارہ کو تباہ و غارت کرنے کے غرض سے روانہ کیا شہزادہ نے اس مملکت کو تباہ کیا اور بیشمار قیدی اپنے ہمراہ لے کر واپس آیا سلطان محمود غلی نے چند روز کے بعد فدائی خاں اور تاج خاں کو قلعہ کوندی کو سر کرنے کی غرض سے معین فرمایا شہزادہ فدائی خاں قلعہ کوندی کے نواح میں پہنچا اور راجپوت بھی قلعہ سے باہر نکلے فریقین میں

سخت جنگ ہوئی آخر راجپوتوں کو شکست ہوئی اکثر سپاہی مارے گئے اور ایک جماعت جس نے اپنے کو خندق میں گرا دیا تھا گرفتار ہو گئی شہزادہ فدائی خاں نے روز اول ہی قلعہ کو اپنے زور بازو و شجاعت سے فتح کیا شہزادہ اس عطیہ عظمیٰ کا شکر بجالایا اور اپنے معتمد امیر کے سپرد کر کے خود کامیاب و بامراد و ارملک شادی آباد میں بادشاہ کی خدمت میں حاضر ہوا۔

سلطان محمود غلجی ۸۶۶ھ میں دوبارہ راجپوتوں کی تادیب و گوشمالی کی غرض سے روانہ ہو کر موضع اہار میں فرود کش ہوا شہزادہ غیاث الدین کو ان بلاد کے تاخت و تاراج کے لئے نامزد فرمایا شہزادہ نے اس ولایت کو خاک کے برابر کر کے نواح کو تلمیر پر بھی حملہ کیا شہزادہ غیاث الدین بادشاہ کی خدمت میں حاضر ہوا اور قلعہ کو تلمیر کی بے حد تعریف کی سلطان محمود غلجی دوسرے روز کو تلمیر کی جانب روانہ ہوا اور راہ میں جس قدر بٹھانے تھے ان کو سہار کر تا ہوا سفر کی منزلیں طے کرنے لگا اور جلد سے جلد قلعہ کے نواح میں پہنچ کر فرود کش ہوا ایک روز بادشاہ قلعہ سے ایک کوس کی مسافت پر مشرق کی جانب سوار ہو کر آیا اور شہر کو دیکھا اور فرمایا کہ اس قلعہ کو فتح کرنا بلا چند سال محاصرہ کئے ممکن نہیں ہے سلطان محمود غلجی دوسرے روز کوچ کر کے دو ٹکڑی پور وار ہوا اور شام و اس راجہ دو ٹکڑی پور نے فراری ہو کر کوئٹہ ہاشم میں پناہ لی راجہ نے عاجزی کے ساتھ دوا لاکھ تنگہ اور بیس گھوڑے پیشکش ارسال کئے بادشاہ نے پیشکش قبول کیا اور دارالملک شادی آباد واپس آیا۔

محم ۸۶۶ھ میں دکن میں ایک لفظ خرد سال نظام شاہ نے تخت حکومت پر جلوس کیا امرائے نظام شاہی جیسی کہ چاہے بادشاہ کی اطاعت نہ کرتے تھے سلطان محمود غلجی نظام الملک غوری کے اغوا سے متواتر کوچ کر کے بلاد دکن میں آیا بادشاہ نے دریائے نربدہ کو عبور کیا اور اسی اثناء میں جاسوس خبر لائے کہ مبارک خاں حاکم اسیر فوت ہوا اور اس کا فرزند غازی خاں الملقب بعا دل خاں اپنے باپ کا جانشین ہوا عا دل خاں نے عمان سلطنت ہاتھ میں لیتے ہی جو رو تنہا کو اپنا شعار بنایا اور سید کمال الدین و سید سلطان کو ناحق قتل کر کے ان مظلوموں کے مکان تباہ و برباد کر دئے اس خبر کے چند روز بعد سید جلال برادر سید کمال الدین

وید سلطان دادخوی کے لئے سلطان محمود غلجی کی خدمت میں حاضر ہوا سلطان محمود غلجی نے ازراہ حجت ارادہ کیا کہ عادل خاں کو مراد سے بادشاہ اسپر کی جانب روانہ ہوا اور عادل خاں نے اپنی عاجزی و بیچارگی کا اظہار کر کے ہمسیرہ قطب عالم فرید الحق والدین مسعود شکر گنج رحمۃ اللہ علیہ کو سلطان محمود غلجی کی خدمت میں منع پیشکش روانہ کیا اور اپنے گناہوں سے توبہ کی سلطان محمود غلجی خود واقف تھا کہ قلعہ اسپر کا کسی تدبیر سے فتح ہونا ممکن نہیں ہے علاوہ اس کے اس سفر کا اصل مقصد دکن کی تسخیر تھا بادشاہ نے عادل خاں کا قصور معاف کیا اور آئندہ کے لئے اس کو نصیحت کرتے خود ولایت برار و ایچپور کی طرف روانہ ہوا۔

سلطان محمود غلجی مالاپور پہنچا اور جاسوس خبر لائے کہ وزیرائے نظام شاہ سرحدوں سے لشکر کو طلب کر کے فوج کو ایک جا فراہم کر رہے ہیں اور دیکھ کر تنگ خزانہ سے نکال کر برسم مد و خرچہ امرا اور لشکریوں کے حوالہ کر دیا ہے اور ایک سو کچھ عظیم الجثہ ہاتھیوں کو ہمراہ لے کر شہر کے باہر فرودکش میں سلطان محمود غلجی نے اس خبر کو سنا اور افواج کو ترتیب دیکر متواتر کوچ کرتا ہوا نظام شاہ پہنچی کے مقابلہ میں فرودکش ہوا وزیرائے دکن نے نظام شاہ کے سر پر جس کی عمر آٹھ سال کی تھی چتر کو سایہ نکلن کیا اور خواجہ جہاں ملک شہ ترک کو بادشاہ کا مشیر مقرر کر کے ہمسیرہ کا انتظام ملک نظام الملک ترک اور ہمسیرہ خواجہ محمود گیلانی ملک التبار کے حوالہ کیا اسی دوران میں ملک التبار نے پیشدستی کر کے ہمسیرہ محمودی پر حملہ کیا اور جہاں خاں حاکم چندیری اور ظہیر الملک وزیر جو ہمسیرہ محمودی کے سردار تھے مارے گئے ہمسیرہ محمودی بھی منتشر ہو گیا اور لشکر مند و کو عظیم الشان شکست ہوئی حریف نے دس کوس تک ان کا تعاقب کیا اور سلطان محمود غلجی کے لشکر کا کو غارت و تباہ کر دیا سلطان محمود غلجی ایک گوشہ میں پھنی ہو گیا تھا اور وقت فرصت کا انتظار کر رہا تھا بادشاہ نے دیکھا کہ کثیر تعداد سپاہیوں کی غارتگری میں مشغول ہے اور نظام شاہ چند سواروں کے ہمراہ میدان میں کھڑا ہے سلطان محمود غلجی دو ہزار سواروں کے ساتھ نظام شاہ کے عقب سے نمودار ہوا اور شہور روایت کے موافق خواجہ جہاں ترک نے جو قلب لشکر کا سردار تھا بے حد کوشش کی

اور نظام شاہ بہمنی کو ہمراہ لے کر احمد آباد و سدر روانہ ہوا اور معاملہ برعکس ہو گیا بہمنی سپاہی جو غارتگری میں مشغول تھے مارے گئے اور بلکہ جہاں والدہ نظام شاہ نے امرا کے مکر اندیشہ سے شہر بیدری کی حفاظت کے لئے مدد مانا کو مقرر کیا اور خود نظام شاہ کو اپنے ہمراہ لیکر شہر فیروز آباد میں قیام پذیر ہوئی۔

ملک جہاں نے فیروز آباد سے ایک خط سلطان محمود گجراتی کے نام لکھا اور امداد طلب نئی سلطان محمود خلجی نے تعاقب کیا اور شہر بیدری کا محاصرہ کر لیا جس وقت فراری لشکر فیروز آباد میں نظام شاہ کے گرد جمع ہو گیا اور سلطان محمود خلجی کو معلوم ہوا کہ ملک التجار سر لشکر نظام شاہ مع بے شمار فوج کے نظام شاہ کی مدد کے لئے روانہ ہوئے اور امید ہے کہ جلد بادشاہ تک پہنچ جائے گا بادشاہ نے امرا سے مشورہ کیا اور آخر کار یہ قرار پایا کہ چونکہ موسم گرما شروع ہو چکا ہے اور نیز یہ کہ ماہ صیام بھی آگئے ہیں ان سب یہ ہے کہ اس مملکت کی فتح کو آئندہ سال پر متوقف رکھ کر مراجعت کی جائے سلطان محمود خلجی اپنی مملکت کی جانب روانہ ہوا اور راہ میں جو واقعات اس کو پیش آئے اس سے ناظرین واقف و آگاہ ہیں سلطان محمود خلجی چونکہ دکن فتح کرنے کے خیال میں متہم تھا اور ملک التجار کے ہاتھوں سے جو کچھ اس پر گزری تھی چاہتا تھا کہ ان تکالیف گذشتہ کا بھی بدلہ لے بادشاہ نے حکمت میں دوبارہ لشکر کشی کا سامان کیا اور ظفر آباد و غلیم میں فروکش ہوا بادشاہ ہنوز ظفر آباد ہی میں مقیم تھا کہ سراج الملک تھانہ و آکا عریف آیا جس کا مضمون یہ تھا کہ نظام شاہ بہمنی نے نظام الملک کو بشمار لشکر کے ساتھ کھیر لہ پر ناجز د کیا ہے اور چند روز میں وہ یہاں پہنچا چاہتا ہے محمود خلجی اس خبر کو شکر بہ جمیل تھانہ دار کھیر لہ کی امداد کے لئے عازم ہوا اثناء راہ میں سلطان محمود خلجی کو معلوم ہوا کہ سراج الملک تھانہ دار کے نوٹشی میں مشغول و بے خبر تھا کہ نظام الملک نے کھیر لہ پہنچ کر قلعہ کا محاصرہ کر لیا سراج الملک کا فرزند قلعہ سے باہر آیا اور جنگ کے بعد فراری ہوا نظام الملک نے ان کا تعاقب کیا اور شکست خوردہ جماعت کے ساتھ خود بھی حصار میں داخل

ہوا اور قلعہ پر قابض ہو گیا لیکن قابض ہونے کے بعد اسی روز نظام الملک بھی  
 سیادگاں راجپوت کے ہاتھ سے مارا گیا۔  
 سلطان محمود غلجی نے اس خبر کو سن کر مقبول خاں کو چار ہزار فوج کے ساتھ  
 کھیرلہ روانہ کیا اور خود انتقام لےنے کی غرض سے دولت آباد روانہ ہوا۔  
 راہ میں راجہ سرکچ کے ملازمین اور راجہ جاجنگر کے وکلا پانسو تیس ہاتھیوں  
 کا پیشکش لے کر حاضر ہوئے۔ سلطان محمود غلجی نے وکلا کو خلعت و انعام دیکر  
 رخصت کیا اسی زمانہ میں جبکہ سلطان محمود غلجی موضع خلیفہ آباد میں فروکش تھا  
 ایک قاصد امیر المومنین یوسف بن محمد عباسی کا فرمان سلطنت اور خلعت حکومت  
 مصر سے لے کر سلطان محمود غلجی کی بارگاہ میں حاضر ہوا بادشاہ نے کمال مسرت  
 کے ساتھ فرمان و خلعت کا استقبال کیا اور خلیفہ کے خادم کی بے حد عزت و  
 توقیر کی اور قاصدوں کو خلعت زرد و زری اور کھوڑے مع زین و لحام مرصع  
 مرحمت فرمائے۔

سلطان محمود غلجی دولت آباد کے قریب پہنچا اور اس کو معلوم ہوا کہ سلطان  
 محمود گجراتی بادشاہ دکن کی مدد کے لئے آ رہا ہے سلطان محمود غلجی نے بانگنڈہ کا  
 ارادہ کیا اور چند مواضع پر حملہ آور ہو کر کوٹنڈہ کی راہ سے اپنے  
 دارالملک شادی آباد مندو کو واپس آیا لیکن صحیح روایت یہ ہے کہ سلطان محمد شاہ  
 بہمنی نے نظام الملک ترک کو ساتھ میں روانہ کیا اور نظام الملک قلعہ پر قابض  
 ہو گیا ناظرین اس اجمال کی تفصیل شاہان بہمنیہ کے حالات میں ملاحظہ کریں۔  
 سلطان محمود غلجی نے چند روز انتظار کیا اور ربیع الاول ۶۸۷ھ میں مقبول خاں  
 کو ایک فوج کے ہمراہ ایلیچ پور پر حملہ آور ہونے کے لئے روانہ کیا مقبول خاں  
 نواح ایلیچ پور پر قابض ہوا اور شہر کو تباہ کر دیا ایک گھڑی رات گزرنے کے بعد  
 ایلیچ پور کا حاکم اپنے ہمسایہ حکام یعنی قاضی خاں و پٹیل کو یکجا کر کے ڈیڑھ ہزار سوار  
 اور بے شمار پیادوں کے ساتھ جنگ کے ارادہ سے آیا یہ خبر مقبول خاں کو ہوئی  
 مقبول خاں نے مال غنیمت و اسباب کو ایک فوج کے ساتھ روانہ کر دیا اور عمدہ  
 و تجربہ کار سپاہیوں کو منتخب کر کے اپنے ساتھ لیا مقبول خاں نے اس منتخب فوج



ایک جماعت کو جنگ کے لئے متعین کیا اور خود ایک قلیل گروہ کے ہمراہ کمین گاہ میں مخفی ہو گیا فریقین معرکہ آزمائی میں مشغول ہو گئے اور مقبول خاں کمین گاہ سے باہر نکل کر حملہ آور ہوا۔ قاضی خاں شکست کھا کر ایلچور فراری ہوا۔ مقبول خاں نے ایلچور تک اس کا تعاقب کیا اور راہ میں نہیں مقبدر سردار قاضی خاں کے تہ تیغ اور رئیس سردار گرفتار کئے مقبول خاں نے ایلچور سے مراجعت کی اور کامیاب و بامراد محمود آباد واپس آیا۔

جمادی الاول ۸۸۴ء میں والی دکن اور مالوہ نے ایک دوسرے کی بارگاہ میں قاصد روانہ کئے بے حد گفتگو کے بعد اس شرط پر صلح قرار پائی کہ والی دکن ایلچور اور ولایت کونڈوارہ یا بقول دیگر قلعہ کبیرہ تک سلطان محمود خلجی کے حوالہ کر دے اور سلطان محمود خلجی اس شرط کے ایفا ہونے کے بعد پھر بھی سلطنت دکن کو مضر نہ پہنچائے۔

محمود خلجی نے یہ شرط بھی قرار دی کہ دفتر کے حساب تاریخ قمری کے اعتبار سے مندرجہ ذیل تاریخ شمسی کا رواج و قوف کیا جائے ربیع الاول سنہ مذکور میں ایک ستمبر و مشہور عالم شیخ علاء الدین نواح شادی آباد میں وارد ہوئے اور محمود خلجی نے حوض رانی تک ان کا استقبال کیا ہر دو حضرات نے اسب سوارہ ایک دوسرے ملاقات کی اور بغل گیر ہو کر نہایت اعزاز و احترام کے ساتھ پیش آئے۔

سلطنت ماہ ذی الحجہ میں مولانا عہد الدین سید محمد نور بخش کے قاصد سلطان محمود خلجی کی خدمت میں حاضر ہوئے اور شیخ کا فرقہ تہر کا بادشاہ کے لئے اپنے ہمراہ لائے بادشاہ نے فرقہ کے ورود کو نعمت غیر مترقبہ خیال کیا اور مولانا عہد الدین کے ساتھ بطریق احسن پیش آیا محمود خلجی نے کمال مسرت کے ساتھ فرقہ کو زیب جسم کیا اور تہائی علماء و مشائخین ملک کو جو اس وقت بارگاہ میں حاضر تھے اپنی سخاوت و بخشش سے بہرہ مند کیا۔

حرم سلطنت میں جاسوسوں نے بادشاہ کی خدمت میں عرض کیا کہ مقبول خاں برگشتہ تخت محمود آباد کو جو اس وقت تک کبیرہ کے نام سے مشہور ہے غارت کر کے والی دکن سے پناہ و امداد کا ملتی ہوا ہے مقبول خاں نے چند ہاتھی جو سلطنت

ملکی کی وجہ سے اس کے ہمراہ تھے راجہ کھیرہ کے فرزند کے حواکہ کر دیا ہے اور راجہ قصبہ محمود آباد پر قابض ہو گیا ہے اور اس نے ان تمام مسلمانوں کو جو تلخ میں متوطن تھے قتل کر ڈالا اور گروہ کوندان کو اپنے سے شفق کر کے راہ کو مسدود کر دیا ہے سلطان محمود خلجی نے اس خبر کو سنا اور تاج خاں اور احمد خاں کو اس فساد کی مدافعت کے لئے روانہ کیا اور خود بھی آٹھ رجب الآخر کو سندھ کو رہیں ظفر آباد الفلجہ میں مقیم ہوا۔

سلطان محمود خلجی بھی چند روز کے بعد محمود آباد روانہ ہوا اثنائے راہ میں بادشاہ کو معلوم ہوا کہ تاج خاں دسہرہ کے دن جو برہمنوں کا نہایت مقدس روز ہے ستر کوں یکدم کوچ کر کے وہاں پہنچا تاج خاں کو معلوم ہوا کہ رائے زادہ اس وقت کھانا کھانے میں مشغول ہے تاج خاں نے کہا کہ غفلت کے عالم میں دشمن پر حملہ آور ہونا طریق مردانگی سے بعید ہے اور ایک شخص کو رائے زادہ کے پاس بھیج کر اس کو اپنے ارادہ سے مطلع کیا راجہ زادہ نے اپنا ہاتھ کھانے پر سے اٹھا لیا اور اپنے ملازمین کے ہمراہ مسلح ہو کر جنگ کے لئے آیا اور فریقین نے ایسی جانبازیوں کے ساتھ کوشش کی کہ اس سے زیادہ کوشش متصور نہیں ہو سکتی سے آخر الامر راجہ زادہ کے اکثر ملازمین مارے گئے اور راجہ زادہ سرور پابہمنہ وار ہو کر گروہ کوندان کے واس میں پناہ گزیں ہوا تاج خاں مقبول خاں کے ہاتھیوں اور دیگر مال غنیمت و محمود آباد پر قابض ہو گیا ہے۔

اسی اثناء میں عربینہ تاج خاں کا پہنچا محمود خلجی نہایت خوش و مسرور ہوا اور ملک الامر ملک داور کو گروہ کوندان کی تادیب کے لئے روانہ کیا جس وقت یہ خبر طائفہ کوندان کو معلوم ہوئی گروہ کوندان نے راجہ زادہ کو تنقید کر کے تاج خاں کے پاس روانہ کر دیا محمود خلجی نے اس فتح کے چند روز کے بعد محمود آباد کا ارادہ کیا اور چھ رجب کو قصبہ سارنگپور میں فروکش ہوا چند روز کے بعد خواجہ جمال الدین اسنہ آبادی برہمن ایچی گری میرزا سلطان ابو سعید کی جانب سے منع تحفہ و سوغات کے ہندوستان وارد ہوئے محمود خلجی خواجہ جمال الدین کی ملاقات سے بے حد مسرور ہوا اور خواجہ جمال الدین کو غنایت خسر و اند سے خوشدل کر کے

ان کو واپس جانے کی اجازت دی بادشاہ نے اقسام کے سوغات ہند یعنی پارچہ و دیگر اسباب و چند کنیزان رقاہ اور چند ہاتھیوں کو روپیہ سے بار کر کے اور عربی گھوڑے اور قصیدہ جو اس نے سلطان ایران کی مدح میں بزبان ہندی لکھا تھا شیخ علاء الدین کی ہمراہی میں خواجہ جمال الدین کے ذریعہ سے ایران روانہ کیا اور خود دار الملک شاد کی آباد میں مقیم ہوا۔

شہنشاہ ایران اس قصیدہ سے جو بادشاہ مالوہ کی طبع زاد نظم تھی اس قدر خوش ہوا کہ دوسرے تحائف سے اس کو اس قدر دست حاصل ہوئی ہوگی اسی سال راجہ گوالیار کو معلوم ہوا کہ میرزا ابوسعید بادشاہ ایران کو فن موسیقی و سبکیت سے کمال رغبت ہے راجہ نے فن مذکور کی دو تین معتبر کتابوں کو مع چند علماء کے فن کے بادشاہ ایران کی خدمت میں بھیجا راجہ کے فوت ہونے کے بعد اس کے فرزند راجہ کوپ نے بھی اپنے باپ کے طرز عمل کو مد نظر رکھا اور ہمیشہ تحائف بادشاہ ایران کی خدمت میں ارسال کرتا رہا۔

۱۳۸۶ء میں غازی خاں نے ایک عرصہ داشت اس مضمون کی سلطان محمود خلجی کی خدمت میں ارسال کی کہ زمینداران کچھوارہ منحرف ہو کر باغی ہو گئے ہیں اس عرصہ داشت کے پہنچتے ہی محمود خلجی نے اس جماعت کی تادیب کا ارادہ کیا اور بیشمار لشکر کچھوارہ کی جانب روانہ کیا اور خود بھی اس مملکت کی آمدنی اور اس کے اخراجات کی مشکلات کو مد نظر رکھ کر وسط ولایت میں مقیم ہوا محمود خلجی نے اس مقام پر ایک حصار کی بنیاد ڈالی جو چھ روز کے عرصہ میں تیار ہو کر مکمل ہو گیا بادشاہ نے اس کو جلال پور کے نام سے موسوم کیا اور میرزا خاں کو حصار کی حکومت پر معین فرمایا۔

سات شعبان سنہ مذکور میں شیخ محمد ربلی اور کپور چند راجہ گوالیار کا فرزند سلطان بہلول لودھی فرمانروائے دہلی کے سفیر بن کر محمود خلجی کی خدمت میں حاضر ہوئے قاصدوں نے تمام تحائف بادشاہ کے نذر کر کے یہ پیام دیا کہ سلطان محمود شہرتی ہماری اینداز سانی سے باز نہیں آتا ہے اگر بادشاہ ہماری امداد و اعانت کی غرض سے فوج دہلی میں تشریف لائیں اور اس کے فساد

انہیں محفوظ رکھیں تو ہم اس کے معاوضہ میں قلعہ بیانہ مع اس کے مصنفات کے  
 بطور پیشکش آپ کے نذر کریں گے اور جس وقت آپ اپنے دارالملک سے روانہ  
 ہوں گے چھ ہزار کھوڑے فراہم کر کے آپ کی خدمت میں ارسال کریں گے محمد  
 غلجی نے جواب دیا کہ جس وقت سلطان حسین دہلی کی طرف روانہ ہو گا میں بھی  
 جلد سے جلد تمہاری مدد کے لئے دہلی پہنچ جاؤں گا محمد غلجی نے اپنی اس قول و  
 کے مطابق ایلیچوں کے حالی پر مہربانیاں فرمائیں اور دارالملک شادی باہر سے و  
 کی جانب روانہ ہوا چونکہ وہ انہایت گرم تھی راہ میں کثرت عمارت کی وجہ سے  
 اس کا مزاج اعتدال سے منحرف ہو گیا اور روز بروز مرض میں ترقی ہونے لگی  
 بادشاہ نے انیسویں ذیقعدہ ۸۸۷ھ ولایت کچھوارہ میں وفات پائی محمد غلجی نے  
 چوبیس سال فرمانروائی کی بادشاہ کی مہربانوں اور اس کی مدت فرمانروائی کا برابر ہونا ایک حیرت انگیز واقعہ  
 ہے امیر تیمور صاحب قراں گورکان نے بھی چھتیس سال کی عمر میں تخت سلطنت  
 پر جلوس فرمایا تھا اور نیز یہ کہ چھتیس ہی سال حکومت کی یہ واضح ہو کہ سلطان  
 محمد غلجی کے دیگر فتوحات بھی بشمار ہیں جن کو مولف نے یہ خوف طوالت قلم اتلا  
 کر دیا ہے سلطان محمد غلجی عادل و قہجاء و نیکو اخلاق سخی فرمانروا تھا بادشاہ  
 کے تمام عہد فرمانروائی میں رعایا کا ہر طبقہ کیا ہند و اور کیا مسلمان روز بروز  
 اس کے آگرویدہ ہوتے جاتے تھے محمد غلجی نے آغاز حکومت سے تا یوم وفات  
 کرتا ایسا سال گزارا ہو گا جس میں لشکر کشی نہ کی ہو بلکہ اپنی راحت و آسائش کو  
 لشکر کشی و جنگ و جدل ہی پر مبنی سمجھتا تھا محمد غلجی ہمیشہ تجربہ کار سپاہیوں اور  
 جہانگیر سے مورخین سے سلاطین سابق کے کارناموں کو معلوم کر کے قواعد  
 جہانگیری وضع کرتا تھا شاہان ماضیہ کے حالات میرا جو واقعات اس کے  
 تسلسلہ خاطر ہوتے تھے اس کو اپنے قلب و دماغ میں محفوظ رکھتا تھا اور اپنی  
 مجالس میں امرا سے ان کا تذکرہ کرتا تھا محمد غلجی ان امور سے جو سلاطین  
 کے زوال و وکات اور خاندان کی تباہی کا باعث ہوئے ہیں پر مبصر کرتا تھا  
 اس کی تمام مملکت میں کوئی شخص چور کے نام سے بھی واقف نہ تھا اگر اتفاق  
 سے کسی تاجر یا فقیر کا مال چوری جاتا تو ثبوت کے بعد اس رتم کو اپنے خزانہ سے

ادا کرتا اور بعد اس کے اس مال کو مقامی حکام سے وصول کر لیتا تھا اسی سبب سے ہر محتاج و دولت مند جو اس کی مملکت میں آتا جنگل میں بھی مقیم ہو کر اپنے جان و مال کی حفاظت نہ کرتا تھا اتفاق سے ایک دن شیر یا بیر نے کسی مسافر کو پھاڑ ڈالا اس کی زوجہ اور فرزند بادشاہ سے دادخواہ ہوئے سلطان محمود غلجی نے ہر چار جانب فرامین روانہ کئے کہ شیر و نیز دیگر درندے قتل کرادے جائیں بادشاہ کا حکم تھا کہ اگر اس فرمان کے بعد کسی جگہ شیر نظر آجائے تو بجائے شیر کے مقامی حکام قتل کئے جائیں اس روش سے اس نے مبارک عہد میں بلکہ اس کے عہد حکومت کے بعد بھی ایک مدت تک کسی شخص نے ولایت مالوہ میں شیر یا دوسرے درندوں کو نہیں دیکھا۔

ذکر سلطنت سلطان غیاث الدین بن علاء الدین غیاث  
سلطان محمود غلجی نے حسب وصیت اپنے والد کے تخت سلطنت پر جلوس کر کے تمام رعایا و عوام کو خوشدل کیا اور تم کثیر کہ اس کے چتر پر شار کی گئی تھی بادشاہ نے اس کو مستحقین پر تقسیم کر دیا

سلطان غیاث الدین غلجی نے اپنے برادر خرد خدائی خاں کو شہر نوا اور دیگر شہروں کی حکومت پر جن پر وہ سلطان محمود غلجی کے زمانہ سے قابض تھا سجال و برقرار رکھا بادشاہ نے اپنے فرزند اکبر عبد القادر کو ناصر الدین سلطان کا خطاب دیکر اپنا ولیعہد مقرر کیا اور مصلحتاً جلد سے جلد اس کو عہدہ وزارت عطا فرما کے چتر اور بارہ ہزار سواروں کی جاگیر مرحمت فرمائی۔

جن جلوس سلطنت ختم ہوا اور بادشاہ نے جمیع مناصب اپنے معتاد و تجربہ کار امیروں کے سپرد کر کے فرمایا کہ سلطان مرحوم کے زمانہ میں نے چونتیس سال لشکر کشی کی ہے اب میری آسائش کا وقت ہے یہ مملکت جو سلطان مرحوم سے تھک رہی ہے مجھے ملی ہے میں اس کی محافظت میں کوشاں ہوں اور اسی پر قانع رہوں گا اس تقریر کے بعد بادشاہ عیش و عشرت میں مشغول ہو اور حکم دیا کہ مملکت میں جس قدر اسباب عیش و عشرت مہیا ہو سکیں فراہم کئے جائیں اور جو سامان نشاط و دوسرے ممالک یعنی ایران و توران و روم میں

میسر اسکین معتبر افراد کے ذریعہ سے جس طرح ممکن ہو سکے یکجا کئے جائیں۔  
 غرضکہ بادشاہ کی حرم میں کنیزان سازندہ ورقاص و صاحب جمال  
 بشمار جمع ہو گئیں چونکہ ان کی تعداد میں روز بروز اضافہ ہوتا رہتا تھا لہذا  
 قلیل مدت میں قریب دس ہزار کے کنیزیں اور دختران راجہ اس کے محل  
 میں یکجا ہو گئیں دختران راجہ و امرا کو مناصب مرحمت کر کے بیرون حرم  
 کے مطابق قصر شاہی میں بھی عہدے و مدارج مقرر کئے۔ بادشاہ نے  
 ان مستورات میں سے بعض کو وکیل و وزیر و دبیر و مشرف خبردار نویند  
 و منجم مقرر فرمایا اور بعض صدر و مدرس و حکم و ندیم و محتسب و مفتی و موزن  
 و حافظ کے عہدوں پر مامور کی گئیں اسی طریق سے کنیزوں کو ہنر اور  
 صنعت راج الوقت کی تعلیم دلوائی اور ایک جماعت کو زرگری و اہنری  
 و نخل بانی و تبرگری و کمان گیری و کوزہ گیری و جامہ بانی و ترکش دوزی  
 و کفش دوزی و زرگری و بخاری و کشتی گیری و شعبہ بازی اور دوسرے  
 اقسام کے ہنروں کی جن کی طوالت بحث ہے تعلیم دلا کر ان کو چند جماعتوں  
 میں تقسیم کیا اور ایک کو ان پر حاکم مقرر فرمایا۔  
 ی  
 لغیات الدین نے پانچ سو تر کی کنیزوں کو لباس مردانہ پہنا کر تیر انداز  
 و نیزہ بازی کی تعلیم دی اور ان کو سیاہ ترک کے لقب سے سیمینہ میں  
 داخل فرمایا ہے تاکہ کنیزوں کو ہاتھ میں لے کر اور ترکش کو کمر سے لگا کر اتار د  
 ہوں اور پانچ سو جشی کنیزوں کو بھی مردانہ لباس پہنا کر تفنگ اندازی و  
 شمشیر بازی سکھائی اور میسرہ ان کے حوالہ فرمایا بادشاہ نے اپنے حرم سرا  
 میں ایک بازار قائم کیا اور حکم دیا کہ یہاں بھی جملہ اشیاء اسی نرخ سے  
 فروخت ہوں جس قیمت پر کہ شہر کے بازار میں فروخت ہوتی ہیں بوڑھی  
 اور بد شکل مستورات ان خدمتگذاروں میں شامل نہ تھیں اگر کسی وجہ سے  
 کوئی ایسی بوڑھی عورت حرم سرا میں تھی تو وہ بادشاہ کی مجلس میں حاضر  
 نہیں ہو سکتی تھی اور سب سے عجیب ترین امر یہ تھا علاوہ تمامی کنیزوں  
 اور مستورات غیر سردار و منصبدار کا یکساں مقرر تھا بادشاہ ہر ایک کو

دو تنگہ اور دو من غلہ بوزن شرعی عطا کرتا تھا اور ہر ایک جاندار کو جو محل سرا میں موجود تھا اسی طرح دو تنگہ اور دو من غلہ دیا جاتا تھا چنانچہ طوطی مینا اور کبوتر کار و زینہ اسی مقدار میں مقرر کیا گیا تھا۔

ایک دوسری روایت ہے کہ محل سرا میں بادشاہ کو ایک چوہا نظر آیا بادشاہ نے اس کے لئے بھی دو تنگہ اور دو من غلہ مقرر کر دیا اس خدمت کو ایک کنیز کے سپرد کر کے اس کو حکم دیا کہ ہر روز غلہ چوسے گی بل کے قریب رکھا کرے بادشاہ جن مستورات اور کنیزوں پر زیادہ مائل تھا ان کو اگرچہ طلائی آلات و مرصع آلات بشمار عطا کرتا تھا لیکن علوفہ ان کا بھی سب کے برابر تھا۔

بادشاہ نے یہ بھی ایک معمول مقرر کر دیا تھا کہ ہر روز سوا شرفیا اس کے سرھانے تنگیہ کے نیچے رکھی جاتی تھیں اور علی الصباح محتاجوں اور فقروں کو تقسیم کی جاتی تھیں ایک مقررہ یہ بھی امر تھا کہ جس وقت بادشاہ کی نظر زن و فرزند اور مال و اسباب پر پڑے اور بادشاہ خدا کا شکر ادا کرے تو جس وقت لفظ شکر بادشاہ کی زبان پر آئے اسی وقت سپاس تنگہ محتاجوں کو دے جائیں بادشاہ کا بہترین معمول یہ تھا کہ جس روز دربار کرتا یا سوار ہوتا تو جس شخص سے گفتگو کرتا خواہ وہ بڑا ہوا چھوٹا ہوا تنگہ اس کو عطا کرتا۔

بادشاہ کے محل میں ایک ہزار کنیز حافظ قرآن موجود تھیں سلطان غیاث الدین کا حکم تھا کہ جس وقت بادشاہ لباس تبدیل کرے اس وقت تمام حافظ قرآن کنیزیں قرآن مجید ختم کر کے لباس پر دم کریں جس وقت ایک گھڑی رات باقی رہتی بادشاہ اٹھ کر عبادت الہی میں مصروف ہوتا اور عین نیاز کو عجز و انکسار کے ساتھ زمین پر رکھ کر حصول مطالب و مقاصد کی بارگاہ خدا میں دعا کرتا تھا سلطان غیاث الدین نے اہل حرم کو بتا کید یہ حکم دیا تھا کہ جس وقت نماز تہجد کے لئے بادشاہ کو بیدار کریں تو اگر ضرورت ہو تو پانی بادشاہ کے سنہ پر چھڑکیں بلکہ بادشاہ بیخیر نوتا ہوا تو

بزدل اس کو جگائیں اور اگر اس پر بھی بیدار نہ ہو تو اس کا ہاتھ پکڑ کر اس کو اٹھا دیں۔  
 بادشاہ نے اپنے مقررین کو یہ حکم دیا تھا کہ بوقت عشرت یا کار دنیاوی  
 کی مشغولی کی حالت میں ہر ایسی چیز کو جس پر گفتن کا اطلاق ہو سکے بادشاہ کے  
 سامنے لائیں تاکہ وہ متنبہ ہو کہ عبرت حاصل کرے اور مجلس سے اٹھ کر وضو کرے  
 بعد تو یہ واستغفار کرے اس کی مجلس میں نامشروع اور جو باعث رنج اسوہ  
 ان کے ذکر کرنے کی اجازت نہ تھی سلطان غیاث الدین کو مسکرات سے مطلقیت  
 نہ تھی ایک مرتبہ ایک لاکھ تنگہ خرچ کر کے ایک معجون بادشاہ کے لئے تیار کی گئی  
 اور بادشاہ کے سامنے پیش کی گئی اور سلطان غیاث الدین نے فرمایا کہ اس کے  
 اجزاء پٹھکر سنائے جائیں اس معجون میں تین سو سے زائد ادویات شامل تھیں  
 منجملہ ان کے ایک درم جوڑ بوا بھی داخل تھا بادشاہ نے فرمایا کہ معجون میرے  
 کام کی نہیں ہے اور حکم دیا کہ اس کو آگ میں ڈال دیں ایک شخص نے عرض کیا  
 کہ یہ معجون کسی دوسرے شخص کو عطا فرما دیجائے سلطان غیاث الدین نے جواب دیا  
 کہ جس چیز کو میں اپنے لئے جائز نہیں رکھتا دوسرے شخص کے لئے کیونکر تجویز کر سکتا ہوں  
 سلطان غیاث الدین کی مروت اور جو انفرادی کا یہ عالم تھا کہ ایک شخص  
 اس کے حاجب یعنی شیخ لقمان کے پاس آیا اور کہا کہ بادشاہ کی عام بخشش کی خبر سنکر  
 میں تمہارے پاس آیا ہوں تاکہ تمہارے وسیلہ سے میں اپنی دختر کے کاریجے کے لئے  
 روپیہ حاصل کروں شیخ لقمان نے جواب دیا کہ تیری ضرورت کو میں خود اپنے  
 ذاتی مال سے پورا کر سکتا ہوں اس شخص نے جواب دیا کہ میں تم سے امداد نہیں  
 لینا چاہتا میرا منشا یہ ہے کہ سلطانی عطیہ سے میری عزت افزائی ہو شیخ لقمان  
 نے ہر چند اصرار کیا لیکن اس شخص نے نہ مانا شیخ لقمان نے کہا کہ میں دوسرے شخص  
 کی نیابت ان کے آبائی یا ذاتی فضائل کی وجہ سے کرتا ہوں تو ان ہر دو صفات سے عاری ہے  
 میں تیرا کس بنا پر بادشاہ سے ذکر کروں اس شخص نے جواب دیا کہ میں نے اپنے کو تم تک  
 پہنچا دیا ہے اب تم خود اپنی عقل و دانش سے کام لو۔  
 شیخ لقمان اس شخص کو بادشاہ کے دربار میں لے گیا اور اس کو ہدایت  
 کی کہ گہروں کے ذخیرہ سے جو فقرا کے لئے وزن کیا جا رہا تھا ایک مشت گندم



اٹھائے اور اپنے پاس محفوظ رکھے شیخ لقمان بادشاہ کی خدمت میں حاضر ہوا اور وہ شخص بھی حاجب کے عتب میں حاضر ہوا بادشاہ نے سوال کیا کہ یہ شخص کون ہے شیخ لقمان نے عرض کیا کہ اہل استحقاق میں سے ہے اور فلاں ہدیہ بادشاہ کے لئے لایا ہے بادشاہ نے جواب دیا کہ اس کو تو یہاں کیوں لے آیا مناسب تھا کہ مجھ کو اس کے پاس لے جاتا شیخ لقمان نے عرض کیا کہ اس کو اس قدر قابلیت و لیاقت حاصل نہ تھی کہ بادشاہ اس کی ملاقات کے لئے تشریف لے جاتا بادشاہ نے جواب دیا کہ اگر وہ اس قابل نہ تھا تو اس کا ہدیہ تو ضرور قابلِ غرت تھا بادشاہ نے ہدیہ کے پیش کرنے میں اصرار کیا اور حاجب نے عرض کیا کہ یہ شخص اپنا ہدیہ جمعہ کے دن مسجد میں پیش کرے گا جمعہ کے دن نماز جمعہ کے بعد اس شخص نے بادشاہ کے حکم سے منبر پر چڑھ کر گہروں بادشاہ کے دامن میں ڈال دے بادشاہ نے اس کے حال پر مہربانی فرمائی اور اس کو ہر قسم کے انعام سے سرفراز فرمایا۔

کہتے ہیں کہ ایک دن سلطان غیاث الدین نے اپنے مقربین سے کہا کہ میرے حرم میں کئی ہزار عورتیں صاحبِ جمال موجود ہیں لیکن وہ حسنِ صورت جس کو میرا دل چاہتا ہے اب تک دستیاب نہ ہوا ایک درباری نے عرض کیا کہ جو لازم اس خدمت پر مامور ہیں ان کو حسن و صورت کے شناخت میں کامل تمیز نہیں ہے اگر ممکنہ اس خدمت پر مامور فرمایا جائے تو ممکن ہے کہ کوئی عورت بادشاہ کی پسند کے موافق لجاوے بادشاہ نے فرمایا کہ تمھاری رائے میں خوبصورتی کا معیار کیا ہے اس مقرب نے عرض کیا کہ فدوی کے خیال میں کمالِ حسن یہ ہے کہ اگر حسین کا ایک عضو نظر آجائے تو اس عضو کا حسن و جمال دیکھنے والے کو دوسرے عضو کی تمنائے دیدار سے بے نیاز کر دے مثلاً اگر کوئی شخص اس کے قامت کو دیکھے تو ایسا فریفتہ ہو جائے کہ پھر اس کا چہرہ دیکھنے کی آرزو نہ کرے بادشاہ نے اس کے حسنِ تمیز کو پسند فرمایا اور اس مقرب نے بادشاہ کی اجازت سے تمام ممالکِ محروسہ و دیگر مقامات کا سفر کیا درباری امیر نے ہر جہت تمام مقامات پر جستجو کی لیکن کوئی عورت حسبِ خواہش دستیاب نہ ہو سکی یہ درباری امیر

ماویس ہو کر بادشاہ کی مملکت کو واپس آیا لیکن حسن اتفاق سے ایک مقام پر ایک  
 لڑکی اس کی نگاہ سے گزری جو خراشاں خراشاں جا رہی تھی لڑکی کی حالت زنتار  
 و حسن قامت نے اس شخص کو فریفتہ کر لیا لڑکی اور امیر مذکور کا سامنا ہوا اور امیر  
 کو معلوم ہوا کہ جس شے کا وہ خواہاں تھا اس سے یہ شخص ہزار روپے بہتر ہے مقرب  
 نے چند روز اس موضع میں قیام کیا اور جس میلہ سے ملن ہو سکا لڑکی کو وہاں سے  
 لے جا کر بادشاہ کی خدمت میں حاضر کر دیا اور بادشاہ بے حد خوش ہوا مقرب نے  
 عرض کیا کہ میں نے اس کو کئی ہزار تنگہ کے معاوضہ میں خریداہے لڑکی کے  
 اعزاجتہ کے بعد واقف ہو گئے کہ جو شخص اس موضع میں چند روز کے لئے مقیم ہوا  
 تھا وہی شخص لڑکی کو لے گیا ہے لڑکی کے والدین داؤد خواہی کی غرض سے ملنے  
 آئے اور سر راہ جس مقام سے بادشاہ کی سواری گزرتی تھی کھڑے ہو گئے اور  
 بادشاہ سے فریاد کی بادشاہ اس واقعہ سے آگاہ ہو گیا اور اپنی سواری  
 روک کر اسی مقام پر بیٹھ گیا غیاث الدین نے علماء کو طلب کر کے حکم دیا کہ بادشاہ  
 پر شرعی حکم جاری کریں داؤد خواہ حقیقت حال سے مطلع ہوئے اور عرض کیا کہ  
 داؤد خواہی اس غرض سے کی گئی تھی کہ لڑکی کو شخص مذکور اپنے لئے لے گیا ہے جبکہ  
 یہ معلوم ہوا کہ لڑکی بادشاہ کے حرم میں داخل ہو گئی ہے تو ہم کو کوئی گلہ نہیں  
 ہے بلکہ یہ امر ہمارے لئے باعث شرف و سعادت ہے بادشاہ نے علماء سے کہا  
 کہ اگرچہ اب وہ میرے لئے مباح ہے لیکن ایام گزشتہ کی تلافی میں جو حکم  
 شرع ہو اس کو بجا لاؤ اگرچہ وہ قتل ہی کا حکم کیوں نہ ہو علماء نے جواب دیا کہ  
 جو امر نادر الستمہ وقوع میں آئے وہ شریعت میں قابل عفو ہے اور کفارہ سے  
 اس کی تلافی ہو سکتی ہے سلطان باوجود اس حال کے اس امر سے بے حد شرمینہ  
 ہوا اور حکم دیا کہ آئندہ سے جملہ اشخاص عورات کے مہیا کرنے سے باز آئیں۔  
 بادشاہ کی سادم لوجی اور اس کے حسن اعتقاد کے متعلق یہ روایت  
 بھی مشہور ہے کہ ایک دن ایک شخص گدھے کا سہ لے کر آیا اور کہنے لگا کہ یہم  
 خرمعلی علیہ السلام کا ہے سلطان غیاث الدین نے حکم دیا کہ پچاس ہزار تنگہ سیاہ  
 اس کے معاوضہ میں دیکر اس کو خرید کر لیں بعد اس کے دو تین اشخاص دوسرے

سرخ عیسیٰ علیہ السلام کا لے کر آئے اور بادشاہ نے اسی قیمت پر ان کو بھی خرید لیا اتفاق سے ایک شخص اور بھی سم لیکر آیا اور اس نے بھی دعویٰ کیا کہ یہ سم سرخ عیسیٰ علیہ السلام کا ہے بادشاہ اس کی خریداری کے لئے بھی مستعد ہوا اور حکم دیا کہ اس کو بھی پچاس ہزار تنگہ دے جائیں ایک مقرب نے عرض کیا کہ شاید عیسیٰ علیہ السلام کے گدھے کے پارچے پاؤں تھے جو پانچویں سم کی قیمت بھی اسی قدر ادا کی جاتی ہے سلطان نے جواب دیا کہ شاید یہ راست گو ہو اور بیشتر کسی شخص نے غلط بیانی کی ہو۔

سلطان غیاث الدین کو شکار سے بے حد شوق تھا بادشاہ نے ہتھکڑیاں پہنائیں اور جملہ اقسام کے جانور اور طیور ان میں بچا کر لئے تھے بادشاہ مستورات کو ہمراہ لیکر سوار ہوتا اور آہو خانہ میں شکار کھیلتا تھا چونکہ بادشاہ زنان صاحب جمال کی صحبت اور ان کے نغمہ ورقص پر ہمہ نال تھا اکثر ایسا ہوتا کہ بادشاہ صرف ایک لمحہ کے لئے برآمد ہو کر تخت پر جلوس کرتا اور امر کا سلام لیکر عظیم الشان و ضروری امور کا تصفیہ فرماتا اور بقیہ مہمات کو وکلا و وزیر آگے سپرد کر دیتا تھا کبھی ایسا بھی ہوتا کہ بادشاہ ایک یا دو ہفتہ تک برآمد نہ ہوتا لیکن ارکان دولت کو حکم تھا کہ عظیم الشان احکام جو مملکت میں جاری کئے جائیں یا کوئی عرضداشت جو سرحد سے آئے اس کو حرم سرا کے اندر فلاں شخص کے پاس بھیج دیا کریں تاکہ بادشاہ ان کا جواب باصواب تحریر کرے اور اس طرح عیش و عشرت کا انہماک لوازم جہان بینی کے ادا کرنے میں مانع نہ ہو۔

سلطان غیاث الدین کے عہد حکومت میں کسی قسم کا خلل اس کی مملکت میں ظہور پذیر نہیں ہوا صرف ایک واقعہ جو سندرج ذیل ہے پیش آیا۔ ۷۸۵ھ میں سلطان بہلول لودھی بادشاہ دہلی نے پالنیور مضیافا رتنپور یعنی شہر نو میں بد نظمی پیدا کر دی یہ خبر منہ و پنج اور کسی شخص میں پہنچا۔ یہ بھی نہ تھی کہ اس کی بابت بادشاہ سے کچھ عرض کر سکے لیکن آخر کار احسن خان نے ایک روز موقع پا کر بادشاہ سے عرض کیا کہ سلطان بہلول لودھی سلطان سعید محمد دہلی کے

عہد حکومت میں ایک رقم کشیر پیشکش کی ارسال کرتا تھا لیکن اس زمانہ میں سنا گیا ہے کہ اس نے جرات کر کے قصبہ پالنپور پر دست درازی کی سلطان غیاث الدین نے اس خبر کو سنکر فوراً شیر خاں بن مظفر خاں حاکم حندیبری کو لکھا کہ لشکر بھیلہ اور سارنگپور کو ہمراہ لیکر سلطان بھلول نووھی کی گواہی کے لئے روانہ ہو فرمان کے پہنچتے ہی شیر خاں نے افواج کو یکجا کیا اور بیانہ روانہ ہوا سلطان بھلول نووھی نے اپنے میں مقابلہ کی طاقت نہ لکھی اور بیانہ کو چھوڑ کر واپس چلا گیا شیر خاں نے اس کا تعاقب کیا اور دہلی کی طرف روانہ ہوا سلطان بھلول نووھی نے مصلحت کے ساتھ ہدیہ دیکر شیر خاں کو واپس کر دیا شیر خاں نے از سر نو قصبہ پالنپور کی تعمیر کی اور چندیری واپس آیا۔

سلطان غیاث الدین غلی نے راجہ جینا نیر کی التجا کے مطابق بارہ سرداروں کو نفل روانہ کیا اور نووھی شہر سے باہر آکر قصر جہاں نما میں فروکش ہوا سلطان غیاث الدین نے علما کو طلب کیا اور اسباب سفر کے متعلق ان سے سوال کیا علما نے بالاتفاق جواب دیا کہ کافر کی حمایت ناجائز ہے بادشاہ شرمندہ ہوا اور واپس آیا۔

نظام الدین احمد بخشی نے اپنی تاریخ میں لکھا ہے کہ شمسہ میں زحل و مشتری برج عقرب میں ایک متحدہ برج دو دقیقہ میں یکجا ہوئے اور کوکب بھگوانہ بھی ایک ہی برج میں جمع ہو گئے اس وجہ سے سخت کا اثر اکثر ممالک میں ظہور پذیر ہوا خصوصاً مالک خلیجہ میں کوکب کے اثرات سے اختلال عظیم واقع ہوا چنانچہ سلطان بھلول نووھی کی آسودہ اور پالنپور کی تباہی سب انھیں اثرات کے نتائج ہیں۔

گیارہ جمادی الآخر ۷۹۷ھ میں شیخ المدین و المفسرین قدوہ الحقین شیخ سعد اللہ لاری المشہور بمندوی نے وفات پائی اور سلطان محمود غلی کے گنبد میں مدفون ہوئے اس واقعہ کے بعد شمسہ میں جبکہ سلطان غیاث الدین غلی کمزور و ضعیف ہو چکا تھا اس کے فرزند ولی یعنی ناصر الدین اور شجاعت خان المعروف بعلوال الدین میں مخالفت پیدا ہو گئی ان کی والدہ رانی خورشید جوبانہ بکلا

کی دختر تھی اپنے فرزند کو چمک کی بھی خواہ ہو گئی اور امر اکو بھی شجاعت خاں سے متفق کر دیا ملکہ نے بادشاہ کو ناظر الدین کی طرف سے بدظن کر کے ایک جماعت کو اس کی گرفتاری کے لئے معین کیا ناصر الدین اس واقعہ سے آگاہ ہوا اور شہر میں مندوسے فراری ہوا اور اس کا مال و متاع شجاعت خاں المعروف بعلاء الدین کے قبضہ میں آگیا علاء الدین ناصر الدین کے قتل کے ورپے ہو گیا ناصر الدین اس واقعہ سے آگاہ ہوا اور وسط مملکت میں قیام پذیر ہوا امرائے اطراف و جوانب اس کے گرد جمع ہو گئے اور اس نے تقویت حاصل کی اور ناظر الدین کی طاقت اس وجہ بڑھ گئی کہ اس نے پتھر کو سر پر سایہ فگن کیا اور قلعہ مندوسے کیجے اگر شہر کا محاصرہ کر لیا ناصر الدین نے چونکہ ایک مدت تک وزارت کی تھی اکثر اشخاص اس کے ہم زبان ہو گئے و نعمت قلعہ کا دروازہ کھول دیا ناصر الدین بیخبر شہر میں داخل ہوا اور شجاعت خاں المعروف بعلاء الدین جو حفاظت قلعہ کی غرض سے قیام پذیر تھا فراری ہوا اور اپنے باب کے گھر میں پناہ لی ناصر الدین نے بے انتہا جسارت و سب ادبی سے کام لیا اور ایک جماعت کو مامور کیا کہ رانی خورشید اور علاء الدین کو بادشاہ کے قیام گاہ سے بنظم و سختی باہر نکال لائیں ناصر الدین کے حکم کی تعمیل کی گئی اور اس کے حکم سے علاء الدین اور اس کے فرزند کبکریوں کی طرح ذبح کر دیے گئے ناصر الدین نے تاج چہانہانی سر پر رکھ کر حکمرانی شروع کی سلطان غیاث الدین جو امور سلطنت سپرد کر کے گوشہ نشین ہو چکا تھا انھیں چند دنوں میں فوت ہوا اور سلطان ناصر الدین اپنے باب کو زہر دینے کی علت میں تمام عالم میں رسوا و بدنام ہوا سلطان غیاث الدین نے تینتیس سال حکومت کی۔

ذکر سلطنت سلطان ناصر الدین کی ولادت سلطان محمود خلجی کے حیات میں واقع ہوئی محمود خلجی نے مسرت کے عالم میں ایک ماہ سلطان غیاث الدین تک جن عشرت منعقد رکھا اور اپنے پوتے کو دیکھ کر بھد خوش ہوا اور اس نعمت کے شکر یہ تیس تمام رعایا تو عموماً اور علما و فضلا کو خاص کر اپنے انعامات سے بہرہ مند کیا خلجی۔

اختر شناس گروہ نے اس کے طالع مسعود پر حکم لگا کر تمام آئندہ واقعات  
 بوضاحت بیان کئے محمد و خلی نے ساتویں روز اس کو گود میں لیا اور بزرگان دین  
 کی خدمت میں لے آیا اور مولود عبدالقادر کے نام سے موسوم کیا گیا ناصر الدین  
 سن بلوغ کو پہنچا اور سلطان غیاث الدین نے اس کو ولی عہد کیا عہدہ وزارت  
 اس کے سپرد کر دیا ناصر الدین کا چھوٹا بھائی شجاعت خاں المشہور بلاء الدین  
 اگرچہ باسباب ظاہر اپنے بڑے بھائی سے متفق تھا لیکن نفاق باطنی میں  
 کوئی دقیقہ فرو گذاشت نہ کرتا تھا سلطان غیاث الدین خلی کے آخر عہد حکومت  
 میں شجاعت خاں نے ایک وزخوت میں بادشاہ سے عرض کیا کہ ایک جماعت  
 اوباشوں کی سلطان ناصر الدین سے متفق ہو گئی ہے اور یہ افراد ناصر الدین  
 کو مخالفت و ملک گیری کے متعلق ترغیب دیتے رہتے ہیں واقعہ کا علاج قبل از  
 وقوع کرنا ضروری ہے سلطان غیاث الدین خلی نے اول فرزند کو گرفتار و  
 مقید کرنے کا ارادہ کیا لیکن چونکہ آثار نجابت اس کی پیشانی سے ظاہر تھے  
 سلطان غیاث الدین خلی نے یہ ارادہ ترک کیا اور فرزند کو بندہ لطف و  
 احسان بنانے کا تہیہ کیا بادشاہ نے ناصر الدین کے منصب و جاگیر میں اضافہ  
 کر کے عارض مالک کو حکم دیا کہ وہ مع تمامی امرا اور سرداران فوج کے  
 ہر صبح کو سلطان ناصر الدین خلی کے دو لکھ ہر جاگر اس کے ہمراہ بارگاہ نشانی  
 میں حاضر ہوا کریں۔

الغرض ناصر الدین استقلال کے ساتھ مہمات ملکی و مالی کا تصفیہ کرنے  
 لگا اور ہر مقام پر اپنے گماشتے مقرر کر دئے عمال پر گناہ خالصہ مولیٰ خاں  
 و کھن خاں کو برطرف کر کے ان کی خدمات پر شیخ حبیب اللہ اور خواجہ سہیل  
 کو نامزد کیا مولیٰ خاں اور کھن خاں رانی خورشید سے دادخواہ ہوئے  
 بلکہ اپنی چھوٹے فرزند شجاعت خاں المشہور بلاء الدین سے زیادہ محبت  
 رکھتی تھی اور فرزند اکبر سے اس کی طبیعت صاف نہ تھی رانی خورشید نے  
 شجاعت خاں مشہور بلاء الدین کے مشورہ سے بادشاہ سے عرض کیا کہ  
 ملک محمد و کو تو ال اور سوند اس بقال مکار و غدار ہیں ناصر الدین سے مل گئے

ہیں اور فساد برپا کرنے پر آمادہ ہیں۔ چونکہ سلطان کی صحبت کا مدار مستورات پر تھا لہذا بادشاہ نے بے پرسش و تحقیق ان کے قتل کا حکم دیا اور ان کے گھروں کو برباد کر دیا اس واقعہ کے بعد سلطان ناصر الدین نے اپنی آمد و رفت گم کر دی اور دربار میں سلام کے لئے بھی حاضر نہ ہوا رانی خورشید اور شجاعت خاں مشہور بلاء الدین نے مکھن خاں اور موئی خاں کے ذریعہ سے بادشاہ کے کان بھر دیئے اور استقلال کے ساتھ ہمت ملکی کے انجام دینے میں مشغول ہو گئے اور خزانہ پر متصرف ہوئے۔

شیخ حبیب اللہ اور خواجہ سہیل خواجہ سرائے موقع پا کر موئی خاں بقا کو جو فتنہ و فساد کا باعث تھا قتل کر ڈالا اور شاہی حرم سرائیں داخل ہو گئے رانی خورشید نے اس واقعہ کو مبالغہ کے ساتھ سلطان غیاث الدین خلجی سے بیان کیا اسی بنا پر بادشاہ نے مکھن خاں کو حکم دیا کہ قاتلوں کو سلطان ناصر الدین کے مکان سے گرفتار کر کے لے آئے لیکن رخصت کرتے وقت اہستہ سے کہدیا کہ ناصر الدین کی عزت و حرمت کا کامل لحاظ رکھے شیخ حبیب اللہ اور خواجہ سہیل اس واقعہ سے مطلع ہوئے اور سلطان ناصر الدین کے مکان سے نکل کر جنگل کو چلے گئے یہ اشخاص راہ میں یہ کہتے جا رہے تھے کہ ہم قاضی کے مکان پر جاتے ہیں جس شخص کو موئی خاں کے خون کا دعویٰ ہو قاضی کے گھر پر آئے۔

مکھن خاں ناصر الدین کے مکان پر آیا اور یہ پیام دیا کہ موئی خاں کے قاتلوں کو میرے عہدہ کر و ناصر الدین نے جواب دیا کہ شیخ حبیب اللہ اور خواجہ سہیل نے میرے حکم سے موئی خاں کو قتل نہیں کیا ہے اور میں اس امر سے بھی واقف نہیں کہ یہ ہر دو شخص کہاں فراری ہو گئے ہیں مکھن خاں بقال نے باوجود بادشاہ کے حکم کے جیسا کہ سابق میں مذکور ہوا رانی خورشید کی تحریک سے تین روز تک ناصر الدین کے مکان کو محصور رکھا سلطان غیاث الدین چونکہ جمہور و لاعلاج ہو چکا تھا ناصر الدین کو یہ پیام دیا کہ اگر تمہارے دل کو کوئی

صد مہ و رنج نہ پہنچا ہو تو بدستور قدیم تم میرے پاس آؤ کیونکہ مجھے میں اب اس سے زیادہ مفارقت کی طاقت نہیں ہے ناصر الدین نے باوجود اس کے کہ قید کے خطرہ سے مامون نہ تھا ولی نعمت کی قد مبوسی حاصل کی اور پدرو پسر نے ہر قسم کی گفتگو کر کے غبار کلفت کو دلوں سے دور کیا ناصر الدین از سر نو اپنی خدمات کی بجائے آوری میں مشغول ہوا اور ہر روز جدید الطاف و عنایات شاہانہ سے سرفراز ہونے لگا۔

ناصر الدین نے شاہی محسرا کے قریب ایک عمارت بنوائی تاکہ جبوقت اس کا ارادہ ہو بادشاہ کی ملازمت حاصل کر سکے رانی خورشید نے موقع پا کر بادشاہ سے کہا کہ ناصر الدین نے اپنے مکان کی چھت کو کوشاک جہاں غا کی چھت سے متصل کر دیا ہے با سبب ظاہر اس کا ارادہ غداری کرنے کا ہے سلطان غیاث الدین نے جو بوجہ پیرانہ سالی عقل و حواس کھو چکا تھا ۹۰۵ھ میں غالب خاں کو توال کو مامور کیا کہ ناصر الدین کے مکان کو منہدم کر دے ناصر الدین غلجی اس امر سے آزر و خاطر ہوا اور مع اپنے اعدا و انصار کے دھار کو جو جنگل میں واقع ہے روانہ ہو گیا شیخ حبیب اللہ اور خواجہ سہیل نے دھار میں آکر اس کی ملازمت حاصل کی۔

رانی خورشید اور شجاعت خاں نے سلطان غیاث الدین کی لاعلمی میں تاتار خاں کو اس خدمت پر مامور کیا کہ ناصر الدین کو دلجوئی کر کے شہر میں لے آئے تاتار خاں نے اپنی فوج کو کہیں گاہ میں مخفی کیا اور ملک فضل اللہ مرہ شکار کے ہمراہ ناصر الدین کی خدمت میں حاضر ہوا ناصر الدین نے بادشاہ کو ایک عریفہ لکھ کر تاتار خاں کو دیا تاکہ خود جا کر عریفہ کو سناے اور جواب لے آئے تاتار خاں فوج کے ہمراہ بے تحیل شادی آباد مند و روانہ ہوا اور عریفہ کے مضمون سے بادشاہ کو مطلع کیا لیکن تاتار خاں کو ہنوز جواب نہ ملا تھا کہ رانی خورشید نے جو سلطان غیاث الدین کے مزاج میں کامل و ذیل ہو گئی تھی عارض مالک کے پاس حکم صادر کر دیا کہ تاتار خاں کو سلطان ناصر الدین کی مدافعت کے لئے متعین کرے۔



تاتار خاں کے اس امر کا کوئی علاج نہ تھا قلعہ سے نیچے اتر کر کہا پور میں آیا اور  
مال کار میں متفکر ہوا کہ کیا کرے کیونکہ اگر جنگ پیش آتا ہے تو ناصر الدین کی فرمانبرداری  
کے عالم میں اس کی کیا حالت ہوگی اور اگر بلا جنگ کے واپس جاتا ہے تو رانی  
خورشید کو کیا جواب دے گا تاتار خاں ان خیالات میں مبتلا تھا کہ ملک مہنتہ اور  
ملک ہہیت سلطان غیاث الدین کے مقتدر امیر ناصر الدین سے مل گئے اور  
ناصر الدین کی قوت و شوکت اور زاید ہو گئی۔

سلطان ناصر الدین کوچ کرتے قصبہ حاویہ میں آیا مولانا عسکری الدین  
افضل خاں اور بعض زمیندار اس سے متفق ہو گئے اور عید کا دن ناصر الدین نے  
اس مقام پر مسرت و اطمینان کے ساتھ بسر کیا ناصر الدین نے حاویہ میں خیر کو  
اپنے سر پر سایہ چھگن کیا اور امر کو خلعت فاخرہ عنایت فرمائے اس اثنا وہیں  
یہ خیر آئی کہ شجاعت خاں کی فوج جنگ کے ارادہ سے کھٹکانوے سے آگے  
بڑھ کر قصبہ کند و برتک آگئی ہے سلطان ناصر الدین نے ملک محمود کو ایک  
بہادر فوج کے ہمراہ دشمن کے مقابلہ میں روانہ کیا چونکہ اس کی حکمرانی کاڑا  
قریب آ رہا تھا جنگ آزمائی کے بعد ناصر الدین کی فوج کامیاب ہوئی اور  
ملک محمود و بیشمار غنیمت لیکر قصبہ حاویہ میں ناصر الدین کی خدمت میں حاضر ہوا۔  
سلطان ناصر الدین سولہ شوال ۷۰۵ھ ہجری میں اس مقام سے کوچ  
کر کے اجین روانہ ہوا اور منزل بمنزل امور و حکام مع افواج کے اس کے لشکر  
میں شامل ہوتے گئے یہاں تک کہ اجین میں ناصر الدین کے گرد بیشمار لشکر  
جمع ہو گیا شجاعت خاں اور رانی خورشید نے تمام واقعات کو سلطان  
غیاث الدین خلجی سے بیان کیا اور یہ کہا کہ عنقریب سلطان ناصر الدین منہ  
آکر قلعہ کا محاصرہ کرے گا سلطان غیاث الدین نے شیخ ادلیا و شیخ برہان  
اکو جو عایا کے طبقہ میں بیحد مقبول تھے برسم رسالت ناصر الدین کے پاس روانہ  
کر کے یہ پیام دیا کہ عرصہ سے ہمارے سلطنت کی باگ میں نے تمہارے ہاتھ میں  
دید ہے اگر اخلاص و یگانگت سے کام لو اور مجمع ادب و باش کو جو تمہارے  
گرد جمع ہو گیا ہے رخصت کر کے میرے پاس چلے آؤ تو میں دوبارہ اختیار

سلطنت تھارے سپرد کر دوں گا۔

سلطان ناصر الدین نے اوائے جواب پر توجہ نہ کی اور ذیقعدہ سنہ مذکور میں اجین سے قصبہ وھار میں آیا اور چند روز یہاں قیام کیا سلطان ناصر الدین کو معلوم ہوا کہ مکھن خاں جو فساد و مخالفت کا باعث ہے افسر شکر ہو کر تین ہزار سواروں کی جمیعت سے جنگ کے لئے آتا ہے ناصر الدین نے ملک عطا کو پانچ سو سواروں کی جمیعت سے مقابلہ کے لئے روانہ کیا فریقین میں موضع ہاشپور میں جنگ آزمائی ہوئی مکھن خاں کے ایک سو سپاہی مارے گئے اور ملک عطا کا میاب ہوا مکھن خاں فراری ہو کر مند واپس گیا لیکن باروگر رانی خورشید کی ترغیب سے ایک فوج کو ہمراہ لیکر قلعہ کے باہر آیا اور اس مرتبہ بھی ناصر شاہی فوج سے شکست کھا کر فراری ہوا اور مند میں داخل ہو گیا۔

سلطان ناصر الدین بائیسویں ذی الحجہ سنہ مذکور کو شک جہاں نما میں فزوکش ہوا جاسوس یہ خبر لائے کہ سلطان غیاث الدین بدلت خود فرزند کی تسلی کے لئے یہاں آنے کا ارادہ رکھتا ہے ناصر الدین بید خوش ہوا اور اپنے والد کے ورود کا منتظر رہا شجاعت خاں اور رانی خورشید سلطانی محافظہ اٹھا کر طغر آباد علیہ روانہ ہوئے تاکہ سلطان ناصر الدین کو بادشاہ کی ملاقات کے بہانہ سے قلعہ میں داخل کرنے سے اس کا تمام کام کریں سلطان غیاث الدین دہلی دروازہ کے قریب پہنچا چونکہ بادشاہ بید ضعیف و کمزور ہو چکا تھا اس نے اپنے مقربین سے سوال کیا کہ اس کو کہاں لئے جاتے ہیں بعض افراد نے اہل واقعہ بادشاہ سے بیان کیا سلطان غیاث الدین نے کہا کہ میں گل چلوں گا آج واپس چلوں گا مگر مجھ پر ہو کر اس ہوئے رانی خورشید نے خیال کیا کہ یہ امر سلطان ناصر الدین کے ہوا خواہی سے سرزد ہوا ہے رانی نے اس جماعت کو طلب کر کے کلمات سخت و تلخ کہے اور بادشاہ کی مراجعت کا سبب دریافت کیا سمجھوں نے بالاتفاق کہا کہ بادشاہ خود اپنی رائے سے واپس ہوئے ہیں اور کسی دوسرے

شخص کو اس میں خل نہیں ہے شجاعت خاں مشہور یہ علاء الدین نے رانی خورشید کی رائے سے شکستہ قلعہ کی فرمت کرائی اور مورچل تقسیم کر دیئے ناصر الدین نے بھی آگے بڑھ کر قلعہ کا محاصرہ کر لیا اور جنگ شروع ہوئی طرفین سے ہر روز ایک جماعت کام آنے لگی سلطان غیاث الدین نے مصلحت وقت کے لحاظ سے قاضی القضاۃ امیر الملک کو ناظر الدین کے پاس روانہ کیا امیر الملک نے اپنی خواہش کے مطابق جواب نہ پایا اور وہیں ٹھہر گیا۔ محاصرہ نے طول پکڑا اور قلعہ دما محتاج کے نہ ملنے سے اہل قلعہ مضطرب ہوئے بعضے امرائے موافق خاں اور ملک فضل اللہ امیر شکار بوقت فرصت موقع پا کر سلطان ناصر الدین سے مل گئے رانی خورشید اس واقعہ سے مطلع ہوئی اور علی خاں کو قلعہ کی حکومت سے معزول کر کے ملک سیارہ کو علی خانی کے خطاب سے قلعہ اور شہر کی حفاظت سپرد کر دی رانی خورشید نے محافظ خاں اور سوز بھل جس کو سلطان ناصر الدین کا موافق اور ہی خواہ جانتی تھی قتل کر ڈالا امر اور ابالی شہر اس سیاست کو دیکھ کر شکستہ ظالم ہو گئے اور انہوں نے عرایض سلطان ناصر الدین کی خدمت میں روانہ کئے ناظر الدین نے ان امیروں کو تسلی آمیزہ خط روانہ کئے اور یہ امر سلطان ناصر الدین سے مل گئے اور شہر کی رونقیا لکل جاتی رہی۔

سلطان ناصر الدین ستمبر ۷ صفیر سن ۷۷۰ ہجری کو قلعہ فتح کرنے کے ارادہ سے سوار ہوا اہالیان قلعہ مستعد ہو گئے اور تیرہ ہفتنگ ان پر چھٹکے جس کی وجہ سے بے شمار کار آزمودہ سوار سلطان ناصر الدین کے زخمی ہوئے سلطان ناصر الدین باوجود اس حال کے سات سو زینے مورچل کی جانب آگے بڑھ کر قلعہ میں داخل ہو گیا اسی انتشار میں شجاعت خاں واقف ہو گیا اور ایک معتبر آدمیوں کی جماعت ہمراہ لیکر قلعہ کے برج پر آیا اور جنگ میں مشغول ہوا سلطان ناصر الدین بھی ثابت قدم رہا اور بذات خود تیرہ ہفتنگ میں مشغول ہوا اس کے تیروں کی ضرب سے بہترین افران فوج مارے چونکہ شجاعت خاں کو لحظہ بلحظہ ملک پہنچ رہی تھی سلطان ناصر الدین نے

مصلحتاً محبت میں صلاح و بہتری دیکھی اور قلعہ سے اتر کر اپنے لشکر گاہ میں چلا آیا اور جن افراد سے کوشش و جان نثاری ظہور میں آئی تھی ہر ایک پر تازہ نوازش و عنایت کی اور ان کو تسلی دی۔

چند روز کے بعد اولاد شیر خاں بن مظفر خاں حاکم چندری بن ہزار سوار اور گیارہ ہاتھیوں کی جمعیت سے سلطان ناصر الدین سے آغا سلطان ناصر الدین نے مجلس اول میں سپر بزرگ کو جسے شیر خاں کہتے تھے مظفر خاں اور دوسرے فرزند کو سعید خاں کا خطاب دیا چندری کی فوج کے آجانے سے لشکر کو تقویت ہوئی اور بعض اہالی قلعہ جنہوں نے سلطان ناصر الدین سے استعانت مانے نہیں لئے تھے اس وقت ناصر شاہ کی بھی خواہی میں کوشاں و سرگرم ہوئے اور محافظان دروازہ بالا پور نے جو اسی گروہ کے افراد تھے سلطان ناصر الدین کو پیام دیکر اسی دروازہ پر طلب کیا سلطان ناصر الدین نے چوبیس ربیع الثانی کو شیخ حبیب اللہ اور خواجہ سہیل اور موان خاں کو بالا پور کے دروازہ کی جانب روانہ کیا اور شیخ حبیب اللہ سے یہ قرار دیا کہ جس وقت محافظ خاں کی فوج دروازہ پر پہنچے زبردست خاں بن ہزار خاں قلعہ کے دروازہ کو کھول کر امراء ناصر شاہی کو قلعہ میں داخل کر دے شجاعت خاں اس واقعہ سے واقف ہو گیا اور قلیل جمعیت کے ساتھ اس جانب گیا اور جنگ کر کے فراری ہوا اور سلطان غیاث الدین کے دولت خانہ میں پناہ لی۔

شیخ حبیب اللہ نے انگشتی بھیج کر سلطان ناصر الدین کو طلب کیا اور سلطان ناصر الدین فوراً اگر ان کی جماعت میں شامل ہو گیا اس واقعہ کے بعد قلعہ کے امراء مبارکباد کے لئے حاضر ہوئے اور ہجوم عام ہو گیا اس ہنگامہ میں شہر تباہ ہونے لگا یہاں تک کہ بعض عمارات شاہی بھی جلا دی گئیں۔

ناصر الدین حکم سے رانی خورشید اور شجاعت خاں سلطانی مجلس سے باہر لائے گئے اور سلطان غیاث الدین صفہ عرض مالک سے محل سرسی میں جن کو اس نے عیش و عشرت کے لئے بنایا تھا قیام پذیر ہوا۔

سلطان ناصر الدین نے ستائیسویں ربیع الثانی کو جمعہ کے دن تخت سلطنت پر جلوس کیا اور سکھ و خطبہ اپنے نام کا جاری کیا جس قدر جواہر و موزاں

ونفق و بادشاہ کے سپرد سے نثار کیا گیا فقیر اور اہل استحقاق کو تقسیم کیا گیا سلطان ناصر الدین نے کھن خاں بقال اور حافظ خاں اور مفرح جیشی اور دیگر امرا کو جو اس کے مخالف تھے قتل کیا۔ اسی زمانہ میں شجاعت خاں مشہور بعل الدین بھی قتل کیا گیا سلطان ناصر الدین نے رانی خورشید کو موکلوں کے سپرد کر دیا بادشاہ کو ان اشخاص کی جانب سے اطمینان حاصل ہوا اور اس نے اپنے بھیلے بیٹے کو جو منجھلے میاں کے نام سے مشہور تھا اپنا ولی عہد کر کے سلطان شہاب الدین کا خطاب عطا کیا سلطان ناصر الدین نے شیخ حبیب اللہ کو عالم خاں کا خطاب عطا فرما کے اس کو امرائے گروہ میں داخل فرمایا اور خواجہ سہیل خواجہ سرک کو سپہ سالار کے عہدے پر مقرر کیا بادشاہ نے اپنے دیگر بہتی خواہوں کو بھی ان کی جاگیر ات قدیم مرحمت فرما کر معزز و مکرم فرمایا۔

سلطان ناصر الدین تیسرہ جمادی الثانی کو اپنے والد کی خدمت میں حاضر ہوا سلطان غیاث الدین نے اس کو اپنے آغوش میں لیا اور بہت رویا اور اس کے سرور و پر بوسہ دیکر سید محمد نور بخش صاحب کی علیہ قبائے مؤئیدہ جو دربار عام و دیگر اہم ایام میں پہنی جاتی تھی سلطان ناصر الدین کو مرحمت فرمائی سلطان غیاث الدین نے تاج سلطنت فرزند کے سر پر رکھا اور خزانے کی کنبنیاں اس کے سپرد کر دیں اور تہنیت و مبارکباد سلطنت دیکر اس کو رخصت کیا اور محل سرا میں جانے کی اجازت دی سلطان ناصر الدین نے سولہ رجب سنہ مذکور کو قبائے مؤئیدہ اور کلاہ دولت اور میں ہاتھی اور سو گھوڑے اور گیارہ چتر اور دوپالگی اور نقارہ اور سرپردہ سرخ اور بیس لاکھ تنگہ نقد مصارف کے لئے سلطان شہاب الدین کو بھی عطا فرمائے۔ چونکہ اسی سال مقبل خاں حاکم مند سوری نے سرکشی اختیار کی سلطان ناصر الدین نے مہابت خاں کو اس کے حاضر کرنے کے لئے روانہ فرمایا۔ مہابت خاں کی کوشش بے اثر ثابت ہوئی اور مقبل خاں سلطان ناصر الدین کے غصہ سے خائف ہو کر شیر خاں حاکم چندری کے دامن میں پناہ گزیں ہوا علی خاں اور دیگر شوریدہ تخت افراد جو اپنی سابق بد اعمالیوں کی وجہ سے

موتو ہم تھے یہ بھی جا کر شیر خاں سے مل گئے شیر خاں چونکہ واقف تھا کہ سلطان ناصر الدین نشہ شراب سے مخمور و لاعقل ہو کر اپنے والد کے امرا اور اکابر کو قتل کرتا ہے اور ہر روز اس سے ظالمانہ افعال ظہور میں آتے ہیں یہ امیر بھی بادشاہ سے خائف ہوا اور اس نے اپنی مخالفت کا اظہار کر کے چند یری کا رخ کیا اور سلطان ناصر الدین کی مخالفت میں کوشاں ہوا سلطان ناصر الدین نے مبارک خاں کو شیر خاں کی تسلی کی غرض سے روانہ کیا لیکن شیر خاں مطمئن نہ ہوا بلکہ مبارک خاں کی گرفتاری کی فکر میں کرنے لگا عالم خاں اپنے گھوڑے تک پہنچ سکا اور فرار ہو کر باہر نکل گیا مبارک خاں گرفتار ہو گیا اور اس کے دو ہمراہی مارے گئے۔

شیخ حبیب اللہ مخاطب بہ عالم خاں سلطان ناصر الدین کی خدمت میں آیا اور تمام واقعہ عرض کیا سلطان ناصر الدین غضبناک ہوا اور اسی سال ماہ شعبان میں کوشک جہاں نمایں فروکش ہوا اس دوران میں شیر خاں اجین وارد ہوا اور جہاں خاں کے اغوا سے واپس ہو کر دیبا پور پہنچا اور اور قصبہ بدہ کو تباہ و غارت کیا سلطان ناصر الدین نے اس خبر کو سنا اور فوراً کوچ کر کے کوشک دھار میں مقیم ہوا اسی اثناء میں معلوم ہوا کہ سلطان غیاث الدین نے رحلت کی چونکہ مقتدر امیر سلطان غیاث الدین کے ہی خواہ اور سلطان ناصر الدین کے مخالف تھے تمام امرا کو اس امر کا یقین ہو گیا کہ سلطان ناصر الدین غلی نے باپ کو زہر کے ذریعہ سے آغوشِ لحد میں سلایا خاکسار مورخ عرض کرتا ہے کہ یہ امر بارہا تخریب میں آچکا ہے کہ بد رکش ایک سال کے بعد نہ زندہ رہ سکتا ہے اور نہ کامیاب ہوتا ہے برخلاف اس کے سلطان ناصر الدین نے ایک مدت دراز تک فرمانروائی کی اس لئے ممکن ہے کہ باپ کے قتل کا الزام ناصر الدین پر صریح تہمت ہو آئندہ خدا کو علم ہے۔ سلطان ناصر الدین غلی اپنے باپ کی وفات پر بہت رویا اور تین دن تک رسم تعزیت ادا کر کے چوتھے روز شیر خاں کی مدافعت کے لئے چند یری راوانہ ہوا عین الملک اور دیگر سرداروں نے شیر خاں کی

رفاقت ترک کر دی اور سلطان ناصر الدین خلجی سے جا ملے سلطان نے شیر خاں کا تعاقب کیا اور شیر خاں سارنگپور کے نواح میں واپس آیا شیر خاں نے بادشاہ سے جنگ کی اور شکست کھا کر ایرجہ چلا آیا سلطان ناصر الدین چندیری میں وارد ہوا اور چندر پور تک اسی شہر میں مقیم رہا۔

چندیری کے شیخ زادوں نے ایک خط شیر خاں کے نام اس مضمون کا لکھا کہ اکثر سپاہی اور امر اپنی جاگیروں پر چلے گئے ہیں اور برسات کی وجہ سے لشکر کی فراہمی جلد ممکن نہیں ہے اگر تم ایرجہ سے چندیری چلے آؤ تو ہم اپنی شہر کو اپنے سے متفق کر کے بادشاہ کو قید کر لیں سلطان ناصر الدین خلجی شیخ زادگان چندیری کی سازش سے واقف ہو گیا اور اقبال خاں اور ملو خاں کو ایک جنگجو لشکر اور مست ہاتھیوں کے ساتھ شیر خاں کی مدافعت کے لئے روانہ کیا اقبال خاں اور ملو خاں نے چندیری سے دو کوس کے فاصلہ پر شیر خاں سے مل کر آرائی کی اثنا جنگ میں شیر خاں زخمی ہو گیا اور اس کا بہترین ہم قوم سکندر خاں مارا گیا اس واقعہ کے بعد مہابت خاں شیر خاں کو ہاتھی کی عاری میں ڈال کر فراری ہوا۔ اثنا راہ میں شیر خاں فوت ہو گیا اور مہابت خاں اس کی لاش کو دفن کر کے خود اطراف ممالک میں فراری ہو گیا۔

سلطان ناصر الدین خلجی جنگ گاہ میں آیا اور شیر خاں کے جسم کو خاک سے نکلوا کر چندیری روانہ کیا تاکہ دار پر لشکار میں سلطان ناصر الدین نے چندیری کی حکومت پر بہت خاں کو نامزد کیا اور خود متواتر کوچ کر کے سعد پور میں وارد ہوا سلطان ناصر الدین کو معلوم ہوا کہ شیخ حبیب اللہ الخاں طلب بد عالم خاں ارادہ بناوت پر تیار ہوا ہے بادشاہ نے عالم خاں کو متعین کر کے اپنی روانگی سے قبل شادی آباد مندو بھیجا اور خود بھی متعاقب دارا کو ہت کو واپس آیا سلطان ناصر الدین خلجی اپنے باپ کے قدیم الگین دولت سے تو ہم رفاقت کی وجہ سے رنجیدہ ہوا اور اپنے خاص ملازمین کی پرورش شروع کی اور سلطان ناصر الدین اپنی والدہ رانی خورشید کے ساتھ بے ادبی سے پیش آیا اور اپنے باپ کا خزانہ جو رانی کے پاس تھا

یہ ظلم و سختی لے لیا اس واقعہ کے بعد ہمیشہ اس کا وقت میخواری اور خوں ریزی میں گزرتا تھا اور ملازمان قدیم کو نشہ شراب میں چیلہ و بہانہ سے قتل کرتا تھا بادشاہ کی ظلم پسند طبیعت نے رعایا کے مکانات تباہ کئے اور روزانہ ظلم و جور کی گرم بازاری ہونے لگی۔

ایک دن حرم سرا کے اندر حوض کا لیا وہ کے کنارے سستی کے عالم میں بادشاہ ہو گیا بادشاہ نے کروٹ بدلی اور پانی میں گر گیا چار کنیزیں جو حاضر تھیں انھوں نے بادشاہ کا ہاتھ اور سر کے بال پکڑ کر اس کو بے حد مشقت و کوشش کے ساتھ حوض سے نکالا اور اس کا لباس بھی اتار کر دوسرا لباس تبدیل کر دیا بادشاہ ہوشیار ہوا اور دوسری شکایت کی کنیزوں نے اپنی خدمت کا اظہار کیا اور دعاؤں کے بعد اصل واقعہ کو بادشاہ سے عرض کیا بادشاہ کے خیالات دوسری جانب منتقل ہو گئے اور بیچیں غصہ ہوا اور بلاتال تلوار کھینچ کر فوراً ان چاروں نامراد عاجز و دلسوز و مہربان کنیزوں کو بہ ظلم قتل کر ڈالا۔

سلطان ناصر الدین شہ ۹۰۹ء میں ولایت کچھوارہ پر حملہ آور ہونے کے لئے قصبہ نعلیجہ میں وارد ہوا بادشاہ متواتر کوچ کر کے قصبہ آگرہ پہنچا اور یہاں کی آب و ہوا اس کو پسند آئی بادشاہ نے ایک قصر و عمارت عالیشان جو عجائب روزگار ہے اس مقام پر تعمیر کرائی اور ولایت کچھوارہ کو تباہ و برباد کر کے مراجعت کی۔

سلطان ناصر الدین غلجی شہ ۹۰۹ء میں چیتور کی طرف روانہ ہوا اور راجہ رنمل اور تمام زمینداروں سے پیشکش وصول کیا جو اس جو راجہ رنمل کا قرابت دار تھا اس نے اپنی دختر کو بادشاہ کی نذر کیا سلطان ناصر الدین نے رانی چیتوری اس کا نام رکھا اور واپس ہوا اثناء راہ میں بادشاہ کو معلوم ہوا کہ احمد نظام شاہ بھری بھنس واقعات کی بنا پر غصہ بنا کر ہوا اور اب ولایت برہان پور پر حملہ کر کے اس کو تباہ کر رہا ہے اور واڈو خاں فاروقی قلعہ اسیر میں محصور ہے احمد نظام شاہ بھری کے مقابلہ میں صف آرا ہوئے



عاجز ہے چونکہ حاکم اسیر ہمیشہ سلطان ناصر الدین سے طالب امداد ہوتا تھا بادشاہ نے اس کی اعانت کو ضروری سمجھکر اقبال خاں اور خواجہ جہاں کو منع جہاز لشکر کے اس جانب روانہ فرمایا احمد نظام شاہ بھری کو لشکر مالوہ کی روانگی کی خبر معلوم ہوئی اور اپنے دارالملک احمد انگر کو واپس چلا گیا اور اقبال خاں سلطان ناصر الدین کا خطیبہ برہان پور میں جاری کر کے واپس آیا۔ چونکہ سلطان ناصر الدین غلجی نے اپنے باپ سے بے حد سرکشی کی تھی بادشاہ بھی اپنے فرزند سلطان شہاب الدین سے ہمیشہ خائف رہتا تھا سلطان شہاب الدین بھی اس امر کو بخوبی سمجھ گیا تھا سلطان شہاب الدین اپنے باپ کی میاکی و ظلم سے پورے طور پر واقف تھا لہذا تاویل و احتیاط کے ساتھ آمدورفت کرتا تھا۔ سلطان ناصر الدین کے مقربین اگرچہ واقف ہو گئے تھے کہ ملازمین بارگاہ اس سے عاجز ہو گئے ہیں اور اس کی موت کے لئے خدا سے دعا کرتے ہیں لیکن اس امر کی طاقت نہ تھی کہ بادشاہ سے کچھ عرض کر سکیں۔

۹۱۶ء میں بعض امراء مالوہ سلطان شہاب الدین سے متفق ہو گئے اور اس کو اپنے باپ کی مخالفت کی تحریک و ترغیب دلائی سلطان شہاب الدین شب میں اپنے بھی خواہوں اور مددگاروں کے فرار ہو کر وسط مملکت میں چلا آیا اور بشمار مخلوق جو اس کے باپ کے ظلم کی وجہ سے اپنی زندگی سے بے زار تھی اس کے گرد جمع ہو گئی سلطان ناصر الدین غلجی نے موجودہ لشکر کو ہمراہ لیا اور اپنے فرزند سے معرکہ آرائی کے لئے باہر آیا باوجود اس کے کہ سلطان ناصر الدین کی فوج بہت کم تھی لیکن بادشاہ ایک خوں ریز معرکہ کے بعد اپنے فرزند پر غالب آیا اور سلطان شہاب الدین فرار ہو کر دہلی روانہ ہو گیا اگرچہ ہزیمت کے موقع پر سلطان ناصر الدین کو اپنے فرزند کے استیصال پر قدرت حاصل تھی لیکن شفقت پداری مانع آئی اور بادشاہ واپس آیا۔

بادشاہ نے ایک جماعت کو اپنے فرزند کے پاس روانہ کیا تاکہ اس کو نصیحت کر کے واپس لائیں سلطان شہاب الدین نے اپنے باپ پر اعتماد نہ کر کے حاضر ہونے سے انکار کیا اور بہ تعمیل دہلی روانہ ہو گیا

یہ خبر بادشاہ کو معلوم ہوئی اور اس کی زبان پر یہ مصرعہ جاری ہوا  
 مصرعہ - تھمیکہ در ہوا کے تو کشتم خاک خور و - بادشاہ دارالملك شادی آباد  
 کی جانب روانہ ہو گیا سلطان ناصر الدین کثرت سے خواری و گندگی و خیرالی آب و ہوا  
 کی وجہ سے تب مہرقہ میں مبتلا ہو گیا ناصر الدین بخار کی شدت سے ایسا  
 پریشان ہوا کہ باوجود چارے کی فصل کے ٹھنڈے پانی میں بیٹھا اور قلیل مدت  
 تک اسی عالم میں رہا اس بے احتیاطی سے مرض نے شدت اختیار کی  
 اور بادشاہ مختلف امراض کا شکار ہوا حکماء و اطباء کے معالجہ سے کوئی فائدہ  
 نہ ہوسکا -

بادشاہ نے اپنی حالت دگرگوں پائی اور تمام امرا و اراکین سلطنت  
 کے حضور میں اپنے تیسرے فرزند سلطان محمود کو موضع بہشت پور میں اپنا  
 ولی عہد کیا اور لوازم وصیت بجالایا اس واقعہ کے بعد بادشاہ نے  
 اپنے گناہوں سے توبہ کی اور ایک ساعت کے بعد فوت ہوا سلطان  
 ناصر الدین غلجی نے گیارہ سال چار ماہ تین یوم حکومت کی -

سلطان ناصر الدین غلجی نے فوت ہونے کی خبر منتشر ہوئی اور  
 محمود تائی بن سلطان سلطان شہاب الدین نے دہلی جانے کا ارادہ لکھوئی  
 کیا اور واپس ہوا سلطان شہاب الدین دوسری راہ سے  
 قلعہ سند روانہ ہوا اور قتل پہنچے سلطان محمود غلجی کے

نصرت آباد نعلیچ میں پہنچ گیا محافظ خاں خواجہ سہرا اور خواص خان نے  
 قلعہ کے دروازہ کو بند کر دیا اور غیاث الدین کو راہ ندی اسی دوران  
 میں سلطان محمود بھی قریب پہنچ گیا اور سلطان شہاب الدین بلاد اسیر  
 کی جانب فراری ہوا سلطان محمود بلا فراحت کسی کے قلعہ میں داخل ہوا اور  
 اس نے تخت زریں پر جو احمر و یاقوت رمانی سے مرصع و مکمل تھا اور  
 صفہ عرض ممالک میں چھایا گیا تھا جلوس کیا -

سات سو باغی تھیں جن پر چھوٹے مٹل و زر بفت کی پٹری تھیں دربار میں  
 حاضر کئے گئے تمام اکابر و اعیان مملکت دربار میں حاضر ہوئے اور بے شمار

جواہر و مروارید اور روپیہ اور اشرفی اس کے چہرے سے نثار کیا گیا یہ تمام رتھم تمام فقرا و مستحقین کو تقسیم کر دی گئی تمام امرا اور سرداران لشکر نے اتفاق کر کے بے نسبت رائے کو جو خد و سالی کے ازانہ سے سلطان محمود کی خدمت میں تھا اس و ہم پر کہ ایسا نہ ہو یہ شخص تقرب و تسلط حاصل کرے قتل کر ڈالا اور بادشاہ سے عرض کیا کہ رائے مذکور کا ارادہ تھا کہ امرا و سپاہ کو بدظن کر کے انتظام سلطنت کو درہم و برہم کرے بندگان شاہی نے یہی خواہی کو بد نظر رکھ کر اس کو قتل کر ڈالا امرا نے بادشاہ سے یہ بھی عرض کیا نقد الملک بھی جو مقتول کا پیرو ہے نہایت مکار ہے اگر بادشاہ مملکت کو اس کے وجود سے بھی پاک کریں تو مناسب ہے۔

سلطان محمود نے اپنی مجبوریوں کی وجہ سے نقد الملک کو امرائے یاس بھیج دیا اور فرمایا کہ اس کو بجائے قتل کرنے کے شہر سے باہر نکال دیں اور امرائے بادشاہ کے حکم کی تعمیل کریں اور نقد الملک خارج البلد کر دیا گیا سلطان محمود امرائے اس طرز عمل سے آزرده ہوا۔

محافظ خاں خواجہ سرانے جو حاکم شہر اور نفاق پسند واقع ہوا تھا مہمات سلطنت کو اس حالت میں دیکھا اور اس کے دماغ میں بھی استقلال کا دعویٰ پیدا ہو گیا ایک دن محافظ خاں نے نادانستگی کے عالم میں سلطان محمود خلجی سے کہا کہ بادشاہ کے دو برادر حقیقی قلعہ میں مقید اور وقت فرصت کے منتظر ہیں ان کا ارادہ ہے کہ بادشاہ کو درمیان سے اٹھا دیں اگر بادشاہ کو سلطنت کرنا مقصود ہے تو ان کو قتل کر دیں ورنہ خود اس کا خمیازہ بھگتنا پڑے گا سلطان محمود کو محافظ خاں کے یہ کلمات اور اس کا طرز فکر موافق و پسند مزاج نہ ہوا اور بادشاہ نے جواب دیا کہ تمہارے ایسے افراد کی یہ وقت نہیں ہے کہ بادشاہوں کی خوں ریزی کی کوشش کریں اور مجلس شاہی میں بے ادبانہ و گستاخانہ گفتگو کریں محافظ خاں خواجہ سرابید مغرور تھا وہ پھر کلمات بیہودہ زبان پر لایا اور سلطان محمود غضبناک ہو کر شمشیر جو اس کے ہاتھ میں تھی مع غلاف کے محافظ خاں خواجہ سرابید

کے سر پر ماری اس ضرب سے خواجہ سرکا سر ٹوٹ گیا اور خون جاری ہوا  
محافظ خاں اسی حالت میں مجلس سے باہر چلا گیا اور اپنے یہی خواہوں اور  
دوستوں اور ملازمان خاص کو جمع کر کے اسی روز بادشاہ کے قتل کے قصد  
سے دربار میں آیا۔

مقتدر امرانے جو خود بھی اسی قسم کے امور کے خواہاں تھے غفلت سے  
کام لیا اور اپنے گھروں سے باہر نکلے سلطان محمود بھی اپنے مقربین اور  
خاصہ اہل کی ایک جماعت کے ہمراہ جس میں عراقی و خراسانی و حبشی شامل تھے  
خنگ کے لئے آمادہ ہوا محافظ خاں بد ذات دولت خانہ شاہی سے فراہم  
باہر نکل گیا اور یکبارگی بغاوت پر آمادہ ہو گیا سلطان محمود نے بعد محنت  
و مشقت کے ساتھ وہ دن بسر کیا چونکہ اس حرام خور کی جمعیت لحظہ بل لحظہ  
زائد ہوتی جاتی تھی اور ایک شخص بھی بادشاہ کی مدد کے لئے نہ آتا تھا سلطان  
محمود نے توقف کرنا مناسب نہ سمجھا اور اسی شب کو ایک جماعت کے ہمراہ  
قلعہ سے باہر چلا گیا۔

محافظ خاں خواجہ سرکا نے سلطان محمود کے بھائی صاحب خاں کو  
قید سے باہر نکالا اور اس کو اپنا بادشاہ تسلیم کر لیا سلطان محمود غلجی نے  
وسط ملک میں قیام کیا اور لشکر کے فراہم کرانے میں مشغول ہوا اول جو شخص  
امرا میں سے سلطان محمود کی خدمت میں حاضر ہوا اس کی رائے سے تھا جو مع اپنی قوم  
اور اعزائے بادشاہ کی خدمت میں حاضر ہوا اس کے بعد بہت خاں حاکم خند پور  
کا فرزند شہزادہ خاں بادشاہ کی خدمت میں آیا اور اب فوج فوج لشکر آٹھ  
و جانب سے اس کے گرد جمع ہونے لگا سلطان محمود کو تقویت ہوئی اور  
بادشاہ نے اکثر اہل پائے تخت کو بھی اپنے شاہانہ وعدوں کی امید دلا کر  
صاحب خاں سے برگشتہ کر کے اپنے پاس بلا لیا۔

صاحب خاں و محافظ خاں نے خزانہ کو صرف کر کے بمشمار لشکر جمع  
کیا سلطان محمود غلجی بشوکت و قوت تمام دارالملک شادی آباد مند و روانہ  
ہوا اور فریقین میں سرکہ آزمائی ہوئی صاحب خاں نے بھارت تمام سلطان محمود

کی فوج پر ہشمار حملے کے اسی اثنا میں ایک ہاتھی سلطان محمود کی طرف چلا سلطان محمود نے ایک تیر فیلبان کے سینہ پر مارا جو فیلبان اور ہاتھی دونوں کی پشت سے گزر گیا اسی دوران میں میدتی رائے نے راجپوتوں کی جماعت کے ساتھ جو بڑھچھا اور جھوٹے ضرب سے صاحب خاں کی فوج کو پامال کر رہا تھا شدید حملہ کیا صاحب خاں اس حملہ کی تاب نہ لاسکا اور ایک جماعت کے ساتھ قلعہ مندو میں پناہ گزیں ہو کر محصور ہو گیا۔

سلطان محمود نے حوض حسین تک ان کا تعاقب کیا اور اسی مقام پر فروکش ہوا سلطان محمود نے اپنے بھائی کو یہ پیام دیا کہ صلہ رحمی کا لحاظ ضروری ہے جس قدر مال کہ تو چاہتا ہے مجھ سے لے لے اور جو مقابلہ کو پسند ہو میں تجھ کو دینے کے لئے مستعد ہوں میری نصیحت پر عمل کر اور قلعہ داری کے خیال کو ترک کر دے صاحب خاں قلعہ کے استحکام پر مغرور تھا اس نے اس پیام کو قبول نہ کیا سلطان محمود محاصرہ میں مشغول ہوا اور اس قلعہ پر سختیاں کرنے لگا بعضے امرائے جو قلعہ کے اندر تھے صاحب خاں محافظ تھا کی مخالفت کی اور سلطان محمود کو پیام دیا کہ ہم لوگ فلاں مقام سے بادشاہ کو قلعہ کے اندر داخل کر لیں گے محافظ خاں اس خبر کو سنکر بیتاب ہو گیا اور بیش قیمت جواہر اور ہشمار نقد ہمراہ لیکر صاحب خاں کو چھوڑ کر غارت میں گجرات چلا گیا۔

گجرات میں محافظ خاں اور شاہ اسماعیل بادشاہ ایران کے ایلچی کے درمیان فساد پیدا ہوا یہ نزاع فساد محافظ خاں کی ندامت کا باعث ہوئی اور اس کا قیام گجرات میں بھی دشوار ہو گیا اور محافظ خاں بلا اجازت سلطان مظفر کے اسیر چلا گیا محافظ خاں اسیر سے تین سو سواروں کے ہمراہ عماد الملک کے پاس کاویل پہنچا اور اس سے مدد و طلب کی چونکہ سلطان محمود اور عماد الملک میں باہم محبت و موافقت تھی عماد الملک نے چند قریہ اس کی مدد و خرچ کے لئے مقرر کئے اور امداد کا وعدہ کیا۔

کہتے ہیں کہ صاحب خاں کے شادی آباد مندو سے فرار ہونے کے بعد

سلطان محمود قلعہ شادی آباد مندو میں داخل ہوا اور امور سلطنت میں مشغول ہوا اقبال خاں اور مخصوص خاں جو اس واقعہ کے قبل کسی وجہ سے بہاگ کر سیر چلے گئے تھے صاحب خاں کے فساد کی خبر سنی اور پھر سلطان شہاب الدین کے سر پر سایہ فلک کر کے عین موسم گرما میں جس کی شدت کی کوئی انتہا نہ تھی برہانپور سے شادی آباد مندو روانہ ہوئے اور ایک دن اور رات میں تیس کوس مسافت طے کی چونکہ ان کو صاحب خاں اور محافظ خاں کے فرار کی خبر معلوم نہ تھی لہذا اقبال خاں اور صاحب خاں نے کسی جگہ قیام نہ کیا یہ تعجیل تمام راہ طے کرنے سے تہمت آفتاب و تکان سفر کی وجہ سے سلطان شہاب الدین کا مزاج اعتدال سے منحرف ہوا اور اس نے وفات پائی اقبال خاں اور مخصوص خاں نے سلطان شہاب الدین کے فرزند کے سر پر چتر کو سایہ فلک کیا اور سلطان ہونٹنگ کا خطاب دیکر اس کو اپنے ہمراہ لیا اور ولایت مالوہ میں داخل ہوئے اقبال خاں اور مخصوص خاں نے سلطان محمود سے شکست کھائی اور فراری ہو کر بہاڑوں میں پناہ گزیں ہوئے۔

چند روز کے بعد اقبال خاں اور مخصوص خاں سلطان محمود خلجی کی خدمت میں حاضر ہوئے اور خلعت اور جاگیرات قدیم ان کو مرحمت ہوئیں میدنی رائے چونکہ اپنے استقلال کا خواہاں تھا اس لئے بادشاہ سے عرض کیا کہ افضل خاں اور اقبال خاں نے صاحب خاں کے پاس خطوط روانہ کئے ہیں اور اس سے سازش کر رہے ہیں اور چاہتے ہیں کہ فتنہ خواہیدہ کو بار دیگر بیدار کریں سلطان محمود میدنی رائے کو سچا سمجھا اور حکم دیا کہ جس وقت افضل خاں وغیرہ سلام کے لئے آئیں فوراً قتل کر دئے جائیں دوسرے دن افضل خاں وغیرہ بدستور قدیم سلام کے لئے حاضر ہوئے اور ہردو امیروں کو گرفتار کر کے ان کے جسم پارہ پارہ کر دئے گئے۔ سلطان محمود نے میدنی رائے کی تحریک سے بھت خاں حاکم چندری اور دیگر امر کو طلب کیا بھت خاں نے باوجود نمک خواری کے میدنی رائے کے استقلال سے خائف ہو کر موسم برسات کی آمد کا عذر کیا سلطان محمود نے اس وقت چشم پوشی کی اور منصور خاں حاکم بھیل کو

سکندر خاں کی مدافعت کے لئے نامہ د فرمایا سکندر خاں دار السلطنت سے  
 فزاری ہو کر ملک میں بغاوت برپا کر رہا تھا اور گند و بر سے قصبہ شہاب آباد  
 تک قابض ہو گیا تھا۔

چونکہ راجگان کو ندوانہ و نیریشہار لشکر اطراف سے اس کے مقابلہ کے لئے  
 بجھا ہو گئے تھے منصور خاں مقابلہ سے عاجز ہوا اور اس نے اصل حقیقت  
 سے بادشاہ کو مطلع کیا میدانی رائے چونکہ ملازمان قدیم کی تسبیحی کے  
 درپے ہو گیا تھا منصور خاں کو جواب میں لکھا کہ بادشاہ کا اقبال دشمن کی  
 مدافعت کے لئے کافی ہے تم کو قدم آگے بڑھانا چاہئے منصور خاں اپنے  
 مال کار میں حیران ہوا اور مجبور ہو کر جہاز خاں کے اتفاق سے جو ایک  
 مقتدر امیر تھا بہجت خاں کے پاس چلا گیا سلطان محمود اس خبر کو سن کر  
 دھار روانہ ہوا اور میدانی رائے کو مع بیشمار لشکر اور سچاس ہاتھیوں کے  
 سکندر خاں کی مدافعت کے لئے نامہ د فرمایا میدانی رائے کے ہمراہ تقریباً  
 دس ہزار راجپوت تھے اس نے سکندر خاں کو پریشان کیا اور سکندر خاں  
 نے مجبور ہو کر صلح کی اور امان نامہ حاصل کر کے میدانی رائے کے پاس  
 چلا آیا اور اپنی قدیم جاگیر پر مامور ہوا۔

میدانی رائے کا استقلال حد سے گزر گیا اسی زمانہ میں جب کہ  
 سلطان محمود دار الملک سے باہر تھا شادی آباد مندو کے فتنہ انگیز گروہ  
 نے ایک مجہول النسب شخص کو اپنا بادشاہ بنایا اور چتر سلطان غیاث الدین  
 کی قبر سے آثار کو اس کے سر پر سایہ فگن کر دیا داروغہ نے اپنی بہادری  
 سے سرکشوں کی مدافعت کی بہجت خاں نے میدانی رائے کے استقلال  
 اور سلطان محمود کی عاجزی کی خیر سنی اور بچہ خائف ہوا بہجت خاں نے  
 ایک جماعت کو کاویل روانہ کر کے صاحب خاں کو طلب کیا اور ایک ہفتہ  
 سلطان سکندر نو دھی بادشاہ دہلی کی خدمت میں اس مضمون کا ارسال  
 کیا کہ کفار راجپوت نے مسلمانوں پر کامل غلبہ حاصل کر لیا ہے میدانی رائے  
 اس جماعت کا سرگروہ ہے بچہ صاحب اختیار ہو گیا ہے اس شخص نے

بیشمار ملازمان قدیم کو قتل کرا اور جو جماعت کہ اس وقت تک محفوظ ہے وہ فرار ہو کر اطراف و جوانب میں منتشر ہو گئی ہے سلطان محمود میدنی رائے کو صاحب اختیار کر کے اپنی حرکت پر مادم ہے لیکن واپس میں ایسا مبتلا ہے کہ نہ ہم جان نثاروں پر اعتبار کرتا ہے اور نہ ہمارے پاس آتا ہے بلکہ میدنی رائے کے قول پر عمل کر کے بقیہ امرا کو بھی تباہ کرنے کی فکر میں مصروف ہے احکام مذہبی کی تو ہیں ہو رہی ہے اور مساجد و مدارس پیدینوں کے گھر ہو گئے ہیں قریب ہے کہ رائے رایان ولد میدنی رائے سلطان کو درمیان سے اٹھا کر خود اس ملک پر فرمانروائی کرے اگر بادشاہ اپنی فوج اس جانب روانہ فرمائیں جو صاحب خاں کو تخت حکومت پر بٹھلائے تو ہم وعدہ کرتے ہیں کہ چندیری وغیرہ میں آپ کے نام کا خطبہ جاری ہو جائے گا۔

صاحب خاں محافظ خاں کے ہمراہ گجرات سے دکن جا رہا تھا راہ میں محافظ خاں صاحب خاں سے جدا ہو کر دہلی چلا آیا تھا اس امیر کی کوشش سے بارہ ہزار سوار عماد الملک اور سعید خاں لودھی کی ماتحتی میں اس ہم پر نافر ہوئے اور سلطان محمد کا لقب و خطاب بھی صاحب خاں کو مرحمت ہوا اس وقت اسی زمانہ میں سلطان مظفر گجراتی بھی مع لشکر اور بیشمار ہاتھیوں کے دھاریں آتا اور سکندر خاں نے بھی دوبارہ بغاوت برپا کی جس کی وجہ سے ملک میں بد امنی پھیلی اور عجیب ہنگامہ بے تمیزی برپا ہوا میدنی رائے مخالفین کی مدافعت پر مستعد ہوا اور سلطان محمود کو قلعہ سے باہر لایا اور راجپوتوں کی ایک فوج لشکر گجرات کے مقابلہ میں روانہ کی اور حاکم گنڈی اور ملک لودہ کو سکندر خاں کی مدافعت پر تقرر کیا اتفاق سے لشکر گجرات کے ایک دستہ کو جو دار الملک کے نواح میں آیا ہوا تھا شکست ہوئی اور سلطان مظفر اس کو قاتل سمجھا اور اہل مالوہ پر احسان رکھ کر خود اپنے ملک کو واپس ہوا ملک لودہ نے سکندر خاں کے مقابلہ میں صف آرا ہو کر حریف کو شکست دی لیکن لشکر کو تباہ کرنے کے وقت سکندر خاں کے لشکر کا ایک سپاہی جس کے زن و فرزند گرفتار ہو گئے تھے اپنے اہل و عیال کی گرفتاری کی خبر لشکر واپس ہوا اور



ملک لودہ کے پاس آیا اور قدہوسی کے بہانہ سے آگے بڑھا سپاہی نے خیر  
آباد اس کے پہلو پر مارا اور ملک لودہ کو ہلاک کر ڈالا سکندر خاں نے  
ان واقعات کو لشکرِ مہجرت کی اور شاہی لشکر کو براگندہ کر دیا اور چھ عظیم کچھ  
و نامی ہاتھیوں کو بہ طور مال غنیمت لیکر سوا سن چلا گیا۔

سلطان محمود خلجی نے میدانی رائے کے استصواب سے اس مہم کو دوسرے  
وقت پر ملتوی کیا اور خود بہت خاں کی مدافعت کے لئے چندیری روانہ ہوا  
سلطان محمود خلجی نے اثنائے راہ میں سنا کہ صاحب خاں نزدیک آ پہنچا اور  
منصور خاں نے اس کا استقبال کر کے چتراس کے سر پر سایہ فگن کیا اور نیزہ کے  
لشکر دہلی عماد الملک لودھی اور سعید خاں اور محافظ خاں خواجہ سرکی ہمراہی  
میں صاحب خاں کی امداد کے لئے قریب آچکا ہے سلطان محمود اس خبر کو  
لشکر پریشان خاطر ہوا کہ دفعۃً صدر خاں اور مخصوص خاں اس کے لشکر سے  
جدا ہو کر صاحب خاں سے مل گئے صاحب خاں نے محمود کو اشرک کر کے سازگور روانہ کیا محمود سلطان  
شکر سے مغلوب ہوا اور بدترین طریقہ پر فراری ہوا۔

اسی درمیان میں عماد الملک لودھی اور سعید خاں نے محافظ خاں  
خواجہ سرکے مشورہ سے بہت خاں کو یہ پیام دیا کہ تم ملک میں سلطان سکندر  
کے نام کا سکھ خطبہ جاری کرو بہت خاں نے مقصد کے موافق جواب نہ دیا  
اور عماد الملک وغیرہ نے اس امر کو بہانہ بنا کر کوچ کر دیا اور چودہ کوس  
سجھے لشکر مقیم ہوئے اس واقعہ کے بعد سلطان سکندر کا فرمان آیا اور  
عماد الملک وغیرہ دہلی روانہ ہو گئے۔

ایک روایت یہ ہے کہ چندیری میں خطبہ سلطان سکندر کے نام کا  
پڑھا گیا چونکہ تقریباً چالیس ہزار راجپوت سلطان محمود کے لشکر میں بکجا ہوئے  
تھے سلطان سکندر اس امر سے اندیشہ ناک ہوا اور فرمان طلب اپنے امراء کے  
نام روانہ کیا بہر تقدیر سلطان محمود خلجی پر خدا کی عنایت نازل ہوئی اور  
بادشاہ خدا کا لشکر بجالایا اور شکار میں مشغول ہوا چند روز بادشاہ شکار کے  
مشغولہ میں گزرے تھے کہ اسی درمیان میں خبر آئی کہ محافظ خاں خواجہ سر

صاحب خاں اور بہجت خاں کے قول کے مطابق بشمار لشکر لیکر دہلی سے شادی آباد مندو آ رہا ہے سلطان محمود نے حبیب خاں اور فخر الملک کو مع امرا کی ایک کثیر جماعت کے جو سب راجپوت تھے محافظ خاں کی مدافعت کے لئے متعین فرمایا ظفر آباد کے نواح میں ہر دو لشکر میں جنگ آزمائی ہوئی اور محمودی لشکر غالب آیا محافظ خاں اپنی کفرانِ نعمت کی شامت کی وجہ سے مارا گیا اور بہجت خاں اور مخصوص خاں لشکر دہلی کی واپسی اور محافظ خاں کے مارے جانے کے بعد اپنے افعال پر پشیمان ہوئے اور صاحب خاں سے صلح کے طالب ہوئے۔

صاحب خاں نے صلح کو قبول کر لیا اور شیخ اولیا نام ایک فاضل کے توسط سے صلح کی بابت بادشاہ سے عرض کیا سلطان محمود نے اس امر کو خدا کا لطف و کرم خیال کیا اور قلعہ رائیں اور قصبہ بھیلہ اور ہاموتی اور وقتی تعمیل کے لحاظ سے دس لاکھ تنگہ مصارف کے لئے اور بارہ ہاتھی مرمت فرمائے اور فرمان امان بہجت خاں وغیرہ کے نام روانہ کیا بہجت خاں نے بارہ ہاتھی اور دو لاکھ تنگہ خود لے لئے اور باقی سامان صاحب خاں کے حوالہ کر دیا فتنہ انگیز افراد نے صاحب خاں تک یہ خبر پہنچائی کہ بہجت خاں کا انشاء ہے کہ تجھ کو مقید کر لے صاحب خاں خوف زدہ ہو کر سکندر لودھی کی خدمت میں جو ہنوز سرحد میں تھا چلا گیا بہجت خاں اور دیگر امرا نے امان نامے حاصل کئے اور بادشاہ کی خدمت میں حاضر ہوئے بادشاہ نے ان کو خلعت اور جاگیریں مرحمت فرمائیں اور سلطان محمود نے کامیاب و بامراد اپنے دار الملک کی جانب مراجعت کی۔

بادشاہ مید فی رائے کے استصواب سے امرا و سرداران لشکر کو قتل کرنے لگا روزانہ ایک شخص بے گناہ کسی نا کردہ جرم میں مایوس ہو کر تہ تیغ ہونے لگا رفتہ رفتہ یہاں تک نوبت پہنچی کہ سلطان محمود خلجی کا مزاج جمیع امرا بلکہ تمام مسلمانوں سے برکشتہ ہو گیا اور عمال قدیم جو عرصہ دراز سے سرکار غیانی و ناصر شاہی میں اپنی خدمات دیوانی بجالا رہے تھے خدمات

معزول کئے گئے اور میدنی رائے کے اعوان و انصار ان کی جگہ پر مقرر ہوئے  
بادشاہ کے اس عمل سے اکثر امرا و سردار و ملازمین شکستہ خاطر ہو گئے  
اور اپنے زن و فرزند کو ہمراہ لیکر ترک وطن کر کے دوسرے مقامات پر  
چلے گئے قلعہ شادی آباد مندو جو اس ملک میں دارالعلم اور علما و فضلا و  
مشائخین کا مسکن تھا غیر مسلم افراد کا وطن بن گیا۔ ہندوؤں کے اقتدار کا  
یہ عالم ہوا کہ درباری و فیلبانی بھی راجپوتوں کے حوالہ کر دی گئی اور راجپوت  
ملازمین مسلمان دو شیرہ لڑکیوں کی عصمت دری کرنے لگے۔

علی خاں جو قدیم امیر اور حاکم شہر تھا کفار کے غلبہ سے رنجیدہ ہوا اور  
اُس نے مخالفت شروع کر دی ایک روز بادشاہ شکار کی غرض سے باہر گیا  
ہوا تھا علی خاں قلعہ مندو پر قابض ہو گیا اور اہالی مندو بھی جو راجپوتوں کے  
غلبہ سے آزر دہ خاطر تھے علی خاں کے ہم نوا ہوئے سلطان محمود غزنوی نے  
اس خبر کو سنا اور بہ تعجیل واپس ہو کر قلعہ کا محاصرہ کر لیا بادشاہ نے محصور  
کو تنگ و عاجز کرنا شروع کر دیا علی خاں مع اپنے معاونین کے قلعہ سے  
بچے اترے اور فراری ہو گیا سلطان محمود قلعہ میں داخل ہوا اور راجپوتوں  
کی ایک جماعت کو علی خاں کے تعاقب میں روانہ کیا علی خاں ہندوؤں  
کے ہاتھ میں گرفتار ہو کر قتل کیا گیا۔

ان واقعات کے بعد میدنی رائے اور زیادہ مطلق العنان ہو گیا  
اور میدنی رائے نے تمام امرا و منصبداران مالوہ کو اپنا ہی خواہ بنا لیا اور شاہی  
ملازمان خاصہ میں سے بچھ دو سواروں کے اور کوئی مسلمان باقی نہ رہ گیا  
سلطان محمود راجپوتوں کے تسلط سے متفکر ہو گیا چونکہ اہل ہند کی رسم ہے  
کہ جب اپنے ملازمین یا ہمان کو رخصت کرتے ہیں تو اس کو اس وقت  
پان دیتے ہیں بادشاہ نے ایک طرف بیڑہ اور پان سے بھر کر آرایش خاں  
کے ہاتھ میں دیا اور میدنی رائے کے پاس بھیجا اور یہ پیام دیا کہ  
آئندہ سے تمہیں رخصت دیجاتی ہے تم میری ولایت کے باہر چلے جاؤ  
راجپوتوں نے جواب دیا کہ ہم چالیس ہزار سواروں نے اب تک ہی خواہی

اور جان نثاری میں کمی نہیں کی اور ہمیشہ عمدہ خدمات بجالائے۔ ہم کو خبر نہیں کہ کس جرم کی بنا پر بادشاہ ہم پر عتاب فرما رہا ہے اس واقعہ کے بعد راجپوتوں نے سلطان محمود کے قتل کا ارادہ کیا لیکن رائے ریاں میدنی رائے نے اپنے بھی خواہوں سے کہا کہ ہمارا غلبہ اس قدر بڑھ گیا ہے کہ اب مالوہ کی حکومت فی الحقیقت ہماری ہے یا درگھو کہ اگر بادشاہ کا قدم در میان میں نہ ہو گا تو سلطان مظفر گجراتی فوراً ولایت مالوہ پر قبضہ کر لیگا لہذا اپنی اور اپنے تسلط کی ثقافت کے جس صورت سے ممکن ہو سکے اپنے ولی نعمت کے رضا جوئی کی کوشش کرنا چاہیے۔

میدنی رائے بادشاہ کی خدمت میں حاضر ہوا اور اپنے تقصیرات کی معافی مانگی اور گناہوں سے توبہ کی سلطان محمود خلجی چونکہ مجبور ہو چکا تھا اس لئے ان شرائط پر رائے ریاں کے قصور معاف کئے کہ اولی تمام کارخانوں کا انتظام قدیم مسلمان ملازمین کے سپرد کر دے دوسرے یہ کہ اہمات ملکی میں قطعاً مداخلت نہ کرے تیسرے یہ کہ غیر مسلم افراد مسلمان عورتوں کو اپنے گھروں سے باہر نکال دیں اور مظالم سے باز آئیں میدنی رائے نے ان تمام شرائط کو قبول کر لیا اور سلطان محمود کی بیحد مسرت و سماجت کی لیکن سالباہن پوربہ جو ایک مقتدر راجپوت امیر تھا اطاعت سے منہ جھکا ہوا اور کسی صورت سے اپنے اعمال بد سے باز نہ آیا سلطان محمود نے اپنی کمال شجاعت سے باوجود اس کے کہ دو سو سواروں سے زیادہ مسلمان اس کے پاس موجود نہ تھے اپنے بعض مخصوص افراد سے یہ قرار داد کی کہ جس وقت بادشاہ شکار سے واپس آئے اور میدنی رائے اور سالباہن رخصت ہو کر اپنے مکانوں کی راہ لیں تو واپسی کے وقت ان ہر دو ہندو امیروں کو راہ میں پارہ پارہ کر ڈالیں بادشاہ نے دوسرے دن جماعت موعود کو جا بجا مقرر کیا اور زور و شکار کے لئے گیا اور واپس ہو کر خود خلوت خانہ میں داخل ہوا اور میدنی رائے اور سالباہن کو رخصت کر دیا اس وقت شاہی ملازم کھین گاہ سے باہر نکلے اور ہر دو شخص کو تھپی کر ڈالا سالباہن اسی جگہ خاک و خون کا ڈھیر ہو گیا میدنی رائے کے کاریز پر غم نہ لگا تھا اس کے ملازمین نے ہجوم کر کے اس کو بچا لیا اور مکان لے گئے

راجپوتوں کا گروہ میدنی رائے کے مکان میں جمع ہوا اور بلا اجازت میدنی رائے کے جنگ کے لئے دربار کی طرف چلا سلطان محمود غلجی اگرچہ لایق قتل تھا لیکن جرات و بہادری میں اپنا نظیر نہ رکھتا تھا بادشاہ سولہ سوار اور چند مسلمان پیادوں کے ہمراہ شہادت کی نیت سے دولت خانہ سے یاہر آیا اور کئی ہزار کافروں کے ساتھ جنگ آزمائی میں مشغول ہوا ایک راجپوت جو دیرری و جانبازی میں مشہور تھا سب سے پہلے میدان میں آیا اور بادشاہ پر وار کیا بادشاہ نے اس کی ضرب روکی اور ایسی تلوار اس پر لگائی کہ دو ٹکڑے ہو گیا دوسرا راجپوت میدان میں آیا اور بادشاہ سے مقابلہ کیا اور پرچھا بادشاہ پر لگایا بادشاہ نے بچھا جس کوڑ وپیں بھی کہتے ہیں تلوار پر روک کے راجپوت کو کمر سے دو ٹکڑے کر ڈالا۔

راجپوت اس واقعہ کو دیکھ کر بلا انتظار اس امر کے کہ جنگ مغلوب ہو فراری ہو کر میدنی رائے کے مکان میں جو ایک وسیع احاطہ تھا پناہ گزین ہو گئے راجپوتوں نے دوبارہ لشکر فراہم کیا اور میدنی رائے سے جنگ کی اجازت طلب کی میدنی رائے نے کہا کہ سلطان محمود نے اگر میرے قتل کا ارادہ کیا تو وہ میرا مالک اور میرا ولی نعمت ہے جو کچھ بادشاہ نے کیا وہ عین حق ہے تم لوگ میری حمایت ترک کر دو اور اپنے مکانوں کو واپس چلے جاؤ میدنی رائے نے جانتا تھا کہ اگر سلطان محمود مارا گیا تو سلاطین اطراف بالخصوص سلاطین گجرات و خاندیس و برار اس کے انتقام کے لئے اٹھ کھڑے ہوں گے اس نے اس سے ایک طرف تو راجپوتوں کو اس طرح مجبور کیا اور دوسری طرف سلطان محمود غلجی کے پاس یہ پیام بھیجا کہ چونکہ میں نے اب تک مالک کی کمک حوامی نہ کی تھی ان زخموں سے محفوظ و سلامت رہا اگر فی الواقع میرے قتل سے انتظامات سلطنت درست ہو جائیں تو مجھے اپنی جان نثار کرنے میں تامل نہیں ہے۔

سلطان محمود غلجی چونکہ واقف تھا کہ میدنی رائے ان زخموں کی وجہ سے مرتد ہو گیا لہذا صلح و ملائمت کے پیرایہ میں فرمایا کہ اب مجھے کامل

تحقیق اس امر کی ہو گئی کہ میدنی رائے میرا خیر خواہ ہے اور اس نے اپنی کمال خیر خواہی کی وجہ سے راجپوتوں کو بے اعتدالی و فساد سے باز رکھا۔ راجا بہن جو غصہ و سختی کا باعث تھا خدا کا شکر ہے کہ جان سے مارا گیا انشا اللہ آئندہ سے امور سلطنت بہ خوبی انجام پائیں گے اور کوئی ناگوار امر پیش نہ آئے گا۔

میدنی رائے نے بظاہر اخلاص و اطاعت سے کام لیا اور گزشتہ واقعات کا ایک حرف زبان پر نہیں لایا میدنی رائے اپنے حالات سے واقف ہو چکا تھا لہذا جوقت بادشاہ کی خدمت میں حاضر ہوتا یا پنحو آوی مسلح اس کے ہمراہ ہوتے تھے میدنی رائے کی اس حرکت سے سلطان محمود خلجی تنگ آ گیا بادشاہ نے ایک روز راجپوتوں کو شکار کے بہانہ سے خستہ و ماندہ کیا اور اسی شب اپنی محبوبہ رانی گنیا اور ایک سوار اور چند پیادوں کو ہمراہ لیکر قلعہ سے باہر نکلا اور مسرعدہ گجرات تک چلا گیا حکام گجرات نے اس کے ساتھ عہدہ برتاؤ کے اور سرپردہ اور گھوڑوں پر دیگر ضروریات زندگی اس کے لئے حاضر کر دیا اور سلطان مظفر گجراتی کی خدمت میں عرضداشت روانہ کر کے سلطان محمود خلجی کی آمد سے اس کو مطلع کیا۔

سلطان مظفر نے قیصر خاں تاج خاں توام الملک اور دیگر مقتدر امیروں کو استقبال کے لئے روانہ کیا اور عربی گھوڑے اور چند ہاتھی اور اسباب تو شکخانہ و سرپردہ سرخ اور دیگر ساز و سامان جو سلاطین کے لئے لازمی ہیں روانہ کئے سلطان مظفر خود بھی چند منزل استقبال کے لئے آیا محمود شاہ سے ملاقات کی ملاقات کے بعد ایک ہی مجلس میں ایک ہی تخت پر ہر دو بادشاہ نے جلوس فرمایا سلطان مظفر نے بندہ گانہ طوطا کی پرورش فرمائی اور اپنے آئین جو انگریزی اور مروت کے لحاظ سے ہرسانی و ملت سے پیش آیا اور اپنی تمام ہمت کو راجپوتوں کی مدافعت اور سلطان محمود خلجی کی امداد پر صرف کر کے جلد سے جلد سامان لشکر کشی فراہم کرنے لگا ۹۲۳ھ ہجری میں سلطان مظفر سلطان محمود کے ہمراہ مالوہ روانہ ہوا میدنی

نے سلطان محمود غلجی کے کوچ کرنے کی خبر شکر قلعہ شادی آباد مند و کو اپنے  
فرزند نختیورائے کے سپرد کر کے بارہ ہزار سوار اور بیسار پیادے اس کے پاس  
چھوڑ کے اور خود دہار کے قلعہ میں پناہ گزیں ہو کر حصار کے استحکام میں  
گوشاں ہوا۔

سلطان مظفر قریب پہنچا میدانی رائے نے لشکر گجرات سے مقابلہ  
وجنگ کی طاقت اپنے میں ندیکھی اور پانچ یا چھ ہزار سوار اور توپچی اور  
کماندار پیادے اور قریب دس ہزار کے ایک دوسری فوج نختیورائے کی  
مدد کے لئے روانہ کی اور خود طالب امداد ہو کر رانا سنگا کے پاس جیو ر گیا  
سلطان مظفر قلعہ دہار کے سامنے فروکش ہوا اور قلیل مدت میں اس فوج  
کر لیا اور اس فتح کے بعد بے انتہا عظمت و شوکت کے ساتھ شہر مندویں  
داخل ہو کر قلعہ کا محاصرہ کیا سلطان مظفر گجراتی نے عادل خاں حاکم اسیر کو  
مع بیسار امرائے گجرات کے زانا سنگا اور میدانی رائے سے مقابلہ کرنے کے  
لئے روانہ کیا اوائل ۹۲۳ء میں جیسا کہ سلاطین گجرات کے حالات میں مرقوم  
ہے قلعہ مفتوح ہو گیا اور علاوہ اُن راجپوتوں کے جو جوہر کر کے راہی عدم  
ہوئے صرف نوے ہزار راجپوت فتح کے دن قتل کیے گئے سلطان محمود غلجی  
عقب میں رہ گیا تھا بادشاہ غزنویہ قلعہ پر پہنچا اور سلطان مظفر گجراتی کو  
سبک دیا دوی اور اضطراب کی حالت میں دریافت کیا کہ میرے بارے  
میں حد و ند جہاں کیا فرماتے ہیں سلطان مظفر نے اپنی جوانمردی کے جواب  
دیا کہ سلطنت مالوہ مبارک ہو سلطان مظفر نے یہ کہا اور ایک ساعت کے  
بعد قلعہ سلطان محمود غلجی کے سپرد کر کے خود اپنے لشکر گاہ کو واپس آیا اور  
دوسرے روز سلطان محمود غلجی کے پاس یہ پیام کہلا بھیجا کہ آپ چند روز  
بعض امور سلطنت کے سامان و انتظام کی غرض اسے شہر میں قیام فرمائیے  
سلطان مظفر رانا سنگا اور میدانی رائے کی تادیب کے ارادہ سے  
کوچ کر کے اجین روانہ ہوا سلطان مظفر قلعہ دہار میں آیا اور جاسوسوں نے  
خبر دی کہ عادل خاں اور اس کے گجرات دیبا پور سے آگے نہ بڑھے کہ شہر

فتح کی خبر سنی اور چندیری کی جانب فراری ہو گئے سلطان محمود غلجی نے اپنا سامان و انتظام درست کیا اور سلطان مظفر کے پاس دھار میں حاضر ہوا اور عرض کیا کہ ایک روز کے لئے آپ تکلیف فرما کے مند و میں تشریف لائیں تو میرے لئے کمال سرفرازی کا باعث ہو گا سلطان مظفر نے لشکر کو دھار میں چھوڑ دیا اور نحو قلعہ شادی آیا دمنہ و واپس آیا سلطان محمود نے مکر خد مت بانڈی اور سر و قد اتنا وہ ہو کر تمام لوازم ضیافت بجا لایا سلطان محمود نے جشن و ضیافت سے فارغ ہونے کے بعد سلطان مظفر کو باغات اور عمدہ مقامات کی سیر کرائی اور رخصت کے روز بہترین پیشکش نذر دیکر حق تو اضع اور مہانداری ادا کیا سلطان محمود چند منزل برسہ مشایعت سلطان مظفر کے ہمراہ گیا سلطان مظفر نے آصف خاں بگڑائی کو چند ہزار سواروں کے ساتھ سلطان محمود کی مدد کے لئے متعین کیا اور محمود شاہ کو رخصت کر کے مند و جانے کی اجازت دی سلطان محمود دمنہ و واپس آیا اور امور جہان بینی میں مشغول ہوا۔

چونکہ چندیری اور کا کر و ن میدنی رائے کے اور قلعہ رائیسن اور بھیلسمہ اور سارنگپور سلطنتی پوربہ کے قبضہ میں تھے سلطان محمود غلجی انکی مدافعت کی فکر میں مشغول ہوا سلطان محمود نے پہلے قلعہ کا کر و ن پر لشکر کشی کی میدنی رائے اس مرتبہ بھی رانا سنگا سے امداد کا متنبی ہوا اور اس کو بشمار لشکر کے ساتھ اپنی مدد کے لئے آیا اتفاق سے جس روز جنگ ہونے والی تھی سلطان محمود و بشمار منزلوں کو طے کرتا ہوا سات کوئس کے فاصلہ پر رانا سنگا کے مقابلہ میں فرود کش ہوا یہ خبر رانا سنگا کو معلوم ہوئی اور راجہ نے اپنے امر کو طلب کر کے ان سے کہا کہ بہترین مصلحت یہ ہے کہ ہم اسی وقت خستہ و ماند و دشمن پر حملہ آور ہو کر اپنا مقصد حاصل کریں اس قرار داد کے مطابق راجہ سلج ہو کر جنگ کے لئے مستعد ہوا اور تعین اس طرف چلا راجہ مسلمانوں کے لشکر گاہ کے قریب پہنچا اور لشکر کو ترتیب دیکر نمودار ہوا سلطان محمود غلجی چونکہ بے خبر تھا سوار ہو کر لشکر گاہ کے باہر آیا اور سپاہ اس حالی سے مطلع ہو کر بادشاہ کی خدمت میں حاضر ہوئے آصف خاں بگڑائی اور دیگر امرائے ہر چند سلطان محمود سے



عرض کیا کہ آج کے روز جنگ آزمائی کرنا نقصان دہ ہے سلطان محمود خلجی نے جو بالکل عقل سے خالی تھا ان کے معروضہ کو قبول نہ کیا اور بے ترتیب افواج کے ہمراہ جنگ میں مشغول ہو گیا جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ طرفۃ النہین میں تیس سو اربع ہینار لشکر کے قتل ہو گئے نصف خاں بھجراتی بھی جس کو سلطان مظفر نے سلطان محمود کی کمک کے لئے مالوہ میں چھوڑ دیا تھا مع پانچ سو گھڑاتی سواروں خاک و خون کا ڈھیر ہو گیا غرض کہ مالوہ کے لشکر میں بجز سلطان محمود بھی اور دس سواروں کے ایک فرد بھی میدان میں باقی نہ رہ گیا۔

سلطان محمود نے باوجود اس امر کے علم کے کہ دس سواروں کے ساتھ اپنے مقصد کو حاصل نہ کر سکے گا انتہائے دلیری سے کام لیا اور بے فائدہ کفار کے لشکر پر جرتقریباً پچاس ہزار سوار تھے حملہ آور ہوا اس امر سے بادشاہ کا ارادہ ہنس حصول شہادت تھا سوار پہلے ہی حملہ میں مارے گئے اور سلطان محمود خلجی نے اپنے گھوڑے کو بڑھایا اور دشمن کی فوج میں ڈوب گیا اور اس قدر لاتعداد دشمنوں کو قتل کیا کہ تمام راجپوت انگشت بدنداں حیران رہ گئے سلطان محمود خلجی کے جوشن پر سوز و غم نہ تھے بادشاہ دوجوشن پہنچے تھے پچاس زخم و سہرے جوشن سے بھی گذر کر اسکے بدن پر پہنچے لیکن بادشاہ نے اس حال میں بھی دشمن سے منہ نہ موڑا اور جب تک طاقت جسم میں باقی رہی میدان جنگ کے باہر نہ گیا یہاں تک کہ راجپوتوں نے اس پر ہجوم کیا اور بادشاہ گھوڑے کی پشت سے زمین پر گرا راجپوتوں نے محمود خلجی کو ہچانٹا اور بادشاہ کو زندہ رانا سنگا کے پاس لے گئے ذی عزت راجپوتوں نے بادشاہ کی بے حد تعریف کی اور پروانہ وار اس کے سر کے گرد پھرنے اور بادشاہ کی بہادری کی تعریفیں کرنے لگے۔

راجہ نے بادشاہ کو مناسب مقام پر بٹھلایا اور خود دست بستہ اس کے سامنے کھڑا ہوا راجہ نے بادشاہ کی تعظیم و تکریم و خدمتگزاری میں کوئی کمی نہیں کی اور بادشاہ کے زخموں کا علاج کر دیا چونکہ لڑائی کے دن تمام اسباب و سامان سلطنت پر راجہ کا قبضہ ہو گیا تھا راجہ نے سلطان ہوشنگ کے

تلج مرصع کو ان اسباب میں نہ لکھ کر اس کی طلب کا سوال کیا سلطان محمود غلجی نے اس کو بھی طلب کر کے راجہ کے حوالہ کر دیا ان واقعات کے بعد بادشاہ کے زخم اچھے ہو گئے رانا سنگا نے اپنی جو انہر دی کے لچاک سے چھ ہزار راجپوت بادشاہ کے ہمراہ کر کے اس کو نہایت اعزاز و احترام کے ساتھ شادی آباد مندر و روانہ کیا۔

سلطان محمود غلجی نے تیسری مرتبہ تخت سلطنت پر جلوس کیا بادشاہ امور و انتظامات پر ہم شدہ کی درستی میں مشغول ہوا چونکہ مالوہ کے اکثر شہر امرا اور باغیوں کے قبضہ میں تھے رعایا جیسی کہ چاہئے بادشاہ کی اطاعت نہ کرتی تھی جس کی وجہ سے حکومت میں خلل پیدا ہو گیا تھا امرا کی بغاوت و سرکشی کا یہ عالم تھا کہ سکندر خاں سیوا سی شہار گنوں پر قابض ہو کے مستقل فرمانروا بن گیا تھا اور سدنی رائے چندیری اور کاکرون اور دیگر جاگیرات پر جنگ اور غلبہ سے قبضہ کر کے بادشاہ کی اطاعت نہیں کرتا تھا اسی طرح بعض دیگر افراد نے بھی اطراف مملکت و سرحد میں اپنے قدم حد سے آگے بڑھا دئے تھے جس سے سلطان محمود غلجی کی سلطنت میں ضعف و خلفشار پیدا کیا ناظرین واقف ہیں کہ سلطان محمود غلجی نے سلطان محمود دہلی اناراضہ برہانہ کی روش کے خلاف امور سلطنت کو شمشیر زنی پر منحصر رکھا اور تند بیر عقل سے کام نہ لیا جس کے نتائج زوال حکومت کا باعث ہوئے۔

محمود ۹۲۶ھ میں سلطان محمود سلہدی پوربہ کی مدافعت کی غرض سے روانہ ہوا سلہدی پوربہ نے بشیار راجپوت یکجا کر لئے اور میدانِ راز سے بھی مدد لی اور سارنگپور میں لشکر کو ترتیب دیکر بادشاہ کے مقابلہ میں صف آرا ہوا پہلے سلہدی پوربہ نے لشکر اسلام کو شکست دی اور اس کے سپاہی تاخت و تاراج میں مشغول ہوئے سلطان محمود غلجی قلیل فوج کے ساتھ قطیف آسا اپنی جگہ پر ثابت قدم تھا بادشاہ نے فرصت و موقع پا کر سلہدی پوربہ پر حملہ کر دیا اور اس کو بہت بری طرح پر شکست دی اور تعاقب کی حالت میں چوبیس ہجری مقید کر لئے اور سارنگپور کو سلہدی کے قبضہ سے نکال لیا سلہدی راجپوت

اپنی قدیم جاگیر پر قانع ہوا اور بادشاہ کی اطاعت قبول کی سلطان محمود  
 خلجی اس امر کو غیبت سمجھا اور دارالملک شادی آباد مندو واپس آیا۔  
 ۹۳۲ء میں جب گجرات کی حکومت سلطان بہادر شاہ سے منتقل  
 ہو گئی شاہزادہ چاند خاں بن سلطان مظفر گجراتی فراری ہو کر شادی آباد مندو  
 میں آیا سلطان محمود خلجی سلطان مظفر گجراتی کا مرہون مست تھا بادشاہ شہزادہ  
 چاند خاں کی سجد تعظیم و تکریم بجالایا اور مروت و بہدردی میں کوئی دقیقہ  
 باقی نہ رکھا اسی دوران میں ایک معتبر گجراتی امیر رضی الملک نام سلطان بہادر  
 کے خوف سے فراری ہو کر فردوس مکانی ظہیر الدین محمد بابر بادشاہ کے دربار  
 میں پناہ گزین ہوا رضی الملک نے اپنی تمام کوششیں اس امر پر صرف کیں کہ  
 سلطان بہادر کو حکومت سے معزول کر کے چاند خاں کو اس کا قائم مقام بنائے  
 رضی الملک اپنے ارادہ کو مکمل کرنے کی غرض سے اگر ہ سے شادی آباد مندو  
 آیا اور چاند خاں سے مشورہ کر کے پھر اگرہ واپس آیا یہ خیر سلطان بہادر گجراتی  
 کو معلوم ہوئی سلطان بہادر نے ایک خط سلطان محمود خلجی کے نام اس مضمون  
 کا لکھا کہ آپ کی محبت و اخلاص سے مجھے تعجب ہے کہ آپ نے حرام خوارو کو  
 آزادی دے رکھی ہے کہ چاند خاں نے پاس اگر فرشتہ انگیزی کرتے اور  
 اگرہ کو واپس جاتے جائیں اتفاق سے رضی الملک نے فردوس مکانی کے  
 ارکان دولت سے پھر کچھ گفتگو کی اور دوبارہ شادی آباد مندو اگرہ کو  
 واپس کیا اس مرتبہ بھی سلطان بہادر نے کچھ نہ کہا اور سلطان محمود خلجی  
 کی تادیب کی فکر میں مشغول ہوا چونکہ دولت خلیج کے زوال کا وقت قریب  
 آچکا تھا سلطان محمود خلجی نے اس کے علاج و تدارک کی کوئی فکر نہ کی۔  
 اسی دوران میں سلطان محمود خلجی کو معلوم ہوا کہ رانا سنگا فوت ہوا اور رشی تونی  
 راجہ کا فرزند اسس کا قائم مقام ہوا بادشاہ نے شہزادہ خاں کو روانہ کیا شہزادہ  
 بعض قصبات جیپور پر حملہ آور ہوا اور اس نے قصبات کو غارت و تباہ کیا  
 چونکہ رشی سلطان بہادر کی بخش اور بے اتفاقی کو بھی مصلح سمجھ کر چکا تھا  
 لشکر کو یکجا کر کے انوہ کی طرف روانہ ہوا جس وقت یہ خیر سلطان محمود کو

معلوم ہوئی بادشاہ بھی استقبال کے لئے چلا اور سارنگپور پہنچ گیا سکندر خاں فوت ہو چکا تھا بادشاہ نے اس کے پسر خواندہ معین خاں کو جو دراصل ایک راجن فروش کا بیٹا تھا سیوا سے اپنی مدد کے لئے بلایا اور مسند عالی کا خطاب دیکر سرپرستہ سرخ بھی جو سلاطین کے لئے مخصوص یہ عطا فرمایا بادشاہ نے سلہدی پور بیہ کو بھی رائیس سے طلب کیا اور دیگر پرگنات کا بھی اس کی جاگیر میں اضافہ فرمایا سلہدی پور بیہ سلطان محمود خلجی سے متوہم ہوا اور معین خاں کے ہمراہ رتنی رانا کے پاس گیا اور بھوپت ولد سلہدی پور بیہ کے ہمراہ سلہدی سلطان بہادر کی خدمت میں حاضر ہو کر ولی نعمت کی سر مجلس شکایت کی۔ سلطان محمود خلجی مضطرب ہوا اور دریا خاں کو بھی کو سلطان بہادر کی خدمت میں بھیج کر یہ پیام دیا کہ آپ کے خاندانی حقوق میرے اوپر بشمار ہیں اور مسافت اب گھر پاتی کہے میرا نشانہ یہ ہے کہ میں آپ کی خدمت میں حاضر ہو کر سلطنت کی مبارکباد ادا کروں سلطان بہادر نے جیسا کہ اس کے حالات میں لکھا جا چکا ہے مروت و انسانیت سے جواب دیا اور متواتر کو بیچ کر کے آپ کرخی کے کنارے فروش ہوا اسی منزل میں رتنی اور سلہدی پور بیہ نے سلطان بہادر کی خدمت میں آکر سلطان محمود کی شکایت کی رتنی اسی مقام سے رخصت ہو کر اپنے مکان واپس چلا گیا اور سلہدی پور بیہ سلطان بہادر کے لشکر گاہ میں سلطان محمود خلجی کی آمد کے انتظار میں مقیم ہو رہا اتفاق سے سلطان محمود خلجی نے خود اپنے پاؤں پر تیشہ زنی کی اور ملاقات کے ارادہ سے پشیمان ہوا اور سکندر خاں کے ملازمین کی مدافعت کے بہانہ سے سیوا اس روانہ ہو گیا اثناء راہ میں ایک دن سلطان محمود شکار کھیلنے میں مشغول ہو گیا شکار کی حالت میں بادشاہ گھوڑے سے گر پڑا اور اس کا دایہ ہاتھ ٹوٹ گیا سلطان محمود خلجی اس کو فال بد سمجھا اور اپنا ارادہ ملتوی کر کے دار الملک شادی آیا اور اسباب قلعہ داری مہیا کرنے پر مستعد ہوا۔

سلطان بہادر گجراتی سلطان محمود خلجی کی ملاقات سے قطع نظر کر کے شادی آباد سندھ روانہ ہوا ہر منزل میں سلطان محمود خلجی کے ملازمین گروہ کے گرد

اگر سلطان بہادر سے بجاتے تھے شہزادہ خاں حاکم وہاں بھی سلطان بہادر سے مل گیا سلطان بہادر مطلق آیا و نصیبہ میں آیا اور قلعہ کا محاصرہ کر کے مورچہ تقسیم کئے سلطان محمود خلجی تین ہزار فوج کے ساتھ قلعہ میں حصار بند ہوا اور ہر شب ایک مرتبہ تمام مورچوں پر جاتا تھا اور سلطان غیاث الدین کے مدرسہ میں استراحت کرتا تھا بادشاہ کو اہالیان قلعہ کے نفاق کا علم ہوا اور سلطان محمود خلجی مدرسہ سے اپنے حملات کو چلا گیا اور عیش و عشرت میں مشغول ہوا بعض نیک اندیش افراد نے بادشاہ سے عرض کیا کہ یہ وقت عیش و عشرت کا نہیں ہے سلطان محمود خلجی نے جواب دیا کہ اب وقت واپس ہے چاہتا ہوں کہ بقیہ عمر عیش و عشرت میں گذر جائے۔

نوشہبان ۹۳۷ھ میں صبح کے وقت سلطان بہادر نے قلعہ فتح کر لیا اور چاند خاں جو مایہ فساد و نزاع تھا قلعہ سے نیچے اتر کر دکن کی جانب فراری ہوا سلطان محمود خلجی مسلح ہوا اور قلیل جماعت کے ساتھ مقابلہ کیلئے آیا لیکن اپنے میں مقابلہ کی طاقت نہ پا کر واپس ہوا چونکہ دولت خلجیہ کا آفتاب اقبال عروج سے پستی کی طرف ماگن ہو چکا تھا اس لئے سلطان محمود خلجی نے باوجود طاقت و قدرت کے قلعہ سے نکل کر وسط ولایت میں قیام نہ کیا بلکہ ہزار سواروں کے ساتھ اپنے اہل و عیال کے قتل کرنے کے لئے محل سرا میں گیا سلطان محمود خلجی اپنے محل سرا میں آیا اور ارادہ کیا کہ اہل حرم کو قتل کرے لیکن ایک جماعت مانع رہی اور کہا کہ سلطان بہادر گجراتی ناموس شاہی کی بخوبی حفاظت کر لے گا بہتر یہ ہے کہ ہم قلعہ سے باہر نکل کر لشکر فراہم کریں اور دشمن کی مدافعت میں مشغول ہوں یہ گفتگو ہو ہی رہی تھی کہ سلطان بہادر گجراتی حملات کے اطراف میں اگر نعل محل کے بام پر آیا اور ایک شخص کو بھیج کر سلطان محمود خلجی کو طلب کیا سلطان محمود نے اپنے سرداروں کو اسی مقام پر چھوڑا اور خود سات سواروں کو ہمراہ لیکر سلطان بہادر گجراتی کے پاس آیا سلطان بہادر نے اس کی تعظیم ادا کی اور نعل گیر ہوا اور نشست کے بعد درستی و سستی سے کچھ گفتگو کی اور پھر خاموش

ہو گیا لیکن تغیر مزاج کے اثرات اس کے بشرہ سے ظاہر ہو رہے تھے جو الفاظ کہ سلطان بہادر کی زبان پر آئے وہ یہ تھے کہ میں نے امر کو امان دی سب اپنے مکانات کو واپس جائیں۔ بعض کتب میں یہ بھی نظر سے گذرا ہے کہ سلطان محمود خلجی نے گفتگو میں سختی سے کام لیا اور سلطان بہادر گجراتی نے جو عفو کے خیالات دل میں رکھا تھا اس کے قیہ کا حکم دیا اور جمعہ کے دن شادی آباد میں منبروں پر خطبہ سلطان بہادر گجراتی کا پڑھا گیا سلطان بہادر گجراتی کے حکم سے سلطان محمود خلجی کے پاؤں میں بیڑیاں ڈالی گئیں بہادر گجراتی نے سلطان محمود کو مع اس کے سات فرزندوں کے آصف خاں کے حوالہ کیا کہ قلعہ جینا پیر میں بے جا ان کو مقید کر دے اشرار راہ میں چودہ شعبان کو دہنار کوئی اور بھیل نے منزل دھور میں آصف خاں کے لشکر پر شیخون مارا سلطان محمود نے اسی وقت نماز سے فارغ ہو کر سر پناہ گئیہ پر رکھا تھا کہ شور و غل کی آواز سنائی دی محمود خلجی بیدار ہوا تو اس نے فرار ہونے کے ارادہ سے اپنے پاؤں کی زنجیر کو توڑا اسی درمیان میں نگہبان واقف ہو گئے اور اس خوف سے کہ ایسا نہ ہو کہ اس کے ہی خواہوں نے شیخون مارا ہو اور سلطان محمود بہادر ان سے بچائے اور مملکت میں فساد برپا ہو جائے سلطان محمود خلجی کو قتل کیا آصف خاں نے علی الصباح اس کو غسل دیکر کفن پہنایا اور اسی منزل میں حوض دھور کے کنارے دفن کر دیا سلطان محمود خلجی کے فرزندوں کو جینا پیر میں مقید کر دیا قلیل مدت کے بعد بجز محمد شاہ بن سلطان ناصر الدین کے جو بابر بادشاہ کی ملازمت میں تھا اور کوئی وارث اس خاندان کا باقی نہ رہ گیا اور سلطنت خلجیہ ختم ہوئی اور حکومت شاہان گجرات کے خاندان میں منتقل ہو گئی۔

۹۶۱ء تک مالوہ کی سلطنت اہل گجرات کے قبضہ اقتدار میں رہی بعد اس کے جیسا کہ زمانہ کا دستور ہے کہ حکومت دست بدست منتقل ہوتی ہے ۹۶۵ء اکبر بادشاہ کے قبضہ اقتدار میں آگئی اور ہر شخص نے دنیا کی جلد گری

اور زمانہ کے انقلاب کا تماشا اپنی آنکھوں سے دیکھ لیا۔  
 زوال دولتِ ظہیم بعض کتب میں تحقیق کے ساتھ مرقوم ہے کہ سلطان محمود خلجی  
 اور سلطان بہادر نے بعد سلطان بہادر گجراتی کا غلبہ مملکت مالوہ پر ہوا امر لے مالوہ  
 گجراتی وغیرہ کا غلبہ نے سلطان بہادر گجراتی کی اطاعت قبول کر لی اور بادشاہ  
 اس مملکت پر سلہدی پور بہیہ کو بوجہ اس کے کہ یہ سب سرداروں سے  
 پہلے سلطان بہادر گجراتی کی خدمت میں حاضر ہوا تھا اجین اور سارنگپور اور  
 راشین کے پر گئے جاگیر میں دیئے لیکن آخر میں جیسا کہ شاہانِ گجرات کے  
 حالات میں معرض بیان میں آچکا ہے سلطان بہادر کے جنگِ غضب میں  
 گرفتار ہوا اور قلعہ راشین میں خودکشی کی اور اس کا فرزند بھوپت فراری ہوا  
 سلطان بہادر گجراتی اجین پر وریا خاں لودھی اور راشین پر عالم خاں حاکم کالپی اور  
 شادی آباد پر اختیار خاں کو نامزد کر کے خود محمد اکا و جینا میں آیا ان واقعات کے بعد جنتِ آشیانی  
 نصیر الدین ہمایوں بادشاہ نے گجرات کو فتح کیا اور سلطان بہادر گجراتی بندرِ یب کی جانب  
 فراری ہوا جنتِ آشیانی شادی آباد مندر میں آئے اور خطبہ و سکے اپنے نام کا جاری کر کے  
 شادی آباد کو اپنے ہی خواہوں کے حوالہ فرمایا اسی دوران میں جیسا کہ اپنے مقام پر مرقوم ہے  
 جنتِ آشیانی اگر ہ میں تشریف فرما ہوئے اور ملو خاں بن ملو خاں نے جنتِ آشیانی کا خلجی غلام اور  
 مقتدر امیر تھا قوت حاصل کی اور مالوہ کو آزاد کر کے اپنا نام سلطان عبدالقادر  
 رکھا اور پہلیلہ سے اب نزدیک تک قابض ہوا اور سکے و خطبہ اپنے نام کا  
 جاری کیا بھوپت اور پورنمل سلطان سلہدی قلعہ جیور سے نکل کر قلعہ  
 راشین اور اس کے نواح پر قابض ہو گئے اور سلطان قادر کی اطاعت کر کے  
 پیشکش روانہ کیا۔

عبدالقادر کا اقتدار اس درجہ ترقی پذیر ہوا کہ شیر شاہ افغان  
 سور نے جس زمانہ میں جنتِ آشیانی نصیر الدین ہمایوں بنگالہ میں شیر شاہ  
 افغان کی مدافعت میں مشغول تھے شیر شاہ نے عبدالقادر کو اپنا ہمراہی ایک  
 زبان روانہ کیا جس کا مقصود یہ تھا چونکہ مغل سپاہ مملکتِ بنگالہ میں داخل ہو گئی تھی

اخلاص کا تقاضہ یہ ہے کہ تم اگر وہ کی طرف متوجہ ہو یا اپنی ایک فوج بھجکے اس نوبت میں غلٹ پیدا کر دو تاکہ مغل مضطرب ہو کر اس مملکت سے ہاتھ اٹھائیں اور مجھ کو کشورستانی کی مملکت حاصل ہو سلطان قادر شیر شاہ کے فرمان سے بید خفا ہوا اور اپنے منشی سے کہا کہ تو بھی جواب میں فرمان لکھ اور اس پر ہرگز چارہ نہ دے سلطان عبدالقادر کے منشی نے فرمان لکھا اور مہر کر کے روانہ کیا سلطان عبدالقادر کا ایک ندیم سیف خاں دہلوی نام ہمیشہ گستاخی کے ساتھ سچی باتوں کو بے تکلف کہہ دیتا تھا اس نے عرض کیا کہ شیر شاہ بالفعل بادشاہ جو بنو رہے اور اس قدر سپاہ و قوت رکھتا ہے کہ بادشاہ دہلی کے مقابلہ میں صف آرا ہوا اگر اس نے ہم کو فرمان لکھا اور اپنی مہر اس پر کی تو یہ تعجب انگیز نہیں ہے قادر شاہ نے جواب کو یا کہ اگر وہ بادشاہ بن گالہ جو بنو رہے تو میں بھی خدا کے کرم سے مملکت مالوہ کا فرمانروا ہوں جب وہ طریق ادب کو ملحوظ نہیں رکھتا تو مجھے کیا ضرور ہے کہ میں اس کی عزت کا لحاظ رکھوں غرض کہ قادر شاہ کا جوابی سرسیر مان شیر شاہ کی نظر سے گذرا شیر شاہ نے بے انتہا بیچ و تاب کھایا اور مہر کا نشان کاغذ سے مٹا کے اس کو یادداشت کے طور پر خیر کے غلاف میں رکھ لیا کہا کہ انشاء اللہ جب میرا اور اس کا سامنا ہو گا تو اس گستاخی کا جواب دوں گا اس واقعہ کے بعد جب شیر شاہ دہلی کا بادشاہ ہو کر سواد اعظم ہندوستان پر قابض ہوا اور اس نے ۹۳۹ھ میں مالوہ فتح کرنے کے ارادہ سے کوچ کیا شیر شاہ سارنگپور کے نواح میں آیا قادر شاہ اپنی اس بے ادبی سے بید خوف زدہ و فکر مند ہوا قادر شاہ کے مصاحب سیف خاں دہلوی نے کہا کہ اس بہترین تدبیر یہ ہے کہ جب ہم میں اس کے مقابلہ کی طاقت نہیں ہے تو ہم کو بیخبر جلدی سے سارنگپور جا کر شیر شاہ سے ملاقات کرنی چاہئے قادر شاہ کو یہ رائے پسند آئی اور اجین سے کوچ کر کے سارنگپور پہنچا اور شیر شاہ کے دربار میں حاضر ہوا دربانوں نے قادر شاہ کی آمد سے شیر شاہ کو مطلع کیا شیر شاہ نے قادر شاہ کو اپنے حضور میں طلب کیا اور خلعت خاص عنایت کر کے



بیچہ مہربانیاں فرمائیں شیر شاہ نے قادر شاہ سے دریافت کیا کہ کس جگہ پر مقیم ہے قادر شاہ نے اپنے جائے قیام سے اطلاع دی اور شیر شاہ نے اپنا پلنگ خاصہ مع جامہ خواب اور اسیاب تو شکفاً اس کو عطا فرمایا شیر شاہ دوسرے دن کوچ کر کے اجین روانہ ہوا اور شجاعت خاں کو بتا کر حکم دیا کہ مہمان عزیز سے خبردار رہے اور جس شے کی اس کو ضرورت ہو سہرا شاہی سے دیجائے۔

شیر شاہ اجین آیا اور قادر شاہ کی امید کے خلاف شیر شاہ کو اس ملک سے پر قاض ہونے کی طبع دانستگیر ہوئی اور وقتی تھیل کے لٹاٹے شیر شاہ نے قادر شاہ کو لکھنؤ کی حکومت پر نامزد کیا اور حکم دیا کہ اپنے متعلقین اور اہل و عیال کو وہاں بھیج کر خود حاضر خدمت رہے قادر شاہ نے صحبت گرگوں پانی اور عجیور اپنے اہل و عیال کو اجین سے طلب کر کے ایک باغ میں جو قصبہ اور لشکر گاہ کے درمیان میں تھا مقیم ہو گیا اسی زمانہ میں سکندر خاں میواتی کے فرزند خواندہ مہین خاں نے شیر شاہ کی ملازمت حاصل کی شیر خاں نے اس کو سکندر خاں کا خطاب اور عہدہ جاگیر عطا کی۔

ایک روز قادر شاہ اپنے مکان سے شیر شاہ کے دربار میں جا رہا تھا اثناء راہ میں قادر شاہ نے دیکھا کہ مغلوں کی ایک جماعت جن کو افغانیوں نے گرفتار کر لیا تھا بیلہ داری اور گلکاری میں مشغول ہے اور ہمیشہ لشکر گاہ کے گرد و خندق تیار کرتے ہیں قادر شاہ ان اشخاص کے قریب سے گزر رہا تھا ایک مغل نے یہ مصرعہ پڑھا۔ مرامی ہیں بدیں احوال و فکر خوشن تن میکن۔ قادر شاہ متنبہ ہوا اور خیال کیا کہ اگر میں شیر شاہ کی رفاقت اختیار کرتا ہوں تو اس امر کا احتمال قوی ہے کہ مجھے گلکاری کا حکم دے گا قادر شاہ ترک رفاقت پر تیار ہو گیا اور نزار ہونے کے فکریں کرنے لگا شیر شاہ اسی وقت فوراً اس معاملہ کو بفرست سبھ گیا اور شجاعت خاں سے کہا کہ میں اس کے حرکات نامناسب سے بیچہ آزر وہ خاطر ہوں اور میں واقف ہوں کہ قادر شاہ میرے ساتھ وفاداری نہ کرے گا چنانچہ یہ بے طلب حاضر خدمت ہوا ہے میں فی الحال اس کی تادیب نہیں کر سکتا اس وقت اس سے کچھ نہ کہنا چاہئے تاکہ یہ دفع ہو جائے اس

واقعہ کے بعد اس کو گرفتار کر کے اس کی تقصیرات کے اعتبار سے میں اس کو  
 مزدوروں کا اتفاق سے قادر شاہ کو فرصت اور موقع مل گیا اور یہ فرار ہو گیا  
 شیر شاہ نے ایک جماعت کو اس کی گرفتاری کے لئے متعین کیا یہ جماعت قادر شاہ  
 کے قریب نہ پہنچ سکی اور واپس ہوئی شیر شاہ نے فی البدیہہ یہ مصرعہ پڑھا۔  
 مصرعہ بابا چکر د دیدی ملو غلام گیدی۔ شیخ عبدالحی پسر شیخ جمال شاعر نے  
 جو شیر شاہ کا صاحب تھا فوراً دوسرا مصرعہ کہدیا مصرعہ قلیست مصطفیٰ را لاخیر فی العبدی  
 قادر شاہ کے فرار ہونے کے چند روزوں تک شیر شاہ افغان نے جین میں قیام کیا  
 اور ولایت مالوہ کو امر پر تقسیم کر کے قصبہ اجین و سارنگپور اور دیگر رکنات  
 کو شجاعت خاں کی جاگیر میں دیا اور اس کو اس مملکت کا سپہ سالار مقرر کیا اور  
 خود کوچ کر کے قلعہ رنجپور میں وارد ہوا شیر شاہ نے دہلی سے لاہور تک دو  
 دو کوس کے فاصلہ پر سرانیں تعمیر کیں اور حکم دیا کہ مسافروں کو کھانا دیا جائے  
 شیر شاہ نے قادر شاہ کے فرار ہونے کے بعد محض اس خیال سے کہ ایسا نہ ہیں  
 کہ سکندر خاں بھی فرار ہو جائے اس کو بھی مقید کر دیا سکندر خاں کا فرزند نصیر خاں  
 سیوا سے لشکر جمع کر کے شجاع خاں سے جنگ کے لئے آیا اور اپنے بھائی خواجہ  
 اور مددگاروں سے کہا کہ شجاع خاں کو زندہ ہاتھ میں لانا چاہئے تاکہ میں  
 اس کو سکندر خاں کے معاوضہ میں اپنے پاس رکھوں اور اس ترکیب سے  
 سکندر خاں کو نجات دلاؤں پس عین جنگ کی سرگرمی میں نصیر خاں اور  
 اس کے بعض ملازمین و مصاحبین نے اپنے کو شجاع خاں تک پہنچایا اور اس کا  
 گرمیان اور بال پکڑ کر لشکر کی طرف لے چلے اس اثناء میں مبارک خاں شیرانی  
 اس حال سے واقف ہوا اور اپنے کو شجاع خاں تک پہنچایا اور مردانہ وار  
 جنگ کر کے اس کو رہا کر لیا لیکن اس کوشش کی حالت میں ایک پاؤں  
 مبارک خاں شیرانی کا پنڈلی سے قلم ہو گیا چونکہ مبارک خاں پر ضعف طاری  
 ہو چکا تھا یہ گھوڑے سے گر پڑا نصیر خاں کی سپاہ نے ہجوم کر کے ارادہ  
 کیا کہ اس کا سر تن سے جدا کر دیں راجہ رام راجہ گوالیار نے مع اپنے راجپوتوں  
 تے حملہ کر کے اس کو بچا لیا نصیر خاں حق کوشش اور جوانمردی بجا لایا لیکن

چونکہ فتح و نصرت کوشش پر منحصر نہیں ہے نصیر خاں نے شکست کھائی اور کوتاہی میں پناہ لی اور شجاع خاں کو جبکہ سنہ اور بازو پر پانچ یا چھ زخم آگئے تھے اس کے بھی خود اسی حالت میں اٹھا کر لشکر گاہ میں لے گئے۔

شجاع خاں کے زخم ہنڈا چھ نہ ہونے پائے تھے کہ حاجی خاں جاگیر دار و بار کا خط اس مضمون کا آیا کہ سلطان قادر مع بیٹھا لشکر کے میرے مقابلہ میں آیا ہے اور آج ہی کل میں جنگ ہونے والی ہے شجاع خاں اسی روز بیماری کے عالم میں پاکی میں بیٹھ کر دہار کی طرف روانہ ہوا اور آخر حصہ شب میں مع ایک سو پانچ سواروں کے حاجی خاں کے لشکر گاہ میں پہنچ گیا شجاع خاں نے حاجی خاں کو جو اس وقت سو رہا تھا بیدار کر کے اسی وقت بے تامل جنگ کی تیاری شروع کر دی اور سلطان قادر کو شکست دیکر اس پریشان حالی کے ساتھ گجرات کی جانب بھگایا کہ پھر دوبارہ سلطان قادر ہرنہ اٹھا سکا شجاع خاں کی قوت و شوکت روز بروز زیادہ ہونے لگی اور تمام سرزمین مالوہ بلا شرکت غیر اس کے قبضہ میں آگئی چونکہ شیر شاہ سورکشور کشائی کا بھید جڑھیں تھا عین قلعہ کشائی کی حالت میں قلعہ کا لہجہ کے نیچے فوت ہوا اور سلیم شاہ اس کا قائم مقام ہوا۔

سلیم شاہ شجاع خاں سے ناخوش و کد رہتا لیکن شجاع خاں کا پسر خواندہ و دولت خاں سلیم شاہ کا مقرب تھا اس وجہ سے سلیم شاہ شجاع خاں کے ساتھ التفات ظاہری سے کام لیتا تھا اور اپنے باپ کے زمانہ حکومت کے مطابق اس ملک کی حکومت کو شجاع خاں کے سپرد کر کے اس کی عزت و توقیر میں کوئی دقیقہ اٹھا نہیں رکھتا تھا اسی دوران میں ایک شخص عثمان خاں نامی ایک روز شراب پی کر شجاع خاں کے دیوانخانہ میں آیا اور اس کے منہ سے قصوک فرش پر بار بار گرا فرش ماریع ہوا عثمان خاں نے ایک گھونٹہ اس پر ورست اس کے منہ پر مارا کہ آواز بلند ہوئی شجاع خاں کو یہ واقعہ معلوم ہوا اور شجاع خاں نے کہا کہ اس شخص سے چند گناہ سرزد ہوئے اول یہ کہ اس نے شراب پی دوسرے یہ کہ نشہ کی حالت میں دیوانخانہ

میں آیا تیسرے یہ کنوئیں کو اشجاع خاں کے حکم سے اس کے دونوں ہاتھ کاٹ ڈالے گئے  
عثمان خاں زندہ ہی بچ گیا اور گوالیار میں جو سلیم شاہ افغان سور کا دار الملک تھا  
یاد شاہ سے تمام ناجرا عرض کر کے واوخواہ ہوا بادشاہ نے جواب دیا کہ توجا اور  
اینا بدلے لے لے۔

یہ خبر شجاع خاں کو معلوم ہوئی اور وہ بہت براہم ہوا اور شیر خاں کو برا  
بھلا کہا شجاع خاں نے اس حالت پر بھی پابندی نہ کی اور ایک روز پاکی میں سوار  
ہو کر قلعہ گوالیار میں سلام کے لئے روانہ ہوا پاکی دروازہ تھپا پول کے قریب  
پہنچی اور شجاع خاں نے دیکھا کہ عثمان خاں دوکان پر بیٹھا ہوا ہے اور ایک بکتر کنبہ  
میں اپنے کو لپیٹے ہوئے ہے شجاع خاں نے چاہا کہ اس کے حالات دریافت  
کرے اور اس کی تسلی کرے عثمان خاں دوکان سے کو دا اور نہایت چالاک کی  
کے ساتھ ایک زخم شجاع خاں کے لگا یا شجاع خاں کے سلحداروں نے جو پاکی  
کے اطراف میں جا رہے تھے عثمان خاں کو فوراً پکڑ کر قتل کر ڈالا سلحداروں نے  
دیکھا کہ ایک ہاتھ لٹہ کا بنا کر قطع شدہ ہاتھ کے بجائے لگایا گیا تھا اور اسی  
جگہ ہاتھ سے عثمان خاں نے ضرب لگائی تھی شجاع خاں واپس ہو کر اپنے  
مکان پر آیا اس کے فرزند اور متعلقین نے قبا کو اس کے جسم سے اتار کر دیکھا  
کہ بایاں پہلو زخمی ہو گیا ہے چونکہ شجاع خاں کے ہاتھ میں توت نہ تھی پست مال  
کر کے چھوڑ دیا اس کے ملازمین نے شور و غوغا بلند کیا اور اشارہ و کنایہ  
میں سلیم شاہ افغان سور کو برا بھلا کہا سلیم شاہ ان واقعات سے مطلع ہوا اور  
مقتدہ راکھ و اعیان دولت کو شجاع خاں کی پرستش حالات کے لئے روانہ کیا  
سلیم شاہ سور کا خود بھی ارادہ ہوا کہ شجاع خاں کی عیادت کے لئے جائے  
شجاع خاں کو یہ خبر معلوم ہوئی اور وہ سلیم شاہ کو آنے سے مانع ہوا شجاع خاں  
واقف تھا کہ اس کے فرزند و عزیز و مصاحب اس جرات کو جو عثمان خاں سے  
ظہور میں آئی ہے سلیم شاہ کی تحریک پر حملہ کرتے ہیں یہ امیر اپنے فرزندوں  
وغیرہ کی بیباکی و بے اعتدالی سے اس امر کا لحاظ کرتا تھا کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ یہ  
سب فساد برپا کر دیں اور معاملات میں طواغیت پیدا ہو جائے۔

شجاع خاں نے سلیم شاہ کو یہ پیام دیا کہ میں بادشاہ کا غلام و خانہ زاد ہوں اور میں نے اپنی موت و حیات کے قطع نظر کر کے جیسا کہ ایک عالم پر روشن ہے صرف چھتیس اشخاص کی امداد سے آپ کی سلطنت قائم کی اور علم و دولت کو نصب کیا ہے اور اگر اب بھی میری جان سلامت رہ گئی تو ایک روز میں بادشاہ کے کام آؤں گا۔ میری گزارش یہ ہے کہ بادشاہ قلعہ کے نیچے تشریف لانے کی زحمت نہ گوارا فرمائیں۔ صحت کے بعد میں خود دست مبارک میں حاضر ہوں گا چونکہ شجاع خاں سلیم شاہ کا کارکن اعظم تھا اور اس کے بے شمار حقوق بادشاہ کے ذمہ تھے سلیم شاہ شجاع خاں کے پیام اور امر کی گفتگو سے اصل حقیقت سے واقف ہو گیا سلیم شاہ نے اس روز نہال گیا لیکن دوسرے دن شجاع خاں کی عیادت کے لئے اس کے مکان پر گیا فتح خاں نے جو شجاع خاں کا ہم زلف اور اپنی قوت جسمانی و پنجہ کشی کے اعتبار سے تمام افراد میں ممتاز تھا سلیم شاہ کو دیکھا کہ تنہا سر پر وہ میں داخل ہو گیا ہے اس لئے فتح خاں نے سلیم شاہ کے ساتھ بیو خانی کا ارادہ کیا اور اس معاملہ میں شجاع خاں کے فرزند اکبر میاں بایزید کو جو باز بہادر کے اسم سے مشہور تھا اپنے ساتھ متفق کر لیا میاں بایزید نے بھی اس معاملہ میں فتح خاں کی تائید کی شجاع خاں اس واقعہ سے واقف ہوا اور فتح خاں کو اس بہانہ سے کہ اسان پیشکش کو تیار رکھے باہر بھیج دیا ایک لحظہ کے بعد شجاع خاں نے سلیم شاہ سے معاہدہ کے لئے التماس کیا اور صاف الفاظ میں بادشاہ سے عرض کیا کہ اس کے بعد بادشاہ تشریف آوری کی تکلیف گوارا نہ فرمائیں کیونکہ میں اس امر کا لحاظ کرتا ہوں کہ ایسا نہ ہو کہ میرے برسوں کے حقوق خدمت ضائع ہوں اور شیرازہ سلطنت بکھر جائے اس واقعہ کے چند روز کے بعد شجاع خاں نے فعل صحت کیا اور ہشمار صدقات و خیرات اور باب استحقاق پر تقسیم ہوئے غسل کے دوسرے روز شجاع خاں سلیم شاہ کے سلام کے لئے گیا سلیم شاہ نے ایک سو ایک گھوڑے اور سو بستے جانہ ابریشمی کے اس کو انعام میں عطا فرمایا اور بچہ توجہ و عنایت سے پیش آیا شجاع خاں نے سلیم شاہ کی اس چال پوسی میں نفاق کی جھلک پائی اور تھوڑی دیر بیٹھ کر جلد سے جلد اپنے

مکان واپس آیا شجاع خاں نے اپنے ملازمین کو حکم دیا کہ اپنے اسباب کو اٹھائیں اور کسی دوسرے مقام پر فروکش ہوں اس لیے کہ یہ جگہ غلاطت سے آلودہ ہو گئی ہے تمام ملازمین اپنے اسباب کو سوار یوں پر لاد چکے اور خود مسلح ہو کر تیار ہو گئے شجاع خاں نے نقارہ بجوایا سوار ہو کر گوالیار سے سارنگپور کی جانب روانہ ہو گیا۔

سلیم شاہ سور اس واقعہ کو دیکھ کر غصہ میں آگیا اور ایک حصہ فوج کو شجاع خاں کے قنائب کے لئے معین فرمایا سلیم شاہ لشکر کو تیار کر کے خود ہی اس کے عقب میں روانہ ہوا شجاع خاں سارنگپور پہنچا اور لشکر کی فراہمی کا انتظام کرنے لگا شجاع خاں نے سلیم کی امداد کی خبر سنی اور ارادہ کیا کہ سرحد گاہ کو بدل دے بعض افراد نے شجاع خاں کو جنگ کی ترغیب دی لیکن اس نے جواب دیا کہ سلیم شاہ میرا آقا زادہ ہے میں اس کے ساتھ ہرگز جنگ نہ کروں گا اویں اس امر سے بھی نہیں راضی ہوں کہ کوئی شخص اس قسم کا خیال بھی اپنے دل میں لائے شجاع خاں شہر سے باہر آیا اور اپنے زن و فرزند کو پیشتر روانہ کر کے خود بھی بانسوال چلا گیا سلیم شاہ مالاوہ پر قابض اویسی خاں کو موقع میں ہاتھی اور دو ہزار سوار کے ہمراہ متعین کر کے خود گوالیار میں وارد ہوا۔

شجاع خاں نے باوجود قدرت و قوت کے ولایت مالاوہ کو کسی قسم کا نقصان نہ پہنچایا سلیم شاہ سور کا افغانان نیازی کے فسادات کی بنا پر ارادہ تھا کہ لاہور روانہ ہو لیکن سلیم شاہ کے محبوب دولت خان نے شجاع خاں کی تقصیرات عفو کرنے کی بادشاہ سے درخواست کی سلیم شاہ نے دولت خان کی درخواست قبول کی شجاع خاں سلیم شاہ کی خدمت میں حاضر ہوا سلیم شاہ نے اس کا قصور معاف کیا اور ایک سو ایک گھوڑے اور بیسار پارچہ جات ریشمی اور ایک جوڑ طشت و آفتابہ طلائی شجاع خاں کو مرحمت فرمایا بادشاہ نے ان انعامات کے علاوہ شجاع خاں کو ولایت رائسین اور سارنگپور اور بعض دیگر محالات جاگیر میں دیگر ولایت مالاوہ کا سپہ سالار مقرر فرمایا اور مالاوہ جانے کی اجازت عنایت فرمائی۔

اسی دوران میں سلیم شاہ اپنی اصل طبعی سے فوت ہوا اور

مبازر خاں عدلی نے تخت حکومت پر جلوس کیا عدلی نے بھی اپنے اسلاف کی روش کے مطابق شجاع خاں کو مالوہ کی حکومت پر سجال فرمایا شجاع خاں نے اس مملکت کو اپنے فرزندوں اور بہی خواہوں پر اس طرح تقسیم کیا کہ اجین اور نولہ ای دولت خاں اجالا کو اور رائیں اور بھیلہ ملک مصطفیٰ اپنے چھوٹے فرزند کو عطا کر کے خود سارنگپور میں اطمینان کے ساتھ مقیم ہوا ایک مدت اسی حالت میں گزر گئی اور دہلی کی سلطنت میں خلل پیدا ہو گیا اور ہر فرد بشر خود مختاری کے خواب دیکھنے لگا شجاع خاں نے بھی روش و اطوار شاہانہ اختیار کر لئے اور اس ارادہ میں تھا کہ ملک میں سکھ و خطیہ اپنے نام کا جاری کرے لیکن موت نے اس کو ہمت نہ دی اور شجاع خاں چند روز کے عرصہ میں ۱۶۶۲ء میں فوت ہو گیا اور اس کا فرزند میاں بازید باز بہادر کے خطاب سے اپنے باپ کا قائم مقام ہوا شجاع خاں نے اول سے آخر تک بارہ سال حکومت کی قصہ شجاع و پور جو اجین کے قریب واقع ہے اسی کا آباد کیا ہوا ہے اس علاوہ شجاع خاں کے دیگر آثار بھی ولایت مالوہ میں بشمار موجود ہیں۔

بازید بہادر کا مالوہ شجاع خاں کے فوت ہونے کے بعد اس کا فرزند اکبر ملک بازید تخت حکومت پر سندھ و یہ سے سارنگپور آیا اور اپنے باپ کے اسباب سلطنت و شہرت پر قابض ہوا دولت خاں ملک بازید کے ساتھ غازی پونا اور امرتسر جنگ پیش آیا یہ امیر سلیم شاہ سور کے دربار میں با اثر و ذی عزت اکبری کے اہل تھیں تھا مالوہ کا تمام لشکر دولت خاں کا بھی خواہ ہو گیا ملک بازید نے اپنی والدہ کو مع ایک ذی عزت جماعت کے دولت خاں کے پاس بھیجا تاکہ فریقین کے درمیان میں صلح ہو جائے بڑی گفتگو کے بعد یہ امر قرار پایا کہ سرکار اجین و مندو اور بعض دیگر محالات پر دولت خاں قبضہ کرے اور سارنگپور و سیداس و سر دہی و براہمہ و پہلو ارہ و نیز محال خاصہ پر ملک بازید قابض ہو اور رائیں اور بھیلہ اور دیگر محالات جو اس نواح میں واقع ہیں ملک مصطفیٰ کی جانب میں دیتے جائیں اس صلح کے بعد ان شرائط کے طے ہونے کے بعد مکاری کا

ارادہ کیا اور اجین روانہ ہوا بایزید نے تمام افراد سے خطا ہر توہیہ کہا کہ میں تغزیت ادا کر لئے میاں دولت خاں کی خدمت میں جاتا ہوں اور دل میں دولت خاں کی تباہی کا ارادہ کیا دولت خاں خون گرفتہ ملک بایزید کے مکر سے غافل تھا اس کے ہاتھ سے مارا گیا ملک بایزید نے دولت خاں کا سر سارنگپور روانہ کیا جو دروازہ شہر پر لٹکا دیا گیا اور ملک بایزید اکثر بلاد مالوہ پر قابض ہوا۔

۹۶۳ء میں ملک بایزید نے چتر کو اپنے سر پر سایہ فگن کر کے خطبہ اپنے نام کا جاری کیا اور اپنا نام باز بہادر قرار دیکر اس صوبہ کے انتظامات سے فارغ ہوا باز بہادر نے اب راسین کا رخ کیا ملک مصطفیٰ جو بچہ شجاع و دلیر تھا مقابلہ میں آیا فریقین میں جنگ ہوئی لیکن متعدد معرکہ آرائیوں کے بعد ملک مصطفیٰ نے شکست کھائی اور راسین اور بھیلسم پر باز بہادر قابض ہو گیا باز بہادر نے ان واقعات کے بعد کدولہ کا ارادہ کیا چونکہ اس کے بعض سردار اس کے ساتھ بے ادبانہ سلوک کرتے تھے باز بہادر نے ان کو گرفتار کیا اور کنوئیں میں پھینک ان کو ہلاک کر ڈالا باز بہادر نے اس جماعت سے جو کدوالہ میں تھی جنگ کی اور ہشمار کوششوں کے بعد اس کو فتح کر لیا جس زمانے میں کہ باز بہادر محاصرہ میں مشغول تھا ایک گولہ اس کے خالو مسمیٰ فتح خاں کے لگا اور فتح خاں فوت ہو گیا باز بہادر نے اس کی جگہ فتح خاں کے فرزند کو مقرر کیا اور خود سارنگپور واپس آیا۔

چند روز کے بعد باز بہادر نے راجہ کہنبک کے ساتھ جنگ آزمائی کا ارادہ کیا اور لشکر کو ترتیب دیکر روانہ ہو گیا باز بہادر جب دہان پہنچا تو رانی درگاہوتی نے جو اپنے شوہر کے فوت ہونے کے بعد اس ملک پر حکومت کرتی تھی کوندوں کو جمع کر کے گھاٹی کے اوپر جنگ شروع کر دی رانی کے پیادوں کی تعداد بچہ زاد تھی ان پیادوں نے باز بہادر کے لشکر کو چاروں طرف سے گھیر لیا اور یہ حیران ہو کر فراری ہوا اس کی



فوج کا بیشتر حصہ قتل ہوا اور تمام اسباب سلطنت اور بقیہ لشکر رانی کے حصہ میں آگیا باز بہادر ہزار وقت و خرابی ساز ہنگو رہنجا اور بغیر اس کے کہ اپنی شکست کی اصلاح اور تلافی کی فکر کرے رفع کلفت کے لئے عیش و عشرت میں مشغول ہو گیا۔

چونکہ فن موسیقی میں اس کو کامل ہمارت تھی اس نے گانے والی عورتوں کو اپنے گرد جمع کیا اور انتظامات مملکت سے دست بردار ہو گیا باز بہادر کو ایک گانیہ کی مسماۃ روپ متی سے جو فن موسیقی میں کامل تھی عشق و تعلق پیدا ہو گیا اس عشق و عاشقی کی شہرت تمام بلاد ہندوستان میں ہو گئی اتن تعلق خاطر کا یہ عالم ہوا کہ محب و محبوب ایک لحظہ بھی بلا ایک دوسرے کے بسر نہ کر سکتے تھے۔

فرمانروا کی غفلت اور لشکر مالوہ کی بے سرو سامانی کی خبر اکبر بادشاہ تک پہنچی اور بادشاہ کو اس ملک کے فتح کی طمع و امنگیں ہوئی عرش آشیانی نے امراء بارگاہ کی ایک جماعت کو ۹۶۰ھ میں ادھم خاں کی ماتحتی میں مالوہ فتح کرنے کے لئے متعین فرمایا باز بہادر اپنی کمال غفلت و بے شعوری سے اس حملہ سے اس وقت واقف ہوا جب کہ چغتائی لشکر مالوہ میں داخل ہو چکا تھا باز بہادر نے حرکت مذہبوحی کی اپنے امراء اور لشکر کو اطراف سے یکجا کیا مغلوں کا لشکر سارنگپور سے ایک کوس کے فاصلہ پر رہ گیا اور باز بہادر نے اپنی آنکھ خواب غفلت سے کھولی اور مستورات کی صحبت سے اٹھ کر جنگ آزمائی کے لئے تیار ہوا یہ نا عاقبت اندیش میدان جنگ کو ہی جرم عشرت سمجھا اور کمال بے استعدادی اور بے سامانی کی حالت میں میدان جنگ کی طرف چلا۔

باز بہادر نے دشمن کا مقابلہ کیا لیکن حریف کے حملہ کی تاب نہ لا کر مملکت کے ایک اٹھارہ گوشہ کی جانب فراری ہو گیا۔ باز بہادر کا اندوختہ حیات سوال گانے والی عورتوں کے جن کو ہندوؤں کی اصطلاح میں پاتر کہتے ہیں دوسرا نہ تھا اس نے میدان داری کے وقت ایک جماعت کو سارنگپور میں اس غرض سے مین کر دیا تھا کہ اگر لشکر شکست ہو تو ان پجاریوں کو بھی ترغیب کریں باز بہادر کو شکست ہو گئی مقررہ گروہ نے تلواروں کو کھینچ کر روپ متی اور دیگر پاتروں کو

اضطراب کی حالت میں زخمی کیا اور ان کو کشتہ و مردہ سمجھ کر دوسرے حرم کے قتل کرنے پر متوجہ ہوئے چونکہ حرم کے دیگر افراد نے روپ متی وغیرہ کی حالت اپنی آنکھوں سے دیکھ لی تھی ہر ایک اپنی جان کے خوف سے ایک طرف گویھاگ نکلی قاتلوں کو تفتیش کی فرصت نہ تھی لہذا یہ جماعت بھی باز بہادر کے عقب میں روانہ ہو گئی۔

ادھم خاں شہر میں داخل ہوا اور تمام فراری مستورات کو پکجا کر کے روپ متی کے متعلق جو شہرہ آفاق تھی سوال کیا ان مستورات نے جواب دیا کہ روپ متی دوسری پاتروں کے ساتھ فلاں محل میں قتل ہو گئی ہے ادھم خاں نے ان کی تصدیق کی غرض سے چند آدمیوں کو روانہ کیا اور روپ متی کے حال کی تفتیش کی آخر میں ادھم خاں کو خبر معلوم ہوئی کہ روپ متی اور دوسری عورتیں زخمی ہو گئی ہیں لیکن ان کا کراشتہ عیاض باقی ہے اور قوت نہیں ہوئی ہیں ادھم خاں بیحد مسرور ہوا اور فریب کی راہ سے روپ متی کو یہ پیام دیا کہ تو اپنے علاج میں کوتاہی نہ کر میں شفا حاصل ہو جانے کے بعد تجھ کو بغزت تمام باز بہادر کے پاس بھجوا دوں گا روپ متی کے جسم میں اس مژدہ کو شکر جان آگئی اور اسی حالت میں اُس نے ادھم خاں کا شکریہ ادا کیا اس واقعہ کے بعد روپ متی کے زخم اچھے ہوئے اور اُس نے ادھم خاں کے پاس یہ پیام بھیجا کہ میں آپ کی ہر پائی سے ابھی ہو گئی ہوں اور قوت و قرار مجھ میں پیدا ہو گئی ہے اب بمقتضائے الکریم اذاد عد و نا اگر آپ مجھے باز بہادر کے پاس بھیج دیں اور اپنے قول کو ایفا فرمائیں تو گویا آپ نے مردہ کو زندہ کر کے میجائی کی۔

اس پیام کو شکر ادھم خاں کو حرص دامنیگہ ہوئی اور جواب دیا کہ اگر باز بہادر بادشاہ کی اطاعت کرتا اور شاہی بارگاہ میں حاضر ہو جاتا تو اس وقت میں بلا کسی لحاظ کے تیرے سوال کو قبول کر لیتا اب چونکہ باز بہادر باغی و حرام خوار ہے اگر تجھ کو بادشاہ کے بلا حکم کے اس کے پاس روانہ کئے دیتا ہوں تو یہ کارروائی بادشاہ کے خلاف مزاج ہوگی ادھم خاں نے

اس معذرت کے بعد آدھی رات کو ایک شخص روپ متی کے مکان پہنچا اور اشتیاق ملاقات ظاہر کیا روپ متی ادھم خاں کے حیلے کو سمجھ گئی چونکہ روپ متی باز بہادر کی عاشق زار تھی اور اس سے عہد کر چکی تھی کہ میں بجز تیرے کسی فرد سے محبت و موافقت نہ کروں گی اس عورت نے بھی ادھم خاں کو دھوکا دیا اور قاصد کے ساتھ نرمی و خاطر داری سے پیش آئی روپ متی پیامبر کے کلام سے اس امر کو بخوبی سمجھ چکی تھی کہ اگر میں اس امر کو قبول نہ کروں گی تو یہ مجھ کو بزدلے جائیں گے لہذا اس با وفا عورت نے اظہار مسرت کے بد جواب دیا کہ میں مطیع حکم ہوں اور مجھے آنے میں کوئی عذر نہیں ہے لیکن اگر نواب خود ازراہ ذرہ پروری میرے مکان پر تشریف لائیں تو کہاں عزت افزائی ہوگی۔

فرستادہ اشخاص واپس ہوئے اور تمام واقعہ بے کم و کاست بیان کیا ادھم خاں نفس پرست جوان تھا اس مشرکہ کو سنکر بے حد خوش ہوا۔ اور ادھم خاں نے اس خوف سے کہ ایسا نہ ہو کہ بادشاہ کو خبر ہو جائے، لباس تبدیل کیا اور صرف دو تین اشخاص کے ہمراہ شب کے وقت منزل متعلقہ کی طرف روانہ ہوا ادھم خاں مکان میں داخل ہوا اور کتیروں سے روپ متی کو دریافت کیا کنیزوں نے جواب دیا کہ روپ متی پلنگ پر سو رہی ہے ادھم خاں پلنگ کے قریب گیا اور چادر کو اس کے منہ سے اٹھایا اور دیکھا کہ روپ متی نے بیٹھارن خوشبوئیات جسم پر لگائی ہیں اور چھو لوں کے ہار گلے میں ڈالے ہوئے بستر خواب پر دراز ہے۔ ادھم خاں نے محبوبہ کو غور سے دیکھا تو معلوم ہوا کہ جسم بے جان ہے جس میں روح نام کو بھی نہیں ہے ادھم خاں متحیر ہوا اور روپ متی کے خدنگاروں سے حالات دریافت کئے ملازمت نے جواب دیا کہ آپ کے خادم اس کی طلب میں آئے اور جواب نہ کر واپس گئے اس واقعہ کے بعد روپ متی باز بہادر کی یاد میں بے حد رونی اور قدرے کاغور اور روغن کنجد کھالیا اس با وفا عورت کا حال متغیر ہونے لگا اور اٹھ کر پلنگ پر سو رہی۔

ادھم خاں نے روپ متی کے صحن و ایوان سے عہد پرافریں کی اور

اس کی تجویز و تکفین کا حکم دیا اسی دوران میں ابھم خاں مغزول ہوا اور پیر محمد خاں شہزادائی مالوہ کی حکومت پر متعین ہوا پیر محمد خاں شہزادائی نے ۹۶۹ھ میں باز بہادر کے استیصال کے لئے جو اس وقت مالوہ کی سرحد میں مقیم تھا لشکر کشی کی باز بہادر نے تغال خاں حاکم برار اور میراں مبارک شاہ فاروقی کو الہی برہانپور سے مدد طلب کی اور ان کو اپنی دستگیر کی کے لئے طلب کیا تغال خاں اور میراں مبارک شاہ فاروقی نے باز بہادر کی التجا کو قبول کر لیا اور لشکر فراہم کرنے میں مشغول ہوئے پیر محمد خاں اس امر کو سمجھ گیا اور مملکت کی امانت و تاراج میں مشغول ہوا اور برہان پور پہنچ کر فسق کے ارتکاب و فساد انگیزی میں کوئی وقفہ باقی نہ رکھا اسی اثنا میں ہر سہ فرزانہ و اولوں نے اپنے جبار لشکروں کے ساتھ پیر محمد خاں کی مدافعت کا ارادہ کیا پیر محمد خاں یہ تجویز واپس ہوا اور ان فرزانہ و اولوں نے حریف کا تعاقب کرتے پے پس ماند گاہ کے قتل و غارت کرنے میں کوئی کمی نہ کی پیر محمد خاں جیسا کہ سلاطین دہلی کے حالات میں مرقوم ہے عین فرار ہونے کی حالت میں آب نربدہ میں غرق ہوا اور سپاہ و کونہ مالوہ کے تعاقب کی وجہ سے امراء اکبری کو مالوہ میں توقف کرنا دشوار ہو گیا اور شاہی فوج مالوہ کے باہر ہو گئی۔

باز بہادر نے بارہ گرتخت حکومت پر جلوس کیا اور سپاہ کی فراہمی میں مشغول ہوا لیکن ہنوز اس نے اپنے کو درست نہ کیا تھا کہ عبد اللہ خاں اکبری امیر ۹۶۹ھ میں مع جبار لشکر کے حدود مالوہ میں داخل ہوا سلطان باز بہادر چونکہ عیش و عشرت کا عادی ہو چکا تھا جنگ کی مشقت کو گوارا نہ کر سکا اور بلا جنگ آزمائی کے ملک مالوہ کے باہر چلا گیا باز بہادر ایک مدت تک مالوہ و خاند میں دوکن کے پہاڑوں اور جنگلوں میں سرگرداں پھرتا رہا اور برابر مغلوں کے ساتھ خبر و آزمائی میں مصروف رہا باز بہادر کی کوئی تدبیر کارگر نہ ہوئی ایمان نامہ حاصل کر کے اکبر شاہی بارگاہ میں حاضر ہوا اور وہ ہزار سیلاب پر فائز ہو کر امراء کے گردہ میں داخل ہو گیا اور اپنی زندگی عیش و عشرت و فراغت کے ساتھ اسی آستانہ پر بسر و ختم کی۔

باز بہادر کا چھوٹا بھائی میاں مصطفیٰ بھی اکبر بادشاہ کی خدمت میں حاضر ہوا  
 اور مرتبہ امارت پر فائز ہوا جس زمانہ میں حکیم ابوالفتح افغانان یوسف زئی  
 کی تادیب کے لئے مامور ہوا ملک مصطفیٰ بھی اس کے ہمراہ گیا اور یوسف زئی  
 کے ایک نعرہ میں کام آیا سلطان باز بہادر نے مع ایام تزلزل و انقلاب  
 جملہ سترہ سال حکومت کی مشقت سے تائبند م کہ شاندار ہے مملکت مالوہ  
 بادشاہ دہلی کے قلمرو میں داخل ہے ۔

## مقالہ ششم

سلطانین فاروقیہ برہانپور کے حالات

سب سے اول اس خاندان میں جو شخص خاندیس کی حکومت پر فائز ہوا ملک راجہ فاروقی ہے اس کے والد کا نام خان جہاں فاروقی تھا اس کے آبا و اجداد بادشاہ علاء الدین خلجی اور سلطان محمد تغلق کے نامی و مہتر امر میں داخل تھے خان جہاں فاروقی کا فرزند ملک راجہ زمانہ کی گردش سے مرتبہ امارت پر فائز نہ ہوا اور کمال پریشانی و افلاس کی حالت میں اپنی زندگی بسر کرتا تھا لیکن باوجود ان حالات کے اس کو شکار سے بے حد شوق تھا لہذا کبھی کبھی صید افگنی میں مشغول ہوتا تھا۔

اسی دوران میں سلطان فیروز شاہ مندوکی راہ سے گجرات میں آیا اور اپنے مخصوص دربانوں کی ایک جماعت کے ساتھ ایک شکار کے تعاقب میں چودہ پندرہ کوس تک چلا گیا بادشاہ گرسنہ ہوا لیکن چونکہ آبادی دور تھی اور اس کے ہمراہیوں کے پاس بھی کوئی چیر نہ کھانے کی نہ تھی بادشاہ بیتاب ہو کر درخت کے سایہ میں بیٹھ گیا

فیروز شاہ کی نظر ایک سوار پر پڑی جس کے ساتھ دو تازی کتے اور چند دوسرے جانور تھے بادشاہ نے دیکھا کہ یہ سوار جنگل میں شکار کے عقب میں گھوم رہا ہے بادشاہ بھوک سے بے تاب ہو چکا تھا اس سوار سے سوال کیا کہ آیا کھانے کی قسم میں سے کوئی چیز اس کے پاس ہے یا نہیں سوار نے درویشانہ طریق پر جو کچھ موجود تھا بادشاہ کے سامنے رکھ دیا اور خود ادب کے ساتھ فیروز شاہ کے پائین کھڑا ہو گیا۔

بادشاہ نے کھانا تناول فرمایا اور سوار کی حق گفتار و آداب سے بہت متاثر ہوا بادشاہ بیحد خوش ہوا بادشاہ نے سوال کیا کہ تو کون ہے اور کہاں رہتا ہے ملک راجہ نے ادب کے ساتھ عرض کیا کہ میں خان جہاں فاروقی کا فرزند ہوں اور میرا نام ملک راجہ فاروقی ہے اور بادشاہ کے ملازمین خاصہ میں داخل ہو کر کس فرازی حاصل کرنے کا مستحق ہوں چونکہ بادشاہ خان جہاں فاروقی کو بخوبی جانتا تھا اور نیز یہ کہ ملک راجہ کی حسن خدمت سے بیحد خوش ہوا تھا فیروز شاہ نے اپنے ایک متقرب سے کہا کہ جس روز دربار عام ہو اس کو بھی میرے سامنے حاضر کر۔

ملک راجہ بادشاہ کی خدمت میں حاضر ہوا اور سلطان فیروز شاہ کی دولت کی طرت متوجہ ہوا اور فرمایا کہ اس شخص کے دو حق میرے ذمہ ہیں ایک حق تو پہلی شناسائی کا ہے اور دوسرا اس خدمت کا جو یہ شکار گاہ میں بجا لایا بادشاہ نے یہ منسردمایا اور اسی مجلس میں ملک راجہ کو منصب دوہزاری اور جاگیر تھالیز اور کروند چوہانگت خاندیس میں داخل ہوا۔

ملک راجہ نے یہ حق فرمائی۔  
ملک راجہ نے اپنی جاگیر پر گیا اور ان حد و حد کے ضبط و انتظام میں کو شان ہوا ملک راجہ فاروقی نے راجہ بہار جی کو جس نے اس وقت تک سلطان فیروز شاہ کی اطاعت نہ کی تھی اپنے زور شمشیر سے باجگدار بنایا پانچ عظیم الحجۃ اور دس کوتاہ قامت ہاتھی اور عمدہ اشیا و اسباب و بیشمار نقود بطور پیشکش وصول کئے ملک راجہ نے ہاتھیوں کو

دکن کی سوش کے مطابق طلائقی و نقری زنجیروں سے مزین اور محل کی رنگارنگ جھولوں سے آراستہ کیا اور تقو و اشیاء اسباب کو اونٹوں پر بار کیا اور ان پر بھی محل و زربفت کے بالابوش ڈالکر تمام اشیاء و شاد کی بارگاہ میں روانہ کیں یہاں پر پیشکش اس گنہی و آرائش کے ساتھ بادشاہ کی نظر سے گذرا اور سلطان فیروز نے یہ بخیر خوش ہو کر فرمایا کہ جو خدمت حکام دکن سے متعلق تھی اس کو ملک راجہ فاروقی بجالایا۔

فیروز شاہ نے ملک راجہ کو سہ ہزاری منصب و خلعت عطا فرما کر سپہ سالاری خاندیس کے عہد پر فائز فرمایا ملک راجہ کا شمار اقبال عروج پر تھا اس اقبال مند اسیر نے تقو کے عرصہ میں بارہ ہزار سوار کا رگزار مندرہم کر لیے ولایت خاندیس کا محصول اس شکر کے اخراجات کے لئے کافی نہ تھا ملک راجہ فاروقی ہمیشہ کوئٹہ وارہ اور دیگر راجوں کی ملکیت پر حملہ آور ہو کر ان سے شکست وصول کیا کرتا تھا۔

غرض کہ قلیل مدت میں اس نے یہاں تک ترقی کی کہ مرتبہ یہاں تک پہنچا کہ جاجنکر کے راجہ نے باوجود بعد مسافت اس کے ساتھ آگلا و عبت کا اظہار کیا اور ملک راجہ نے اپنی من تدبیر و قوت بازو سے مرتبہ فرمانروائی حاصل کر لیا۔

سلطان فیروز شاہ کی وفات کے بعد جو دلاور خاں غوری مالوہ کی حکومت پر مامور ہوا دلاور خاں و ملک راجہ میں بے انتہا خلوص و محبت پیدا ہوئی اور باہم دوستانہ و برادرانہ سلوک کرنے لگے آخر میں سرد و فرمانروا میں قرابت بھی ہو گئی چنانچہ ملک راجہ کی دختر کا ہونٹنگ کے ساتھ عقد ہوا اور دلاور خاں غوری کی دختر نصیر خاں ولد ملک راجہ فاروقی سے منسوب ہوئی۔

اسی دوران میں سلطان مظفر نے گجرات کے تخت حکومت پر جلوس کیا اور ملک راجہ فاروقی کی ملکیت میں قدرے خلل پیدا ہوا ملک راجہ نے فرصت و موقع پا کر دلاور خاں غوری کی امداد سے



سلطانپور اور ندر بار پر وصال کیا اور سلطان مظفر گجراتی کے تہانہ کو برخاست کر دیا سلطان مظفر گجراتی اس وقت ہندوؤں کے ساتھ جنگ میں مشغول تھا لیکن اس جنگ آزادی کو ملتوی کر کے جلد سے جلد سلطانپور کے نواح میں پہنچ گیا ملک راجہ فاروقی نے اپنے میں مقابلہ کی طاقت نہ پائی اور قلعہ تہالیر میں پناہ گزین ہوا ملک راجہ فاروقی علما و صلحا کو واسطہ بنا کر سلطان مظفر گجراتی سے صلح کا خواہاں ہوا سلطان مظفر کشور کشائی کے نشہ میں مخمور اور جہانگیری کے خیالات میں محو تھا اور چاہتا تھا کہ حکام خاندان اور مالوم کے ساتھ اس وقت نرمی و صلح سے پیش آئے اس نے مجبوراً صلح کر لی اور اتحاد و صداقت کے بارے میں عہد و قسم لے کر واپس گیا۔

ملک راجہ فاروقی ان واقعات کے بعد انتظام و تعمیرات و نیز زراعت کو ترقی دینے میں کوشاں ہوا اور اپنی آخر عمر تک پھر کسی جانب سستی نہیں کیا ملک راجہ فاروقی مرض موت میں مبتلا ہوا اور اپنے فرزند اکبر ملک نصیر کو اپنا ولی عہد کر کے خرقہ ارادت و اجازت جو اس کو اپنے مرشد شیخ زین الدین سے ملا تھا فرزند کے سپرد کر دیا ملک راجہ فاروقی نے اپنے چھوٹے فرزند ملک افتخار کو قلعہ تہالیر مع اس کے مضامات کے حوالہ کیا ملک راجہ جمعہ کے روز بانیسویں شوال ۸۰۱ھ کو فوت ہوا اور تہالیر میں پیوند خاک کیا گیا۔

مولف اوراق محمد قاسم فرشتہ ۱۱۳۰ھ میں سلطان بیگم دختر عادل شاہ کی پالکی کے ہمراہ بیجا پور سے برہان پور وارد ہوا تھا اور خواجہ میرزا علی اسفرائینی سے جس نے قلعہ اسیر کی فتح کے بعد کتب خانہ سلاطین فاروقیہ کا میثاق کیا تھا اس کتاب کی بابت جس میں اس خاندان کے حالات مرقوم تھے تحقیق کی خواجہ اسفرائینی نے لاعلمی ظاہر کی لیکن کتاب کے ایک ورق پر ملک راجہ کا نسب مع تاریخ جلوس و فوت مرقوم تھا اس کتاب کی ایک نقل یسلی اور بیہ خور اس ورق کو دیکھا جس سے معلوم ہوا کہ ملک راجہ فاروقی اپنے کو امیر المؤمنین حضرت خلیفہ دوم عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ

اولاد میں جانتا ہے اور اپنا سلسلہ نسب اس طریقہ پر حضرت خلیفہ دوم  
 تک پہنچاتا ہے ملک راجہ بن خاں جہاں بن علی خاں بن عثمان خاں بن  
 شمعون شاہ بن اشعث شاہ بن سکندر شاہ بن طلحہ شاہ بن دانیال شاہ  
 بن اشعث شاہ بن ارمیا شاہ بن سلطان التارکین و برہان العارفین  
 ابراہیم شاہ بلخی بن ادہم شاہ بن محمود شاہ بن احمد شاہ بن محمد شاہ بن عظیم  
 بن اصغر بن محمد احمد بن محمد بن عبداللہ بن امیر المومنین حضرت عمر فاروق  
 ابن الخطاب رضی اللہ عنہ۔

ملک راجہ فاروقی شیخ الاسلام والدین شیخ زین دولت آبادی کا  
 مرید ہے اور اپنے مرشد سے خرقہ ارادت بھی حاصل کیا ہے ملک راجہ  
 نے یہ خرقہ اپنے فرزند انصیر خاں فاروقی کو جو اس کا ولی عہد تھا عطا کیا  
 اور اسی طرح دو سو سال یعنی جب تک کہ خاندیس کی حکومت اس خاندان  
 میں رہی خرقہ ارادت بھی یکے بعد دیگرے ہر ولی عہد کو اس کے باپ  
 کی جانب سے عطا ہوتا تھا یہاں تک کہ غنیم الملوک بہادر خاں  
 فاروقی بن راجہ علی خاں نے بھی خرقہ مذکور وراثت میں پایا ملک راجہ فاروقی  
 نے اسی سال حکومت کی۔

ذکر سلطنت نصیر خاں نصیر خاں فاروقی کے عہد میں اس خاندان کو غیر معمولی  
 فاروقی بن ملک ناجہ ترقی ہوئی اور عزت و شان دو بالا ہو گئی اور نصیر خاں  
 فاروقی اس امر کا ارادہ کیا کہ دیگر سلاطین کی طرح بہترین افراد کو  
 اپنی بارگاہ میں یک جا کرے چنانچہ بادشاہ کی قدروانی  
 سے اہل علم و ادب کمال خاندیس میں جمع ہو گئے نصیر خاں نے حتی الامکان  
 ہر ایک کو وظائف و جاگیر عنایت کی اور ان افراد کے وجود نے اس  
 خاندان کو بلند و بالا کیا نصیر خاں کو اثاثہ سلطنت و خطاب نصیر خانی  
 سلطان احمد شاہ بھراتی نے عطا فرمایا نصیر خاں نے خاندیس میں خطبہ اپنے  
 نام کا جاری کیا اور وہ آرزو جس کو اس کا باپ اپنے ہمراہ قبضے کیا  
 تھا اس کے فرزند کے وقت میں پوری ہوئی اور خاندان حکمرانوں کی

فہرست میں داخل ہوا۔  
نصیر خاں نے سراپردہ سرخ تیار کر کے چتر اپنے سر پر سایہ فلک  
کر لیا اور قلعہ اسیر کو آسا اہمیر کے قبضہ سے نکال کر شہر برہان پور کو تعمیر  
سہاؤ کیا جس کا تفصیلی بیان مندرجہ ذیل ہے۔ خاندیس کے پہاڑ فلک کوہ پر آسا اہمیر  
کے آبا و اجداد نے جو خاندیس کا مقبرہ زمیندار تھا اپنے گلوں اور مال کی  
حفاظت کی غرض سے ایک حصار پتھر اور مٹی سے تعمیر کیا تھا اور اسی  
قلعہ میں اپنے زندگی بسر کرتے تھے۔

سوبرس کے بعد آسا اہمیر اپنے اسلاف کا قائم مقام ہوا اور اس کا  
اسباب و نیز اس کی طاقت حد سے گزر گئی حتیٰ کہ پانچ ہزار کھنسیں اور  
پانچ ہزار گائیں اور بیس ہزار بکریاں اور بھیر میں اور ایک ہزار گھوڑیاں  
اس کی سرکاریں جمع ہو گئیں اور ملازمین کی تعداد جو موشیوں کی خدمت  
کرتے تھے دہ ہزار سے زائد ہو گئی اہالی کو نہ دارہ و خاندیس کو جب  
احتیاج ہوتی تھی آسا اہمیر کے پاس اگر غلہ و نیز دیگر ضروریات زندگی کے  
لئے نقد رقم قرض لے لیتے تھے اسی طرح اس نواح کے امر کو جب قرض  
یا عہدہ گھوڑے کی حاجت ہوتی تو وہ بھی آسا اہمیر ہی کے ذریعہ سے اپنی  
مطلب براری کرتے تھے ان وجہ سے باوجود اس کے کہ آسا قوم کا اہمیر تھا  
مگر مشاہیر زمانہ ہو گیا۔ اور اس کے اقتدار کا یہ عالم ہوا کہ جس وقت دو شخص یا دو  
مختلف عقائد کے فرقوں میں مخالفت پیدا ہوتی یا کوئی سخت مشکل پیش آتی تو  
ہر شخص اپنے معاملات کو آسا اہمیر سے رجوع کرتا تا کہ وہ اس کا دانائی و فراست  
سے فیصلہ کرے۔

ملک راجہ فاروقی کے درود سے کچھ قبل مملکت خاندیس و مالوہ و برار اور  
سلطان پور و برار میں عظیم الشان قحط نمودار ہوا اور بیشمار مخلوق غذا کے دستیاب نہ ہونے  
سے ہلاک ہوئی چنانچہ گوٹڈ واڑہ وغیرہ میں اس قدر انسان ضائع ہوئے کہ صرف  
دو تین ہزار کوئی اور چل زندہ بچ گئے اسی طرح خاندیس کی رعایا بھی بیشمار ہلاک ہوئی  
اور جو افراد کہ ان مصائب سے زندہ و سلامت رہ گئے تھے ان لوگوں نے آسا اہمیر کے دہن میں

پناہ لی گوئد وہ میں اس آہیر کے دو ہزار انبار غلہ کے موجود تھے اس کے گماشتوں نے غلہ کو بیچنا شروع کر دیا اور قیمت آسا اہیر کے پاس روانہ کرنے لگے آسا اہیر کی بیوی صاحب خیر تھی اس نے اپنے شوہر سے کہا کہ خداوند کریم نے ہمارے مال دنیا سے بے نیاز کر دیا ہے اور ہمیں غلہ کی قیمت لینے کی حاجت باقی نہیں رہی اب ہم کو ایسا کام کرنا چاہیے جو دنیا و آخرت میں ہمارے نیک نام و سرخرو کرے آسا اہیر نے اپنی زوجہ سے اس کا ارادہ دریافت کیا عورت نے جواب دیا کہ اطمینان و نیک نامی تو اس امر پر منحصر ہے کہ اس پہاڑ پر ایک حصار چونہ اور تمھارے تعمیر کرو اور آخرت کا انحصار اس امر پر ہے کہ جس قدر غلہ ہمارے قبضہ میں ہے اس سے الگ لنگر خانہ قائم کر کے کھانا محتاج اور فقیروں کو خیرات تقسیم کرو

آسا اہیر نے زوجہ کے مشورہ پر عمل کیا اور خاندیس اور اس کے اطراف میں لنگر خانے قائم کئے اور چار دیواری قدیم کو توڑ کر ایک حصار چونہ اور پھر سے تعمیر کر آیا یہ حصار قلعہ آسا اہیر کے نام سے مشہور ہوا لیکن رفتہ رفتہ کثرت استعمال کے سبب سے صرف اسیر کے نام سے یاد کیا جانے لگا یہ سلطان فیروز نے ان تمام حالات کی اطلاع ہوئی اور بادشاہ نے اپنے اس توہم کی بنا پر کہ مبادا آسا اہیر اس قلعہ کی وجہ سے مخالفت و سرکشی کرے حاکم اسیر کے نام ایک فرمان لکھ کر اس کو ملامت و سرزنش کی کہ تو نے ایک اہیر کو کیوں اس امر کا موقع دیا کہ اس نے ایسا بے نظیر و مستحکم قلعہ پہاڑ پر تعمیر کر لیا ان واقعات کے بعد ملک راجہ فاروقی خاندیس کا حاکم مقرر ہوا آسا اہیر نے خیریت اسی دیکھی کہ ملک راجہ کی اطاعت کرے ملک راجہ فاروقی اگرچہ قلعہ اسیر کے فتح کرنے کی فکر میں تھا لیکن چونکہ آسا اہیر کا رہن احسان تھا اور نیز کہ قلعہ کو آسانی سے فتح کر لینا بہ ظاہر دشواری نظر آتا تھا اس لئے اپنے ارادہ کو عملی جامہ نہ پہنارکا۔ ملک راجہ فوت ہوا اور اس کے جانشین نصیر خاں نے اپنی تمام کوششوں اور ہمت کو اس حصار کی تسخیر پر صرف کیا اور اپنے ابتدائی زمانہ حکومت میں ایک تدبیر سوچ کر آسا اہیر کو یہ پیام دیا کہ

راجہ بھکانہ اور انہوں نے بشمار لشکر جمع کر لیا ہے اور راجگان مذکور  
 ملک راجہ فاروقی کے زمانہ حکومت کی طرح پیش نہیں آئے اور راجہ کھیر  
 کی تحریک و امداد کی بنا پر سرکشی کر رہے ہیں اور اس مملکت پر حملہ آور ہونیکا  
 ارادہ رکھتے ہیں تھاہیر کے قلعہ پر میرے باپ کی وصیت کے مطابق  
 ملک افتخار قابض ہے اور تلنگ کے قلعہ پر جو دشمنوں کے قریب ہے  
 میں اعتماد نہیں کرتا ان وجوہ کی بنا پر میری یہ خواہش ہے کہ میرے عیال و  
 اطفال کو تم اپنے قلعہ میں جگہ دو تاکہ میں اطمینان کے ساتھ دشمن کی  
 مدافعت کروں آساہیر نے اس پیام کو خوشی سے قبول کر کے اپنی اطاعت کا  
 اظہار کیا اور قلعہ اسیر میں ایک وسیع مکان اراکین شاہی کے قیام  
 کے لئے مخصوص کر دیا نصیر خاں نے اول روز چند ڈولیاں عورتوں کی روانہ  
 کیں اور ان کو حکم دیا کہ اگر آساہیر کی عورتیں تمہاری ملاقات کے لئے آئیں تو  
 تم ان کی تعظیم و تکریم میں کوئی دقیقہ فرو گذاشت نہ کرنا نصیر خاں نے  
 دوسرے روز پھر ڈولیاں مہیا کر کے دوسو شجاع جہ پوش سواروں کو ڈولیوں  
 میں بٹھا کر اور ان کو برقع مہنا کر یہ خبر مشہور کی کہ نصیر خاں کی والدہ  
 اور اس کے معزز حرم قلعہ اسیر کی طرف روانہ ہو رہے ہیں جس وقت ڈولیاں  
 قلعہ کے نیچے پہنچیں آساہیر نے حکم دیا کہ دروازہ کھول کر دربان کنارے  
 ہو جائیں اور ڈولیاں بلا کسی اعتراض و گفتگو کے قلعہ کے اوپر داخل ہو کر  
 احاطہ میں پہنچ گئیں اس واقعہ کے بعد تمام سوار دفعہ ڈولیوں سے باہر  
 نکل آئے اور تلواریں نکال کر آساہیر کے مکان کی جانب متوجہ ہوئے  
 اتفاق سے آساہیر اور اس کے تمام فرزند جو کمال غفلت کی حالت میں  
 مبارک بادینے کے لئے آ رہے تھے احاطہ کے قریب نصیر خاں سواروں سے  
 دوچار ہوئے اور وہیں خاک و خون کا ڈھیر ہو گئے اہل قلعہ نے جس وقت  
 آساہیر اور اس کے فرزندوں کو مقتول دیکھا تو نہایت غم و زاری کے ساتھ  
 امان طلب کی اور اپنے زن و فرزند کا ہاتھ پیر کر قلعہ کے باہر نکل گئے۔  
 نصیر خاں فاروقی نے قلعہ تلنگ میں اس خبر کو سنا اور تعجب و غم تمام

قلعہ اسیر پنچا اور از سر نو قلعہ کی تعمیر میں مشغول ہوا واضح ہو کہ اس واقعہ کے ایک سو تیس سال بعد شیر شاہ افغان سور نے قلعہ رہتاس کو بھی اسی طریقہ پر فتح کیا یہ امر مشہور ہے کہ حکام فاروقیہ نے اسیر آسا اہیر کے اموال میں کوئی تصرف نہیں کیا اور کل مال بھینسلہ امانت رکھا ہوا تھا یہاں تک کہ اکبر بادشاہ اس حصار کو فتح کر کے امانت مذکور و نیز دیگر خزانہ فاروقیہ پر متصرف ہوا اور چاندی اور سونا مسکوک وغیرہ مسکوک دارا الضرب میں بھجکر حکم دیا کہ اس کو گلا کر سکا کر کے تیار کریں۔

الغرض نصیر خاں کو یہ عظیم الشان فتح نصیب ہوئی اور محمد و شیخ زین الدولہ آباد سے مبارکباد کی غرض سے خانہ میں روانہ ہوئے نصیر خاں قلعہ کے نیچے آیا اور مع اپنے تمام امرا ذیل وحشم کے استقبال کے لئے روانہ ہوا نصیر خاں نے اب نشیمنی کے کنارہ پر جہاں اس وقت زمین آباد واقع ہے شیخ سے ملاقات کی اور شیخ سے قلعہ اسیر میں تشریف لے جانے کی درخواست کی شیخ نے فرمایا کہ مجھے علم نہیں ہے کہ میں اب نشیمنی کو عبور کروں نصیر خاں شیخ کی اجازت سے واپس ہوا اور دوسرے کنارے پر جس جگہ بلند برہان پور آباد ہے خیمہ و خراگاہ نصب کر کے فروکش ہوا اور روزانہ پانچ مرتبہ شیخ سے ملاقات کر کے ان کی صحبت سے فیضیاب ہوتا تھا دو ہفتہ اسی طریق سے گزر گئے اور شیخ نے دولت آباد واپس جانے کا ارادہ فرمایا نصیر خاں ہر طرح کی خدمت بجالایا اور حضرت سے التماس کیا کہ اگر اس مملکت سے فلاں قصبہ و پرگنہ کو اپنے مصارف خانقاہ کے لئے قبول فرمائیں تو باعث برکت و مسرورازی ہو گا شیخ نے اس امر کو قبول نہ فرمایا اور ارشاد فرمایا کہ فقیروں کو پرگنات اور تصبیات اور وظائف سے کیا سروکار نصیر خاں نے مکرر التماس کیا اور شیخ نے ارشاد فرمایا کہ میں اس مملکت میں صرف اپنے بقائے نام کا طالب ہوں تم دریا کے اس ساحل پر جہاں کہ بادشاہ و غازیان اسلام کی قیام گاہ ہے ایک شہر شیخ برہان الدین کے نام سے مع مساجد و مسابر آباد کر کے

اس کو اپنا دار الملک قرار دیا اور دوسرے ساحل پر جہاں میں مع گروہ فقرا کے مقیم ہوں ایک مسجد اور قصبہ آباد کر کے قصبہ کو زین آباد کے نام سے موسوم کرو تا کہ اس طریق سے شعائر اسلام بھی ان دونوں مقامات پر جاری ہوں اور اس فقیر کا نام بھی زندہ رہے نصیر خاں فاروقی بچہ مسرور ہوا اور اسی وقت اپنے امرا و اعیان و ولت کو حکم دیا کہ بلدہ برہانپور اور قصبہ زین آباد کی تعمیر و آبادی کا کام شروع کر دینے میں مشغول ہوں شیخ نے فاختہ مبارکبادی پڑھا اور دوسرے دن دولت آباد روانہ ہوئے شہر و قصبہ جلد سے جلد آباد و معمور ہو گئے اور بلدہ برہانپور جیسا کہ شیخ کی زبان مبارک پر جاری ہوا تھا سلاطین فاروقیہ کا دار الملک قرار پایا نصیر خاں کی حکومت منتقل ہوئی اور اس نے بلحاظ وہ درویش و رگیمے بخسند و دوا و بادشاہ در اقلیمے مکنجند کے مصداق پر عمل کر کے ارادہ کیا کہ قلعہ تہانیر کو اپنے چھوٹے بھائی ملک انتقار کے قبضہ سے نکال کر بلا شرکت غیرے حکمرانی کا ڈنک بجاے چونکہ اس کی تمنا کا پورا ہونا بغیر سلطان مالوہ کی امداد و مشورہ کے ممکن نہ تھا نصیر خاں نے اپنے مافی الضمیر سے سلطان ہوشنگ کو جو اس کا برابر نسبتی تھا مطلع کیا سلطان ہوشنگ نے اس رائے سے اتفاق کیا اور اس کی کارروائی کی ابتدا کی گئی۔

ن نصیر خاں نے ۸۲۰ھ میں قلعہ تھالین کا محاصرہ کیا ملک انتقار سلطان احمد شاہ گجراتی سے امداد کا طالب ہو سلطان احمد شاہ گجراتی اباب سفی کی درستی میں مشغول ہوا اور روانہ ہونے کی فکر ہی میں تھا کہ غزنین خاں ولد سلطان ہوشنگ پندرہ ہزار سواروں کی جمعیت سے نصیر خاں کی امداد کے لئے آیا قبل اس کے کہ احمد شاہ گجراتی پہنچے غزنین خاں نصیر خاں نے قلعہ تھالین کو ۸۲۰ھ میں فتح کر لیا اور ملک انتقار کو مقید کر کے قلعہ اسیر میں بھیج دیا غزنین خاں اور نصیر خاں نے اپنے انتہائی غرور کی وجہ سے اس امر کا ارادہ کیا کہ سلطانپور اور ندر بار کو محال گجرات کے قبضہ سے نکال کر مملکت مالوہ میں شامل کریں غزنین خاں و نصیر خاں اپنے مقصد کو حاصل کرنے

کے لئے سلطان پور پہنچے اور ملک حبیب جاگیر وار قصبہ نے قلعہ بند ایک مفصل عرضداشت سلطان احمد شاہ گجراتی کی خدمت میں روانہ کی۔

سلطان احمد شاہ گجراتی اس خبر کو سنکر بیحد غضبناک ہوا جسم میں آتش غضب مشتعل ہو گئی اور اسی وقت مع عظیم الشان و جبار لشکر کے کوچ پر کوچ کرتا ہوا روانہ ہوا احمد شاہ گجراتی نے ملک احمد کو مع بیسٹا لشکر کے پہلے روانہ کیا ملک محمود ترک کے آنے کی خبر دشمنوں تک پہنچی اور غزنین خاں تو اسی شب کو کوچ کر کے مندر روانہ ہوا اور نصیر خاں فرار ہو کر قلعہ تھالیر میں پناہ گزیں ہوا ملک محمود نے تھالیر پہنچ کر قلعہ کا محاصرہ کر لیا اور سلطان احمد شاہ گجراتی سلطان پور میں فروکش ہوا نصیر خاں غم و اضطراب میں مبتلا ہو گیا اور اپنے کو مضبوط شکنجہ میں گرفتار دیکھ کر احمد شاہ گجراتی کے دیار یوں سے امداد کا طالب ہوا اور بیسٹا روپیہ دیکر ان امیروں کو سفارش کرنے پر آمادہ کیا مقربین نے موقع و محل دیکھ کر سلطان احمد شاہ گجراتی سے تذکرہ کیا اور ایسی کوشش کی کہ بادشاہ نے نصیر خاں کا قصور معاف فرمایا۔

نصیر خاں کو اس وقت تک ملک نصیر کہتے تھے سلطان احمد شاہ گجراتی نے اس کو خطاب نصیر خانی و چتر دسر اپروہ سرخ عطا فرمایا نصیر خاں نے پانچ سہت ہاتھی اور چالیس عربی و عراقی گھوڑے و دیگر بیش قیمت سہا و ہدایا نذر دیکر احمد شاہ کو اپنے ملک سے واپس گیا چند سال کے بعد احمد شاہ بہمنی نے اپنے معتد امیروں کی ایک جماعت کو برہانپور روانہ کیا اور نصیر خاں کی دختر کو اپنے فرزند کی زوجیت کے لئے طلب کیا نصیر خاں نے اس امر کو اپنے لئے موجب تقویت خیال کر کے قبول کر لیا اور عظیم الشان جشن کے بعد اپنی دختر مسماۃ زینب کی پالکی محمد آباد رسید روانہ کر دی۔

۳۳۲ھ میں راجہ کانہا جو ریاست جالوارہ کا راجہ تھا گجراتی لشکر کے حملہ سے فراری ہو کر اسیر آیا اور چند ہاتھی پیشکش کر کے مدد طلب کی نصیر خاں فاروقی نے خلوت میں راجہ سے کہا کہ مجھ میں اس امر کی طاقت نہیں کہ میں گجراتی لشکر سے دشمنی مول لوں اگر تو احمد شاہ بہمنی کی بارگاہ



میں جو عظیم الشان فرمانروا ہے حاضر ہو تو یقین ہے کہ وہ تیری امداد کر کے تیرے ملک موروثی کو گجراتیوں کے قبضہ سے نکال لیگا اور اس بارے میں میں بھی ایک سفارش نامہ بادشاہ کی خدمت میں روانہ کروں گا راجہ کا ہنا بظاہر نصیر خاں سے رنجیدہ ہوا اور برہان پور سے روانہ ہو کر سلطان احمد شاہ بہمنی سے درخواست ہو سلطان احمد شاہ بہمنی نے نصیر خاں کی خاطر جوئی کی اور اپنے بعض امیروں کو راجہ کا ہنا کے ہمراہ جالوارہ روانہ کیا۔

راجہ کا ہنا اور بہمنی امیر نذر بار کے نواح میں پہنچے اور فتنہ و فساد برپا کیا اسی دوران میں گجراتی لشکر بھی آپہنچا اور فریقین میں جنگ ہوئی بہمنی لشکر کو شکست ہوئی اور اکثر سپاہی گریز کی حالت میں قتل ہوئے سلطان احمد بہمنی اس نقصان کے تدارک کا خواہاں ہوا اور شہزادہ علاء الدین کو مع جہاز لشکر کے روانہ کیا شہزادہ علاء الدین دولت آباد میں وارد ہوا اور نصیر خاں فاروقی اور راجہ کا ہنا بھی اس کی خدمت میں دولت آباد حاضر ہوئے اور جیسا کہ سابق میں مرقوم ہو چکا ہے بہمنی لشکر اس مرتبہ بھی مغلوب ہوا نصیر خاں اور راجہ کا ہنا نے کوہستان کلب میں جو ملک خاندیس کے ایک حصہ میں واقع ہے فرار ہو کر پناہ لی اور گجراتی لشکر خاندیس کو غارت و تباہ کر کے واپس گیا دشمن کی واپسی کے بعد نصیر خاں برہانپور آیا اور ملک کے انتظام میں مشغول ہوا۔

اس زمانہ میں نصیر خاں کی دختر نے اپنے شوہر سلطان علاء الدین کی بدسلوکیوں سے نصیر خاں کو مطلع کیا اور نصیر خاں اور سلطان علاء الدین میں باہم نزاع واقع ہوئی نصیر خاں نے سلطان احمد گجراتی کے مشورہ سے ولایت برائے فتح کرنے کا ارادہ کیا برار کے امیر جو اپنے مالک سے دل میں کینہ رکھتے تھے اس امر سے اگاہ ہو گئے اور نصیر خاں کو برار آنے کی ترغیب دی اور یہ پیام دیا کہ آپ حضرت امیر المؤمنین عمر فاروق کے فرزند ہیں زہے سعادت و ہم آپ کی خدمت گزاری میں مرتبہ شہادت حاصل کریں خان جہاں سیال دکن و برار جو دولت بہمنیہ کا رکن اعظم تھا امیروں کے نفاق سے مطلع ہو کر

قلعہ پر نالہ میں پناہ گزیں ہوا اور ایک مفصل عرضداشت سلطان علاء الدین کی بارگاہ میں روانہ کی براری امیروں نے ملک میں نصیر خاں کا خطبہ جاری کر کے قلعہ کا محاصرہ کر لیا سلطان علاء الدین نے بیشمار بحث و مباحثہ کے بعد ملک التجار حاکم دولت آبا و کوسہ لشکر کر کے مع مغل امیروں کے نصیر خاں کے مقابلہ میں روانہ کیا نصیر خاں نے ملک التجار سے مقابلہ کرنے کی طاقت اپنے میں نہ پائی اور مع براری امرا کے ملک کے باہر چلا گیا ملک التجار نصیر خاں کے تعاقب میں برہانپور کی طرف چلا نصیر خاں فاروقی نے چونکہ سلطان احمد غلاماں سے ملک طلب کی تھی لہذا قلعہ تلنگ کی طرف روانہ ہوا۔

ملک التجار برہانپور میں آیا اور عظیم الشان عمارات کو جلا کر خاک سیا کر دیا ملک التجار نے جس وقت یہ سنا کہ سلطان پورا اور نذر بار کا لشکر اور مالوہ کی سپا خانہ میں وارد ہوا چاہتی ہے یہ امیر جلد سے جلد قلعہ تلنگ کی جانب روانہ ہوا تاکہ فوجی کمک کے پہنچنے سے پہلے ہی دشمن سے معرکہ آرائی کرے جس دن کہ لڑائی شروع ہونے والی تھی ملک التجار اسی روز دور و دراز راہ طے کر کے خستہ و ماندہ مع تین ہزار مغل تیرانداز کے تلنگ کے نواح میں پہنچا نصیر خاں فاروقی نے ملک کا انتظار نہ کیا اور مع جوار لشکر اور تقریباً بارہ ہزار سواروں کے ساتھ میدان جنگ میں آیا اور حریف سے شکست کھائی نصیر خاں کا اباب حکومت مع میں عمدہ ہاتھیوں کے دشمن کے قبضہ میں آیا اور بادشاہ خود بید مشقت کے ساتھ تلنگ کے قلعہ میں پناہ گزیں ہوا نصیر خاں اسی غم و غصہ کی وجہ سے مریض ہو کر صاحب فراش ہوا اور چند روز کے بعد تیسری رجب الاول سنہ مذکور میں اس نے وفات پائی نصیر خاں کے فرزند اکبر میراں عادل خاں نے اپنے باپ کا تابوت تھا لیر روانہ کیا اور لاش ملک راجہ کے پہلو میں پیوند خاک کی گئی نصیر خاں نے چالیس سال جیم مہینہ چھبیس روز حکومت کی۔

نور سلطنت میراں عادل خاں میراں عادل خاں فاروقی نے

بن نصیر خاں فاروقی خواہر کے بطن سے پیدا ہوا تھا میراں عادل خاں نے

اپنے باپ کی وفات کے بعد تخت حکومت پر جلوس کیا ملک التبار کی مدافعت میں مشغول ہوا میراں عادل نے چند اشخاص کو روانہ کر کے گجراتی امیروں کو بہ تعمیل طلب کیا ملک التبار نے جس نے قلعہ تلنگ کا محاصرہ کر رکھا تھا جب سلطانپور کے لشکر کے آنے کی خبر سنی اور دکن چلا گیا میراں عادل خاں مہمات سلطنت میں مشغول ہو گیا اور تین سال چھ مہینہ تیس دن مہمات سلطنت کے انتظام میں مشغول اور تخت حکومت پر متمکن رہا اور جمعہ کے دن نویں ذی الحجہ ۸۶۳ھ کو بلدہ بہ ہانپور میں شہادت پائی۔

میراں عادل خاں نے اپنے فرزند مبارک خاں کو اپنا جانشین کیا اس فرمانروا کی شہادت کے فضیلی واقعات سے مولف کو علم نہ ہو سکا اس لئے معرض بیان میں نہ لاسکا میراں عادل خاں کا جنازہ بھی تھا لیز روانہ کیا گیا اور بہ بادشاہ بھی اس کے باپ اور دادا کے پہلو میں دفن ہوا۔

ذکر حکومت مبارک خاں میراں مبارک خاں فاروقی نے اپنے باپ کی وفات فاروقی بن عادل خاں کے بعد سترہ سال چھ مہینہ نوروز رقیب و دشمن کی مخالفت ملک خاندکیں پر حکمرانی کی میراں مبارک خاں فاروقی نے جمعہ کے دن گیارہ رجب ۸۶۳ھ کو اپنے اسلاف کی طرح دنیا کو

خیر باد کہا اور اس کا فرزند میراں عینا المخاطب بہ عادل خاں فاروقی اس کا جانشین ہوا عادل خاں نے بھی اپنے باپ کی لاشیں تھا لیز روانہ کی اور اس سلسلہ کے چوتھے فرمانروا نے بھی اپنے اسلاف کے پہلو میں جگہ پائی۔

ذکر حکومت میراں عینا المخاطب بہ عادل خاں نے جس استقلال کے ساتھ فرمانروائی کی اس کے اسلاف میں کسی فرمانروا کو بہ عادل خاں فاروقی نصیب نہیں ہوئی عادل خاں نے اطراف کے راجاؤں کو خراج وصول کیا اور گوند و ارڑہ اور گڈھہ کے مقدموں کو اپنا مطیع بنایا اس فرمانروا کی سیاست و حسن انتظام سے کوئی اور تحصیل قومیں چوری اور ڈاکہ زنی سے کنارہ کش ہوئیں علاوہ اس حصار کے جس کو آساہیر نے دکوہ الیر پر تعمیر کیا تھا

عادل خاں نے اس حصار کے دروازہ کی سمت ایک دوسرے قلعہ تعمیر کر کے دروازہ دوم بھی نصب کیا اور اس پر مالی گڑھ آباد کیا۔ دوسرا دروازہ بھی نصب کر کے عادل خاں نے اس حصار کو اس طریق سے تعمیر کیا تھا کہ حصار کو سر کرنا کسی طرح بھی عقل میں نہیں آسکتا میراں عین الخطاب بہ عادل خاں نے بلدہ برہانپور کے پہلو میں اب تپنی کے کنارے قلعہ اور عظیم الشان عمارتیں تعمیر کرائیں بادشاہ اکثر اوقات اسی قلعہ میں مقیم رہتا تھا عادل خاں نے اپنا لقب سلطان جھاڑ کھنڈی یعنی شاہ کوہستان جھاڑ کھنڈ اختیار کیا جھاڑ کھنڈ اہل ہند کی اصطلاح میں ایسے سخت جنگل کو کہتے ہیں جس سے انسان کا گزرنا بیکار و دشوار ہو کوہستان جھاڑ کھنڈ کی تفصیل اپنے مقام پر بیان ہو چکی ہے۔

میراں عین الخطاب بہ عادل خاں کی شوکت و جہت اپنے آبا و اجداد کہیں زاید ترقی کر گئی اور بادشاہ مغرور ہو کر اپنے اسلاف کی روش کے خلاف عمل کرنے لگا عادل خاں نے غرور و تکبر کے عالم میں پیشکش و حاجب بھی سلطان گجرات کی بارگاہ میں نہ روانہ کئے۔ سلطان محمود دیکھ کر اس کی سرکشی سے برا ہوا اور بادشاہ محمود نے ۸۹۲ھ میں ایک جبار لشکر خاندیس روانہ کیا امرائے خاندیس بیشتر تو جنگ کے ارادہ سے مقابلہ میں آئے لیکن آخر کار بیجنگ آزادی کے لئے گجراتی لشکر کے مقابلہ سے فراری ہو کر تھالیتر اور اسیر کے دامن میں فروکش ہوئے گجراتی لشکر نے ملک خاندیس کو بیکار نقصان پہنچایا اور قتل و غارتگری میں مصروف ہوئے عادل خاں فاروقی جو قلعہ اسیر میں مقیم تھا اپنی جنگ آزادی و سرکشی پر نادم ہوا اور ایمان ملک کی ایک جماعت کو سلطان محمود دیکھ کر بارگاہ میں روانہ کر کے اپنی اطاعت کا اظہار کیا اور چند سال کے پیشکش ایکبارگی روانہ کئے گجراتی فرمانروا اس کے ملک کی تباہی سے باز آیا اور اپنے وطن واپس چلا۔

عادل خاں نے چھیالیس سال آٹھ مہینہ بارہ روز عیش و عشرت کے ساتھ حکومت کر کے جمعہ کے دن چودہ ربیع الاول ۸۹۵ھ کو وفات پائی اور پنی وصیت کے مطابق بلدہ برہانپور کے محل دو لہندہ ان میں مدفون ہوا بادشاہ کے کوئی فرزند نہ تھا اس کا بھائی میراں داؤد خاں بن مبارک خاں فاروقی

عادل خاں کا جانشین ہوا۔  
 ذکر حکومت داؤد خاں عادل خاں کے بعد اس کے بھائی داؤد خاں نے تخت حکومت  
 بن مبارک خاں پر چلوں کیا داؤد خاں کے عہد حکومت میں حسام علی دیا علی  
 فاروقی - دو حقیقی برادر تھے ان دونوں بھائیوں نے بعد اقتدار و  
 استقلال حاصل کیا حسام علی نے ملک حسام کا خطاب پایا اور  
 مہمات ملی کو اپنے قبضہ اقتدار میں لے کر بادشاہ کا مستعد علیہ بن گیا۔

۹۹۹ء میں میراں داؤد خاں نے ارادہ کیا کہ بعض پرگنات سرحدی  
 کو احمد نظام شاہ بھری کے قبضہ سے نکال لے احمد نظام شاہ بھری اس واقعہ سے  
 مطلع ہوا اور مع اپنے لشکر کے کوچ پر کوچ کرتا ہوا خاندیل روانہ ہوا داؤد خاں  
 قلعہ آکیر میں پناہ گزیں ہو گیا احمد نظام شاہ نے ملک کو تاراج و برباد کرنے میں  
 بے انتہا کوشش کی اور داؤد خاں مضطر و عاجز ہو کر سلطان ناصر الدین خلجی سے  
 امداد کا خواہاں ہوا سلطان ناصر الدین خلجی نے ہمسایگی کے حقوق کو مد نظر رکھ کر  
 اقبال خاں نام ایک امیر کو مع بیسٹار لشکر کے روانہ کیا اقبال خاں اسیر کے  
 نواح میں آیا اور احمد نظام شاہ بھری مندوی لشکر سے مقابلہ کرنے کی تاب نہ لا  
 احمد نگر واپس ہوا اقبال خاں نے چند روز بربہا پور میں قیام کیا اور داؤد خاں  
 سے سلطان ناصر الدین کے خطبہ کے لئے اصرار کیا داؤد خاں چونکہ مجبور تھا  
 اس نے ملک میں سلطان ناصر الدین کا خطبہ پڑھوا کر اقبال خاں کو راضی کر لیا  
 اور شیکس و بیسٹار تحائف اور دو ہاتھیوں کے ہمراہ اس کو شادی آباد سندھ  
 واپس کر دیا۔

داؤد خاں نے آٹھ سال ایک مہینہ دو روز حکومت کر کے ستمبر  
 کے دن غرہ جمادی الاول ۸۱۳ھ کو وفات پائی ملک حسام و دیگر ارکان سلطنت  
 نے اتفاق کر کے داؤد خاں کے فرزند غزنین خاں کو بادشاہ بنا دیا لیکن  
 دس روز کے بعد ملک حسام الدین نے ایک امر کی بنا پر جس کا خدا کو علم ہے  
 غزنین خاں کو زہر دیکر اس کا قدم در میان سے اٹھا دیا چونکہ داؤد خاں کے  
 کوئی دوسرا فرزند نہ تھا ملک حسام الدین نے چند قاصد احمد شاہ بھری کی

بارگاہ میں روانہ کر کے خاندانہ عالم خاں کو جو سلاطین فاروقیہ کی اولاد میں  
 اور احمد نگر میں مقیم تھا طلب کیا عالم خاں برہان پور پہنچا اور ملک حسام الدین  
 نے احمد نظام شاہ بھری اور فتح احمد عاود شاہ کے مشورہ سے اس کو اپنا فرمانروا  
 تسلیم کر لیا اور اکثر امرا اور سرداروں نے اس کی اطاعت قبول کر لی۔  
 ملک لاؤن جو خاندیس کا نامی امیر تھا عالم خاں کی فرمانروائی پر راضی  
 نہ ہوا ملک لاؤن قلعہ امیر پر قابض ہو کر ملک حسام الدین کی مخالفت پر آمادہ  
 ہوا قلعہ میں محصور ہو گیا اتفاق سے اسی زمانہ میں جبکہ غزنین خاں وہ روزہ  
 حکومت کی علت میں دنیا سے رخصت کیا گیا عادل خاں فاروقی بن نصر خاں  
 فاروقی نے جو سلطان محمود بیکرا کا نواسہ اور تھالینر کی سرحد میں مقیم تھا اپنی  
 والدہ کے مشورہ سے ایک عریضہ اس مضمون کا سلطان محمود شاہ بیکرا کے نام  
 لکھ کر گجرات روانہ کیا کہ وہ اوڈ خاں نے وفات پائی اور مہمات سلطنت میں  
 کامل فخل پیدا ہو گیا ہے اس صورت میں اگر آبائی حقوق مجھ کو مرحمت ہوں تو  
 عین ذرہ پروری ہے سلطان محمود بیکرا نے عادل خاں فاروقی کی استدعا  
 کو قبول کر لیا محمود بیکر معاملہ کو بخوبی سمجھ چکا تھا اور اس کو علم تھا اس معاملہ  
 کا تصفیہ بغیر اس کی موجودگی کے ناممکن ہے بادشاہ خود خاندیس روانہ ہوا  
 ملک حسام الدین مضطرب ہوا اور احمد نظام شاہ بھری اور فتح احمد عاود شاہ  
 کے پاس قاصد روانہ کر کے اس درجہ منت و سماجت کی کہ ہر دو فرمانروا  
 مع اپنے لشکر کے اس کی مدد کے لئے برہانپور وارد ہوئے سلطان محمود بیکرا  
 نے اثناء راہ میں خاندانہ عالم خاں کے تخت نشینی کی خبر اور ملک لاؤن کی  
 مخالفت کے واقعات سنے اور اب زبدہ کے کنارے ماہ رمضان کو بسکر کے  
 شوال میں آگے بڑھا سلطان محمود بیکرا تھالینر میں آیا اور عالم شہ تھانہ دار  
 حصار نے عزیز الملک تھانہ دار سلطانپور کے وسیلہ سے بادشاہ کی ملازمت  
 حاصل کی اور قلعہ کو خالی کر کے شاہی ملازموں کے سپرد کر دیا نظام شاہ  
 اور عاود الملک نے لشکر خاندیس کے دورنگی کی یہ حالت دیکھی اور نیز گجراتی  
 سپاہ کی شوکت و تعداد کا خیال دل میں آیا ہر دو فرمانروا نے چار ہزار سوار

عالم خاں اور ملک حسام الدین کی مدد کے لئے چھوڑے اور خود کا ویل روانہ ہو گئے سلطان محمود دیکر انے آصف خاں اور عزیز الملک کو مع جہار شکر کے ملک حسام الدین اور عالم خاں کی تادیب کے لئے جو نصف خاندیس پر قابض تھا روانہ کیا افواج دکن کو جس وقت آصف خاں اور عزیز الملک کے آنے کی خبر ہوئی دکنی لشکر بلا اطلاع ملک حسام الدین کے کوچ کر کے اپنے فرمانروا کے عقب میں روانہ ہو گئے۔

سب سے پیشتر ملک لادون نے جو نصف خاندیس پر قابض تھا آصف خاں کا استقبال کر کے اُس سے ملاقات کی آصف خاں اس کو اپنے ہمراہ محمود دیکر کی خدمت میں لے گیا ملک حسام الدین نے اس خبر کو سنا اور عالم خاں کو دکن بھیج کر خود بادشاہ کی قدمبوسی کے لئے تھالیز میں آیا سلطان محمود دیکر انے ملک لادون اور ملک حسام الدین پر شاہانہ عنایتیں فرمائیں اور عید الضحیٰ کے بعد ساعت سعید میں عادل خاں کو اعظم ہمایوں کا خطاب دیگر شاہ مظفر گجراتی کی دختر کیسیا تھ اس کا عقد کر دیا اور برہان پور کے تحت حکومت پر بٹھلا دیا۔

سلطان محمود دیکر انے ملک لادون کو خاں جہاں کا خطاب دیا اور موضع بناس کو جو اس کا مولد تھا انعام میں عطا فرمایا بادشاہ نے ملک ماکھا ولد عماد الملک اسیری کو غازی خاں اور ملک عالم تھانہ دار تھالیز کو قطب خاں اور ملک کو محافظ خاں اور اس کے بھائی ملک یوسف کو سیف خاں کے خطابات دیکر اعظم ہمایوں کے ہمراہ کیا اور چار ہاتھی اور تیس لاکھ تنگہ نقد اس کو مرحمت کر کے نصرتہ الملک اور مجاہد الملک کو اس کی امداد کے لئے چھوڑ کر خود سلطان پور اور نذر بار کی طرف روانہ ہوا بادشاہ نے پہلی منزل میں ملک حسام الدین کو شہر یار کا خطاب دیکر اس کو بھی واپسی کی اجازت دی۔

ذکر حکومت عادل خاں | عادل خاں نے اپنے جد ماوری سلطان محمود دیکر کی امداد سے فاروقی بن نصر خاں | خاندیس کی حکومت حاصل کی عادل خاں بلا تامل تھالیز سے برہانپور مخاطب یہ آئے | آیا اور جہات سلطنت میں مشغول ہوا ملک حسام الدین شہر یار اور ہمایوں | عادل خاں جو ملک لادون کے دشمن تھے برہانپور سے روانہ ہو کر

تھالیز میں مقیم ہوئے چند روز کے بعد یہ خبر معلوم ہوئی کہ ملک حسام الدین پھر نظام شاہ سے مل گیا اور اس کا ارادہ ہے کہ عالم خاں کو برہانپوری فرمانروا بنائے

عادل خاں اس مکر سے مطلع ہوا اور ایک شخص کو ملک حسام الدین شہر یار کی طلب میں روانہ کیا ملک حسام الدین عین وقت پر اس واقعہ سے مطلع ہوا اور چار ہزار سواروں کے ساتھ برہانپور وارد ہو۔

ملک حسام الدین جو برہانپور کے نواح میں آیا اور عادل خاں نے تین ہزار گجراتی سواروں کی جمعیت سے اس کا استقبال کیا اور اپنی مجلس میں لے گیا اور خلعت دیکر اس کو رخصت کر دیا دوسرے روز عادل خاں نے اپنے محرم راز اشخاص سے یہ صلاح کی کہ اب جس وقت ملک حسام الدین دیوانخانہ میں آئے اور میں اس کا ہاتھ پکڑ کر خلوت میں لے جاؤں تم لوگ اس امر کا انتظار کرو کہ میں اُس سے گفتگو کر کے رخصت کر دوں میرے رخصت کرنے کے بعد دریا تھ گجراتی جو شمشیر زنی میں بے مثل ہے ملک حسام الدین پر کڑی ضرورت لگا کر اُس کا کام تمام کرے ظاہر ہے کہ ملک حسام الدین کے مارے جانے کے بعد اس کے ملازمین بھی نہ تیغ ہو جائینگے عادل خاں نے اس توار داد کے مطابق ایک شخص کو ملک حسام الدین کو بلانے کے لئے بھیجا ملک حسام الدین اپنے انتہائی غور کی وجہ سے مع اپنے لشکر کے آیا عادل خاں نے اس سے ملاقات کی اور مشورہ کئے مطابق اس کا ہاتھ پکڑ کر خلوت خانہ میں داخل ہوا اور چند باتوں کے بعد پاؤں دیکر اُس کو رخصت کر دیا دریا تھ گجراتی نے تلوار اُس کے سر پر لگائی جسم کو دو ٹکڑے کر دیا۔

عادل خاں کا وزیر اعظم ملک برہان عطاء اللہ گجراتی اس واقعہ سے آگاہ ہوا اور اس نے گجراتیوں کی ایک جماعت کو جو اس کے ہمراہ تھی حکم دیا کہ حرام خواروں کو قتل کرو گجراتیوں نے شمشیر زنی شروع کی اور ملک ما کہما الخطاب بنارای خاں اور دیگر سوار جو ملک حسام الدین الخطاب بہ شہر یار کے ہمراہ تھے فراری ہوئے لیکن چار سو گجراتی و حبشی فلاموں نے جو دربار میں حاضر تھے اس کا تعاقب کر کے شکست خوردہ جماعت کو قتل و زخمی کیا غازی خاں اور دیگر امرا و ہشمار سپاہی خاک و خون کا ڈھیر ہو گئے اور نصف ملک خاندیس جو اس کے قبضہ میں تھا ان کے اقتدار سے جاتا رہا۔ غرض کہ گجراتی لشکر ابھی پہنچا ہی نہ تھا کہ ملک خاندیس مفسدوں اور مخالفوں کے وجود سے پاک و صاف ہو گیا۔

عادل خاں الخطاب بہ اعظم ہمایوں ان واقعات کے بعد ایک روز قلعہ الیریں



داخل ہوا اور ایک ساعت کے بعد باہر نکل آیا عادل خاں نے دوسرے روز سلطان محمود پیکر کو ایک عریضہ اس مضمون کا لکھا کہ میں ایک مرتبہ قلعہ کی سیر کے لئے گیا تھا مجھ کو معلوم ہوا کہ شیر خاں اور سیف خاں جو قلعہ پر قابض ہیں میرے قطعاً مخالف ہیں اور باوجود اس کے ملک حسام الدین قتل ہو گیا ہے یہ ہر دو بد بخت باہم متفق ہو گئے ہیں اور نفاق سے کام لے رہے ہیں چنانچہ ان دونوں امیروں نے ایک خط احمد نظام شاہ بھری کے نام روانہ کر کے اس کو مع خاندانہ عالم خاں کے طلب کیا ہے احمد نظام شاہ بھری بالفعل اس عہدی مقام میں ٹہرا ہوا ہے میں نے فیصلہ کیا ہے کہ خان جہاں اور محمد الملک دیگر امیروں کی ہمراہی اور اتفاق سے قلعہ آئیر کا محاصرہ کروں اگر محاصرہ کے بعد نظام شاہ بھری مملکت میں مداخلت کرے گا تو میں قلعہ کی مہمات کو ملتوی کر کے اس کے مقابلہ میں صف آرا ہوں گا۔ سلطان محمود پیکر عریضہ کے مضمون سے آگاہ ہوا اور فوراً بارہ لاکھ تنگہ نقد عادل خاں کے پاس روانہ کئے اور عریضہ کے جواب میں تحریر کیا کہ تم خاطر جمع رکھو جس وقت ضرورت ہوگی میں بذات خود تمہاری امداد کے لئے سفر کروں گا ظاہر ہے کہ احمد شاہ بھری سلاطین دکن کا غلام زادہ ہے اس کی یہ مجال نہیں ہو سکتی ہے کہ تمہاری مملکت میں داخل ہو کر تم کو اور تمہاری رعایا کو مضرت پہنچائے سلطان محمود پیکر نے احمد شاہ بھری کے ایلچی کو بیکجراست میں مقیم تھا ہے حد و ملکیاں دیں احمد نظام شاہ بھری نے یہ واقعات سنے اور اپنے وار الملک کو روانہ ہو گیا اور شیر خاں اور ملک یوسف الخاں سیف خاں نے بھی عہد و امان لے کر قلعہ کو خالی کر دیا اور کاویل کی راہ لی۔ عادل خاں فاروقی الخاں بہ اعظم جہایوں نے لشکر گجرات کے پہنچنے کے بعد راجہ کالنبہ پر جو احمد نظام شاہ بھری کا مطیع تھا لشکر کشی کی اور بعض مواضع و قریات کو تاراج و تباہ کر دیا راجہ کالنبہ نے اپنی عاجزی کا اظہار کیا اور شکیش حاضر کیا عادل خاں فاروقی الخاں بہ اعظم جہایوں نے گجراتی لشکر کو رخصت کیا اور خود الیر واپس آیا۔

۹۳۳ھ میں عادل خاں اپنے خاں سلطان مظفر شاہ بھراتی کے ہمراہ شادی آیا میں گیا اور عمدہ خدمات بجالایا چونکہ یہ واقعات بہ تفصیل سلاطین گجرات کے حالات میں ضمناً لکھے جا چکے ہیں لہذا سولف اس مقام پر ان کو معرض بیان میں نہیں لایا۔ عادل خاں ۹۶۶ھ میں غلیل ہوا اور جمعہ کے دن دسویں ماہ رمضان کو اس نے وفات پائی

عادل خاں مخاطب بر اعظم ہمایون نے انیس سال حکومت کی عادل خاں کا فرزند میراں محمد شاہ فاروقی جو سلطان بہادر گجراتی کی خواہر کے بطن سے تھا اپنے باپ کا جانشین قرار پایا۔

میراں محمد شاہ اپنے باپ کی وفات کے بعد برہانپور کا فرمانروا قرار پایا آخر میں اس نے گجرات پر بھی حکومت کی اور شاہ کا خطاب عادل خاں فاروقی اس کا جزو اسم ہوا واضح ہو کہ اس خاندان میں یہ پہلا شخص ہے جس نے شاہی کا خطاب حاصل کیا اسی زمانہ میں نظام شاہ اور عماد الملک کے درمیان میں قلعہ ماہور اور دیگر گنات کے بارے میں نزاع ہوئی عماد الملک نے میراں محمد شاہ کی وساطت سے سلطان بہادر گجراتی سے امداد و اصلاح کی التجا کی سلطان بہادر گجراتی نے عین الملک حاکم پٹن کو سرحد کن کی طرف روانہ کیا تاکہ حالات کو دریافت کر کے نظام شاہ اور عماد الملک کے درمیان میں صلح کرادے نظام شاہ نے سلطان بہادر گجراتی کی رعایت کو مد نظر رکھ کر اس سال عماد الملک کے ساتھ مصلحتاً صلح کر لی عین الملک واپس ہوا اور برہان نظام شاہ نے دوبارہ ملک گیری کا ارادہ کیا برہان نظام قلعہ ماہور پر اور بعض پرگنات پر قابض ہو گیا عماد الملک نے عاجز و لاعلاج ہو کر میراں محمد شاہ فاروقی سے مدد طلب کی میراں محمد شاہ فاروقی ۹۳۳ھ میں مع اپنے لشکر اور ہاتھیوں کے عماد الدین محمد شاہ کی مدد کے لئے دکن میں آیا اور عماد الملک کے ہمراہ نہر گنگ کے کنارے برہان نظام شاہ کے مقابلہ میں صف آراء ہوا۔ میراں محمد شاہ فاروقی نے نظام شاہ کو شکست دیکر اسے لشکر کو منتشر کر دیا اور اپنی فتح خیال کر کے عماد الملک کے ہمراہ بے پردائی کے ساتھ میدان جنگ میں کھڑا ہوا خانیسی اور براری لشکر کچھ تعاقب میں اور کچھ غارتگری میں مشغول ہوئے۔

برہان نظام شاہ جو شکست کے بعد ایک گاؤں میں پناہ گزین تھا مع تین ہزار سوار واپس ہو کر میدان جنگ کی طرف بڑھا۔ نظام شاہ نے دشمن کو لشکر فراہم کر نیکی مہلت ندی اور قریب شام کے حملہ آور ہوا اور میراں محمد شاہ اور عماد الدین محمد شاہ کو پساکر دیا۔ برہان نظام شاہ نے ہرج و مرج مانر داکے توپ خانہ پر قابض ہو کر تقریباً چار گوس تک ان کا تعاقب کیا اور ہیشمار پسماندوں کو قتل کیا اور میراں محمد شاہ اور عماد الملک نہایت روی حالت میں کاہل و اسیر پہنچے۔

اس واقعہ کے بعد میراں محمد شاہ اور عماد الملک نے عاجزانہ سلطان بہادر گجراتی کو اپنی مدد کے لئے لکھا اور بے حد مسرت و مساجت کے ساتھ طالب امداد ہوا سلطان بہادر گجراتی مع جنگجو لشکر کے برہان پور میں آیا اور میراں محمد شاہ فاروقی کو ہمارے کر ولایت برار میں داخل ہوا سلطان بہادر گجراتی جالندہ پور وارد ہوا اور اس کو عرض کیا کہ ہوئی سلطان بہادر گجراتی نے ارادہ کیا کہ برار کو عماد الملک سے لیکر اپنے ملازمین کو سپرد کرے اور اس کے بعد احمد نگر پہنچ کر برہان نظام شاہ کے مالک پر قبضہ کر کے اطراف میں بھی اپنا سکہ و خطبہ جاری کرے عماد الملک سلطان بہادر گجراتی کو طلب کر کے بے حد پشیمان ہوا اور میراں محمد شاہ سے سلطان بہادر گجراتی کی شکایت کی میراں محمد شاہ نے جواب دیا کہ اپنی شامت اعمال کا کوئی علاج نہیں ہے جو کام کہ ہو نہ کرنا چاہئے تھا وہ ہم سے وقوع میں آگیا اب مجھ صبر و تحمل کے کوئی چارہ کار نہیں ہے اتفاق سے اسی زمانہ میں ایک تقریب کے موقع پر میراں محمد شاہ نے سلطان بہادر گجراتی سے عرض کیا کہ ولایت برار بادشاہ کے قلمرو میں داخل ہو چکی لہذا اب اس ملک میں قیام کرنا بے کار ہے صلاح یہ ہے کہ بادشاہ اپنے نام کا خطبہ اس ملک میں جاری کر کے عماد الملک کو اپنے ملازمین کے گروہ میں داخل فرمائیں اور احمد نگر پہنچ کر ایک ملک بھی فتح کریں سلطان بہادر گجراتی کو یہ رائے میراں محمد شاہ کی پسندانی نہیں بادشاہ نے برار میں خطبہ اپنے نام کا جاری کیا اور عماد الملک کو اپنے امرا میں داخل کر کے احمد نگر روانہ ہوا سلطان بہادر احمد نگر سے ان وجوہات کی بناء پر جو پیشتر مذکور ہو چکیں دولت آباد وارد ہوا اور میراں محمد شاہ کی حسن تدبیر سے نظام شاہ و عماد الملک کی مملکت کو فتح کرنے سے باز رہا اور اپنے پائے تخت کو واپس ہوا۔

۹۳۷ء میں سلطان بہادر گجراتی نے مالوہ فتح کرنے کا ارادہ کیا میراں محمد شاہ حسب الطلب سلطان بہادر گجراتی کے پاس گیا اور مند و کے فتح کرنے میں بے حد کوششیں کیں اور فتح کے بعد رخصت ہو کر اسی سال برہانپور میں واپس آیا برہان نظام شاہ مالوہ کی فتح کی خبر شکر بے حد مضطرب ہوا اور شاہ ظاہر کو برسم حجابیت برہانپور بھیجا تا کہ اپنے حسن تدبیر سے فریقین میں خلوص و اتحاد قائم کرے سلطان بہادر گجراتی دو برس سال ۹۳۸ء میں برہانپور آیا جیسا کہ پیشتر گجرات اور دکن کے

وقائع میں بیان ہو چکا ہے میران محمد شاہ کی من تدبیر سے سلطان بہادر گجراتی اور برہان نظام شاہ کے درمیان میں غائبانہ اتحاد ہوا اور برہان نظام شاہ میران محمد شاہ فاروقی کے مشورہ کے موافق سلطان بہادر گجراتی کی ملاقات کے لئے برہان پور آیا سلطان بہادر گجراتی اس کے آنے سے بے حد خوش ہوا اور برہان نظام شاہ کو چتر و سہاوردہ، سرخ و خطاب نظام شاہی مرحمت فرمایا سلطان بہادر نے کہا کہ میں نے دشمنوں کو خاک نشیں اور دوست کو صاحب تخت و تاج بنایا سلطان بہادر گجراتی نے برہان نظام شاہ کو کامیاب و خوشدل احمد نگر روانہ کیا اور خود بار و دگر مالوہ واپس آیا میران محمد شاہ بھی سلطان بہادر گجراتی کے ہمراہ مالوہ آیا اور خدمات شایستہ سجالایا اس واقعہ کے بعد میران محمد شاہ رخصت ہو کر برہانپور وارد ہوا اسی دوران میں سلطان بہادر گجراتی جس وقت قلعہ جیتور پر حملہ آور ہوا اور میران محمد شاہ بھی اپنے لشکر کو درست کر کے پاس آہنچا سلطان بہادر گجراتی جنت آشیانی کے مقابلہ سے فرار ہو کر مندر آیا اور میران محمد شاہ بھی اس کے ہمراہ تھا سلطان بہادر گجراتی نے مندر سے جینا نکال کر لیا اور میران محمد شاہ کو اسی جگہ کی اجازت دی اسی زمانہ میں جنت آشیانی نصیر الدین ہمایوں بادشاہ نے گجرات فتح کر لیا اپنے معتمد امیر آصف خاں کو برہان نظام شاہ کی اشکالت کے لئے احمد نگر روانہ فرمایا اور شیکش کے طالب ہوئے جنت آشیانی اس واقعہ کے بعد ولایت خانیس کو فتح کرنے کے غرض سے برہان پور تشریف لائے میران محمد شاہ فاروقی نے مضطرب ہو کر متعذد و ناسے برہان نظام شاہ بھری کو لکھ کر اس سے ملک کو محفوظ رکھنے اور اپنی رہائی کے بارے میں شہرت کی برہان نظام شاہ بھری نے حقوق سابقہ کے لحاظ سے ایک عریضہ لکھ کر شاہ ظاہر جنیدی جنت آشیانی کی بارگاہ برہان پور روانہ کیا عریضہ کا مفہوم یہ تھا ۔

بندہ و و لتخواہ برہان نظام شاہ بعد ادا سے مراسم غلامانہ از روئے اطاعت و انکسار عرض پیرا ہے کہ جب تک ہمارا خانہ قضا عالم اسباب کو ان اللہ یا ہر بالہ دل و لا حسا کے ستون قیام و استحکام کے ذریعہ سے محفوظ اور مدبر قدر اعزاز طبائع بنی آدم کو فوسرمان یا ایہا الذین آمنو کو ذواق امین بالقسط کے اجر سے مامون رکھے حضور کی بارگاہ مرجع سلاطین ناہدار ہو اصل مقصد یہ ہے کہ اس مبارک زمانہ میں آپ کا فرمان جو امن و امان کا مرکز ہے و یوں ان سلطنت سے آصف خان کے ہمراہ جو افتخار بنی آدم باعتبار اخلاق و افعال انسانی گروہ میں ممتاز ہیں اس کترین بارگاہ صادق العقیدہ کے نام صادر ہو افندی

وہ مراسم تسلیم بجالایا جو میر سے لئے باعث فخر ہیں انواع استمال و عنایات شاہانہ جو فرمان کے مضامین و اشارات سے پیدا ہیں میر سے الطینان خاطر کا باعث ہوئیں فدوی حصول مقصد و اطاعت سے جو فرمان مبارک کا منشاء ہے مستفید ہوا ہی تھا کہ اسی اثناء میں چند محاکمات علیہ بنام محمد خاں الحاطب بہ میران محمد شاہ کی جانب سے جو ابا عن جد مملکت آسیر و برہانپور کا فرمانہ واسطے فدوی کے پاس پہنچے جن کے خلاصہ مضامین تمام و کمال بادشاہ کی عقیدت و حصول سعادت کے اظہار پر مبنی ہیں نواب مدوح کی یہ ہربانیاں مجھ پر محض اس وجہ سے ہیں کہ ان کی امید و ارادہ لگا ہیں بادشاہ کی حسن عنایت و کمال اشفاق و مکارم اخلاق پر منحصر و وابستہ ہیں۔

جہاں پناہا قدرے حالات عریضہ سے حضور کے خمیر پر نور پر روشن و ظاہر ہو چو کہ اس دو تنوہ اور عالیجناب مشاء الیہ میں مراسم محبت و الفت عرصہ دراز سے قائم ہیں اس لئے فدوی نہایت عجز و ادب کے ساتھ بارگاہ معلیٰ میں عرض بردار ہے کہ حضور بھی یہی سلوک فرمائیں جو سلاطین باسبق سے جہانگیری و کشورستانی کی حالت میں ظہور پذیر ہوا ہے بالخصوص آپ کے اجداد و معدلت شعار سے جو اس درجہ عظیم المرتبت و عالی جاہ ہیں کہ کتابہ قصر سلطنت ان کے مناقب سے روشن اور عصانہ تلخ خلافت ان کی مجاہدانہ کارروائیوں سے مزین ہے فدوی جان نثار تبلیغ آریہ کریمہ فاعضو و اعضو احتی یا فی اذن شاہ باہو کو نصب العین رائے جہاں پناہی بنا کر متوجی ہے کہ نواب مدوح کی عقوبت انتظار کی اور بے اختیارانہ خطاؤں کو اپنے رحم ذاتی اور کرم صفاتی سے مقابلہ فرمائیں اور اپنی بے انتہا لطف و عنایات کی وجہ سے نواب مدوح کو مطلع فرمائیں کہ حضور اپنا دست تھرن اس کی حقیر مملکت سے اٹھا کر اس معاوضہ میں مزید عنایت و رعایت عطا فرمائیں گے بادشاہ بالفرض و اپنے ابا و اجداد و اسلاف کی اقتدا فرما کر حکام اطراف کیے تلوک کو مسرور فرمائیں گے مجھے امید ہے کہ یہ یہ معروضات کمال خلوص و بھی خواہی پر محسوس فرمائے جائیں گے اور ان کو مرتبہ قبولیت حاصل ہو گا اگر کسی درمیرے طریق پر یہ امور پسند خاطر نہ ہوں تو بجز اطاعت کے اور کیا چارہ کار ہو سکتا ہے آئندہ جو اثرات دہو بہتر و اعلیٰ ہے۔

اس واقعہ کے بعد نفاذ برہان شاہ بجزی و ابراہیم عادل شاہ سلطان قلی

قلب شاہ اور علاء الدین عماد شاہ نے میران محمد شاہ فاروقی کی امداد کے ارادہ سے لشکر کشی کی جنت آشیانی نصیر الدین محمد ہمایوں بادشاہ نے میرانامان کی نا اتفاقی اور شیر شاہ افغان کے خروج کی وجہ سے جنگ میں مصلحت نہ دیکھی اور خاندیس پر حملہ آور ہوئے اور ملک کو تاراج کرنے کے بعد شاوی آباد مندروانہ ہوئے سلطان بہادر گجراتی نے میران محمد شاہ فاروقی کو سفل امیروں کے اخراج کی غرض سے کہ جواب تک مانوہ میں مقیم تھے متعین فرمایا میران محمد شاہ نے بلو خاں کے اتفاق و امداد سے شاوی آباد مندروانہ کو سفل امیروں کے قبضہ سے نکال لیا میران محمد شاہ فاروقی ہمنو مانوہ ہی میں تھا کہ سلطان بہادر گجراتی اہل فرنگ کے ہاتھ سے شہید ہوا چونکہ بادشاہ کے کوئی اولاد نہ تھی اس لئے سلطان بہادر گجراتی اور جمیع امراء نے گجرات نے منفقہ طور پر میران محمد شاہ کو حکومت و سلطنت کے لئے منتخب کیا اور میران محمد شاہ کا خطبہ و سکہ غائبانہ گجرات میں جاری کر کے اس کے نام محمد خاں میں لفظ شاہ کو بھی داخل کر دیا میران محمد شاہ اس خاندان کا اول شخص ہے جس نے شاہی کا خطاب حاصل کیا گجراتی امیروں نے سلطان بہادر گجراتی کا چتر و تلج مرصع میران محمد شاہ کے لئے روانہ کر کے اس سے گجرات آنے کی درخواست کی میران محمد شاہ نے تلج شاہی سر پر رکھا اور گجرات جانے کا ارادہ کیا بادشاہ پابہ رکاب ہی تھا کہ دفعتاً علیل ہو کر تیرہ ذیقعد ۹۲۲ھ کو وفات پائی اراکین سلطنت اس کی لاش برہانپور لے گئے اور عادل خاں فاروقی کے خطیرہ میں پیوند خاک کیا جو میران محمد شاہ کے فرزندوں میں کوئی فرد حکومت کے قابل نہ تھا اس کا برادر زوم میران مبارک خاں خاندیس کا فرمانہ و اقرار پایا۔

ذکر حکومت میران مبارک شاہ نے بلدہ برہانپور میں اپنے بھائی کے وفات کی خبر سنی شاہ بن عادل خاں مبارک شاہ چند روز مرسم تعزیت کی بجائے آوری میں مشغول رہا چونکہ میران محمد شاہ فاروقی کا ایک فرزند بھی حکومت کے لئے موزوں نہ تھا امراد ایمان مملکت نے اتفاق کر کے میران مبارک شاہ کو فرمانروائی کے لئے منتخب کیا میران مبارک شاہ حکمرانی میں مشغول ہوا اور اراکین دربار کے ساتھ اچھی طرح پیش کیا اسی زمانہ میں گجراتی امیروں نے سلطان محمود گجراتی بن شاہنشاہ لطیف خاں کو وارث صبیح تسلیم کیا اور اختیار خاں کو اس کو لانے کے لئے گجرات روانہ کیا

واضح ہو کہ سلطان بہادر گجراتی نے اپنے بھتیجے سلطان محمود گجراتی کو میران محمد شاہ فاروقی کے سپرد کر دیا تھا اور میران محمد شاہ فاروقی نے سلطان محمود گجراتی کو ایک قلعہ میں قید کر دیا تھا اور اس کے حالات کی خبر رکھتا تھا۔

اختیار خاں برہانپور آیا اور شاہ محمود گجراتی کو میران مبارک شاہ سے طلب کیا میران مبارک خاں فاروقی نے اس خوف کی بنا پر کہ گجراتی امیر مضطر و لاچار ہو کر اس کو اپنا فرمانروا تسلیم کر لیں گے سلطان محمود کے روانہ اور آزاد کرنے میں تامل کیا اور کین دولت گجراتی اس کے مقصد کو سمجھ گئے اور بہتیت مجموعی جنگ کے قصد سے خاندیس روانہ ہوئے مبارک خاں فاروقی نے سلطان محمود گجراتی کے بھی خواہوں کی درخواست کے مطابق سلطان محمود کو قلعہ سے نکال کر اختیار خاں گجراتی کے ہمراہ گجرات روانہ کر دیا۔

اسی دوران میں شاہان گجرات کا ایک غلام عماد الملک نام فرار ہو کر برہانپور وارد ہوا اور میران مبارک شاہ نے سلطنت گجرات کی اسپہ کی بنا پر اس کی امداد کی عماد الملک نے دس بارہ ہزار گجراتی سوار فراہم کر لئے دریا خاں نے سلطان محمود کو آواز کیا اور اپنے ہمراہ لیکر میران مبارک شاہ اور عماد الملک کے استیصال کے ارادہ سے روانہ ہوا فریقین میں سپرد گجرات خاندیس پر عظیم الشان جنگ ہوئی میران مبارک شاہ شکست ہوئی اور وہ قلعہ میں پناہ لے کر رہا ہو عماد الملک فراری ہو کر مرند آیا اور اس نے قادیان کے دامن میں پناہ لی سلطان محمود و خاندیس کے تاراج و تباہ کرنے میں مشغول ہو گیا میران مبارک شاہ نے مجبوراً ہی شکش دیکر صلح کی سلطان محمود گجراتی اپنی ملکیت کو واپس آیا۔ سلطان محمود گجراتی ایک عرصہ دراز کے بعد مستقل و صاحب اقتدار فرمانروا ہوا اور

اس نے سلطان پور اور نذر بار کو میران مبارک شاہ کو عطا کیا۔ واضح ہو کہ جس زمانہ میں سلطان محمود گجراتی و میران مبارک شاہ قلعہ آسیر میں مقید تھے سلطان محمود گجراتی نے میران مبارک شاہ سے وعدہ کیا تھا کہ اگر خداوند کریم اس کو گجرات کا فرمانروا بنائے گا تو قلعہ نذر بار میران مبارک شاہ کو عطا کرے گا چنانچہ سلطان محمود گجراتی نے اپنے وعدہ کو وفا کیا اور اپنے ایام سلطنت میں نذر بار میران مبارک شاہ کے سپرد کر دیا۔

۹۹۹ء میں باز بہادر حاکم بالوہ چغتائی لشکر کے غلبہ سے اپنے ملکیت سے جدا ہو کر برہانپور آیا اور میران مبارک شاہ کے دامن میں پناہ لی پیر محمد خاں حاکم بالوہ

باز بہادر کے استیصال کا قصد کیا اور خاندیس میں داخل ہوا پیر محمد خاں بہا پور تک حملہ آور ہوا اور قتل و گرفتاری میں کوئی کمی نہیں کی اس حملہ آوری کا نتیجہ یہ ہوا کہ خاندیس کے شریف و ذیل تمام طبقہ کے لڑکے اور لڑکیاں مہلوں کے ہاتھ میں گرفتار ہو گئے اور وہ فساد جو حاشیہ خیال میں بھی نہ تھا پرا ہوا میران مبارک شاہ امیر کے قلعہ میں پناہ گزین ہوا اور تھال خاں حاکم ہزار کو اپنی مدد کے لئے طلب کیا تھال بڑی تیاریاں کر کے بے تھیل خاندیس آیا میران مبارک شاہ اور باز بہادر بھی اس سے آئے اور پیر محمد خاں کی مدافعت پر متوجہ ہوئے مغل امیر اور لشکر جن کے قبضہ میں ہیشمار مال و اسباب آچکا تھا عیش و عشرت میں مشغول تھے مغل لشکر جنگ و مقابلہ کی طرف مائل نہ ہوا اور واپسی کے لئے آمادہ ہوئے پیر محمد خاں نے امیر دن اور سردار اس فوج کی رائے سے اتفاق کیا اور چھوڑا مالوہ کا رخ کیا ہر ستر فرما زوئے اس کا تقاب کیا چونکہ عموماً مغل سپاہ نے مال عنینت کے لئے جانے میں پیر محمد خاں کی پیروی نہ کی اور رات و دن مسافت طے کر کے اپنے سپہ سالار سے پہلے نریداکو عبور کر کے تھال خاں کو ان حالات کی اطلاع ہو گئی اور اس نے نریداکے اطرا میں مغل لشکر گاہ پر حملہ کر دیا پیر محمد خاں استر آبادی نے اپنے میں مقابلہ کی طاقت نہ دیکھی اور زخمیہ و خرگاہ اور اموال و اسباب سے قطع نظر کر کے فرار ہو گیا اور تھال خاں بے تھیل پیر محمد خاں کا تقاب کر رہا تھا اور ادھر کشمیریوں کو باز بہادر کے ملازمین نے ساحل سے دور کر دیا تھا پیر محمد خاں نے اسی صورت سے بیچ سواری کے اپنے کو نریداک میں ڈال دیا اور جیسا کہ پیشتر مرقوم ہو چکا ہے دریا میں غرق آب ہوا۔ بقیہ تمام لشکر محفوظ و سلامت وریل سے عبور کر گیا اور مغل لشکر کا تمام اسباب و مال لوٹ لیا گیا میران مبارک شاہ اور تھال خاں باز بہادر کے امداد کی عرض سے مالوہ میں آئے اور مغل امیروں کو مالوہ کے نزاح سے باہر نکال دیا باز بہادر نے دوبارہ میران مبارک شاہ اور تھال خاں کی امداد سے مالوہ کے تخت پر جلوہ س کیا اور بہرہ و فرمانروا اپنی مملکت میں واپس آئے میران مبارک شاہ نے بہار مشنبہ کے روز چھ جادوی الشانی سے کوہ وفات پائی اس کا فرزند میران محمد خاں مہمات سلطنت کی انجام دہی میں مشغول ہوا میران مبارک شاہ نے بیس سال حکومت کی۔

ذکر حکومت میران محمد شاہ امیرک شاہ فوت ہوا اور اس کا فرزند اپنے یاب کا بانیس ہو امیران محمد شاہ بن امیرک شاہ فاروقی نے مہمات سلطنت میں رونق پیدا کی اور اسی سال جلوس میں چنگیز خاں گجراتی



اعتماد خاں وکیل السلطنت کی تحریک سے سلطان مظفر کو آمادہ کر کے اپنے ہمراہ ندر بار میں لے آیا چنگیز خاں نے میران محمد شاہ کے تھانہ کو اٹھا دیا چونکہ کوئی شخص اس کے حالات پر معترض نہ ہوا تھا اس نے قدم آگے بڑھایا اور قلعہ تھانیس کے نواح تک قابض ہو گیا چنگیز خاں نے حتی الامکان میران محمد شاہ فاروقی کی مملکت کو نقصان پہنچایا میران محمد شاہ نے تھانیس خاں حاکم برار کو اپنی مدد کے لئے طلب کیا اور تھانیس خاں کے اتفاق سے چنگیز خاں کے مقابلہ میں آیا میران محمد شاہ تھانیس کے نواح میں چنگیز خاں کے قریب ہو کر جا رہا تھا کہ جنگ میں مشغول ہو کر چنگیز خاں پر باوجود شجاعت و بہادری کے اس روز ایسا خوف و رعب طاری ہوا کہ چنگیز خاں نے ایک دشوار گزار مقام پر فرار ہو کر توپ و تفنگ کے اربابوں کو اپنے گرد فراہم کر لیا اور رات تک اس جگہ سے حرکت نہ کی اس درمیان میں رات ہو گئی اور چنگیز خاں اسباب و اموال کو چھوڑ کر بہر و بیج کی طرف فرار ہو گیا خاندانیں اور دکنی لشکر اس حال میں واقف ہوئے اور چنگیز خاں کے اسباب و آلات حرب کو لوٹ کر اس کے تعاقب کی کوشش کی خاندانسی دکنی سپاہ نے آتش بازی کے اربابوں کو اپنے قبضہ میں کیا اور واپس ہوئے قلیل مدت تک گجرات میں خدو تاجیم رہا اور رعایائے گجرات کو عموماً یقین آ گیا کہ شاہ مظفر گجراتی سلاطین گجرات کے خاندان سے نہیں ہے میران محمد شاہ فاروقی نے ولایت گجرات کو اپنی ورثت سمجھ کر بے شمار روپیہ صرف کر کے لشکر فراہم کیا گجراتی امیروں کی بھی ایک جماعت میران محمد شاہ سے مل گئی میران محمد شاہ تقریباً تیس ہزار سواروں کی جمعیت سے دار الملک احمد آباد کو فتح کرنے کے غرض سے روانہ ہوا۔

اس زمانہ میں چنگیز خاں احمد آباد پر قابض ہو گیا تھا اور میرزایان بھی چنگیز خاں سے مل گئے تھے چنگیز خاں سات آٹھ ہزار سوار کی جمعیت سے احمد آباد کے باہر آیا اور میران محمد شاہ سے جنگ کی چنگیز خاں نے میرزایان کی امداد سے میران محمد شاہ کو بدترین صورت سے اسیر کی جانب بھگا دیا اور میران محمد شاہ کے اموال و اسباب اور ہاتھیوں اور اثاثہ سلطنت پر قبضہ کر کے اپنے اسباب شمت میں داخل کیا قلیل عرصہ کے بعد میرزایان مذکور چنگیز خاں سے متوہم ہو کر گجرات سے فرار ہوئے میرزایان اپنے غلبہ و کامیابی کے خیال سے خاندان میں آئے اور ملک کو تالاج و تباہ کر کے میں کسی قسم کی کمی نہ کی میران محمد شاہ کا ارادہ تھا کہ لشکر بچا کر کے میرزاؤں کی طرف متوجہ ہو کہ حریف اپنا کام کر کے

خاندیس کے باہر نکل گئے۔

۹۸۲ء میں مرتضیٰ نظام شاہ بھری والی احمد نگر نے برار کی مملکت کو فتح کر کے  
تغال خاں کو مقید کیا اور ایسی کا ارادہ کیا برار کے ایک شخص نے اپنے کو خاندان حماد شاہیہ  
سے منسوب کر کے میران محمد شاہ فاروقی کے واسطے میں پناہ لی میران محمد شاہ نے دھوکا  
کھایا اور پانچ چہیزاری کی جمعیت کو اس کے ہمراہ کر کے برار میں روانہ کیا اور برار کے نظام  
سلطنت میں عظیم الشان خلل پیدا ہوا آخر کار مرتضیٰ نظام شاہ بھری خواجہ میرک دہیر صفائی  
المطرب بہ چنگیز خاں کے مشورے سے واپس ہوا اور میران محمد شاہ فاروقی کے لشکر کو برائے  
کر کے برہانپور پہنچا میران محمد شاہ مقابلہ کی تاب نہ لایا اور فرار ہو کر قلعہ آجیہ میں پناہ گزین  
ہوا مرتضیٰ نظام شاہ نے قلعہ کو فتح کرنے کا ارادہ کر کے حصار کو گھیر لیا اور دکنی لشکر  
خاندیس تاراج کرتے میں مشغول ہوا میران محمد شاہ فاروقی مضطرب ہوا اور اسی تفصیل  
کے ساتھ جیسا کہ قبل ازیں معروض بیان میں آچکا ہے صلح کی کوشش کی اور چھ لاکھ منقطع  
کہ تقریباً تین لاکھ تنگہ نقرہ ہوتا ہے مرتضیٰ نظام شاہ اور اس کے وکیل السلطنت چنگیز  
اصفہانی کو دیکر اہل شکر کو رضا مند کر لیا احمد نظام شاہ نے محاصرہ سے ہاتھ اٹھایا اور احمد نگر  
کو واپس ہوا۔

۹۸۳ء میں میران محمد شاہ علیہ ہو کر فوت ہوا اور اس کا فرزند حسن خاں فاروقی  
جو طفل نابالغ تھا حکمران قرار پایا لیکن اس کے چچا راجہ علی خاں فاروقی بن مبارک نے  
جو جلال الدین اکبر بادشاہ کی خدمت میں حاضر تھا اپنے بھائی کی علالت کی خبر سنی اور  
اگرہ سے خاندیس روانہ ہوا رعایا نے اس کو اپنا فرمانروا تسلیم کر کے حسن خاں فاروقی  
کو معزول کیا۔

ذکر میران راجہ علی خاں بن راجہ علی خاں فاروقی نے تخت حکومت پر جلوں کیا اور چونکہ اس زمانہ  
مبارک خاں بن عظیم چاکر میں ہندوستان کے تمام مشہور و وسیع صوبے بنگالہ سے سندھ و بلوچ  
عادل خاں بن حسن خاں و تجارت تک جلال الدین محمد اکبر بادشاہ کے قبضہ میں آچکے تھے راجہ  
بن نصیر خاں بن ملک راجہ علی خاں فاروقی نے دوراندیشی سے کام لیا اور شاہ کا لفظ اپنے نام  
بن خاں جہاں فاروقی میں داخل نہ کیا راجہ علی خاں فاروقی اپنے کو جلال الدین محمد اکبر بادشاہ  
کا ایک باجگذاڑ سمجھ کر تحائف و ہدایا ارسال کر کے اپنے خلوص کا

اٹھار کیا کرتا تھا اُسی کے ساتھ شاہان دکن سے بھی ارتباط و اتحاد کو قائم رکھ کر ان کو بھی اپنے سے خوش رکھتا تھا یہ فرمانروا عادل و عاقل و شجاع تھا اور تمام انہی بات سے پرہیز کرتا تھا راجہ علی خاں اکثر اوقات ہنسی مذاہب علماء و فضلا کے مجالس میں کھیلتا تھا اور ملک کی اصلاح و امن و امان کو قائم رکھنے کی کوشش کرتا تھا۔

راجہ علی خاں الدینان خاطر و فراغت کے ساتھ مہات جہانپانی میں مشغول تھا کہ ۹۹۲ھ میں اس بنا پر کہ مر قنوی نظام شاہ بھڑی کو تیشہ ہو چکا تھا مر قنوی نظام شاہ بھڑی کے کی وکیل السلطنت صلابت خاں اور اس کے سپہ سالار برار سید مر قنوی میں نزاع و اتنا ہوئی اور احمد نگر سے چھ کوس کے فاصلہ پر مہم کا خاتمہ جنگ پر ہوا صلابت خاں کی فتح ہوئی اور سید مر قنوی خاں مع بارہ امیروں کے فراری ہو کر برار میں آیا سید مر قنوی کو یہاں بھی صلابت خاں کے ملازمین کے تعاقب کی بنا پر قیام میسر نہ ہو سکا اور برہانپور وارد ہوا۔

راجہ علی خاں چونکہ جانتا تھا کہ سید مر قنوی اور اس کے ہمراہی بالیقین داغواہی کی غرض سے جلال الدین محمد اکبر بادشاہ کے حضور میں جائیں گے اور مغل لشکر کو بفرقہ انتقام اپنے ہمراہ لے آئیں گے اس راجہ نے سید مر قنوی کو اگر وہ جانے سے روکا۔ سید مر قنوی اس امر کو بخوبی سمجھ گیا اور بغیر راجہ علی خاں کے مشورہ کے برہانپور سے کوچ کر کے مدینہ آیت و اموال کے اگر وہ روانہ ہوا راجہ علی خاں نے لشکر ان کے تعاقب میں روانہ کیا تاکہ خواہ بخوشی و خواہ بجبر جس طرح بھی ممکن ہو ان کو اگر وہ جانے سے مانع ہو کر واپس لائیں خاندانی فوج سید مر قنوی کے قریب پہنچی اور اس سے معاودت کی استدعا کی سید مر قنوی نے قبول نہ کیا اور فریقین صاف آرائی کر کے جنگ میں مشغول ہوئے اور خداوند خاں مولد کی شجاعت و بہادری کی وجہ سے خاندانی فوج کو شکست ہوئی خاندانی فوج ان کی مخالفت سے باز آئی لیکن مدینہ کے مال و ارباب کے تاراج کرنے میں مشغول ہو گئی اور تقریباً سو ہاتھیوں پر قبضہ کر لیا سید مر قنوی سمیر واری اور خداوند خاں حبشی کامیاب و بامداد نزدکے پار اتر گئے اور جلال الدین محمد اکبر بادشاہ کی خدمت میں حاضر ہوئے پھر راجہ علی خاں فاروقی کی شکایت کو صلابت خاں کی شکایت کا ضمیمہ بنا کر بادشاہ سے دادخواہ ہوئے اکبر بادشاہ ہمیشہ تسخیر و کن کے خیال میں وقت فرصت کا منتظر تھا بادشاہ نے سید مر قنوی اور خداوند خاں اور تمام دکن کے امیروں کو عہدہ جاگیریں اور مناصب دیکر ان کو

حصول مقصد میں کامیابی کی امید ولایتی راجہ علی خاں اکبر بادشاہ سے خوف زدہ ہوا اور ان ہاتھیوں کو جو اس نے سید مرتضیٰ اور دیگر دکنی امیروں سے چھین لیا تھا اپنے معتبر ملازمین کے ہمراہ بادشاہ کی خدمت روانہ کر کے اپنی اطاعت کا اظہار کیا اور اپنے فضل پرندگت کا اظہار کر کے معذرت چاہی چونکہ اس سے چند دنوں پہلے مرتضیٰ نظام شاہ کا براور بیعتی ہوئی احمد نگر سے اکبر بادشاہ کی خدمت میں حاضر ہو چکا تھا اور اہل طلب کی بھی راجہ علی خاں کے ہاتھیوں کے روانہ کر دینے سے کوئی فائدہ مترتب نہ ہو سکا۔

بادشاہ نے اسی وقت یعنی سن ۱۵۸۷ء میں برہان نظام شاہ ثانی اور سید مرتضیٰ اور خداوند خاں حبشی اور تمام دکنی امیروں کو خان اعظم میرزا عزیز کو کہ حاکم مالوہ کے پاس روانہ کیا اور خاں اعظم کو حکم دیا کہ خاں اعظم جماعت مذکورہ کے ہمراہ دکن میں داخل ہو کر ملک کو فتح کرے خان اعظم شادی آباد مند کے باہر آیا اور مالوہ کی اور دکنی امرا و لشکر کے ہمراہ براہ کارخ کیا۔ میرزا محمد تقی نظیری جو طبقہ سادات سے تھا مرتضیٰ نظام شاہ کی جانب سے سر لشکر مقرر ہو کر میرزا عزیز کو کہ کی بدافت کے لئے سرحد خاندین میں آیا خان اعظم میرزا عزیز کو کہ نے عضد الدولہ شاہ فتح اللہ شیرازی کو راجہ علی خاں فاروقی کے پاس بھیجا اس کو اکبر بادشاہ کی موافقت کی ہدایت کی اسی زمانہ میں میرزا محمد تقی بھی آسیر میں آیا اور راجہ علی خاں کو مرتضیٰ نظام شاہ کی جانب مائل کرنا چاہا راجہ علی خاں اس معاملہ میں متحیر ہو گیا اور چند روز کے بعد شاہ فتح اللہ شیرازی سے معذرت طلب کی اور مع اپنے تمام لشکر کے مرتضیٰ نظام شاہ کا ساتھ دیا راجہ علی خاں فاروقی اور میرزا محمد تقی تیس ہزار سوار اور بیس ہزار توپ خانہ کے ساتھ ہندو کی جانب جو مغل افواج کا لشکر گاہ تھا روانہ ہوئے اور مغل لشکر کے ایک کوس کے فاصلہ پر مقیم ہوئے راجہ علی خاں اور میرزا محمد تقی نے باہم یہ قرار دیا کہ دوسرے دن لڑائی شروع کریں اتفاق سے خان اعظم میرزا عزیز کو کہ نے اس وقت جنگ میں مصلحت نہ دیکھی اور رات کے وقت مشعلوں اور جھنڈوں کو جا بجا چھوڑ کے دوسری راہ سے براہ کارخ کیا مغل افواج مالا پور اور ایلچیچہ کو تباہ کر کے اسی جگہ مقیم تھے کہ میرزا محمد تقی اور راجہ علی خاں تعاقب کرتے ہوئے اس نواح میں آئے خاں اعظم میرزا عزیز کو کہ نے دوبارہ بھی جنگ و مقابلہ کو مناسب خیال نہ کیا اور نہ رہا کی راہ سے اپنے لشکر گاہ کو واپس آیا۔

راجہ علی خاں فاروقی کو نعل لشکر کی طرف سے اطینان ہو گیا اور اس نے میرزا محمد تقی نظیری کو رخصت کیا اور خود برہانپور واپس آیا راجہ علی خاں فاروقی نے اس کے شکریہ میں بیٹھارہ روپیہ فقرا و مستحقین کو تقسیم کیا برہان نظام شاہ ثانی نے دیکھا کہ اس وقت تدبیر موثر نہ ہو سکی اور مجبوراً اکبر بادشاہ کی خدمت میں اپنی زندگی اطینان کے ساتھ بسر کرنے لگا۔

۹۷۷ء میں برہان نظام شاہ کا فرزند اسماعیل نظام شاہ بحری جو دکن میں تھا احمد نگر کا فرمانروا ہوا برہان نظام شاہ ثانی جیسا کہ اس کے حالات میں مرقوم ہو چکا ہے اپنے ملک سوروقی کی طبع میں جلال الدین محمد اکبر بادشاہ کی تجویز سے ہند میں جو اس کی جاگیر تھی وارد ہوا برہان نظام شاہ نے راجہ علی خاں فاروقی سے امداد طلب کی راجہ علی خاں نے ابراہیم عادل شاہ کے مشورہ سے جو اس زمانہ میں دکن کی ہمت کا عقدہ کشا سمجھا جاتا تھا اس امر کو قبول کیا اور برہان نظام شاہ ثانی کی امداد کے لئے اٹھ کھڑا ہو جمال خاں ہمدوی جو اس وقت احمد نگر کا بایا اختیار حکم تھا اسماعیل نظام شاہ کو اپنے ہمراہ لے کر برہانپور روانہ ہوا راجہ علی خاں فاروقی نے اپنی ذاتی شجاعت و مردانگی کی وجہ سے لشکر کو درست کیا اور برہان نظام شاہ کو اپنے ہمراہ لے کر سرحد برار کی جانب روانہ ہو گیا راجہ علی خاں نے جب تک کہ جمال خاں یہاں پہنچے براری امیروں کو وعدہ و وعید کیساتھ برہان نظام شاہ ثانی کی جانب سے مطمئن کر کے امر انکو برہان شاہ کے پاس لے آیا اس زمانہ میں جمال خاں ہمدوی نے گھاٹ رو بنگر کو عبور کیا اور فریقین ایک دوسرے کے قریب ہو گئے بہر فریق نے اپنے لشکر و صفوں کو درست کیا اور بے حد شدید و عظیم الشان جنگ واقع ہوئی فریقین ثابت قدم رہے اور میدان کارزار سے قدم نہ اٹھائے اتفاق سے بندوق کی گولی جمال خاں ہمدوی کے جسم پر لگی جس سے اس کا کام تمام ہو گیا۔

اور حریف میدان جنگ سے فراری ہوئے برہان نظام شاہ بحری ثانی اور راجہ علی خاں فاروقی کامیاب و بامرآب جشن عیش و عشرت میں مشغول ہو گئے جشن کے اختتام کے بعد ایک دوسرے سے رخصت ہو کر برہان نظام شاہ بحری احمد نگر اور راجہ علی خاں فاروقی برہان پور واپس آئے۔

سنہ ۱۰۰۷ھ میں برہان نظام شاہ نے وفات پائی اور شاہنوازہ سلطان مراد بن جلال الدین محمد اکبر بادشاہ و میرزا عبدالرحیم المصطفیٰ بن خاں نانا ولد بیرم خاں ترکمان

ایلیٹ نظام شاہیہ کو فتح کرنے کے ارادہ سے روانہ ہوئے راجہ علی خاں فاروقی نے بھی  
جلال الدین محمد اکبر بادشاہ کے حکم کے مطابق مع اپنے جہاز لشکر کے خانخانان کی ہر اہی اختیار  
کی شہزادہ و میرزا عبدالرحیم خانخانان احمد نگر پہنچے اور شہر کا محاصرہ کر لیا موسم سرما  
کی وجہ سے کوئی کارروائی نہ ہو سکی آخر کار شہزادہ و خانخانان نے اس شرط پر صلح قرار دی  
کہ برادر اکبر شاہی قبضہ ہوا اور احمد نگر نظام شاہ سے متعلق رہے ۔

اس صلح و قول و قسم کے بعد شہزادہ اور خانخانان برابر پر قابض ہو گئے اور راجہ علی خاں کو آسیر و برہانپور جانے کی اجازت دی گئی۔ مدت اس طرح گزری ہو گئی کہ دکنیوں نے اتفاق کر کے ارادہ کیا کہ برابر جغتائی لشکر کے قبضہ سے نکال لیں دکنی ہجوم کر کے سہیل خاں خواجہ سر کی سرکردگی میں آب گنگ کے کنارے قصبہ سون پت میں ایکجا ہو خانخانان نے شہزادہ کو اپنے ہمراہ لیا اور راجہ علی خاں اور تمام مغل امیروں کے ہمراہ سہیل خاں سے جنگ کے لئے روانہ ہوا جنگ کے بعد خانخانان کو فتح ہوئی لیکن راجہ علی خاں فاروقی جو دکنیوں کی آتشباری کا مد مقابل تھا مع اکثر خاندیسی امیروں کے جلا کر خاک ہو گیا چنانچہ اس کی لاش برہانپور میں لا کر دفن کر دی گئی راجہ علی خاں فاروقی نے اکیس سال حکومت کی۔

ذکر حکومت یہاں وہاں راجہ علی خاں فاروقی شہسوارہ میں فوت ہو گیا میرزا عبدالرحیم  
فاروقی اور دولت خاناناں کی تجویز اور بلال الدین محمد اکبر بادشاہ کے فرمان کے  
فاروقیہ برہانپور کا مطابق راجہ علی خاں کا فرزند باب کا جانشین ہوا اور اس نے غنا  
حکومت اپنے ہاتھ میں لی چونکہ یہ خفیف العقل و ناتجربہ کار تھا لہذا  
جنگ و بوزہ و افیون و سہ خوراک کی علت میں گرفتار ہوا بہادر

خاں نغمہ نوازی اور زنانِ مطربہ کی صحبت کا بے حد شائق تھا بہادر خاں نے آبِ تپتہ کے کنارے برہانپور کے مقابلہ میں ایک شہر موسوم بہ بہادر پور کی بنیاد ڈالی اور اس کی تعمیر میں بے حد کوشش کی بہادر خاں باوجود سپاہِ مغل کی ہمسائیگی کے دولت و ملک کے انتظام و تدبیر سے غافل ہو گیا اور بیشتر اوقات زنانِ مطربہ و سازندوں کی صحبت میں عیش و عشرت کے ساتھ زندگی بسر کرتا تھا یہ فرمانروا نہ اسی طریق سے اپنی زندگی بسر کرتا اور اسی کو عنایت سمجھتا تھا یہاں تک کہ سلطان مراد ولہ جلال الدین بھی اکبر بادشاہ

نے بلکہ شاہ پور میں جو خود اس کا آباد کیا ہوا تھا وفات پائی اور بادشاہ نے شہزادہ دانیال کو جہدہ دکن کی حکومت پر فائز فرمایا۔

شہزادہ دانیال دکن میں تشریف لائے پہاڑ خاں نے اپنے والد کی روش کے خلاف عمل کیا اور اپنی بے عقلی کی وجہ سے شہزادہ دانیال کی ملاقات کے لئے نہ گیا بہادر خاں نے اپنی بدبختی سے جس زمانے میں کہ جلال الدین محمد اکبر بادشاہ خود بنفس نفیس تسخیر دکن کے لئے شادی آباد سندھ میں تشریف لائے تو بہادر خاں نے استقبال کے لئے گیا اور نہ ملاقات کی بلکہ قلعہ آسیر میں داخل ہو کر سامان قلعہ واری چھپا کر کے برج و بارہ کو محکم کیا اور اپنی سفاهت و بے تمیزی سے آئین میاست کے خلاف ہوشیاری و دوراندیشی سے کام نہ لیا اور علاوہ سپاہیوں اور شاگرد پیشہ اور ہندوئی ملازموں کے اٹھارہ افراد رعایا اور قبائل وغیرہ کو بھی قلعہ میں داخل کر کے ہاتھی اور گھوڑے اور لگائیں اور ہنسیں اور بکریاں اور بھینس اور مرغ و کبوتر کو بھی قلعہ کے اوپر لے گیا۔

مولف کو آصف خاں میرزا جعفر اور محمد شریف سے معلوم ہوا کہ قلعہ کے فتح ہونے کے بعد جب ہم نے اہل قلعہ کو شہر کیا تو اسی ہزار مرد و عورت قلعہ سے باہر نکلے ان کے علاوہ چالیس ہزار انسان محاصرہ کے زمانہ میں نذر اجل ہو چکے تھے اسی پر تمام حیوانات کو باعتبار ان کے اقسام کے قیاس کرنا چاہئے الغرض شاہی لشکر بہانپور میں آیا اور بادشاہ کو بہادر خاں کے حالات کا علم ہوا بادشاہ نے احمد نگر کی روانگی کو کشتی فرمایا اور شہزادہ دانیال اور خانخاناں کو احمد نگر کی ہم پر متعین فرما کر خود بہانپور میں قیام فرما ہوئے اور امیروں کو آسیر کے محاصرہ کا حکم دیا ایام محاصرہ نے طول کھینچا اور دس ماہ گزر گئے اور قلعہ کی آب و ہوا بدی کی کثرت سے متفق ہو گئی اور حصار کے اندر وبا پھیلی اور انسان و حیوان ضائع ہونے لگے جس سے اہل قلعہ بے حد مضطرب ہوئے۔

اسی اثناء میں اہل قلعہ کو یہ خبر معلوم ہوئی کہ اکبر بادشاہ نے ایک جماعت کو جو طاسات و افسون سے ماہر ہیں مقرر کر دیا ہے کہ چند عیاریت سے جو قلعہ کی فتح کا باعث ہو سکیں کام لیں اور بادشاہ خود بھی شہر حصار کی طرف سے تسبیح پڑھ رہے ہیں اہل قلعہ کو یہ بھی معلوم ہوا کہ جو عمل آفتاب سے متعلق اور دشمن کی بریادی و اپنی فتوحات کا باعث اور جو بادشاہ کے شجرہ میں بار بار آچکا ہے اس پر اس زمانہ میں بھی عمل فرماؤں اور یہ دوا

اموات اسی سیح کے اثرات ہیں غرض کہ بہادر خاں اور اس کے مقربین اس خبر کو سنکر  
بیدست و پا ہو گئے اور عقل سلیم کو ہاتھ سے کھینٹنے اور انسان و حیوان کی کثرت تعداد کو  
جو دبا کا باعث تھی کسی کرنے کی کوشش نہ کی علاوہ اس کے ہر چند محافظان قلعہ نے  
اپنے افلاس و پریشانی اور غلہ و ادوقہ کے کمی کی شکایت علیحدگی سے قلعہ کی لیکن بہادر  
خاں نے ان کے حال پر کوئی توجہ نہ کی اور کار آمد جنگی ملازمین کو اپنی غفلت سے پریشان  
حال رکھا آخر کار یہ جماعت تنگ و عاجز آکر قلعہ کی حفاظت سے کنارہ کش ہو گئی اکبر عارین  
نے محاصرہ میں سختی و جنگی سے کام لیا اور قلعہ مالگیر پر جو قلعہ آسیر کے متصل ہے قابض  
ہو گئے۔

بہادر خاں فاروقی نے باوجود اس کے کہ دس سال کا ذخیرہ قلعہ میں رکھا  
تھا اور ہمدار نقو و دواخاس و خزانے سے بھر پورا تھا لیکن ایک شے بھی کسی کو نہ دی ان  
وجود کی بنا پر اپنی قلعہ نے اتفاق کر کے یہ قرار دیا کہ بہادر خاں کی مخالفت کریں  
اور اس کو مع اس کے مقربین کے گرفتار کر کے اکبر بادشاہ کے حوالہ کر دیں بہادر خاں  
اس راز سے آگاہ ہو گیا اور اپنے ارکان دولت آصف خاں و میرزا جعفر و کبیر خاں  
وغیرہ سے مشورہ کیا ارکان دولت نے بالاتفاق جواب دیا کہ مرض و اموات میں اور  
بروز ترقی ہو رہی ہے اور عزیز جانیں ضائع ہو رہی ہیں اب اس وقت فوج کو غسکہ و  
اسباب و مدد خرچ دیکر ہم بیماری و وبا کو دفع نہیں کر سکتے اور نہ ان امور پر عمل کرنے  
سے اکبر ایسے عالی مرتبہ بادشاہ کے پیچھے غضب سے نجات پاسکتے ہیں بہتر یہ ہے کہ آپ  
جان و مال کی امان طلب کر کے بادشاہ کی خدمت میں حاضر ہو جائیں اور قلعہ بادشاہ  
کے سپرد کر دیں۔

بہادر خاں فاروقی کو یہ رائے پسند آئی اور خاں اعظم میرزا عزیز کو کہ کی وساطت  
سے اس نے امان طلب کی بادشاہ نے اس کی درخواست قبول کی اور بہادر خاں اس کی  
غنیمت سمجھ کر خاں اعظم میرزا عزیز کو کہ کے ذریعہ سے قلعہ سے نکل کر بادشاہ کی خدمت  
میں حاضر ہوا بہادر خاں نے قلعہ آسیر کو جس میں دس سال کا ذخیرہ اور ادوقہ موجود تھا  
اور جس کی فتح جبراً و قہراً ایک بیک نامکن تھی مع خزانہ کے بادشاہ کے ملازمین کے  
سپرد کر دیا۔



مولف نسخہ ہذا ۱۰۲۳ھ میں خواجہ حسن تربتی دیوان دار شہزادہ دانیال کے ہمراہ قلعہ کے اوپر گیا اور قلعہ کی سیر کی حصار کی اصل حالت یہ ہے کہ ایک پہاڑ نہایت بلند ہے اور اس پہاڑ کے اوپر آدھ کوس یا کچھ زیادہ مسلح و ہموار زمین ہے اور اس مسلح زمین میں چند چشمے جاری ہیں علاوہ ان چشموں کے چند حوض بھی ہیں جو پانی کے ذخیرہ کے لئے تعمیر کئے گئے ہیں جس کاغشایدہ ہے کہ اگر اتفاق سے خشک سالی ہو اور چشموں کا پانی کم ہو جائے تو حوض کا پانی جو استعمال میں آئے اور اہل قلعہ تشنگی کی وجہ سے ہلاک نہ ہوں زمین مسلح کے دور پر جو پہاڑ کی چوٹی پر واقع ہے ایک حصار نہایت بلند و مستحکم تعمیر کیا گیا ہے اس حصار کا ایک حصہ آسا اہیر کا بنایا ہوا ہے اور بقیہ حصہ سلاطین فاروقیہ کا تعمیر کردہ ہے داخلہ کی راہ ایسی دشوار گزار راہ ہے کہ ایک پیادہ سب سے حد محنت و مشقت کے ساتھ قلعہ کے اوپر جاسکتا ہے گھوڑا بھی اسی صورت سے بلا سوار کے اوپر جاسکتا ہے چھوٹے ہاتھیوں کو درسیوں سے باندھ کر بے انتہا احتیاط و حفاظت کے ساتھ اوپر لے جاسکتے ہیں حصار کے اندر خوش قلع و بلند عمارتیں و تکلف باغ و عمدہ حوض بیشمار ہیں اور مسجد جامع ایسے تکلفات و آرائشوں کے ساتھ تعمیر کی گئی ہے کہ بڑے شہروں میں بھی اس کا مثل کہہ نہ سکا جائے۔

کہتے ہیں کہ اکبر بادشاہ اس قلعہ کو فتح کر کے اگر وہ واپس تشریف لائے اور چونکہ بادشاہ غیر اسلامی عقائد پر مائل تھا اس نے ایک فرمان اس مضمون کا لکھا کہ مسجد کو توڑ کر بجائے اس کے بت خانہ بنایا جائے شہزادہ دانیال نے جو اس وقت برہان پور میں موجود تھا فرمان کے مضمون پر عمل نہ کیا اور غفلت کے ساتھ ٹال گیا۔

خاکسار مولف نے ایک مرتبہ خواجہ ابوالحسن تربتی سے جس نے ہندوستان کے عظیم الشان قلعوں کو دیکھا ہے سوال کیا کہ کوئی قلعہ اس استحکام کا نہیں ہے نظر سے گزرا ہے خواجہ ابوالحسن تربتی نے جواب دیا کہ قلعہ رہتاس جو شہر فی ہندوستان میں واقع ہے اس قلعہ سے بھی زیادہ مستحکم ہے لیکن وسعت میں اس کا مقابلہ نہیں کر سکتا قلعہ رہتاس کی اندرونی وسعت پانچ چھ کوس ہے اور بارہ ہزار جنگجو سپاہی اس قلعہ کی حفاظت کر سکتے ہیں بہ خلاف اس کے قلعہ ایبیر میں ایک ہزار جنگجو سپاہ قیام پذیر ہے۔

ایبیر کے علاوہ سلاطین فاروقیہ نے ایک دوسرا حصار پہاڑ کی چوٹی پر حصار اول کے

دروازہ کے جانب تعمیر کیا اور حصار جدید میں متعدد دروازے نصب کر کے اس کو مال گرجے نام سے موسوم کیا جس وقت خاندیسی لشکر نے اپنے فرمانروائے رنجیرہ ہو کر جنگ سے کنارہ کشی اختیار کی اکبری لشکر اس حصار پر قابض ہو گیا اگر مایگر میں بھی چند برج تعمیر کر دئے جائیں اور توپ و ضرب زن نصب ہوں اور اس حصار کی حفاظت صرفت دو سو جنگجو سپاہیوں کے سپرد کر دی جائے تو اس پر بھی قابض ہونا لے حد دشوار ہو جائے گا۔

غرض کہ ایسا قلعہ بآسانی اکبر بادشاہ کے قبضہ میں آگیا اور سلاطین فاروقیہ کی حکومت ششماہ میں ختم و منقطع ہو گئی بہادر خاں کو اکبر بادشاہ اپنے ہمراہ دارالسلطنت لاہور میں لے آئے بہادر غریب کو اپنی مدت العمر دوبارہ سلطنت کا منہ دکھنا نصیب نہ ہوا بہادر خاں اور اس کے فرزندوں کو بادشاہ کی سرکار سے تنخواہیں ملتی رہیں بہادر خاں نور الدین چانگیر بادشاہ و لد اکبر بادشاہ کے عہد سلطنت تک زندہ رہا اور ششماہ میں بلوہ آگرہ میں اپنی اصل طبعی سے فوت ہوا بہادر خاں نے صرف تین سال حکومت کی۔

## ساتواں مقالہ

حکام شرقی اور ناظرین کو معلوم ہونا چاہئے کہ شرقی اور پوربی دونوں لفظ پوربی کے حالات مترادف ہیں ایک عربی ہے اور دوسرا ہندی۔ اہالیان ہندوستان نے شرقی دہلی کی حکومت کو بہت وسیع دیکھ کر

اقتیاز پیدا کر دیا ہے۔ حاجی پور و تربہت اور دیگر اس نواح کے صاحب مکہ و خطبہ بادشاہوں کو سلاطین شرقی کہتے ہیں اور ہنگامہ و سنار گاؤں لکھنؤی بہار اور جاجنکر اور دیگر بلاد کے والیان ملک کو سلاطین پوربیہ کے نام سے موسوم کرتے ہیں۔

سلاطین پوربی واضح ہو کہ ہندوستان کی معتبر تاریخوں میں سلاطین پوربی یا والیان ہنگامہ اور شرقی کے حالات مفصل مرقوم نہیں ہیں۔ میری تالیف کا مآخذ تاریخ الفی ہے جو البادی ملا احمد تنوی کی تصنیف ہے۔ میں نے سوا اس تاریخ کے دوسری روایتوں سے

بحث نہیں کی ہے اگر واقعات میں اختلاف اور لغزش نظر آئے تو ناظرین بشر سمجھ کر مجھے معاف فرمائیں۔

مختار کا ولایت اسلامی فرمانروائی میں جس شخص نے سب سے پہلے اس بہار اور ہنگامہ پر ملک کو فتح کر کے وہاں دین اسلام کو رواج دیا محمد مختار علی قہضمہ ہے۔ یہ شخص اکابر بلا وغیرہ کی نسل سے تھا اور سلطان غیاث الدین

سام کے عہد میں غزنین آیا اور تھوڑے زمانہ کے بعد ہندوستان وارد ہو کر  
 ملک معظم حسام الدین بعلبیک کی خدمت میں جو سلطان شہاب الدین غوری  
 کا نامی امیر تھا حاضر ہوا اور اس کی کوشش سے محمد بختیار نے کئے پر گئے میان دو آب  
 کے جاگیر میں حاصل کئے۔ چونکہ اس کے چہرہ سے شجاعت اور مردانگی کے  
 آثار ہویدا تھے کلیلہ اور پٹیالی بھی اس کے سپرد کر دیئے گئے۔ محمد بختیار  
 بے حد عاقل اور شجاع تھا اور اسکی طبیعت عجیب و غریب واقع ہوئی تھی چنانچہ  
 منجملہ ان غریب کے ایک امر یہ ہے کہ جب اپنے ہاتھوں کو دراز کرتا تو  
 انگلیوں کے جوڑ زانوں سے گزر جاتے تھے۔ محمد بختیار بہار اور منیر کو ہمیشہ  
 ماتحت و تاراج کر کے بے شمار مال غنیمت حاصل کرتا اور اس نواح کے  
 سرکشوں کو پامال اور تباہ کیا کرتا تھا تھوڑی ہی زمانے میں اس کے پاس  
 اسباب شوکت و عظمت بہت زیادہ ہو گیا اور غور و غزنین اور خراسان کی  
 ایک جماعت کثیر جو ہندوستان میں آکر ادھر ادھر پر آگندہ تھی اس کی  
 سخاوت کا شہرہ بلند ہوتے ہی محمد بختیار کے دامن میں پناہ گزین ہوئی  
 سلطان قطب الدین ایبک ————— کر بھی اس کے حال سے اطلاع ہوئی  
 اور اس نے محمد بختیار پر نظر عنایت کر کے لوازم شاہانہ اس کے لئے بہار  
 روانہ کئے۔ محمد بختیار بادشاہ کی ایسی توجہ سے اور زیادہ قوی ہوا اور اس  
 نے ملک بہار کو لشکریوں کے ماتحت و تاراج سے صاف اور حصار بہار کو  
 فتح کر کے انہالی شہر کو جو برہمن مرتاض تھے اور داڑھی اور موچھ منڈا کر  
 زندگی بسر کرتے تھے تہ تیغ کیا۔ ان کی مذہبی کتابیں دستیاب ہوئیں لیکن  
 ان کتابوں کا پڑھنے اور سمجھانے والا نہ ملا۔ روایت یہ ہے کہ یہاں کے  
 باشندے غیر مسلم تھے اور حصار کے تمام رہنے والے غیر مسلموں کے مدرس  
 تھے۔ ہندی زبان میں مدرسہ کو بہار کہتے ہیں اور چونکہ یہ مقام ہندوؤں  
 کے علوم و فنون کا مرکز تھا بہار کے نام سے موسوم ہو گیا اس واقعے  
 کے بعد محمد بختیار نے شمار مال غنیمت کے ساتھ قطب الدین ایبک  
 کی خدمت میں حاضر ہوا۔ دہلی پہنچ کر بادشاہ کی عنایتوں اور شاہانہ نوازش سے

سرفراز کیا گیا محمد بختیار ایسا عالی مرتبہ ہوا کہ اس کے معاصرین اس پر شک و حسد کرنے لگے  
 حامدوں نے قطب الدین ایبک کے دربار میں محمد بختیار کی بابت حقارت انگیز گفتگو شروع کی  
 ایک روز ان حامدوں نے بادشاہ سے عرض کیا کہ محمد بختیار نیکل مست سے جنگ کرنے کا مدعی ہے  
 روضۃ الصفا کی روایت کے مطابق محمد بختیار نے ایک قیل سفید سے جوانوں مست ہو گئے  
 تھا نبر و آزمائی کی۔ سلطان قطب الدین ایبک نے اول تو محمد بختیار کے خوف ہلاکت کا خیال  
 کر کے اس آزمائش سے انکار کیا لیکن آخر کار اپنے مقربان دربار کے اصرار سے اس پر رضی  
 ہوا ایک دن بادشاہ قصر چلی میں بیٹھا اور دربار آراستہ کر کے خاص و عام سب کو بار بار  
 کا شرف دیا گیا۔ لوگوں نے ایک ہاتھی بادشاہ کے حضور میں پیش کیا اور کہا کہ ہندوستان  
 کا کوئی قیل اس جانور کا مقابلہ نہیں کر سکتا سلطان قطب الدین نے کہا بہتر ہے یہ موقع  
 ہے اگر دعویٰ جو احمدی ہو تو اس کے سامنے آؤ محمد بختیار نے یہ شکر اپنے غیرت میزدی  
 اور جو احمدی کے لحاظ سے یہ کہنا مناسب نہ خیال کیا کہ میں نے یہ ارادہ نہیں کیا ہے اسی وقت  
 مستعد ہو کر اور اس ہاتھی کو قیل شطرنج تصور کر کے ایک گرز گراں اپنے ہاتھ میں لیا  
 اور اسی کے سامنے آیا محمد بختیار نے ہاتھی کے دونوں دانتوں کے درمیان اس کی  
 سونڈ پر ایسا گرز مارا کہ اس کی ضرب سے دانت کی جڑوں پر سخت چوٹ آئی محمد بختیار  
 نے ارادہ کیا کہ دوسرے گرز اس پر لگائے کہ ہاتھی نے نعرہ کیا اور اس بہادر امیر کے سامنے  
 سے بھاگا حاضرین اور حامدین حیرت سے انگشت بندھاں ہوئے اور میدان کے  
 ہر گوشے سے صدائے تحمیں و آفریں بلند ہوئی قطب الدین ایبک نے محمد بختیار کی  
 قدرا فرائی کی اور اسی دربار میں بے حساب نقد و جنس اسے عطا فرمایا محمد بختیار دربار شاہی  
 سے باہر آیا اور اپنی عالی تہی سے تمام نقد و جنس اہل دربار کو عطا کیا اور خود بادشاہ کا خلعت  
 پہنے ہوئے اپنے مکان واپس گیا۔ دوسرے دن بادشاہ نے محمد بختیار کو بہار اور  
 لکھنؤ کی حکیمت اور سرسبز پروردہ سرخ معطل و علم کے عطا فرمایا۔ بعضوں نے لکھا  
 ہے کہ لکھنؤ سے مراد وہ حصہ ہندوستان ہے جو کوردنگالہ سے لے کر دریائے نرنگ  
 تک پھیلا ہوا ہے لیکن دوسری روایت یہ ہے کہ کور سے مراد بہار تک لکھنؤ ہے اور  
 کور کی دوسری جانب سے بنارس اور دریائے گنگا کا ملک بنگالہ یا بنگ کہلاتا ہے  
 مختصر یہ کہ محمد بختیار اس نواح میں پہنچا اور بنگالہ اور لکھنؤ کے فتح کرنے میں

کوشش کرتے لگا۔ یہ اس حصہ ملک پر لکھنہ سپہ سالار کے لکھنہ حکمران تھا۔ یونین لکھتے ہیں کہ رائے لکھنہ کا تنہا گاہ لکھنوتی کا ایک شہر تو دیا تھا۔ راجہ کی زوجہ بیچہ شہنشاہ اور صاحب فہم و فراست تھی۔ یہ رانی حاملہ ہوئی اور وضع حمل کے آثار نمایاں ہوئے۔ نو دیا کے نجومی جو سب کے سب برہمن تھے مولود کا زائچہ تیار کرنے کے لئے محل میں حاضر ہوئے اس گروہ نے بالاتفاق یہ کہا کہ اگر اس ساعت میں لڑکا تولد ہوگا تو برہمنی اور بد نصیب نہ ہوگا اور اگر ولادت دو ساعت کے بعد واقع ہوگی تو مولود صاحب اقبال ہوگا ورنہ تک حکمرانی کرے گا۔ رانی نے یہ تغیر سنی اور کہا کہ اس کی دونوں پاؤں باند بکر ساعت سعید کے آنے تک اس کو سرنگوں اور بزاں کر دیں رانی کے حکم کی تعمیل کی گئی اور ساعت سعید میں فرزند پیدا ہوا۔ عورت نے بچہ کے پیدا ہونے ہی وفات پائی اور راجہ لکھن اور اراکین دولت نے سپہ سالار لکھنہ کے نام سے مونسوم کر کے اس کو ایک دایہ کے سپرد کیا۔ یہ سپہ سالار ہو کر باپ کے بعد تخت حکومت پر بیٹھا اور اسی سال بعد عدل و انصاف کے ساتھ بہت سی جمع و مرموعہ حصہ ملک پر حکمرانی کرتا رہا۔ راجہ لکھنہ نے انصاف کو اپنا شعار بنایا اور کبھی ظلم و تعدی کے گروہ نہیں چھڑکا اس کی سخاوت کا یہ عالم تھا کہ اس کا انعام بھی ایک لاکھ پونے سے کم نہیں ہوتا تھا۔

اقاضی منہاج السراج جرجانی لکھتے ہیں نجومیوں کے اور برہمنوں کے گروہ نے راجہ لکھنہ سے عرض کیا کہ قدیم کتابوں میں مرقوم ہے کہ فلاں تاریخ یہ ملک ترکوں قبضہ میں چلا جائے گا یہ زمانہ اب نزدیک آگیا ہے بہتر ہے کہ تم بھی ہماری موافقت کرو تاکہ رعایا اور راجہ سب ایک بار کی جلاوطن ہو کر ترکوں کے ہاتھ سے نجات پائیں۔ راجہ نے کہا کہ جو شخص سرگرم و لشکر اسلام ہے ان کی علامت بھی کتابوں میں مرقوم ہے یا نہیں برہمن نے جواب دیا کہ ہاں معتبر تاریخ میں یہ لکھا ہے کہ اس ملک کے خارج کا ہاتھ اس قدر دراز ہوگا کہ اگر وہ اپنے ہاتھ چھوڑ کر ٹھہرا ہوگا تو اس کی انگلیاں پاؤں کی بند لیوں تک پہنچ جائیں گی۔ راجہ لکھنہ نے اپنے معتقد و برائیوں کو ایسے شخص کی شناخت اور جستجو میں روانہ کیا۔ بڑی تلاش کے بعد محمد مختیار اس صفت کا انسان پایا گیا اور راجہ کو اس کی اطلاع دی گئی اور راجہ اور برہمنوں میں ایک شوشہ ملاحظہ فرمادیا۔ وہ سمجھے کہ نوشتہ کتاب کے مطابق اب ملک کی تباہی کا وقت آگیا ہے

ہرمیں تو جلد سے جلد چلنا تھا کہ مرد و اور جنگالہ کے سرحدی شہروں میں جلا وطن ہو گئے لیکن راجہ  
 نے اپنے موروثی ملک کی حفاظت نہ گوارا کی اور برہمنوں کا ساتھ نہ دیا اسی دوران میں محمد مختیار  
 نے راجہ کی حکومت پر دھاوا کیا۔ اور اس قدر جلد سفر کی منزلیں طے کیں کہ راجہ کو اسکے حملہ کی خبر پہنچنے  
 کے قبل ہی محمد مختیار اسکے سر پہنچ گیا۔ راجہ کے سامنے دسترخوان پھا جا رہا تھا کہ اسے اطلاع ہوئی کہ  
 حریف قصر شاہی کے قریب آگیا لکھنؤ پریشان ہو کر محل کے دو دروازے سے سوچو پس پشت  
 واقع تھا فرار کیا اور اسی زمانے میں راجہ کی عدم موجودگی محمد مختیار نے شہر نو دیا کو جو جنگالہ اور لکھنؤ کے  
 درمیان واقع ہے ایسا تباہ اور برباد کیا کہ اس کے آثار بالکل منہدم ہو گئے اور لکھنؤ کے ساتھ  
 ہی ساتھ جنگالہ کے اکثر ریگنوں پر بھی قبضہ کر کے ان جمالک کے علاوہ جا جنگل بہار و بوکوٹ  
 اور بارسوی کا خطبہ و سکھ اپنے نام کا جاری کیا محمد مختیار نے جنگالہ کی سرحد پر سجائے  
 شہر نو دیا کے ایک نیا شہر آباد کیا اور اسے رنگ پور کے نام سے موسوم کر کے اپنا تخت گاہ  
 مقرر کیا اس شہر میں مساجد اور خانقاہیں اور مدارس تعمیر کئے گئے اور بجائے مذہب ہنود  
 کے احکام اسلام رائج ہوئے۔ اس زمانے میں جو مال غنیمت محمد مختیار کے ہاتھ آیا اس میں  
 سے بہترین اثاثا سلطان قطب الدین ایبک کی خدمت میں روانہ کر کے اپنے حلیہ و خفا  
 اور ایک تیرہ نقشی کو دنیا پر ظاہر کر دیا چند سال کے بعد ملک تمام و کمال اس کے قبضے  
 میں آگیا اور جنگالہ کے راجہ اور زمیندار اس کے مطیع ہو گئے اور اس نے دیکھا کہ تارہ اقبال  
 روز بروز ترقی کر رہا ہے محمد مختیار کو بہت اور ترکستان کے فتح کرنے کی ہوس ہوئی اور  
 اپنے سپہ سالار محمد شیر خان خلجی کو جا جنگل لکھنؤ اور دیگر ممالک کی حفاظت کے لئے اپنا  
 نائب مقرر کیا اور اس کے بھائی کو بھی جو ادھر کے کبار کے گروہ میں داخل تھا اس کا معاون  
 اور مشیر مقرر کیا اسی طرح علی مردان خلجی کو بھی جو ایک نامی امیر فوج تھا بارسول اور دیوگرت  
 کے انتظام پر مقرر کیا اور خود بارہ ہزار آدمیوں کا رپیہا ہیوں کی جمعیت سے ان کو ہتھانوں کی طرح  
 جو لکھنؤ کی اور بہت کے درمیان واقع ہے روانہ ہوا۔ ان کو ہتھانوں کے باشندے تین قسم  
 کے ہیں ایک منہج دوسرے کوچ و اور تیسرے بہار لیکن یہ تینوں قومیں شکل و شمائل میں  
 ترک معلوم ہوتی ہیں اور ایک ایسی زبان بولتے ہیں جو ترکی اور ہندی سے ملجوبی  
 ہے۔ محمد مختیار نے منہج قوم کے ایک زمیندار کو جو سرحدی ہندوستان کا  
 باشندہ تھا اور مسلمانوں کے ہاتھ میں گرفتار ہو کر اسلام قبول کر چکا تھا راویری

کے لئے اپنے ساتھ لیا۔ یہ شخص چھ بختیار کو ابروہن نام ایک شہر میں لایا اس شہر کے سامنے ایک نہر جاری تھی نہر دریا کی طرح بڑی اور عرض عمیق میں گنگا کی چوگنی تھی اس نہر کا نام بیکری تھا کہتے ہیں کہ جب گشتاسب نے ترکستان کے راستے ہندوستان پر حملہ کیا تو ابروہن شہر کو آباد کر کے اس ندی پر جس پر سے گزرنے کے لئے وہ روز درکار ہیں ایک تختہ پل باندھا اور دریا کو عبور کر کے کامرود پہنچا۔ چھ بختیار نے علی منج کی رائے سے بالائے آب کے راستے کو اختیار کیا اور درون اور بہاڑوں کے درمیان سے راہ طے کرتا ہوا اس پل کے پاس پہنچ گیا اور اپنے دو لہیر کو جس میں سے ایک ترک اور دوسرا ظلمی تھا پل کی حفاظت پر متعین کیا اور خود دریا کو پار کر کے تبت وارد ہوا۔ کامرود کا راجہ چھ بختیار کی زبردستی سے آگاہ ہوا اور غائبانہ اس کے ساتھ نرمی کا برتاؤ کرتے لگا راجہ کو خبر ہوئی کہ چھ بختیار نے دریا کو عبور کر لیا ہے اس کے پاس اپنے ایک معتمد امیر کو روانہ کیا اور تبت کے راستے کے خطرات اور دشواری اور سرحدی قلعوں کے استحکام سے اسے آگاہ کر کے یہ رائے دی کہ امسال تبت کی تسخیر کو ملتوی کرے دوسرے سال راجہ خود مسلمانوں کے لشکر کا راہبرین کر تسخیر شہر میں مدد دے گا۔ چھ بختیار کے سر پر ادبار آچکا تھا اس نے راجہ کی نصیحت قبول نہ کی اور جلد سے جلد تبت روانہ ہوا اور پندرہ روز سخت بہاڑوں کا راستہ طے کر کے سوٹھویں دن ایک عظیم جنگل میں پہنچا اس کے بعد دیکھا کہ ملک معبود اور آباد ہے۔ مختصر یہ کہ مسلمانوں نے شہر اور قلعہ کا محاصرہ کر کے تاخت و تالاج کرنا شروع کیا شہر کے باشندوں نے اپنی اجتماعی قوت سے مقابلہ کیا اور صبح سے شام تک جنگ آزمائی کر کے مسلمانوں کے ایک گروہ کو زخمی کیا اور قلعے اور شہر سے باہر نکال دیا۔ ان باشندوں کے ہتھیار پارہ پارہ تھے چنانچہ جشن و مسپر و خود وغیرہ کے مخالفت قطعات ان کے جسم پر بندھے ہوئے تھے اور تیراندازی میں بچہ مشاق تھے ان کی کمانیں بچہ بلند اور خانہ دار تھیں اور شاؤ و ناؤ رنیرہ کا استعمال کرتے تھے۔ چھ بختیار اس رات قلعہ کے



گرو مقیم ہوا اور خواب غفلت سے بیدار ہو کر اس ملک کے خصوصیات دریافت کرنا شروع کیں۔ محمد نجتیار کو معلوم ہوا کہ یہاں سے پندرہ کوس کے فاصلہ پر ایک شہر گر سین نام واقع ہے جہاں پچاس ہزار خوجو اتر کر نیزہ بازار آباد ہیں اور ہر روز پندرہ سو گھوڑے شہر کے بازار میں فروخت ہوتے ہیں جس قدر گھوڑے بنگالہ اور لکھنؤ وغیرہ میں جاتے ہیں سب یہیں خریدے جاتے ہیں۔ مسلمان راستہ کی دشواری اور جنگ آزمائی سے بچد خستہ اور ماندہ تھے اور اتنے بڑے جوار لشکر کے مقابلہ میں صف آرا نہ ہو سکتے تھے تھوڑی رات باقی رہے وہاں سے کوچ کر کے واپس ہوئے۔ تبت کے باشندوں نے عبور کرنے کے مقامات پر آگ لگا دی تھی اور غلہ اور چارہ بھی بہت کم دستیاب ہوتا تھا۔ محمد نجتیار بڑی محنت اور مشقت کے بعد کامرو د پہنچا اور دیکھا کہ پل دونوں امیروں کے وجود سے خالی ہے یہ امیر آپس میں نزاع کر کے چلے گئے تھے اور اہل کامرو د کو چونکہ ان دونوں اشخاص سے بچد تکلیف ہوئی تھی کامرو د کے باشندوں نے باہم اتفاق کر کے دو طاق پل کے گرا دیئے۔ محمد نجتیار زبانی کی گردش سے بچد پریشان ہوا اور شہر کو عبور کرنے کی طاقت اس میں نہ رہی۔ مشورہ کے بعد یہ طے ہوا کہ بکڑی اور رسی بہم پہنچائی جائے۔ اور اس کے ذریعہ سے دریا کو عبور کریں اور جب تک کہ سامان عبور دستیاب نہ ہو جوار کے ایک بچخانہ میں جو بہت بلند اور مستحکم تھا قیام کریں۔ اتفاق سے محمد نجتیار کی پریشانی کا راجہ کامرو د کو بھی علم ہوا اور اسے اطلاع ہوئی کہ مسلمان فلاں بچخانہ میں قیام پذیر ہیں راجہ موقع کو غنیمت سمجھا اور اس نے اپنی فوج اور رعایا کو حکم دیا کہ چونکہ مسلمانوں سے میدان میں مقابلہ کرنا دشوار ہے اس لئے ایک بار گئی جگہ کر کے بچخانے کے دروازوں کو بند کر دو اور کسی شخص کو باہر نہ آنے دو تاکہ یہ لوگ پیاس سے تنگ آکر ہلاک ہو جائیں۔ محمد نجتیار کو راجہ کے اس حکم سے اطلاع ہوئی اور اس نے دریا کے کنارہ خیمے نصب کرائے اور عبور کرنے کی تدبیر سوچنے لگا۔ اسی درمیان میں ایک سوار دریا میں اتر آیا اور شہر کو عبور کر کے اس پار پہنچ گیا لوگوں نے گمان کیا کہ دریا پایا ہے

نیز مسلمان دشمن کے تعاقب کے خوف سے یکبارگی دریا میں کودے محمد بن مختیار مع سو سواروں کے سلامت کنارہ پر پہنچ گیا اور باقی تمام سپاہی غرق دریا ہوئے۔ محمد بن مختیار نے اپنے ملک کی راہ لی اور دیو کوٹ پہنچ کر رنج و غم کی وجہ سے بیمار پڑا اور یہ کہنے لگا کہ شاید سلطان معز الدین محمد سام کو ناگزیر واقعہ پیش آیا اسی وجہ سے زمانے نے ہم سے بیوفائی کی درحقیقت اسی زمانے میں بادشاہ مقتول ہوا تھا۔ اس واقعے کی خبر محمد بن مختیار کے ملک میں پھیل گئی اور تلف شدہ غلجیوں کے اہل و عیال اپنے شوہروں اور مربیوں کے حال کی تحقیق کے لئے دیو کوٹ وارد ہوئے اور سر راہ کھڑے ہو کر محمد بن مختیار کو گالیاں دینے اور اسے کوسنے لگے محمد بن مختیار اس حال کو دیکھ کر بیحد غمگین ہوا اور ۱۱۲۳ھ ہجری میں اس نے وفات پائی۔

طبقات ناصری میں مرقوم ہے کہ علی مردان غلجی کو اس واقعے کی خبر ہوئی اور یہ امیر دیو کوٹ پہنچا۔ علی مردان محمد بن مختیار کے مکان میں آیا محمد بن مختیار کو یہیں علی مردان نے اس کے منہ سے چادر اٹھا کر خبر اس کے شکم میں بھونک دیا بہر حال واقعہ جو کچھ بھی محمد بن مختیار کی موت کے بعد اس کی لاشیں بہا ر گئی اور وہاں پویند خاک کر دی گئی محمد بن مختیار کے بعد دیگر امرا اور شاہان دہلی نے اس ملک پر حکومت کی جن کا حال شاہان دہلی کے ذکر میں بیان ہو چکا ہے۔

سلطان فخر الدین ملک فخر الدین حاکم بنگالہ یعنی قدر خاں کا سلاہدار اور اسکی کاویار شہر کی کئی تلوار اپنے ہاتھ میں رکھتا تھا۔ قدر خاں سارگانوں میں فوت حکومت پر فائز ہوا اور ۱۱۳۰ھ ہجری میں فخر الدین نے قدر خاں کے اسباب جاہ و شہر پر قبضہ کر کے اپنے کو فخر الدین سلطان کے نام سے مشہور کیا اور خطبہ اور سکہ اپنے نام کا جاری کیا۔

سلطان محمد تغلق کو ان واقعات کی اطلاع ہوئی اور اس نے قدر خاں حاکم لکھنؤ کو اغوا کر دیا اور امیر کوہ وغیرہ نامی سرداروں کے ہمراہ فخر الدین کے مقابلہ میں روانہ کیا۔ فخر الدین شکست کھا کر دور دراز جگہوں میں

جا چھوڑا اور اس کے گھوڑے اور ہاتھی حریف کے قبضے میں آئے قدر خاں نے بیٹیں قیام کیا اور باقی امیر اپنی جاگیروں کو واپس گئے۔ برسات کا موسم آگیا اور قدر خاں نے اس خیال پر روپیہ جمع کرنا شروع کیا کہ دہلی پہنچ کر بادشاہ کے سامنے دربار و سفید کا انبار لگا دے فخر الدین کو اس امر کی اطلاع ہوئی اور اس نے خفیہ طور پر قاصد لشکر میں روانہ کئے اور بہت سے اہل لشکر کو اپنا بنا لیا اور ان لوگوں سے وعدہ کر لیا کہ قدر خاں پر غلبہ پاتے ہی خزانہ اور روپیہ اہل لشکر کو تقسیم کر دے گا۔ فخر الدین اپنے لشکر کے ساتھ جنگل سے نکل کر سارگاندھ روانہ ہوا اور قدر خاں کے باغی امیروں نے اتفاق کر کے اسے قتل کیا اور خزانہ اپنے ہمراہ لے کر فخر الدین سے جا ملے۔ فخر الدین نے اپنا وعدہ وفا کیا اور روپیہ انھیں لوگوں کو عنایت کر دیا۔ فخر الدین نے سارگاندھ کو تخت گاہ بنایا اور حکمرانی میں مصروف ہوا۔ اس امیر نے اپنے غلام مخلص نام کو لکھنوتی کے انتظام اور اس پر قبضہ کرنے کے لئے مامور کیا۔ قدر خاں کے عارض لشکر علی مبارک نے بہت سے کام لیا اور وفا داری اور دولت خواہی کے خیال سے ایک گروہ کو اپنا ہم خیال بنا کر مخلص کے مقابلہ میں صف آرائی کی اور حریف کو شکست دیکر فتحنامہ اور عریضہ سلطان محمد تغلق کے حضور میں روانہ کر کے بادشاہ سے اجازت طلب کی کہ اگر حکم ہو تو میں لکھنوتی کا انتظام کروں محمد تغلق علی مبارک سے واقف نہ تھا اور اس لئے اس کے خط کا کوئی جواب نہ دے سکا اور یوسف شہنہ دہلی کو لکھنوتی کا حاکم مقرر کر کے روانہ کیا یوسف شہنہ لکھنوتی پہنچتے ہی فوت ہوا اور ملک پر علی مبارک قابض ہو گیا چونکہ اباباد شاہی قباۃ علی مبارک نے اپنے کو سلطان علاء الدین کے نام و خطاب سے مشہور کیا لیکن اسی درمیان میں اس نواح کے ایک امیر مسیحی ملک الیاس نے جس کے پاس آزمودہ کار سپاہیوں کا ایک لشکر موجود تھا لکھنوتی پر حملہ کر کے سلطان علاء الدین کو قتل کیا اور اپنے کو سلطان شمس الدین کے خطاب سے مشہور کر کے لشکر بھری میں سارگاندھ پر حملہ آور ہوا اور فخر الدین کو زندہ گرفتار کر کے

لکھنوتی نے لیا شمس الدین نے فخر الدین کو تہ تیغ کر کے خطبہ دسکہ اپنے نام کا جاری کیا۔

نظام الدین احمد نجفی اپنی تاریخ میں لکھتے ہیں کہ ملک فخر الدین قد رجاں کا سلاح وار تھا لکھنوتی میں اپنے آقا کو قتل کر کے خود بادشاہ بن بیٹھا اور مخلص نام اپنے غلام کو ایک جوار لشکر کے ہمراہ اقطاع بنگالہ گوروا نہ کیا قد رجاں کے عارض لشکر مخلص خاں نے اس سے جنگ کی اور حریف کو شکست دیکر اس کے تمام اباب شوکت پر قابض ہو گیا سلطان فخر الدین چونکہ نو دولت تھا اور اہل ملک کی طرف سے اسے اطمینان حاصل نہ ہوا تھا اس نے مصلحت کا لحاظ کر کے علی مبارک پر حملہ نہیں کیا اور اپنے کو سلطان علاء الدین کے نام پر مکر کے لٹکتے میں فخر الدین لکھنوتی پہنچا اور علی مبارک کے مقابلہ میں صف آرا ہوا لیکن حریف کے ہاتھ میں گرفتار ہو کر تہ تیغ کیا گیا فخر الدین نے دو سال اور چند ماہ حکومت کی۔

علی مبارک المشہو علی مبارک نے فخر الدین کو قتل کر کے لکھنوتی میں تہانے یہ سلطان علاء الدین ابٹھائے اور بنگالہ کا رخ کیا چند دنوں کے بعد ملک حاجی کی حکومت الیاس نے جسکا آبا کو بیوا شہر حاجی پور اس کی یادگار ہے سلطان علاء الدین کے لشکر کو اپنا بھی خواہ بنایا اور لکھنوتی

اور بنگالہ پر قابض ہو گیا حاجی الیاس نے علاء الدین کو قتل کر کے اپنے کو شاہ شمس الدین کے نام سے مشہور کیا علاء الدین نے ایک سال پانچ مہینے حکومت کی۔

حاجی الیاس المشہو علاء الدین شاہ کے قتل ہونے کے بعد لکھنوتی اور بنگالہ پر حاجی الیاس کا قبضہ ہو گیا اور اس نے امیروں سے اتفاق رائے سے اپنے کو سلطان شمس الدین شاہ بھنگرہ کے خطاب سے مشہور کر کے اپنے نام کا خطبہ دسکہ جاری کیا بھنگرہ کے لقب کی وجہ تسمیہ کا مورخ فرشتہ کو علم نہیں ہے۔

شمس الدین نے تھوڑے دنوں کے بعد امیروں اور سپاہیوں کی دجوئی کر کے جاجنگرہ کا رخ کیا یہ ملک چھو بختیار کے بعد مسلمانوں کے قبضہ سے

جاتا رہا تھا۔ شمس الدین نے جاجنگر سے بہت سے قیل بزرگ حاصل کئے اور اپنے ملک کو واپس آیا۔ تیرہ برس اور چند ماہ شاہان دہلی میں سے کوئی فیاض و ابھی اس کے ارادہ میں مانع نہ آیا اور شمس الدین نے کامل اقتدار کے ساتھ ملک پر طرانی کی۔ دسویں شوال ۷۵۸ھ ہجری کو فیروز شاہ ایک جہاز لشکر کے ساتھ دہلی سے لکھنؤ کی طرف چلا اور ہوا شمس الدین قلعہ کنالہ میں پناہ گزین ہوا اور لکھنؤ کی کا سارا ملک خالی کر دیا سلطان فیروز نے کنالہ کا رخ کیا بادشاہ توح حصار میں پہنچا اور شمس الدین نے قلعہ سے نکل کر بادشاہ سے صف لڑائی کی۔ طر فین سے بے شمار آدمی جنگ میں کام آئے اور شمس الدین فراری ہو کر قلعہ بند ہو گیا۔ شمس الدین کے لمبھی جو اسے جاجنگر سے دستیاب ہوئے تھے فیروز شاہ کے قبضہ میں آئے۔ اسی دوران میں برسات کا موسم آگیا اور بادشاہ دہلی واپس آیا۔

۷۵۸ھ ہجری میں شمس الدین نے پیش کش جو بادشاہوں کے دربار کے لائق تھے شیریں زبان قاصدوں کے ہمراہ فیروز شاہ کی خدمت میں روانہ کیے فیروز شاہ نے ایلیچوں پر مہربانی کی اور ان کو واپس جانے کی اجازت عطا کی۔

۷۵۹ھ ہجری کے آخر میں شمس الدین نے ملک تاج الدین کو دوبارہ بے شمار تحائف کے ساتھ دہلی روانہ کیا۔ فیروز شاہ نے اس مرتبہ بھی قاصدوں پر اور زیادہ عنایت اور مہربانی کی اور چند روز کے بعد اسان تازی و ترکی مع دیگر بیش قیمت ہدیوں کے ملک سیف الدین شحنتہ پیل کے ہمراہ سلطان شمس الدین کے لئے روانہ کیا لیکن سیف الدین اور تاج الدین بہار سے بھی نہ گزر سکے تھے کہ سلطان شمس الدین نے وفات پائی ملک سیف الدین نے بادشاہ کے حکم کے مطابق گھوڑے امرائے بہار کو تقسیم کر دیے اور ملک تاج الدین بھی دہلی واپس آیا سلطان شمس الدین نے سولہ برس چند ماہ حکومت کی سکندر شاہ بن سلطان شمس الدین شاہ نے وفات پائی اور امیر ول اور افغان شمس الدین افواج کے مشورہ سے بادشاہ کی وفات کے تیسرے دن

اس کے فرزند بزرگ سکندر شاہ نے تخت حکومت پر قدم رکھا یہ بادشاہ  
عادل و انصاف کے ساتھ حکمرانی کر کے فیروز شاہ بادشاہ دہلی کی رضا و  
کرتار ہا سکندر شاہ نے بادشاہ دہلی کی خوشنودی مزاج کو سب سے اہم جانکر  
پچاس ہاتھی اور طرح طرح کے تحفے پیش کش کے طور دہلی روانہ کیے اس زمانے  
میں سلطان فیروز شاہ ہنگالے کی تسخیر کا ارادہ کر کے سندھ بھری میں لکھنوی  
روانہ ہوا سلطان سکندر نے اپنی طاقت کے موافق بادشاہ کے مقابلہ کی تیاری  
کی اور قلعوں اور مکانات کو مضبوط اور مستحکم کر لیا سلطان فیروز شاہ ظفر آیا پہنچا  
اور سکندر شاہ نے باپ کی تقلید کی اور ہمارا اکدالہ میں پناہ گزیں ہو گیا۔  
سکندر شاہ سلطان فیروز کے مقابلہ میں صف آرا نہ ہو سکا اس نے پیش کش  
سالانہ کا وعدہ کر کے بادشاہ کو اپنے ملک سے رخصت کیا۔ بادشاہ ہند وہ  
تک پہنچا تھا کہ سکندر شاہ نے سینتیس ہاتھی اور بے شمار مال و طرح طرح  
کے اسباب سلطان فیروز کی خدمت میں روانہ کر کے معذرت چاہی سکندر  
شاہ نے اپنے باپ کی روش اختیار کی اور تمام زندگی عیش و عشرت میں  
بسر کرتا رہا اس نے نو برس چند پہینے حکمرانی کی۔  
غیاث الدین بن سکندر شاہ کے فوت ہونے کے بعد اس کا فرزند غیاث الدین  
سکندر شاہ تخت حکومت پر بیٹھا اس فرمانروا نے بھی اپنے باپ  
اور دادا کی روش اختیار کی اور تمام عمر عیش و عشرت میں  
میں بسر کر کے سندھ بھری میں دنیا کو خیر باد کہا غیاث الدین نے سات برس  
چند ماہ حکومت کی۔

سلطان السلاطین غیاث الدین کی وفات کے بعد امرانے اس کے فرزند  
بن غیاث الدین کو سلطان السلاطین کا خطاب دیکر تخت حکومت پر بٹھایا  
یہ فرمانروا بیحد شجاع اور حلیم و کریم تھا۔ امرا اور وزراء  
بادشاہ کی فہم و فراست اور اس کی سیاست سے ہر وقت لرزہ بر اندام  
رہتے تھے اس بادشاہ نے کبھی کسی امر بد کو اپنا شعار نہیں بنایا اطراف و  
جوانب کے راجہ ہمیشہ اس کے اطاعت گزار رہے اور واجبی مال ادا کرتے رہے۔

کبھی انھوں نے پس و پیش و تاخیر نہیں کی سلطان السلاطین نے دس برس حکومت کرنے کے بعد ۸۸۷ھ ہجری میں دنیا کو خیر باد کہا۔

شمس الدین ثانی سلطان السلاطین نے دنیا سے رحلت کی اور امیر و اعیان نے اس کے فرزند کو شمس الدین کے خطاب سے اپنا فرمانروا تسلیم کیا۔ یہ بادشاہ خرد سالی کی وجہ سے نامتجھ تھا کائنات نام ایک غیر مسلم نے جو اس دربار کا امیر تھا اس کے عہد میں بچہ اقتدار اور قوت پیدا کر کے ملک و مال پر چھا گیا۔ سلطان شمس الدین نے ۸۸۷ھ ہجری میں وفات پائی اور کائنات نے مسند حکومت پر جلوس کیا۔

راجہ کائنات راجہ کائنات اگرچہ غلامان نہ تھا لیکن مسلمانوں سے بچہ محبت اور خلوص کے ساتھ پیش آتا تھا راجہ کی اس طریقہ سے اکثر امراء نے اس کے اسلام کی گواہی دی اور اس کے مرنے کے بعد ارادہ کیا کہ اس کی تجہیز و تکفین مسلمانوں کی طرح کریں۔ راجہ کائنات نے سات برس بڑے جاہ جلال سے حکمرانی کرنے کے بعد وفات پائی اور اس کا فرزند مسلمان ہو کر تخت حکومت پر بیٹھا۔

چن مل ولد کائنات چن مل نے اپنے باپ کی وفات کے بعد تمام اراکین دولت الخاٹب بہ سلطان جلال اللہ کو طلب کیا اور ان سے کہا کہ مجھ پر پورے طور پر ظاہر ہو گیا ہے کہ مذہب اسلام حق ہے اور اب میرے لئے یہ ممکن نہیں کہ میں علانیہ اپنے اسلام کا اظہار نہ کروں اگر تم لوگ مجھے اپنا فرمانروا اس شرط کے ساتھ قبول کرتے ہو تو میں عنان حکومت اپنے ہاتھ میں لیتا ہوں ورنہ میرے برادر خرد کو بادشاہ بناؤ اور مجھے اس خدمت سے معاف کر دے اراکین دربار نے عرض کیا کہ ہم بادشاہ کے تابع فرمان ہیں امور مصلحتی میں مذہب کو سر و کار نہیں ہے چن مل نے لکھنوتی کے علماء اور فضلاء کو اور بار میں حاضر کیا اور یہوں کے روبرو کلمہ شہادت پڑھا اور اپنے کو سلطان جلال الدین کے نام سے مشہور کر کے تخت حکومت پر قدم رکھا۔ اس باپشاہ نے عدل و انصاف کو ایسا اپنا شعار بنایا کہ اگر ہم اسے نوشیروان ثانی کہیں

مبالغہ نہ ہو گا سلطان جلال الدین نے سترہ برس چند ماہ لکھنؤ کی اور بنگالہ پر حکومت کر کے سلاطین ہجری میں رحلت کی اور اس کا فرزند احمد جلال الدین اس کا جانشین ہوا۔

سلطان احمد بن سلطان جلال الدین کی وفات کے بعد اس کے فرزند احمد شاہ جلال الدین نے تحت حکومت پر جلوس کیا احمد نے بھی اپنے باپ کی پوری تقلید کی اور کمال داد و دہش کے ساتھ ملک پر

حکمرانی کر کے رعایا کو اپنا گرویدہ بنا لیا سلطان احمد نے سولہ برس حکومت کرنے کے بعد سلاطین ہجری میں دنیا کو خیر باد کہا۔

ناصر الدین غلام سلطان احمد کی وفات کے بعد ناصر الدین نام غلام نے کا وارث ملک پر تخت سلطنت پر قدم رکھا اور کفرانِ نعمت کو اپنا شعار بنا کر تمام وراثت ملک کے تباہ اور برباد کرنے پر کمر بستہ باندھی

اور دین و دنیا میں رو سیاہ ہوا۔ غرض کہ ناصر الدین سات روز بابر وایت و گیر نصف یوم کے بعد سلاطین بھنگرہ کے امیروں کے ہاتھیں گنتا رہ کر قتل کیا گیا۔ ناصر الدین کے بعد ناصر شاہ نے جو سلطان خمس الدین بھنگرہ کی نسل سے تھا اپنے آباد اجداد کے تحت حکومت پر جلوس کیا۔

ناصر الدین بن شاہ یہ امر بھی دنیا کا ایک عجیب و غریب واقعہ ہے کہ سلاطین بھنگرہ کی حکومت تمام ہونے اور اس قدر زمانہ دراز گزرنے کے بعد حکومت پھر اسی خاندان میں منتقل ہوئی اور جو اقبال

کہ ادبار سے سبیل ہو کر باعث تباہی تھا وہ پھر زندہ ہو کر اسی خاندان کے سر پر سایہ فلک ہوا ناصر الدین شاہ اس ملک کے ایک و ہقان کے یہاں مقیم تھا اور زراعت پر اس کی بسر اوقات تھی اس کے دماغ میں حکمرانی کا خیال ابھی کبھی نہ گزرتا تھا لیکن تارہ اقبال عروج پر آیا اور بادشاہ عالی جاہ ہو کر لکھنؤ کی اور بنگالہ کی سی وسیع سلطنت پر حکمران ہوا۔ ناصر الدین اخلاق حسنة اور بہترین صفات سے موصوف تھا۔ شاہان بھنگرہ کے متعلقین اور خدام جو راجہ کانس اور سلطان جلال الدین کے عہد میں اطراف ملک میں جلا وطن ہو کر



بادشاہ ہر ادھر پر لاگت ہو گئے تھے ناصر الدین کے جلوس کی خبر سنکر اس کے دربار میں حاضر ہوئے۔ تھوڑے ہی زمانہ میں ایک بہت بڑی جمعیت اس کے گرد فراہم ہو گئی اور ہر طبقہ کے لوگ اس کے انصاف اور احسان سے دل شاد ہو کر ناصر الدین کی محبت کا کلمہ پڑھنے لگے۔ چونکہ سلاطین دہلی اور فرمانروایان بنگالہ کے درمیان شاہان شرقیہ حایل تھے ناصر الدین نے بیدار پانی اور آرام کے ساتھ بتیس برس حکومت کرنے کے بعد ۸۶۲ھ ہجری میں وفات پائی۔

باریک شاہ ناصر شاہ کی وفات کے بعد امیروں اور ارکان دولت نے اس کے فرزند باریک کو تخت حکومت پر بٹھایا اس بادشاہ کے عہد میں رعایا اور لشکر آسودہ حال رہا۔ باریک شاہ

ہندوستان کا پہلا حکمران ہے جس نے جشیوں پر نظر عنایت کر کے ان کو عالی مرتبہ بنایا۔ باریک نے آٹھ ہزار جشی اپنے دربار میں جمع کئے اور ملک کے جلیل القدر عہدے یعنی وکالت و امارت و وزارت وغیرہ ان کے سپرد کئے۔ ہجرات اور دکن کے بادشاہوں نے بھی اسی کی پیروی کی اور اس کے گروہ کی عزت اور توقیر میں بیدار پانی کی باریک شاہ نے سترہ برس عیش و عشرت کے ساتھ حکومت کر کے ۸۷۸ھ ہجری میں وفات پائی۔

یوسف شاہ ولد یوسف شاہ نے اپنے باپ کی وفات کے بعد عمان حکومت پر قابض ہوا۔ اپنے ہاتھ میں بی اور عدل و انصاف کو اپنا شعار بنایا۔ یہ بادشاہ علم و فضل سے آراستہ اور سیاست اور فرائض میں یگانہ روزگار تھا۔ امر معروف و نہی منکر کے احکام صادر فرماتا اور اس کے عہد میں کسی شخص کی مجال نہ تھی کہ علانیہ شراب نوشی کرے اور بادشاہ کے احکام کے امتثال میں کاہلی کو دخل دے۔ علمائے کار پروانہ کو ایک روز اپنے

حضور میں بلایا اور ان سے کہا کہ تم لوگ شرعی مقدمات کا فیصلہ کرنے میں ہرگز کسی کی رعایت نہ کرو ورنہ میرے اور تمہارے درمیان صفائی نہ رہے گی اور میں تم سے سخت باز پرس کروں گا۔ یوسف شاہ خود صاحب علم تھا اور شریعت کے ہر پہلو پر پورے مقدمات جو قاضیوں سے حل نہ ہو سکتے تھے بادشاہ

خود ان کو فیصل کرتا تھا یوسف شاہ نے سات برس حکمرانی کرنے کے بعد  
۷۸۷ء ہجری میں رحلت فرمائی۔

سکندر شاہ کی امارت یوسف شاہ کی وفات کے بعد امیروں اور ارکان دولت  
اور اس کا غزل نے باغور و فکر سکندر شاہ کو تخت حکومت پر شکن کیا چونکہ  
سکندر شاہ اس لائق نہ تھا اس لئے حکومت سے معزول  
کیا گیا اور شاہ فتح شاہ کی شاہی کا اعلان کیا گیا۔

فتح شاہ کی حکومت کہتے ہیں کہ فتح شاہ صاحب علم و دانش تھا اس نے  
کابیان۔ سلاطین اور بادشاہوں کا طریقہ اختیار کر کے ہر امیر پر  
اس کی حیثیت کے مطابق نوازش کی جو خواجہ اور حبشی نظام

باربک اور یوسف شاہ کے زمانے میں جمع ہو کر صاحب اختیار ہو گئے تھے  
اور اب حد سے زیادہ بے اعتدالی کرنے لگے تھے بادشاہ نے اپنے حسن  
سیاست سے ان کی اصلاح کی۔ اس زمانے میں ملک بنگالہ میں یہ رسم تھی  
کہ ہر شب پانچ ہزار پاپیک پہرہ دیتے تھے صبح کو جب بادشاہ برآمد ہوتا تو  
یہ گروہ آداب و بھرا بجالانے کے بعد رخصت کر دیا جاتا اور دوسرا گروہ  
حاضر ہوتا تھا۔ خواجہ سہراؤں کا گروہ جو ایک مدت سے خود سہرہور ہا تھا  
اپنے ایک ہم قبیلہ بنگالی امیر سلطان شاہزادہ نام کے پاس آیا۔ یہ امیر  
فوجیوں کا سردار اور محلات شاہی کا کلید بردار تھا۔ ان لوگوں نے سلطان  
شاہزادہ کو حکمرانی کرنے پر ابھارا چونکہ سلطان شاہزادہ خود بھی صاحب دعوئی  
تھا اس نے یہ التجا قبول کی۔ اتفاق سے اس زمانے میں خان جہاں امیر الامرا  
ملک اندیل ملک کے بہترین لشکر کے ساتھ نواح کے راجاؤں کے دفع کرنے  
پر نامزد ہوا تھا سلطان شاہزادہ کو موقع مل گیا اور اس نے باربکوں اور خواجہ  
سہراؤں کی مدد سے فتح شاہ کو ۷۸۷ء ہجری میں قتل کیا اور صبح کو خود تخت  
حکومت پر جلوں کر کے باربکوں کا سلام کیا فتح شاہ نے سات سال پانچ ماہ حکومت کی  
سلطان باربک اس بذات خواجہ سہراؤں نے اپنے آقا کو قتل کر کے  
کی حکومت۔ غمان حکومت اپنے ہاتھ میں لی باربک کے بادشاہ

ہوئے ای خواجہ مراد ہر ادھر متفرق تھے اس کے گرد جمع ہو گئے اس کی نصیحت  
 نے بہت ہمت اور سفلہ مزاج اشخاص کو اپنے گرد جمع کیا اور روز بروز اس کی  
 قوت اور شوکت بڑھنے لگی باریک نے صاحب جمعیت امیروں کے استیصال  
 پر کمر ہمت باندھی۔ ملک کے امرا کا سرگروہ ملک اندیل جیشی سرحد پر تھا۔  
 ملک اندیل کو ان واقعات کی اطلاع ہوئی اور اس نے ارادہ کیا کہ تنہا  
 پہنچ کر اس کا فریضہ خواجہ مراد کو مناد ہے اسی اثناء میں خون گرفتہ بادشاہ  
 نے خود ملک اندیل کو اس غرض سے طلب کیا کہ اسے پایہ زنجیر کر دے۔  
 ملک اندیل جیشی اسی امر کو لطیفہ غیبی سمجھا اور ایک اچھی جمعیت کے ساتھ  
 بادشاہ کے حضور میں حاضر ہوا۔ ملک جیشی چونکہ بیحد احتیاط کے ساتھ دربار میں  
 آیا تھا خواجہ مراد کو اس پر ہاتھ ڈالنے کی ہمت نہ ہوئی تھی۔ ایک روز باریک  
 نے مجلس آراستہ کی اور دس بارہ ہزار آدمیوں کو دارالامارہ میں جو بہت  
 وسیع کمرہ تھا جمع کیا۔ باریک نے دربار بڑی شان و شوکت کے ساتھ آراستہ  
 کر کے سب سے پہلے ملک اندیل کو اپنے سامنے بلایا اور اس سے کہا کہ  
 میں نے ایک گروہ کے ساتھ اتفاق کر کے بادشاہ کو قتل کیا اور خود تخت  
 حکومت پر متمکن ہوا تم میرے اس فعل کو کیسا سمجھتے ہو ملک اندیل نے یہ  
 مصرعہ پڑھا۔ ہرچہ آں خسرو کند شہ میں بود۔ سلطان شاہزادہ ملک اندیل کے  
 جواب سے بیحد خوش ہوا اور فوراً خلعت خاص کمر بند اور خنجر مرصع اور چند  
 اسب و فیل اسے عنایت کئے باریک نے قرآن شریف کو درمیان دیکر  
 کہا کہ تم حلف اٹھاؤ کہ مجھے کسی قسم کا نقصان نہ پہنچاؤ گے۔ ملک اندیل  
 نے قسم کھا کر کہا کہ جب تک بادشاہ تخت حکومت پر جلوں کرے گا میں  
 اسے کسی قسم کا گزند نہ پہنچاؤں گا۔ چونکہ اکثر خواجہ مراد سلطان شاہزادہ سے  
 برگشتہ تھے اور ملک اندیل بھی اس کا فریضہ سے اپنے آقا کا انتقام لینا  
 چاہتا تھا اس نے دربانوں سے سازش کر لی اور موقع اور وقت کا منتظر  
 رہا ایک روز باریک نے شراب پی اور تخت شاہی پر سو گیا ملک اندیل  
 جیشی دربانوں کی رہنمائی سے اسے قتل کرنے حرم میں گیا۔ جیشی نے

باریک کو تخت شاہی پر سوتا پایا اور اپنی قسم کو یاد کر کے غور کرنے لگا اسی درمیان میں اجل رسیدہ خواجہ سرا لے جس کی عمر و اقبال دونوں پر زوال آچکا تھا گردن کی اور تخت سے نیچے گرا۔ ملک اندیل اس واقعے کو اپنی خوش فہمی سمجھا اور بڑی چالاکی کے ساتھ باریک پر وار کیا تلوار کا گر نہ ہوئی اور باریک ہوشیار ہو گیا اور اپنے کو ایک برہنہ تلوار کے مقابلہ میں دیکھ کر ملک اندیل سے گتھ گیا باریک قوی اور عظیم البمشہ تھا اس نے ملک اندیل کو نیچے گر کر خود اس کے اوپر بیٹھ گیا ملک اندیل نے باریک کے سر کے بال مضبوط پکڑ لیے اور کسی طرح نہ چھوڑا۔ حبشی امیر نے بغرش خاں ترک کو جو چہرہ کے باہر کھڑا تھا آواز دی اور اسے اپنے پاس بلایا۔ بغرش خاں حبشیوں کے ایک گروہ کے ساتھ اندر آیا اور ملک اندیل کو نیچے دیکھ کر وار کرنے میں پس و پیش کرنے لگا۔ ملک اندیل اور باریک کی ہاتھ پائی میں شمع بھی گلی ہو چکی تھی اور تاریکی پھیلی ہوئی تھی ملک اندیل نے آواز دی کہ میں نے حریف کے سر کے بال مضبوط پکڑ لئے ہیں اور اس کا بدن اس قدر چڑا ہے کہ میں بالکل اس سے جھپٹا ہوا ہوں اور خود میری پیرن گیلیا ہوتی تلوار اس سے گزر کر مجھ تک نہ پہنچ سکے گی اور اگر بغرض محال مجھے گزند بھی پہنچے گا تو اگر میرے سے ہزار آدمی بھی ولی نعمت کے خون کا انتقام لینے میں کام آئیں تو بھی مضائقہ نہیں ہے۔ بغرش خاں نے چند لمبے ہاتھ باریک پر چلائے اور باریک قصد آمد وہ بنکر نیچے گر پڑا ملک اندیل اٹھا اور بغرش خاں کے ساتھ باہر آیا تو اچھی حبشی جو باہر کھڑا تھا اس نے ان لوگوں سے پوچھا کہ تم نے کیا کام کیا ان لوگوں نے جواب دیا کہ ہم نے نمک حرام کا کام تمام کر دیا ہے تو اچھی تاں حبشی باریک کی خواہنگاہیں کیا اور اس نے چراغ روشن کیا باریک شاد نے ملک اندیل کا خیال کر کے اور ابھی شمع اچھی طرح روشن تھی نہ ہوئی تھی کہ باریک شاہ خوف کی وجہ سے محزون میں چھپ گیا تو اچھی باجی حبشی محزون کے اندر گیا اور باریک نے ابھی پھر ملک اندیل سمجھ کر اپنے کو مردوں کی طرح ڈال دیا۔ ملک اندیل نے آواز دی کہ غداروں نے ہمارے ملک کو قتل کر کے بادشاہی کو برباد کر دیا ہے باریک شاہ

انکو اپنا دوست اور بھی خواہ سمجھا اور کہا کہ اسے شخص خاموش رہ میں زندہ ہوں اور رہتا ہے۔  
 کیا کہ ملک اندیل جیسی کہاں ہے جیسی نے جواب دیا کہ ملک اندیل پیچیدگی کے لئے بادشاہ کو قتل  
 کر دیا ہے اپنے طور پر وہ ہو گیا ہے بارک شاہ نے اس سے کہا کہ تو باہر جا کر غلاں غلاں امیروں  
 کو جمع کر لے انکو ملک اندیل کے مقابلے میں روانہ کر تا کہ اس کا سر قلم کر کے لے آئیں  
 اور دروازوں کو فوجی بہادروں کے سپرد کر کے ان سے کہو کہ مسلح اور ہتھیار  
 رہیں تو اچھی ہے کہا کہ میں بادشاہ کے ارشاد کے موافق باہر جاتا ہوں اور ابھی اسکا  
 تدارک کئے دیتا ہوں۔ تو اچھی باہر آیا اور اس نے آہستہ سے ملک اندیل کے  
 کان میں سارا ماجرا کہ دیا ملک اندیل تو اچھی کے ساتھ پھر اندر گیا اور خنجر سے  
 بارک شاہ کو ہلاک کر دیا اور اس کی لاش اسی مخزن میں چھوڑ کر مکان کا  
 دروازہ قفل کر دیا ملک اندیل باہر آیا اور اس نے خان جہاں وزیر کو طلب  
 کیا۔ خان جہاں وزیر حاضر ہوا اور امیروں نے تقرر بادشاہ میں مشورہ کیا۔  
 فتح شاہ نے اولاد میں صرف دو سال کا ایک بچہ چھوڑا تھا ان لوگوں نے  
 سوچا کہ یہ طفل خیر سال شاہی کے قابل نہیں ہے۔ صبح کو تمام امیر فتح شاہ  
 کی زوجہ کے پاس گئے اور رات کا قصہ ان کو سنا اور اس سے کہا کہ تمھارا  
 بچہ ابھی کم سن ہے حکومت کس شخص کے سپرد کرنا چاہئے تاکہ وہ امیر اس  
 طفل کے جان چوڑنے تک کار سلطنت کو انجام دے۔ یہ حکم ان امیروں کے  
 مطلب کو سمجھ گئی اور اس نے کہا کہ میں نے خدا سے عہد کیا تھا کہ اپنے شوہر  
 کے قاتل کو اس ملک کا حکمران بنائوں گی۔ ملک اندیل جیسی نے پہلے تو حکومت  
 قبول کرنے سے انکار کیا لیکن آخر میں جب تمام امیروں نے اصرار کیا تو اس  
 نے اپنے کو فیروز شاہ کے لقب سے بنگالے کا فرمانروا مشہور کیا۔ بارک شاہ کا  
 بغاوت ان کے عہد آٹھ ماہ یا بروایت دیگر ڈھائی مہینے میں تمام ہو گیا۔ بارک  
 کے قتل کے بعد سے بنگالے میں رواج ہو گیا کہ جو شخص اپنے حاکم کے قاتل کو  
 تیغ کر کے اپنے کو بادشاہ مشہور کرے تو سارے امیر اور رعایا اس کے  
 حکم کا امتثال کریں۔

ملک اندیل جیسی المتعاطب بہ فیروز شاہ کی حکومت کا ذکر | فیروز شاہ نے تخت سلطنت پر

جلوس کر کے تخت گاہ یعنی شہر کو میں قیام کیا اور عدل و انصاف کو اپنا شعار بنا کر رعایا کو بید اسن و امان کے ساتھ زندگی بسر کرنے کا موقع دیا چونکہ امارت زمانے میں اس نے بڑے بڑے کام انجام دیئے تھے اس لئے اس نے فوج اور رعایا سے کبھی سرکشی نہیں کی فیروز شاہ نے تین سال بڑے جاہ و جلال اور کمال استقلال کے ساتھ حکومت کر کے بعد ۹۹۰ھ ہجری میں وفات پائی۔ محمود شاہ بن فیروز شاہ فیروز شاہ کی وفات کے بعد امیروں اور ارکان دولت نے اس کے فرزند اکبر محمود شاہ کو بادشاہ تسلیم کیا محمود شاہ کے عہد میں حبشی خاں ایک غلام حبشی نے عنان حکومت اپنے ہاتھ میں لے کر سلطان محمود کو شاہ شطرنج بنا دیا۔ سیدی بدر دیوانہ نام ایک دوسرا حبشی امیر خاں کے تسلط سے تنگ آگیا اور اس نے حبشی خاں کو قتل کر کے زمام سلطنت اپنے ہاتھ میں لی۔ تھوڑے دنوں کے بعد بارکوں کے سردار کے ساتھ ہرات کے وقت سلطان محمود کو بھی تہ تیغ کیا اور صبح کو اپنے ہی خواہ امیروں کے مشورے سے اپنے کو فیروز شاہ کے لقب سے حاکم بنگالہ مشہور کیا سلطان محمود نے ایک سال فرمانروائی کی۔

حاجی محمد قندھاری اپنی تاریخ میں لکھتا ہے کہ سلطان محمود فتح شاہ کا فرزند ہے۔ بارک شاہ کے غلام حبشی خاں نے فیروز شاہ کے حکم سے محمود شاہ کی تربیت کی۔ فیروز شاہ کی وفات کے بعد محمود شاہ بادشاہ ہوا محمود شاہ نے چھ سال حکومت کی تھی کہ حبشی خاں کے ہمراہ فرمانروائی کا سودا سمایا۔ بالآخر جیسا کہ مذکور ہوا سیدی بدر دیوانہ نے حبشی خاں کو قتل کیا۔

سیدی بدر حبشی | مظفر شاہ حبشی بنگال اور بیابان و اقحوا علیہا اور متقی الخاطب مظفر شاہ | انتہا اس کی حکومت سے راضی نہ تھے ان سب کو مظفر شاہ نے تہ تیغ کیا اس کے علاوہ جو غیر مسلم راجہ کہ تھا ہاں بنگالہ سے مخالفت رکھتے تھے بادشاہ نے ان پر لشکر کشی کر کے سب کو تباہ اور برباد کیا۔ مظفر شاہ نے سید شریف کی کو عہدہ وزارت پر سرفراز کر کے اسے ملک و مال کا تخت ارسل بنایا۔ شریف علی کے مشورے سے سواروں

اور پیادوں کی تحوا ہوں میں کمی کی گئی اور روپیہ خزانہ شاہی میں داخل ہونے لگا۔ ایک عالم اس سیدی بادشاہ کے افعال سے ناراض ہو گیا اور یہاں تک نوبت پہنچی کہ بہت سے امیر کبیر اس سے برگشتہ ہو کر باغی ہو گئے۔ مظفر شاہ نے پانچ ہزار ہشٹیوں اور تین ہزار افغانی اور بنگالی سواروں کے ساتھ قلعے میں پناہ لی چار روز یا چار ماہ اہل قلعہ اور باغیوں میں معرکہ آرائی کا سلسلہ جاری رہا میر روز ایک گروہ تہ تیغ ہوتا تھا جو شخص گرفتار ہو کر مظفر شاہ کے سامنے لایا جاتا تھا بادشاہ قہر و غضب کی وجہ سے اپنے ہاتھ سے اسے قتل کرتا تھا چنانچہ خود بادشاہ کے مقتولوں کی تعداد چار ہزار تک پہنچ گئی۔ آخر روز مظفر شاہ اپنے ہمراہیوں کے ساتھ قلعے سے باہر نکلا امیروں سے جس میں شریف ملی بھی داخل تھا جنگ آزما ہوا طرفین سے بیس ہزار آدمی کام آئے مظفر شاہ امیروں اور اپنے مقرب درباریوں کے ہمراہ قتل کیا گیا حاجی محمد قندھاری کی روایت کے مطابق اس زمانے میں اول سے آخر تک ایک لاکھ بیس ہزار ہندو اور مسلمان کام آئے مظفر شاہ کے بعد سید شریف ملی نے عنان حکومت اپنے ہاتھ میں لی لیکن تاریخ نظامی میں ترقی ہے کہ لوگ مظفر شاہ سے برگشتہ ہوئے اور شریف ملی نے یہ معلوم کر کے کہ رعایا بادشاہ کے خون کی پیاسی ہے پارکوں کے سردار کو اپنا ہم خیال بنایا ایک رات تیرہ پارکوں کے ہمراہ حرم سرا میں گیا اور مظفر شاہ کو قتل کر کے صبح کو اپنے کو سلطان علاء الدین کے نام سے مشہور کر کے اپنی بادشاہی کا اعلان کیا۔ مظفر شاہ نے تین سال پانچ ماہ حکومت کی۔

شریف ملی المشہور شریف ملی اپنی وزارت کے زمانے میں لوگوں پر اپنی نفسی سلطان علاء الدین کو ثابت کرنے کا آرزو مند تھا اور ہمیشہ رعایا سے بھی کہا کرتا تھا کہ مظفر شاہ بخیل اور بادشاہی کے لائق نہیں ہے میں ہر چند اسے امیروں اور سپاہیوں کے بارے میں نصیحت کرتا ہوں لیکن میری باتوں کا اس پر کچھ اثر نہیں ہوتا اور روپیہ جمع کرنے میں مشغول ہے۔ شریف ملی کے ان اقوال سے امر اور اہل لشکر اسے عزیز رکھتے تھے۔

منظرفشاہ قتل کیا گیا امیروں اور ارکان دولت نے بادشاہ کے بارہ میں مشورہ کیا اور بالاتفاق سبھوں نے سید شریف کو منتخب کیا۔ اس انتخاب کے بعد امرانے سید شریف سے کہا کہ اگر ہم تمہیں اپنا بادشاہ بنائیں تو ہمارے ساتھ کیسا سلوک کرو گے سید شریف نے کہا کہ تمہاری خواہش کے مطابق فرمانروائی کروں گا اور جلد سے جلد جو کچھ میں کر سکتا ہوں وہ یہ ہے کہ جو کچھ شہر میں زمین کے اوپر ہے وہ تمہارے لئے چھوڑ دوں گا اور جو کچھ کہ زیر زمین ہے اس پر میں قبضہ کروں گا۔ الغرض خاص و عام نے مال و دولت کے لالچ میں یہ شرط قبول کی اور شہر کو رکے تاراج کرنے میں جو اپنی معموری میں مصر پر بھی سبقت لے گیا تھا مشغول ہوئے سید شریف نے اس آسانی سے چتر اپنے سر پر سایہ فلک کرنے میں اپنے نام کا خطبہ و سکہ جاری کیا چند روز کے بعد اہل شہر کو تاراج کرنے کی ممانعت کی اور جب تاراجیوں نے بادشاہ کے حکم کی پروا نہ کی تو ایک روز میں بارہ ہزار تاراجی تہ تیغ کئے گئے۔ غرض کہ شہر کی تاخت و تاراج بند ہوئی اور علاء الدین شاہ نے جستجو کر کے بے شمار مال و دولت پر قبضہ کیا جس میں ایک ہزار طلائی کشتیاں تھیں۔ ملک بنگال میں یہ رسم تھی کہ ہر دولت مند سونے کی کشتی میں کھانا کھاتا تھا اور جشن اور شادی بیاہ کی مصلوں میں جو شخص جتنی زیادہ طلائی کشتیاں حاضر کرتا تھا وہی بڑا آدمی سمجھا جاتا تھا چنانچہ بنگالہ کے زمینداروں میں ایک ایسی پر عمل درآمد ہے۔ علاء الدین شاہ چونکہ قلعہ سند اور صاحب قلعہ و فراست تھا اس نے شریف اور عالی خاندان امیروں پر مہربانی کی اور اپنے خاص اوگوں کو عہدہ عہد سے اور بلند مرتبہ عنایت کئے۔ سلطان علاء الدین نے یامکوں کو چوکی سے معزول کر کے حبشیوں کو اپنے ملک سے خارج کر دیا چونکہ حبشی امیر غدار تھی اور شہر ارت میں مشہور آفاقی ہو چکے تھے ان کو جو نیور اور ہندوستان میں بھی جگہ نہ ملی اور انھوں نے کچھ اربت اور دکن کی راہ لی سلطان علاء الدین نے منغل اور افغان قوم پر خاص مہربانی کی اور اپنے حمال اور کارکن جاسما تھیں کہیں منتظام سے ملک میں امن قائم ہوا اور زلزل اور انقلاب کے تباہ کن آثار جو سلاطین ماضیہ کے وقت میں نمودار ہوئے تھے وہ نہ ہوئے۔



سرکشوں نے بادشاہ کی اطاعت قبول کی اور اطراف ملک کے راجہ اس کے مطیع اور فرمانبردار ہو گئے۔ مختصر یہ کہ ملک میں رفاہ و امن کا دور دورہ ہوا اور بادشاہ نے کئی موضع حضرت قدوۃ المشایخ شیخ نور قطب عالم رحمۃ اللہ علیہ کے اخراجات لشکر کے لئے وقف کئے علا الدین اپنے تختگاہ شہر اکد واکہ سے حضرت شیخ کے مزار پر انوار پر قبضہ بند وہ دہشتہ) حاضر ہوتا تھا۔ بادشاہ نے اپنی عقل و فراست اور حسن سیاست سے مدت تک نہایت اطمینان کے ساتھ حکمرانی کی لیکن آخر کار سینتالیس سال حکومت کرنے کے بعد ۹۲۰ھ ہجری میں اپنی اصل طبعی سے وفات پائی۔

**نصیب شاہ بن علا الدین شاہ** علا الدین شاہ کی وفات کے بعد اعیان ملک نے اس کے اٹھارہ فرزندوں میں سے ولد اکبر نصیب شاہ کو اپنا فرمانروا پسند کیا۔ نصیب شاہ نے صرف ایک ہی کام بندہ خلافت کیا اور وہ یہ کہ اپنے بھائیوں کو نظر بند نہیں کیا بلکہ جو کچھ باپ نے اپنے ہر فرزند کو عنایت کیا تھا نصیب شاہ نے اس پر دو گنا اضافہ کیا اسی اثنا میں فردوس مکانی ظہر الدین بابر بادشاہ نے سلطان ابراہیم لودھی کو قتل کر کے ہندوستان پر قبضہ کیا اکثر امراء افغان بھاگ کر نصیب شاہ کے دامن میں پناہ گزیں ہوئے۔ ابراہیم لودھی کا بھائی سلطان محمود بھی بنگالہ وارد ہوا اور ہر شخص اپنے مرتبہ کے موافق عطیہ جاگیر سے سرفراز کیا گیا۔ ابراہیم لودھی کی بیٹی جو بنگالہ پہنچ گئی تھی نصیب شاہ کے جلالہ عقد میں آئی۔

۹۲۰ھ ہجری میں بابر بادشاہ نے جو پور پر قبضہ کیا اور اس کے بعد بنگالہ کی تسخیر کا ارادہ کر کے آگے بڑھا نصیب شاہ نے پریشان ہو کر بہت سے نفیس تحفے اور ہدیے قاصدوں کے ہمراہ فردوس مکانی کے حضور میں روانہ کیے اور سجد عاجزی اور فروتنی کا اظہار کیا بابر نے اپنی مصلحت کا لحاظ کر کے صلح کر لی اور بنگالہ کی تسخیر سے ہاتھ اٹھایا۔ فردوس مکانی کے بعد ہمایوں بادشاہ نے بنگالہ فتح کرتے کا ارادہ کیا یہ خبر تمام ہندوستان میں شہور ہوئی اور نصیب شاہ نے ۹۳۰ھ ہجری میں سلطان بہادر گجراتی سے

اظہار خلوص و محبت کیا اور ملک مرجان خواجہ سرا کے واسطے سے نفس تحفہ بہادر بھارتی کی معرفت روانہ کئے ملک مرجان نے تعلقہ سندھ میں بہادر بھارتی سے ملاقات کی اور بادشاہ نے اسے خلعت عطا فرمایا۔ اسی زمانہ میں نصیب شاہ نے باوجود دعویٰ سیادت فسق و فجور اور ظلم و ستم کو اپنا شعار بنایا اور رعایا کے قلوب اس سے برگشتہ ہو گئے۔ خدا نے مخلوق کی دعا قبول فرمائی اور سلطان نظام نے ۹۶۳ھ ہجری میں اپنی طبعی موت یا کسی سازش کی وجہ سے دنیا کو خیر باد کیا۔

نصیب شاہ کے بعد اس کے ایک امیر سلطان محمد بنگالی نے بنگالہ پر قبضہ کیا۔ شیر شاہ افغان نے جو آخر میں ہندوستان کا فرمانروا ہوا اچھلکھلی محمود نے ہمایوں یا شاہ کے دامن میں پناہ لی ہمایوں بادشاہ نے ۹۶۵ھ میں بنگالہ کو شیر شاہ کے قبضے سے نکال کر شہر کور میں اپنے نام کا خطبہ پڑھوایا اور شہر کور کو جنت آباد کے نام سے موسوم کیا لیکن ہمایوں کے اس قبضہ نے ثبات حاصل نہ کیا اور شیر شاہ دوبارہ بنگالہ پر قابض ہو گیا سلیم شاہ سور کا ایک امیر محمد خاں نام بادشاہ کی طرف سے بنگالہ کا حاکم ہوا لیکن محمد خاں کی وفات کے بعد اس کے فرزند نے سلیم شاہ سے بغاوت کی اور اپنے کو سلطان بہادر کے خطاب سے مشہور کر کے شہر میں اپنا خطبہ و سکہ جاری کیا۔

سلیم شاہ الخاں بہادر شاہ نے تھوڑے دنوں ملک پر حکومت کی لیکن یہ سلطان بہادر شاہ آخر کار سلیم شاہ کے ایک دوسرے امیر مسمیٰ سلیمان کرائی افغان کے متکا بلے میں شکست کھا کر پسیا ہوا۔

سلیمان کرائی افغانی سلیم شاہ کی وفات کے بعد سلیمان کرائی بنگالہ کا مستقل حاکم بن گیا۔ فرمانروا ہوا سلیمان نے ہر چند کہ اپنے نام کا خطبہ نہیں جاری کیا لیکن اپنے کو حضرت اعلیٰ کے خطاب سے مشہور کیا۔

یہ امیر ظاہر میں جلال الدین محمد اکبر بادشاہ کی اطاعت کا اقرار کرتا اور کبھی کبھی تختے اور ہدیہ بھی بادشاہ کی خدمت میں روانہ کرتا تھا سلیمان نے

پچیس سال حکومت کرنے کے بعد ۹۸۱ھ ہجری میں وفات پائی۔  
**بایزید بن سلیمان** | بایزید اپنے باپ کی وفات کے بعد بنگالہ کا حاکم ہوا لیکن  
 ایک مہینہ کے بعد بایزید کے چچا زاد بھائی ہانسو نام  
 افغان نے دیوان خانہ میں بایزید پر حملہ کیا۔ ہانسو خود بھی دیوان خانہ میں  
 تہ تیغ کیا گیا اور بایزید کے چھوٹے بھائی داؤد خاں نے عنان حکومت  
 اپنے ہاتھ میں لی۔

**داؤد خاں بن سلیمان خاں** | داؤد خاں اپنے بھائی کے بعد بنگالہ کا حاکم ہوا اور ایسے  
 کے فتنہ و فساد کو رفع کر کے اس نے ملک میں اپنے  
 نام کا خطبہ و سکہ جاری کیا داؤد خاں شہر اب خوار تھا اور  
 اس کی مجلس اوباشوں کا لہجہ اور ماوٹی تھی۔ چونکہ اکبر بادشاہ کے ممالک  
 کو بھی اس کی وجہ سے نقصان پہنچا تھا بادشاہ نے منعم خاں خان خانان  
 حاکم جوہور کو داؤد خاں کی مہم پر مقرر فرمایا۔ داؤد خاں نے لودی نام  
 ایک افغان کو منعم خاں کے مقابلے پر روانہ کیا طرفین ایک دوسرے سے  
 ملے اور چند روز مہر کہ آرائی ہوتی رہی لیکن آخر کار صلح کر کے اپنے اپنے  
 ملک کو واپس گئے۔ اکبر بادشاہ نے دوبارہ خان خانان کو بنگالہ  
 کی مہم پر مقرر کیا اس زمانہ میں داؤد خاں اور لودی خاں کے درمیان  
 جو ایک بڑا افغانی امیر تھا نزاع واقع تھی جس نے خانان نے ملائمت سے  
 کام لیا اور بادشاہ کے تمہیل فرمان پر کمر ہمت باندھی داؤد خاں یہ خبر سنکر  
 سجد پریشان ہوا اور اس نے لودی خاں کے نام عجز آمیز خطوط روانہ کر کے  
 پھر اس کو اپنا رفیق کار بنایا۔ داؤد خاں نے خلاف مروت لودی خاں  
 جیسے بہادر اور صاحب سیاست امیر کو قتل کیا اور دریائے سون میں  
 سر راہ اکبر بادشاہ کی فوج سے مقابلہ کیا۔ سون اور گنگا کے منہ پر لڑائی  
 ہوئی اور افغان شکست کھا کر بھاگے افغانوں کی چند کشتیاں مغلوں کے  
 ہاتھ آئیں اور منعم خاں دریا کو عبور کر کے دشمن کی تہیہ کے لئے آگے  
 بڑھا اور جس قلعہ میں کہ داؤد خاں پناہ گزیں تھا اس کا محاصرہ کر لیا۔

خانخانان نے اہل قلعہ سے جنگ آزمائی شروع کی اسی دوران میں اکبر بادشاہ بھی وہاں پہنچ گیا اور داؤد خاں نے بنگالے کی راہ لی اور بیٹہ اور حاجی پور کے قلعے فتح ہوئے اور داؤد خاں کے چار سو ہاتھی منلوں کے ہاتھ آئے منعم خاں نے بھی بنگالہ کا رخ کیا اور گڑھی پہنچا داؤد خاں عاجز ہو کر اڈیسہ کی طرف بھاگا۔ بعض اکبری امیر جو اڈیسہ گئے ہوئے تھے داؤد خاں کے فرزند مستی جنید خاں سے شکست کھا کر پسپا ہوئے منعم خاں کو اس واقعہ کی اطلاع ہوئی اور خود اڈیسہ روانہ ہوا داؤد خاں نے منعم خاں کو مقابلہ کیا طرفین نے اپنی صفیں درست کیں اور عظیم الشان جنگ واقع ہوئی افغانوں کو شکست ہوئی اور داؤد خاں نے قلعہ میں جو دریاے گنگا کے کنارہ واقع تھا پناہ لی داؤد خاں مجبور ہو گیا اور اس نے اپنے اہل و عیال کو اسی قلعہ میں چھوڑا اور خود جنگ آزمائی کے لئے پھر واپس آیا۔ داؤد خاں نے آخر میں منعم خاں سے ملاقات کر کے صلح کر لی خان خانان نے اڈیسہ اور بنارس داؤد خاں کے قبضہ میں دیا اور باقی ملک پر خود قابض ہوا۔ منعم خاں نے رطت کی اور اکبر بادشاہ نے خانجہاں ترکمان کو بنگالہ کی حکومت پر سرفراز کیا۔ داؤد خاں نے منعم خاں کی وفات کے بعد بنگالہ پر پھر قبضہ کر لیا اس لئے ۹۸۳ھ ہجری میں گڑھی اور ٹانڈر کے درمیان خان جہان کے مقابلے میں صف آرا ہوا شدید لڑائی کے بعد داؤد خاں دستگیر ہو کر جنگ میں قتل کیا گیا اور اس کا فرزند جنید خاں اگرچہ میدان جنگ سے فرار کر گیا لیکن وہ ہی تین روز کے عرصہ میں دنیا سے کوچ کر گیا۔ اس جنگ کے بعد بنگالہ اڈیسہ اور بنارس وغیرہ ملکات خان جہاں کی کوشش سے قلمرو اکبری میں داخل ہوئے اور شاہان پور بنی گئی حکومت کا خاتمہ ہو گیا۔ افغانی امیر حسین خاں اور کالا بہاڑ وغیرہ جو سخت مقامات میں پناہ گزین ہو گئے تھے زمانہ دراز کے بعد مغلوں کے تسلط سے مغلوب ہو کر بنگال کے سرحدی ممالک کو چلے گئے۔ جلال الدین اکبر کی وفات کے بعد عثمان نام ایک افغان نے خوج کیا اور تیس ہزار افغانوں کی جمعیت ہم پہنچا کہ خطبہ اپنے نام کا جاری کیا اور جہانگیر بادشاہ کے ممالک کو بھی نقصان پہنچانے لگا۔

اسلام خاں ولد شیخ بدرا الدین فتحپوری حاکم بنگالہ اس کے دفعیہ کے لئے مامور کیا گیا۔ لیکن اس زمانہ تک جو ششہ ہجری سے اب تک اس معاملہ کا فیصلہ نہیں ہوا۔

بادشاہان شرقیہ کی مذکورہ بالا عبارت سے معلوم ہو چکا ہے کہ جن فرمانرواؤں نے جو فیور اور تربہت میں حکومت کی ہے ان کو سورین کی اصطلاح میں سلاطین شرقیہ کہتے ہیں۔

سلطان الشرق خواجہ ہر کو منصب وزارت عطا کر کے خواجہ جہاں کا خواجہ جہاں کی حکومت عطا فرمایا۔ ناصر الدین محمود شاہ نے خواجہ جہاں کو جمادی الاول ششہ ہجری میں ملک الشرق کا خطاب

عطا کر کے اسے جو فیور تربہت اور بہار کا حاکم مقرر کیا۔ خواجہ جہاں نے جیسا کہ چاہئے انتظام کر کے اس نواح کے راجاؤں کو اپنا مطیع بنایا اور جو حصار کہ غیر مسلموں کے قبضے سے نکال کر خراب اور تباہ کر ڈالا تھا اسکی از سر نو تعمیر کر کے تجزیہ کاروں کے سپرد کیا اور ملک کو آباد اور مہمور کر دیا۔

ناصر الدین محمود کی قوت کم ہو گئی اور خواجہ جہاں نے اپنے کو سلطان الشرق کے خطاب سے شہلو کر کے کول اٹاؤ بہراج اور گنبد کے پرگنوں کے سرکشوں کو زیر کر کے دہلی کی جانب سے پرگنہ کول اور اڑی تک اور دوسری جانب بہار اور تربہت تک تمام متمدنوں کو مغلوب کیا سلطان

الشرق کے اقتدار کا اس پر عالم ہوا کہ شاہان بنگالہ و لکھنؤ اس سے نرمی اور سلامت کا برتاؤ کر کے اس کے لئے مثل شاہان دہلی کے ہاتھی اور گھنے روانہ کرنے لگے سلطان الشرق کا اقتدار روز افزوں ترقی کر رہا تھا کہ دفعہ قضا اس کے سر پر نازل ہوئی اور اس نے چھ سال چنہ ماہ

حکومت کر کے ششہ ہجری میں وفات پائی۔  
مبارک شاہ شرقی سلطان الشرق خواجہ جہاں نے چند سال حکومت کرنے کے بعد یہ ارادہ کیا تھا کہ خطبہ و سنگ اپنے نام کا جاری کرے شاہان پوربی کا راجہ چتراپنے سر پر سایہ نقن کرے لیکن اجل نے اسے ہمت

تہ دی اور یہ آرزو اپنے ساتھ زیر زمین لے گیا۔ سلطان الشرق کے متبنی فرزند ملک قمر نفل نے عمان حکومت اپنے ہاتھ میں لی اور جون پور اور دیگر بلاد پر قبضہ کر کے کمال استقلال پہنچایا اس زمانے میں مرکزی حکومت بالکل کمزور ہو گئی تھی اور دہلی کی فرمانروائی کا تقریباً خاتمہ ہو رہا تھا ملک قمر نفل نے اپنے اعیان ملک اور افسران فوج کے مشورہ سے مبارک شاہ کا خطاب اختیار کر کے تخت حکومت پر جلوس کیا۔ سلطان محمود کے وکیل مطلق مسمی اقبال خاں نے یہ خبر سنی اور مبارک شاہ کے غلبہ اور اس کے دعویٰ حکومت پر بے حد غضبناک ہو کر سٹشہ ہجری میں اس لشکر کشی کی۔ اقبال خاں قنوج پہنچا اور مبارک شاہ شرقی نے افغانوں مغلوں اور راجپوتوں اور تاجیک قوم کے ایک بڑے گروہ کے ساتھ اس کا مقابلہ کیا۔ دریائے گنگا کے دونوں کناروں پر فریقین نے قیام کیا۔ چونکہ درمیان میں دریا جال تھا دو ماہ کامل ہر دو فریق خاموش رہے اور کسی نے بھی جنگ کی ابتدا کرنے کی جرات نہ کی آخر کار دونوں حاکم تنگ آکر بلا جنگ آزمائی کے اپنے اپنے ملک کو روانہ ہو گئے۔ مبارک شاہ جنپور پہنچا اور اسے معلوم ہوا کہ سلطان محمود مالوہ سے دہلی واپس آیا ہے اور اقبال خاں نے اسے اپنے ہمراہ لے کر جنپور کی تسخیر کے ارادے سے پھر اوجھر کا رخ کیا ہے مبارک شاہ نے سامان جنگ کی تیاری کی لیکن اسی زمانہ میں اس کا بیٹا عمر لبریز ہو گیا اور مبارک شاہ نے ایک سال چند ماہ حکومت کرنے کے بعد سٹشہ ہجری میں وفات پائی۔

ابراہیم شاہ شرقی مبارک شاہ نے دنیا سے رحلت کی اور اس کا چھوٹا بھائی ابراہیم شاہ کے خطاب سے تخت حکومت پر جلوہ فرما ہوا یہ بادشاہ عقل و دانش اور حسن سیاست میں یکتا ہے روزگار تھا اور اس کے عہد معدلت میں ہندوستان کے علماء اور فضلا کے علاوہ ایران اور توران کے اہل کمال بھی آشوب جہاں سے پریشان ہو کر دارالامان جنپور میں حاضر ہوئے اور بادشاہ کے خوان نعمت سے فیضیاب ہو کر آرام و آسائش کے ساتھ زندگی بسر کرنے لگے۔ علماء اور اہل کمال نے اس بادشاہ کے

نام نامی سے متعدد کتابیں معنون کیا اور صاحب تحصیل و دانش و زرا اور امر کا  
ایسا اس دربار میں مجمع ہوا کہ جو پور سلاطین ایران کی بارگاہ کا نمونہ بن گیا ابراہیم  
کے ابتدائی عہد میں اقبال خاں نے محمود دہلوی کو اپنے ہمراہ لیا اور جو نیو فتح  
کرنے کے ارادہ سے قنوج آیا سلطان ابراہیم نے بھی ایک جوار لشکر اپنے ہمراہ  
لیا اور دریائے گنگا کے کنارہ حریف کے مقابلہ میں خیمہ زن ہوا دونوں فریق  
ایک زمانہ تک مقابلہ میں فروکش رہے لیکن چونکہ اقبال خاں ملکی اور مالی  
ہمت سلطان محمود کی رائے سے فیصل نہیں کرتا تھا اس لئے سلطان محمود  
اقبال خاں سے رنجیدہ ہو کر شرکار کے بہانے سے اپنے لشکر سے نکلا اور  
ابراہیم شہر کے پاس چلا آیا سلطان محمود کا خیال تھا کہ ابراہیم شہر قتی آقا اور  
مازم کے حقوق کا خیال کر کے یا تو اسے فی اللہ ریا دشاہ بنا دے گا اور  
یا اقبال خاں کے مقابلہ میں اس کی امداد کرے گا لیکن چونکہ ابراہیم شہر قتی  
حکومت کا مزہ چکھ چکا تھا اور نیر یہ کہ ابھی اس کی فرمانروائی کو کمال استقلال  
بھی نہیں ہوا تھا سلطان محمود کا کوئی خیال بھی صحیح نہ نکلا بلکہ اس کی خاطر داری میں  
بھی ابراہیم شہر قتی کی طرف سے کمی ہوئی اور سلطان محمود اپنے ارادہ سے پشیمان ہو کر  
قنوج روانہ ہو گیا۔ محمود نے اسے زادہ بہروئی کو جو ابراہیم شاہ کا دست گزشتہ  
اور حاکم شہر تھا جبراً قنوج سے نکال دیا اور خود شہر پر قابض ہو گیا۔ ابراہیم شہر  
اور اقبال خاں نے دیکھا کہ سلطان محمود نے اب قنوج پر فتناعت کرنی ہے  
ان صاحبوں نے بھی قنوج محمود کے حوالہ کر کے اپنے اپنے مستقر کی راہ لی۔  
بعض تاریخوں میں مرقوم ہے کہ سلطان محمود کے عہد میں جو پور آیا تھا لیکن چونکہ  
اسی زمانہ میں مبارک شاہ نے وفات پائی اور شاہ ابراہیم شہر قتی فرمانروا ہوا  
لہذا قنوج کا واقعہ براہیم شاہ شہر قتی کے عہد میں واقع ہوا۔  
شہر بھری میں جیسا کہ شاہان دہلی کے حالات میں مرقوم ہے اقبال خاں  
قتل کیا گیا اور سلطان محمود نے دہلی کا سفر کیا ابراہیم شہر قتی نے اس وقت  
سے فائدہ اٹھا کر وہ شہر بھری میں قنوج پر حملہ کیا۔ محمود و شاہ دہلی کے لشکر  
کو ساتھ لے کر ابراہیم شہر قتی سے جنگ کرنے کے لئے آئے بڑھا اور دونوں

لشکر مثل سابق کے دریائے گنگا کے کنارے فوج کش ہوئے اور چند روز کے بعد بلا جنگ آزمائی کے جوپور اور دہلی واپس گئے سلطان محمود دہلی پہنچا اور امیروں نے بادشاہ سے اجازت لے کر اپنی جاگیروں کی راہ لی ابراہیم شرقی قنوج پر دوبارہ حملہ آور ہوا اور شہر کا محاصرہ کر لیا۔ چند ماہ کے بعد جبکہ دہلی سے مدد نہ پہنچی ملک محمود ترمذی حاکم قنوج نے امان حاصل کر کے قلعہ ابراہیم شرقی کے سپرد کر دیا۔ ابراہیم شرقی نے موسم برسات قنوج میں بسر کیا اور جہادی الاول سنہ ہجری میں دہلی فتح کرنے کے لئے روانہ ہوا۔ ابراہیم شرقی عظیم الشان عالی ہمت اور صاحب بخش فرمانروا تھا دہلی کے اکثر امیر تاتار خاں ولد سارنگ خاں ملک خاں غلام اقبال خاں وغیرہ اس سے آگے سلطان ابراہیم شرقی اور زیادہ قوی ہو کر سنبل روانہ ہوا اسد خاں لودی سنبل چھوڑ کر فراری ہوا شاہ ابراہیم نے سنبل تاتار خاں کے سپرد کیا اور خود آگے بڑھا۔ بادشاہ دریا کے کنارے پہنچ کر چاہتا تھا کہ اس کو عبور کرے کہ اسے خبر ملی کہ سلطان مظفر شاہ گجراتی نے سلطان ہوننگ کو قید کر کے مالوہ پر قبضہ کر لیا ہے اور اب سلطان محمود کی امداد کو آ رہا ہے بلکہ یہ بھی معلوم ہوا کہ مظفر شاہ کا ارادہ جوپور پر دھما کر دینے کا ہے۔ ابراہیم شرقی نے یہ خبر سن کر اپنا ارادہ ملتوی کر دیا اور جوپور پہنچ گیا محمود شاہ دہلی سے سنبل پہنچا اور شہر پر اپنا قبضہ کر لیا تاتار خاں سنبل سے فرار کر کے ابراہیم شرقی کے پاس آگیا ابراہیم شرقی فراہمی لشکر میں مشغول ہوا اور سنہ ۸۱۶ ہجری میں بار دیگر دہلی فتح کرنے کے لئے روانہ ہوا۔ بادشاہ نے راستہ ہی سے معاودت کی اور جوپور واپس آیا اور علماء اور مشائخ سے اکتساب فیض کرنے اور تعمیر ولایت اور افزونی زراعت کی تدبیروں میں مصروف ہوا۔ ابراہیم شرقی نے مدت تک کبھی سخت سواری نہیں کی اور ہندوستان کے تمام اطراف سے غدر اور طائف الملوکی کی وجہ طلبا اور اہل کمال اس قدر جوپور میں جمع ہوئے کہ شہر دہلی کا جو اب بن گیا بادشاہ علم بردار نے ہر شخص کو اس کی حیثیت کے موافق انعام و اکرام سے مالا مال اور آری شاد کیا۔ جوپور کا ہر چھوٹا اور بڑا بادشاہ کے وجود کو باعث برکت



سمجھتا اور بید عیش و آرام کے ساتھ زندگی بسر کرتا تھا بادشاہ دگر اسب خوش و خرم تھے اور حزن و اندوہ کا ملک میں نام و نشان نہ تھا۔  
 ۸۳۳ھ ہجری میں محمد خاں حاکم میوات ابراہیم شرقی کی خدمت میں حاضر ہوا اور ایسا بادشاہ کو اچھا را کہ ابراہیم نے تھا نہ فتح کرنے کے لئے اس نواح کا رخ کیا۔ مبارک شاہ بادشاہ دہلی ابراہیم شرقی کے مقابلے پر روانہ ہوا اور تھا نہ سے چار کوس کے فاصلہ پر خندق کھود کر ہر فریق نے اپنے کو محفوظ کیا دو روز ہر جانب سے طلبہ لشکر میدان میں آکر جنگ کرتے رہے لیکن جنگ سلطانی کے ابتدا کی کسی کو خبر تک نہ ہوتی تھی آخر کار سلطان ابراہیم شرقی خندق کے باہر آیا اور اس نے صف آرائی کی مبارک شاہ بھی مجبوراً میدان جنگ میں آیا اور صبح سے شام تک جنگ آزمائی ہوئی لیکن بازی قائم رہی دوسرے دن ابراہیم شرقی نے جو پور کی اور مبارک شاہ نے دہلی کی راہ لی۔

۸۳۴ھ ہجری میں سلطان ابراہیم شرقی نے کالپی فتح کرنے کے ارادہ سے بڑی شان و شوکت کے ساتھ سفر کیا اثنائے راہ میں بادشاہ کو معلوم ہوا کہ سلطان ہوشنگ غوری بھی کالپی پر قبضہ کرنے کے لئے آرہا ہے دو نول فرما کر ایک دوسرے کے قریب آئے اور جنگ آزمائی امر و فرما کے ارادہ پر ملتوی رہی اسی دوران میں خبر سانوں نے اطلاع دی کہ سلطان مبارک شاہ بن خضر خاں جوار لشکر کے ساتھ دہلی سے جو پور آرہا ہے سلطان ابراہیم شرقی پریشان ہو کر جو پور واپس ہوا اور سلطان ہوشنگ نے مبارک شاہ کے مقرر کردہ حاکم عبدالقادر الموسوم بہ قادر شاہ کو مغلوب کر کے کالپی پر پلانزاع قبضہ کر لیا۔

۸۳۵ھ ہجری میں ابراہیم شاہ غلیل ہوا اور تھوڑے ہی زمانہ کی علالت کے بعد بہشت بریں کو روانہ ہو گیا اس جافسوز واقعہ نے جو پور کے ہر تنفس کو خون کے آنسوؤں میں ڈال دیا اور اہل بیان شہر نے گریبان چاک کر کے بادشاہ کے جنازہ پر نوہ و فریاد سے آسمان کو ہلادیا ابراہیم شرقی نے

چالیس سال چند ماہ حکومت کی۔ حاجی محمد قندھاری کی روایت کے مطابق سلطان ابراہیم شرقی نے ۸۳۳ھ ہجری میں وفات پائی اس روایت کے مطابق ابراہیم نے چھتیس سال حکومت کرنے کے بعد رحلت فرمائی۔

ابراہیم شرقی کے عہد مہدلت کے فضلاء میں قاضی شہاب الدین جونپوری خاص طور پر قابل ذکر ہیں۔ قاضی صاحب غزنی کے باشندے ہیں جنہوں نے دولت آباد دکن میں نشو و نما پائی۔ سلطان ابراہیم شرقی قاضی صاحب کی بچہ بچہ تھے تو قیصر کرتا تھا۔ چنانچہ تبرک ایام میں قاضی صاحب شاہی مجلس میں حاضری کی گری پر بیٹھے تھے۔ کہتے ہیں کہ ایک مرتبہ قاضی صاحب سخت غلیل ہوئے ابراہیم شرقی ان کی عیادت کو گیا اور مزاج پر سی اور ضروری باتوں کے دریافت اور انتظام علاج کے بعد بادشاہ نے ایک پیالہ پانی سے لبریز طلب کیا اور مولانا کے سر پر سے پیالہ کو تصدق کر کے پانی خود پی لیا اور کہا کہ اے خدا جو بلا قاضی صاحب کے لئے مقرر ہے وہ مجھ پر نازل فرماؤ ان کو صحت عطا کر۔ اس روایت سے بادشاہ دین پناہ کا مذہبی خلوص اور علمائے شریعت کے ساتھ اس کی عقیدت مندی کا پورا اندازہ ہوتا ہے۔

قاضی صاحب کی شہرت بیان سے مستغنی ہے حاشیہ ہندی۔ مصباح تن ارشاد بدیع البیان قتا و اے ابراہیم شاہی تفسیر فارسی المعروف یہ بچہ المواج رسالہ مناقب سادات اور رسالہ شہابیہ وغیرہ قاضی صاحب کے مشہور تصانیف ہیں۔ قاضی صاحب نے ہی ابراہیم شاہ کی پوری رفاقت کی اور بادشاہ کی وفات سے اس قدر غمگین ہوئے کہ اسی سال یعنی ۸۳۴ھ ہجری میں خود راہی جنت ہوئے۔ بعضوں کا قول ہے کہ قاضی صاحب نے بادشاہ کی وفات کے دو سال بعد یعنی ۸۳۶ھ ہجری میں وفات پائی۔

سلطان محمود بن ابراہیم شاہ کی وفات کے بعد اس کے فرزند سلطان محمود سلطان ابراہیم شاہ نے تخت حکومت پر جلوس کیا اور عقل و دانش اور اقتدار شہرتی۔ کامل کے ساتھ مہات سلطنت کو انجام دینے لگا سلطان محمود نے نہایت خوبی سے اپنے منصبی فرائض کو انجام دیا

اور رعایا کی امیدیں اس کے حسن سلوک سے پوری ہونے لگیں۔ ملک میں عہد ابراہیمی کی رونق تازہ ہوئی اور محمود شاہ نے باپ کی پیروی کر کے اپنے حسن انتظام سے رعیت و سپاہ ہر طبقے کو مطمئن اور دل شاد کیا۔

محمود شاہ نے ۶۴۸ھ ہجری میں تخت و سوار ایا قاصد کے ہمراہ سلطان محمود خلجی کے پاس روانہ کیا اور اسے پیغام دیا کہ حاکم کالپی نصیر خاں ولد قادر خاں نے شریعت اسلام کے دائرہ سے باہر قدم رکھ کر راہ ارتداد اختیار کی ہے۔ نصیر خاں نے قصبہ شاہ پور کو جو کالپی سے زیادہ معمور و آباد تھا تباہ اور برباد کر کے مسلمانوں کو جلا وطن کر دیا ہے اور ان کی عورتوں کو غیر مسلموں کے حوالہ کر کے خدا اور رسول دونوں کے خوف سے اپنے کو آزاد کر لیا ہے۔ سلطان سعید ہوشنگ کے زمانے سے اس وقت تک ہمارے اور آپ کے درمیان سلسلہ ارتباط اور محبت قائم ہے اس لئے تقاضائے عقل بھی تھا کہ بغیر اطلاع اور بلا اجازت دولت شرفیہ کسی طرح کی کاروائی نہ کی جائے اگر آپ بھی میرے ہم خیال ہوں تو نصیر گمراہ کی تنبیہ کر کے کالپی میں دوبارہ احکام اسلام کو رواج دیا جائے۔ سلطان محمود خلجی نے اس کے جواب میں لکھا کہ اس سے پیشتر بھی اس قسم کے اخبار غیر معتبر ذرائع سے مجھ تک پہنچے تھے لیکن اب بادشاہ دین پناہ کے نامہ سے ان خبروں کی کامل تصدیق ہو گئی نصیر جیسے فاجر کے فتنہ کو دفع کرنا ہر مسلمان فرمانروا کا فرض ہے اگر دولت شرفیہ اس فتنہ کو فرو کرنے کا ارادہ نہ کرتی تو بالیقین مالوہی فوج اس کام کو انجام دیتی اب جبکہ آپ جیسا دین پناہ فسادنواہی اس طرف متوجہ ہوا ہے تو میری بھی دعا یہی ہے کہ خدا یا یہ سفر مبارک ہو اور بادشاہ اپنے ارادہ میں کامیاب ہو۔ شرفی قاصد محمود خلجی کے دربار سے جو نیور واپس آیا اور اس نے سارا ماجرا بادشاہ سے بیان کیا سلطان محمود و بیحد خوش ہوا اور اس نے انتیس ہاتھی تحفہ کے طور پر سلطان محمود خلجی کی خدمت میں روانہ کر کے اپنا لشکر درست کیا اور کالپی روانہ ہوا۔ نصیر خاں کو اس واقعے کی اطلاع ہوئی اور اس نے ایک عریفانہ محمود خلجی

کی خدمت میں روانہ کیا جس کا مضمون یہ تھا کہ سلطان ہوشنگ نے یہ ملک مجھے مرحمت فرمایا ہے اس زمانے میں سلطان محمود شرقی کا ارادہ ہے کہ اپنے غلبہ قوت سے کاپلی پر قبضہ کرے اس دعا گو کی حمایت بادشاہ پر لازم ہے سلطان محمود خلجی نے اس خط کو پڑھ کر محمود شرقی کے نام ایک نامہ لکھا جس کا مضمون یہ تھا کہ نصیر خاں حاکم کاپلی نے خدا کے غضب اور بادشاہ دیں پناہ کے خوف سے اپنے اعمال سے توبہ کی ہے اور یہ عہد کرتا ہے کہ حکام شرعی کی پوری پابندی کرے گا اور کاپلی کو دینی معاملات میں دخل نہ دے گا یہ ظاہر ہے کہ سلطان سعید ہوشنگ نے یہ ملک قادر شاہ کو عطا فرمایا ہے اور یہ خاندان دولت مالوہ کا مطیع اور دست گرفتہ ہے ان امور پر لحاظ کر کے امید ہے کہ بادشاہ نصیر خاں کے گذشتہ جرائم معاف فرمائیں گے اور اس کے ملک کو کسی قسم کا نقصان نہ پہنچائیں گے۔ نصیر خاں کے پہلے عریفہ کا جواب دیا گیا ہی نہ تھا کہ اس کی دوسری عرضداشت محمود خلجی کے ملاحظہ میں گزری جس میں مرقوم تھا کہ دعا گو سلطان ہوشنگ کے عہد حکومت سے فرمانروایان مالوہ کا حلقہ بگوش ہے اس زمانہ میں سلطان محمود شرقی نے دیرینہ عداوت کا انتقام لے کر کاپلی پر حملہ کیا اور شہر کو اپنے قبضہ میں لے کر مسلمانوں کی عورتوں کو نکھر بند کیا اور ان کو حلاوطن کر کے خود چندیڑی واپس گیا ہے۔ سلطان محمود خلجی نے محمود شرقی کو نصیر خاں کی تادیب اور تنبیہ کی اجازت دی تھی لیکن چونکہ اس کی عجز و زاری اب حد سے گزر چکی تھی محمود خلجی نے دوسری شعبان ۷۴۵ھ ہجری کو اجین سے کاپلی اور چندیڑی کا سفر کیا۔ نصیر خاں نے چندیڑی میں محمود خلجی سے ملاقات کی اور محمود خلجی نے ایرچہ کا رخ کیا۔ سلطان محمود شرقی نے یہ اخبار سنا اور مقابلہ کے لئے روانہ ہوا۔ محمود خلجی نے ایک فوج مشرقیوں کے مقابلہ کے لئے نامزد کی اور اس کے بعد ایک دوسرے گروہ کو روانہ کیا تاکہ جو پور کے لشکر کو تاراج کرے اس گروہ نے حملہ کیا اور تاخت و تاراج کر کے حریف کو پریشان کیا اس کے علاوہ جو فوج کے مقابلے کے لئے سعتین ہوئی تھی اس نے جنگ زمانی

کی طرفین سے تجربہ کار سپاہی مقتول ہوئے اور ہر گروہ اپنی قیام گاہ پر واپس آیا۔ دوسرے دن صبح کو سلطان محمود غلجی نے اپنے ایک امیر عمار الملک کو روانہ کیا تاکہ سر راہ قیام کر کے حریف کے لئے راستہ بند کرے۔ محمود شرقی کو اس واقعہ کی اطلاع ہوئی اور اس نے اسی منزل میں جو ایک مضبوط اور محیط مقام تھا قیام کیا۔ سلطان محمود غلجی کو محمود شرقی کے قیام گاہ کے استحکام کی اطلاع ہوئی اور اس نے ایک گروہ کو متعین کر کے اس نواح کو ماتحت و تاراج کرایا اور بے شمار مال غنیمت لے کر واپس ہوا۔ برسات کا زمانہ آگیا اور طرفین صلح کر کے واپس ہوئے محمود غلجی چندیری روانہ ہوا اور محمود شرقی نے موقع پا کر ملک برہار کو جہاں کے باشندے محمود غلجی کے مطیع اور فرمانبردار تھے ماتحت و تاراج کیا سلطان محمود غلجی اس ارادے پر مطیع ہوا اور اس نے ایک گروہ کو اس ملک کے مقدم کی مدد کو روانہ کیا۔ شرقی فوج مقابلہ نہ کر سکی اور محمود شرقی جلد اپنے لشکر سے جا ملا۔ چند روز کے بعد سلطان محمود شرقی نے ایک خط حضرت شیخ الاسلام چاہن لدہ کے نام پر اپنے زمانہ کے مشہور بزرگ تھے روانہ کیا سلطان محمود غلجی حضرت شیخ کا بھد متفقہ تھا شیخ الاسلام اس وقت گنبد شادی آباد میں مدفون ہیں اس کے خط کا مضمون یہ تھا کہ طرفین سے خلق خدا مقتول ہوئی ہے اور ہر فریق پر ترحم فرمایا جائے تو مناسب ہے۔ قاصد حضرت شیخ کے حضور میں حاضر ہوا اور اس نے ربانی یہ بیان کیا کہ بالفصل قضیہ ابرچہ اور کالیہ پر محمود شرقی کا قبضہ ہو چکا ہے وہ بھی بسد کو نصیر خاں کو واپس کر دے جائیں گے۔ سلطان محمود شرقی کے قاصد نے حضرت شیخ الاسلام سے یہ تقریر کی حضرت شیخ نے قاصد کو اپنے ایک خادم کے ہمراہ کیا اور ایک نصیحت امیر مکتوب سلطان محمود غلجی کے نام روانہ کیا محمود غلجی نے کہا کہ جب تک محمود شرقی کالیہ واپس نہ کرے گا صلح کا ہونا ناممکن ہے۔ نصیر خاں قطعاً خانہ بدوش ہو چکا تھا وہ پر گنہ راٹھ کی حکومت کو غنیمت سمجھا اور اس نے محمود غلجی سے عرض کیا کہ محمود شاہ شرقی

بادشاہ اور شیخ الاسلام دونوں سے وعدہ کرتا ہے کہ اس واقعے کے بعد  
 قادر شاہ کی اولاد خصوصاً نصیر خاں کو کوئی نقصان نہ پہنچائے گا اور اب  
 اس کی فوج ہمارے ملک میں نہ داخل ہوگی اور نیز یہ کہ چار مہینے کے بعد  
 ابرچہ اور کاپلی بھی واپس کر دے گا بہتر یہ ہے کہ اب جنگ آزمائی متوقف  
 فرمائی جائے۔ حضرت شیخ الاسلام کی ظاہری باطنی توجہ سے صلح مکمل ہوئی  
 اور مشرقی قاصد شاہی عنایتوں سے مسافر باز ہو کر واپس آیا سلطان محمود  
 خلجی شادی آباد مسند و واپس گیا اور محمود مشرقی نے جو نیپور کی راہ لی محمود  
 مشرقی نے اپنے نیک نفس باب کی پیروی کی اور اسی لئے علماء فضل  
 بلکہ عوام کے تمام طبقوں کو بھی اپنی جد و جہا سے محفوظ اور بہرہ مند کیا۔  
 تھوڑے زمانہ کے بعد جب کہ لشکر تکان سفر سے آرام پا چکا تو بادشاہ نے  
 حساؤن کا رخ کیا اور اس نواح کے مسندوں اور سرکشوں کو تہ تیغ کیا۔  
 حساؤن کے تھانہ منہدم کر کے بے شمار مال غنیمت کے ساتھ جو نیپور واپس آیا  
 مسند پھر یں محمود مشرقی نے دہلی پر لشکر کشی کی اور تھوڑی  
 مدت تک محاصرہ کر کے جنگ آزمائی کرتا رہا۔ سلطان بہلول جو راجا لشکر لیکر  
 دہلی پہنچا وہ دہلی آیا اور اپنی صفیں درست کیں سلطان محمود نے جب  
 دیکھا کہ دریا خاں افغان جو بادشاہ دہلی سے برگشتہ ہو کر مشرقی بارگاہ کا ملازم  
 ہوا تھا انہیں مہر کہ جنگ سے فراری ہوا ہے تو اس نے بھی توقف میں  
 مصلحت نہ دیکھی۔ اہل دہلی نے بادشاہ کا تعاقب کیا اور ایک نامی مشرقی  
 امیر فتح خاں ہلاک ہوا اور سات فیل جنگی حریف کے ہاتھ آئے۔  
 مسند پھر یں بہلول لودھی نے اٹا دے کے جو دھریا پر لشکر کشی  
 کی محمود مشرقی نے دوبارہ اس پر حملہ کیا اور جیسا کہ اپنی جگہ مذکور ہو چکا  
 ہے فریقین ایک مدت تک ایک دوسرے کے مقابلے میں قیام پذیر  
 رہے سلطان بہلول لودھی کے چچا زاد بھائی قطب خاں نے لشکر برہمچون  
 مارا اور حریف کے ہاتھ میں گرفتار ہو گیا۔ لیکن ابھی جنگ سلسلے میں  
 تھی کہ محمود شاہ مشرقی غلیل ہوا اور بیس سال چنہ ماہ حکومت کر کے

راہی عدم ہوا۔

محمد شاہ بن محمود شاہ | محمود شاہ مشرقی نے دنیا سے رحلت کی اور اعیان ملک نے  
بی بی حاجی محمود شاہ کی بیگم کے مشورے سے مرحوم بادشاہ  
مشرق کے فرزند اکبر کو سلطان محمود شاہ کے خطاب سے اپنا فرزند

تسلیم کیا۔

سلطان بہلول لودی سے اس شرط پر صلح ہوئی کہ محمود شاہ مشرقی کی  
ساری سلطنت محمود شاہ کے قبضے میں آئے اور بادشاہ بہلول لودی اپنے  
مقبوضات پر متصرف رہے۔ محمود شاہ مشرقی نے جوپور کی راہ لی بادشاہ  
کی نالائقی سے امیر بیحد رنجیدہ ہوئے اور ملکہ جہان بی بی راجی بھی اپنے  
فرزند کی خونخواری سے بہت آزرده ہوئی۔ اسی اثنا میں سلطان بہلول لودی  
قطب خاں کو قید سے آزاد کرانے کے لئے دہلی سے روانہ ہوا سلطان  
محمود شاہ نے بھی جوپور سے سفر کیا پرتاب نام اس نواح کا زمیندار جو اس سے  
پیشتر سلطان بہلول لودی کا ہی خواہ تھا محمود شاہ کو زیادہ طاقت ور دیکھکر  
اس سے جالائے۔ محمود شاہ سرستی پہنچا اور بہلول لودی نے رابری میں جہل  
سرستی سے قریب ہی قیام کیا۔ محمد شاہ نے سرستی سے ایک فرمان کو توال  
جوپور کے نام اس مضمون کا روانہ کیا کہ میرے بھائی حسن خاں اور قطب خاں  
پس اسلام خاں لودی کو فوراً قتل کر۔ کو توال نے جواب میں عریضہ لکھا کہ  
بی بی راجی مجرموں کی ایسی حفاظت کرتی ہے کہ میں ان کو کسی طرح نہ تیغ  
نہیں کر سکتا۔ بادشاہ نے کو توال کا خط پڑھا اور اپنی والدہ کو اس بہانہ سے  
جوپور سے طلب کیا کہ حسن خاں سے کدورت رفع کر کے ان کو ملک کا  
کوئی حصہ جاگیر میں دیا جائے گا۔ بی بی راجی دایم لکھ میں گرفتار ہو کر جوپور  
روانہ ہوئی اور کو توال نے حسن خاں کو تہ تیغ کیا۔ بی بی راجی نے قنوج  
میں حسن خاں کے قتل کی خبر سنی اور وہیں قیام پذیر ہو گئی اور محمد شاہ کے  
پاس نہ گئی محمد شاہ نے اپنی والدہ کو لکھا کہ ایک روز تمام بھائیوں کا یہی حال  
ہوگا بہتر یہ ہے کہ والدہ صاحبہ بھوں کا یکبارگی ماتم کرالیں۔ محمد شاہ کی

عیاری سے امیر اور ارکان دولت بھی خوفزدہ ہوئے۔ ایک روز جلال خاں اور حسن خاں محمود شاہ کے دونوں بھائیوں نے سلطان شاہ اور جلال خاں اجدہی کے اتفاق رائے سے محمد شاہ سے عرض کیا کہ بہلول لودی کے لشکر کا ارادہ شیخون مارنے کا ہے۔ شاہی حکم کے مطابق شاہزادہ حسین خاں اور سلطان شہ اجدہی تیس ہزار سواروں اور ایک ہزار ہاتھیوں کے ہمراہ دشمنوں کے سدراہ ہونے کے بہانے سے محمد شاہ شہرٹی سے جدا ہو گئے اور جھرنے کے کنارہ مقیم ہوئے بہلول لودی نے یہ خبر سنی اور ایک دستہ فوج کا ان کے مقابلے کے لئے روانہ کیا شاہزادہ حسین خاں نے ارادہ کیا کہ جلال خاں کو جو لشکر میں رہ گیا تھا اپنے ہمراہ لے حسین نے جلال کی طلبی میں ایک شخص کو روانہ کیا لیکن سلطان بہلول کی فوج جو ان کے مقابلہ میں نامزد کی گئی تھی وہ یہاں پہنچی اور ان کی جگہ قیام پذیر ہوئی جلال خاں شاہزادہ حسین کے حکم کے موافق محمد شاہ کے لشکر سے نکل کر جھرنہ روانہ ہوا اور بہلول لودی کی فوج کو حسین خاں کا لشکر سمجھا شاہزادہ جلال اس شہر میں پہنچا اور سپاہیوں نے اسے گرفتار کر کے بادشاہ کے ملاحقین پیش کیا بہلول لودی نے جلال خاں کو قطب خاں کے عوض نظر بند کر دیا۔ محمد شاہ حریف سے مقابلہ نہ کر سکا اور قنوج روانہ ہوا سلطان بہلول نے دریائے گنگا کے کنارہ تک محمد شاہ کا تعاقب کیا اور کچھ اسباب اور مال غنیمت لے کر واپس ہوا۔ حسین خاں اپنی والدہ کے پاس پہنچ گیا اور بی بی راجی اور اراکین دولت کی سعی و کوشش سے سلطان حسین کے نام سے تخت حکومت پر بیٹھا اور ملک مبارک گنگا اور ملک علی گجراتی اور تمام امیروں کو محمد شاہ شہرٹی کے مقابلہ میں جو دریائے گنگا کے کنارہ مقیم تھا روانہ کیا سلطان حسین کا لشکر نزدیک پہنچا اور بعض وہ امیر بھی جو محمد شاہ کے پاس تھے اس سے جدا ہو کر سلطان حسین شہرٹی سے جا ملے محمد شاہ اپنی قیام گاہ سے بھاگ کر اس نواح کے ایک باغ میں داخل ہوا حسین شہرٹی کے لشکر نے اس باغ کا بھی محاصرہ کر لیا۔ محمد شاہ شہرٹی بڑا قادر تیر انداز



تھا اس نے کمان ہاتھ میں لی لیکن بی بی راجی نے محمد شاہ کے سلاحدار سے سازش کر کے تمام تیروں کے پیکان جدا کر دیئے تھے محمد شاہ جو تیر مار تھے میں لینا اس کو بلا پیکان کے پاتا تھا آخر کار اس نے عاجز ہو کر تلوار ہاتھ میں لے لی اور چند آدمی کو قتل بھی کیا لیکن اسی اثناء میں مبارک گنگ کا تیر محمد شاہ کے گلے میں لگا اور بادشاہ کی زندگی کا خاتمہ ہو گیا۔ اس واقعہ کے بعد سلطان حسین سے بہلول لودی نے اس شرط پر صلح کی کہ ہر دو فرمانروا چار سال آپس میں جنگ و جدال نہ کریں گے رائے پرتاب جو اس سے قبل محمد شاہ کے ہی خواہوں میں داخل ہو گیا تھا قطب خاں کے اطمینان دلانے سے سلطان بہلول کی خدمت میں حاضر ہو گیا سلطان حسین نے فتوح سے سفر کیا اور ہر سیتہ نام حوض کے کنارہ مقیم ہوا بادشاہ نے قطب خاں لودی کو جو نیوٹ سے بلایا اور اسپ و خلعت اور دیگر عنایات شاہی سے سرفراز کر کے عزت و حرمت کے ساتھ سلطان بہلول کی خدمت میں روانہ کر دیا بہلول لودی نے بھی شاہزادہ جلال خاں کو تعظیم اور تکریم کے ساتھ انعامات سے دل شاد کیا اور اسے حسین شاہ شرتی کی خدمت میں حاضر ہونے کی اجازت دی اس کے بعد ہر فرمانروا اپنے ملک کو واپس گیا۔ محمد شاہ شرتی نے پانچ ماہ حکومت کی۔

حسین شاہ بن محمود شاہ شرتی نے جیسا کہ بیان ہو چکا اپنے بھائی محمود شاہ شرتی کے بعد عیان حکومت اپنے ہاتھ میں لی اور بہلول لودی سے صلح کر کے جو نیوٹ واپس آیا۔

حسین شرتی اپنے بھائی کے حالات سے عبرت حاصل کر چکا تھا اس نے قلیل زمانہ میں صاحب دعویٰ سرداروں کو حکمت و تدبیر سے قید کر کے دوسرے بلاد کی تسخیر پر کمر ہمت باندھی سب سے پہلے تین لاکھ سوار اور چوہ سو فیل بندگ جمع کر کے اڈیسہ پر حملہ آور ہوا اثناء راہ میں تربت کو ویران کر کے آبادی کا نام و نشان بھی باقی نہ رکھا۔ حسین شاہ اڈیسہ پہنچا اور اس نے اطراف و جوانب میں افواج روانہ کر کے ممالک کے تاراج

اور اہالی ملک کے قتل اور اسیر کرنے کا حکم دیا اڈیسہ کا راجہ اپنے مال کار  
 میں بیحد پریشان ہوا اور عجز و زاری کے سوا اور کوئی چارہ کار نہ دیکھا۔  
 راجہ نے اپنا وکیل حسین شاہ کی خدمت میں روانہ کر کے اظہار اطاعت کیے  
 ساتھ خراج ادا کرنے کا وعدہ کیا۔ بادشاہ نے اس کے ملک کی تسخیر سے  
 ہاتھ اٹھایا اور راجہ نے شکور ہو کر تیس عدد ہاتھی سو گھوڑے اور تھیس  
 اور بیش قیمت اسباب اور بے شمار نقد دولت حسین شاہ کی خدمت میں روانہ  
 کیا حسین شاہ کامیاب اور صحیح و سالم جوئیور واپس آیا۔

۱۷۸۷ء بھری میں حسین شاہ نے قلعہ بنارس کی جو امتداد زمانہ سے  
 خراب ہو گیا تھا از سر نو مرمت کرائی اور اسی سال اپنے نامی امیروں کو  
 گوالیار کی تھم پر نامزد کیا مشرقی امیروں نے گوالیار پہنچ کر شہر کا محاصرہ کر لیا  
 راجہ گوالیار طول محاصرہ سے عاجز آگیا اور اپنے کو حسین شاہ کے حلقہ گولہ  
 میں داخل کیا۔ حسین شاہ کی عظمت اور اس کا اقتدار اب اتنا بے کمال ہو  
 پہنچ گیا اور اس نے اپنی زوجہ کے اغوا سے جو سلطان علاء الدین بن محمد شاہ  
 بن فرید شاہ بن مبارک شاہ کی دختر تھی ۱۷۸۷ء بھری میں دہلی فتح کرنے کا  
 ارادہ کیا حسین شاہ ایک لاکھ چالیس ہزار سواروں اور چودہ سو ہاتھیوں کی جمیت  
 سے دہلی کی طرف روانہ ہوا بھلول لودی نے ایک قاصد سلطان محمود گجراتی کے  
 پاس روانہ کیا اور اسے پیغام دیا کہ اگر بادشاہ اس وقت میری مدد فرمائیں  
 تو بیانہ کا قلعہ مالو ہی دائرہ حکومت میں داخل کر دیا جائے گا لیکن بھلول کے  
 خط کا جواب ہنوز شادی آباد مندو سے پہنچا بھی نہ تھا کہ حسین شاہ مشرقی نے  
 حوالی دہلی کے تمام ممالک پر قبضہ کر لیا بھلول لودی نے نہایت عجز و زاری  
 کے ساتھ حسین مشرقی سے التجا کی کہ دہلی کے تمام ممالک بادشاہ کے زیر نگین  
 رہیں گے لیکن اگر جناب اصل دہلی کو مع اٹھارہ گروہ نواح شہر کے میرے  
 قبضہ میں دیتے ہیں تو میں بادشاہ کے ملازمین میں داخل ہو کر بلدہ کی داریوں  
 کی خدمت انجام دوں گا حسین شاہ نے نہایت تکبر و غرور میں بھلول کی التجا  
 قبول نہ کی سلطان بھلول نے مجبور ہو کر خدا پر بھروسہ کیا اور اٹھارہ ہزار افغان

سواروں کے ہمراہ دہلی سے نکلا اور دریا کے کنارہ حسین شرقی کے مقابلہ میں  
 مقیم ہوا۔ فریقین کے درمیان دریا حایل تھا اس لیے تھوڑے دنوں تو لڑائی  
 موقوف رہی اسی درمیان حسین شرقی کے سرداران بزرگ ملک کے ماتحت  
 و تاساج کے لئے روانہ ہوئے سلطان بہلول نے اس موقع سے فائدہ اٹھایا  
 اور عین گرمی کے موسم میں جس مقام پر کہ دریا پایاب تھا اپنے گھوڑے پانی  
 میں ڈال دیئے ہر چند اخبار رسائوں نے افغانیوں کی آمد کی خبر دی لیکن حسین  
 شرقی نے نغوت و غرور کی بنا پر اس بات پر توجہ نہ کی یہاں تک کہ اہل  
 دہلی دریا کو عبور کر کے شرقی لشکر کو تاراج کرنے میں مشغول ہوئے چونکہ بادشاہ  
 کی ناعاقبت اندیشی سے امیر و پاہ خواب غفلت میں مبتلا تھے ہر شخص نے  
 راہ فرار اختیار کی سلطان حسین نے بھی مجبوراً اپنی باگ موٹی ملکہ جہاں اور  
 نصیر اہل حرم حریم کے ہاتھ میں گرفتار ہوئے لیکن بہلول لودی نے حق  
 کا پاس و لحاظ کیا اور ان خواتین کو بچہ اعزاز و اکرام کے ساتھ حسین شاہ کے  
 پاس روانہ کر دیا۔ ملکہ جہاں نے حسین شرقی کے پاس پہنچتے ہی پھر سلسلہ جنابانی  
 شروع کی اور حسین شاہ کو اپنا ہم خیال بنا لیا۔ ملکہ نے اس قدر اپنے شوہر کو  
 ابھارا کہ حسین شاہ شرقی نے سامان حرب درست کر کے دوسرے سال  
 دوبارہ دہلی کا رخ کیا۔ حسین شاہ دہلی کے قریب پہنچا اور یہاں سے بہلول لودی نے  
 حسین شرقی کو پیغام دیا کہ اگر بادشاہ میرے قصور کو معاف فرما کر مجھے میرے  
 حال پر چھوڑ دیں تو میں ایک روز حق نمک ادا کروں گا چوں کہ یہ امر مقدر  
 ہو چکا تھا کہ دولت شرقیہ کا خاتمہ ہو حسین شاہ نے بہلول کے عجز و انکسار  
 پر توجہ نہ کی اور اس نصرت کو چشم تقاربت سے دیکھ کر پیغام کا جواب دیا  
 حسین شاہ نے قدم آگے بڑھایا سلطان بہلول نے بھی مجبوراً مقابلہ کیا لیکن  
 اس مرتبہ حسین شاہ کو شکست ہوئی حسین شاہ نے تیسری مرتبہ پھر حملہ کیا اور راہ  
 فرار اختیار کی آخر کار چوتھی مرتبہ یہ نوبت پہنچی کہ بادشاہ گھوڑے سے گرا اور  
 سر کا جبک سے جان بچا کر بھاگا اور جیسا کہ شاہان دہلی کے حالات میں مرقوم  
 ہو چکا ہے جو پھر بہلول لودی کا قبضہ ہو گیا سلطان حسین اپنی قلمرو کے

دو درہمیں حصہ ملک میں پناہ گزیں ہوا اور بہت تھوڑے ملک پر جس کا حصول صرف پانچ کروڑ تھا قناعت کر لی سلطان بہلول نے باوجود قدرت حاصل ہونے کے حسین شہر قی کا تعاقب نہ کیا۔ بادشاہ بہلول لودی نے وفات پائی اور حسین شاہ نے پھر قنارہ پر پناہ گزیں اور باریک شاہ کو اس امر پر مستعد کیا کہ دہلی پر لشکر کشی کر کے ملک سلطان سکندر لودی کے قبضہ سے نکال لے مگر جنگ واقع ہوئی اور باریک شاہ میدان جنگ سے فراری ہوا اور جوئیور پہنچ گیا اس مرتبہ سلطان سکندر لودی نے جوئیور کی حکومت اپنے بھائی باریک شاہ سے لے لی اور حسین شہر قی کو مایہ فساد بھجھکر جس گوشہ میں وہ پناہ گزیں تھا وہاں سے بھی اسے بدر کر دیا حسین شہر قی نے سلطان علاء الدین حاکم بنگالہ کے دامن میں پناہ لی سلطان علاء الدین نے حسین شہر قی کی خاطر مدد فرمائی اور اس کے لئے اسباب عیش و عشرت مہیا کر دیا حسین شہر قی نے اس کے بعد کبھی فرمانروائی حاصل کرنے کا خیال نہیں کیا غرض کہ سترہ سال بعد شہر قیہ کا خاتمہ ہوا سلطان حسین شہر قی نے انیس سال حکومت کی اور شہر قی کے بعد چند سال بنگالہ میں زندگی کے دن بسر کر کے دنیا کو خیر باد کہا۔

## آنکھوں کا مقالہ

سلاطین سندھ اور مٹھٹھہ کے حالات میں اور اس امر کا ذکر کہ اسلام اس نواح میں کیونکر پھیلایا۔ حجاج نے سب سے پہلے محمد ہارون کو مشورہ کے اوایل میں ایک جرار لشکر کے ہمراہ کرمان روانہ کیا محمد ہارون نے کرمان فتح کیا اور یہاں کے باشندے جس میں سے ایک فتنہ بلوچیوں کا ہے مسلمان ہو گئے۔ اس زمانہ سے اس ملک میں اسلام کا رواج ہوا اور مساجد تعمیر کر کے احکام شریعت جاری کئے گئے حضرت آدم علیہ السلام کے زمانہ سے لے کر اس وقت تک خبریرہ سہاندیہ کے باشندوں کا بھی خیال ہے کہ دریا کے راستہ سے ہندوستان کی طرف سفر کرتے ہیں اور ہندوستان کے برہمن ظہور اسلام سے پیشتر خانہ کعبہ کی زیارت اور بتوں کی پرستش کے لئے مکہ معظمہ میں بھی حاضر ہوتے تھے اور اس مقام کو بہترین معبد جانتے تھے اس وجہ سے

سراذیب کے راجہ کو بہ نسبت دیگر فرمانروایان ہندوستان کے حقیقت اسلام سے آگاہ  
 ہونے کا جلد موقع ملا اور یہاں کا راجہ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم کے زمانہ میں مسلمان ہو گیا  
 اس راجہ کو سلاطین اسلام کے ساتھ یہ عقیدت تھی اور ایک مرتبہ اس راجہ نے دریائے راستے سے  
 تھنے اور ہدیہ کنیزوں اور غلاموں کے ہمراہ کشتیوں میں بھر کر ولید کے لئے  
 اسلامی تختگاہ کو روانہ کئے۔ مسافر باب عجم کے نواح میں پہنچے اور لوٹک کے  
 باشندے حاکم دیبل کے حکم سے دریا میں گشت لگایا کرتے تھے مہر راہ اس  
 کشتی کو مع دیگر کشتیوں کے گرفتار کر کے اپنے قبضہ میں لے آئے تمام  
 مال و متاع کو جو اس کشتی میں بھرا ہوا تھا اپنا سمجھ بلکہ چند مسلمان عورتوں  
 کو بھی جو حیدرہ سراذیب سے حج کے لئے روانہ ہوئی تھیں گرفتار کر کے  
 لے گئے جو اشخاص کہ ان لوگوں کے ہاتھ سے بچے وہ حجاج کے پاس حاضر  
 ہو کر اس سے داد خواہ ہوئے۔ حجاج نے ایک خط داہر بن ضعیفہ حاکم  
 سندھ کے نام لکھ کر محمد ہارون کے پاس روانہ کیا تاکہ ہارون اپنے معتبر قاصد  
 کی معرفت خطا مکتوب الیہ کے پاس بھیج دے۔ داہر نے یہ خط پڑھ کر جواب  
 میں لکھا کہ جس قوم نے اس جرم کا ارتکاب کیا ہے وہ بھد قوی اور طاقتور  
 ہے اور میری کوشش امکانی ہے اس گروہ کو دفع کرنا دشوار ہے۔ حجاج  
 کو یہ خبر پہنچی اور اس نے ولید بن عبد الملک سے جہاد ہندوستان کی اجازت  
 لے کر بدین نام ایک شخص کو تین ہزار سواروں کے ساتھ محمد ہارون کے  
 پاس روانہ کیا اور ہارون کو حکم دیا کہ ایک ہزار آزمودہ سپاہی بدن کے  
 ہمراہ اہل دیبل سے جنگ کر کے لے لئے روانہ کرے۔ بدن دیبل پہنچا اور  
 داہر دانگی دے کر مہر کے کارزار میں شہید ہوا حجاج اس خبر کو سن کر پریشان  
 ہوا اور تلامی مافات کو مد نظر رکھ کر اپنے چچا زاد بھائی اور داماد عماد الدین  
 محمد قاسم کو جو سترہ برس کا نوعر جوان تھا چھ ہزار شامی امیروں کے ہمراہ  
 جو سب کے سب جنگ آزمایا سپاہی تھے قلعہ کشائی اور ملک گیری کے لئے  
 ۹۳۰ ہجری میں شیراز کے راستے سے سندھ روانہ کیا۔ محمد قاسم دیبل کے  
 مہرادی شہر دیون اور درسنہ پہنچا اور چند روز کے بعد وہاں سے بھی

کوچ کر کے بلدہ دیل میں جو دریا سے بھان کے کنارہ واقع اور فی الحال  
 ٹھٹھہ کے نام سے مشہور ہے وارد ہوا۔ محمد قاسم نے شہر کا محاصرہ کیا۔  
 دیل میں ایک آتخانہ تھا جو اپنے استحکام اور ساخت کے لحاظ سے اگر قلعہ  
 کہا جائے تو بجا نہ ہوگا۔ محاصرہ کو طول ہوا اور ایک برہمن جان کی امان  
 حاصل کر کے محمد قاسم کے پاس آیا۔ محمد قاسم نے اس برہمن سے وہاں  
 کے باشندوں اور آتخانہ کا حال دریافت کیا برہمن نے جواب دیا کہ چار ہزار  
 راجپوت سپاہی اور دو یا تین ہزار رنجاری برہمن اس آتخانہ میں ہر وقت  
 موجود رہتے ہیں۔ برہمن فاضلوں نے ایک طلسم ایسا باندھا ہے کہ جب تک  
 وہ نہ لڑے اس قلعے کا فتح ہونا محال ہے اور یہی وجہ ہے کہ آج تک یہ آتخانہ فاتحین کے  
 ہاتھوں سے محفوظ ہے محمد قاسم نے دریافت کیا کہ وہ طلسم کہاں ہے برہمن نے جواب دیا  
 کہ فلاں جھنڈے کی جڑ میں ہے محمد قاسم نے جھوٹا نام ایک شخص کو جو تحقیق انداز تھا حکم دیا کہ  
 اپنے کمال فن سے اس جڑ کو پارہ پارہ کرے جھوٹا نام نے تین تین سنگ اندازی کر کے  
 اس جڑ کو توڑ دیا اور طلسم باطل ہو گیا اس واقعہ کے بعد قلعہ ٹھوڑے  
 ہی زمانہ میں فتح ہو گیا اور محمد قاسم نے گنبد کی چار دیواری کو منہدم کر کے  
 زمین کے برابر کر دیا اور برہمن کو اسلام لانے کی دعوت دی اس نے  
 اسلام قبول کرنے سے انکار کیا اور محمد قاسم نے ان کے لڑکوں لڑکیوں  
 اور جوان عورتوں کو بطور کنیر و غلام اسیر کیا اور سترہ برس سے زیادہ کے  
 مردوں کو تہ تیغ کیا محمد قاسم نے ان کی عورتوں کو اطراف میں روانہ کر کے  
 اور خود لشکر میں مسلمانوں کی خدمت گزاری کے لئے مقرر کیا اور مال غنیمت  
 کو جو بہت زیادہ حاصل ہوا تھا اس طرح تقسیم کیا کہ پانچواں حصہ مع پچھتر  
 کنیریوں کے حجاج کے پاس روانہ کیا اور بقیہ اہل لشکر میں تقسیم کر کے  
 ان کو خوش کیا۔ محمد قاسم نے بلدہ ہراون کا رخ کیا اور حاکم شہر یعنی فوجی  
 بن واپر کو اس ارادہ کی اطلاع ہوئی اور اس نے قلعہ اور شہر اپنے معتد  
 و رباریوں کے سپرد کیا اور خود قلعہ برہمن آباد قدیم کو روانہ ہو گیا اور  
 سانیان اور قلعے کا محاصرہ کر لیا اہل قلعہ نے جان کی امان حاصل کر کے

حصار محمد قاسم کے سپرد کر دیا محمد قاسم نے اس شہر کی حکومت ایک مسلمان کے سپرد کی اور لشکر کی ضروریات زندگی کا انتظام کر کے چند معتبر شہر کے باشندوں کو ہمراہ لیا اور ہندوستان کا جوئی الحال سیوان کے نام سے مشہور ہے رخ کیا سیوان کے باشندے جو سب کے سب قوم کے برہمن تھے اپنے حاکم بھجرائے کے پاس جو داہر کا رشتہ دار تھا گئے اور اس سے کہا کہ ہمارے مذہب میں مرنا اور مارنا جائز نہیں ہے بہتر ہے کہ ہم عمار الدین سے آمان طلب کر کے اس کی اطاعت کریں بھجرائے اس تقصیر سے بچ کر غضبناک ہوا اور برہمن کو سخت و سخت الفاظ سے یاد کرنے لگا۔ مسلمانوں نے شہر کا محاصرہ کیا اور راجہ حریف کی طاقت کا اندازہ کر کے ایک ہفتہ کے بعد رات کو راجپوت سپاہیوں کے ایک گروہ کے ہمراہ فاری ہوا اور حصار سلیم کے راجہ کے پاس پہنچا اس سے مدد کا استدگار ہوا لیکن برہمنوں اور شہر کے باشندوں نے قبیح کو جان کی امان طلب کر کے شہر محمد قاسم کے سپرد کر دیا۔ محمد قاسم نے مال غنیمت میں سے خمس نکال کر قسیم مال اہل لشکر کو تقسیم کیا اور حصار سلیم کا رخ کیا عمار الدین نے اس قلعہ کو بھی سر کیا اور یہاں کا مال غنیمت بھی بدستور سابق تقسیم کر کے چندے شہر میں قیام کیا۔ اسی اثنا میں داہر کا سپر بزرگ مسیحی پھلیسہ (برگز) جو بچہ شجاع اور دلیر تھا اپنا لشکر مرتب کر کے محمد قاسم کے مقابلہ میں آیا محمد قاسم نے ایک مضبوط قیام گاہ پر اپنے ڈیرے ڈالے۔ اسی زمانہ میں بچہ گرائی ہوئی اور اکثر جانور ہلاک ہوئے جس سے مسلمانوں کے لشکر میں پریشانی اور بدامنی پھیلی محمد قاسم نے حجاج سے شکایت کی اور اس نے دو ہزار گھوڑے اہل طبل خاصہ اسے سپاہیوں کے لئے روانہ کئے محمد قاسم ان سے نوتاڑہ ہوا اور رائے زادہ کا محاصرہ کر لیا فریقین میں چند مرتبہ جنگ آزمائی ہوئی لیکن پورا غلبہ کسی فریق کو حاصل نہ ہوا۔ رائے داہر نے اپنے ملک کے بھومیوں کو جمع کیا اور لشکر عرب کے مالدار کے بابت ان سے سوال کیا انتر شاشوں نے جواب دیا کہ ہم نے کتب قدیم



میں پڑھا ہے کہ فلاں تاریخ عرب میں ایک شخص (صلی اللہ علیہ وسلم) دعویٰ نبوت کرے گا اور تمام عالم کو اپنے دین کی طرف بلا لے گا اس شخص کی رحلت کے بعد لشکر ہجری میں عربی لشکر نواح و سبل میں پہنچے گا ۹۳ ہجری میں اس شہر میں وارد ہو کر تمام ملک پر قبضہ کر لے گا۔ اسے داہر باجوڑ اس کے بارہا پنجویں کے احکام کی آزمائش کر چکا تھا لیکن چونکہ اس کا پیمانہ عمر لیسہ نہ ہو چکا تھا راجہ نے اہل نجوم کی ہمائش پر توجہ نہ کی اور دسویں رمضان روز پچھنہ ۳۳۷ ہجری کو جنگ آزمائی کا ارادہ کر لیا۔ داہر نے پچاس ہزار راجپوت اور سندی اور ملتانی سوار جمع کئے اور اپنے فرزندوں اور قرابت داروں اور اعوان و انصار کے ساتھ عہد و قسم درمیان میں دیکھتے دیکھتے بالقابل صف آرائی کی محرقا سم نے چھ ہزار عرب سپاہ کے ہمراہ حریف کے مقابلہ میں صف آرائی کی واپس مسلمانوں کے لشکر کے قریب آیا اور چند روز متواتر جنگ کی ابتدا کرتا رہا راجہ کے فرزندوں اور سرداروں نے جان نثاری پس کوئی کمی نہیں کی لیکن چونکہ تقدیر نوشتہ تھی تدبیر مضرت ثابت ہوئی آخر کار ایک روز داہر قبیل سفید پر سوار ہو کر قلب لشکر میں شطرا ہوا اور مہینہ اور بیسہ اور مقتدر لشکر کو درست کر کے بڑے جھوم کے ساتھ میدان جنگ میں آیا محمد قاسم نے خدا پر بھروسہ کر کے میدان کھارزار کی راہ لی پہلے سندھی اور عربی بہادر لے فر د آفر د اپنے جوہر سردانگی دکھائے لیکن جب بارہا ایسا ہو چکا کہ دس عربی سواروں نے بیس ہندی سپاہیوں فوجوں کے مد مقابل ہوئے قتل کیا تو راجہ نے جنگ منلو یہ کر دی اور خود بھی بڑی بہادری کے ساتھ شمشیر زنی کرتا رہا راجہ نے بہتوں اور سرداروں نے بھی اظہار جواہر دی میں پوری کوشش کی۔ اسی دوران میں عرب کے ایک گولہ انداز نے آتشیں بان روئے داہر کے قیل سفید پر مارا مگر اس آگ کے شعلہ سے بھڑکا اور میدان سے بھاگتا فیلیان نے ہر چند آنکس مارے لیکن کوئی فائدہ نہ ہوا باقی فیلیان کے قابو سے باہر ہو کر لب دریا تک پہنچا اور پانی میں اتو گیا محمد قاسم راجہ کے تعاقب میں دریا تک آیا اور

ساحل دریا پر دوبارہ جنگ شروع ہوئی رائے داہر نے مسلمانوں پر ہاتھی دوڑایا نیزے اور تیرے بہت سے مسلمانوں کو ہلاک کیا اسی اثنا میں ایک تیر رائے داہر کے لگا اور راجہ ہاتھی کے پیچھے کرا لیکن بہادری اور مردانگی کے ساتھ پھراٹھا اور جس طرح ممکن ہوا گھوڑے پر سوار ہو گیا۔ راجہ کا ایک عرب بہادر سے مقابلہ ہوا اور عربی سوار نے ایک ہی ضرب میں راجہ کا کام تمام کر دیا۔ راجہ کے درباریوں اور اس کے عزیزوں نے یہ حال دیکھتے ہی تنگ و نام کا لحاظ بھی نہ کیا اور راہ فرار اختیار کی اور حصار ازور غالباً اوجھہ (برگڑ) میں پناہ گزیں ہو گئے بے شمار مال غنیمت مسلمانوں کے ہاتھ آیا محمد قاسم نے قلعہ آزدور کے سر کرنے کی کوشش کی۔ رائے داہر کے فرزند مسیحی ملہیس نے ارادہ کیا کہ حصار کو مردان جنگی سے مضبوط کر کے خود قلعے کے باہر جنگ آزمائی کرے لیکن راجہ کے وکلا اور وزرائے اسے ایسا نہ کرنے دیا اور اسے ساتھ لے کر برہمن آباد کے قلعے کو روانہ ہو گئے۔ راجہ داہر کی زوجہ نے جوڑی بہادر عورت تھی اپنے فرزند کے ساتھ جانے سے انکار کیا اور پندرہ ہزار راجپوت سواروں کے ساتھ قلعے سے باہر نکلی اور مسلمانوں سے جنگ آزمائی کرنے کے لئے تیار ہوئی محمد قاسم نے عورت کے مقابلہ میں صف آر ہونا باعث تنگ خیال کیا اور رانی کی طرف توجہ نہ کی۔ رانی اپنے راجپوت سپاہیوں کے ساتھ حصار میں پناہ گزیں ہوئی اور دشمن کی مدافعت شروع کی۔ محاصرہ کی طوالت سے اہل قلعہ بیچ پریشان ہوئے اور انھوں نے آگ کا ایک بڑا انبار روشن کیا اور اکثر راجپوتوں نے اپنے زن و فرزند کو آگ کے نذر کیا اور آزدور کے دروازہ کھول کر راجہ داہر کی زوجہ کے ساتھ حصار سے باہر آئے اور اس قدر لڑے کہ رانی کے ساتھ معرکہ جنگ میں کام آئے مسلمانوں نے تلوار پیام میں رکھی اور حصار میں داخل ہو کر چھ ہزار راجپوتوں کو تہ تیغ کر کے بیس ہزار آدمیوں کو قید کیا۔ ان قیدیوں میں راجہ داہر کی

دولت کیاں بھی تھیں جن کو محمد قاسم نے خلیفہ کے لئے بطور تحفہ حجاج کے پاس روانہ کیا۔

محمد قاسم نے دیول کا تمام ملک عربی امیروں میں تقسیم کر دیا اور جب اسے معلوم ہوا کہ ملتان پر بھی داہر کا قبضہ تھا تو محمد قاسم نے ملتان پہنچ کر بھی قبضہ کر لیا اور اس شہر کو تختنگاہ قرار دیکر بست خانوں کی جگہ مسجدیں تعمیر کیں۔ حجاج نے بادشاہ سندھ کی بیٹیوں کو دمشق روانہ کر دیا اور یہ لڑکیاں خلیفہ کے حرم میں رہنے لگیں ایک مدت کے بعد ۹۷ھ ہجری میں خلیفہ نے ان کو یاو کیا و لید نے ان لڑکیوں کا نام دریافت کیا بڑی بہن نے کہا کہ میرا نام سریا دیوی ہے اور دوسری بہن نے جواب دیا کہ مجھے رمل دیوی کہتے ہیں و لید بڑی بہن پر والہ و شفیقہ ہو گیا اور اسے اپنے محل میں داخل کرنا چاہا سریا دیوی نے دعا دینے کے بعد خلیفہ سے عرض کیا کہ میں بادشاہ کے محل میں داخل ہونے کے لائق نہیں ہوں اس لئے کہ یہاں آنے سے پیشتر محمد قاسم تین روز میرے پاس شب باش ہو چکا ہے کیا مسلمانوں میں یہی رسم ہے کہ پہلے نوکر و دست خیانت و راز کیں اور بعد اس کے اس عورت کو تحفے کے طور پر خلیفہ کے پاس بھیجیں و لیدہ تقریر سن کر بیدخفا ہوا اور اسی وقت اپنے قلم سے ایک فرمان اس مضمون کا لکھا کہ محمد قاسم جہاں بھی ہو اپنے کو گائے کے چمڑے میں بند کر کے تختنگاہ میں حاضر ہو۔ محمد قاسم غریب نے اپنے کو چمڑے میں لپیٹ کر کہا کہ مجھے صندوق میں بند کر کے خلیفہ کے پاس روانہ کر دو عہد الدین قاسم و شوق بہنیا اور ولید نے اس دختر کو حاضر کر کے اس سے کہا میں ایسے مجرموں کو اس طرح سزا دیتا ہوں۔ سریا دیوی نے دوبارہ بادشاہ کو دعا دی اور اور کہا کہ خلیفہ کو چاہئے کہ دوست و دشمن کی گفتگو بلا ہیزان عقل میں نہ کرے اور نہ کرے اور اس کے متعلق اس طرح کا فرمان نہ جاری کرے خلیفہ انکی اس حرکت سے معلوم ہوا کہ وہ عقل سے بالکل بے بہرہ ہے اور محض تقدیر کے بھروسے پر حکمرانی کرتا ہے محمد قاسم اور میرے درمیان

حقیقی بھائی اور بہن کا برتاؤ رہا ہے اس نے کبھی مجھ پر دست درازی نہیں کی چونکہ اس نے میرے باپ اور قرابت داروں کو قتل کر کے ہماری قوم کو تباہ اور ہم کو خود شاہی کے مرتبہ سے غلامی تک پہنچایا تھا میں نے اس سے انتقام لے کر اس پر یہ تہمت لگائی اور اپنے مقصد میں کامیاب ہوئی و لکھنؤ یہ سنگر بھر شرمندہ ہوا لیکن چونکہ تیرکمان سے نکل چکا تھا اب اس کا کوئی چارہ کار نہ تھا۔

عماد الدین کی وفات کے بعد سندھ کی حکومت کا حال کسی مشہور اور متداول تاریخ میں مرقوم نہیں ہے تاریخ بہادر شاہی میں البتہ حکام سندھ کے نام لکھے ہوئے ہیں۔ ناظرین کو واضح ہو کہ عماد الدین کے بعد ایک جماعت نے جو اپنے کو شیعہ انصاری کی اولاد ظاہر کرتی تھی سندھ پر حکمران رہی لیکن ان فرمانرواؤں کے تمام مورخ فرشتہ کی نظر سے کسی تاریخ میں نہیں گزرے۔ اس گروہ کے بعد گروہ دہلوی کا ایک دوسرا گروہ ہے متعلق ہو گئی یہ فرقہ شاہان جام کے نام سے مشہور ہے۔ ان دونوں گروہوں کے زمانہ میں غزنوی غوری اور دہلوی شاہان اسلام بھی کبھی ان پر حملہ کرنے اور سندھ کے بعض شہروں پر قبضہ کر کے اپنے تخت گاہ کو واپس جاتے تھے لیکن سلطان ناصر الدین قباچہ نے اس ملک میں اپنے نام کا خطبہ و سکہ جاری کیا اور اس شہر کو اپنا تخت گاہ بنایا لہذا غزنوی غوری اور دہلوی بادشاہوں کے حالات سابق و آستانوں پر محمول کر کے سب سے پہلے ناصر الدین قباچہ کا حال جو سندھ کا مستقل فرمانروا ہے لکھا جاتا ہے اور بعد اس کے مورخ اپنے علم ناہن کے مطابق شاہان جام یعنی طبقہ ستمگان کے فرمانرواؤں کا ذکر کر کے لگا۔

ناصر الدین قباچہ کا ہندوستان کے تمام مورخ محض ایک ادبی نسبت سندھ پر حکومت کرنا کا لحاظ کر کے ناصر الدین قباچہ کا حال شاہان دہلی کے واقعات کے ضمن میں بیان کرتے آئے ہیں لیکن مورخ فرشتہ اس رسم سے ہمہ گیر کر کے ناصر الدین کا حال ملک سندھ کے

فرمانرواؤں کے ساتھ لکھتا ہے۔ واضح ہو کہ ناصر الدین قباچہ سلطان معز الدین بن محمد سام کا ترک غلام بنے ناصر الدین عقلمند صاحب فہم و فراست اور شجاع اور بہادر فرمانروا تھا ان خوبیوں کے علاوہ ایک مدت تک سلطان معز الدین بن محمد سام کی خدمت میں رہ چکا تھا اس لئے قواعد چانداری اور کشور گشائی میں کمال حاصل کر لیا تھا۔ سلطان معز الدین نے باشندگان ملک خطیبہ معز کے آرائی کی اور اس جنگ میں ملک ناصر الدین ایتمرجو اجیہ کا جاگیر دار تھا قتل کیا گیا بادشاہ نے اوجھہ کا ملک ناصر الدین قباچہ کو عنایت کیا ناصر الدین قباچہ سلطان قطب الدین ایبک کا داماد تھا اور ایبک کی دو بیٹیاں یکے بعد دیگرے اپنے حوالہ عقد میں لایا ناصر الدین قباچہ اپنے آقا معز الدین سام کے حکم کے مطابق قطب الدین کی ہمیشہ اطاعت اور فرمانبرداری کرتا رہا اور کبھی کبھی اوجھہ سے دہلی آکر بادشاہ کی ملازمت کا شرف بھی حاصل کرتا تھا۔ قطب الدین ایبک کی وفات کے بعد ناصر الدین نے سندھ کے اکثر قلعوں اور حصوں پر قبضہ کر کے سومکان قوم کو جو اکثر مسلمان اور بعض غیر مسلم تھے ایسا ذلیل اور تباہ کیا کہ سوا اٹھارہ اور جنگل اور سرحد کے سومکانوں کے قبضہ میں اور کچھ نہ رہا ان زمینداروں نے زراعت کا پیشہ کر کے گوشہ نشینی اختیار کی۔ ناصر الدین قباچہ کے بعد تدریج سومکانوں نے بار و گہر مرتبہ فرمانروائی حاصل کیا اور سندھ کو سلاطین دہلی کے اقتدار سے آزاد کرالیا۔

ناصر الدین نے سندھ میں اپنے نام کا خطبہ و سکہ جاری کیا اور ملتان، سرسند و کھرام وغیرہ ممالک پر دریائے سرسیتی کے کنارہ تک اپنا قبضہ کیا۔ سلطان تاج الدین بلدوز نے اس کے ملک پر قبضہ کرنا چاہا اور چند مرتبہ غزنی سے لشکر روانہ کیا لیکن ہر مرتبہ قباچہ سے شکست کھائی۔

سال ۶۰۰ ہجری میں خوارزمی لشکر نے جو سلطان جلال الدین کی طرف سے غزنی میں مقیم تھا ہندوستان کے حدود پر قبضہ کر لیا ناصر الدین نے ان کے مقابلہ میں صف آرائی کی اور اگرچہ غلجی سردار قتل ہوا لیکن غزنی کا

وزیر شکست کھا کر میدان جنگ سے بھاگا۔

سلطان ہجری میں ناصر الدین قباچہ نے لاہور پر لشکر کشی کی اور  
سہرند تک سارا ملک اپنے قبضہ میں کر لیا لیکن جب اسے معلوم ہوا کہ  
شمس الدین دریا کے کنارہ پہنچا اور اس نے بلا کسی خیال کے دریائیں  
دکھڑا ڈال دیا اس کے امیروں اور سپاہیوں نے بادشاہ کی پیروی کی  
اور ایک کثیر تعداد غرق آب ہوئی تو سلطان ناصر الدین تھوڑی بہت جنگ  
آزمائی کے بعد مکتان فراری ہوا اور اسی داروگیر میں اس کا پل و غلم سلطان  
شمس الدین کے قبضہ میں آیا۔

چنگیزی طوفان جانشوز میں خراسان غزنی اور غور کے ہر طبقہ کے  
افراد ناصر الدین کے دامن میں پناہ گزیں ہوئے اور اس نے ہر شخص  
کو اس کے مرتبہ کے موافق انعام و اکرام سے شاد کیا لیکن آخر میں سلطان  
جلال الدین وکد سلطان محمد خوارزم چنگیز خاں کی خوں آشام تلوار سے  
پریشان ہو کر ہندوستان میں وارد ہوا اتفاق سے ناصر الدین اور  
جلال الدین میں مڈ بھڑ ہوئی جس کی وجہ سے اس کا لشکر اور ملک تباہ  
اور برباد ہوا اور اس کی حکومت کا خاتمہ ہو گیا۔ اس اجمال کی تفصیل یہ ہے  
کہ سلطان جلال الدین چنگیز خاں کے زمانہ میں غزنی پہنچا اور وہاں سے  
گزرنے کے لئے آب سندھ کے کنارہ آیا چنگیز خاں کو اس واقعے کی  
اطلاع ہوئی اور اس نے ایک بہت بڑا لشکر جلال الدین کے مقابلہ میں  
 روانہ کیا۔ اس فوج نے آب نیلاب کے کنارہ جس کو آب دریائے سندھ  
کہتے ہیں جلال الدین کو ہر چہار طرف سے گھیر لیا سلطان جلال الدین نے  
دیکھا کہ اس کے سامنے تیغ آتشبار ہے اور پس پشت دریائے ذخار بادشاہ نے  
بیحد مردانگی کے ساتھ دشمنوں پر تلوار چلائی اور لا تعداد تاریخی غیروں  
کو تہ تیغ کیا اس میں شبہ نہیں کہ اس معرکہ میں سلطان جلال الدین نے  
وہ جو ہر تہجاعت دکھائے کہ رستم و سام و نریمان کی داستانیں گردہوں  
اور باوجود اس کے کہ جلال الدین کا میہمنہ اور میسر شکست کھا کر فراری ہوا

لیکن بادشاہ خود سات سو سواروں کے ساتھ قلب لشکر میں کھڑا اور شجاعت و تیارا  
 سلطان جلال الدین آخر میں لاچار ہوا اور اپنے زن و فرزند کے پاس آیا اور ان  
 رخصت ہو کر ایک تازہ دم گھوڑے پر سوار اور مغلوں کی صف پر دوبارہ حملہ آور  
 ہوا اور ان کے ایک دستہ کو پساکر کے گھوڑا دوڑاتا ہوا ویرانے کنارہ پہنچا  
 سلطان جلال الدین نے جوش اتارا اور اپنا چتر دور کیا اور گھوڑے کو تیز کر دیا  
 جگہ کہ دس گز پانی بلند تھا وہاں سے گھوڑا ڈالا اور شیر کی طرح سات چار سو  
 کے ساتھ دریا کے اس پار پہنچ گیا سلطان جلال الدین گھوڑے سے اترا اور  
 زن اور نمد اور ترکش اور قبا سونے کے لئے دھوپ میں پھیلا یا اور چتر کا  
 زمین پر سایہ کر کے خود اس کے نیچے بیٹھا اس اثناء میں چنگیز خاں بھی دریا کے  
 کنارہ آگیا اور جلال الدین کو اس حال میں دیکھ کر اس نے اپنے فرزندوں  
 سے کہا کہ ہر باپ کو چاہئے کہ ایسا بٹا بد کرے جن سپاہیوں نے ارادہ کیا کہ  
 دریا کو عبور کر کے سلطان جلال الدین کو گرفتار کریں لیکن چنگیز خاں نے ان کو  
 منع کیا اور اس کی اجازت نہ دی سلطان جلال الدین نے جدال اور غسرقابی  
 ان دونوں مسلکوں سے نجات پائی اور اس کے پانچ باجہ ملازم یا دو اسکی  
 خدمت میں پہنچے بادشاہ نے دو روز نیلاب کے ساحلی جنگل میں چھپ کر اپنی  
 جان بچائی اور ان درمیان میں اس کے سپاس ملازم اس کے گرد جمع ہو گئے۔  
 اسی دوران میں معلوم ہوا کہ اس مقام سے قریب دو سو آدمی جمع  
 ہیں اور ان کے پاس اسباب عیش و عشرت بہت زیادہ مہیا ہے اور وہ ایک  
 جگہ بیٹھے ہوئے ماہ سپکا جالوں کے ہمراہ داد عیش دے رہے ہیں سلطان  
 جلال الدین نے اپنے ساتھیوں کو جو کچھ سوار تھے حکم دیا کہ شیش بیک کٹی  
 ہاتھ میں لے کر اس جنگل میں بادشاہ کے ہمراہ چلے جلال الدین نے خدا پرست  
 کر کے اس جماعت پر حملہ کیا اور ان میں سے اکثر کو ہلاک کر دیا بقیہ لوگ  
 بھاگ کر جنگل میں پناہ گزیں ہوئے جلال الدین اس جماعت کے ہتیار اور  
 چوپائے اپنے سپاہیوں کو جس میں سے بعض پاسبانہ اور بعض دراز گوش  
 پر سوار تھے تقسیم کر دیے اور اب اس کے گرد ایک سو بیس سواروں کا مجمع ہو

اسی زمانہ میں یہ خبر پہنچی کہ ہندوستانی لشکر میں سے اس نواح میں تقریباً تین ہزار فوجی حکام سندھ کی طرف سے جہم قراولی میں مقیم ہیں سلطان جلال الدین نے اپنے ایک سو بیس سواروں کے ساتھ اس گروہ پر حملہ کیا اور اس میں سے اکثر کو قتل کر کے بے شمار مال غنیمت پر قابض ہوا۔ اس واقعہ سے جلال الدین میں کسی قدر قوت پیدا ہوئی اور بے درپے اور استیلا بھی اس کے پاس جمع ہوتے گئے یہاں تک کہ پانچ سو سواروں کا ایک دستہ ہو گیا۔ ایک عظیم لشکر جلال الدین کے دفعیہ کے لئے روانہ ہوا سلطان جلال الدین نے اس جنگ کو باسیچہ اطفال سمجھ کر اس جماعت کو پر اگندہ کر دیا اور ان کے مال و اسباب پر قبضہ کر کے چار ہزار سواروں کا لشکر تیار کر لیا چنگیز خاں نے یہ واقعہ سنا اور اپنے نامی امیروں میں سے چند افسران فوج کو جلال الدین کے مقابلہ میں روانہ کیا چنگیزی فوج نے دریائے سندھ کو عبور کیا اور جلال الدین نے دہلی کی راہ لی مغلوں نے اس نواح کو تالاج کر کے اپنی راہ لی سلطان جلال الدین تین چار روز کے بعد دہلی پہنچا اور اپنے ایک مقرب امیر عین الملک کو سلطان شمس الدین التمش کے پاس روانہ کر کے اسے یہ پیغام دیا کہ انقلاب زمانہ نے مجھے تمھارے جوار میں پہنچا یا ہے میرے ایسے ہمان کے ورود کا کم از کم یہ تقاضہ ضرور ہے کہ مروت اور اپنے مرتسک کا خیال کر کے کوئی عمدہ جگہ میرے لئے تجویز کرو تاکہ تھوڑے دنوں یہاں آرام کرو اور اگر ہم جنسی کا خیال مد نظر رکھ کر میری مدد کرو تو تمھاری اعانت سے میں اپنے موروثی ملک پر قابض ہو جاؤں۔ شمس الدین التمش جلال الدین کے حالات پر سنجو بی غور کر چکا تھا اس کا اپنے جوار میں مقیم ہونا مناسب سمجھا اور جلال الدین کے قاصد کو زہر سے ٹھنڈا کر کے اپنے ایچی بے شمار تحفوں اور ہدیوں کے ساتھ جلال الدین کی خدمت میں روانہ کر کے یہ جواب دیا کہ اب وہاں کے لحاظ سے اس ملک میں کوئی ایسا مقام نہیں ہے جو آپ ایسے عالی جاہ فرمانروا کے قیام کے لائق ہو۔ جلال الدین التمش کے جواب کا مفہوم سمجھ گیا اور لاہور سے کھکروں کے مسکن کی طرف روانہ ہوا جلال الدین اس ملک میں پہنچا اور کوہ بلالہ اور بنگالہ کے درمیان مقیم ہو کر اس نے اس نواح کو غارت کیا اور بے شمار



مال فہیت لے کر واپس آیا یہ جلال الدین کے گرد دس ہزار سواروں کا مجمع ہوا  
اور بادشاہ نے رائے کھل کر کے پاس تاج الدین کو جو سلطان شہاب الدین کے زائے  
میں مسلمان ہو چکا تھا یہ طور قاصد روانہ کر کے اس کی بیٹی کے ساتھ عقد کرنے  
کی درخواست کی۔ کوکار سنگا یعنی کھکروں کے راجہ نے بیٹی کو اپنے فرزند  
کے ہمراہ جلال الدین کی خدمت میں روانہ کر کے اس سے یہ التجا کی کہ ناصر الدین  
ہمیشہ کھکروں کو نقصان پہنچاتا رہتا ہے بادشاہ اس کی مزاحمت کو دفع  
کر کے ہم سب کو اپنا ممنون احسان بنائیں۔ سلطان جلال الدین نے رائے  
زادہ کو خلیج خاں کا خطاب دیا اور اسے اپنے ایک امیر کے ہمراہ جہاں  
پہلوان اور ایک مشہور اورنگ تھا۔ سات ہزار سواروں کی جمعیت کے ساتھ ناصر الدین  
قباجہ حاکم اوچہ و ملتان کے مقابلہ میں روانہ کیا۔ ناصر الدین بیس ہزار  
سواروں کے ساتھ اوچہ کے قریب دریائے سندھ کے کنارہ فروکش  
ہوا اور بک یاشی نے قباجہ کو غافل پا کر اس کے لشکر پر جون مارا اور ایسا  
اس کی جمعیت کو پریشان کیا کہ ناصر الدین ہزار محنت و مشقت کے ساتھ  
کشتی میں سوار ہو کر ایک سخت فراری ہوا اور بک یاشی لشکر میں آیا اور  
اس نے سلطان جلال الدین کو اس واقعہ کی اطلاع دی۔ اسی درمیان میں  
دہلی کے لشکر کے ورود کی خبر پھیلی اور بادشاہ نے اپنا قیام وہاں مناسب  
نہ سمجھا اور جلال الدین کو ہستان سے نکل کر اوچہ میں وارد ہوا اور ناصر الدین  
قباجہ کی بارگاہ میں قیام کر کے قاصد ناصر الدین کی خدمت میں روانہ گئے  
اور اسے پیغام دیا کہ امیر خاں کا فرزند اور اس کی دختر جو حال میں سندھ کے  
کنارے سے فراری ہو کر اس نواح میں آئے ہیں ان کو جلال الدین  
کے پاس روانہ کر دے۔ سلطان ناصر الدین نے اس حکم کی تعمیل کی اور  
امیر خاں کے پسر و دختر دونوں کو بے شمار مال و اسباب کے ساتھ  
جلال الدین کی خدمت میں روانہ کر دیا۔ سلطان جلال الدین نے اوچہ  
سے کچھ تعرض نہ کیا اور چونکہ موسم گرما آچکا تھا کہ جو دہلاہ و بنگالہ  
کی چھاؤنی کو روانہ ہوا۔ اثنائے سفر میں ایک قلعہ نظر آیا بادشاہ نے

اس کا محاصرہ کر لیا۔ عین عالم کارزار میں ایک تیر بادشاہ کے ہاتھ میں لگا اور جلال الدین نے حصار سر کرنے میں اور زیادہ کوشش کی بادشاہ نے قلعہ فتح کر کے اہالی قلعہ کو قتل و قتل کیا۔ اس اثناء میں معلوم ہوا کہ شانزہ جیتائی خاں چنگیز خاں کے حکم سے سلطان جلال الدین کو گرفتار کرنے آ رہا ہے۔ جلال الدین کا خیال تھا کہ ناصر الدین قباچہ اس کا معین ہو گیا ہے جلال الدین نے ادھر کا رخ کیا اور ناصر الدین قباچہ سے نکل گیا۔ اس کا شکار ہوا ناصر الدین نے مغلوں کے آمد کی خبر سن کر اس چیز کے قبول کو نسیب انکار کیا اور انتقام کا خنجر اشدکار ہوا سلطان جلال الدین مجبوراً ملتان سے واپس ہوا بادشاہ ادب پہنچا اور یہاں کے باشندوں نے بھی اطاعت سے انکار کیا جلال الدین نے شہر میں آگ لگا دی اور اسے تاراج کر کے دہلی کی جانب جواب ٹھٹھہ کے نام سے مشہور ہے روانہ ہوا۔ اثناء راہ میں جو شہر و قصبہ ناصر الدین قباچہ کے زیر حکومت نظر آتا جلال الدین اس کو غارت و تباہ کر کے آگے قدم بڑھاتا تھا۔ جلال الدین ٹھٹھہ پہنچا۔ اور یہاں کے راجہ سی جشی نے جو سومر کی قبیلہ کا ایک فرد تھا اپنا مال و اسباب کشتیوں پر لادا اور اپنے زن و فرزند کے ہمراہ قریب کے ایک جزیرہ میں مقیم ہوا۔ جلال الدین بلدہ ٹھٹھہ میں فروکش ہوا اور دیول کا بتخانہ کر کے ایک بڑی جامع مسجد تعمیر کرائی اور سندھ اور گجرات کی تسخیر کا خیال ترک کر کے گج اور کران کی راہ سے ۶۲۰ھ ہجری میں عراق روانہ ہو گیا جس کی تفصیل تاریخ عجم میں مرقوم ہے۔ جیتائی خاں مغل لشکر کے ساتھ جلال الدین کے تعاقب میں حوالی ملتان میں وارد ہوا اور ناصر الدین قباچہ نے اس قدر بہادری اور مردانگی سے کام لیا کہ اہل ملتان نے چالیس روز کے بعد مغلوں کے محاصرے سے نجات پائی جیتائی خاں نے گج اور کران کی راہ لی اور اس فوج کو تاخت و تاراج کر کے جاڑے کا موسم دور کا لپٹیں جو دریائے سندھ کے کنارہ پر واقع ہے بسیر کیا جیتائی خاں نے تیس یا چالیس ہزار ہندوستانی قید کئے تھے۔ اس بہانہ سے کہ ان کی

وجہ سے لشکر کی ہوا میں بد بو پیدا ہو گئی ہے سب کو قتل کیا اس کے بعد لشکر مغل میں موت کا بازار گرم ہوا سلطان جلال الدین کی کچھ خبر نہ معلوم ہوئی اور پختانی نے توران کی راہ لی۔

سالار احمد حاکم کالجہ نے ملک کی تباہی کی اطلاع ناصر الدین قباچہ کو دی اور بادشاہ بیدار ہو گئے لیکن ملک کی تعمیر میں از سر نو کوشش شروع کی۔

۱۲۲۰ء ہجری میں شمس الدین التمش نے ناصر الدین کو تباہ کرنے کے ارادے سے چند مرتبہ سندھ پر حملہ کیا شمس الدین اوچھہ پہنچا اور ناصر الدین شہر کو مستحکم کر کے خود بیکر کی راہ لی شمس الدین نے اوچھہ کا قاصرہ کر کے نظام الملک بن ابوسعید پٹوہری کو جس نے کتاب جامع النکایات میں اس کے نام معنون کیا ہے قلعہ بیکر کی تسخیر کے لئے روانہ کیا۔ اوچھہ دو ماہ میں روز میں فتح ہو گیا اور ناصر الدین نے یہ خیر لشکر اپنے فرزند علاء الدین بہرام شاہ کو شمس الدین کے پاس صلح کے لئے روانہ کیا لیکن ہنوز جواب بھی نہ آیا تھا کہ اہل قلعہ پر سختیوں کا اضافہ ہوا ناصر الدین کشتی پر سوار ہوا اور اسی نواح کے ایک جہیزہ کو روانہ ہوا لیکن کشتی دریا میں غرق ہوئی اور بادشاہ کی حیات کا خاتمہ ہو گیا۔

ناصر الدین قباچہ کے غرق دریا ہونے کی صحیح روایت یہ ہے کہ قباچہ اوچھہ سے بیکر روانہ ہوا سلطان شمس الدین نے یہ مہم اپنے وزیر نظام الملک کے سپرد کی اور دہلی روانہ ہو گیا نظام الملک نے دو ماہ کے بعد اوچھہ کو فتح کیا اور بڑی شان و شوکت کے ساتھ بیکر روانہ ہوا ناصر الدین نے سمجھ لیا تھا کہ اس پر دوبارہ آگیا ہے اور کوشش اور ثابت قدمی سے سخت زایل نہیں ہو سکتی ناصر الدین قباچہ نے اپنے قرابت داروں اور درباریوں کو ہمراہ لیا اور جواہر اور اشرفیوں کے صندوقوں کے ساتھ کشتی میں بیٹھ کر اسی نواح کے ایک جہیزہ کی طرف روانہ ہوا۔

حوادث زمانہ سے دریا میں زور کی لہریں اٹھیں اور بادشاہ کی کشتی غرق ہو گئی بقیہ کشتیاں سلامتی کے ساتھ ساحل مراد پر پہنچ گئیں۔ ناصر الدین قباچہ نے سندھ اور بلتان پر بائیس سال حکمرانی کی

زین الدین بھٹو کا واقعہ ہو کہ سندھ میں دو قسم کے زمیندار آباد تھے ایک فرقہ  
فرقہ شنگان کا حال کو سومرکان اور دو سو سال قبلہ کو شنگان کہتے تھے۔ فوقہ  
شنگان اپنے سرداروں کو حاکم کہتے تھے محمد شاہ تغلق کے  
آخری عہد میں مسلمانوں کی کوشش سے سندھ کی حکومت سومرکانوں سے  
منتقل ہو کر فرقہ شنگان میں چلی گئی اس فرقہ کے اکثر مسلمان حاکم شاہ دہلی کے  
مطیع اور نہ اجنزار تھے لیکن کبھی کبھی کوئی فرمانروا دہلی سے بغاوت کر کے  
خود مختاری کا دیکھ بھی جاتا تھا۔ شنگانوں کا فرقہ اپنے کو جمشید کی نسل بتاتا ہے  
پانچواں لڑکا اپنے سردار کو جام کے لقب سے یاد کرنا خود ان کے دعویٰ کو ظاہر  
کرتا ہے۔ اسلامی زمانہ میں ان میں سے جو شخص تک پہلے حکمران ہوا اس کا نام  
جام افزہ تھا یہ شخص عقلمند اور صاحب فہم تھا اور تین سال چھ ماہ حکومت کر کے  
فوت ہوا۔ جام افزہ کے بعد اس کا بیٹا جام جو اپنے بڑا اور بزرگ کی وصیت  
کے موافق اپنی عقل و دانش کی وجہ سے رئیس شہر مقرر ہوا جام جو نانے چودہ  
سال بعد حلیہ ودانائی اور انصاف اور عدالت کے ساتھ سندھ پر حکومت کر کے  
بعد دنیا کو خیر باد کہی۔

جام بانی بن جام جام جو نانے وفات کے بعد جام مانی نے اپنی عقل و دانش کی  
وجہ سے اپنے باپ کی جانشینی کا دعویٰ کیا اور اہل ملک  
کو اپنا بھی خواہ بنا کر جام جو نانے کی جگہ سندھ حکومت پر قدم  
رکھا۔

جام مانی نے سلطان دہلی سے بغاوت کر کے سارے ملک پر قبضہ  
کر لیا اور خراج دینے سے انکار کر دیا۔ سلطان فیروز شاہ نے ایک جوار  
اور مواع لشکر لے کر ۷۲۲ھ ہجری میں سندھ پر لشکر کشی کی جام مانی مضبوط  
مقامات پر فوج کش ہوا اور جس قدر چارہ کی اس کو ضرورت تھی وہ اپنے  
عمر آگے کر قبضہ غلہ اور چارہ کو جنگل اور پہاڑ میں انبار کر کے اس  
میں آگ لگا دی سلطان فیروز چارہ کی کم پائی سے لاچار ہوا اور بڑی  
تکلیف اور محنت کے ساتھ کجرات روانہ ہو گیا اور ہر سات سو گز مانی نہیں

بسر کیا۔ اوائل سرما میں جبکہ چارہ سبز و شاوا آب ہو گیا اور اس کے آتش زدہ کرنے کا گمان نہ رہا تو فیروز شاہ نے پھر سندھ پر حملہ کیا جام نے مجبوراً اور پریشان ہو کر امان طلب کی فیروز شاہ نے سندھ پر قبضہ کر کے ملک اپنے ایک امیر کے سپرد کیا اور کافی انتظام کر دینے کے بعد دہلی روانہ ہوا اور جام جانی اور شہام سندھ کے چودہریوں کو اپنے ہمراہ لے آیا۔ تھوڑے دنوں کے بعد جام جانی نے شائستہ خدمات انجام دیں اور سلطان فیروز شاہ نے اس پر ہربانی کر کے سندھ کی سرداری جام جانی کے سپرد کی بادشاہ نے جام جانی کو چتر بھی خصایت فرمایا اور جام نے اطمینان کے ساتھ اپنے موروثی ملک پر دوبارہ حکمرانی شروع کی جام کا بیمانہ حیات بھی لمبہ نہ ہوا اور اس نے پندرہ برس حکومت کر کے دنیا کو خیر باد کہی۔

جام تاجی بن جام تاجی نے اپنے باپ کے مرنے کے بعد عنان حکومت اپنے ہاتھ میں لی اور تیرہ برس چند ماہ بلا کسی خوف اور فساد کے حکمرانی کرنے کے بعد وفات پائی اس تمام جماعت مخصوصاً تاجی کے نام سے ظاہر ہوئے کہ یہ لوگ زنا و دہشت گتھے۔

جام صلاح الدین جام تاجی کے بعد جام صلاح الدین فرمانروا ہوا اور گیارہ برس قلعہ البالی سے حکومت کر کے فوت ہوا۔

جام نظام الدین بن جام نظام الدین اپنے باپ صلاح الدین کے بعد بادشاہ ہوا اور دو سال چند ماہ حکومت کر کے دنیا سے بھٹت ہوا۔

جام علی شیر بن جام علی شیر اپنے باپ کے بعد سندھ نشین ہوا اس فرمانروا نے عدل و انصاف کے ساتھ حکومت کی اور رعایا کو سید شاہ اور خوش رکھا ملک کو چوروں اور قزاقوں سے پاک کر کے امن و امان کا سکہ جاری کیا لیکن اسکا دور حکومت زمانہ شباب کی طرح جلد گزر گیا اور جام علی شیر نے چھ برس چند ماہ حکومت کر کے وفات پائی۔ رعایا نے اس موت کا بھید ماتم کیا۔

جام کران بن جام تاجی جام علی شیر نے دنیا سے رحلت کی اور جام کران نے

اس قاعدے کے بموجب کہ جس شخص کا باپ فرمانروا ہو وہ از روے وراثت حکومت کر سکتا ہے بڑی سعی و کوشش سے عمان سلطنت اپنے ہاتھ میں لی لیکن جو بلا خدا کی عنایت کے دنیا کا کوئی کام سر نہیں اور نتیجہ خیز نہیں ہوتا ڈیڑھ روز حکومت کر کے دنیا سے رخصت ہوا جام کران کے فوت ہونے کے بعد قوم سبتگان نے تعین بادشاہ کے لئے مشورہ کیا اور بڑے قتل و قاتل کے بعد فتح خاں بن اسکندر جو قوم سبتگان میں ایک جلیل القدر شخص تھا حکومت کے لئے منتخب کیا گیا فتح خاں نے پندرہ برس بڑے استقلال کے ساتھ حکومت کر کے وفات پائی۔

جام تغلق بن جام تغلق اپنے برادر بزرگ کی وفات کے بعد اس کا جانشین ہوا اور ملک و سلطنت کے تمام کام اچھی طرح انجام دے کر اس نے رعایا کو اپنے سے خوش رکھا چونکہ دہلی کی

بادشاہت کمزور اور بے رونق ہو گئی تھی جام تغلق نے شاہان گجرات سے دوستی کے تعلقات پیدا کئے جام تغلق کے بعد سے رسم ہو گئی کہ سندھ کا ہر فرمانروا شاہان گجرات کا دوست اور بی خواہ رہا اور ان سے قربت کر کے اپنی سلطنت کو دشمنوں کی زد سے محفوظ رکھتا تھا جام تغلق نے اٹھائیس برس چند روز حکومت کر کے دنیا کو خیر باد کیا۔

جام مبارک جام تغلق کا رشتہ دار تھا جس نے جام کی وفات کے بعد اپنے کو قابل حکومت سمجھ کر عمان

سلطنت اپنے ہاتھ میں لی لیکن حکمرانی اختیار کرنے کے تیسرے ہی روز دنیا سے رحلت کی۔

جام اسکندر بن اشرف اور اعیان ملک نے جام مبارک کی حکومت سے جام فتح بن سکندر خانات پائی اور سبھوں نے نہایت خوشی سے جام سکندر کو جوا وجود وراثت کے حکمرانی کے لائق بھی تھا اپنا

بادشاہ تسلیم کیا جام اسکندر نے ایک سال چھ ماہ حکومت کی۔

جام منجر جام منجر شاہی سے تھا اور سلاطین سابق کے ہم پیش

ملکی اور مالی ہمت کو سرخام دینے سے حکمرانی کے فرائض کو اچھی طرح جانتا تھا۔ جام سکندر کی وفات کے بعد اعیان ملک نے سنجر کو بادشاہ بنایا لیکن سنجر نے آٹھ برس چند ماہ سندھ کی حکومت کر کے رحلت فرمائی۔ جام نظام الدین جام نندا نے جام سنجر کی وفات کے بعد فوراً عمان حکومت المشہور بہ جام نندا اپنے ہاتھ میں لی۔ اس کے زمانہ میں سندھ کا ملک خوب آباد اور معمور رہا جام نندا سلطان حسین لڑکا کا معاصر تھا اور اسی کے زمانہ ۸۹۰ھ ہجری میں شاہ بیگ ارغوں نے قندھار سے حملہ کر کے قلعہ سولی کا محاصرہ کر لیا۔ یہ قلعہ بہادر خاں نام ایک سندھی امیر کے زیر حکومت تھا شاہ بیگ نے قلعہ بھر کر کے اسکی حکومت اپنے چھوٹے بھائی سلطان محمد کے سپرد کیا اور خود قندھار واپس گیا۔ جام نندا نے شاہ بیگ کی مقاومت کے بعد اپنے ایک بہادر اور تجربہ کار امیر مبارک خاں کو قلعہ سولی پر قبضہ کرنے کے لئے روانہ کیا طرفین میں متعدد مصرعہ آرائیاں ہوئیں لیکن آخر کار سلطان محمد قتل ہوا اور قلعہ سولی پر جام نندا کا دوبارہ قبضہ ہو گیا۔ شاہ بیگ نے ان خبروں کو سن کر میرزا غنیمت اللہ کو اپنے بھائی کا انتقام لینے کے لئے روانہ کیا۔ جام نندا نے بھی جوار لشکر جمع کیا اور سرحد پر غزیر جنگ واقع ہوئی اس ٹرائی میں جام نندا کیجے بہت سے قدیم امیر میدان جنگ میں کام آئے اور مبارک خاں زخمی اور پریشان حال معرکہ کارزار سے فراری ہو کر قلعہ بھکر تک پہنچ گیا۔ میرزا غنیمت کی فتح یابی کی خبر شاہ بیگ تک پہنچی اور اس نے ارادہ کیا کہ تمام ملک سندھ پر قبضہ کرے۔ شاہ بیگ جوار لشکر بھرا کر قندھار سے بھکر روانہ ہوا اور ملک میں قتل عام مچا دیا۔ قاضی قاور نے جو جام نندا کی طرف سے بھکر کا حاکم تھا دشمن کیے بارے میں سخت کوشش کی اور کبھی کبھی شاہ بیگ سے معرکہ آرائی کرتا رہا لیکن چونکہ شیرکمان سے نکل چکا تھا اور سندھ سے کسی نے اس کی خبر نہ لی اور نیز یہ کہ قلعہ بھکر اس زمانہ میں اس قدر مضبوط بھی نہ تھا قاضی قاور نے جنگی

امان طلب کر کے حصار دشمن کے سپرد کیا۔ ارغون نے قلعہ جنگ کی حکومت فاضل بیگ کو گلٹاش کے سپرد کی اور خود قلعہ سہوان کی طرف رخ کیا اس شہر کو فتح کر کے اس کی حکومت خواجہ بیگ کو عنایت کی اس سال شاہ بیگ نے اسی قدر فتوحات پر اکتفا کی اور قندھار واپس گیا۔ جام نند نے کثیر دولت صرف کی جسے لشکر جمع کیا اور ہر چند کوشش کی کہ قلعہ سولہ پر دوبارہ قبضہ کرے لیکن یہ امید بر نہ برآئی جس کی وجہ یہ تھی کہ سندھ کے سپاہیوں نے عیسائی شاہ کے ترکی ہمارہمیوں کی خوشخواری کا حال اپنی آنکھوں سے دیکھا تھا۔

اور یہی وجہ تھی کہ ان کے مقابلہ میں آنا کسی طرح گوارا نہ کرتے تھے ایک مرتبہ کانڈ کر رہے کہ ایک ترکمان سپاہی کے گھوڑے کا تنگ ڈاھیلہ ہو گیا ترکمانی گھوڑے سے نیچے اتر اور تنگ کو درست کرنے لگا اسی درمیان میں چالیس سندھی سپاہیوں کا ایک گروہ اس طرف سے گزرا اور اس جماعت نے ترکمان پر ہاتھ اٹھانے کا ارادہ کیا۔ ترکمانی سپاہی نے فرار کے قصد سے رکاب پر پانوں رکھا اور سندھی اس کے سامنے سے بھاگے۔ جام نندا با سٹھ برس حکومت کرنے کے بعد آثار زوال دیکھ کر مریض ہوا اور اسی حالت میں وفات پائی۔

جام فیروز بن جام فیروز اپنے باپ کی وفات کے بعد سندھ کا خواجہ جام نند کا ہوا جام فیروز نے رشید دریا خاں کو جو اس کا قرابت دار تھا میر جملہ اور تختار سلطنت مقرر کیا۔

جام صلاح الدین جو جام فیروز کا رشتہ دار اور خود مدعی سلطنت تھا اس کے مقابلہ میں اچھا اور بہت ہی لڑائیوں اور بید مخالفت کے باوجود بھی اپنی کوشش میں ناکام رہا۔ جام صلاح الدین نے گجرات کی راہ لی۔ سلطان مظفر شاہ گجراتی کی زوجہ جام صلاح الدین کی چچا زاد بہن تھی سلطان مظفر نے ایک بڑا لشکر جام صلاح الدین کے ہمراہ کر کے اسے ٹھٹھہ پہنچا اور ہونے کی اجازت دی۔ جام صلاح الدین



سندھ کی سرحد پر پنجا اور دریا خاں کو جو جام فیروز کا مختار کل تھا اپنا ہتھیار  
 بنالیا اور اس طرح تمام ملک سندھ پر قابض اور مشغول ہو گیا لیکن چونکہ  
 فیروز کے زمانہ میں دریائوں تمام سیاہ سفید کا مالک تھا اس نے پھر اپنے  
 قدیم ملک کو ملک کا فرمانروا بنایا اور جام صلاح الدین تادم اور ناکام تجارت  
 واپس گیا۔ سلطان مظفر نے دوبارہ لشکر مرتب کر کے جام صلاح الدین  
 کے ہمراہ کیا اور صلاح الدین نے ۹۲۶ء ہجری میں دوبارہ سندھ پر  
 حملہ کیا اور جام فیروز کو شکست دے کر خود سندھ کا فرمانروا ہو گیا۔  
 جام فیروز نے عاجز ہو کر شاہ بیگ ارغونوں سے امداد طلب کی شاہ بیگ  
 نے اپنے غلام سہیل نام کو ایک مستعد اور آزمودہ کار لشکر کے ہمراہ جام فیروز  
 کے ساتھ روانہ کیا جام فیروز سندھ پنجا اور ساہوان کے نواح میں خونریز  
 معرکہ آرائی ہوئی فریقین نے ایک دوسرے پر شدید حملہ کیا لیکن  
 جام صلاح الدین اور اس کا فرزند نہایت خاں دونوں معرکہ جنگ میں  
 کام آئے اور سندھ پر جام فیروز کا دوبارہ قبضہ ہو گیا۔ شاہ بیگ ارغون  
 کا عہدہ سے خیال تھا کہ سندھ کو فتح کرے اور وقت اور موقع کا انتظار  
 کر رہا تھا اس زمانہ کو غنیمت سمجھا اور قند ہار سے حملہ آور ہو کر ۹۹۶ء  
 میں سندھ پر قابض ہو گیا ترائی سندھ قبضہ کے فتح ہونے کی تاریخ ہے  
 دریا خاں جو جام فیروز کا مددگار المہام تھا شاہ بیگ کے سپاہیوں کے  
 ہاتھ سے قتل ہوا جام فیروز نے دیوالتیں برس نواح سندھ میں بس کیا  
 اور ہر طرح ہاتھ پاؤں کرتا رہا لیکن کچھ نتیجہ نہ نکلا اور مجبور ہو کر ہجرت  
 روانہ ہو گیا۔ مظفر شاہ ہجرتی فوت ہو چکا تھا جام فیروز بہان کی امداد  
 سے مایوس ہو کر سندھ واپس آیا لیکن اس نے دیکھا کہ ارغونیوں نے  
 ملک پر زبردست قبضہ کر لیا ہے اور ان کو مغلوب کرنا بھروسہ نہ تھا  
 جام فیروز نے سلطنت کا خیال دل سے دور کر کے معاہدے اہل و اعیان  
 کے تجارت کی راہ لی اور سلطان بہادر گجرات کے امیروں میں داخل ہو گیا  
 فرقہ ستمگان کی حکومت کا خاتمہ ہوا اور سندھ پر ارغونوں کا قبضہ ہو گیا

اور تھوڑے زمانے تک ارغنون فرمانروا ملک پر حکومت کرتے رہے  
 کہتے ہیں کہ سنہ ۹۲۸ ہجری میں بدیع الزمان میرزا بن سلطان حسین بادشاہ  
 ہرات شاہ اسماعیل صفوی سے برگشتہ ہو کر استرآباد میں بھی قیام نہ کر سکا  
 اور سندھ میں وارد ہوا جام فیروز حاکم اوچھڑ و ٹھٹھہ نے بدیع الزمان  
 کا استقبال کیا اور اس کی بیعت تنظیم و تکریم کر کے اپنی حیثیت کے مطابق  
 تحفے اور ہدیے بھی پیش کئے لیکن بدیع الزمان صرف ایک سال سندھ  
 میں قیام کر کے شاہ اسماعیل کی خدمت میں واپس گیا۔

شاہ شہنشاہ ارغون شاہ بیگ امیر ذوالنون کا فرزند ہے اور امیر ذوالنون  
 کی سلطنت سلطان حسین میرزا بادشاہ ہرات کا سبہ سالار اور اس کے

فرزند بدیع الزمان میرزا کا آئینہ تھا۔ شاہ بیگ کے  
 اسلاف چنگیز خاں کے زمانہ سے برسر اقتدار اور گروہ مرا میں داخل رہے  
 سنہ ہجری میں قندھار میں داخل ہوئے اور ساغر توبک اور قراہ کی حکومت  
 امیر ذوالنون کے سپرد کی گئی اگرچہ اس درمیان میں دیگر شاہزادے بھی  
 حاکم قندھار مقرر کئے گئے لیکن بالآخر ذوالنون اس نواح کا مستقل فرمانروا ہوا  
 اور اس نے علانیہ بغاوت کی ذوالنون نے قندھار کی حکومت اپنے  
 فرزند شجاع بیگ المشہور بہ شاہ بیگ کو عطا کی اور توبک اور ساغری  
 داروغہ علی عبدالغلی ترخان کے سپرد کر کے غور پر امیر فتح الدین اور امیر  
 کو حاکم بنایا اور خود زمین داور میں قیام کیا ایک عرصہ کے بعد بدیع الزمان  
 میرزا نے اپنے باپ سے مخالفت کی امیر ذوالنون بیگ سلطان حسین  
 کے غضب سے بید خوف زدہ تھا اس لئے اپنی بیٹی اس کے حوالہ عقد  
 میں دیکر اپنی جان بچائی۔ امیر ذوالنون شہنشاہ خاں اوزبک کی جنگ  
 میں قتل ہوا اور قندھار کی حکومت بدیع الزمان میرزا نے سپرد کی تھی  
 شاہ بیگ نے یہاں کہ اوپر مذکور ہوا بلکہ اور شہر سندھ کے بعض شہروں  
 کو فتح کر کے اپنے باپ کی وفات کے بعد بقیہ بلاد سندھ پر قابض  
 ہونے کی تدبیریں شروع کیں شاہ بیگ وقت اور موقع کا منتظر ہی تھا کہ

فردوس مکانی بابر بادشاہ نے کابل سے قندھار پر حملہ کیا شاہ بیگ نے اپنے حتی الامکان جیسا کہ واقعات بیری میں مرقوم ہے قلعہ کو بنانے کی کوشش کی اتفاق سے اسی زمانہ میں جاہ فرزا و جام صالح الدین آپس میں خانہ جنگی کر رہے تھے شاہ بیگ نے اس موقع سے فائدہ اٹھایا اور قلعہ قندھار کی حفاظت کا خیال دل سے دور کیا اور بھگوان شاہ بیگ نے بھکر میں اباب جنگ ہیا کر کے اسی سال ٹھٹھہ کا رخ کیا اور ملک پر قبضہ کر کے اپنے نام کا خطبہ و سکہ جاری کیا۔

شاہ بیگ صاحب علم و فضل تھا اپنا سچا اس کی تہذیب میں شرح عقاید نسفی اور ایک تشریح کا فیہ کی اور ایک مطالع کی شرح موجود ہے۔ یہ بادشاہ اس قدر بہادر تھا کہ جنگ میں سب سے پہلے خود دشمن پر حملہ آور ہوتا تھا پھر چند لوگ اس کو منع کرتے اور کہتے کہ اس قسم کا شیوا سرداروں کو شایاں نہیں ہے لیکن شاہ بیگ یہی جواب دیتا کہ میں اس کے جنگ میں مجبور ہو جاتا ہوں اور مجھے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ کوئی شخص میرا مقابلہ نہیں کر سکتا۔ ۹۳۰ ہجری میں شاہ بیگ نے بھجورے و ذوق علیل رہ کر وفات پائی اور اس کا فرزند شاہ حسین باپ کا جانشین ہوا۔

شاہ حسین بن شاہ حسین نے اپنے باپ کے بعد سند حکومت پر قدم شاہ بیگ ارغون رکھا سندہ کے جو ممالک شاہ بیگ کے قبضے میں نہ آئے تھے شاہ حسین ان پر قابض ہو گیا۔ شاہ حسین نے

قلعہ سیکری کی از سر نو تعمیر کی اور فردوس مکانی بابر بادشاہ کے حکم سے ملتان فتح کرنے کا سامان شروع کیا ۹۳۲ ہجری میں سلطان حسین نے ملتان پر دھاوا کیا سلطان محمود حاکم ملتان اس واقعہ سے خبردار ہوا اور اس نے اپنے مقتدر حاشیہ نشینوں کے ایک گروہ کو روانہ کر کے سلطان حسین کو اس کے ارادہ سے باز رکھا۔ سلطان محمود دفعہ دہا سے رخصت ہوا اور اس کا فرزند سلطان حسین ملتان کا فرمانروا ہوا شاہ حسین ارغون نے سلطان حسین کو بالکل فرصت نہ دی اور جلد ہی ملتان کے

سپر پٹنکر ملتان کا محاصرہ کر لیا۔ شاہ حسین نے شہر کو ایک سال چند ماہ میں فتح کر لیا اور ۹۱۲ھ ہجری میں صبح کے وقت ملتان پر شاہ حسین کا قبضہ ہو گیا اہل ملتان قتل و اسیر ہو گئے اور شاہ حسین نے سلطان حسین کو قید کر کے ملتان کے سربراہ اور وہ امیر شجاع الملک کو تختے میں و باکہ قتل کر لیا۔ شاہ حسین نے ملتان کی حکومت خواجہ شمس الدین کے سپرد کی اور خود وطن واپس آیا۔ شاہ حسین کی واپسی کے بعد اہل ملتان نے خواجہ شمس الدین کو شہر بدر کیا اور لنگہ خاں کی طرف مایل ہوئے شاہ حسین ارغون نے مصلحت وقت کا لحاظ کر کے سکوت کیا۔

۹۱۴ھ ہجری میں ہمایوں بادشاہ شیر شاہ کے غلبہ سے تنگ اور ارادہ کے ارادہ سے سندھ کی طرف روانہ ہوئے بادشاہ بھکر کے نواح میں پہنچا اور مشورہ کے لئے فرمان طلب شاہ حسین میرزا کے نام روانہ کیا شاہ حسین نے چند ماہ لبت و لعل میں گزار دیئے اور اس کے بعد جیسا کہ بیان ہو چکا ہے دوران کار جواب دیا آخر کار جنت آشیانی ہمایوں بادشاہ نے شاہ حسین کو تادیب کرنے کا ارادہ کیا اور محد و بھکر اپنے چچا ناصر میرزا کے سپرد کر کے خود خطبہ روانہ ہوئے۔ شاہ حسین ارغون جیلہ ساز اور مدبر امیر تھا اس نے وقتی کار روائی یہ کی کہ ناصر میرزا کو اپنا داماد بنانیکا مشورہ سنا کر بھکر اور خطبہ میں ناصر کے نام کا خطبہ دستہ جاری کر دیا اور خود دریائے راستے سے ہمایوں بادشاہ کے لشکر کے نواح میں پہنچا اور غلج اور تمام ضروریات زندگی کی رسید کر دی ہمایوں بادشاہ نے ہرم خان کی رائے سے مجبوراً صلح کر لی اور شاہ حسین سے کشنیاں اور باربر داری کے اونٹ لئے کر ڈھائی برس نواح سندھ میں قیام کرنے کے بعد دریائے راستے سے قندھار کی راہ لی شاہ حسین کا مقصد و حاصل ہو گیا اور اس نے ناصر میرزا کے ساتھ بھی بدسلوکی کی اور وعدہ خلافی کی ناصر میرزا ہمایوں بادشاہ سے برگشتہ ہو کر بید نادیم و ششمان ہوا اور کابل روانہ ہو گیا۔ ۹۱۵ھ ہجری میں کامران میرزا جنت آشیانی سے خوفزدہ ہو کر

سندھ آیا اور شاہ حسین کے دامن میں اس نے پناہ لی شاہ حسین نے کامران میرزا کی بیعت عظیم و نگرہم کی اور اپنی دختر اس کے جہالہ عقد میں دیدی حسین شاہ نے اپنے امیروں کے ایک گروہ کو کامران کے ساتھ کیا اور مال و دولت سے انکی مدد کر کے کامران کو فوج کابل پر قبضہ کرنے کے لئے روانہ کیا لیکن اسی دوران میں شاہ حسین ارغون کا بیٹا عمر زہرا اور اس نے بیس سال حکومت کر نیکی بعد ۹۶۲ء میں وفات پائی۔

میرزا عیسیٰ ترخان شاہ ارغون کی وفات کے بعد سلطان محمود نے بھکر میں اور میرزا عیسیٰ خاں ترخان نے ٹھٹھہ میں حکومت کا دعویٰ کیا ان میں سے ہر ایک نے اپنے نام کا خطبہ و سکہ بھی جاری کیا میرزا عیسیٰ اور سلطان محمود میں کبھی جنگ اور کبھی صلح ہو جاتی تھی۔ میرزا عیسیٰ نے اسی طرح تیرہ برس حکومت کی اور سن ۹۷۰ء ہجری میں جس طرح کہ سلطنت خاندان ارغون سے قبیلہ ترخانہ میں منتقل ہوئی اس کا حال مورخ فرشتہ کو معلوم نہیں ہے اس لئے قلم انداز کیا جاتا ہے اتنا ضرور معلوم ہوا ہے کہ عیسیٰ خاں ترخان ترکمانی اور شاہ بیگ ارغون کا سپہ سالار تھا۔

میرزا بانی کی حکومت عیسیٰ خاں نے وفات پائی اور اس کے فرزند اکبر میرزا محمد بانی اور فرزند اصغر میرزا جان بابا میں حکومت کے لئے نزاع واقع ہوئی۔ میرزا محمد بانی اپنی قابلیت سے غالب آیا اور اس نے حکومت شروع کی۔ میرزا محمد بانی سلطان جلال الدین اکبر بادشاہ کے ساتھ محمد سادہ پیش آتا اور تحفوں اور ہدیہ کے روانہ کرتے تھے اپنا خلوص و پیہر اظہار کرتا تھا اور سلطان محمود بھکری کے ساتھ باب کی طرح کبھی خیاب اور کبھی صلح رکھتا تھا میرزا محمد بانی نے اٹھارہ برس بڑی عیش و عشرت کے ساتھ حکومت کر کے ۹۹۳ء ہجری میں وفات پائی۔

میرزا جانی کی حکومت میرزا محمد بانی کے بعد میرزا جانی حکمران ہوا۔ اس زمانہ میں اکبر بادشاہ عرصہ سے لاہور میں مقیم تھا بادشاہ کا خیال تھا کہ میرزا جانی اطہار اخلاص کے لئے اس کی خدمت میں حاضر ہو گا لیکن چونکہ معاملہ اس کے خلاف ہوا لہذا اکبر بادشاہ کو ایک بہانہ مل گیا

بھکر کا ملک اور قلعہ تو پہلے ہی سے فتح ہو چکا تھا اس نے ٹھٹھہ پر اور  
 اور دیگر بلاد سندھ پر وہاں کرنے کا ارادہ کیا۔ ۹۵۹ ہجری میں اکبر بادشاہ  
 نے اپنے سپہ سالار عبدالرحیم خان خاناں ولد بیرم خاں کو ملتان اور بہار کا  
 جاگیردار مقرر کر کے اس طرف روانہ کیا میرزا عبدالرحیم نے سب سے پہلے  
 قلعہ سہوان کا محاصرہ کیا اور اس کے بعد دیگر شہروں اور قلعوں کی طرف  
 قدم بڑھایا میرزا خاں نے لشکر خاصہ کو جمع کیا اور تمام زنداروں کو بیجا  
 کر کے بہت بڑے توپ خانہ اور کشتی اور اربوں تھے ساتھ سہوان  
 کا رخ کیا میرزا عبدالرحیم نے محاصرہ ترک کر کے اس کا مقابلہ کیا۔  
 عبدالرحیم نواح نصیر پور میں پہنچا اور جب فریقین میں سات کوں کا فاصلہ  
 رہ گیا تو میرزا جانی نے اپنے ارادے جو سو سے زیادہ تھے دوسو کشتیوں  
 کے ساتھ جو سب کی سب تیر اندازوں توپخانوں سے بھری تھیں حریف  
 کے مقابلہ میں روانہ کیا میرزا عبدالرحیم کے پاس پچیس اربوں سے  
 زیادہ نہ تھے لیکن باوجود اس کے اس نے اپنی فوج کو حریف سے  
 جنگ کرنے کے لئے روانہ کیا۔ میرزا عبدالرحیم دریائے کنارہ سیر کر رہا تھا  
 اس نے ایک بڑی توپ مرزا جانی کی ایک عمدہ کشتی پر لگائی اتفاق  
 سے گولہ اس کشتی کے اندر گر گیا اور لوگ قتل ہو گئے اکبر بادشاہ کے  
 ٹوٹگیان دوڑیں اور ان کشتیوں نے میرزا جانی کی سات کشتیاں گرفتار  
 کر لیا جن میں دوسو سندھی سپاہی بھی ضایع ہوئے۔ طرفین میں ایک  
 شبانہ روز جنگ قائم رہی لیکن آخر کار ۲۶ محرم ۹۵۹ ہجری کو سندھیوں  
 نے شکست کھائی اور میرزا جانی نے دریائے سندھ کے کنارہ ایک مقام  
 پر جس کے چاروں طرف وکیل تھے قیام کیا اور ایک حصہ اپنے گروہ باندھیا  
 خانخاناں بھی حریف کے بالکل مقابل فروکش ہوا اور ہر چل تقسیم کئے  
 دو ماہ کامل طرفین سے ایک جماعت میدان جنگ میں آئی تھی اور سپاہی  
 قتل ہوتے تھے۔ سندھیوں نے ہر چار طرف سے غلہ اور اذوقہ کی اور  
 کے راستہ بند کر دیے اور خان خاناں کے لشکر میں ایسا قحط نمودار ہوا کہ

روٹی کی قیمت جان سے زیادہ گراں ہو گئی۔ میرزا عبد الرحیم نے مجبور ہو کر وہاں سے کوچ کیا اور ٹھٹھہ کے قریب پرگنہ جوان میں مقیم ہوا۔ عبد الرحیم نے اپنے جن ملازمتوں کو سہوان کے محاصرہ کے لئے روانہ کیا تھا میرزا جانی ان کو کم قوت سمجھ کر ان پر حملہ آور ہوا خان خانان نے اپنے سپہ سالار مسیحی دولت خاں کو دعویٰ کو ایک لشکر کے ساتھ اس جماعت کی مدد کو روانہ کیا فقیرین میں خونریز لڑائی ہوئی اور میرزا جانی شکست کھا کر دریا کے کنارہ موضع ارسول میں مقیم ہوا اور اپنے گھر و ایک حصہ بھینچ دیا خان خانان نے دونوں طرف سے محاصرہ کر لیا اور سر روز جنگ ہونے لگی اس دفعہ اہل سندھ زندگی سے تنگ آ گئے اور غلہ گے نہ ہونے سے اونٹ اور گھوڑے کے گوشت پر ان کی زندگی بسر ہونے لگی۔ میرزا جانی نے یہ حال دیکھ کر خان خانان کو یہ پیغام دیا کہ میں بادشاہ کی ملازمت کا دل سے خواہاں ہوں مجھے تھوڑے دنوں کے لئے ہلیت دو میں تین ماہ کے بعد درگاہ شاہی کو روانہ ہوں گا عبد الرحیم نے اسکی التجا قبول کی اور میرزا جانی کی دختر کا نکاح اپنے فرزند میرزا ایرج سے کر دیا۔ برسات کا موسم گزرنے کے بعد عبد الرحیم نے سہوان ٹھٹھہ اور دیگر بلاد سندھ پر قبضہ کیا اور میرزا جانی کے ہمراہ سندھ میں بادشاہ کے حضور میں پہنچ گیا۔ میرزا جانی اکبری امرائے گروہ میں داخل کیا گیا اور عبد الرحیم خان خانان مراتب اعلیٰ پر فائز ہوا اور اسی زمانہ سے مملکت سندھ بادشاہ دہلی کے قلمرو میں داخل ہوئی اور زمینداروں کا کوئی اقتدار باقی نہ رہا۔

سلطان محمود بھکری سلطان محمود سفاک اور مجنوں تھا مہمونی خطا پر انسان کو قتل کرتا تھا۔ جلال الدین اکبر بادشاہ نے میرزا خلیفہ کے فرزند کو جو بھکر تسخیر کر سب سے پر مامور کیا۔ محب علی نے مہم پر بھکر سوا قلعہ بھکر کے نصف ملک پر قبضہ کر لیا۔ سلطان محمود نے پریشان ہو کر ایک عرصہ بادشاہ کے حضور میں روانہ کیا جس کا مضمون یہ تھا کہ سوا محب علی نکاح جس شخص کو حکم ہو میں اسے قلعہ بھکر حوالہ کروں۔ اکبر بادشاہ نے گیو خاں

اس مہم پر روانہ کیا لیکن گیسو خاں کے ورود سے پیشتر ہی سلطان محمود نے اپنی طبیعت سے وفات پائی۔ گیسو خاں نے ۹۸۱ھ ہجری میں بلا کسی مزاحمت کے قلعے پر قبضہ کر لیا سلطان محمود نے بیس سال حکومت کی۔

---



## نواں مقالہ

### سلاطین ملتان کے حالات

ناظرین کو معلوم ہو کہ بلدہ ملتان میں ظہور اسلام کی ابتدا محمد قاسم کے زمانہ سے ہوتی ہے محمد قاسم کے بعد سے سلطان محمود غزنوی کے عہد تک ملتان کا حال کسی تاریخ میں مرقوم نہیں ہے اور نہ افواہ عام میں اس ملک کے بابت کوئی روایت سنائی دیتی ہے ترجمہ تاریخ یحییٰ میں صرف اس قدر لکھا ہے کہ سلطان محمود غزنوی نے ملاحہ کو شکست دیکر ملتان پر قبضہ کیا اور یہ شہر عرصہ تک خاندان غزنویہ کی سلطنت میں شامل رہا۔ دولت غزنویہ میں آثار زوال پیدا ہونے کے بعد بلا د ملتان پر دوبارہ قرامطہ کا قبضہ ہو گیا۔ سلطان معز الدین محمد سام نے پھر ملتان پر قبضہ کیا اور شہر ہجری تک یہ شہر سلاطین دہلی کے زیر حکومت رہا جس زمانہ میں کہ ہندوستان میں طائف الملوکی پہلی اسی وقت سے ملتان کا حاکم بھی خود مختار ہو گیا اور شہر پر شاہان دہلی کی حکومت نہ رہی جس کے بعد چند فرمانرواؤں نے یکے بعد دیگرے اس ملک پر حکومت کی۔

شیخ یوسف قریشی جب سلطان محمد بن محمد شاہ بن فرید شاہ بن مبارک شاہ کی حکومت میں بن خضر خاں دہلی کا فرمانروا ہوا اور ارکان دولت میں عظیم الشان خلل پیدا ہوا اسی وقت ملتان پر قندھار غزنی اور کابل کے منقل فرمانرواؤں نے حملے کر کے ملک کو برابر تباہت و تاراج کیا۔ ملتان کا کوئی حاکم مستقل نہ دیکھ کر اہل شہر ایک جگہ جمع ہوئے اور تعین حاکم کے بابت مشورہ کیا۔ چونکہ حضرت غوث الزمانی بہاء الدین ذکر یا ملتانی رحمۃ اللہ علیہ کے خاندان عالی شان کی وقعت اور بزرگی اس سے بامبر ہے کہ اس کی شرح کی جائے اس لئے اشرف اور اکابر شہر نے شیخ یوسف قریشی کو جو حضرت شیخ کی خانقاہ کے متولی اور روضہ مبارک کے مجاور تھے حکومت کے لئے انتخاب کیا۔ عرصہ ہجری میں شیخ یوسف کی حکمرانی کا اعلان کر کے ملتان اور اوچہ اور اس کے نواح میں منبروں پر ان کے نام کا خطبہ پڑھا گیا۔ شیخ یوسف نے بھی اپنے خاندان عالی شان کی وقعت اور بزرگی کا لحاظ کر کے تمام اہالی ملتان پر لطف و عنایت کیا اور رعایا کو اپنی طرف سے مطمئن کر کے زمینداروں کے قلوب اپنے ہاتھ میں لے لئے۔ رائے سہرہ نے جو افغانوں میں لشکار کا سردار اور قصبہ سوئی اور اس کے نواح کا جاگیردار تھا شیخ یوسف کو یہ پیغام دیا کہ میں سلسلہ عالمیہ بھائیہ کا پیشینی مرید اور عقیدت مند ہوں تاہم میرے لاندہ نوں مملکت دہلی میں فتنہ و فساد برپا ہے اور سلطان بہلول کو دی نے دہلی میں اپنے نام کا خطبہ و سکہ جاری کیا ہے مناسب ہے کہ قوم لشکارہ کا دل آپ ہاتھ میں آلیں اور اس نیاز مند کو اپنا ایک لشکر ہی تصور فرمائیں تاکہ وقت پر میں بھی خاطر خواہ جان نثاری کر سکوں اور بالفعل اپنے عقیدہ کو اور زیادہ مستحکم کرتا ہوں اور اپنی دختر کو آپ کے حوالہ عقد میں دیکر حضرت کو اپنی دامادی میں قبول کرتا ہوں۔ شیخ یوسف اس امر سے بہت خوش و خرم ہوئے اور رائے سہرہ کی دختر کو سلطان کے طریقہ کے مطابق اپنے حوالہ عقد میں لے آئے۔ رائے سہرہ بھی بھی

اپنی بیٹی کو دیکھنے کے لئے قصبہ سوئی سے ملتان آتا اور شیخ یوسف کے لئے بہترین تحائف اپنے ہمراہ لاتا تھا لیکن شیخ یوسف احتیاط کی وجہ سے ان تحائف کو قبول نہیں کرتے تھے محض اس خیال سے کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ رائے سہرہ شہر ملتان میں بود و باش اختیار کر لے۔ رائے سہرہ خود شہر کے باہر چھوٹا سا مکان پر آتا تھا۔ ایک دن رائے سہرہ اپنے تمام حاشیہ نشینوں کو ساتھ لے کر ملتان روانہ ہوا اس کا ارادہ یہ تھا کہ مکہ و جدیلہ سے شیخ کو گرفتار کر کے خود حاکم ملتان ہو جائے۔ رائے سہرہ نواح ملتان میں پہنچا اور شیخ یوسف قریشی کو پیغام دیا کہ اس مرتبہ تمام قوم نگاہ اپنے ہمراہ لانا ہوں تاکہ حضور میری جمعیت کو ملاحظہ فرما کر ہمارے حسب حیثیت ہم کو کوئی خدمت سہرہ فرمائیں۔ شیخ یوسف گردش زمانہ سے بے خبر تھے انھوں نے رائے سہرہ کا پیغام بخوشی خاطر قبول کیا۔ نماز ادا کرنے کے بعد رائے سہرہ ایک خدمتگار کو ساتھ لے کر اپنی دختر کو دیکھنے کے لئے آیا اور خدمتگار کو یہ فہمائش کردی کہ مکان کے ایک گوشہ میں ایک بکری ذبح کر کے اس کا خون ایک پیالہ میں بھر کر لے آوے خدمتگار نے حکم کی تعمیل کی اور رائے سہرہ نے فوراً وہ خون نوش جان کیا تھوڑی دیر کے بعد رائے سہرہ نے مکہ و فریب سے جلانا شروع کیا کہ اس کے پیٹ میں درد ہے یہ پیچ پکار ہر لمحہ ترتی کرتی گئی اور اسی رات گزرنے کے قریب رائے سہرہ نے شیخ یوسف کے وکیلوں کو وصیت کے یہاں سے اپنے پاس بلایا اور ان صاحبوں کے روبرو خون کی قے کی۔ اسی وصیت کے اثناء میں اپنے عزیزوں اور قرابت داروں کو جو بیروں شہر قہم تھے و داعی کلمات کہنے کے لئے اپنے پاس بلایا۔ شیخ یوسف کے وکلاء سہرہ کو قریب الموت سمجھے تھے ان لوگوں نے بیرونی اشخاص کا آنا خلاف مصلحت نہ سمجھ کر خاموشی اختیار کی۔ مختصر یہ کہ اکثر لوگ رائے سہرہ کے گرد جمع ہو گئے اور رائے سہرہ نے حکمرانی کے ارادے سے

بستر بیماری پر سے سر اٹھایا اور اپنے معتد ملازموں کو دروازوں کی  
حراست اور نگہبانی پر مقرر کیا اور ان کو تاکید کر دی کہ شیخ یوسف کے  
ملازم قلعے سے باہر نہ جانے یا وہیں رہے۔ اسے سہرہ یہ انتظام کر کے شیخ یوسف  
کی خوابگاہ میں آیا اور ان کو گرفتار کر لیا۔

قطب الدین لنگاہ رائے سہرہ نے شیخ یوسف کو گرفتار کر کے اپنے کو  
کی سلطنت سلطان قطب الدین لنگاہ کے نام سے ملتان کا فرمانروا

مشہور کیا اور ملک میں اپنے نام کا خطبہ و سکھ جاری کیا  
اہل ملتان اس کی حکومت سے راضی ہو گئے اور شیخ یوسف کو اسی دروازے  
سے جو حضرت شیخ الاسلام ملتانی رحمۃ اللہ علیہ کی مزار مبارک کے جانب  
شمال واقع ہے شہر بدر کر کے ان کو دہلی روانہ کر دیا اور حکم دیا کہ وہ  
دروازہ پنجتہ اینٹوں سے چُن دیا جائے چنانچہ لوگ کہتے ہیں کہ دروازہ  
مذکور اس زمانے تک جو شہر لنگاہ بھری ہے اسی طرح سدود ہے۔  
شیخ یوسف دہلی پہنچے اور سلطان بہلول کو دیئے ان کی بیعت و تعظیم کر کے  
اپنی دختر شیخ صاحب کے فرزند شیخ محمد اللہ کے عقد میں دیدی بہلول کو  
شیخ یوسف کو ہمشہ وعدہ امداد سے خوش اور مسرور کیا کرتا تھا قطب الدین  
لنگاہ نے خود مختاری کے ساتھ یہ اطمینان خاطر ملتان پر سولہ برس حکومت  
کر کے شہر بھری میں وفات پائی۔

حسین لنگاہ بن قطب الدین لنگاہ کی وفات کے بعد اعیان سلطنت  
قطب الدین نے اس کے فرزند اکبر کو حسین شاہ لنگاہ کا خطاب دیکر  
اسے اپنا فرمانروا تسلیم کیا اور اسے نواح میں حسین شاہ  
لنگاہ کے نام کا خطبہ و سکھ جاری ہوا حسین لنگاہ سید قابل اور جفاکش تھا  
اور اس کے صفات اس لائق تھے کہ خدا کی رحمت اس پر نازل ہو۔  
اس بادشاہ کے زمانہ میں علم و فضل کی ترستی اور قدر رہی حسین لنگاہ نے  
اپنے ابتدائی عہد معدلت میں قلعہ شور پور چڑھائی کی۔ اس زمانہ میں غازی خاں  
قلعہ شور کا حاکم تھا۔ غازی خاں کو معلوم ہوا کہ حسین شاہ قلعہ کی تعمیر کیلئے

آ رہا ہے غازی خاں نے سامان جنگ درست کیا اور قلعہ سے نکل کر دس کوس کے فاصلہ پر حسین شاہ لنکاہ کے مقابلہ میں صف آرا ہوا۔ غازی خاں نے معرکہ جنگ میں مردانگی کے جوہر دکھائے لیکن آخر کار راہ فرار اختیار کی اور بجائے قلعہ شور کے بہرہ روانہ ہو گیا۔ غازی خاں کے زین و فرزند قلعہ شور میں مقیم تھے ان لوگوں نے قلعہ کو مضبوط اور مستحکم کر کے دشمن کی مداخلت کی اور ہر وقت اس امر کی منتظر رہتے تھے کہ غازی خاں کے امیر بہرہ جینیوب اور خوشاب پر حکمراں ہیں ان کی امداد کریں گے۔ محاصرہ کو بیچد طول ہوا اور یہ لوگ امداد دینے سے بالکل مایوس ہو گئے اور آخر کار جان کی امان طلب کر کے قلعہ حسین لنکاہ کے سپرد کر دیا اور خود بہرہ روانہ ہو گئے۔ حسین شاہ لنکاہ نے چند روز قلعہ شور میں قیام کر کے وہاں کا انتظام کیا اور اس کے بعد قصبہ جینیوب روانہ ہوا یہاں کے داروغہ ملک باجھی کنکر نے چند روز تو اپنے عزت و ناموس کے خیال سے موافقت کی لیکن آخر کار امان حاصل کر کے اس نے بھی صدارت حسین لنکاہ کے سپرد کر دیا اور خود بہرہ روانہ ہوا شاہ حسین لنکاہ سسرحد کا انتظام کر کے ملتان واپس آیا اور چند روز آرام کر کے کوٹکر روانہ ہوا اور اس نواح کو قلعہ دہنکوٹ اپنے قبضہ میں لایا۔

شیخ یوسف اکثر سلطان بہلول لودی سے اپنی فریاد رسی کی درخواست کیا کرتے تھے۔ حسین شاہ لنکاہ نے قلعہ دہنکوٹ کل سفر کیا اور بہلول لودی نے اس موقع کو غنیمت سمجھ کر اپنے فرزند باریک کو جس کا حال شاہان دہلی و جونپور کے ضمن میں بیان ہو چکا ہے ملتان فتح کرنے کے لئے نامزد کیا اور تاتار خاں لودی کو بھی پنجاب کے لشکر کے ساتھ باریک شاہ کے ہمراہ جانے کا حکم دیا۔ باریک شاہ اور تاتار خاں لودی جلد سے جلد ملتان روانہ ہوئے حسن اتفاق سے اسی زمانہ میں سلطان حسین لنکاہ کے چھٹی ہائی حاکم قلعہ کوٹکر ورنے اپنے کو شہاب الدین لنکاہ مشہور کر کے بادشاہ سے بغاوت کی حسین لنکاہ

اس فتنہ کو فرو کرنا اپنا اہم فریضہ سمجھا اور جلد سے جلد وہاں پہنچ کر سلطان شہاب الدین کو زندہ گرفتار کر کے اسے پایہ زنجیر کر دیا۔ اسی دوران میں اخبار رسائون نے بادشاہ کو اطلاع دی کہ بابر بک شاہ اور تاتار خاں ملتان کے نواح میں مصلائے عید کے قریب جو عالی شہر میں واقع ہے مقیم اور اسباب قلعہ کشائی کے فراہم کرنے میں کوشاں ہیں۔ حسین شاہ لنگاہ اسی شب دریا سے سندھ سے سفر کر کے قلعہ ملتان میں وارد ہوا اور اسی وقت اپنی تمام فوج کو جمع کر کے پاہیوں سے کہا کہ تمام اہل لشکر سے شمشیر زنی کی اسید رکھنا بیکار ہے یا بیوقوف میں اکثر ایسے اشخاص بھی ہوتے ہیں جن کو اہل و عیال کی محبت زیادہ ہوتی ہے اور یہ لوگ اگرچہ متصلتا شمشیر زنی نہیں کرتے لیکن حصار داری اور لشکر میں اضافہ کرنے کی تدبیر یا کسی طرح کے اور مفید کام کر سکتے ہیں۔ اس تمہید کے بعد حسین شاہ لنگاہ نے کہا کہ جو شخص بلا کسی تکلیف کے معرکہ آزائی پر آمادہ ہو صبح کو شہر سے باہر چلا جائے اور بقیہ سپاہی حفاظت حصار کا کام انجام دیں بادشاہ کی اس تقریر کے مطابق دس یا بارہ ہزار سوار اور پیادے دشمن سے جنگ آزمائی کرنے کے لئے تیار ہوئے۔ بادشاہ نے طیل جنگ بھجوا یا اور شہر سے باہر نکل کر اہل فرہی کے مقابلہ میں صف آرا ہوا بادشاہ فریضہ کے سامنے اتار دہ ہوا اور حکم دیا کہ تمام سوار پیادہ ہو جائیں حسین شاہ لنگاہ پہلے خود گھوڑے سے اترا اور سپاہیوں کو حکم دیا کہ سب بیکارگی سے عد و شیر دشمن پر چلائیں چونکہ پہلے ہی مرتبہ بارہ ہزار تیر خانہ کمان سے نکلے دشمن کی فوج میں ایک عظیم الشان ترنزل اور اضطراب پیدا ہوا اور دوسری مرتبہ ادھر ادھر منتشر ہوئے اور تیسری دفعہ میدان جنگ سے فراری ہوئے اور دشمن کا خوف اس قدر غالب ہوا کہ اثنائے فرار میں قلعہ شور تک پہنچے لیکن اس پر بھی انھوں نے حصار کی طرف توجہ نہ کی قلعہ جینیو ب تک برابر چلے گئے اس فتح سے بے شمار ایاب

اہل ملتان کے ہاتھ آیا۔ باریک شاہ اور تارخاں قلعہ جینوت پہنچے اور حسین شاہ لنگاہ کے تھانہ دار کو قول و قرار کر کے قلعہ سے باہر بٹھا لیا لیکن بد عہدی کر کے اسے تہ تیغ کیا حسین شاہ لنگاہ اس فتح کو اتنی بڑی نعمت سمجھا کہ اس نے قلعہ جینوت کا مطلق خیال نہ کیا اسی دوران میں ملک نہراب دو والی پر گزم جو اسماعیل خاں اور فتح خاں کا باپ تھا مع اپنی قوم روہیلہ کے کچھ اور مکران کے نواح سے حسین شاہ لنگاہ کی خدمت میں پہنچا۔ حسین شاہ لنگاہ ملک سہراب بلوچ کا اپنے پاس آنا بہت مبارک سمجھا اور قلعہ کوٹ کرور سے حصار دہنکوٹ تک تمام حصہ ملک الکی جاگس میں دیدیا۔ اس خبر کو شکر بہت سے بلوچ اپنے ملک بلوچستان کے حسین لنگاہ کی خدمت میں حاضر ہو گئے حسین شاہ لنگاہ کی جمعیت روز بروز زیادہ ہونے لگی اور اس نے بقیہ ملک کا بھی وہ حصہ جو دریائے سندھ کے ساحل پر واقع ہے بلوچیوں کو جاگیر و تنخواہ میں عطا کیا رفتہ رفتہ سینت پور سے وینکوٹ تک سارا حصہ بلوچستان کے قبضہ میں آگیا۔

اسی زمانہ میں جام بانہید اور جام ابراہیم جو قبیلہ سہیبہ کے سردار تھے حاکم سندھ جام نندا سے رنجیدہ ہو کر حسین لنگاہ کی خدمت میں حاضر ہوئے اس اجمال کی تفصیل یہ ہے کہ ٹھٹھ اور بکر کے درمیان کا تمام حصہ ملک قدیم زمانہ سے قوم سہیبہ کے جو اپنے کو جمشید کی نسل کہتے تھے زیر حکومت تھا چونکہ یہ قوم شجاعت اور مردانگی میں تمام قبائل سندھ سے ممتاز ہے اور جام نندا خود اسی قوم کا ایک فرد اور آل حشد ہونے کا مدعی تھا ہمیشہ اپنے برادران قوم سے خائف رہتا تھا۔ اتفاق سے قوم سہیبہ کے سرداروں میں دشمنی پیدا ہوئی اور جام نظام الدین نے اس امر کو اپنے لئے ایک نعمت سمجھ کر جام بانہید اور جام ابراہیم دونوں حقیقی بہائیوں کے مخالفین کا ساتھ دیا اور اسی بنا پر یہ ہردو براور جام نندا کے کشیدہ خاطر ہو کر حسین لنگاہ کے دامن میں

پناہ گزین ہو گئے حسین شاہ لنکاہ نے جام بایزید کو ولایت شور اور جام  
ابراہیم کو شہر اوچہ جاگیر میں عطا فرمایا۔  
جام بایزید صاحب علم و فضل تھا اور ہمیشہ اہل علم کی صحبت میں  
زندگی بسر کرتا تھا اس کا قاعدہ تھا کہ اس نواح میں جو شخص صاحب فضل و  
کمال ہوتا یہ اس کے حال پر مہربانی کرتا کہ فاضل مذکور اس کی عنایتوں کا  
ممنون ہو کر جام بایزید کے دربار کا مستقل خوشہ چین ہو جاتا تھا کہ جس  
کہ جام بایزید اس قدر اہل علم کا شیدائی تھا کہ شیخ جمال الدین قریشی کو جو شیخ  
عالم قریشی کے اولاد میں تھے اور جنہوں نے خراسان میں قیام کر کے مختلف  
علوم میں کمال حاصل کیا تھا باوجود اس ظاہری کے عقل ہو جانے کے  
وزیر سلطنت مقرر کیا اور تمام مہمات ملکی شیخ مذکور کے سپرد کر کے خود اہل  
فضل و کمال کے ساتھ زندگی بسر کرتا تھا جام بایزید اس درجہ احکام الہی کا پابند  
تھا کہ ایک مرتبہ مالک شور میں ایک نئی عمارت تعمیر کر رہا تھا اتفاق سے  
زمین کے اندر ایک خزانہ برآمد ہوا جام بایزید نے اس دولت سے کمال احتیاط  
و نفرت کا اظہار کیا اور تمام خزانہ سلطان حسین لنکاہ کی خدمت میں روانہ کر دیا  
بادشاہ جام بایزید کی اس دیانت سے بیحد خوش اور اس کے اخلاص کا دل سے  
مدح خواں ہو گیا۔

سلطان بہلول لودھی نے وفات پائی اور سلطان سکندر دہلی کا  
فرمانروا ہوا۔ سلطان حسین لنکاہ نے ایک تضریت و تہنیت نامہ مع تحائف  
اور مہربوں کے قاصدوں کی معرفت سلطان سکندر کی خدمت میں روانہ  
کر کے صلح اور یگانگت کی بنیاد رکھنی چاہی سلطان سکندر خود ایک پابند شریعت  
فرمانروا تھا اس نے حسین شاہ لنکاہ کا معروضہ قبول کیا اور اسی میں مصلحت  
سمجھا کہ طرفین ایک دوسرے سے اتحاد اور برادری سلوک کر کے آپس میں  
خیر خواہی سے کام لیں اور کسی فریق کی فوج اپنی حد سے تجاوز کر کے  
دوسرے کو نقصان نہ پہنچائے اور فریقین میں سے جس کو بھی امداد اور اعانت  
کی ضرورت ہو دوسرا اس میں دریغ نہ کرے۔ عہد نامہ ان شرائط پر



لکھا گیا اور امرا اور اعیان ملک کی مہر میں اس پر ثبت ہوئیں سلطان سکندر نے ملتان کی قاصدوں کو خلعت و بیکہ رخصت کیا۔ بعض لوگ یہ بھی روایت کرتے ہیں کہ سلطان حسین منظر شاہ گجراتی سے بھی دوستی اور یگانگی کی طرح ڈالی طرفین سے رسل و رسائل کی رسم جاری ہوئی اور ایک مرتبہ سلطان حسین لنکاہ نے قاضی محمد نام ایک شخص کو جو فضل و کمال سے آراستہ تھا قاصد بنا کر سلطان منظر کی خدمت میں روانہ کیا حسین شاہ لنکاہ نے قاضی کو فہمائش کر دی کہ رخصت ہوتے وقت سلطان منظر سے درخواست کرنا کہ اپنے ملازمین کو تمھارے ہمراہ کر کے اپنے مکانات کی تعمیر کو سیر کرائے۔ سلطان حسین کا مدعا یہ تھا کہ سلاطین گجرات کے مذاق طبیعت کے موافق ان کے قصور کے طرز عمارت پر نحوہ بھی ایک مکان ملتان میں تعمیر کرے قاضی محمد گجرات پہنچا اور اس نے تحائف اور ہدیے پیش کر کے رخصت کے وقت بادشاہ کے حکم سے منازل سلطان کی سیر کرنے کی درخواست کی۔ سلطان منظر نے اپنے خدمت گاروں کو قاضی محمد کے ہمراہ کر دیا اور اس طرح گجرات کے تمام منازل شاہی کی سیر کر لی۔ قاضی محمد گجرات سے ملتان واپس آیا اور جواب پیغام ادا کرنے کے بعد اس نے ارادہ کیا کہ گجرات کی عمارتوں کی خوبیوں کا کچھ حال بھی بیان کرے قاضی محمد نے بادشاہ سے کہا کہ گجراتی مہتروں کی خوبی بیان کرنے سے زبان قاصر ہے حضور اس دعا گو کی گستاخی معاف فرمائیں اگر تمام مملکت ملتان کا یکساںہ خراج اس طرح کی صرف ایک عمارت کے تعمیر کرانے میں صرف کر دیا جائے تو بھی احتمال ہے کہ عمارت تمام بھی ہوگی یا نہیں۔ حسین شاہ اس گفتگو سے سچہ ملول ہوا عماد الملک تو ملک نے جو منصب وزارت پر فائز تھا جرات کر کے بادشاہ سے عرض کیا کہ اقبال شاہی روز افزوں باد حضور کے حزن و ملال کا سبب کیا ہے حسین شاہ نے جواب دیا کہ شاہی کا لفظ تو میرے نام کا جزو ہو گیا ہے لیکن حقیقتاً میں اس مرتبہ کی رفعت و شان سے محروم ہوں اور اس حرمان نصیبی کے باوجود بھی روز قیامت میرا حشر گرہ ڈالان میں ہو گا عماد الملک نے جواب دیا کہ

بادشاہ کو اس خیال پر رنجیدہ نہ ہونا چاہئے خدا نے ہر ملک کو ایک خاص خوبی کے ساتھ مخصوص فرمایا ہے جو دوسرے ممالک میں نادر الوجود ہے اگر گھرات دکن - مالوہ اور بنگالہ کے ممالک زرخیز ہیں اور وہاں اسباب عیش و عشرت آسانی اور خوبی کے ساتھ حاصل ہو سکتے ہیں تو خاکِ ملتان مردِ خیر ہے ظاہر ہے کہ بزرگانِ ملتان جس سرزمین میں گئے معزز و محترم رہے خدا کا شکر ہے کہ حضرت شیخ الاسلام بہاء الدین ذکر یا ملتان رحمتہ اللہ علیہ کے خاندان عالی شان میں شہرِ ملتان کے اندراب بھی ایسے بزرگ موجود ہیں جو بہلول شاہ لودھی کے معزز مہمان اور اس کے سہمدہی شیخ یوسف سے ہر طرح پر بہتر و افضل ہیں اسی طرح طہقہ بخاریہ میں چند بزرگ افرادِ ملتان میں ایسے موجود ہیں جو ظاہری اور باطنی کمالات میں حاجی عبدالوہاب پر فضیلت رکھتے ہیں اسی طرح فرقہ علما میں مولانا فتح اللہ اور ان کے شاگرد رشید مولانا عزیز اللہ بھی خاکِ پاکِ ملتان سے پیدا ہوئے ہیں اور ان بزرگوں کے وجود پر سارا ہندوستان فخر کر رہا ہے - اور میری گفتگو مباغہ یا بیڈیاں سرائی نہیں ہے بلکہ حقیقت پر مبنی اور بالکل مطابق واقعہ ہے عماد الملک نے اس طرح کی تقریر سے بادشاہ کی کدورت رفع کی اور حسین شاہ لنگاہ بنشاش اور خوش ہو گیا - سلطان شاہ سجد بوٹھا ہوا اور اس نے اپنے فرزند بزرگ فیروز خاں کو فیروز شاہ کا خطاب دیکر خطبہ اس کے نام کا جاری کیا اور خود گوشہ عافیت میں بیٹھ کر عبادت الہی میں مصروف ہوا - عماد الملک تو یک بدستور سابق وزیر سلطنت رہا -

فیروز شاہ بن فیروز شاہ لنگاہ ناچرخہ کار تھا اور قوت غضب اس کے حسین لنگاہ تمام اعضا پر مسلط تھی اس کے علاوہ جو دوستا سے بھی اسے واسطہ نہ تھا فیروز شاہ لنگاہ بلال ولد عماد الملک پر جو اس سے ہر طرح افضل اور جملہ کمالات سے آراستہ تھا ہمیشہ حد کیا کرتا تھا فیروز شاہ لنگاہ نے ایک مرتبہ اپنے ایک غلام سے کہا کہ بلال اموال بادشاہی پر قبضہ کر کے اپنے تصرف میں لاتا ہے اور اس کا دنی و

یہ ہے کہ ملک میں فتنہ و فساد برپا کرے اور لوگوں کو اپنا رفیق کار بنیا کر حکومت کی باگ اپنے ہاتھ میں لے لے۔ یہی خواہی کا نقاضہ یہ ہے کہ تم اس فتنے کو پیدا ہونے سے قبل ہی فرو کر دو۔ ناعاقبت اندیش نے بلال کے قتل کا بیڑہ اٹھایا اور موقع اور وقت کا منتظر رہا۔ اتفاق سے ایک روز بلال سیر دریا کر کے شہر کو واپس آ رہا تھا شاہی غلام نے کہیں گاہ سے ایک تیر اس کے سینہ پر مارا جو پشت سے گزر گیا اور بے گناہ بلال وہیں ٹھنڈا ہو گیا۔ عماد الملک نے چند ہی روز کے بعد فیروز شاہ لنکاہ کو زہر دے کر اپنے فرزند کا انتقام اس سے لیا۔ شاہ حسین لنکاہ پر چڑھائے میں یہ مصیبت نازل ہوئی اور اپنے بیٹے کی جو انا مگی پر زار زار رویا حسین شاہ لنکاہ نے ملک کی حفاظت مقدم سمجھ کر عنان حکومت دوبارہ اپنے ہاتھ میں لی اور اسی ضمن میں ارادہ کیا کہ اپنے فرزند کا انتقام عماد الملک سے لے بادشاہ نے اپنے نام کا خطبہ جاری کر کے محمود خاں بن سلطان فیروز کو اپنا ولی عہد مقرر کیا عماد الملک بدستور سابق وزیر سلطنت رہا اور بادشاہ نے اپنی ولی کہ ورت کو قطعاً اس پر ظاہر نہ ہونے دیا۔ چند روز کے بعد حسین شاہ لنکاہ نے جام بایزید کو خلوت میں بلایا اور اس سے کہا کہ تم حقیقت واقعہ سے واقف ہو اور میرے درد دل سے آگاہ ہو ایسی تدبیر کیوں نہیں کرتے کہ میں اس نمک حرام عماد الملک سے انتقام لے کر اپنے سینہ کی آگ کو بجھاؤں جام بایزید نے اس کام کا بیڑہ اٹھایا اور بادشاہ نے رخصت ہو کر باہر آیا اور لشکرواپنے لشکر میں منادی کرا دی کہ بادشاہ نے تم سے سامان حرب طلب کیا ہے صبح کو تمام سپاہی ساز و سامان سے آراستہ ہو کر مکان پر حاضر ہوں غرض کہ صبح کے وقت جام بایزید اپنے گروہ کے ساتھ مسلح ہو کر دولت خانہ شاہی پر حاضر ہوا بادشاہ نے عماد الملک سے کہا کہ وہ جا کر جام بایزید کا سامان ضروری معائنہ کرے جام بایزید نے اسی وقت اپنے کارگردہ ملازموں کو حکم دیا اور انھوں نے عماد الملک کو پابند زنجیر کر دیا۔ حسین شاہ لنکاہ نے

اسی وقت جام بایزید کو عہدہ وزارت عطا کیا اور اس کے علاوہ محمود خاں بن فیروز کا اتالیق بھی اسی کو مقرر کر دیا چند روز کے بعد حسین لنکاہ نے ۲۶ صفر بروز شنبہ ۸۹۷ ہجری پاکستانہ ہجری میں وفات پائی اس بادشاہ نے چونتیس سال حکومت کی۔

صاحب طبقات بہادر شاہی نے اس مقام پر چند غلطیاں کی ہیں ایک یہ کہ اس نے محمود خاں کو شاہ حسین لنکاہ کا فرزند بتایا ہے دوسرے یہ کہ سلطان فیروز کے جلوس کو محمود خاں کے بعد تحریر کیا ہے۔ اس مولف نے فیروز شاہ کو محمود شاہ کا بھائی قرار دیا ہے حالانکہ حقیقت میں محمود شاہ فیروز شاہ کا فرزند ہے اور نیز یہ کہ محمود خاں فیروز شاہ بن حسین شاہ لنکاہ کے بعد تخت حکومت پر جلوس کیا۔

محمود شاہ لنکاہ حسین شاہ لنکاہ نے وفات پائی اور دوسرے دن یعنی تائیس صفر کو جام بایزید نے امر اور ارکان دولت کے اتفاق رائے سے حسین شاہ کی وصیت کے مطابق محمود شاہ کو بادشاہ تسلیم کیا محمود شاہ خرد سالی کی وجہ سے کمیتہ پرور بن گیا اور او باش و ستلمہ مزاج اشخاص کو اپنے گرد جمع کیا اور اس کا سارا وقت ہنسی مذاق میں گزرتا تھا۔ اس طرز عمل کا نتیجہ یہ ہوا کہ اشراف اور اعیانہ ملک نے بادشاہ کی مجلس سے کنارہ کشی اختیار کی او باشوں اور کمینہ طبیعت اشخاص نے محمود شاہ پر قابو یا لیا اور اب وہ اس فکر میں ہو کہ بادشاہ کو جام بایزید سے منحرف کریں ان اشخاص نے اپنی اپنی تدبیریں شروع کیں اور جام بایزید نے بارہا ہم خبر سنی اور اپنے مکان پر جو دریا کے کنارے ملتان سے ایک کوس کے فاصلے پر تعمیر اور آباد کیا گیا تھا مہمات سلطنت کو انجام دینے لگا اور شہر میں آنا بالکل ترک کر دیا۔ انھیں واقعات کے درمیان میں ایک روز جام بایزید نے بعض قصبات کے خود مہر لوگوں کو ادائے مال کے لئے طلب کیا ان مقدموں میں سے بعض نے ہمت نہ کی اور جام بایزید کے

حکم سے ان کے سر کے بال منڈوا کر ان کو چھپرے سوار کر کے شہر میں انکی  
 تشہیر کرائی گئی۔ غمازوں کو موقع مل گیا اور انھوں نے سلطان محمود  
 شہنشاہ کو کہا کہ جام بایزید کا دست سیاست اب بعض ملازمین خاصہ تک پہنچ  
 رہا ہے بایزید خود دیوان خانے میں نہیں حاضر ہوتا بلکہ اپنے فرزند عالم خاں  
 کو اپنے عوض بھیجتا ہے صلاح دولت یہ ہے کہ اس دیوانہ خانے میں  
 عالم خاں کی توہین کی جائے۔ عالم خاں مرد عاقل اور حسن صورت میں  
 اپنے ہم جنسوں میں ممتاز تھا۔ ایک روز سلام کے لئے سلطان محمود کی  
 بارگاہ میں حاضر ہوا اور حاضرین دربار میں سے ایک شخص نے اس سے  
 دریافت کیا کہ فلاں مقدم سے کیا ایسی تقصیر ہوئی کہ جام بایزید نے  
 ان کا سر منڈوا کر اس کی توہین کی انصاف کا تقاضہ یہ ہے کہ اس حرکت  
 کے عوض میں تمھارے سر کے بال بھی تراشے جائیں۔ عالم خاں نے  
 اس قسم کی گفتگو کبھی نہ سنی تھی اس شخص کو جواب دیا کہ بد بخت تیری  
 یہ مجال نہیں ہے کہ شاہی مجلس میں مجھ سے اس طرح کی گفتگو کرے  
 عالم خاں اپنے کلمات کو ختم بھی نہ کر چکا تھا کہ دس یا بارہ آدمی آکر اس  
 لپٹ گئے اور پہلی حرکت انھوں نے یہ کی کہ دستار عالم خاں کے سر پر  
 سے اتار لی عالم خاں نے اس حالت میں بڑی وقت کے ساتھ غلات  
 سے خنجر نکالا اور اپنا ہاتھ اٹھایا اتفاق سے خنجر کی نوک بادشاہ کی مثانی  
 میں جو ان ان بلوائیوں کے درمیان میں کھڑا ہوا تھا لگ گئی محمد شاہ  
 چلا کر زمین پر گر پڑا اور زخم سے بہت زیادہ خون جاری ہوا جو گر وہ کہ  
 عالم خاں سے دست و گریبان تھا بادشاہ کی طرف متوجہ ہوا عالم خاں  
 جھلا لنگ مار کر جان کے خوف سے سر بہ ہمت بھاگا دروازہ پر پہنچا اسے  
 معلوم ہوا کہ وہ مقفل ہے عالم خاں نے اپنی قوت سے دروازے کو  
 توڑا اور اپنے نوکر سے دستار اٹے کر سر پر باندھ لی اور اپنے مکان کے طرف  
 راہی ہوا۔

عالم خاں نے مکان پہنچ کر سارا ماجرا جام بایزید سے بیان کیا

جامہ بایزید نے کہا کہ اے فرزند تیری اس حرکت نے مجھ کو دونوں جہاں میں  
 شرمندہ کیا اب معاملہ ہاتھ سے جا چکا جلد سے جلد قلعہ شور کو روانہ ہوا اور  
 تمام لشکر کو جلد سے جلد یہاں روانہ کرتا کہ مجھ و شاہ کے سامان حرب  
 درست کرنے سے قبل جس طرح ممکن ہو سچے تک پہنچ جاؤں۔ عالم خاں  
 اسی وقت روانہ ہوا اور فوج کے پیچھے ہی جامہ بایزید نے طبل کوچ بجاایا  
 اور شور روانہ ہو گیا۔ مجھ و شاہ نے یہ خبر لشکر چند امیروں کو اس کے  
 تعاقب میں روانہ کیا۔ فریقین کی فوج ایک دوسرے کے نزدیک ہوئی  
 اور جامہ بایزید نے بھی قیام کر کے جنگ آزمائی شروع کی سپاہیوں نے  
 مردانہ وار کام کیا۔ لیکن آخر میں جامہ بایزید کو فتح ہوئی اور وہ شور روانہ  
 ہوا۔ قلعہ شور پہنچ کر بایزید نے بادشاہ اسکندر لودوی کے نام کا خط جاری  
 کیا اور بادشاہ کو ایک عریضہ لکھ کر اسے حقیقت حال سے اطلاع دی  
 بادشاہ اسکندر لودوی نے فرمان استمالت جامہ بایزید کے نام روانہ کیا  
 سکندر شاہ نے ایک دوسرا فرمان دولت خاں لودوی حاکم پنجاب کے  
 نام اس مضمون کا روانہ کیا کہ جامہ بایزید نے ہماری بارگاہ میں التجا کی ہے  
 اور اپنے ملک میں چارے نام کا خطبہ جاری کر دیا ہے تم اس کے  
 حال سے خبردار ہو اور اس کی اعانت اور امداد کو اپنا فریضہ سمجھو جس  
 وقت بایزید کو مدد کی ضرورت ہو فوراً اس کی اعانت کرو چند روز  
 کے بعد مجھ و شاہ لڑکاہ نے اپنا لشکر جمع کر کے قلعہ شور پر دھاوا کیا  
 جامہ بایزید مع عالم خاں کے اپنے لشکر کے ہمراہ قلعہ شور سے نکلا اور  
 چند کوس کے فاصلہ پر حریف سے جا ملا اور ایک خط دولت خاں لودوی  
 کے نام روانہ کر کے حقیقت حال سے اسے اطلاع دی۔ جامہ بایزید  
 اور مجھ و شاہ کی جنگ کا کچھ نتیجہ نہ نکلا تھا کہ دولت خاں لودوی امدادی  
 فوج ہراوے کر معرکہ کارزار میں پہنچ گیا۔ دولت خاں نے مجھ و شاہ  
 سے صلح کی گفتگو کی اور اس شرط پر صلح ہو گئی کہ جامہ بایزید اور مجھ و شاہ کے  
 درمیان دریائے راوی حد فاصل رہے۔ دولت خاں نے مجھ و شاہ کو

ملتان اور جام بائزید کو قلعہ شور واپس کیا لیکن باوجود اس کے کہ دولت خان کوادی کا ساجلیل القدر امیر درمیان میں پڑا تھا لیکن یہ صلح کچھ زیادہ دیر پانہ ہوئی انہیں واقعات کے درمیان میں (میر جگر زندہ برگز) میر عباد کر دینی مع اپنے دونوں فرزند میرزا شہید اور میر شہید کے سوئی سے ملتان وارد ہوا نظام الدین احمد بدیشی اپنی تاریخ میں لکھتا ہے کہ سب سے پہلے جس شخص نے ملتان میں مذہب شیعہ کو رواج دیا وہ بھی میر شہید ابن عباد الدین کر دینی ہے۔ نظام الدین نے اس قدر عبارت پر اکتفا کی ہے اور یہ نہیں بتایا کہ میر عباد کون شخص تھا اور اس کی اصل اور اس کا نسب کیا ہے اور نیز یہ کہ اس کے فرزند میر شہید کو ایسے عہد اور زمانے میں مذہب سب کی ترویج کا کس طرح موقع ملا۔ مختصر یہ کہ ملک سہراب دوائی سلاطین لڑکا کی بارگاہ میں بیحد معزز و مکرم تھا اس لئے میر عباد کر دینی یہاں قیام نہ کر کا اور اس نے جام بائزید کے واسن میں پناہ لی۔ جام بائزید نے کر دینی کی بیحد عزت اور وقعت کی اور اپنے ملک کا ایک حصہ جو اپنے خاصہ کے اخراجات کے لئے مخصوص کیا تھا میر عباد اور اس کے فرزندوں کی جاگیر میں دیا۔ جام بائزید فطرتاً ہی عابد و عارف اور محسن تھا علماء کے احوال سے واقفیت حاصل کرتا اور اہل علم و تقویٰ کی پرورش اور خاطر داری کرتا تھا بعض مورخین کہتے ہیں کہ جام بائزید فتنہ و فساد کے زمانہ میں علما اور صلحا کے لئے ضروریات زندگی کشتیوں میں لا کر شور سے ملتان روانہ کیا کرتا تھا جام بائزید کے احسانات اہل ملتان پر محبت اور بے دریغ رہتے تھے اس لئے اکثر اہل شہر نے ملتان کی سکونت ترک کر کے شور میں توطن اختیار کیا۔ ان بزرگوں میں بعض ایسے بھی تھے جن کو جام بائزید نے خود ملتان سے شور میں طلب کیا تھا جیسے مولانا عزیز اللہ جو مولانا فتح اللہ کے شاگرد و رشید تھے۔ جام بائزید نے مولانا عزیز اللہ کو خود طلب کیا اور جب مولانا شور کے قریب پہنچے تو جام بائزید نے ان کا

استقبال کیا اور بڑی عزت و حرمت کے ساتھ ان کو شہر میں لایا اور اپنی حرم سرا میں ان کے قیام کا انتظام کیا۔ جام یازید نے اپنے خدام سے کہا کہ مولانا کا ہاتھ دھلاؤ۔ یازید کے حکم کی تعمیل کی گئی اور یازید نے اس پانی کو حصول برکت سے لئے مکان کے چاروں گوشوں میں چھڑکوا دیا۔

جام یازید کیے وکیل شیخ جمال الدین قریشی ایک عجیب روایت کے ناقل ہیں اگرچہ اس حکایت کو نفس واقعات سے کوئی تعلق نہیں ہے لیکن حصول عبرت کے لئے حوالہ قلم کرتا ہوں۔

کہتے ہیں کہ مولانا عزیز اللہ شورتشرف لائے اور جام یازید نے اندازہ سے کہیں زیادہ مولانا کی تعظیم و تکریم کی۔ جام یازید مولانا کو اپنی حرم سرا میں لے گیا اور اپنی کتینوں کو حکم دیا کہ مولانا کی خدمت گزاری کریں شیخ جمال الدین قریشی نے ازراہ مستحکم ایک شخص کو مولانا کے پاس بھیجا اور بتیام دیا کہ جام یازید نے دعا کی ہے اور عرض کیا ہے کہ ان کتینوں کے حضور میں روانہ کرتے کا منشا یہ ہے کہ چونکہ مولانا یہاں تنہا تشریف لائے ہیں اس لئے ان میں سے جس کو چاہیں اپنی خدمت کے لئے مختص فرمائیں

۱۔ دہر گزرنے خدا معلوم اس حکایت کا ترجمہ کیوں قلم انداز کیا ہے اگرچہ اس حکایت کو نفس واقعہ تاریخی سے کوئی تعلق نہیں ہے جیسا کہ خود مورخ فرشتہ نے ذکر کر دیا ہے لیکن اس روایت سے اسلامی علماء کا رہد و تقویٰ اور ان کی روشن ضمیری کا پورا اندازہ ہو سکتا ہے لیکن صاحب مدوح کی عادت ہے کہ اپنے برادران مذہب کی طرح ان تمام حکایات کا ترجمہ قلم اندازہ دیتے ہیں جن سے مسلمانوں کے فضل و کمال ان کے رہد و تقویٰ اور نیران کے علوم و تہذیب کا صحیح اندازہ ہو سکتا ہے برگز صاحب کے انگریزی ترجمہ میں اکثر اس قسم کی فرو گذاشت کا حوالہ دیا جاسکتا ہے اور اکثر ایسا ہوا ہے کہ اس طرح کی روایات کو نظر انداز کر دینے سے ان کے ضمن میں بعض ایسے واقعات بھی معرض اغما میں رہ جاتے ہیں جو علاوہ علم و فضل اور زہد کمال کا بین ثبوت ہونے کے اسلامی فرمانرواؤں یا مسلمان امرا اور علماء کے حسن سیاست اور بخوبی انتظام اور ان کی غریا اور رعایا نوازی کی زندہ اور سبقت آمیز داستانیں ہیں۔ (مترجم)



مولانا نے جواب دیا کہ شریف انسان اپنے دوستوں کے مال پر اس طرح کا تصرف نہیں کرتے مولانا کا خادم جام بایزید کے پاس آیا اور اس نے یہ جواب ادا کیا جام بایزید نے کہا کہ مجھے اس بیقیام کی ہرگز اطلاع نہیں ہے مولانا بچہ شرمندہ ہوئے اور فرمایا کہ اس شخص کی گردن ٹوٹے جس نے اس طرح کا مذاق کیا ہے۔ مولانا عزیز اللہ بغیر جام بایزید سے ملاقات کئے ہوئے شور سے روانہ ہو گئے اور جب تک کہ جام کو مولانا کی روانگی کی اطلاع ہو اس کی سرحد کے یا ہر پہنچ گئے آخر کار جو کچھ مولانا نے فرمایا تھا اس کا ظور ہوا اور جمال الدین قریشی سکندر شاہ لودھی کے دربار سے واپس آئے اور ایک رات زمینہ پر جا رہے تھے کہ ان کے پاؤں کو لغزش ہوئی اور نیچے گرے اور ان کے گردن کی ہڈی ٹوٹ گئی۔

۳۹۰ ہجری میں ظہیر الدین بایر بادشاہ نے پنجاب پر قبضہ کر کے دہلی کا رخ کیا بایر بادشاہ نے ایک فرمان میرزا شاہ حسین ارغون حاکم ٹھٹھہ کے نام روانہ فرمایا جس کا مضمون یہ تھا کہ ملتان اور اس کے ان حدود پر جو اس کو بادشاہ کی سرکار سے عطا ہوئے تھے قبضہ کرے میرزا حسین ارغون نے قلعہ بھکر سے کوچ کر کے سارے فوج کو تباہ اور برباد کرنا شروع کیا محو و شاہ لنگاہ نے یہ اخبار سنے اور بید کی طرح کانپ اٹھا بادشاہ نے فوج کو جمع کیا اور شہر کے باہر مکان میں مقیم ہو کر حضرت شیخ الاسلام بہا الدین ذکریا ملتانی رحمۃ اللہ علیہ کے سجادہ نشین شیخ بہا الدین قریشی کو ایچی بنا کر شاہ حسین ارغون کی خدمت میں روانہ کیا محو و شاہ نے مولانا بہلول کو بھی جو طلاقت لسانی اور شیرینی گفتار میں عظیم النظر حضرت شیخ کے ہمراہ کر دیا۔ یہ قاصد میرزا حسین ارغون کے دربار میں پہنچے اور میرزا نے ان صاحبوں کی بیحد تعظیم و تکریم کی محو و شاہ کے قاصدوں نے اپنا اور حاضرین کا مدعا بیان کیا اور شاہ حسین ارغون نے جواب دیا کہ میرے سفر کا مقصد محو و شاہ کی تربیت اور حضرت شیخ الاسلام رحمۃ اللہ علیہ کی زیارت ہے مولانا بہلول نے جواب دیا کہ کیا خوب ہوتا حضور محو و شاہ

کو روحانیت کے ذریعے سے اسی طرح تربیت دیتے جس طرح کہ خباب رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرات اولیں قرنی کو تعلیم دی تھی یا پھر کا دوسرا مقصد یعنی حضرت شیخ الاسلام کے روضے کی زیارت کرنا تو وہ بھی بحمد اللہ حاصل ہو گیا شیخ بہاء الدین قزلباشی حضرت شیخ الاسلام رحمۃ اللہ علیہ کے ہم نام اور ان کے فرزند خود بادشاہ کی خدمت میں حاضر ہیں مولانا بہلول کی اس تقریر سے کچھ کاربراری نہ ہوئی اور بے نیل مراد محمود شاہ کی خدمت میں واپس آئے اسی درمیان میں ایک رات محمود شاہ لنگاہ نے دنیا کو خیر باد کیا۔

بعض مورخین کی رائے ہے کہ خاندان لنگاہ کے ایک غلام مسمی لنگر خاں نے محمود شاہ کو زہر غورانی سے ۹۳۷ھ ہجری میں ہلاک کیا اس بادشاہ نے ستائیس سال حکمرانی کی حسین شاہ ثانی محمود شاہ لنگاہ نے وفات پائی قوم لنگاہ کے اکثر افراد بن محمود شاہ لنگاہ اور بنیر لنگر خاں نے جو بادشاہ کے مقدمہ لشکر تھے علم بناوت بلند کیا اور میرزا شاہ شاہ حسین ارغون سے جا ملے اور

حسب دلخواہ تقویت حاصل کر کے ملتان سے اکثر قصبات پر قابض ہو گئے لنگاہ کے باقی ماندہ امیر حیران اور پریشان ہو کر ملتان روانہ ہوئے۔ ان امیروں نے محمود شاہ لنگاہ کے فرزند کو جو اتیک بالکل بچہ تھا حسین ثانی کا خطاب دیکر اس کے نام کا خطبہ جاری کیا۔ حسین شاہ نورائے نام بادشاہ قرار پایا لیکن شیخ شجاع الملک بخاری جو محمود شاہ لنگاہ کا داماد تھا اور برسلطنت بلخ مہمات سلطنت کو انجام دینے لگا شیخ شجاع الملک ناتجربہ بہ کار تھا اس ناواقف اندیش نے باوجود اس کے کہ ملتان میں ایک مہینہ کا اذوقہ بھی نہ تھا ملک سے فرار کر کے حصار بندی اختیار کی مگر شاہ حسین محمود شاہ کی وفات کو فتح ملتان کا وسیلہ سمجھا اور اس نے ان کو اپنے کو مضبوط اور قابل پناہ بنانے کا قلعہ موقع ندیا میرزا حسین جلد سے جلد شجاع الملک کے سپرد کر دیا اور اس نے قلعے کا محاصرہ کر لیا۔

چند روز کے بعد اہل قلعہ بھوک سے تنگ آ گئے اور ملتان کے  
 حقیقی تباہ کن امیر یعنی شجاع الملک کے پاس جمع ہوئے اہل شہر نے  
 شجاع الملک سے کہا کہ گھوڑے ہنوز تازہ ہیں بہتر یہ ہے کہ ہم اپنی فوج  
 کو تقسیم کر کے حریف کے مقابلہ میں صف آرا ہوں ملتان سے ہے کہ ہم حریف  
 پر غلبہ حاصل کر سکیں۔ دو مہرے یہ کہ حصار داری اس وقت مناسب  
 اور موزوں ہوتی جبکہ ہم کو کہیں سے مدد کی امید ہوتی اور اس امر کا  
 کسی طرف سے گمان نہیں ہے شجاع الملک نے مجلس میں توجہ نہیں دیا  
 لیکن خلوت میں مقیم امرا کو طلب کر کے ان سے کہا کہ حسین شاہ لنگاہ  
 کی حکومت ابھی یا انداز نہیں ہوئی ہے اگر ہم حصار سے باہر نکل کر حریف  
 کے مقابل صف آرا ہوں تو اس بات کا اندیشہ ہے کہ اکثر اشخاص رعایا  
 کی امید پر حسین ارغون کا دم بھرتے لگیں گے اور قلیل گروہ جو عزت  
 اور ناموس کا شیدائی ہے وہ دشمن کی تلوار کے نذر ہو گا۔  
 مولانا سعد الدین لاہوری جو اپنے زمانے کے جید فاضل  
 تھے فرماتے ہیں کہ میں بھی اس زمانہ میں حصار ملتان میں مقیم تھا ملحا صر  
 کو چند ماہ گزر گئے اور میرزا شاہ حسین ارغون کے لشکر نے آمدورفت کے  
 راستے ایسے سدود کئے کہ نہ تو باہر سے کوئی شخص حصار میں کچھجاسکتا  
 تھا اور نہ اہل حصار میں سے کوئی فرد قلعہ کے باہر جاسکتا تھا۔ رفتہ رفتہ  
 یہ نوبت پہنچی کہ اگر اتفاق سے بلی یا کتا بھی ہاتھ آتا تو لوگ اس کا گوشت  
 حلوان کی طرح کھاتے اور سب سے زیادہ عجیب امر یہ ہے کہ شجاع الملک  
 نے چار اناہر ایک سفلہ مزاج شخص کو قلعے کی حراست پر مقرر کیا تھا یہ  
 بد بخت ہر گھر کو جہاں نہیں کہ اس کے گمان میں غلبہ ہوتا تھا۔ تھے تکلف  
 ہمارا ج کرتا تھا اس ناگوار فعل سے تمام اہالی حصار شجاع الملک کے زوال  
 کے دل سے خواہاں تھے چونکہ جو شخص قلعہ کے باہر قدم نکالتا تھا وہ بے یق  
 کی تلوار کا شکار ہوتا تھا لہذا ان لوگوں نے یہ تدبیر اختیار کی کہ اپنے کو  
 قلعہ کے اوپر سے خندق میں گراتے تھے اور میرزا شاہ حسین ان کے اضطراب

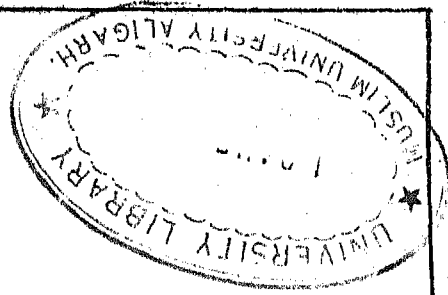
واقف ہو کر اپنے سپاہیوں کو ان کے قتل کرنے سے ممانعت کرتا تھا۔  
 محاصرہ کو ایک سال چند ماہ کا زمانہ گزر گیا ایک روز صبح کے وقت  
 ۱۷۹۷ء ہجری میں میرزا شاہ حسین کے ملازم قلعہ کے اندر آئے اور  
 انہوں نے قتل اور غارتگری کا بازار گرم کیا ایسی حالت میں حریف  
 اس قدر اہل قلعہ سے بے نیاز ہوئے کہ سات سال سے لیکر تیس برس  
 تک کے اشخاص اس پر کیے گئے جس شخص کے پاس کہ ان کے گمان میں  
 روپیہ ہوتا تھا اس کی اور زیادہ توہین کی جاتی تھی۔ مولانا سعد اللہ  
 لاہوری اپنا حال خود اس طرح بیان کرتے ہیں کہ حصار پر لشکر ارغونیہ کا  
 قبضہ ہو گیا اور دشمنوں کا ایک گروہ میرے مکان میں داخل ہوا ان  
 لوگوں نے سب سے پہلے میرے باپ مولانا ابراہیم جامع کو قید کر لیا  
 ان بزرگ نے ہشتھ سال علم و فن کے درس و تدریس سے اہل  
 ملتان کو فائدہ پہنچایا تھا اور آخر زمانے میں درویش ہو کر خلوت  
 گزین ہو گئے تھے۔ ارغونیہ لشکر نے ہمارے مکان کی صفائی اور آرائش  
 سے خیال کیا کہ اس گھر میں نقد دولت بھی بکثرت ہوگی چاری توہین  
 اور دل آزاری بھی شروع کی اسی درمیان میں ایک دو سہ اگر وہ مکان  
 میں آیا اور اس نے مجھ کو گرفتار کر کے وزیر کی خدمت میں بطور تحفہ  
 پیش کیا اتفاق سے وزیر صحن میں ایک لکڑی کے تخت پر بیٹھا ہوا تھا  
 اس نے حکم دیا کہ میرے پاؤں میں بیٹری ڈال دی جائے اور زنجیر تخت سے  
 مضبوط باندھ دی جائے۔

میرری آنکھوں سے برابر آنسو جاری تھے اور سب سے زیادہ مجھے  
 اپنے والد بزرگوار کی قید اور تکلیف کا رنج تھا ایک ساعت کے بعد  
 وزیر نے دوا ترقیم طلب کیا اور کچھ لکھنے کا ارادہ کیا میں نے دل میں  
 خیال کیا کہ اچھا ہوتا کہ یہ شخص دوبارہ وضو کر کے کچھ لکھتا اتفاق سے  
 ایسا ہی ہوا اور وزیر وضو کے لئے وہاں سے اٹھا اس مکان میں میرے  
 سوا اور کوئی موجود نہ تھا میں تخت کے قریب گیا اور ایک شعر

قصیدہ بردہ کا جو میرے حسب حال تھا میں نے کاغذ پر لکھ دیا اور اپنی جگہ واپس آیا۔ میری آنکھوں سے اب بھی آنسو جاری تھے وزیر اپنے مقام پر واپس آیا اور کاغذ اور نوشتہ دیکھا اس نے مکان کے چاروں طرف نگاہ کی وزیر نے مکان کے اندر میرے سوا اور کسی کو نہ دیکھا اور مجھ سے پوچھا کہ یہ شعر تم نے لکھا ہے میں نے کہا ہاں میں نے لکھا ہے وزیر نے میرا حال دریافت کیا میرے پدر بزرگوار کا اور میرا نام سنکر وزیر اٹھا اور اس نے میرے پاؤں سے بیڑیاں دور کر دیں اور اسی وقت مجھ کو میرزا حسین شاہ ارغون کے پاس لے گیا اور میرے باپ کا حال بیان کیا میرزا کے حکم سے میرے والد بزرگوار حیدر کے بعد دربار شاہی میں لائے گئے جس وقت مولانا پادشاہ کے دربار میں حاضر ہوئے اس وقت ہمدانی کے کسی مسئلے کی بابت گفتگو ہو رہی تھی۔ شاہ حسین نے مولانا کو اور مجھ کو خلعت عطا فرمایا میرے پدر بزرگوار نے باوجود پریشان خاطر ہونے کے اس مسئلے کے متعلق ایسی تقریر کی کہ تمام حاضرین دربار مولانا کے شہدائی ہو گئے میرزا نے اسی وقت حکم دیا کہ مولانا کے اسباب میں جو چیز تیار کی گئی ہے وہ فوراً واپس کی جائے اور نہ دستیاب ہو تو اسکی قیمت ہسکار سے ادا کی جائے میرزا نے پدر بزرگوار سے ہمراہ چلنے کی درخواست کی مولانا نے جواب دیا کہ زندگی کے دن تمام ہو چکے اب سو اس سفر آخرت کے اور کسی سفر کا وقت نہیں ہے آخر کار وہی ہوا جو مولانا نے فرمایا تھا اور دو ماہ کے بعد رحلت فرمائی۔

مختصر یہ کہ ہزار ملتان فتح ہوا اور میرزا شاہ حسین نے حسین لدکاہ کو گرفتار کر کے اپنے موکل کے سپرد کیا اور شجاع الملک کو گرفتار کر کے بیرون اس سے ایک گراں قدر رقم وصول کی گئی۔ ملتان اس قدر ویران ہو چکا تھا کہ اس کے آبادیہوں نے کالمان بھی نہ ہو سکتا تھا میرزا اس کی خدمت سہل سمجھا اور حجاجہ شمس الدین کو کالمان اور لنگر خاں کو پیش دست مقرر کر کے خود ٹھٹھ واپس ہوا لنگر خاں نے اہل ملتان کو تسلی اور دلاسا دیکر

شہر کو دوبارہ آباد کیا اور ان کے اتفاق سے خواجہ شمس الدین کو شہر سے  
 باہر نکال کر غوث ملتان پر قابض ہو گیا۔  
 فہرست مکانی بابر بادشاہ نے وفات پائی اور ہمایوں نے  
 پنجاب کی حکومت میرزا کامران کے سپرد کی میرزا کامران نے لنگر خان  
 کو اپنے پاس طلب کیا اور وہ میرزا کی خدمت میں حاضر ہوا میرزا نے  
 ملتان کے عوض کابل لنگر خان کو عنایت کیا اور لنگر خان نے شہر کے باہر ایک  
 مقام پر جو اب دائرہ لنگر خان مشہور ہے قیام کیا یہ مقام اب لاہور کا ایک  
 محلہ ہو گیا ہے اور اب ملتان پر سلطان دہلی کا قبضہ ہوا کامران میرزا  
 کے بڑے بیٹے شاہ اور اس کے چچا سلیم شاہ اور سلیم کے بعد جلال الدین اکبر اور اس کے  
 بعد نور الدین جہانگیر اس ملک کے جیسا کہ پیشتر مذکور ہو چکا ہے فرمانروا ہوئے۔



## دسواں مقالہ

### حکام کشمیر کے احوال میں

کشمیر دنیا کے مشہور ممالک میں ہے جو طرح طرح کی خوبیوں سے  
 معمور اور ہر قسم کے غریب کی وجہ سے مشہور ہے۔ میرزا حیدر دو غلات  
 نے جس کا ذکر عنقریب ہو گا ایک کتاب تصنیف کی ہے جس میں اس  
 ملک کے حالات بالکل صحیح درج کئے ہیں چونکہ مورخ فرشتہ کو میرزا  
 حیدر مذکور کے اقوال کا پورا اعتبار ہے اس لئے انہیں واقعات کو مختصر  
 اس کتاب میں مندرج کرتا ہوں کشمیر صوبہ پنجاب کے مشہور مقام بگلی  
 کے جنوب و مشرق میں واقع ہے۔  
 ملک دو طرف پہاڑوں سے گھرا ہوا ہے اور وادی کوہ جس کو  
 کشمیر کہتے ہیں طولی میں سو کوس اور عرض میں بیس سے دس کوس تک  
 ایک حصہ زمیں ہے جو بچھہ سر سبز و شاداب ہے۔ ملک کی تمام زمیں

چار قسم کی ہے ایک زراعت آبی کہلاتی ہے جس میں زعفران بہت عمدہ پیدا ہوتی ہے دوسرے حصہ کو لکھی کہتے ہیں تیسرے حصہ میں باغات ہیں اور چوتھا حصہ میدان ہے۔ یہ میدان دریا کے کنارہ واقع ہیں اور اس میں بنفشہ نرگس سنبل سوسن نسیم و سترن اور یاسمن وغیرہ کے پھول بکثرت پائے جاتے ہیں اس زمین میں رطوبت کی وجہ سے زراعت اچھی نہیں ہوتی اور اسی لئے ویران پڑی رہتی ہے لیکن اس خطہ زمین کے اس بگاڑ میں بھی لاکھوں بناؤ ہیں جو ارباب ذوق کو بچہ بچے معلوم ہوتے ہیں۔ ہندوستان کے خلاف کشمیر میں ایران کی طرح چار فصلیں ہوتی ہیں۔ گرمی کے موسوم میں حرارت اتنی معتدل ہوتی ہے کہ نیکھا ہلانے کی ضرورت نہیں ہوتی اور جاڑے کا موسم باوجود برف باری کے ایسا عمدہ ہے کہ حرارت غریزی کو کوئی نقصان نہیں پہنچتا۔ کبھی کبھی جب آفتاب ابر میں ہوتا ہے تو البتہ حرارت شراب آتشیں بننے لگتی ہے۔ اس ملک کی عمارتیں ساج کی لکڑی کی ہوتی ہیں اور اکثر مکانات میں پانچ حصے ہوتے ہیں ہر حصے میں ایوان اور حجرے اور کھڑکیاں اور آمد و رفت کی راہیں بھی ہوتی ہیں اور مکانات طرح طرح کے نقش و نگار سے مزین ہوتے ہیں جن کا خوش نما منظر فقط دیکھنے سے تعلق رکھتا ہے بازاروں شہروں اور کوچوں کے فرش سنگی ہیں لیکن بازار میں عام طور پر کھلی ہوئی نہیں اور سوانہازوں اور خوردہ فروشوں کے اور کوئی پیشہ ور دوکان میں نہیں بیٹھتا۔ بقال۔ عطارد آتش پیر اور میوہ فروش وغیرہ جو بازاروں کی زیب و زینت ہیں دوکانوں پر نہیں بیٹھتے اور اہل حرفہ اپنے مکانوں میں کام کرتے ہیں سنا جاتا ہے کہ اس زمانہ میں جبکہ شہر خجندی امیروں کا قیام گاہ ہے ہر قسم کے کاریگر خلاف زمانہ سابق کے دوکانوں میں نشست رکھتے ہیں تر و خشک میوہ جات میں۔ شہتوت اکو بالو۔ کیلاس۔ انگور۔ مناسب سیب ناشپاتی۔ شفا لو۔ پستہ۔ چارمغز اور انجیر وغیرہ تمام اقسام کے



میوہ جات عمدہ اور بکثرت پیدا ہوتے ہیں شہتوت سے دوسرے  
اسی قسم کے میوہ زیادہ لذیذ ہوتے ہیں لیکن کشمیر میں دوسرے توت  
کھائے نہیں جاتے بلکہ بیشم وغیرہ کے نکالنے کے لئے ان کا استعمال کیا جاتا  
ہے۔ میوہ جات اس بکثرت سے یہاں ہوتے ہیں کہ یہاں ان کی  
خزید و فروخت کا دستور نہیں ہے یہاں کے باغات میں چار دیواری  
نہیں ہوتی جو شخص چاہتا ہے بلا تکلف باغ کے اندر جا کر میوہ خوری  
کرتا ہے باغ میں جانے سے کسی شخص کو منع کرنا بہت برا خیال  
کیا جاتا ہے۔ اس زمانے میں جبکہ یہ ملک دہلی اور لاہور کے سلطانین  
کے زیر نگین تھا اس وقت یہاں جیسی چاہئے آمد و شد جاری نہ تھی ۹۵۰ھ  
میں جلال الدین محمد اکبر بادشاہ غازی نے کشمیر کو فتح کیا اور اہل علم و  
صاحبان ذوق نے اس نواح کا سفر کر کے شہر کی تعریف میں متعدد اشعار  
نظم کے چنانچہ فیضی عرفی اور دیگر نامور شاعروں کا کلام اس شہر کی تعریف  
میں موجود ہے۔

اس ملک کے عجائبات بشمار ہیں منجملہ ان کے اس نواح کے  
بتحانے تعداد میں ایک سو پچاس سے بھی زیادہ ہیں۔ یہ عمارتیں پتھر کی  
ہیں اور پتھر کے ٹکڑوں کو ٹکڑے بلا کچ اور مصالحہ کے ان کو باہم دگر  
پیوست کیا ہے اور ایسا ان کو اُپر اور نیچے رکھا ہے کہ ان کے درواز  
میں کاغذ کی بھی پٹلی اور باریک چیز بھی نہیں جاسکتی ہر پتھر آٹھ سے لیکر  
تین گز تک لانا اور ایک گز سے پانچ گز تک چوڑا ہے اور ان کے  
پیوست کرنے میں وہ کمال دکھایا ہے کہ عقل انھیں دیکھ کر عاجز ہو جاتی  
ہے اور ان کے اس طرح کے استعمال اور ان کی نشست کو دیکھ کر انسان  
کی سمجھ میں نہیں آتا کہ کیونکر یہ اپنی جگہ سے لائے گئے اور اس طرح رکھے  
گئے ہوں گے۔ ان میں کے اکثر پتھر بالکل ایک ہی طرح کے ہیں۔  
ان کا محوطہ مربع ہے جس کا ہر ضلع کم و بیش تین سو گز ہے اور دیواروں  
کی بلندی بعض مقامات پر تقریباً تیس گز اور بعض جگہ اس سے کم ہے

محوطہ کے اندر عمارات ہیں جو تمام تر سنگی ستونوں پر قائم ہیں ان کے طاق چار گز سے تین گز تک چوڑے ہیں۔ بعض جگہ ان طاقتوں میں نفوش اور تضاویہ بھی ہیں ان تصویروں میں بعض خداں ہیں اور بعض گریاں جن کو دیکھ کر ناظرین محو حیرت ہو جاتے ہیں۔ درمیان میں ایک سنگی اور بلند کرسی ہے اور اس کرسی کے اُپر اونچا گنبد ہے مختصر یہ کہ ان کی خوبی اور نفاست صرف دیکھنے سے تعلق رکھتی ہے اور احاطہ تحریر سے باہر ہے اور موجودہ دنیا میں ان کا مثل نہیں ہے۔

دوسری عجیب چیز یہ ہے کہ کشمیر کے قریب ایک ضلع ہے جو بریک (سُرابِ گز) کہلاتا ہے اس ضلع میں ایک پشٹہ (پھاڑی) ہے اور پائے پشٹہ میں ایک غار بصورت حوض ہے اس حوض کی تہ میں ایک سوراخ ہے جو حوض تمام سال خشک رہتا ہے جب آفتاب بروج ثور میں داخل ہوتا ہے تو حوض کے سوراخ سے پانی دن میں دو تین مرتبہ حوض اکھا کر نکلتا ہے اس طرح کہ حوض پانی سے لبالب بھر جاتا ہے پانی کا جوش اس قدر شدید ہوتا ہے کہ اس کے زور سے دیوایں میلِ قرب و جوار کی زمین لٹنے لگتی ہے۔ تھوڑے زمانے کے بعد یہ جوش کم ہو جاتا ہے اور فصلِ ثور کے اختتام کے بعد حوض قطعاً خشک ہو جاتا ہے اور سال بھر اسی حالت میں رہتا ہے۔ ہر چند حوض کا سوراخ پختہ ایشٹوں اور پتھروں سے مضبوطی کے ساتھ بند کیا گیا لیکن جس زمانہ میں کہ پانی ثلثِ بال کا وقت ہوتا ہے فوارہ کی پر جوش روانی تمام چیزوں کو توڑ کر باہر نکل آتی ہے۔

تیسری چیز جو عجائباتِ عالم میں شمار کی جاسکتی ہے وہ یہ کہ ایک درخت ہے جو کشمیر کے مشہور موضعِ ناکام میں واقع ہے یہ درخت استدر بلند ہے کہ بڑے بڑے شیر انداز اپنے تئیں اس کے سر تک نہیں پہنچا سکتے لیکن باوجود اس کے اگر کوئی شخص اس کی ایک شاخ پکڑ کر پھانسی کے اثر سے درختِ سر سے پاؤں تک ہٹنے لگتا ہے۔

عجائبات کشمیر میں ایک ملک سے جو دیوسرہ کے نام سے مشہور ہے اس مقام پر ایک چشمہ بصورت حوض ہے جس کا مربع بہت درہت ہے اس کے اطراف میں درختاں سایہ دار اور سرسبز بھد خوبی اور لطافت کے ساتھ لگے ہوئے ہیں اہل شہر اس چشمہ سے فال نکالتے ہیں جس کی تفصیل یہ ہے کہ چاول پکا کر اسے ایک کوزے میں بند کرتے ہیں اور اس کوزے پر صاحب فال کا نام لکھ کر کوزے کا منہ مٹی سے بند کر کے اس کو چشمے میں ڈال دیتے ہیں کوزہ چشمہ کی تہ میں ڈوب جاتا ہے کوزہ پانچ سال کبھی پانچ مہینے اور کبھی پانچ روز تہ نشین رہتا ہے اور اس کے بعد سطح پر نمودار ہوتا ہے کوزے کو کھول کر دیکھتے ہیں اگر سخت چاول اپنی اصلی حالت پر برقرار رہتے ہیں تو یہ نیک شکون کی علامت سمجھی جاتی ہے اور اگر چالوں میں کچھ تغیر ہو جاتا ہے تو یہ امر فال بد خیال کیا جاتا ہے دان تمام عجائب کا تفصیلی حال حاشیہ صفحہ ۱۹۳ میں مرقوم ہے۔

کشمیر میں ایک تالاب ہے جس کو اولس کہتے ہیں اس کا دور سات کوس ہے اس تالاب کے درمیان سلطان زین العابدین والی کشمیر نے ایک عمارت طیار کی ہے تالاب میں پتھر بچھائے گئے ہیں اور سنگی سطح کے بالائے آب پہنچنے کے بعد اس کے اوپر ایک پختہ چبوترہ چار سو گز مربع اور دس گز بلند بنایا گیا ہے اس چبوترہ پر نہایت دلکشا اور نفیس عمارتیں تعمیر کرائی ہیں اور عمارت کے گرد سایہ دار اور فرحت افزا درخت نصب کئے گئے ہیں اس میں شبہ نہیں کہ ایسی مفرح اور دل کشا عمارت پر وہ زمین پر موجود نہیں ہے۔

سلطان زین العابدین نے ایک دوسری عمارت شہر سری نگر میں تعمیر کرائی ہے اس عمارت کو اہل کشمیر کی لقب میں راجدان کہتے ہیں اس مکان میں بیس درجے ہیں اور بعض درجوں میں حجروں کھڑکیوں اور دالانوں کی تعداد پچاس تک پہنچ جاتی ہے اور باوجود اس کے تمام عمارت لکڑی کی ہے۔

عالم کی بہترین عمارتیں یعنی سلطان یعقوب تبریزی کی بہشت  
بہرات کے باغ رانماں باغ سفید اور باغ شہری کے محلات اور سمرقند  
کے رائے افزا باغ دلکش باغ اور تولدی باغ کے کوٹک اور ایوان  
طرز عمارت اور لطافت میں ممکن ہے کہ اس سے بہتر ہوں لیکن اپنے  
عجیب و غریب منظر میں ہرگز اس کا مقابلہ نہیں کر سکتے۔

مولف ظفر نامہ کشمیر کا حال اس طور پر بیان کرتا ہے کہ یہ شہر دنیا  
کے مشہور ترین مقامات میں ہے اور اس کا محل وقوع عجیب و غریب  
ہے یہ شہر اقلیم چہارم کے وسط میں واقع ہے یہ شہر ایک خوش نما وادی  
ہے اس کے جنوب میں ہندوستان مشرق میں تبت شمال میں کاشغر  
اور جنوب و مغرب میں افغانستان واقع ہے۔ وہ میدان جس میں کہ شہر  
واقع ہے میرے علم کے مطابق طول میں شرق سے غرب تک ایک  
کوس اور عرض میں شمال سے جنوب تک پچیس کوس ہے۔ یہ شہر پہاڑوں  
سے گھرا ہوا ہے اور اس میں ایک ہزار مواضع آباد ہیں میدان  
میں خوشگوار چشمے بے انتہا پائے جاتے ہیں لطافت افزا سنہری کی انتہا  
نہیں ہے۔ شہر کی آب و ہوا کئی خوبی کا یہ حال ہے کہ یہاں کا صحن و جمال  
تمام عالم میں مشہور ہے۔ پہاڑوں اور جنگلوں میں بکثرت میوہ دار  
درخت موجود ہیں جن کے پھل بہت خوش ذائقہ اور صحت کے لئے  
مفید ہیں اس شہر کی آب و ہوا مائل بہ برودت ہے اور برف باری  
کی وجہ سے گرم تر میوے مثلاً خرمائے نارنج اور لیمو وغیرہ یہاں نہیں پیدا  
ہوتے لیکن جو گرم تر ممالک کشمیر سے قریب واقع ہیں وہاں سے یہ  
میوہ جات بکثرت آتے رہتے ہیں۔

کشمیر کا تختگاہ سری نگر سے جس کا محل وقوع بالکل بغداد سے مشابہ  
ہے ایک عظیم الشان نہر جس کو بہت کہتے ہیں شہر کے درمیان جاری  
اور وجہ بغداد سے بڑی ہے سب سے بڑی بات یہ ہے کہ اس قدر  
کثیر اور عمدہ پانی ایک ہی چشمہ سے ابلتا ہے۔ اس نہر کا منبع خود شہر میں

موجود ہے جسے چشمہ و سیر کہتے ہیں۔ اہالی شہر ہزاروں کشتیاں اس نہر کے کنارہ زنجیروں سے باندھ دیتے ہیں یہ نہر سرحد کشمیر سے گزرنے کے بعد آب و ندانہ اور آبچکلہ کہلاتی ہے اور ملتان کے بالائی حصہ میں جاری ہوئی ہے جہاں پہنچکر دریائے چناب سے مل جاتی ہے اور اس کی نہر بیاس سے متصل ہوتی ہوئی زراں بعد شہر ٹھٹھہ کے دامن زمین سے گزرتی ہوئی دریائے طمان میں گرتی ہے۔

روور و گار عالم نے اس شہر کو ایسا چاروں طرف سے پہاڑوں کے درمیان خلق فرمایا ہے کہ یہاں کے باشندوں کو اقوام غج کے قتل و غارتگری کا قطعاً اندیشہ نہیں ہے اور اہالی کشمیر دشمن کے خوف سے بالکل آزاد ہو کر اپنی زندگی بسر کرتے ہیں۔ اس ملک سے تین راہیں نکلتی ہیں ایک راستہ خراسان کو جاتا ہے یہ راہ دشوار گزار ہے اور اس راستے سے اپنے مال و اسباب کو جانوروں کی پشت پر لے جانا ناممکن ہے یہاں کے مزدور جو اس بار برداری کے عادی ہیں اسباب اپنے کاغذوں پر رکھ کر ایسے مقامات تک پہنچا دیتے ہیں جہاں سے چارپائے اموال و اسباب کو لیجا سکیں۔ دوسری راہ ہندوستان کی طرف ہے یہ راستہ راہ خراسان کی طرح سید و دشوار گزار ہے۔ تیسری راہ جو تبت کی سمت جاتی ہے البتہ ان دو راستوں سے آسان ہے لیکن اس راستہ میں سوا ایک رستہ گھاس کے جانوروں کے لئے اور کوئی چارہ میسر نہیں آتا اور سوار اپنی سواری کے تلف ہو جانے کے خوف سے اس راستہ سے بھی سفر کرنا قاصر ہیں۔

میرزا حیدر و غلات کتاب رشیدی میں لکھتے ہیں کہ کشمیر کے تمام باشندے مسلمان حنفی المذہب تھے فتح شاہ کے زمانے میں ایک شخص شمس الدین نام عراق سے آیا اور اپنے کو میر محمد نور بخش سے منسوب کر کے ایک غیر معروف مذہب کی تعلیم شروع کی شمس الدین نے مشرب کا نام نور بخش رکھا یہ مذہب شیعہ اور سنی کے فرقے کے عقیدے کے موافق نہیں ہے۔

اہل سنت کے عقیدے کے خلاف اور شیعوں کے مسلک کے موافق ہے  
فرقے نور بخش حضرات اصحابِ ثلاثہ اور اہل المومنین عایشہ صدیقہ کے  
حضور میں بے ادبیاں کرتے ہیں اور اہل شیعہ کے مشرب کئے خلاف  
سید محمد نور بخش کو صاحب الزمان اور مہدی موعود اور تمام اولیاء اللہ کو  
شیعوں کے عقائد کے خلاف قطعاً سنی مذہب سمجھتے ہیں۔ اس فرقہ کے  
مقلدین نے تمام احکام عبادات اور معاملات میں اسی قسم کا عظیم الشان  
تفرقہ پیدا کیا ہے۔ راقم الحروف نے اس گروہ کے اکثر کھلا گوند نشان  
وغیرہ کے ممالک میں دیکھا ہے یہ اشخاص درس و تدریس اور تحصیل علم میں  
میرے شریک تھے انھیں کئے مقلد ہیں میرے سید محمد نور بخش کے ایک فرزند  
نے اپنے جد کا ایک رسالہ مجھے دیا اور میں نے اس کتاب کو دیکھا ایک  
بات نہایت عمدہ اس کتاب میں مرقوم ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ  
سلاطین امرا اور خیال یہ سمجھ لیں کہ حکومت ظاہری اور تقویٰ و طہارت  
ایک ہی شخص میں جمع نہیں ہو سکتے حالانکہ یہ خیال قطعاً غلط ہے اس لئے  
کہ انبیائے مرسلین علیہم السلام میں حضرت یوسف حضرت سلیمان حضرت  
داؤد اور حضور انور نبی کریم علیہم الصلوٰۃ والسلام باوجود نبی مرسل ہونے کے  
حکمران اور بادشاہ بھی تھے۔ مقصود اس کا یہ ہے کہ یہ عقیدہ مذہب  
نور بخش کے خلاف اور مشرب اہل سنت کے موافق ہے۔  
میں نے کتاب فقہ اخطا نام کے بابت جو شہر کشمیر میں مشہور تھی  
علمائے ہندوستان سے فتویٰ طلب کیا تمام علمائے کرام نے اس کتاب  
سے نفرت کا اظہار فرمایا اور ان کی نسبت یہ عبارت تحریر فرمائی کہ  
مولف کتاب مذکور زندقہ محض اور دائرۃ اسلام سے خارج ہے جو  
مسلمان کہ اس کتاب کے معدوم کرنے پر قادر ہے اس کا فرض ہے کہ جس  
طریقے پر بھی ممکن ہو اس کو ناپید کرے اور اس مذہب کے مقلدین  
کو نصیحت کرے اگر وہ اپنے عقاید باطل سے توبہ کر کے حضرت  
سراج الامۃ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی تقلید کریں تو فہو المراد ورنہ

ان گمراہوں کو سخت سے سخت سزا دی جائے۔ یہ نوشتہ میرے پاس پہنچا اور میں نے اکثر اہل کشمیر کو جو اس ارتداد پر مائل تھے گروہ اہل حق میں داخل اور بہتوں کو تہ تیغ کیا ان بد بختوں میں سے بعض نے تو تصوف کے دامن میں پناہ لی اور اپنے کو صوفی کے لقب سے مشہور کیا حالانکہ یہ بے دین ہرگز صوفیائے کرام میں داخل نہیں ہیں زندگی اور آخرت میں جنہوں نے مسلمانوں کو گمراہ کرنے کا بیڑہ اٹھایا ہے۔ ان کو حرام و حلال کی مطلق خبر نہیں ہے ان لوگوں نے تقویٰ و عبادت کو محض شب بیداری اور کم خورائی تک محدود کیا ہے جو پاتے ہیں کھاتے ہیں اور حرص و طمع کے شکار ہیں ان کا قاعدہ ہے کہ اپنے پریشان خواب کو لوگوں سے بیان کر کے اور اس قسم کی پیشیں گوئیوں سے کہ آئندہ سال یہ ہوگا اور امسال ان واقعات کا ظہور ہے لوگوں پر اپنے عرفان کا اظہار کرتے رہتے ہیں۔ ایک دوسرے کو سجدہ کرتے ہیں اور باوجود ان مہلات کے اربعین کا چلہ ٹکھنچتے ہیں۔ علما کے علوم کو برا جانتے ہیں اور بلا پایا بندی شریعت کے طریقت کا دم بھرتے ہیں اور لوگوں کو یہ لکھ کر گمراہ کرتے ہیں کہ طریقت شریعت سے بالکل بے نیاز ہے غرض کہ اس طرح کے ملحد اور زندیق سوا کشمیر کے اور کہیں پائے نہیں جاتے اللہ بقائے اسلام اور اہل اسلام کو اپنے حبیب کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے طفیل میں ان آفات اور بلیات سے محفوظ رکھے آمین۔

نور بخشوں سے پیش کشمیر میں آفتاب رستوں کا زور تھا جن کو شامین بھی کہتے تھے اسی فرقہ کا عقیدہ تھا کہ آفتاب کا وجود نورانی نظر آتا ہے یہ ہمارے عقیدہ کی صفائی کی وجہ سے ہے اور ہمارا وجود اس کی نورانیت کا نتیجہ ہے اگر ہم اپنے عقیدہ کو مکدر کر دیں تو آفتاب کے ساتھ وجود کو کوئی تعلق باقی نہ کہے گا اور اگر آفتاب اپنے فیض سے ہم کو بہرہ مند نہ کرے تو ہماری ذات سے وجود قائم نہ رہے گا ہم اس کی وجہ سے موجود ہیں لیکن بلا ہمارے اس کا وجود اور بغیر اس کے

ہمارا وجود دونوں ممکن نہیں ہیں۔ چونکہ ہمارا حال اس پر ظاہر ہے اس لئے ہمارا فریقہ ہے کہ جو خوبی کے ساتھ اپنا وقت گزاریں جب شب ہوا ورہم اس کی نظروں سے پنہا ہو جائیں تو ہم جو چاہیں کر سکتے ہیں ہم سے کسی فعل کے بابت باز پرس نہ ہوگی۔ اسی مناسبت سے اس فرقہ نے بانی مذہب کا لقب شمس الدین رکھا تھا اہل کشمیر نے اس کو تحفیف کر کے شماسی بنا لیا ہے۔ میرزا حیدر و غلات کی عبارت ختم ہوئی مورخ فرشتہ نے کشمیر میں سفر کرنے والوں سے وہاں کے مذہب کا حال اس زمانہ میں دریافت کیا ان اشخاص نے جواب دیا کہ اہل کشمیر تقریباً سنی حنفی مذہب ہیں۔ کشمیر کے سپاہی شیعہ مذہب کے ہیں لیکن شہر کے اہل علم بہت کم امامیہ مذہب رکھتے ہیں۔ تبت تو جگ کا بادشاہ جو کشمیر کے ارتباط کی وجہ سے بڑا غالی شیعہ ہے اس کے غلو کا یہ عالم ہے کہ اس کا حکم ہے کہ جو مسافر اصحاب کبار رضی اللہ عنہم کے حضور میں بے ادبی نہ کرتا ہو وہ شہر میں داخل نہ ہو۔

قبیلہ چک کے اراکین کا بیان ہے کہ میر شمس الدین عراقی مذہب امامیہ کا پیرو تھا ملاصدہ اور اس عصر کے عاقل سلاطین اس کے معتقد ہوئے اور ملک میں خطبہ اثنا عشری جاری ہوا لیکن کتاب اخو طہ شمس الدین مذکور کی تالیف نہیں ہے بلکہ اس کا مولف ایک گمراہ ملحد ہے واللہ اعلم بالصواب سلطان شمس الدین چونکہ مولف فرشتہ نے اس کتاب کی تالیف کیس کی حکومت یہ الزام رکھا ہے کہ غیر مسلم فرمانرواؤں کے نام جو بہ کثرت نہیں ہندو فرمانرواؤں کے تذکرے سے کنارہ کشی اختیار کر کے اور نیران کے عہد کے واقعات کو نظر انداز کر کے لہذا اپنے مقررہ اصول کے مطابق کشمیر کے اس شخص کا دعویٰ تھا کہ سلاطین اسلام کے حالات بیان کرتا ہے۔ فکیل زمانہ گزرا کہ اہل کشمیر نے اسلام قبول کیا ہے قدیم حکمران اسی ملک کے ہند اور برہما کے پوجنے والے تھے۔ سیہ دیو نامی راجہ کے عہد حکومت یعنی ششہ ہجری میں شاہ میرزا نام



ایک فقیروں کے لباس میں وارد کشمیر جو ایہ شخص راجہ کے ملازموں میں داخل ہو گیا تھا کہ وہ راجن کی نسل سے ہے اور اپنا نسب نامہ اس طرح بیان کرتا تھا شاہ میرزا بن ماسر بن آل بن گرشاسپ بن نکودراور نکودر کے بابت یہ کہتا تھا کہ یہ شخص راجن کے نسل سے ہے جو مشہور پانڈو ہے ناظرین کو معلوم ہے کہ پانڈو کا حال مہا بھارت میں جو اکبر بادشاہ کے عہد میں فارسی زبان میں منظوم ہو کر ارم نامہ کے نام سے مشہور ہے مفصل مرقوم ہے۔ شاہ میرزا نے مدت تک راجہ کی خدمت کی اور اس کے دل میں اپنی جگہ کر لی۔ راجہ سیہ دیو نے وفات پائی اور اس کا فرزند راجہ رجن باب کا جانشین ہوا۔ رجن نے شاہ میرزا کو اپنا وزیر بنایا اور مہمات سلطنت کو اس کے قبضہ اقتدار میں دیکر اپنے فرزند چندر کی اتالیقی بھی اسی کے سپرد کی۔ راجہ رجن فوت ہوا اور راجہ مرحوم کے ایک عزیز اودن نام نے قندھار سے کشمیر پر حملہ کر کے ملک پر قبضہ کر لیا۔ راجہ اودن نے بھی شاہ میرزا کو اپنا وکیل مقرر کیا اور شاہ میرزا کے دو فرزندوں کو جو جمشید اور علی شیر کے نام سے موسوم تھے بھروسہ کے قابل سمجھ کر ان کو صاحب اقتدار بنایا۔ شاہ میرزا کے دو بیٹے اور تھے جو سرات ملک اور بہتال کے نام سے مشہور تھے۔ شاہ میرزا کی تمام اولاد صاحب دعویٰ تھی اور چاروں بھائیوں کا استقلال اور اقتدار حد سے گذر گیا۔ راجہ اودن نے ان کو اپنے گھر میں داخلہ کی مخالفت کی۔ شاہ میرزا اور اس کے فرزندوں نے کشمیر کے تمام پرگنوں پر قبضہ کر کے راجہ کے اکثر ملازمین کو اپنا ہی خواہ بنالیا۔ شاہ میرزا کا غلیہ روز بروز بڑھتا جاتا تھا اور راجہ کی حالت اسی اعتبار سے بد سے بدتر ہو رہی تھی اسی دوران میں راجہ اودن نے شکستہ بھری میں وفات پائی۔ راجہ کی زوجہ مسماۃ کو لاہور میں راجہ کی قایم مقام ہوئی اور ارادہ کیا کہ شاہ میرزا کو تباہ کر کے استقلال کے ساتھ حکمرانی کرے۔ رانی نے شاہ میرزا کو پیغام دیا کہ چند رویوں میں راجہ رجن کے تم ایک مدت تک

اتالیق رہے ہو تم پر لازم ہے کہ اسے زادہ کو حکمران بنا کر تمام مہات سلطنت کو انجام دو شاہ میرزا نے رانی کا حکم نہ مانا اور نا عاقبت اندیش رانی نے شاہ میرزا پر لشکر کشی کی اور شکست کھا کر دشمن کے ہاتھ میں گرفتار ہوئی۔ رانی مجبوراً شاہ میرزا کی زوجہ بن کر مسلمان ہوئی۔ ایک شانہ روز شاہ میرزا نے رانی کو اپنے گھوڑوں پر رکھا اور اس کے بعد اس بد نصیب عورت کو گرفتار کر کے نظر بند کر دیا۔ شاہ میرزا نے اب اپنی حکومت کا اعلان کیا اور اپنے کو سلطان شمس الدین کا خطاب اختیار کر کے خطبہ و سکھ ملک میں جاری کیا۔ شمس الدین نے کشمیر میں مذہب حنفی کو جاری کیا اور تمام ملک کو جو دیو بھو میر بخش کی کے مظالم اور جبر کی وجہ سے تباہ اور ویران ہو گیا تھا اسے آباد و مہمور کیا۔ دیو بھو میر بخش ایک زمانہ میں قندھار سے کشمیر پر حملہ آور ہوا اور تمام ملک کو زیر و زبر کر دیا راجہ سبھ دیو نے رعایا سے مال کشمیر لیا اور رقم جمع کر کے دیو کو نذرانہ پیش کیا لیکن اس کا رد وائی کا بھی کوئی نتیجہ نہ نکلا۔ راجہ رعایا کو اسی طرح پنجو اعتقوت میں گرفتار چھوڑ کر خود ایک گوشہ میں نہاں ہو گیا دیو نے ملک اور اہل ملک پر ظلم و جور کی انتہا کر دی لیکن آخر کار سردی کی شدت سے کشمیر میں زیادہ قیام نہ کر سکا اور قندھار واپس آیا۔

شاہ شمس الدین کی شجاعت اور نیکنامی تمام اطراف و نواح میں مشہور ہوئی اور وہ کشمیر کا مستقل فرمانروا ہو گیا۔ بادشاہ نے گروہ ہوں کے اکثر افراد کو جو اس کی مخالفت کرتے تھے گرفتار کر کے سخت سزا دیں۔ شمس الدین نے اہل کشمیر میں سے دو قبیلوں کو یعنی چک اور مگری کو صاحب اقتدار بنایا اور یہ حکم دیا کہ امرا نے ملک اور اہل قوم زیادہ تر نہیں دو قبیلوں میں سے منتخب کئے جائیں۔ شمس الدین شاہ بوڑھا اور کمزور ہوا اور اپنے دو بیٹوں فرزندوں جشید اور علی شیر کو اپنا جانشین بنا کر خود گوشہ عاقبت میں بٹھکر عبادت الہی میں مشغول ہوا اور چند ہی دنوں کے بعد وفات پائی شمس الدین نے تین سال حکومت کی۔

یہ جو باپ کی زندگی میں بھائی کا سر پر کاربھا اور رعایا اور نوجوان  
بہادر عزیز تھا بغاوت کی جو امیر اور افسران نوجوان علی شیر کے شدیدائی تھے وہ اسے مدنی پور  
لے گئے اور وہاں اسے بادشاہ بنایا جمشید شاہ نے علی شیر پر لشکر کشی کی اور پہلے ٹرمی اور  
ملائیت سے صلح کی گفتگو کی لیکن علی شیر نے انکار کیا اور دھاوا کر کے جمشید شاہ  
کے لشکر پر شیخون مارا اور اسے شکست دی۔ سلطان جمشید نے مدنی پور کو  
خالی دیکھ کر اس نواح کا رخ کیا۔ علی شیر کے سپاہی جو شہر کی حفاظت پر مامور  
تھے مقابلہ میں آئے جس میں سبے اکثر قتل کئے گئے۔ علی شیر کو ان واقعات  
کی اطلاع ہوئی اور وہ مدنی پور روانہ ہوا علی شیر نواح شہر میں پہنچا اور جمشید شاہ اس کا  
مقابلہ کر سنے سے عاجز ہو کر گجرات کے جانب فراری ہوا۔ سراج نام جمشید کے وزیر  
نے جو سری نگر کا محافظ تھا علی شیر کو طلب کر کے سترگاہ اس کے حوالہ کر دی جمشید شاہ اس  
واقعے کے بعد سلطنت سے کنارہ کش ہوا اور چند روز کے بعد اس نے وفات  
پائی جمشید شاہ نے ایک سال دو ماہ حکومت کی۔

علاء الدین بن تمشید کے بعد اس کے برادر خرد علی شیر نے سلطان شمس الدین کے خطاب سے عنان حکومت اپنے ہاتھ میں لی علی الدین نے اپنے بھائی شیر شاہ کو وکیل

سلطنت مقرر کیا علاء الدین کے ابتدائی عہد ملک میں مرقہ الکحالی رہی لیکن آخر میں ایک غفیم الشان قوط پڑا جس میں خلق کثیر تلف ہوئی۔ جو گروہ کہ بادشاہ کا مخالفت کینکر کشتوار (کاشغریہ مرکز) جلا وطن ہو گیا تھا بادشاہ نے جن سیاست سے اس جماعت کو دوبارہ کشمیر میں طلب کر کے سب کو نظر بند کر دیا اور ملک کا مستقل فرمانروا ہوا۔ علاء الدین نے بخشی پور کے قریب ایک شہر اپنے نام پر (مظاہر) آباد کیا۔ اس بادشاہ نے ایک جدید قانون یہ جاری کیا کہ زانی عورت اپنے شوہر کی وارث نہیں ہو سکتی اس قانون کی بنیاد بہت سی عورتوں نے اس گناہ سے کنارہ کشی اختیار کر کے

عصمت کے ساتھ زندگی بسر کی علاء الدین نے بارہ سال آٹھ ماہ تیر روز حکومت کرنے کے بعد وفات پائی۔

شہاب الدین بن علاء الدین کی وفات کے بعد اس کے چھوٹے بھائی سیاک سلطان شمس الدین نے شہاب الدین کے لقب سے تخت سلطنت پر جلوس کیا۔ یہ بادشاہ بڑا شجاع اور حوصلہ مند تھا شہاب الدین

اخلاق پسندیدہ کا چھوٹا بھائی تھا جس روز کوئی نئی خبر اسے نہیں ملتی تھی اسی دن کو اپنے ایام زندگی میں شکار نہیں کرتا تھا اور اس کے چہرہ سے کدورت کے آثار ظاہر ہوتے تھے شہاب الدین نے مقبوضہ ممالک کو ان کے قدیم حاکموں کے سپرد کر دیا تھا۔ اس بادشاہ نے پنجاب پر لشکر کشی کی اور دریائے سندھ

کے کنارہ جیمہ زن ہوا حاکم سندھ نے شہاب الدین کا مقابلہ کیا لیکن اسے شکست کھائی۔ شہاب الدین کی سطوت کا یہ عالم تھا کہ قندھار اور غزنی کے باشندے ہمیشہ اس سے خوفزدہ رہتے تھے۔ بادشاہ نے لشکر سے گزرے

پشاور پر حملہ کیا اور ایک گروہ کشمیر کو تہ تیغ کر کے ہندو کش پہنچا شہاب الدین سفر کے تسلسل سے خستہ اور ماندہ ہو کر واپس ہوا اور دریائے ستلج کے

کنارہ اپنے ڈیرے ڈالے۔ راجہ بنگر کوٹ جو دہلی کے بعض پرگنوں کو تاراج کر کے بیشمار مال غنیمت لئے ہوئے آرہا تھا راستہ میں بادشاہ سے ملا

اور کل نقد و دولت بادشاہ کے حضور میں پیش کر کے اس کے اطاعت گردوں میں داخل ہو گیا۔ تبت کو چیک کا حاکم بادشاہ کے حضور میں حاضر ہوا اور

اس سے التجا کی کہ شہاب الدین کا لشکر اس کے ملک کو یا مال نہ کرے۔ سلطان شہاب الدین نے ملک کے اطراف کو تاراج کر کے اپنے وطن کی

راہ لی۔ شہاب الدین نے سری نگر میں قیام کر کے اپنے برادر ہندال کو واپس مقرر کیا۔ بادشاہ نے اپنے دونوں فرزندوں یعنی حسن خاں اور

علی خاں کو اپنی دوسری زوجہ کے انخوا سے جو ان شانہ زادوں کی ماں سے آرزو تھی دہلی کی طرف خارج البلد کر دیا۔ کچھی نگر اور شہاب پور اس

بادشاہ کی یادگار ہیں۔ شہاب الدین اپنے آخر عہد میں اپنے فرزند حسن خاں

اخراج پر شرمندہ ہوا اور ان کو دہلی سے طلب کیا لیکن جن خاں خیمو پہنچا تھا کہ شہاب الدین نے طویل ہو کر وفات پائی شہاب الدین نے بیس سال حکومت کی قطب الدین بن سلطان شہاب الدین نے دنیا کو خیر باد کیا اور اس کے شمس الدین برادر خور و ہندال نے قطب الدین کے خطاب سے عمان حکومت اپنے ہاتھ میں لی۔ قطب الدین بھی

اخلاق حمیدہ کا مجموعہ تھا اور اپنے احکام کو نافذ کرنے میں اس کو بڑا اثر تھا۔ قطب الدین نے اپنے اخیر عہد میں ایک سردار کو قلعہ لہور کوٹ کے سر کرنے کے لئے جو سلطان شہاب الدین کے بعض امیروں کے قبضہ میں تھا روانہ کیا۔ فریقین میں خونریز مہر کہ آرائیاں ہوئیں اور حریت میدان جنگ میں کام آیا۔ سلطان قطب الدین نے خطوط روانہ کر کے اپنے برادر زادہ حسن خاں کو دہلی سے طلب کیا۔ حسن خاں نے چچا کے حکم کی تعمیل کی اور سرحد کشمیر میں داخل ہوا۔ حاسدین کی ایک جماعت نے بادشاہ کو ایسا بھڑکایا کہ وہ حسن خاں کی طلبی سے دل میں نادم ہوا اور ان عیاروں کی ترغیب سے حسن کے گرفتار کرنے پر آمادہ ہوا سلطان شہاب الدین کا ایک امیر سخی رائے دل اس واقعے سے مطلع ہوا اور اس نے حسن خاں کو اس کی اطلاع دی۔ حسن نے فراری ہو کر لہور کوٹ پہنچا۔ بادشاہ کے دشمن حسن خاں کے ہرودے سے قوی اور مضبوط ہو گئے بادشاہ نے رائے دل کو گرفتار کر کے نظر بند کر دیا۔ رائے دل قید خانہ سے بھاگ کر حسن خاں کے پاس پہنچا اور اس نے قلعہ خوابیدہ کو بیدار کرنے کا ارادہ کیا لیکن لہور کوٹ کے دھنداروں نے حسن اور رائے دل دونوں کو گرفتار کر کے قطب الدین کی خدمت میں روانہ کر دیا۔ بادشاہ نے رائے دل کو تہ تیغ اور حسن خاں کو پابہ زنجیر کیا۔

خدا نے اخیر عمر میں بادشاہ کو دو فرزند عطا فرمائے بادشاہ نے ایک کو شکار خاں اور دوسرے کو ہیبت خاں کے نام سے موسوم کیا۔ قطب الدین نے پندرہ سال پانچ ماہ حکومت کرنے کے بعد ۷۶۷ھ ہجری میں وفات پائی بادشاہ کی وفات کے بعد اس کا بڑا فرزند سکندر شاہ کے

خطاب سے فرمانروائے ملک ہوا۔

روایت ہے کہ سلطان قطب الدین کے عہد میں امیر کبیر میر سید علی ہمدانی رحمۃ اللہ علیہ کشمیر کے نواح میں تشریف لائے۔ حضرت میر نے ایک خط بادشاہ کے نام ارسال کیا قطب الدین نے اس خط کا جواب پیچہ تعلیم و تکریم کے ساتھ ادا کیا اور جناب میر سے کشمیر تشریف لانے کی استدعا کی۔ سید صاحب ہوائی سری نگر میں پہنچے اور بادشاہ حضرت کا استقبال کر کے بڑی عزت اور تعلیم کے ساتھ ان کو شہر میں لایا۔ جناب میر کے ارشاد کا یہ عالم ہوا کہ تمام اہل کشمیر آپ کے عقیدت مند ہوئے۔

میرزا حیدر دو غلات کتاب رشیدی میں لکھتے ہیں کہ میر سید علی ہمدانی رحمۃ اللہ علیہ تقریباً چالیس روز سری نگر میں قیام کر کے اپنے وطن مالوٹ کو واپس گئے۔

مورخ فرشتہ عرض کرتا ہے کہ قیاس سے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ جو خاتوا کہ جناب میر نے سری نگر میں تعمیر کرائی تھی وہ حضرت کے زمانہ تعلیم ہی میں تیار ہو گئی تھی اس لئے یہ ضرور ہے کہ جناب میر نے ایک زمانہ دراز تک سری نگر میں قیام فرمایا ورنہ ایسی عمارت کا چالیس روز میں مکمل ہو جانا ضرور قابل غور ہے۔

سلطان سکندر بہت بگڑا قطب الدین کا اصل نام شکارخان ہے جو اپنی ماں بن قطب الدین شاہ (سورت رانی برگز) سوراہ بیگم کی رائے سے باپ کی وفات کے بعد تخت سلطنت پر بیٹھا امیروں اور ارکان

سلطنت نے اس کی پوری اطاعت اور فرمانبرداری کی۔ سکندر شاہ شوکت و عظمت اور کثرت لشکر میں تمام شاہان کشمیر پر فوقیت رکھتا تھا۔ سلطان سکندر کی والدہ اپنے فرزند کے ابتدائی عہد حکومت میں مہمات سلطنت میں دخل دیتی اور تمام امور کو بوجہ احسن انجام دیتی تھی اس بیگم کو معلوم ہوا کہ اس کا والد شاہ محمد نام سکندر شاہ کا مخالف اور اس کا دشمن ہے۔ سورت رانی نے شاہ محمد اور اس کی زوجہ کو جو خود اس رانی کی بوخت تھی

قتل کرایا۔ ادھر سکندر کے ایک نامی امیر رائے ماکری نے جو مہمات سلطنت کا مختار کامل تھا بادشاہ کے بھائی ہسیت خاں کو زہر کے ذریعے ہلاک کیا۔ سکندر شاہ کو رائے ماکری کی اس حرکت سے نفرت پیدا ہوئی اور اس کی بیخ کنی کی تدبیریں سوچنے لگا رائے ماکری کا استقلال درجہ کمال کو پہنچ چکا تھا اور بادشاہ اسے تباہ نہ کر سکتا تھا۔ رائے مذکور کو بادشاہ کے تضرع کا حال معلوم ہوا اور اس نے اپنے کو بادشاہ کی آتش غضب سے محفوظ رکھنے کے لئے سکندر شاہ سے عرض کیا کہ اگر حکم ہو تو فدوی تبت کو چک پر جو کشمیر کے جوار میں واقع ہے حملہ کر کے اس ملک پر قبضہ کرے۔ بادشاہ نے اس امید پر کہ شاید معرکہ کارزار میں میرا مقصود حاصل ہو اور رائے مذکور جنگ میں کام آئے اس کی درخواست قبول کی۔ رائے ماکری نے تبت پر لشکر کشی کر کے رفتہ رفتہ تمام ملک پر قبضہ کر لیا اور ایک بہت بڑی جمیعت اپنے گرد فراہم کر کے سکندر شاہ سے باغی ہو گیا۔ سکندر شاہ نے اپنی فوج جمع کر کے رائے ماکری پر حملہ کیا۔ سرحد ملک پر فوجیں میں جنگ ہوئی اور رائے ماکری نے ایک مدت کے بعد زہر کھا کر اپنی جان دی۔

سکندر شاہ نے ماکری کے نقشہ کو فرد کر کے لشکر کی ترتیب اور ترتیب کی طرف توجہ کی اور تبت اور اس کے اطراف کا بچہ خوبی کے ساتھ انتظام کیا اسی زمانہ میں امیر تیمور صاحبقران گورگانی نے ہندوستان فتح کرنے کا ارادہ کیا اور اپنے قاصدوں کو مع دو عدد دکنوں کے سکندر شاہ کے پاس روانہ کیا سکندر نے صاحبقران کی اس عنایت پر بچہ فخر و مبایات کیا اور ایک عرصہ داشت امیر نامدار کی خدمت میں روانہ کر کے صاحبقران کی اطاعت کا اظہار کیا اور دریافت کیا کہ اسے کہاں اور کس مقام پر حاکم کا حکم ہوتا ہے۔ سکندر شاہ نے صاحبقران کے قاصدوں کو اعزاز و اکرام کے ساتھ رخصت کیا۔ قاصد امیر تیمور کے حضور میں پہنچے اور انھوں نے جو کچھ اپنی آنکھوں سے دیکھا تھا صاحبقران سے بیان کیا امیر تیمور سکندر شاہ

اٹھارہ خلوص سے بیحد خوش ہوا اور سکندر شاہ کے لئے طلاؤں و خلعت اور  
 اسے باساتر مرصع روانہ فرمایا اور اسے لکھا کہ جب سواری مبارک دہلی  
 سے پنجاب کو روانہ ہو اسی وقت سکندر شاہ ملازمت صاحبقران سے  
 شرفیاب ہو یہ حکم سلطان سکندر کے پاس پہنچا اور بے شمار تحفے اور  
 بیش قیمت ہدیے فراہم کر کے سفر کے لئے تیار ہوا۔ سکندر شاہ کو معلوم  
 ہوا کہ امیر تیمور سوا لاکھ راسستہ سے پنجاب آ رہا ہے سکندر شاہ نے  
 پیشکش ہمراہ لے کر صاحبقران کی ملازمت حاصل کرنے کا ارادہ کر کے  
 کشمیر سے سفر کیا۔ اثنائے سفر میں سکندر شاہ کو خیبرلی کہ صاحبقرانی امرا  
 اور وزراء کا قول یہ ہے کہ سکندر شاہ کا ارادہ ہے کہ کم از کم تین ہزار گھوڑے اور ایک لاکھ  
 طلائی اشرفیاں صاحبقران کے حضور میں پیش کرے۔ سکندر اس  
 افواہ کو شکر بیحد پریشان ہوا اور دریا کی راہ سے واپس گیا سکندر شاہ  
 نے ایک عریضہ صاحبقران کے حضور میں روانہ کیا جس کا مضمون یہ تھا کہ  
 امیر نامدار کے نذر کی لائق پیشکش فراہم نہیں ہو سکی اور اسی وجہ سے  
 میں چند روز کے بعد شرف ملازمت حاصل کروں گا۔ امیر تیمور نے  
 سکندر شاہ کا نامہ پڑھا اور اسے اپنے بعض وزراء کی تقریر کا بھی علم ہوا۔  
 صاحبقران نے قاصد پر بیحد نوازش فرمائی اور فرمایا کہ اس خیال سے  
 ملازمت حاصل کرنے میں تاخیر کی ضرورت نہیں ہے سکندر شاہ کسی  
 خدشے اور خطرے کے بغیر دربار میں حاضر ہو سکتا ہے۔ سکندر شاہ کے  
 قاصد کشمیر پہنچے اور انھوں نے صاحبقران کا قول اپنے بادشاہ سے بیان  
 کیا سکندر شاہ ارشاد صاحبقرانی شکر بیحد خوش ہوا اور سامان سفر درست  
 کر کے کشمیر سے روانہ ہوا سکندر شاہ قصہ بارمولہ تک پہنچا تھا کہ اسے  
 معلوم ہوا کہ صاحبقران نے دریا بے سندھ کو عبور کر کے سفر قندھار  
 کیا ہے سکندر شاہ نے اپنا ارادہ منسوخ کیا اور قاصدوں کو بے شمار تحائف  
 دے ساتھ صاحبقران کی خدمت میں روانہ کر کے خود کشمیر واپس آیا۔  
 سکندر شاہ کی سخاوت کا یہ عالم تھا کہ اس کے جو دو بھائی کے اخبار منکر



عراق و خراسان و ماورالنہر کے دانشمند اس کی خدمت میں حاضر ہوئے جن کی وجہ سے علم و فضل و اسلام کشمیر میں رائج ہوا اور شہر عراق و خراسان کا منہ بن گیا۔ ان علما میں سب کے سرگروہ سید محمد نام ایک بزرگ نے جن کی نحو و سکت و در شاہ بیحد تعجب و کثرت تھا اور ان سے احکام دین کی تعلیم حاصل کرتا تھا اسی اثنا میں سکندر شاہ نے سیرت (شیو دیو بھت) کو جو قوم کا برہمن مگر تو مسلم تھا مطلق العنان وزیر بنا دیا اور مہمات سلطنت میں سارا مدار کار اسی پر ہو گیا۔ شیو دیو نے اب ہندوؤں کی آزادی اور ان کی تباہ کاری پر کمر بستہ ماندھی شیو دیو کو اپنے اس خیال میں استعدا انہماک ہوا کہ اس نے بادشاہ کو اپنا ہم خیال بنا لیا اور سکندر شاہ نے وزیر کی رائے سے حکم دیا کہ کشمیر کے تمام برہمن اور ہندو فضلا یا تو اسلام لائیں اور یا جلا وطنی اختیار کریں ہندوؤں کو حکم ہو گیا کہ مرد پیشانی پر نشا نہ لگائیں اور عورتیں اپنے شوہروں کے ساتھ سنی نہ ہونے پائیں۔ شیو دیو نے چاندی اور سونے کے اصنام کو گلو اکر دارالضرب میں ان کے سکے ڈھلوائے۔ شیو دیو کی اس سختی اور بادشاہ کے احکام سے کشمیر کے ہندو جو تقریباً کل قوم کے برہمن تھے جید پریشان ہوئے اور بعضوں نے تو تبدیل مذہب اور جلا وطنی دونوں کو بلائے جان سمجھ کر خودکشی کی اور بعضوں نے آوارہ وطنی اختیار کر لی اور بعض ایسے بھی تھے جو دل میں ہندو رہے لیکن زبان سے اسلام کا اقرار کرنے لگے۔

اس واقعے کے بعد سکندر شاہ نے پنجانوں کے انہدام پر کمر باندھی اور اکثر پنجانے تباہ کئے۔ ان تباہ شدہ عمارتوں میں ایک عالی شان پنجانہ تھا جو مہادیو کی طرف منسوب اور باغ بھارا دریا کے کنارے برگڑ میں واقع تھا مگر چند اس تہکدے کی تہ کھودی گئی یہاں تک کہ پانی بھی برآمد ہو گیا لیکن اس کے سنگ بنیاد کا تباہ چلا۔ جگہ یو کا پنجانہ بھی مسمار کیا گیا اس تہکدے کے انہدام کے وقت زمین سے آگ کے شعلے نکلے اور دھواں بھی نکلا سکندر شاہ اور اس کے اہل و عیال نے

خود یہ تماشہ دیکھا ہندوؤں نے تو اس واقعے کو اپنے معبودوں کی  
گراہمت پر محمول کیا لیکن سکندر شاہ نے اسے ایک نوع کا طلسم سمجھ کر اسکے  
انہدام سے ہاتھ نہ اٹھایا اور یہ عالی شان عمارت زمین کے برابر کرادی گئی۔  
اسی طرح راجہ للتادت نے ظہور اسلام سے پیشتر تھوس پور  
میں ایک مستحکم بتخانہ تعمیر کرایا تھا راجہ نے نجو میلوں سے دریافت  
کیا تھا کہ یہ عبادت خانہ کب تک اپنی اصل حالت پر قائم رہیگا اہل نجوم  
نے اپنے حساب سے یہ حکم لگایا تھا کہ آج کی تاریخ سے ایک ہزار ایک سو  
سال گزرنے کے بعد سکندر نام ایک بادشاہ اس عمارت کو منہدم کرکے  
عطار کی مورت کو جو اس میں لاکھی ہوئی ہے سہار کرے گا۔ راجہ کے  
حکم کے موافق یہ احکام نجومی ایک تانبے کی تختی پر کندہ کرائے گئے اور  
وہ لوح اس عمارت کی بنیاد کے نیچے دفن کردی گئی۔ یہ عمارت سکندر  
کے وقت میں منہدم کی گئی اور لوح مذکور برآمد ہوئی بادشاہ کو اس فرشتے  
کے مضمون سے اطلاع ہوئی اور اس نے کہا کہ کاش یہ لوح اس بتخانے  
کی دیوار پر نصب کی جاتی تاکہ میں اس کے مضمون سے اطلاع حاصل کر کے  
ان احکام کے مخالف عمل پیرا ہوتا۔

ان بتکدوں کے علاوہ سکندر شاہ نے دوسرے بتخانے بھی منہدم  
کئے کہ بادشاہت شکن کے خطاب سے یا تو کیا جانے لگا۔ سکندر شاہ  
نے جو بہترین احکام جاری کئے منجملہ ان کے ایک حکم یہ بھی تھا کہ مالک  
محروسہ میں شراب کی خرید و فروخت قطعاً نہ ہو اور نیز یہ کہ اس کے قلعہ  
میں ہندو اور مسلمان کسی شخص کے مال درآمد برآمد پر محصول نہ لیا جائے۔  
بادشاہ کو آخر عمر میں تب محرقہ عارض ہوئی اور اس نے اپنے  
تینوں فرزندوں میر خاں شاہی خاں اور محمد خاں کو ایک ہی وقت میں  
اپنے پاس جمع کیا سکندر شاہ نے بیٹوں کو بہترین نصیحتیں کیں اور ان کو  
آپس میں اتحاد رکھنے کی تاکید کرتے اپنے فرزند اکبر میر خاں کو علی شاہ  
کے خطاب سے اپنا جانشین مقرر کیا سکندر شاہ نے بائیس سال و نو ماہ

حکومت کر کے سترہ ہجری میں وفات پائی ۔  
**علی شاہ بن سکندر شاہ علی شاہ** نے اپنے باپ کی وفات کے بعد کشمیر کے  
 تخت حکومت پر جلوس کیا یہ فرمانروا اگرچہ خرد سال  
 بت تھکن تھا لیکن سلطان سکندر کی متانت اور اس کا خوف

ایسا مخلوق کے دلوں میں جاگزیں تھا کہ رعایا نے اس کی اطاعت قبول  
 کی ۔ علی شاہ نے اپنی حکومت کے ابتدائی عہد میں تمام مہات ملک شیو دیو  
 وزیر کے سپرد کیئے ۔ شیو دیو بھت نے اپنے چہار سالہ عہد وزارت میں  
 طرح طرح کے مظالم ہندوؤں پر کئے اور اپنی قوم کو جو نہ ہیا برہمن تھی  
 اسلام نہ لانے کی صورت میں تلوار کے گھاٹ اتارا چنانچہ تھوڑے ہی  
 زمانہ میں کشمیر میں ان کا نام و نشان بھی نہ رہا یا تو یہ ان تمام مسلمان ہوئے  
 اور یا شہر بدر ہو گئے ۔ شیو دیو بھت عار منہ دق میں مبتلا ہوا اور اسی شاہ  
 میں دنیا سے گزر گیا ۔ سلطان علی شاہ نے اپنے برادر خرد شاہی خاں  
 کو جو حسن سیاست اور شجاعت میں یگانہ روزگار تھا مہات بادشاہی کا  
 مختار کل بنایا ۔ شاہی خاں نے سلطنت کی ذمہ داری اپنے اوپر لی اور  
 بھائی کو فکر حکومت سے آزاد کر دیا ۔ علی شاہ نے تمام عالم کی سیر و سیاحت  
 کا ارادہ کر کے کشمیر سے باہر جانے کا ارادہ کیا اور شاہی خاں کو اپنا  
 جانشین بنا کر اپنے سب سے چھوٹے بھائی محمد خاں کو شاہی خاں کی  
 اطاعت اور فرمانبرداری کی تاکید کی اور خود اپنے خسر راجہ جموں سے  
 رخصت ہونے کے لئے کشمیر سے روانہ ہوا ۔ علی شاہ جموں پہنچا اور اس کے  
 خسر اور راجہ راجوری نے علی شاہ کو تخت سلطنت چھوڑنے اور  
 شاہی خاں کو اپنا ولی عہد بنانے پر ملامت کی علی شاہ خود بھی اپنے  
 دل میں اس حرکت پر نادم اور شرمندہ ہوا ۔ راجہ جموں اور راجہ راجوری  
 کو معلوم تھا کہ اب بلا امداد علی شاہ دوبارہ حکومت پر فائز نہیں ہو سکتا  
 ان ہردو راجاؤں نے علی شاہ کے ہمراہ ایک بہت بڑا لشکر ساتھ لے کر  
 کشمیر پر دھاوا کیا اور ملک پر علی شاہ کا دوبارہ قبضہ ہو گیا ۔ شاہی خاں

کشمیر سے یا لکوٹ آیا چونکہ اس زمانے میں جہسرت لکھن صاحبقران امیر تیبور کے قید خانے سے بھاگ کر سمرقند سے پنجاب پہنچ چکا تھا اور ان کا اشتغال مجد کمال پہنچ چکا تھا شاہی خاں نے جہسرت کے دامن میں پناہ لی۔ علی شاہ نے جہار فوج ہمراہ لے کر جہسرت اور شاہی خاں پر حملہ کیا ان لوگوں کو علی شاہ کے دھادے اور اس کے لشکر کی نا اتفاقی اور ماندگی کا پورا علم تھا شاہی خاں اور جہسرت نے اسی روز کو ہتھان کے درمیان صفیں آراستہ کیں۔ معرکہ کارزار گرم ہوا اور علی شاہ کو شکست ہوئی۔ ایک روایت یہ ہے کہ علی شاہ زندہ جہسرت کے ہاتھ میں گرفتار ہوا لیکن دوسری روایت سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ علی شاہ معرکہ جنگ سے بھاگا اور شاہی خاں نے اس کا تعاقب کر کے ۲۷ سالہ بھری میں اسے ولایت کشمیر کے بام نیکال دیا۔ اس واقعے کے بعد شاہی خاں کشمیر پہنچا اور چونکہ رعایا اس کے طرز حکومت سے بے حد خوش تھی ملک میں خوشی کے شادیاں بچے اور شاہی خاں نے تخت حکومت پر جلوس کیا۔

زین العابدین بن شاہی خاں نے سلطان زین العابدین کے لقب سے سکندر شاہ بہت فتن کشمیر کے تخت سلطنت پر جلوس کیا اور ایک جہار لشکر جہسرت کے ہمراہ کیا تاکہ جہسرت اس فوج کی مدد سے دہلی اور پنجاب پر قبضہ حاصل کرے جہسرت بادشاہ دہلی کا تو کیا مقابلہ کر سکتا تھا لیکن اس لشکر کی اعانت سے اس نے پنجاب کو زیر نگین کر لیا۔ بادشاہ نے جہاں کشائی کا ارادہ کر کے ایک فوج بہت روانہ کی اور اس ملک پر پورا قبضہ کر لیا۔ زین العابدین نے دریائے گشتا کے اکثر ساحلی ممالک پر قبضہ کر کے ان شہروں کے باشندوں کو تہ تیغ کیا۔ بادشاہ نے اپنے برادر خور و محمد خاں کو پیشہ سلطنت مقرر کر کے تمام مہمات کا مختار کل بنایا اور خود مقدمات کے فیصلے میں اپنا وقت بسر کرتے لگا۔ زین العابدین نے ہر طبقہ کے افراد کو اپنے دربار میں داخل کیا اور چونکہ بادشاہ خود بھی صاحب علم و فضل تھا اس کی بارگاہ مسلمان اور ہندو فضلا سے معمور رہتی تھی

زین العابدین علم موسیقی کا بھی ماہر تھا اور اکثر اوقات عمارتوں کی تعمیر اور  
 زراعت کی ترقی کے اسباب ہیا کرتے اور نہروں کے جاری کرتے ہیں  
 منہمک رہتا تھا زین العابدین نے ایک عام حکم یہ جاری کیا تھا کہ اس  
 ملک میں جس شخص کا جو مال چوری جائے اس کا تاوان قریات اور قصبات  
 کے رئیس ادا کریں اس حکم سے سرتے کا جرم اس کے دائرہ حکومت سے  
 تقریباً ناپید ہو گیا۔ جو بڑی راہیں شیعوں پر ہیبت نے ملک میں جاری کی  
 تھیں بادشاہ نے ان کو بالکل مٹا دیا تاریخ کا اندراج جیسا کہ زین العابدین  
 کے عہد حکومت میں ہوا ایسا سابق میں کبھی نہ ہوا تھا۔ بادشاہ نے اپنے  
 وضع کردہ آئین و قوانین کو تانبے کے الواح پر کندہ کرانے ہر شہر اور ہر  
 شہر میں نصب کرا دیا جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ مراسم ظلم قطعاً معدوم ہو گئے۔  
 کہتے ہیں کہ مذکورہ بالا الواح کسی کا عنوان یہ تھا کہ جو شخص ان قوانین  
 پر عمل نہ کرے اس پر خدا کی لعنت ہو۔ بادشاہ نے سری ہمت طبیب  
 پر جو اپنے فن میں کامل تھا سجد نوازش فرمائی اور اس کی التجا کے موافق  
 برہمنوں کو جو سکندر شاہ کے عہد حکومت میں شیعوں کے مظالم کی وجہ سے  
 جلا وطن ہوئے تھے دور و دراز مقامات سے بلایا اور ان کی جاگیریں  
 اور اسواں انھیں عنایت کیا۔ ہندوؤں کے مندروں میں پوجا گئے  
 اوقات مقرر کئے جزیہ کا حکم منسوخ کر کے گاؤں کی قطعاً ممانعت کر دی۔  
 زین العابدین نے برہمنوں اور تمام ہندو فاضلوں کو دربار میں طلب کر کے  
 ان سے عہد کیا کہ کبھی جھوٹ نہ بولیں گے اور جو کچھ ان کی مذہبی کتابوں  
 میں مرقوم ہے اس کے خلاف عمل پیرا نہ ہوں گے۔ بادشاہ نے  
 پیشانی پر قشقہ لگانا ماستی ہونا وغیرہ ہندوؤں کے وہ تمام مراسم جو سکندر شاہ  
 کے عہد سے مردہ ہو گئے تھے از سر نو انھیں زندہ کیا اور پیشکش جرمانہ و معاشرت  
 وغیرہ کی رقوم جو شہدار رعایا سے وصول کرتے تھے بالکل بند کر دیا۔  
 بادشاہ نے حکم جاری کیا کہ سوداگر جو مالی دوسری ولایت سے لائیں انکو  
 تھوڑے منافع پر فروخت کر والیں اس باب کو اپنے گھروں میں پوشیدہ

نہ رکھیں اور نیز یہ کہ معاملات خرید و فروخت میں غبن اور بددیانتی نہ کریں  
بادشاہ نے تمام قیدیوں کو جو سلطان سکندر کے عہد میں نظر بند کئے گئے  
تھے ایک قلم آزاد کیا۔ بادشاہ کے آئین جہاں کشائی کا ایک ضابطہ یہ  
تھا کہ جو ملک فتح کرتا تھا اس کا خزانہ اور اموال عنایت لشکر کو تقسیم کر دیتا  
تھا اور جو خراج کہ تختگاہ کے باشندوں سے وصول کیا جاتا تھا وہی ان مقبوض  
ممالک کی رعایا سے بھی لیا جاتا تھا۔ بادشاہ سرکشوں اور شورہ پشتوں کو  
قرار واقعی سنزدیتا تھا اور ان کی سخت کو خاک میں لادیتا تھا۔  
فقیروں اور ضعیفوں پر مہربانی فرماتا اور ان کو حد اعتدال سے تجاوز نہ کرنے دیتا  
تھا ان کی اس طرح نگہداشت کرتا کہ نہ تو امیر و صاحب زرہ ہو کر باغی ہو جائیں  
اور نہ افلاس کی وجہ سے گداگری کریں۔ زمین العابدین کی پارسائی کا یہ  
عالم تھا کہ نامحرم عورت کو مثل اپنی ماں اور بہن کے خیال کرتا تھا اور یہ کسی طرح  
بھی ممکن نہ تھا کہ نامحرم عورت پر تطہیر دلانے یا غیر کے مال میں خیانت کرنے کا  
خیال بھی اس کے دل میں آسکے۔ بادشاہ چونکہ رعایا کے حال پر ہمہ  
مہربان تھا اس لئے مروجہ گز اور جویب میں بھی اضافہ کیا جس شخص سے بادشاہ  
خفا ہوتا یہ ضرور نہ تھا کہ اسے سزا بھی دی جاتی لیکن جو الفاظ لعنت ایسے  
شخص کے لئے بادشاہ کی زبان سے نکلتے تھے بعینہ اس کا ظہور ہوتا تھا۔  
جس شخص سے بادشاہ ناراض ہوتا تھا اس کو اپنے ملک سے خارج البلد  
کر دیتا تھا مقبوض کو یہ معلوم بھی نہ ہوتا کہ وہ سلطانی عتاب میں گرفتار  
ہے۔ زمین العابدین کے عہد میں ہر شخص اپنے عقیدے کے مطابق اپنے  
مذہبی احکام بجالاتا تھا مذہبی تعصب کا اس کے عہد میں کوئی دخل نہ تھا۔  
جو برہمن اور ہندو کہ سلطان سکندر کے زمانے میں مسلمان ہوئے تھے  
زمین العابدین کے عہد میں پھر اپنے آبائی مذہب کے پیرو ہوئے اور مسلمان  
علماء ان کے ارتداد کی سزا ان کو نہ دے سکتے تھے۔ سلطان زمین العابدین  
نے کوہ ماران کے قریب ایک نہر جاری کی اور ایک نیا شہر جو پانچ کوس  
کے گرد آباد کیا اسی طرح اور دیگر شہر بھی آباد کئے۔ شہر کاپور اور دوسرے

بادشاہ دور دراز مقامات سے پانی لا کر نہریں کھدوائیں اور ان پر پل باندھے  
بادشاہ نے زراعت کی طرف بہت زیادہ توجہ کی۔ جن شہروں کو خود بادشاہ  
آتا کرتا تھا اس میں علماء فضلہ اور غریبوں کو مستوطن کرتا تھا تاکہ جو مسافران  
شہروں میں وارد ہوں یہ لوگ ان کے خور و نوش کا انتظام کر سکیں اہل احتیاج  
کو نقد و جنس میں جس چیز کی ضرورت ہو اسے ان کے لئے مہیا کریں۔ بادشاہ  
کی توجہ سے کشمیر میں کوئی جگہ اس کے علم کے مطابق بے آب زراعت  
نہ باقی رہی۔ زمین العابدین نے ارادہ کیا کہ حوض ویرناک میں جو حقیقت  
ایک دریا کے مانند ہے لیکن اطراف و نواح کے حکام نے اس کی حد بندی  
کر دی ہے ایک عمارت تیار کر کے بادشاہ نے اس عمارت کے دانشمندوں  
سے مشورہ کیا بچہ تامل وغور کے بعد یہ طے پایا کہ چوبلی مربعات لکڑی کے  
مربع خانے جو اندر سے خالی ہوں، تیار کئے جائیں انہیں اینٹ  
پتھر بھر کر یہ مربعات غرق آب کئے جائیں جب یہ پانی کی سطح سے بلند  
ہو جائیں تو انہیں پر عمارت کی تعمیر شروع ہو۔ چنانچہ یہی طریقہ اختیار کیا گیا  
اور پتھر پانی سے چند گز بلندی پر نمودار ہو گئے بادشاہ نے اس سطح سنگی  
عمارت تعمیر کی اور قصور و مساجد و باغات تیار کرائے اور اس میں شبہ  
نہیں کہ اس طرح کی عمارت کا نظیر دنیا میں موجود نہیں ہے۔ بادشاہ نے  
زرخیزہ موانعات اس عمارت کے مصارف کے لئے وقف کئے۔ بادشاہ کی  
بے نیازی کا یہ عالم تھا کہ باوجود اس شوکت و حشمت اور عزت و شان کے کبھی  
اس کو اسباب سلطنت کے ساتھ شغف نہیں رہا اور نہ اس نے خزانہ کو مہمو  
کرنے پر توجہ کی۔

سلطان کے عہد حکومت میں ملا محمد نام ایک باکمال شاعر پیدا ہوا جس کا  
فردق سلیم اس درجہ تک پہنچا ہوا تھا کہ ایک ہی نشست میں جس بحر و قافیہ  
میں اس سے فرمایش کی جاتی فی البدیہہ اشعار نظم کر دیتا تھا اور اسی  
حالت میں شکل مسائل کا جواب بھی ادا کرتا جاتا۔ بادشاہ اس باکمال  
شاعر اور نیر و پیکر علمائے اعلام کی بید نظیر و تکبریم کرتا تھا اور یہ کہا کرتا تھا کہ

یہ حضرت ہمارے مرشد و قبیلہ ہدایت ہیں انھیں کی بدولت ہم ضراط مستقیم پر قائم ہیں۔ زین العابدین ہندو جوگیوں کی بھی تعظیم و توقیر کرتا اور یہ کہتا کہ یہ اس شخص عبادت گزار صاحب مجاہدہ ہیں ان کی عزت کرنا ضروری ہے۔ بادشاہ کسی گروہ کی عیب جوئی نہ کرتا اور یہی خصلت اختیار کر لینی دوسروں سے اسید رکھتا۔ زین العابدین کی فہم و فراست کا یہ عالم تھا کہ ہر مشکل کو سنجیدہ ترین مسئلہ جس کے حل سے بڑے بڑے عقلا غافل ہو جاتے تھے بادشاہ اپنی عقل و دانش سے فوراً اس کا فیصلہ کر دیتا تھا۔ چنانچہ ایک مرتبہ ایک عورت نے اپنی ایک کنیر پر خون ناحق کا الزام لگایا یہ عورت اس کنیر سے آزرہ تھی لیکن کسی طرح اس کو جانی نقصان نہ پہنچا سکتی تھی مکار عورت نے ایک شب اپنے چھوٹے بچے کو قتل کیا اور صبح کو اس غریب کنیر کو قاتل ظاہر کیا۔ یہ عورت بادشاہ کے پاس داؤد خواہی کے لائی گئی سلطان نے مقدمہ اپنے فاضل و ریاریوں کے سپرد کیا۔ یہ علما اس مقدمہ کا فیصلہ نہ کر سکے اور بادشاہ نے متہم عورت کو خلوت میں طلب کیا اور اس سے کہا کہ اگر فی الواقع تو قاتل ہے تو مجھ سے صاف صاف بیان کرنا کہ میں تیرا قصور معاف کروں ورنہ دروغ بیانی کی سزا اور زیادہ بھگتنی ہوگی بیگناہ عورت نے جواب دیا کہ بادشاہ جو حکم چاہیں صادر فرمائیں لیکن حقیقت یہ ہے کہ میں اس خون سے بالکل بے خبر ہوں بادشاہ نے فرمایا کہ اگر تو راست گفتار ہے تو برہنہ ہو کر اہل دربار کے سامنے سے گزرتی ہوئی اپنے مکان واپس جاتا کہ مخلوق کو تیری راستبازی کا یقین آئے۔ عورت نے مزہ چھکا کر عرض کیا کہ میرا تہ تیغ ہونا اس بے شرمی اور بے حیائی سے ہزار درجہ بہتر ہے قتل کی یہ ٹھہرت مجھ کو خون کے آنسو رلانے کیلئے کیا کم ہے جواب میں ایسے حیا سوز فعل کے انجام دینے پر آمادہ ہوں۔ بادشاہ نے اسے رہا کیا اور مجرمہ کو خود اپنے حضور میں طلب کر کے اس سے سوال کیا کہ بچے کا قاتل کون ہے مکار عورت نے جواب دیا کہ میں نے جس عورت کی نشاندہی کی ہے وہی میرے فرزند کی قاتل ہے اور اگر



میں اپنے قول میں کاؤب ثابت ہوں تو اس کی سزا مجھے دی جائے۔ بادشاہ نے فرمایا کہ اگر تو اپنے دعویٰ میں سچی ہے تو بائیں دربار کے سامنے برہمنہ ہو عورت نے فوراً جہم سے کپڑے اتارنے کا ارادہ کیا بادشاہ نے اس عورت کو اس فعل سے باز رکھ کر فرمایا کہ حقیقی گنہگار خود پہلی ہے اپنی کنیز کو تباہ کرتے کے لئے خود اس نے اپنے فرزند کو قتل کیا اور اس غریب کو خون ناحق کا مجرم ظاہر کیا ہے۔ بادشاہ نے حکم دیا کہ اس کو تازیانے لگائے جائیں شاہی حکم کا انتشار کیا گیا اور عہدت کے اپنے جرم کا اقرار کیا۔ سلطان نے اس سکار کو قاتل یقین کر کے اس کو سزا دی۔

اس بادشاہ کی عادت تھی کہ چوروں کو تہ تیغ نہ کرتا تھا بلکہ جب ایسے لوگ گرفتار ہو کر آتے بادشاہ انھیں پایہ زنجیر کے حکم دیتا کہ تعمیر عمارت میں پتھر اور مٹی ڈھونڈیں اور مزدوروں کا کام کریں مگرین العابدین فطرتاً حسیم و مہربان تھا انھوں نے حکم عام دیدیا تھا کہ جانوروں کا شکار نہ کیا جائے۔ بادشاہ ماہ مبارک رمضان شریف میں گوشت نہیں کھاتا تھا۔ سلطان کی جو دو سخا کی دور دور شہرت ہوئی اور سازندے اور گویندے جو علم موسیقی میں یگانہ روزگار تھے اطراف و نواح سے کشمیر وارد ہوئے اس فن کے باکمال اس قدر کثرت سے جمع ہوئے کہ کشمیر ملک فرنگ کا نمونہ بن گیا۔ خواجہ عبدالقادر مشہور مصنف یعنی ملا عسوی کا شاگرد خراسان سے بادشاہ کی بارگاہ میں حاضر ہوا اور ایسا خوب عود بجا کیا کہ بادشاہ بے حد خوش ہوا اور اسے بہت زیادہ انعام دیا ملا جمیل نام ایک حافظ جو شعر خوانی اور حسن صوت میں عدیم النظیر تھا بادشاہ کی مجلس میں خوب لگاتا تھا اور بادشاہ پر اس کے گانے سے رقت طاری ہوتی تھی اور نہایت خوشی و خرمی سے وقت گزرتا تھا۔ سلطان زین العابدین اس قدر رقم کثیر ہر سال جمیل کو عطا کرتا کہ اندازے سے باہر ہے۔ ملا جمیل کے افسانے بھی سلطان کے ذہن جمیل کی طرح اب بھی کشمیر میں زبان زد خاص و عام ہیں۔ اسی بادشاہ کے عہد میں رجب نام ایک آفتاباں پیدا ہوا جس کا نظیر نہ زمانہ نے دیکھا

اور نہ تھا اس شخص نے آتشبازی میں ایسی ایسی ایجادیں کیں کہ لوگ اسے  
دیکھ کر حیران رہ گئے۔ کشمیر میں تفتنگ اسی نے رانج کی اور بادشاہ کے حضور  
میں بہت سی دوائیں تیار کیں اور اہل شہر کو بھی اس فن کی تعلیم دی۔ شیخ حبیب  
علاوہ فن آتشبازی کے دیگر تمام علوم میں بھی باکمال تھا سلطان کی بارگاہ اہل  
نغمہ و ادب و طب سے جو حسن و جمال اور خوش آوازی و قوالی میں یگانہ  
روزگار اور حسرت کات و سکنت رقص و سرود میں عظیم المثال تھے  
مہمور رہتی تھی۔ اس بادشاہ کے عہد میں رقاصوں اور سرودوں کی بجد  
کثرت ہوئی اور بعض گویے تو ایسے باکمال تھے کہ ایک راگ کو بارہ سروں  
میں ادا کرتے تھے۔ سلطان نے اکثر سازندوں کے عہد و رباب  
و طنبور کو مرصع پہ چراہر کرادیا تھا۔ ایک شاعر مسمیٰ سوم نے جو زبان کشمیر  
میں اشعار موزوں کرتا اور علم ہندی میں یگانہ روزگار تھا زین حرب نام  
ایک کتاب بادشاہ کے حالات میں تصنیف کی اسی طرح یودی بہ  
نام ایک اور شخص باکمال نے جو شاہنامہ فردوسی کا حافظ تھا علم موسیقی  
میں ایک تصنیف کی اور اسے بادشاہ کے نام مہنون کر کے اس کے صلہ  
میں انعام و اکرام حاصل کیا۔ بادشاہ خود فارسی ہندی و قبلی وغیرہ زبانوں  
کا بڑا ماہر تھا اور تمام زبانوں میں بے تکلف گفتگو کرتا تھا۔ بیشمار فارسی و ہندی  
کتابوں کا ہندی میں ترجمہ ہوا۔ کتاب راج ترنگنی جو شاہان کشمیر کی ایک  
مہموز تاریخ ہے اسی ترجمان کے عہد میں تصنیف ہوئی۔ ہندوؤں  
کی مشہور کتاب مہا بھارت کا ہندی سے فارسی میں ترجمہ ہوا۔ جلال الدین  
اکبر بادشاہ کے عہد میں مہا بھارت کا دوبارہ اور تاریخ کشمیر کا بار اول منبج  
دیان میں ترجمہ کیا گیا۔ سلطان زین العابدین کے ہم عصر فرمانرواں کی خوبیوں  
کی شہرت نگر بادشاہ سے مشتاق طاقت ہوئے اور اپنے ممالک سے  
تحائف و ہدایا بادشاہ کے لئے روانہ کئے خصوصاً خاقان سعید ابو سعید شاہ  
نے خراسان سے تیز رفتار گھوڑے قوی ہیکل تیز اور مضبوط اور جفاکش  
جاوران باربرواری بادشاہ کے لئے بطور تحفہ روانہ کئے۔ بادشاہ

ان تحائف سے بے حد خوش ہوا اور اس نے خود بھی اس کے جواب میں زعفران - قرطاش - مشک - عطر گلاب - سہرہ - بیش قیمت شالیں - بلور کے پیالے اور دوسرے کشمیر کے عجیب و غریب تحفے خاقان مذکور کے لئے خراسان روانہ کئے۔ راجہ تبت سرور یعنی دنیا کے مشہور حض کے راجہ نے جس کا پانی کبھی تغیر قبول نہیں کرتا دو کیا ب جانور جو راجہ ہنس کے نام سے مشہور اور عجیب خوش طبع و خوب صورت تھے سلطان زین العابدین کے لئے بطور تحفہ روانہ سکے بادشاہ ان جانوروں کو دیکھ کر بے حد خوش ہوا۔ ان جانوروں کی خاصیت یہ تھی کہ دودھ کو پانی میں ملا کر ان کے سامنے رکھا جاتا تھا اور یہ راجہ ہنس اپنی منقار سے دودھ کے اجڑا کو پانی سے علیحدہ کر کے خالص پانی پی لیتے تھے۔ بادشاہ نے خود اس تماشے کو دیکھا اور اب اسے یقین ہوا کہ جو صفات ان جانوروں کے کبھی کانوں سے سنے تھے اب آنکھوں سے بھی دیکھ لئے۔

سلطان زین العابدین نے جیسا کہ اوپر مذکور ہوا اپنے ابتدائی عہد حکومت میں اپنے برادر محمد خاں کو وکیل سلطنت اور اپنا ولی عہد مقرر کیا تھا۔ محمد خاں نے بادشاہ کے سامنے ہی وفات پائی اور زین العابدین نے اس کے فرزند حیدر خاں کو محمد خاں کا جانشین کر کے مہات ملک اس کے سپرد کر دیا۔ زین العابدین نے مسعود اور شہ خاں دو شخصوں کو اپنا معتد علیہ بنایا یہ ہر دو امیر بادشاہ کے کو کے تھے لیکن ان میں سے ہر ایک دوسرے کا دشمن جانی ہو گیا اور شیر و نے موقع پا کر اپنے بڑے بھائی مسعود کو قتل کیا بادشاہ نے مسعود کے قصاص میں شیر کو بھی تیغ کیا۔

زین العابدین کے تین فرزند تھے آدم خاں جو فرزند اکبر تھا ہمیشہ باپ کی نگاہ میں ذلیل و خوار رہتا تھا۔ حاجی خاں فرزند دوم بادشاہ کا محبوب بیٹا تھا اور بڑا خاں پسر خرد بہت بڑی جاگیر کا مالک تھا۔ سلطان نے ملا دریا نام ایک شخص پر نوازش فرما کر اس کو دریا خاں کے

خطاب سے سرفراز فرمایا اور تمام کاروبار ملک اس کے تفویض کر دیے اور خود اطمینان کے ساتھ عیش و عشرت میں مشغول ہوا۔ جس روز شیرو کوکہ نے دنیا سے رحلت کی بادشاہ نے ایک کروڑ اشرفیاں اس کی روح کو ثواب رسائی کی غرض سے خیرات کیں۔

اسی اثناء میں بادشاہ سخت علیل ہوا اور اس کی زندگی سے یاس ہو گئی ایک جوگی کشمیری میں وارد ہوا اور اس نے بھی بادشاہ کی شدید ناسازی مزاج کی خیر سنی جوگی اراکین سلطنت کے پاس آیا اور ان سے کہا کہ تم لوگ بادشاہ کی صحت سے مایوس ہو گئے ہو لیکن میرے پاس ایک ایسا لکڑکا ہے کہ میں بادشاہ کی بیماری کو اپنے جسم میں منتقل کئے لیتا ہوں جس سے بادشاہ کو صحت کلی حاصل ہو جائیگی۔ شاہی مصاحب اس جوگی کے وجود کو ایک نعمت سمجھے اور جوگی کو مع اس کے شاگرد کے سلطان کی بالین پر لے گئے۔ جوگی نے اپنے علم کے زور سے اپنی روح کو بادشاہ کے بدن میں منتقل کیا اور خود بادشاہ کی روح اپنے قالب میں لے آیا جوگی نے اپنے چیلے سے کہا کہ میرے جسم کو جوگیوں کے مسکن میں لے جا کر وفات سے رکھ تا کہ جسم جانوران صحرائی کا نغمہ نہ بننے پائے میں بادشاہ کی روح کو تندرست کر کے اپنی اصلی حالت پر عود کراؤں گا چیلے نے جوگی کے بدن کو جو شدت ضعف سے جنبش بھی نہ کر سکتا تھا جھڑے سے باہر نکالا اور وزیر اسے کہا کہ میرے استاد نے تمہارے مالک کی بیماری سلب کر لی ہے میں اپنے گرو کا بدن علاج کے لئے لے جاتا ہوں تم لوگ اندر جا کر اپنے مالک کو دیکھو۔ اراکین دولت جھڑے کے اندر آئے اور انہوں نے بادشاہ کو صحیح و تندرست پایا۔ امیران سلطنت جوگی کے کارنامے پر حیران ہوئے اور بادشاہ کی صحت یابی کے حکر یہ میں خوش منقہ کر کے نئے شمار رقم نذر و خیرات میں صرف کی۔ بادشاہ اس واقعے کے بعد ایک مدت تک زندہ رہا۔ ارباب علم و دانش نقل روح کے منکر ہیں ان کا استدلال یہ ہے کہ روح کا ایک جسم سے دوسرے قالب میں منتقل ہونا خلاف عقل و نقل ہے

خاک راہ رخ فرشتہ عرض کرتا ہے کہ چونکہ جو گیوں کا فرقہ اہل ریاضت کا فرقہ ہوتا ہے جس کی وجہ سے ان میں ایک طرح کا صفائے باطن پیدا ہو جاتا ہے اور اکثر خارق عادات افعال کا ان سے ظہور ہوتا ہے یہ امر ممکن ہے کہ اپنے زور یا فن سے سلب امراض پر قادر ہوں اور روحانی انتقال کے سو امر من کو ٹھیل کے جسم سے اپنے جسد پر منتقل کرنے میں قدرت رکھتے ہوں۔ رشحات میں جو ملاحین کا شفعی کی تصنیف اور مشائخ نقشبندی رحمۃ اللہ علیہ کے احوال پر مشتمل ہے مرقوم ہے کہ حضرت خواجہ محمد حسن پارسا رحمۃ اللہ علیہ کے سلسلے کے ایک بزرگ سفر حجاز کی نیت سے روانہ ہو کر سب سے زوار میں وارد ہوئے۔ یہ بزرگ اس شہر میں مقیم ہوئے اور طالبان حق نے ان کے مقدس وجود کو ایک نعمت سمجھ کر ان سے فیض باطن حاصل کرنا شروع کیا۔ حضرت شیخ کو اس شہر کے ایک سید صاحب سے جو محاسن کا مجموعہ تھے بعد محبت پیدا ہوئی چند روز کے بعد سید صاحب جناب شیخ کی مجلس میں حاضری سے قاصر ہوئے اور حضرت شہ صاحب نے ایک شخص سے ان کا حال دریافت کیا۔ اس شخص نے جواب دیا کہ سید صاحب کے وانتوں میں درد ہے جس کی وجہ سے منہ پر درم اور شدید بخار ہے حضرت شیخ نے سید صاحب کا حال معلوم کر کے فرمایا کہ یہ شخص جو ان صالح ہے چلو ہم اس کی عیادت کریں حضرت شیخ مریض کی یالیں پر پہنچے اور دیکھا کہ سید صاحب کے منہ پر درم ہے اور شدید بخار میں مبتلا ہے نشان حال بہتر بخوری پر پڑے تھے قریب رہے ہیں حضرت شیخ نے ان کا حال دریافت فرمایا اور چند ساعت سکوت فرما کر ان کے مرض کی طرف متوجہ ہوئے اور تھوڑے زمانے کے بعد مراقبہ سے مراجعہ فرمایا سید صاحب نے مرض سے شفا پائی اور درم حضرت سید کے منہ سے جناب شیخ کے روئے مبارک کی طرف منتقل ہو گیا حضرت شیخ دو ہفتے تک اس مرض میں مبتلا رہے اور بعد کو شفا پائی ہو گئے۔ خاندان نقشبندیہ کے پیران طریقت قدس اللہ انہم ارحم اسی طرح سلب

امراض فرماتے ہیں۔ قیاس یہ ہے کہ جوگی اور سلطان زین العابدین کا واقعہ بھی اسی قسم کا ہو گا واللہ اعلم بالصواب۔

بادشاہ کے زمانہ ناسازگار کے مزاج میں شاہنوازے خانہ جنگی میں مبتلا تھے۔ بادشاہ کا فرزند اکبر شاہنوازہ آدم خاں اپنے باپ کے حکم کے مطابق کشمیر سے آیا اور سواروں پیادوں کو بچوں تیراندازوں کی ایک جمعیت کے ساتھ اس نے تبت پر حملہ کر کے ملک کو آسانی کے ساتھ فتح کر لیا اور بے شمار مال غنیمت اپنے ہمراہ لے کر بادشاہ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ سلطان زین العابدین اپنے فرزند سے بے حد خوش ہوا اور اس پر بے انتہا مہربانی فرمائی بادشاہ نے حاجی خاں کو لوہر کوٹ کی مہم پر روانہ کیا اور آدم خاں کو حاجی خاں کے خدشے کی وجہ سے اپنے حضور میں رکھا۔ بعض فتنہ انگیز اشخاص نے حاجی خاں کو ترغیب دیکر اسے بلا اجازت شاہی لوہر کوٹ سے کشمیر کی طرف روانہ ہونے پر مجبور کیا۔ بادشاہ نے اول تو نصیحت آمیز پیغام دیا اور اسے کشمیر واپس آنے کی ممانعت کی لیکن جب اس کا کچھ اثر نہ ہوا تو بادشاہ ایک بھاری لشکر ہمراہ لے کر بلبل کے میدان میں صف آرا ہوا۔ حاجی خاں اپنی ناسعادت مندی سے شرمندہ ہوا اور اس نے ارادہ کیا کہ عفو تقصیر کے لئے بادشاہ کے حضور میں حاضر ہو لیکن اس کے اہل لشکر مانع آئے اور اپنی صفیں درست کر کے بادشاہ کے مقابلے میں سرگرم پیکار ہو گئے۔ نامی سردار جانیہن سے کام آئے۔ آدم خاں نے اس معرکہ کارزار میں خوب خوب جو ہر مدد ملی دکھلائے اور صبح سے شام تک اپنی جگہ پر قائم رہا۔ حاجی خاں مقابلہ نہ کر سکا اور اس کی فوج نے راہ فرار اختیار کر کے پھیلنے کی راہ لی آدم خاں نے اس ارادے سے تعاقب کیا کہ جب تک حاجی خاں گرفتار نہ ہو جائے شمشیر زنی سے ہاتھ نہ روکے لیکن بادشاہ نے اسے اس ارادے سے باز رکھا۔ حاجی خاں نے اپنے بقیہ سپاہی ہمراہ لے کر پیر پور سے قصبہ بیرکار خ کیا۔ بادشاہ اس فتح کے بعد کشمیر میں داخل ہوا اور دشمنوں کے سر سے ایک بلند منارہ تیار کیا بادشاہ نے حاجی خاں کے

لشکر کے قیدیوں کے قتل کا حکم دیا۔ بادشاہ نے ولایت کا کھسراج  
 دگرات برگز - کے چاہیوں کو آدم خاں کے ہمراہ روانہ کر کے اور  
 شاہزادے سے حاجی خاں کے اغوا کرنے والوں کے تحقیق کر کے انکے  
 اہل و عیال کو بچہ نقصان پہنچایا اور کثیر رقم ان سے حاصل کی اس وجہ  
 سے اکثر سیاہی حاجی خاں سے جدا ہو کر آدم خاں کے گرد جمع ہو گئے۔  
 بادشاہ نے اس واقعے کے بعد آدم خاں کو اپنا ولی عہد مقرر کیا۔ آدم خاں  
 نے چھ برس بعد جاہ و جلال کے ساتھ زندگی بسر کی اور اس کا ملک معمور رہا۔  
 اسی اثناء میں کشمیر میں عظیم الشان قحط پڑا کہ لوگ ایک نان جوین کے  
 عوض جان شیریں فروخت کرنے لگے اور چاندی اور سونے کو چھوڑ کر  
 غلہ واذوقہ کی چوری پر کمر ہمت باز بھی غریب اور محتاج رعایا بچے بھل  
 کھا کر ضائع ہونے لگے بعضوں نے سڑے جانوروں پر فضاہت کی لیکن  
 وہ بھی انھیں سیر نہ آئے۔ اس واقعہ سے بادشاہ ہمیشہ ملول اور غمگین رہتا  
 تھا اور غلہ کا ذخیرہ رعایا پر تقسیم کرتا تھا یہاں تک کہ خد نے رحم فرمایا  
 اور اوروں نے قحط کی بلا سے نجات پائی۔ بادشاہ نے بعض مقامات پر  
 چوتھائی اور بعض شہروں سے ساتواں حصہ خراج کا وصول کیا تاکہ  
 نے ولایت کجرات پر قابو پا کر طرح طرح کے مظالم شروع کر دیے۔  
 جس شخص سے دستیاب ہوتا زبردستی اپنے قبضہ میں لانا کجرات سے  
 وادخواہ بادشاہ کے حضور میں حاضر ہوئے بادشاہ جو حکم نافذ کرتا آدم خاں  
 اس کی تعمیل نہ کرتا تھا۔ آدم خاں نے قطب الدین پور میں سکونت اختیار  
 کی اور بادشاہ پر حملہ کرنے کے لئے ایک بڑا لشکر جمع کیا۔ بادشاہ اس سے  
 خوف زدہ ہوا اور حیلہ و بہانہ سے اسے مطمئن کر کے آدم خاں کو کھسراج  
 واپس کیا۔ سلطان زین العابدین نے آدم خاں سے محظوظ رہنے کے لئے  
 حاجی خاں کے نام ایک تسلی آمیز فرمان روانہ کیا اور اسے جلد سے جلد  
 اپنے حضور میں طلب کیا۔ اتفاق سے اسی زمانہ میں آدم خاں کجراج سے  
 روانہ ہوا تھا حاجی خاں نے اس سے جنگ کی اور حریف کو شکست دیکر

اور شیو پور کو غارت کر کے خاک میں ملا دیا۔ بادشاہ نے یہ خبر سنی اور ایک جہاز لشکر آدم خاں کے مقابلہ میں روانہ کیا۔ طرفین میں عظیم الشان اور خونخوار جنگ ہوئی آدم خاں کے نامی سردار جنگ میں کام آئے اور وہ شکست کھا کر بھاگا آدم خاں کے فار کی حالت میں شیو پور کا پل جو دریا سے بھت پر واقع ہے ٹوٹ گیا ادھر آدم خاں کے لشکر کے تین سو آدمی غرق آب ہوئے۔ بادشاہ نے شیو پور پہنچ کر وہاں کی رعایا کو تسلی دی اور آب بھت کے ایک کنارہ پر بادشاہ اور دوسرے کنارہ پر آدم خاں خیمہ زن ہوا۔ اسی زمانہ میں حاجی خاں پیچہ نام ایک موضع کے راستہ سے بارہمولہ کے نزدیک پہنچا اور بادشاہ نے اپنے چھوٹے فرزند سہمی بہرام خاں کو حاجی خاں کے انتیصال کے لئے روانہ کیا ان ہر دو بادور نے ایک دوسرے سے بہت زیادہ خصومت کا اظہار کیا۔ آدم خاں حاجی خاں کے ورود سے بہت دیناؤہ خوف زدہ ہوا اور شاہنشاہ بادشاہ آباد برگزہ سے گزرتا ہوا دریا سے نیلاب کے ساحل تک گیا۔ بادشاہ حاجی خاں کے ہمراہ واپس ہوا اور حاجی خاں پر بید ہربانی فرما کر اس کو اپنا ولی عہد مقرر کیا۔ حاجی خاں نے بھی بادشاہ کی خدمت گزاری میں کوتاہی نہیں کی اور اپنے سابقہ قصور کی اس جدید خدمت گزاری سے خوب تلافی کر دی۔ حاجی خاں نے بادشاہ کے دل میں ایسی جگہ کر لی کہ سلطان نے اپنے تمام فرزندوں سے زیادہ اس کی توقیر کی اور اپنی کمر کی مرہع تلوار عطا کی۔ بادشاہ نے حاجی خاں کے ہی خواہوں کو مناصب و جاگیر سے سرفراز فرمایا۔ چند روز کے بعد حاجی خاں اپنی شراب خواری اور باپ کی نصیحت نہ قبول کرنے کی وجہ سے بادشاہ سے جدا اور رنجیدہ ہو گیا۔ اس زمانہ میں بادشاہ کو اسہال بھی شروع ہوئے اور ادھر اس کا مزاج حاجی خاں سے بھی برگشتہ ہو گیا اور مہمات سلطنت میں اتاری پھیلی۔ اراکین دربار نے بادشاہ سے پوشیدہ آدم خاں کو طلب کیا۔ آدم خاں بادشاہ کے حضور میں حاضر ہوا لیکن اس کا آنا اور نہ آنا دونوں برابر ثابت ہوا اور بادشاہ نے آدم خاں کی طرف



مطلق توجہ نہیں کی۔ آدم خاں نے بجائیوں سے صلح کر لیا۔ یہ سب وہاں اور اراکین دربار سے بھی عہد و پیمان کیا۔ یہی خواہان سلطنت نے بادشاہ سے عرض کیا کہ شیرازہ سلطنت تکبھرا رہا ہے شاہزادوں میں جس کسی کو بھی حضور اس لائق تصدیق فرمائیں عثمان حکومت اس کے ہاتھ میں سپرد فرمائیں۔ سلطان نے اس معروضہ پر مطلق توجہ نہ کوئی اور معاملہ کو خدا کی مشیت کے حوالہ کیا۔ اتفاق سے تینوں شاہزادے ایک جگہ جمع ہوئے اور آدم خاں اپنے دونوں بجائیوں کے درمیان اسی غمازی کی کہ حاجی خاں اور بہار خاں باہم دگر ایک دوسرے کے دشمن ہو گئے اور ان کے باہمی عہد و پیمان کا خلع اٹھ ہو گیا۔ آدم خاں بادشاہ سے اجازت لے کر قطب الدین پور روانہ ہو گیا۔ اس زمانہ میں ضعف پیری کی وجہ سے مریض نے اور زیادہ شدت اختیار کی اور بادشاہ نے غذا بالکل ترک کر دی۔ امیر اور ارکان دولت فتنہ و فساد کے خوف سے شاہزادوں کو بادشاہ کی عیادت کے لئے بھی اس کے قریب نہ آنے دیتے تھے اور کبھی کبھی رعایا کی تسلی کے لئے بادشاہ کو ایک بلند مقام پر بٹھا کر مخلوق کو بادشاہ کی صورت دکھا دیتے اور اظہار مسرت کے لئے شادیاں بجا کر ملک کی اس طرح حفاظت کرتے تھے۔

مخصوص کہ حاجی خاں اور بہار نے اتفاق کر کے آدم خاں کے دفعیہ پر کمر بستہ باندھی اور روزانہ اس سے جنگ آزمائی کرتے رہے ان اخبار کو سنکر بادشاہ کی حالت بد سے بدتر ہوتی جاتی تھی یہاں تک کہ چند ہی روز میں اس کے حواس معطل ہو گئے اور طبیعوں نے جواب دیا۔ بادشاہ پر ایک شبانہ روز غشی طاری رہی اور آدم خاں ایک شب اپنے باپ کی عیادت کے لئے قطب الدین پور سے کھنٹا آیا۔ آدم خاں نے اپنے لشکر کو محافظت کے لئے شہر کے اطراف میں مقرر کیا اور وہ رات بادشاہ کے دیدوان خانے میں بسر کی۔ جن خاں چچی نے جو ایک نامی امیر تھا دیگر امراء و وزراء سے حاجی خاں کے لئے بیعت لے لی۔ دوسرے دن ان امراء نے جیلہ سے آدم خاں کو کشمیر کے باہر کیا اور حاجی خاں کو جیلہ سے جلد

طلب کر لیا۔ حاجی خاں دیوان خانہ میں آیا اور بادشاہ کے بطریقہ خاص پر تائب ہو گیا۔ حاجی خاں نے بہت بڑی جمعیت فراہم کر کے قلعے کے باہر قیام کیا اور ارادہ کیا کہ بادشاہ کی عیادت کو جائے لیکن دشمنوں کی مخالفت کی وجہ سے قہر شاہی کے اندر قدم نہ رکھ سکا۔ آدم خاں نے حاجی خاں کے غلبے کا حال سنا اور کشمیر کے حدود سے نکل کر ارادہ کیا کہ بارمولہ کی راہ سے ہندوستان کا رخ کرے اسی اثناء میں آدم خاں کے ملازمین اس سے ملے دل ہو کر شاہنشاہ مذکور سے جدا ہو گئے۔ زین لارک نامی حاجی خاں کے ایک مستبصر امیر نے آدم خاں کا تقاب کیا آدم خاں نے جنگ مردانہ کر کے زین لارک کے بھائی کیندوں اور قزلباشداروں کو قتل کیا اور ہمد کے باہر نکل گیا۔ اسی زمانہ میں جن خاں بھی پنجہ سے کشمیر آیا اور اپنے باپ سے ملاقات کی حاجی خاں کی قوت میں ہوا اضافہ ہوا اور اس کی جمعیت و استقلال مرتبہ کمال کو پہنچ گیا۔ سلطان زین العابدین نے باون برس حکومت کر کے اٹھتر سال کی عمر میں آخر ششماہ ہجری میں دنیا سے رحلت کی۔

حاجی خاں الخاں طلب حاجی خاں نے اپنے باپ کی وفات کے تین روز بعد بہ شاہ حیدر

آئین تاج پوشی کے موافق تخت سلطنت پر جلوس کیا۔ حاجی خاں کے برادر خیر دہرام خاں اور اس کے فرزند حسن خاں نے تاج سلطنت بادشاہ کے سر پر رکھا۔ حیدر شاہ نے گمراہی کا ملک حسن خاں کو بطور جاگیر عطا کر کے اسے امیر الاصرار و ایٹاؤلی عہد مقرر کیا۔ حیدر شاہ نے اپنے برادر خیر دہرام خاں کو بھی ولایت ناکام کا جاگیردار مقرر کیا۔ اطراف و نواح کے راجہ جو اس کی تخت نشینی کے جلسے میں مبارکباد اور مرحوم بادشاہ کی تعزیت میں کشمیر آئے تھے حیدر شاہ نے ان سب کو خلعت و اسب عطا کر کے رخصت کیا۔ بادشاہ کی بے اعتدالی سے چند ہی روز میں امراس سے ناراض ہو کر اپنی جاگیروں کو واپس گئے۔ حیدر شاہ ایسا ملک و دولت سے بے خبر ہوا کہ اس کے وزرائے رعایا پر طرح طرح کے مظالم شروع کر دیے۔

بادشاہ نے بھونی نام ایک حجام کو اپنا مقرب بنایا اور ایسا اس کے قبضہ میں آگیا کہ اس حجام کے اشاروں پر چلنے لگا بھونی حجام جس شخص سے خود ناغوش ہوتا یا بادشاہ کا مزاج بھی اس سے منفرت کر دیتا تھا اس حجام نے رشوت شانی کا بازار گرم کیا اور حسن خاں چھی جیسے امیر کو جس نے حیدر شاہ کی تخت نشینی میں سب سے زیادہ حصہ لیا تھا بادشاہ کے حکم سے قتل کرایا۔ اسی دوران میں آدم خاں نے ایک بڑا لشکر جمع کر کے ملک پر قبضہ کرنے کا ارادہ کیا آدم خاں جو پہنچا لیکن اس سے حسن خاں کچھ کئے قتل کی خبر سنی اور اپنا ارادہ فتح کیا اور ملک دیوراجہ جو کے ساتھ ملکر مغلوں سے جنگ آزادی میں مشغول ہوا۔ اتفاق سے ایک تیر آدم خاں کے منہ پر لگا جو اس کے دماغ کے پار ہو گیا اور آدم خاں نے اس زخم سے وفات پائی۔ حیدر شاہ اپنے باور بندہ رگ کی موت پر سجدہ متاثر ہوا اور اس کی لاش میدان جنگ سے اٹھوائی اور اپنے باپ کے مقبرہ کے قریب بھائی کے جسم کو بھی پوند خاک کیا۔ حیدر شاہ شہر ملام کی وجہ سے ہلک امرتس کا شکار ہوا میرائے دربار نے پوشیدہ طور پر ہرام خاں کا ساتھ دیا اور اسی خیال میں تھے کہ ہرام خاں کو اپنا بادشاہ تسلیم کریں کہ فتح خاں ولد آدم خاں کو ان واقعات کی اطلاع ہوئی یہ شانہ اوہ بادشاہ کے حکم سے سرسند گیا ہوا تھا۔ فتح خاں نے سرسند کے قلعے سر کر کے بے شمار مال غنیمت ہمراہ لیا اور جلد سے جلد کشمیر آگیا فتح خاں بلا حکم شاہی تختگاہ واپس آیا تھا اہل عرض نے اس کی طرف سے بادشاہ کے خوب کان بھرے اور شہزادہ کی کوئی خدمت بھی شاہی دربار میں مقبول نہ ہوئی۔ ایک روز بادشاہ نے چکر وہ کے ایوان میں شراب نوشی کی اور اس کے بعد نیچے آنے کا قصد کیا بادشاہ کا پاؤں نشہ کی حالت میں پھسلا اور نیچے گر کر وفات پائی۔ حیدر شاہ نے ایک سال دو ماہ حکمرانی کی۔

حسن شاہ بن حسن شاہ اپنے باپ کی وفات کے ایک شانہ روز کے حیدر شاہ بید احمد اسو کی کوشش سے تخت حکومت پر بیٹھا۔ دوسرے دن شاہزادہ نے ان تمام ارکین سلطنت کو

جن سے اس کو کچھ خوف تھا نظر بند کر دیا۔ جن شاہ نے سکندر پور سے کوچ کر کے نوشہرہ کو اپنا تخت گاہ بنایا اور اپنے باپ دادا اور چچا کا اندوختہ خزانہ اہل دربار کو تقسیم کر دیا۔ بادشاہ نے ملک احمد اسود (ابو برگز) کو ملک احمد کے خطاب سے مدارالہمام اور اس کے فرزند نوروز کو حاجب درمقرر کیا۔ بہرام خاں اپنے پسر کے ہمراہ کشمیر سے نکل کر ہندوستان روانہ ہوا بہرام خاں کے اہل لشکر جیسا کہ عنقریب مذکور ہوگا اس سے جدا ہو گئے۔ جن شاہ نے سلطان زین العابدین کے آئین جہان داری کو جو حیدر شاہ کے زمانہ میں تصویب فرمایا منسوخ و مہرہ ہو چکے تھے از سر نو راسخ اور زندہ کر کے نظام سلطنت کی آئین و قوانین پر محول کیا۔ اسی زمانہ میں چند فتنہ پرداز اہل دربار بہرام خاں کے پاس گئے اور اسے جنگ آزمائی پر آمادہ کیا۔ بعض امیروں نے چند خطوط بھی اسی مضمون کے بہرام خاں کے نام روانہ کئے۔ بہرام خاں ولایت کرماڑ سے واپس ہوا اور کمرانج میں پہنچ گیا۔ بادشاہ اس زمانہ میں دنیا پور بعض تفریح گیا ہوا تھا۔ بہرام خاں کے ورود کی خبر شکر بادشاہ اپنے چچا سے جنگ کرنے کی غرض سے شیو پور وارد ہوا۔ بعض امرائے دربار نے بادشاہ کو رائے دی کہ سرہند کی طرف روانہ ہو لیکن ملک احمد نے بادشاہ کو جنگ کرنے کی صلاح دی بادشاہ نے ملک احمد کی رائے سے اتفاق کیا اور ملک تاج کو جہاز لشکر کے ہمراہ بہرام خاں کے مقابلے کے لئے روانہ کیا۔ بہرام خاں کو اس بات کی امید تھی کہ شاہی لشکر اس سے آملے گا لیکن معاملہ برعکس ثابت ہوا موضع تولہ پور دلو پور برگز میں خونریز جنگ ہوئی۔ اتفاق سے ایک تیر بہرام خاں کے منہ پر لگا اور جو شکست کھا کر مرہ پور دزین پور برگز) روانہ ہو گیا۔ شاہی لشکر نے بہرام کا تعاقب کیا۔ بہرام اور اس کا فرزند ہرود و پدرو پسر حریف کے ہاتھ میں گرفتار ہوئے اور اس کا اسباب تاراج ہوا۔ یہ ہرود و قیدی بہ حال پریشان بادشاہ کے حضور میں لائے گئے بادشاہ نے دونوں مجرموں کو نظر بند کر دیا تھوڑے زمانہ کے بعد بہرام خاں کی آنکھوں میں سلاخی

پھیر دی گئی اور غریب شاہزادہ نے نابینا ہونے کے تیسرے ہی دن ہمیشہ کے لئے اپنی آنکھیں بند کر لیں۔ زین بدر جو سلطان زین العابدین کا وزیر اور ملک احمد کا رقیب تھا بہرام خاں کے نابینا کرنے میں بہت زیادہ کوشاں تھا بادشاہ نے زین بدر کو بھی اسی ملائی سے اندھا کر کے پایہ زنجیر کیا اور اس امیر نے بھی تین سال کے بعد زندان میں وفات پائی۔ ملک احمد اسود کا اب استقلال درجہ کمال کو پہنچ گیا۔ حسین شاہ نے ملک باری بہت تاج بھت برگز، کو ایک ہزار لشکر کے ساتھ راجہ جمو کی ہمارا ہی میں دہلی کی طرف روانہ کیا۔ عجیب دیو (اجیت دیو برگز) راجہ جمو حاضر ہوا اور باری بھت نے راجہ جمو کے ہمراہ کوچ کیا۔ تاتار خاں بادشاہ دہلی کی جانب سے ولایت پنجاب کا حاکم تھا اجیت دیو نے تاتار خاں سے معرکہ آرائی کر کے ملک کو تاراج کیا اور شہر سیالکوٹ قطعاً تباہ و برباد کر دیا گیا۔

حسین شاہ کے محل میں سید حسین بن سید ناصر کی دختر کے بطن سے دو فرزند پیدا ہوئے۔ بادشاہ نے ایک فرزند مسمی محمد کو ملک تاج بھت کے سپرد کیا اور فرزند دوم شاہزادہ حسین کی تربیت ملک نوروز بن ملک احمد کے سپرد کی۔ اسی دوران میں ملک تاج اور ملک احمد کے درمیان رنجش پیدا ہوئی اور یہ ہردو امیر ایک دوسرے کی تباہی کے درپے ہوئے۔ دیگر امرا میں بھی اختلاف پیدا ہوا اور خانہ جنگی شروع ہوئی۔ ایک وقت امیروں نے هجوم کر کے دیوان خانہ میں آگ لگا دی بادشاہ نے ملک احمد اور اس کے قرابت داروں کو پایہ زنجیر کر کے ان کا مال و اسباب تاخت و تاراج کیا ملک احمد نے زندان میں وفات پائی۔

حسین شاہ نے سید ناصر کو جو سلطان زین العابدین کے مقرب اور معلم درباری تھے اور جن کو بادشاہ ہمیشہ اپنے سے بلند جگہ پر بٹھاتا تھا خارج البلد کر دیا۔ چند روز کے بعد بادشاہ نے سید ناصر پر دوبارہ عنایت فرمائی اور ان کو کشمیر طلب کیا سید ناصر پیر پتال پہنچے اور وہیں انھوں نے وفات پائی۔ بادشاہ نے سید حسین بن سید ناصر کو جو حیات خاتون کے

والد تھے دہلی سے طلب کیا اور عنان حکومت ان کے ہاتھ میں دیدی  
سید حسین نے بادشاہ کو امرائے کشمیر کی طرف سے منحرف کر دیا اور اعیان  
ملک کے ایک گروہ کثیر کو تلوار کے گھاٹ اتار کر ملک تاج بھت کو مقید  
کر دیا۔ کشمیر کے بقیہ امیر سید حسین کے خوف سے آوارہ وطن ہوئے ان  
امرا میں جہانگیر ماکری نے قلعہ لوہر کوٹ میں پناہ لی۔

ان واقعات کے چند روز بعد عیش پرست بادشاہ مرض اسہال میں  
 مبتلا ہوا اور ضعف کی وجہ سے صاحب فراش ہو گیا۔ بادشاہ نے وصیت  
کی کہ میرے دونوں فرزند ابھی خور و سال ہیں میرے بعد میرے دونوں  
چچا زاد بھائیوں یعنی شاہزادہ یوسف بن بہرام خاں اور شاہزادہ فتح خاں  
بن آدم خاں میں سے کسی ایک کو فرمانروا بنا کر میرے فرزند محمد خاں کو اس  
حکمراں کا ولی عہد تسلیم کیا جائے۔ یوسف خاں تخت گاہ میں مقید اور فتح خاں ولایت  
جسر و تھ میں مقیم تھا۔ یوسف خاں نے بظاہر اس وصیت کو قبول کیا حسین شاہ نے  
اسی مرض میں وفات پائی اس بادشاہ کی مدت فرمانروائی کا کچھ حال  
معلوم نہ ہو سکا۔ محمد شاہ نے سید حسن کی کوشش سے سات برس کے  
محمد شاہ بن حسن شاہ سن میں تخت حکومت پر جلوس کیا تخت نشینی کے روز  
کا بار اول بادشاہ تمام نقری طلائی اسباب اسلحہ اور نفیس و بیش قیمت خیر  
بادشاہ کے ملاحظہ میں پیش کی گئیں محمد شاہ نے کسی شے  
پر توجہ نہ کی اور کمان کو اٹھا لیا حاضرین دربار نے بادشاہ

کے اس فعل سے اندازہ کیا کہ یہ آئندہ چلکر بزرگی و مردانگی سے حکمرانی  
کرے گا اور اس کا مستقبل بچہ شاندار ہو گا اس درجہ میں سادات کا استقبال  
کمال کو پہنچ گیا سیدوں کے اس غلبے سے امرا اور وزراء بادشاہ کے حضور میں  
حاضر نہ ہو سکتے تھے۔ اہل کشمیر اس غلبے سے تنگ آ گئے اور انھوں نے  
ایک شب راجہ جو کے اتفاق سے جو تاتار خاں لودی کے خوف سے  
اس زمانہ میں کشمیر میں پناہ گزیں تھا سید حسن کو دیگر تیس سادات کے ہمراہ  
جو باغ نوشہرہ میں مقیم تھے قتل کر ڈالا۔ اہل غدر نے دریائے بھت کو

عبور کر کے پل توڑ ڈالا اور دریا کے دوسرے ساحل پر پہنچا ہوئے۔  
 سید محمد ولد سید حسن جو بادشاہ کاماموں تھا ایک جمعیت اپنے ہمراہ لے کر  
 بادشاہ کی محافظت کے لئے دیوان خانہ میں آیا۔ اس شب کو ایک ہنگام  
 برپا ہوا اور ہر شخص اپنی خیر منانے لگا۔ عید زینا نے ارادہ کیا کہ یوسف خاں  
 بن بہرام خاں کو قید خانہ سے نجات دے لیکن سید علی خاں نام ایک امیر  
 کو اس واقعہ کی اطلاع ہوئی اور اس نے زندان مصیبت میں یوسف خاں کو  
 تہ تیغ کیا سید علی خاں نے تاج بھت کو بھی جو یوسف خاں کے قتل پر سید  
 اظہار افسوس کر رہا تھا تہ تیغ کیا۔ یوسف خاں کی والدہ نے جو بیوگی کی  
 حالت میں نان جو میں کے تین لقموں سے روزہ افطار کرتی تھی اپنے  
 بد نصیب فرزند کے مردہ جسم کی تین روز حفاظت کی۔ یوسف پیوند خاک  
 کیا گیا اور اس کی غریب ماں نے بیٹے کے مقبرے کے قریب ایک حجرہ  
 تیار کیا اور تادم مرگ فرزند کے قبر کی مجاورت ہی رہی۔  
 مختصر یہ کہ سید علی خاں اور دیگر سادات مخالفین سے جنگ آزمائے  
 اور طرفین کے تیر و خدنگ نے مخلوق خدا کے خون کی ندیاں بہا دیں۔  
 چوہر علائیہ شہر میں آکر مکانات کو تاراج کرنے لگے سادات نے شہر کے  
 گرد و خندق کھوئی اور چوروں سے اس طرح اپنے کو محفوظ کیا۔ سیدوں نے  
 اپنے دشمنوں کے مکانات کو جو شہر میں واقع تھے خاک میں ملا دیا اور  
 اس قدر مغرور ہوئے کہ پوری طور پر حفاظت بھی نہ کرتے تھے۔  
 اسی دوران میں سادات کے حریفوں نے جہانگیر ماکری کو بوبر کوٹ سے  
 طلب کیا سادات نے ہر چند جہانگیر ماکری کو پیغام صلح دیا لیکن وہ اس  
 بات پر راضی نہ ہوا ایک روز داؤد بن جہانگیر نے پل کو عبور کر کے سادات  
 سے جنگ کی۔ داؤد خاں اور اس کے اکثر ہمراہی قتل ہوئے سادات  
 نے اس قتل پر شادیاں بجا دیں اور مخالفین کے سروں سے ایک مینار  
 تیار کیا۔ دوسرے روز سیدوں نے ارادہ کیا کہ پل کو عبور کر کے حریف  
 کو ہمال کریں لیکن مخالفین نے قدم آگے بڑھائے اور پل کے درمیان

جنگ عظیم واقع ہوئی اس نبرد آزمائی میں پل ٹوٹ گیا اور طرفین سے ہتھیار  
اشخاص غریب ہو گئے۔ اس واقعے کے بعد سادات نے تاتار خاں حاکم پنجاب  
سے مدد و طلب کی تاتار خاں نے ایک بہت بڑا لشکر ان کی امداد کے لئے بھیجا۔  
تاتار خاں کی فوج نواح شہر میں پہنچی اور دہنیش نام راجہ نے ان سے جنگ  
کر کے اکثر لوگوں کو تہ تیغ کیا۔ دشمنوں نے یہ خبر سنی اور بیدخوش ہوئے۔  
غرض کہ سادات اور اہل کشمیر میں دو ماہ جنگ قائم رہی لیکن آخر کار اہل کشمیر  
میں جھوٹا یقیقہ ہو کر دریا کے پار اترے اور چاروں طرف سے پہاڑ کو  
گھیر لیا۔ سادات ان کے مقابلہ میں فوجیں بھیجے اور خوب خوب جوہر  
مردانگی دکھائے مخالفوں کی جمعیت چونکہ ان کی دو گنی تھی سیدوں کے اکثر  
نامی سردار قتل کئے گئے بقیہ سیدان جنگ سے بھاگے اور شہر میں پناہ گزین  
ہوئے اہل کشمیر نے شہر میں آگ لگا دی آگ کے شعلہ حضرت امیر سید علی ہمدانی رحمۃ اللہ علیہ  
کی خانقاہ تک پہنچے بجھ گئے اور اس مقدس عمارت کو کچھ نقصان نہ پہنچا  
یہ واقعہ شہر ہجری میں رونما ہوا اور اس جنگ کے مقتولوں کی تعداد  
دس ہزار شمار کی گئی سید محمد بن حسین گزائی نام ایک شخص کے مکان میں پوشیدہ  
ہوئے۔ سادات کے حریف دیوانخانے میں جمع ہو کر بادشاہ کے سلام کیلئے  
حاضر ہوئے اہل شہر نے بادشاہ پر قابو حاصل کر کے سید علی خاں کو مع دیگر  
سادات کے کشمیر سے خارج البلد کر دیا۔ پھر مسلم بھی بادشاہ سے خدمت  
ہوا۔ اہل کشمیر میں ہر شخص امیری کا دعویٰ دار تھا چند ہی روز میں ان کے  
درمیان مخالفت پیدا ہوئی اور کارخانہ شاہی بے رونق ہو گیا۔ فتح خاں بن  
اوہم خاں تاتار خان لودھی کی وفات کے بعد جالندھر سے روانہ ہو کر لکھنؤ  
پر قبضہ کرنے کے لئے راجپوری مقیم تھا۔ انقلاب پسند اشخاص گروہ کے گروہ  
اس کے پاس پہنچنے لگے اور شاہزادہ سے وعدہ پاس آئندہ کے علاوہ  
انعام و اکرام بھی حاصل کرنے لگے۔ شاہزادہ فتح خاں کو امتداد تھی کہ  
سب سے پہلے جہانگیر ماکری اس کے پاس آئے گا لیکن جہانگیر محض  
اس خوف سے کہ اس کے مخالفین شاہزادہ کے پاس پہنچ چکے ہیں فتح خاں کی



خدمت میں حاضر نہ ہو سکا۔ جہانگیر نے محمد شاہ کو اپنے ہمراہ لیا اور میدان  
 اکبر سوار میں خیمے نصب کرائے۔ فتح خاں بھی ہیرو پور سے گزرتا ہوا  
 اودن پور کے نواح میں پہنچا اور پانی کے چشمہ پر قسایض ہو کر  
 محمد شاہ کے مقابلہ میں خیمہ زن ہوا۔ طرفین سے صفیں درست ہوئیں اور  
 معرکہ کارزار گرم ہوا سب سے پہلے فتح خاں کو غلبہ ہوا اور قریب تھا کہ  
 اس کا لشکر پریشان ہو جائے لیکن جہانگیر ماکری نے پائے ثبات مضبوط  
 کیا اور فتح خاں کے پچاس نامی جوان تہ تیغ کئے۔ فتح خاں کو شکست ہوئی  
 اور قریب تھا کہ شاہزادہ جہانگیر ماکری کے ہاتھ میں گرفتار ہو جائے کہ  
 ایک دغا باز نے خبر دروغ مشہور کی کہ سلطان محمد شاہ دشمنوں کا مقید ہو گیا  
 جہانگیر نے پریشاں خاطر ہو کر فتح خاں کے تعاقب سے ہاتھ اٹھایا سلطان  
 اس فتح کے بعد کشمیر پہنچا اور ملک یار بھت کو فتح خاں کی جاگیر تاراج  
 کرنے کے لئے روانہ کیا۔ فتح خاں کشمیر کے ایک موضع بہرام کلیہ میں مقیم  
 ہوا اور ایک بہت بڑی جمعیت فراہم کر کے کشمیر فتح کرنے میدان جنگ  
 میں آیا۔ جہانگیر ماکری ایک انوہ کثیر ساتھ لے کر اس کے مقابلہ کے لئے  
 آیا۔ ناکام کے ایک موضع کھواکے کے میدان میں داخل ہوا۔ فتح خاں کا  
 خدمتگار موقع پا کر شہر میں داخل ہوا اور اس نے سیفی اور انگری وغیرہ  
 امیروں کو جو نظر بند تھے قید سے نجات دی جہانگیر ماکری سیفی اور انگری  
 کے رہا ہو جانے سے بچد رنجیدہ ہوا اور ارادہ کیا کہ فتح خاں سے صلح کرے  
 جہانگیر ماکری نے راجہ راجوری کو جس کی امداد کے لئے فتح خاں آیا ہوا تھا  
 پیغام دیا کہ راجہ فتح خاں کے لشکر میں اختلاف پیدا کرے جہانگیر ماکری  
 اپنے ارادے میں کامیاب ہوا اور اس نے راجہ راجوری کے ساتھ  
 اتفاق کر کے فتح خاں کو شکست دی اور ہیرو پور تک اس کا تعاقب کیا فتح خاں  
 جو پہنچا اور اس ملک کو فتح کر کے بہت بڑی جمعیت بہم پہنچائی اور دوبارہ  
 کشمیر تسمیر کرنے کے لئے دھاوا کیا جہانگیر ماکری نے خارج البلد سادات کو  
 تسلی دلاسا دیکر دوبارہ طلب کیا۔ بادشاہ اور فتح خاں کے درمیان

خونریز جنگ ہوئی۔ سیفی وانگری فتح خاں کی طرف سے مردانہ وار لڑے اور  
 اور بادشاہ کی جانب سے سادات نے داد شجاعت دی جن میں سے ایک  
 گروہ معرکہ کارزار میں کام آیا۔ جس قدر سید کہ اس معرکہ سے زندہ بچے  
 بادشاہ اور بھانگیر دونوں شاہ وزیر کے محل اعتماد ہو گئے فتح خاں کو اس  
 مرتبہ بھی شکست ہوئی اور اس نے راہ فرار اختیار کی فتح خاں نے بار سوم  
 لشکر جمع کیا اور کشمیر پر حملہ آور ہوا اس معرکہ میں فتح خاں نے اپنے نام  
 کا شہر پایا اور محمد شاہ بیکہ و تنہا میدان جنگ سے بھاگا بھانگیر کی  
 زخمی ہو کر گوشہ گمنامی میں پنہاں ہوا اور سید محمد بن سید حسن فتح خاں کی  
 بارگاہ میں حاضر ہو گئے چند روز کے بعد محمد شاہ کو زمینداروں نے  
 گرفتار کر کے فتح خاں کے سپرد کیا۔ محمد شاہ نے دس سال سات ماہ حکومت  
 کی تھی کہ خاک نشیں ہوا۔ فتح خاں نے محمد شاہ کو اپنے بھائیوں کے ہمراہ  
 دیوان خانہ میں مقید کیا اور خوردنوش و نیز دیگر ضروریات زندگی کا بہترین  
 انتظام کر دیا اور سیفی وانگری فتح خاں کے خاص مصاحب و مشیر ہوئے۔  
 فتح شاہ بن آدم خاں کا فتح خاں بن آدم خاں نے کشمیر میں فتح شاہ کے خطاب  
 بار اول بادشاہ سے تحت حکومت پر جلوس کیا۔ فتح شاہ نے سلطنت کے  
 تمام اہم کام سیفی وانگری کے سپرد کئے۔ اسی زمانہ میں شاہ  
 اقامت انوار بن سید محمد نور بخش کے ایک مرید سیدی میر شمس  
 عراق سے کشمیر وارد ہوئے اور یہاں آکر مرجع خلافت بن گئے انکے رشد کا بازار  
 ایسا گرم ہوا کہ اٹلاک و معاہدہ پوہرہ وغیرہ کے تمام اوقاف کی تولیت  
 انھیں کے مریدوں کے سپرد کر دی گئی۔ اس فرقہ کے صوفی غیر مسلموں  
 کی عبادت گاہوں کو سمار کرتے تھے اور کوئی ان سے باز پرس کرنے والا  
 نہیں تھا۔ مختصر یہ کہ چند ہی روز میں تقریباً تمام اہل کشمیر خصوصاً فرقہ چک کے  
 کل افراد میر شمس کے مرید ہو گئے ان مریدوں نے تصوف کے لباس میں  
 شمس کا مذہب جو دراصل شیعہ تھا اختیار کیا اور انھیں متصوفین کے  
 اثر سے کشمیر کے اکثر باشندے صوفی پرست ہو کر شیعہ ہو گئے جو لوگ کہ

جاہل اور میر شمس کے رموز سمجھنے سے قاصر تھے وہ مرشد کے دنیا سے رخصت کرتے ہی ملحد ہو گئے۔ ملک کا یہ حال دیکھ کر امیروں میں باہمی نزاع ہوئی اور عین دیوان خانہ میں اراکین سلطنت نے ایک دوسرے پر تلوار چلائی۔ ملک اچھے اور زینا نے جو فتح شاہ کے نامی امیر تھے محمد شاہ کو قید آزاد کیا اور بارمولہ وارڈ ہوئے۔ ان امیروں نے محمد شاہ میں صلاحیت نہ پائی اور اپنے فعل پر نادم ہوئے اور ارادہ کیا کہ محمد شاہ کو دوبارہ گرفتار کر کے فتح شاہ کے سپرد کر دیں محمد شاہ کو ان امیروں کے ارادہ سے اطلاع ہو گئی اور ایک رات کسی طرف فراری ہو گیا۔ اس واقعہ کے بعد فتح شاہ نے ملک کشمیر کو اپنے اور ملک اچھے اور زینا کے درمیان برابر تقسیم کر دیا۔ بادشاہ نے ملک اچھے کو وزیر مطلق اور شکر زینا کو دیوان گل مقرر کیا ملک اچھے مقدمات کے فیصل کرنے میں بڑا نکتہ رس اور صاحب فہم تھا چنانچہ روایت ہے کہ ایک مرتبہ دو شخص ایک باریک رشیم کی پیچک کے لئے جھگڑا کر رہے تھے اور ہر شخص اس پیچک کا دعویدار تھا۔ مقدمہ ملک اچھے کے روبرو پیش ہوا ملک اچھے نے دریافت کیا کہ پیچک کو سہا نگشت پر لپیٹا ہے یا کسی کپڑے پر اصل مالک نے سرنگشت کا اور جھوٹے دعویدار نے کپڑے کا حوالہ دیا۔ ملک اچھے کے حکم سے پیچک کھولی گئی اور معلوم ہو گیا کہ پیچک سہا نگشت پر لپیٹی تھی۔ فتح شاہ نے مدت دراز تک حکومت کی ایک زمانہ کے بعد ابراہیم پسر خا نگیر ماکری نے جو اپنے باپ کی وفات کے بعد اس کا جانشین ہوا تھا محمد شاہ سے ملاقات کی اور اس کو کشمیر پر حملہ کرنے کی ترغیب دی محمد شاہ اور فتح شاہ کے درمیان کو ہا سولہ کے فوج میں جنگ عظیم ہوئی اور فتح شاہ حریف سے مغلوب ہو کر ہیرہ پور کی راہ سے ہندوستان فراری ہوا کہتے ہیں کہ فتح شاہ نو سال حکومت کر کے کوچہ گرد ہوا۔ محمد شاہ کا بار دوم محمد شاہ نے بار دوم عنان حکومت اپنے ہاتھ میں لی اور بادشاہ ہوتا۔ ابراہیم ماکری کو اپنا وزیر مطلق بنایا۔ محمد شاہ نے سکندریا کو جو سلطان شہاب الدین کی نسل سے تھا ولی عہد مقرر کیا۔

ابراہیم ماکری کے بیٹوں نے ملک اچھے کو جوان کی نگرانی میں مقید تھا  
قتل کر دیا۔ فتح شاہ نے چند روز کے بعد جمیت عظیم فراہم کر کے کشمیر پر  
دھاوا کیا۔ محمد شاہ تاب مقابلہ نہ لاسکا اور نو ماہ نو روز حکومت کر کے  
آوارہ وطن ہوا۔

فتح شاہ کا بار دوم فتح شاہ نے دوبارہ کشمیر کے تخت حکومت پر جلوس کیا۔  
جہانگیر بدری وزیر مطلق اور ٹنکر زینا دیوان کل کشمیر کے تختے  
بادشاہ ہونا۔

فتح شاہ نے عدل و انصاف کے ساتھ حکمرانی کی مگر شاہ  
شکست خوردہ سکندر شاہ لودی بادشاہ دہلی کی خدمت میں حاضر ہو سکندر شاہ  
نے ایک بہت بڑا لشکر اس کی امداد کے لئے ساتھ کیا جہانگیر بدری فتح شاہ  
سے کبیدہ ہو کر محمد شاہ سے مل گیا اور راجپوری کے راستہ سے کشمیر پر  
دھاوا کر لیا۔ فتح شاہ نے جہانگیر ماکری کو افسر لشکر بنا کر محمد شاہ کے  
مقابلہ میں روانہ کیا فتح شاہ کو شکست ہوئی اور جہانگیر ماکری مع اپنے  
فرزند کے میدان جنگ میں کام آیا۔ علی شاہ بیگ وغیرہ نامی فتح شاہی  
امیر محمد شاہ کے بھی خواہوں میں داخل ہو گئے۔ فتح شاہ نے ناچار تخت سلطنت کو  
ترک کر کے ہندوستان کی راہ لی اور وہاں فوت ہوا فتح شاہ نے بار دوم  
ایک سال ایک ماہ حکمرانی کی۔

محمد شاہ کا بار سوم روایت ہے کہ اس دفعہ جب محمد شاہ نے تخت حکومت پر  
بادشاہ ہونا۔ قدم رکھا تو ملک میں شادیاں بچے اور فتح شاہ کا نامی

امیر ٹنکر زینا قید کر دیا گیا۔ محمد شاہ نے ملک کا چھک  
کو جو فراست اور عقلندی میں مشہور و معروف تھا وزارت کا عہدہ عنایت  
کیا۔ ملک کا چھک بھی مقدمات کا فیصلہ کرنے میں یدِ طولی رکھتا تھا چنانچہ یہ  
حکایت مشہور ہے کہ ایک شخص کی زوجہ نے اس کی عدم موجودگی میں  
بیہوشی کر کے دوسرا عقد کر لیا یہ شخص ظاہر ہوا اور شوہر اول کو دوم کے  
درمیان سناقت ہو ا مقدمہ ملک اچھے کی روبرو پیش کیا گیا۔ فریقین میں سے  
کوئی شخص بھی اپنے دعویٰ پر شہادت کا ل نہ لاسکا اور فیصلہ بیک شکل نظر آیا۔

ملک کاچی نے عورت سے کہا کہ میرے نزدیک تو سچ کہتی ہے اور یہ شخص جو تیرے شوہر اول ہونے کا دعویٰ کرتا ہے دروغ گو ہے اس پر اور تھوڑا پانی اس دوات میں ڈال تاکہ میں اسی سیاہی سے تیرے حق میں مقدمہ کا فیصلہ تحریر کروں کہ کاذب مدعی کو تجھ سے کچھ سروکار باقی نہ رہے۔ عورت اپنی جگہ سے ابھی اور اس نے بہ قدر ضرورت پانی دوات میں ڈالا ملک اچھے نے اور تھوڑا پانی ڈالنے کا حکم دیا عورت نے دوبارہ مقدمہ قلیل پانی دوات میں ڈالا جس کی آمیزش سے روشنائی پھیل گئی نہ ہونے پائے اور اس مرتبہ پانی ڈالنے میں بڑی احتیاط سے کام لیا۔ ملک اچھے نے حاضرین عدالت سے کہا کہ عورت کی اس احتیاط و دوراندیشی سے ثابت ہو گیا کہ یہ عورت شوہر اول کی زوجہ ہے۔ عورت نے خود بھی اس فیصلہ کی تصدیق کی اور اس طرح جھگڑا خوبی کے ساتھ ختم ہو گیا۔

محمد شاہ نے اپنے اشتغال کے بعد سبغی وانگری وغیرہ اسرارے۔ فتح شاہی کو ہندو یا شنگہ زینا اپنی طبعی موت سے فوت ہوا۔ فتح شاہ کی نعش اس کی ملازم سلسلہ ہجری میں ہندوستان سے کشمیر لائے اور محمد شاہ خاں پر آیا اور فتح شاہ کو سلطان دین العابدین کے پہلو میں پیوند خاک کیا۔

ملک کاچی نے چک سے ابراہیم ماکری کو نظر بند کر دیا جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ ابراہیم کے فرزند ابدال ماکری نے سکندر خاں بن فتح شاہ کو بادشاہ تسلیم کر کے کشمیر میں اپنے ہمراہ لایا۔ ملک کاچی چک سلسلہ ہجری میں نور پور (الور پور پر گنہ منگل برگز) پر گنہ ماہنگل میں حریف سے معرکہ آرائی کرنے گئے لئے میدان جنگ میں آیا۔ سکندر خاں اس سے مقابلہ نہ کر سکا اور ناکام کے قلعہ میں پناہ گزیں ہوا۔ ملک کاچی نے قلعہ کا محاصرہ کر لیا اور چند روز قلعہ میں لڑائی کا بازار گرم رہا۔ اسی دوران میں محمد شاہ کے باغی امیر اسکندر خاں کے پاس آمد و رفت کرنے لگے۔ ملک کاچی نے اپنے فرزند مسعود چک کو ان امیروں کی تنبیہ کے لئے مقرر کیا۔ سکندر خاں بے نیل مرام قلعہ ناکام سے فراری ہوا ملک کاچی چک قلعہ میں داخل ہوا اور قوم ماکری کے افراد

پریشان و مضطرب سکندر خاں کے نقش قدم پر روانہ ہوئے محمد شاہ غوث و خرم واپس آیا اور صاحب استقلال حکمران ہوا۔ اسی اثنا میں بادشاہ کا فرج دشمنوں کی بدگوئی سے ملک کاچی سے منحرف ہو گیا۔ ملک کاچی بادشاہ سے متہم ہو کر راجپوری چلا گیا اور اس نواح کے راجاؤں کو اپنا مطیع بنایا۔ سکندر خاں جو محمد شاہ سے شکست کھا کر فراری ہو گیا تھا فردوس مکانی ظہیر الدین بابر بادشاہ کے مثل ملازمین کے ایک گروہ کے ساتھ آیا اور لوہر کوٹ پر قابض ہو گیا۔ ملک کاچی کا بھائی ملک پاری سکندر خاں کے وردے سے گناہ ہوا اس کا مقابلہ کرنے کے لئے روانہ ہوا۔ سکندر خاں گرفتار ہو کر محمد شاہ کے حضور میں بھیج دیا گیا۔ بادشاہ اس بھی خواہی کی وجہ سے ملک کاچی سے صاف ہو گیا اور اسے دوبارہ وزیر سلطنت مقرر کیا۔ محمد شاہ نے سکندر خاں کو نابینا کر کے اطمینان حاصل کیا فتح شاہ کے فتنہ دار و گیس میں ابراہیم بن محمد شاہ بھی اپنے باپ کے ساتھ سلطان ابراہیم لودی کی خدمت میں کوٹلی گیا تھا۔ ابراہیم لودی نے محمد شاہ کو تو ایک جرات لشکر کے ہمراہ کشمیر پر دھاوا کرنے کی اجازت دی تھی لیکن اس کے فرزند ابراہیم اپنی بارگاہ میں رکھ لیا تھا۔ ابراہیم لودی کی شکست کے بعد ابراہیم کشمیر کی اپنے وطن واپس آیا۔ ملک کاچی چاک بادشاہ سے سکندر خاں کے نابینا کر دینے کی وجہ سے ناراض تھا۔ کاچی نے اولا تو اہل شاہی کو طرح طرح کی تدبیروں سے نظر بند کیا اور اس کے بعد بادشاہ کو بھی مقید کر کے ابراہیم بن محمد شاہ کو فرمانروا تسلیم کیا۔ محمد شاہ نے اس مرتبہ گیارہ برس گیارہ روز حکومت کی۔ ابراہیم شاہ بن ابراہیم شاہ نے غنان حکومت اپنے ہاتھ میں لی اور محمد شاہ۔

ماکری بن ابراہیم ماکری جو ملک کاچی چاک سے تنگ آکر ہندوستان چلا آیا تھا اس زمانے میں فردوس مکانی ظہیر الدین بابر بادشاہ کی خدمت میں حاضر ہوا اور بادشاہ سے عرض کیا کہ دشمنوں سے پریشان ہو کر بادشاہ کی بارگاہ میں پناہ لینے آتا ہوں اگر بادشاہ

تھوڑی توجہ فرمائیں اور فدوی کو لشکر و سپاہ سے مدد دیں تو میں نہایت آسانی سے کشمیر کو فتح کر کے اس ملک کو بھی قلمرو سلطانی میں داخل کر لوں گا۔ فردوس مکانی نے ابدال ماکری کے حسن صورت و سیرت کو ملاحظہ کر کے فرمایا کہ سبحان اللہ جنگل میں بھی انسان رہتے ہیں بابر بادشاہ نے ابدال ماکری کو خلعت واسپ سے سرفراز فرما کر جبار لشکر اس کے ہمراہ کیا اور شیخ علی بیگ و محمود خاں کو اس لشکر کا امیر مقرر فرمایا۔ ابدال کو یہ معلوم تھا کہ اہل کشمیر مغلوں سے اظہار نفرت کریں گے اس نے مصلحتاً نازک شاہ بن ابراہیم شاہ کو کشمیر کا فرمانروا تسلیم کر کے قدم آگے بڑھایا۔ ابدال ماکری نواح کشمیر میں پہنچا اور ملک کاچی چک نے ابراہیم شاہ کو اپنے ہمراہ لیا اور پرگنہ بانگل کے ایک موضع سلاح نام میں قیام پذیر ہوا۔ ابدال ماکری نے کاچی چک کے پاس پیغام بھیجا کہ میں بابر بادشاہ کے حضور میں حاضر ہوا تھا اور اس کی امداد لئے کر یہاں حاضر ہوا ہوں۔ بادشاہ غازی کے جاہ و شہمت کا یہ عالم ہے کہ اس نے ابراہیم لودی کے سے فرمانروا کو جو پانچ لاکھ سواروں کا بادشاہ تھا خاک و خون میں ملا دیا ہے۔ تمھاری خیریت اسی میں ہے کہ اعلیٰ حضرت بادشاہ غازی کا غاشیہ اطاعت کا ندھے پر رکھو اور اگر بد نصیبی سے یہ امر تمھیں منظور نہیں ہے تو جلد میدان جنگ میں آؤ اس لئے کہ اب کاہلی و تاخیر کا موقع نہیں ہے۔ ملک کاچی چک سید ابراہیم خاں۔ شیر ملک اور ملک تازی کو تین فوجوں کا سردار بنا کر جنگ کے لئے میدان میں آیا۔ طرفین سے عظیم الشان لڑائی ہوئی اور نے شمار اشخاص تلوار کے گھاٹ اتارے گئے ابراہیم شاہ کے امی امید دل میں ملک تازی اور شیر ملک جن میں سے ہر ایک نہایت بلند مرتبہ امیر تھا میدان جنگ میں نکام آئے۔ ملک کاچی پریشان ہو کر شہر سے مفرور ہو گیا اور چونکہ شہر میں قیام نہ کر سکا اس لئے کوہستان کی طرف بھاگا۔ ابراہیم شاہ کی بابت کچھ پتا نہیں چلتا کہ اس مرتبہ خاک نشین ہو کر کدھر اور کہاں آوارہ وطن ہوا۔

نازک شاہ بن ابراہیم شاہ کی حکومت نازک شاہ نے جد و پد کے بعد کشمیر کے

تخت حکومت پر جلوس کیا۔ اہل کشمیر مغلوں سے بچد خوزدہ ہو رہے تھے نازک شاہ نے پریشان رعایا کو تسلی دی اور ملک کے باشندوں نے نازک شاہ کے جلوس سلطنت میں حد سے زیادہ اظہار شادمانی کیا اہل کشمیر نے شہر سے اگل کر نوشہرہ میں جو قدیم زمانہ سے شاہان کشمیر کا تختگاہ تھا قیام کیا۔ بادشاہ نے ابدال ماکری کو وزارت و وکالت کا عہدہ عطا کیا۔ ابدال ماکری جھلنگری ایک ملک کاچی کا تعاقب کر کے واپس آیا بادشاہ کو معلوم ہو گیا کہ ملک کاچی اگر قرار کرنا مشکل ہے اس نے اس ملک کی تقسیم پر توجہ کی بحالہ کے تعین کر کے بعد ملک چار حصوں میں تقسیم کیا گیا ایک حصہ ابدال ماکری اور ایک حصہ شیخ میر علی کو عطا ہوا اور دو حصے فوج کے مصارف کے لئے مخصوص کئے گئے۔ نازک شاہ نے بابر بادشاہ کے ملازموں کو بے شمار تحائف و ہدیوں کے ساتھ ہندوستان جانے کی اجازت دی اور عتاب آمیز فرمان ملک کاچی چک کے نام روانہ کر کے محمد شاہ کو اس نے طلب کیا شیخ میر علی روانہ ہوا اور محمد شاہ کو قلعہ لوہر کوٹ سے آزاد کر کے معزول بادشاہ کے ہمراہ کشمیر واپس آیا ملک کاچی چک کو شہر میں آنے کی اجازت نہ ہوئی اور محمد شاہ نے چوچی مرتبہ تخت پر جلوس کیا۔

محمد شاہ کا یا چہاگم محمد شاہ نے تخت حکومت پر قدم رکھا اور نازک شاہ بادشاہ چھوٹا۔ آکھو اکیس سال آٹھ ماہ حکومت کر چکا تھا اپنا ولی عہد مقرر کیا۔ اسی سال فردوس مکانی بابر بادشاہ نے رحلت فرمائی

اور جنت آشیانی نصیر الدین محمد ہمایوں بادشاہ نے تخت حکومت پر جلوس کیا۔ محمد شاہ نے ایک سال حکومت کی اور ملک کاچی چک جو کہ ہستان میں پناہ گزیں ہوا تھا ایک جمعیت کشمیر کے ساتھ کھرار دکہر کا برگز کے نواح میں مقیم ہوا ابدال ماکری نے اس کا مقابلہ کیا ملک کاچی فراری ہو کر بہیرہ میں وارد ہوا۔ اس زمانے میں کامراں مرزا ملک پنجاب کا حاکم تھا۔

شیخ علی بیگ و محمد خان منگل نے جو ابدال ماکری کی اجازت کے بغیر واپس آئے تھے کامراں میرزا سے عرض کیا کہ ہم لوگوں کو کشمیر کے تمام حالات



اطلاع ہے اگر آپ تھوڑی توجہ فرمائیں تو اس ملک کا فتح کرنا بجا آسان ہے کامران میرزا نے محرم بیگ کو سردار لشکر بنا کر ان امیروں کے ہمراہ جو کشمیر سے واپس آئے تھے اس ہتھیار پر روانہ کیا۔ مغلوں کا لشکر کشمیر پہنچا اور اہل کشمیر خوف و ہراس کی وجہ سے اپنا تمام اسباب گھروں میں چھوڑ کر کوہستان کی طرف بھاگ گئے۔ منغل لشکر نے شہر کو تاراج کر کے آگ لگا دی بعض اہل کشمیر جو کوہستان سے مغلوں سے جنگ کرنے آئے تھے معرکہ کارزار میں کام آئے۔ ابدال ماکری کا پہلے یہ خیال تھا کہ ملک کاچی چک منغل لشکر کے ہمراہ آیا ہے لیکن جب اسے معلوم ہوا کہ کاچی چک لشکر میں نہیں ہے تو اظہار اتحاد و یگانگی کر کے اس کو مع اس کے فرزندوں کے طلب کیا اور آپس میں عہد و پیمان کر کے اسے اپنا مددگار کر لیا۔ یہ اتحاد اہل کشمیر کی قوت کا باعث ہوا اور انھوں نے جنگ آزمائی پر کثرت پانڈہ کر مغلوں کو لپٹا کر دیا۔

۹۳۹ء چھری میں سلطان سعید شاہ بادشاہ کاشغر نے اپنے فرزند شاہزادہ سکندر رخاں کو میرزا حیدر ترک اور بارہ ہزار سواروں کے ہمراہ تبت و لار کے راستہ سے کشمیر فتح کرنے کے لئے روانہ کیا۔ اہل کشمیر کا شغری لشکر کی قوت و شجاعت کا شہرہ لشکر بلا جنگ آزمائی کے شہر کو خالی کر کے کوہستان میں پناہ گزیں ہو گئے۔ اہل کاشغر شہر میں داخل ہوئے اور انھوں نے شاہان سابق کی عالیشان عمارت کو زمین کے برابر کر کے شہر میں آگ لگا دی۔ اہل کاشغر شہر کے تمام دفینوں اور خزانوں پر قابض ہوئے اور ہر اہل لشکر دولت مند ہو گیا۔ اہل کشمیر میں سے جو شخص کہ جہاں پنہاں ہوتا اس کو اسی جگہ قتل و امیر کرتے غرض کہ تین ماہ بعد اہل کشمیر ہر گز ہر پار پا۔ ملک کاچی چک ملک ابدال ماکری اور دوسرے نامی سوار چکرہ میں جا کر پناہ گزیں ہوئے لیکن جب یہاں کا قیام بھی خلاف مصلحت سمجھے تو بارہ ہولہ میں قیام پذیر ہوئے اور یہی کسی کوہستان میں پھیل کر اپنی جان بچاتے تھے۔ یہ امیر بارہ کے راستے سے کوہستان کے

سمجھے اترے اور مغلوں کے مقابلہ میں صف آرا ہوئے۔ عظیم الشان  
 جنگ فریقین میں ہوئی اور اہل کشمیر میں ملک علی میر حسن شیخ میر علی اور میر کمال  
 معرکہ کارزار میں کام آئے اہل کاشغر میں بھی ایک کشمیر گروہ قتل ہوا۔ اہل  
 کشمیر قریب تھلکہ معرکہ کارزار سے فراری ہوئے لیکن ملک کاچی چک وابدال  
 ماکری نے مردانگی کے جوہر دکھائے اور اہل کشمیر کے ایک دوسرے گروہ  
 کو جنگ آزمانی کی ترغیب دی۔ طرفین سے بے شمار سپاہی میدان جنگ میں  
 مارے گئے اور چند جسم بے سر زمین سے اٹھے اور تھوڑی دیر میں حرکت رہنے کے  
 بعد ٹھنڈے ہو گئے اس عجیب منظر کی وجہ سابقاً مذکور ہو چکی ہے صبح سے  
 شام تک جنگ جاری رہی رات کی بیاہی پھیلی اور طرفین نے اپنے اپنے  
 حریف کی قوت کا اندازہ کر کے اپنے فرود گاہ میں قیام کیا۔ دونوں فریق  
 اب جنگ سے خستہ و ماندہ ہو گئے اور صلح پر مائل ہوئے۔ اہل کاشغر نے  
 صوف و سقراط و دیگر تحائف محمد شاہ کی خدمت میں روانہ کر کے جدید  
 رشتہ بندی کی سلسلہ جنمائی کی۔ محمد شاہ نے بھی ملک کاچی و ملک  
 ابدال کے مشورہ سے صلح نامہ تحریر کیا اور عہد نامہ مذکور ولایت کشمیر  
 کے نادار الوجود تحائف کے ہمراہ اہل کاشغر کے پاس پہنچا۔ باہم یہ طے  
 پایا کہ محمد شاہ کی دختر شاہزادہ سکندر خاں کے جبارہ عقد میں دی جائے  
 اور کشمیر کے قیدی رہا کر دیے جائیں۔ صلح نامہ کے شرائط مکمل ہوئے  
 اور اہل کاشغر اپنے وطن واپس گئے۔ اس فتنہ عموار و گیر سے جو ریشانی  
 کہ ملک کشمیر میں پیدا ہوئی تھی وہ امن و امان کے ساتھ تبدیل ہو گئی اسی  
 سال یعنی ۱۰۹۹ھ ہجری و ۱۷۸۷ء میں نمودار ہوئے اور ملک میں عظیم الشان  
 قحط نمودار ہوا۔ خلق خدا کی جانیں اس قحط میں تلف ہوئیں اور اکثر اہل  
 کشمیر دور دراز ملک میں جلا وطن ہو گئے اور قتل عام کا خیال اس غضب  
 کے سامنے گوشہ خاطر سے فراموش ہو گیا۔ فصل میوہ کا زمانہ آیا اور  
 ملک میں تھوڑی رفاہ و امن پیدا ہوئی۔ اسیثناء میں ملک کاچی چک  
 اور ابدال ماکری کے درمیان پھر بحث پیدا ہوئی۔ ملک کاچی چک نے

شہر کو چھوڑ کر زین پور میں قیام اختیار کیا اور ملک ابدال ماگری وزیر سلطنت مقرر ہوا۔ اس حکومت کا نتیجہ یہ ہوا کہ حکام و عمال نے جبر و ظلم شروع کیا اور داؤد خواہی کا دروازہ بند ہو گیا۔ چند روز کے بعد نچر شاہ کو تپ محرقہ عارض ہوئی اور بادشاہ نے تمام نقد و دولت راہ خدا میں تقسیم کیے وفات پائی۔ نچر شاہ نے مجموعی حیثیت کے سچاس سال حکومت کی۔ شمس الدین ابراہیم شاہ نچر شاہ کی وفات کے بعد بہ ظاہر تقاس کا فرزند تخت بن سلطان نچر شاہ حکومت پر بیٹھا لیکن حقیقت میں ملک کاچی چک و ابدال ماگری حکمران ہوئے۔ بادشاہ نے وزیر کے مشورے سے

تمام ملک امیروں میں تقسیم کیا۔ اہل کشمیر ابراہیم شاہ کی تاج پوشی سے بید خوش ہوئے۔ ملک کاچی چک و ابدال ماگری میں رنجش پیدا ہوئی اور کاچی چک بادشاہ کے ہمراہ ابدال ماگری کو تباہ کرنے کے لئے کوہستان کی طرف روانہ ہوا۔ ملک ابدال ماگری بھی بڑے کد و فر کے ساتھ حریف کے مقابلہ میں آیا لیکن ان ہرد و امرا میں صلح ہو گئی اور ملک ابدال ماگری اپنی جاگیر یعنی پرگنہ کمر اچ کو روانہ ہوا اور بادشاہ و ملک کاچی چک سری نگر واپس آئے۔ چند روز کے بعد ابدال ماگری کے سربراہ پھر سودا سمایا اور اس نے فساد برپا کر کے کمر اچ میں فتنہ پھیلایا لیکن اس مرتبہ بھی آسانی سے فتنہ فرو ہو گیا۔ مورخ فرشتہ کو ابراہیم شاہ کے حالات کا اس سے زیادہ پتہ نہیں چلا اور نہ اس کی مدت حکومت کا کچھ علم ہوا۔

نازک شاہ کا باروم نازک شاہ نے اپنے باپ کی وفات کے بعد تخت حکومت بادشاہ ہوتا۔ اس پر قدم رکھا۔ اس باؤشا کی حکمرانی کو پانچ یا چھ ماہ کا عرصہ گزرا تھا کہ میرزا حیدر ترک نے غلبہ حاصل کر کے ملک پر قبضہ کر لیا۔

میرزا حیدر کے عہد حکومت میں جنت آشیانی نصیر الدین ہمایوں کا خلیفہ و سکہ جاری ہوا۔ میرزا حیدر ترک کا ۹۴۷ھ ہجری میں جنت آشیانی نصیر الدین ہمایوں شیر شاہ کشمیر پر قابض ہوتا۔ افغان سے مغلوب ہو کر لاہور تشریف لائے ملک ابدال ماگری و زنگی چک و دیگر اعیان کشمیر نے عربین

میرزا حیدر ترک کی معرفت بادشاہ کی خدمت میں روانہ کر کے کشمیر فتح کرنیکی ترغیب دی۔ جنت آشنائی نے میرزا حیدر کو کشمیر پر حملہ کرنے کی اجازت دی اور اس کے بعد خود روانگی کا ارادہ کیا۔ میرزا حیدر ترک بہیمانچا اور ملک ابدال ماکری اور زنگی چک میرزا سے آئے میرزا حیدر کے ہمراہ تین یا چار ہزار سواروں سے زیادہ کا مجمع نہ تھا۔ میرزا حیدر راجوری پہنچا اور ملک اچھے چک تین یا چار ہزار سواروں اور سچاس ہزار پیادوں کی جمعیت سے درہ کزل پر مقیم ہوا اور اس نے مورچل تقسیم کر دیا۔ میرزا حیدر ترک نے یہ راہ ترک کیا اور راہیج (بج برگنہ) کو روانہ ہوا۔ ملک اچھے چک نے غرور و تکبر میں سرشار ہو کر اس راستہ کا کوئی خیال نہ کیا اور میرزا حیدر قصبہ کشمیر سے میدان میں نمودار ہو کر سری نگر پر قابض ہو گیا۔ ابدال ماکری اور زنگی چک اپنی جگہ منتقل ہو گئے اور ان اہل نے مہمات ملک کو اپنے ہاتھ میں لے کر چند پر گئے میرزا کی جاگیر میں مقرر کر دئے۔ اتفاق سے اسی زمانہ میں ابدال ماکری کی زندگی کا خاتمہ ہوا لیکن اس نے اپنے فرزندوں کو آخر وقت میرزا حیدر کے سپرد کیا۔ میرزا حیدر ترک کے تسلط کے بعد ملک اچھے چک شیرشاہ افغان کی بارگاہ میں آیا اور پانچ ہزار سوار حسین شروانی اور عادل خان کے تحت اور دو قیل جنگی بطور امداد اپنے ہمراہ لے کر میرزا حیدر پر حملہ آور ہوا۔ میرزا نے زنگی چک کے ہمراہ حریف کے دفعیہ پر کمر باندھا سر یقین موضع دیا دیار و گوا (دہنج و گوا) میں ایک دوسرے کے مقابلہ میں صف آراء ہوئے میرزا حیدر کو فتح ہوئی۔ شیرشاہی امیروں اور ملک اچھے کو شکست ہوئی اور ملک اچھے مقام بہرام (پریم گولہ برگنہ) حکم میں قیام پذیر ہوا۔ ملا محمد یوسف خطیب جامع مسجد سری نگر اس واقعہ کی تاریخ فتح انگریزوں کی۔

ششہ ہجری میں میرزا حیدر ترک نے قلعہ اندر کوٹ میں سکونت اختیار کیا۔ میرزا زنگی چک سے بدگماں ہوا اور زنگی چک نے ملک اچھے

کے دامن میں پناہ لی۔ ملک اچھے اور زنگی چک نے میرزا حیدر کے استقبال پر کمر باندھی اور ۹۵۱ھ ہجری میں سری نگر پر حملہ آور ہوئے۔ زنگی چک کا فرزند بہرام چک تمام شہروں پر قبضہ کرتا ہوا سری نگر پہنچ گیا۔ میرزا حیدر نے ہندگان کو لہ اور خواجہ حاجی کشمیری کو حریف کے مقابلے کے لئے روانہ کیا۔ بہرام چک سری نگر سے مفرور ہوا اور زنگی بھی فرزند کی تقلید کر کے بہرام کلیہ واپس آیا۔ میرزا حیدر ترک نے ہندگان کو لہ اور دوسرے سرداروں کو سری نگر میں چھوڑا اور خود ملک تبت فتح کرنے کے لئے روانہ ہوا۔ میرزا حیدر نے تبت کا ایک مشہور قلعہ لوشونام مع دیگر شہروں کے فتح کیا ۹۵۲ھ ہجری میں ملک اچھے چک اور اس کا فرزند محمد چک نے مرض تپ میں علیل رہ کر وفات پائی میرزا حیدر نے اس سال اطمینان و آرام کے ساتھ زندگی بسر کی۔

۹۵۳ھ ہجری میں زنگی چک نے میرزا حیدر کے عیال سے ہنگامی اور معرکہ کارزار میں کام آیا۔ ترکی امیروں نے زنگی اور اس کے فرزند غازی چک کے سر میرزا حیدر کی خدمت میں روانہ کر دیے ۹۵۴ھ ہجری میں ایک قاصد ملک کاشغر کاشغر کے مفصل حالات حاشیہ نمبر ۹۳ میں ملاحظہ ہوں مترجم) سے آیا۔ میرزا اپنے اسرا کے ہمراہ ایچی کے استقبال کے لئے قصبہ لارتنگ آیا۔ خواجہ اوچہ پسر مسعود چک نے جو سات سال گجراج میں کارہائے نمایاں اس نواح میں سب پر غالب آچکا تھا جان بزرگ میرزا فرشتہ نے جان میرک میرزا لکھا ہے ترجمہ میں جو نام مذکور ہے وہ برگز کا انتقاب کردہ ہے اس نام کے متعلق حاشیہ میں مفصل بحث مذکور ہے۔ مترجم) نے عہد و بیجاں اور میرزا نے اس کو جان کی امان دی لیکن خواجہ اوچہ پسر مسعود چک (خواجہ بیرم پسر مسعود چک - برگز) جان بزرگ کے دیار میں آیا اور جان بزرگ نے مورہ سے خنجر نکال کر خواجہ کے شکم میں خنجر بھونک دیا۔ خواجہ بیرم زخم خوردہ جنگل کی طرف بھاگا اور جان بزرگ نے اس کا تعاقب کرتے

تن سے سر جدا کیا اور سر کو خنجر پر علم کر کے میرزا حیدر کی خدمت میں اس امید پر آیا کہ میرزا اس خدمت سے خوش ہوگا۔ عیدی زینا نے مقتول کا سر دیکھ کر غضب آلودہ لہجے میں کہا کہ عہد و پیمان کے بعد اس طرح کا وہوکہ دینا ہرگز روا نہیں ہے میرزا حیدر ترک نے اپنے لاعلمی کا بہ قسم اظہار کیا اور کشتوار کا شبہ ملاحظہ ہو مترجم (ارخ کیا۔ میرزا حیدر نے بندگان کو لہ محمد ماکری میرزا محمد اور بھی زبیا کو ہراول لشکر مقرر کر کے روانہ کیا اور خود کشتوار کے قریب موضع جہاز پور میں مقیم ہوا۔ افسران ہراول نے شارلو سے دیوٹ تک کا فاصلہ جو تین روز کی راہ ہے صرف ایک دن میں طے کیا اور دریا کے کنارہ پر مقیم ہوئے۔ کشتوار کا لشکر دریا کے اس پار تھا اس لئے صرف تیر و تفنگ سے مقابلہ ہوتا رہا اور کوئی شخص بھی دریا کو عبور نہ کر سکا۔ دوسرے روز میرزا حیدر کے پاہیوں نے راہ راست سے کنارہ کشی کیا اور ارادہ کیا کہ کشتوار میں وارد ہوں۔ میرزا کے امر موضع دھار میں پہنچے لیکن باد تند چلنے لگی اور گرد و غبار کی وجہ سے آسمان تیرہ و تار ہو گیا اہل دھار نے حریف پر حملہ کیا اور امرائے حیدر ترک میں بندگان کو کہ مع پانچ دیگر ایروں کے قتل کیا گیا بقیہ سپاہی ہزاروں دقتوں کے ساتھ میرزا حیدر کے پاس پہنچے۔

۹۵۵ء ہجری میرزا حیدر ترک نے موضع دھار سے کوچ کر کے تبت کا رخ کیا۔ میرزا راجوری پہنچا اور اس نے اس شہر کو کشمیریوں سے خالی کر کے خود اس پر قبضہ کیا اور شہر کی حکومت محمد نظیر اور ناصر علی کے سپرد کر دیا۔ میرزا حیدر نے اسی طرح عبدا اللہ کو بکلی اور ملا قاسم کو تبت خورد کا حاکم مقرر کیا اور تبت کلاں کو بھی فتح کر کے ملا حسن نام ایک امیر کو اس شہر کا عامل مقرر کر دیا۔ ۹۵۶ء ہجری میں میرزا حیدر ترک نے حصار دیبل پر دھاوا کیا۔ ادم کھکر نے میرزا حیدر سے ملاقات کیا اور ملک اچھے چک کے برادر زادہ مسمی دولت چاک اور میرزا کے درمیان صلح و آشتی کی بنیاد ڈالی میرزا نے ادم کھکر کی التجا قبول کیا اور یہ ہمدرد امیر

خیمہ میں قیام پذیر اور دولت چک کو طلب کیا۔ دولت چک کے خیال کے مطابق اس کی آویٹ نہ ہوئی اور آزر وہ ہو کر مجلس سے اٹھا اور جو ہاتھی کہ نذر کے لئے لایا تھا ان کو اپنے ساتھ لے کر واپس ہوا۔ میرزا کے ملازمین نے اس کا تعاقب کرنا چاہا۔ میرزا حیدر نے اپنے ملازمین کو منع کیا۔ تھوڑے زمانے کے بعد میرزا حیدر ترک کشمیر واپس آیا۔ دولت چک کو غازی خاں سے چک اور بہرام چک کے ہمراہ بھت خاں نیازی کے پاس جو سلیم شاہ سور سے شکست کھا کر راجہ ری آیا ہوا تھا چلے آئے۔ سلیم شاہ نیازیوں کی سرکوبی کے لئے ولایت نوشہرہ کے مشہور مقام موضع مدداریں وارد ہوا اور بھت خاں نیازی نے اپنے ایک معتبر امیر مسمی سید خاں نیازی کو سلیم شاہ کے حضور میں روانہ کیا۔ سید خاں سلیم شاہ کے دربار میں حاضر ہوا اور اس نے صلح کی گفتگو شروع کی اور بھت خاں کی ماں اور اس کے فرزند کو سلیم شاہ کے حضور میں لے آیا۔ سلیم شاہ نے مراجعت کی اور موضع ہیمیر میں جو کیا لکوٹ کے نواح میں واقع ہے مقیم ہوا۔ اہل کشمیر نے ارادہ کیا کہ بھت خاں نیازی کو شہر میں لا کر بجائے میرزا حیدر کے نیازی کو فرمانہ وائے کشمیر تسلیم کریں بھت خاں نیازی اس امر کو اپنے لئے ممکن الوقوع نہ سمجھا اور ایک برہمن قاصد میرزا حیدر کی خدمت میں روانہ کر کے اس سے صلح کا خواستگار ہوا۔ میرزا نے بھی اس پیغام کا جواب دیا اور بھت خاں نے کو بیج کر کے موضع سینہ ری میں قیام کیا۔ نیازی کا یہ فرو گاہ کشمیر کے علاقہ میں واقع ہے بھت خاں کے اس طرز عمل سے اہل کشمیر اس سے جدا ہو کر سلیم شاہ کی خدمت میں پہنچ گئے اور غازی خاں چک نے میرزا حیدر کی رفاقت اختیار کی۔

۹۵۵ء ہجری میں میرزا حیدر نے ہر طرف سے مطمئن ہو کر میرزا حیدر نے خواجہ شمس مغل کو قاصد بنا کر سلیم شاہ کے پاس روانہ کیا اور کثیر المقدار زعفران بطور تحفہ کے بھیجا۔ ۹۵۶ء ہجری میں خواجہ شمس مغل سلیم شاہ کے دربار سے واپس آیا اور اسی کے ہمراہ یسین نام ایک قاصد

معیش قیمت تحائف کے سلیم شاہ کے پاس سے کشمیر میں وارو ہوا۔  
میرزا حیدر ترک نے شال اور کشمیر المقدار زعفران قاصد کو عنایت کر کے اسے  
اپنے دربار سے رخصت کیا۔ حیدر ترک نے میرزا قزاق بہادر دقیران بہادر  
برگن بہیل کی حکومت عطا کیا اور اہل کشمیر میں سے عیدی زیتا۔ نازک شاہ  
حسین ماکری اور خواجہ حاجی کو قزاق بہادر کے ہمراہ کر دیا۔ میرزا میراں بہادر  
اور کشمیری امرا اندر کوٹ سے کوچ کر کے بارمولہ میں مقیم ہوئے اور انھوں  
نے اس بہانے سے کہ مغل امیران کی عزت نہیں کرتے فتنہ انگیزی کا ارادہ  
کیا۔ مغلوں نے اس امر کی میرزا حیدر ترک کو اطلاع دی میرزا حیدر نے  
اس طرف زیادہ توجہ نہ کی بلکہ یہ کہا کہ مغل قوم اہل کشمیر سے کم فتنہ انگیز  
نہیں ہے۔ اسی آئنا میں حسین ماکری نے اپنے بھائی علی ماکری کو میرزا  
حیدر کے پاس روانہ کیا اور اسے اہل کشمیر کے غدر سے آگاہ کیا اور یہ  
التجاک کی کہ اپنے لشکر کو واپس بلا لے۔

۲۷ رمضان المبارک کو اندر کوٹ میں عظیم الشان آگ نمودار ہوئی  
جس سے ہزار ہا گھر جل کر خاک سیاہ ہو گئے۔ میرزا قزاق بہادر اور بقیہ امیروں  
نے حیدر ترک کو ایک نامہ لکھا جس کا مضمون یہ تھا کہ ہمارے  
مکانات آگ کی نذر ہو گئے اور ہم بے جان و مال ہو گئے ہیں اگر حکم ہو  
تو ہم واپس آکر اپنے مکانات درست کر کے سال آئندہ بہیل کی ہم  
سر کریں۔ میرزا حیدر ترک نے ان کی التجا پر توجہ نہ کی اور ان امیروں  
نے بادل ناخواستہ بہیل کا رخ کیا۔ عیدی زیتا اور تمام اہل کشمیر نے  
اتفاق کر کے شب نئے وقت مغلوں کا ساتھ چھوڑ دیا اور بہیل پہنچ گئے  
اور حسن ماکری و علی ماکری کو مغلوں سے علیحدہ کر کے اپنے ساتھ لے لیا تاکہ  
ان کو کوئی زخم نہ پہنچے۔ صبح کے وقت اہل مہرل سے جنگ ہوئی اور مغل  
مضروب ہو کر قلعہ بہیل میں پوشیدہ ہو گئے۔ اس جنگ میں اسی مغل امیر  
قتل ہوئے اور محض نظیر و قزاق بہادر گرفتار ہوئے بقیہ لشکر نے ہر گز  
پناہ لی۔ میرزا حیدر ترک اس خبر کو شکر بیچہ مفہوم ہوا اور حکم دیا کہ چاندی



ویک توڑ کر گلے جائیں اور اسی نعرہ کے رائج الوقت سکے ڈھالے جائیں میرزا حیدر نے  
 جہانگیر ماکری کو اپنا معتد حاشیہ نشیں بنا کر حسین ماکری کی جاگیر اسے عطا کی حیدر ترک نے اکثر  
 اہل پیشہ کو گھوڑے اور خرچ و کیر لشکر میں داخل کیا اس خبر کے بعد ہی ایک دوسری اطلاع  
 پہنچی کہ علاء الدہلوی کشمیر یوں کے خرچ کی خبر نگر میرزا حیدر کے خدمت میں آ رہا تھا عبد اللہ  
 بارمولہ پہنچا ہی تھا کہ اہل کشمیر نے اس پر حملہ کر کے اسے قتل کیا اور نیشہ  
 کہ خواجہ قاسم تبت خود میں مقتول اور محمد زبیر راجوری میں گرفتار ہو گیا ہے  
 اہل کشمیر بہرام کلہ سے کوچ کر کے بہیرہ پور میں جمع ہوئے ہیں۔ ان واقعات  
 کو نگر میرزا حیدر نے عجور ابلگ آزمائی کا ارادہ کر کے اندر کوٹ سے کوچ کیا۔  
 میرزا حیدر کے ہمراہ ہزار آدمی تھے۔ مقلوں میں عبد الرحمن۔ شاہزادہ خاں  
 خان میرگ۔ منگہ خاں و جرجلی وغیرہ جنکی تعداد سات سو تھی میرزا حیدر  
 کے ہمراہ شہاب الدین پور میں مقیم ہوئے۔ دولت خاں و مجازی خاں  
 چاک صبح کے وقت عیدی زینا کے ہمراہ بہیرہ پور وارو ہوئے اور یہاں  
 سے بھی کوچ کر کے موضع خان پور میں قیام پذیر ہوئے۔ میرزا حیدر ترک  
 نے موضع خالد کڑہ میں جو سری نگر کے جوار میں واقع ہے قیام کیا۔  
 فتح چک جس کا باپ بہرام چک مقلوں کے ہاتھوں سے قتل ہوا تھا اپنے  
 باپ کا انتقام لینے کے لئے تین ہزار سواروں کے ساتھ اندر کوٹ میں  
 داخل ہوا اور اس نے میرزا کے تمام مکانات جو باغ صفا میں واقع تھے  
 جلا دیا۔ میرزا حیدر ترک نے یہ اخبار سنا اور کہا کہ مضائقہ نہیں ہے  
 میں یہ عمارتیں کا شغ سے نہیں لایا تھا یہ مکانات دوبارہ تعمیر ہو سکتے ہیں  
 جرجلی نے شور پور کے تمام مکانات جو سلطان زین العابدین کے عہد میں  
 تعمیر ہوئے تھے میرزا کے مکانات کے عوض میں آگ کے نذر کر دیئے  
 اہل لشکر نے عیدی زینا اور نوروز چک کے تمام مکانات جو شہر میں واقع  
 تھے جلا دیا لیکن خود میرزا اپنے امرا اور اہل لشکر کے اس طرز عمل سے  
 خوش نہ ہوا۔ میرزا حیدر خان پور میں اقامت پذیر ہوا اور اہل کشمیر پر  
 شبخون کا ارادہ کیا۔ میرزا نے اپنے برادر خسرو عبد الرحمن میرزا کو جو بیحد

منتفی و پرہیزگار تھا اپنا وہی عہد مقرر کر کے تمام اہل لشکر سے بیعت لی۔  
 میرزا حیدر اس انتظام کے بعد شیخون کے ارادہ سے باہر نکلا۔ اتفاق سے  
 شب کو ابرسیاہ آسمان پر محیط ہوا۔ اہل لشکر خواجہ حاجی کے خیمے کے قریب پہنچے  
 یہ شخص میرزا کا وکیل اور بانی فساد تھا تاریکی کی وجہ سے کچھ نظر نہ آتا تھا  
 میرزا حیدر کا قورچی مسیحی شاہ نظر نائل نے اس میں سے ایک تیر بھینکا  
 اور میرزا حیدر کی آواز میرے کانوں تک پہنچی کہ تو نے غلطی کی میں فوراً  
 سمجھ گیا کہ تاریکی میں کوئی تیر میرزا کے خود لگ گیا یہ بھی منقول ہے کہ  
 ایک قصاب نے میرزا کی ران پر تیر مارا ایک دوسری روایت یہ ہے کہ  
 کہاں کو کہ نے زخم شمشیر سے میرزا کو ہلاک کیا لیکن یہ آخر روایت صحیح نہیں ہے  
 اس لئے کہ میرزا کے جسم پر سواتیر کے کسی دوسرے حریف کا نشان زخم نہ تھا  
 صبح کو اہل کشمیر کے لشکر میں غل ہوا کہ ایک مثل مقتول زمین پر پڑا ہے خواجہ حاجی  
 اس زخمی کی بالین پر آیا اور دیکھا کہ میرزا حیدر خاک پر زخمی پڑا ہوا ہے خواجہ حاجی  
 نے میرزا کا سراپے ڈانوپر رکھا۔ میرزا میں تھوڑی جان یا فی تھی اس نے  
 آنکھیں کھولیں اور فوراً ٹھنڈا ہو گیا مثل اندر کوٹ کی طرف بھاگے اہل  
 کشمیر نے میرزا کو پیوند خاک کیا اور مغلوں کے تعاقب میں روانہ ہوئے  
 مثل اندر کوٹ میں حصار بند ہو کر تین روز برابر جنگ آزمائی کرتے رہے۔  
 چوتھے روز محمد خاں روجی نے تانبے کے سکے توپوں میں بھر کر توپوں کو  
 سر کرنا شروع کیا جس سے لوگ مقتول ہونے لگے۔ مسماۃ خانم میرزا حیدر  
 کی زوجہ اور میرزا کی خواہر مسماۃ خانم نے مغلوں سے کہا کہ جب میرزا حیدر  
 ہی دنیا سے چل بسا تو جنگ آزمائی سے کیا فائدہ ہے بہتر ہے کہ مغلوں سے  
 صلح کر لی جائے۔ مغلوں نے اس رائے سے اتفاق کیا اور امیر خاں مہار  
 کو صلح کے لئے اہل کشمیر کے پاس روانہ کیا۔ کشمیری بھی صلح پر راضی ہو گئے  
 اور ایک عہد نامہ لکھا جس میں یہ قسم اس امر کا اقرار کیا کہ مغلوں کو کسی طرح  
 کا آزار نہ پہنچائیں گے میرزا حیدر نے اس سال حکومت کی۔  
 نازک شاہ کا بار سوہم بادشاہ ہونا میرزا حیدر ترک کے قتل کے بعد قلعہ کے

دروازے کھل گئے اور اہل کشمیر نے میرزا کے توشکخانہ میں داخل ہو کر انہیں بیش قیمت چیزوں کو غارت کرنا شروع کیا۔ میرزا کے اہل و عیال کو حسن بند کی جوہلی میں لاکر ملک کشمیر کو آپس میں تقسیم کیا۔ پرگنہ دیوسر پر دولت چک پرگنہ دیسی پر غازی خاں پرگنہ گجراج پر یوسف اور ہرام چک نے قبضہ کیا اور ایک لاکھ خروار شاتی میرزا حیدر کے ذکیل خواجہ حاجی کے لئے منفر کئے گئے۔ اس دور میں امرائے کشمیر عموماً اور خاص کر عیدی زینا نے غلبہ حاصل کر کے ان امیروں نے برائے نام نازک شاہ کو بادشاہ بنایا لیکن حقیقت میں عیدی زینا حکمرانی کا ڈنگہ بجانے لگا۔ شکر چک پسر اچھے چک کو کوئی جاگیر نہ ملی بہ خلاف اس کے غازی چک جو اپنے کو اچھے چک کا فرزند بتاتا تھا ایک حصہ جاگیر کا مالک تھا اس خیال کی بناء پر شکر چک ہی میں شکر چک نے کشمیر سے باہر نکل جانے کا ارادہ کیا۔ اس اجمال کی تفصیل یہ ہے کہ شکر چک درحقیقت اچھے چک کا فرزند تھا اور غازی خاں اگرچہ عوام میں اچھے چک کا فرزند مشہور تھا لیکن حقیقتاً اسے اس کی فرندی سے کوئی تعلق نہ تھا اس ملک اچھے چک نے جب اپنے برادر حسن چک کی زوجہ سے عقد کیا نکاح کے دو یا تین مہینے کے بعد اس عورت کے بطن سے ایک فرزند پیدا ہوا جو غازی خاں چک کے نام سے مشہور ہوا۔ مختصر یہ کہ شکر چک نے اسی کوفت کی بناء پر یہ ارادہ کیا کہ کشمیر سے نکل کر عیدی زینا کے پاس چلا جائے۔ یہ خبر عام طور پر مشہور ہوئی اور دولت خاں چک و غازی خاں چک نے شکر چک کے لئے ہائیڈر پائٹ و ہرجو کو سوا فراہم کے ہمراہ شکر چک کے لانے کے لئے روانہ کیا اور ان سے کہا کہ اگر وہ نہ آئے تو زبردستی واپس لائیں۔ شکر چک ان کے کہنے سے واپس نہ آیا اور عیدی زینا کے پاس چلا گیا۔ عیدی زینا نے امرائے کشمیر سے صلح کر لی اور پرگنہ کو تمھارو کہا ورنہ غیر شکر چک کی جاگیر میں دیدے گئے اور اس طرح یہ فتنہ فرو ہوا۔ اس زمانہ میں اہل کشمیر کے چار گروہ تھے اول عیدی زینا مع اپنے گروہ کے۔ دوم حسن ماہری مع اپنے حاشیہ نشینوں کے (۳) کیوری امرا جن میں ہرام چک و یوسف وغیرہ تھے

(۴) کیری فرقہ جس کے سرگروہ غازی چک اچھے چک و دولت چک تھے۔ یحییٰ زینا نے اپنی بیٹی کا نکاح حسین خاں ولد ملک اچھے چک سے کر دیا اور دولت چک کی دختر محمد ماکری ولد ابدال ماکری کے خیالہ عقد میں آئی اور یوسف چک کی بہن غازی خاں چک کی ازواج داخل ہوئی ان جدید قریبوں سے چک فرقہ کی قوت میں اضافہ اور اس قبیلہ کے افراد باہم متفق ہو کر ادھر ادھر منتشر ہوئے غازی خاں چک نے گجراج میں دولت چک نے شور پور اور ماکریوں نے بالکل میں قیام کیا۔ عیدی زینا اس انقلاب کو دیکھ کر بے رحم مہری نگر میں دم بخود تھا اور دشمنوں کے استیصال کی تدابیر سوچتا رہا۔ اسی اثناء میں باد بجال کا موسم آگیا اور عیدی زینا نے حکم دیا کہ مرغ و باد بجاں کو کشمیریوں کی مرغوب غذا انتھی ایک ساتھ پکائیں۔ بہرام چک سید ابراہیم و سید یعقوب تو عیدی زینا کی دعوت میں آئے لیکن یوسف چک نہ آیا عیدی زینا نے ہر سہ ہمانوں کو پابہ زنجیر کر دیا۔ یوسف چک اس واقعے کی خبر پاتے ہی تین سو سواروں اور سات سو پیادوں کے ہمراہ دولت چک کے پاس گجراج چلا گیا۔ عیدی زینا کو جب معلوم ہوا کہ اہل کشمیر فرقہ چک سے مل گئے تو اس نے مثل سرداروں میں سے میرزا امیراں بہادر میرزا عبدالرحمن میرزا خاں میرک و میرزا بکلمہ مثل و میر شاہ و شامزادہ بھگت میرزا و محمد ظہیر و جرج علی وغیرہ کو زندان سے رہا کیا اور ان امیروں کی خاطر ملاقات کوئے ہر ایک کو کھوڑے اور اخراجات کی فراہمی سے مطمئن کر کے موضع چک پور میں قیام پذیر ہوا اسی درمیان میں سید یعقوب اور سید ابراہیم مع اپنے نگہبان کے مقرر ہو کر گجراج پہنچے اور دولت چک سے جا ملے لیکن بہرام چک اپنی جگہ سے نہ ہلکا دوسرے دن غازی خاں چک ملیں ہزار سواروں کے ہمراہ مہری نگر آیا اور عیدی زینا نے مغلوں کو اس سے جنگ کرنے کے لئے روانہ کیا غازی خاں نے تمام پلوں کو خراب کر دیا اور اس طرح مغلوں کو بالکل ہیکا کر دیا۔ اسی زمانے میں دولت چک بھی مہری نگر پہنچ کر غازی خاں سے آٹھ ان دونوں امیروں نے عید گاہ میں قیام کیا اور فریقین میں بہرام جنگ آزمائی کا سلسلہ جاری رہا۔ یا با ظلیل عیدی زینا کے پاس آیا اور طالب صلح ہوا اور اس نے

کہا کہ یہ ہرگز مناسب نہ تھا کہ ہم مغلوں پر اعتبار کر کے اہل کشمیر کو اپنے گوشہ  
 دل سے فراموش کر دیں غرض کہ بابا خلیل کی چرب زبانی سے صلح ہو گئی اور  
 مغل اپنے اہل و عیال کے ساتھ رخصت کر دئے گئے۔ مسماۃ حاجی خاتون  
 خواہر میرزا حیدر بگٹی کے راستے سے کابل اور خانم خاتون کا شعر روانہ ہو گئی۔  
 اس واقعے کے بعد بھی یہ معلوم ہوا کہ بہت خاں سلطنت خاں اور شہباز خاں غیر  
 نیازی امر کشمیر فتح کرنے کے لئے آرہے ہیں اور پرگنہ پاتھال میں پہنچ کر  
 کوہ نوں میں قیام پذیر ہوئے ہیں۔ عیدی زینا و حسین ماکہ ٹی و بہرام چک و  
 دولت چک و یوسف چک سبھوں نے باہم اتفاق کر کے نیازیوں کے  
 بالمقابل صف آرائی کی بہت خاں نیازی کی زوجہ بی بی رابعہ نے بھی  
 مردانہ وار جنگ کی اور علی چک پر تلوار چلائی لیکن آخر کار بہت خاں۔  
 سید خاں اور بی بی رابعہ سب کے سب اس جنگ میں کام آئے اور  
 اہل کشمیر کامیاب و بامراد واپس ہوئے۔ امرائے کشمیر نے مقتولوں کے سر  
 سلیم شاہ سور کے پاس روانہ کرا دیئے۔ اس واقعے کے بعد خود امرائے کشمیر  
 میں عداوت پیدا ہوئی ان امیروں کے دو گروہ ہو گئے۔ عیدی زینا  
 فتح چک لوہر ماکری یوسف چک بہرام چک اور ابراہیم چک وغیرہ امرائے  
 خاکہ میں قیام کیا اور دولت چک غازی چک حسین ماکری اور سید ابراہیم  
 وغیرہ عید گاہ میں مقیم ہوئے۔ دو ماہ کامل اسی حالت میں گزر گئے اور یوسف چک  
 اور فتح چک اور ابراہیم چک عیدی زینا سے جدا ہو کر دولت چک سے  
 مل گئے دولت چک نے اپنے گروہ کے ساتھ عیدی زینا پر حملہ کیا اور  
 عیدی زینا جنگ آزمائی کئے بغیر مفرور ہوا۔ عیدی زینا گھوڑے سے گرا اور  
 دو سرے جانور پر سوار ہونے کا ارادہ کر ہی رہا تھا کہ جانور کے پانوں  
 کی ٹھوک اس کے سینہ پر لگی۔ عیدی زینا موضع سماک میں پنہاں ہو گیا  
 اور وہیں اس نے وفات پائی اور اس کی لاش سری نگر میں بتام  
 موسی زینا پیوند خاک کی گئی۔ امرائے ملک کشمیر کے شاہ شطرنج نازک شاہ  
 کو معزول کر کے خود سری کا دم بھرنے لگے۔

ابراہیم شاہ بن  
نازک شاہ

عبدی زینا کا قدم در میان سے اٹھتے ہی دولت چک  
تخت گاہ کو واپس آیا اور ہمارے سلطنت انجام دینے لگا۔  
دولت چک نے محسوس کر لیا کہ بلا کسی شاہ شطرنج کے  
وہ بازی نہیں لے جاسکتا اس نے مجبوراً ابراہیم شاہ بن نازک شاہ کو برائے  
نام فرمانبردار تسلیم کر لیا۔ اسی زمانے میں میرزا خیدرت ترک کا وکیل خواجہ حاجی  
جنگل سے نکل کر سلیم شاہ کی خدمت میں پہنچ گیا شمس زینا اور بہرام چک گرفتار  
کر کے نذر زندان کر دیئے گئے۔ عید الفطر کے روز دولت چک تیرہ روز  
میں شغول ہوا پیاوہ جو تیروں کو جمع کر رہا تھا گھوڑے کے دونوں پانوں  
درمیان میں آگیا تیش کی وجہ سے گھوڑا چراغ پا ہوا اور دولت چک  
زمین پر گرا اور اس کی گردن کی ہڈی ٹوٹ گئی۔

سن ۹۶۱ھ ہجری میں غازی خاں اور دولت چک میں عداوت  
پیدا ہوئی جس سے سارے ملک میں بد امنی پھیل گئی حسین ماگزی و شمس زینا  
جو اس زمانہ میں ہندوستان میں تھے اور اوائل ۹۶۱ھ میں کشمیر آکر غازی خاں  
کے یہی خواہوں میں داخل ہو گئے اور یہ سف چک اور بہرام چک کے  
فرزند دولت چک کی ہوا خواہی کا دم بھرنے لگے۔ یہ اختلاف و فساد  
دو ماہ تک جاری رہا آخر کار ایک زمیندار کی لطیفہ سننے سے دونوں  
دشمنوں میں صلح ہو گئی یہ شخص دولت چک کے پاس آیا اور اس کے  
کان میں کہا کہ مجھے غازی خاں نے تمہارے پاس روانہ کیا ہے اور یہ  
پیغام دیا ہے کہ تم نے اتنا بڑا مجمع اپنے گرد کیوں جمع کیا ہے یہ سب  
حقیقت میں تمہارے دشمن ہیں اسی طرح اس زمیندار نے غازی خاں  
سے کہا کہ دولت چک صلح پر راضی ہے کیوں آپس میں جنگ آزمائی کرتے ہو  
دولت اور غازی چک میں صلح ہو گئی اور شمس زینا بھاگ کر ہندوستان  
چلا گیا اسی درمیان میں تبت کلاں کے باشندوں نے حبیب چک برادر  
نصرت خاں کے پرکنوں کے گوسفندوں کا سترقہ کیا دولت چک نے  
شکر چک ابراہیم چک حیدر چک اور دیگر اعیان ملک کو ایک جمعیت کثیر

ہمراہ لار کی راہ سے تبت کلاں پر حملہ کرنے کے لئے روانہ کیا۔ حبیب خاں  
 جو ان امیروں کے ہمراہیوں میں تھا جلد سے جلد چوروں کے نقش قدم پر  
 ان کے تعاقب میں روانہ ہوا حبیب خاں قلعہ تبت تک پہنچ گیا اور اس نے  
 جنگ کر کے سردار قلعہ کو قتل کیا بقیہ افراد مفور ہوئے۔ حبیب خاں  
 نے اسی حصار میں قیام کیا اور اپنے چھوٹے بھائی ورویش چک کو حکم دیا کہ  
 تو سوار ہو کر شہر تبت پر حملہ آور ہو ورویش چک نے تعاضل کر گئے  
 حبیب خاں کے قول پر عمل نہ کیا حبیب خاں باوجود اس کے کہ اس کے  
 زخم تازہ تھے اسی وقت سوار ہوا اور تبت کلاں کے عالی شان قصور و  
 مکانات کے قریب پہنچ گیا۔ شہر کے باشندے اس کا مقابلہ نہ کر سکے اور  
 بلا جنگ آزمائی مفور ہو گئے ان مفوروں میں چالیس آدمی جو مکانات  
 کی چھتوں میں لیٹ کر نہاں ہوئے تھے گرفتار کئے گئے ان قیدیوں  
 نے سید عاجزی کے ساتھ جان کی امان مانگی اور اپنی آزادی کے عوض  
 میں پانچ سو گھوڑے ہزار پارچہ پٹو پچاس کوتہ گائیں دوسو گوسفند اور  
 دوسو تولے سونا دینے کا بھی اقرار کیا لیکن ان کی درخواست قبول نہ ہوئی  
 اور سب کے سب دار پر چڑھا دیئے گئے۔ حبیب خاں نے دوسرے  
 قلعہ کا رخ کیا حبیب خاں نے اس قلعہ کو بھی خراب کیا اور تبت کے  
 باشندوں نے تین سو گھوڑے پانچ سو پارچہ پٹو دوسو گوسفند تین کوتہ  
 گائیں حبیب خاں کی خدمت میں روانہ کیا اس کے علاوہ کاشغر کے بہترین  
 گھوڑے بھی جو اہل تبت نے گرفتار کر لئے حبیب خاں کے پاس پہنچ گئے۔  
 حیدر چک ولد غازی چک نے اپنے رضاعی برادر مسمی کھانی کو حبیب خاں  
 کے پاس روانہ کیا اور اسے پیغام دیا کہ اہل تبت نے یہ گھوڑے غازی خاں کے  
 نذرانے کے لئے محفوظ کر لئے تھے یہ جانور میرے پاس بھیج دو تاکہ میں  
 گھوڑوں کو غازی خاں کی خدمت میں روانہ کر دوں۔ حبیب خاں نے  
 تقریباً دوسو سوار کھانی سے جنگ کرنے کے لئے روانہ کیا لیکن  
 حسن اتفاق سے خونریزی کی نوبت نہیں آئی حبیب خاں نے نہری نگر

پہنچکر تمام مال غنیمت شہر کے باشندوں کے سامنے پیش کر دیا۔  
 ۹۶۲ء ہجری میں کشمیر میں عظیم الشان زلزلہ آیا جس کی وجہ سے ملک  
 کے اکثر قریے و قصبے تباہ و برباد ہو گئے زمین کی حسرت ایسی تیز  
 ہوئی کہ قریہ دام پور مع تمام عمارات و باغات کے دریائے بہت کے  
 شری کنارہ سے غری ساحل کی طرف منتقل ہو گیا اور موضع جا ورا جو دامن  
 میں واقع تھا پہاڑ کا ایک بڑا ٹکڑا گرنے کی وجہ سے ایسا تباہ ہوا کہ تقریباً  
 چھ سو آدمی ہلاک ہوئے۔

اشمعیل شاہ برادر ابراہیم شاہ کی حکومت کو پانچ ماہ کا زمانہ گزر لیکن ابراہیم  
 ابراہیم شاہ  
 عہد در حقیقت دولت چک کی حکمرانی کا زمانہ تھا اب نہ مانہ  
 نے غازی خاں کا ساتھ دیا اور دولت چک نابینا کے  
 گوشہ میں بٹھا دیا گیا غازی خاں کا استقلال کمال کو پہنچ گیا اور اس نے  
 عنان حکومت اپنے ہاتھ میں لے کر برائے نام اشمعیل شاہ کو ۹۶۳ء ہجری میں  
 کشمیر کا فرمانروا تسلیم کیا حبیب خاں نے ارادہ کیا کہ دولت چک کا ساتھ دے  
 حبیب چک نے مرواؤن کا رخ کیا غازی خاں نے نصرت چک سے کہا کہ  
 مختار کے برادر نے دولت چک کا ساتھ دیا ہے مناسب یہ ہے کہ  
 نصرت چک کے ورود کے قتل ہی تم دولت چک کو گرفتار کر لیتا اور  
 حبیب چک کے پہنچ جانے کے بعد معاملہ بہت مشکل ہو جائے گا۔ اسی دہیا  
 میں دولت چک کشتی میں سوار ہو کر مرغابی کے تھکار کے لئے روانہ ہوا غازی خاں  
 دولت چک کے سر پہنچ گیا اور اس کے گھوڑوں کو گرفتار کر لیا دولت  
 پہاڑ پر چڑھ گیا غازی خاں نے اس کا تعاقب کیا اور اسے گرفتار کر کے دولت چک  
 کو نابینا کر دیا۔ اس واقعے کے بعد حبیب چک پہنچا غازی خاں حبیب چک  
 سے بدگمان تھا اس نے دولت چک کے برادر زادہ سہمی نازک چک سے  
 متصل وکالت قبول کرنے کی درخواست کی۔ نازک چک اپنے چچا کے  
 واقعے سے غازی خاں سے ناراض تھا اس نے اس عہدہ کو قبول کرنے سے  
 انکار کیا غازی خاں نے ارادہ کیا کہ نازک چک کو گرفتار کر لے لیکن نازک چک کو



اس ارادہ کی اطلاع ہو گئی اور وہ حبیب خاں کے پاس چلا گیا۔  
 حبیب شاہ پسر اسلیقل شاہ نے دو برس حکومت کرنے کے بعد دنیا کو  
 خیر باد کیا اور غازی خاں چک نے اس کے فرزند حبیب شاہ  
 کو فرمانروا بنایا۔<sup>۱۷۹۸</sup> ہجری میں نصرت خاں نازک چک  
 شکر چک یوسف چک وحشی خاں چک ایک جگہ جمع ہوئے اور یہ مشورہ کیا  
 کہ آج غازی خاں نے دوا پیسا ہے اور اس کا بھائی حسین چک قید خانے میں ہے  
 بہتر ہے کہ ہم جن چک کو قید سے رہا کر کے غازی خاں کا کام تمام کر دیں۔  
 غازی خاں چک کو اس سازش کی اطلاع ہوئی اور اس نے یوسف چک  
 و شکر چک کو راضی کر کے اپنے پاس بلا لیا حبیب خاں چک نصرت چک  
 اور درویش چک نے یہ طے کیا کہ ہم علما اور قضاہ شہرہ کو درمیان میں ڈال کر  
 غازی خاں سے پاس جائیں گے اور اگر ایسا نہ ہوگا تو ہم راہ فرار اختیار  
 کریں گے۔ نصرت خاں بلا کسی عہد و پیمان کے غازی چک کے پاس گیا اور  
 گرفتار کر کے قید خانہ میں ڈال دیا گیا حبیب چک اور نازک چک نے تمام  
 پہل توڑ ڈالے اور غازی خاں نے بغاوت کی ہمتی خاں چک بھی ایک بہت  
 بڑے گروہ کے ساتھ ان لوگوں سے آغا غازی خاں نے جرار لشکران لوگوں  
 کے مقابلے کے لئے روانہ کیا فیقین میں خون ریز لڑائی ہوئی اور غازی خاں  
 کے لشکر نے شکست کھائی بلکہ اکثر سپاہی دشمن کے ہاتھ میں گرفتار ہوئے  
 حبیب خاں کو فتح ہوئی اور وہ کوہ ہامون کی طرف چلا گیا غازی خاں چک  
 اب خود حریف کے مقابلے کے لئے ڈومرہ روانہ ہوا اور تین یا چار کشتیاں  
 مہیا کر کے تین ہاتھیوں اور تین سو سواروں کے ساتھ حبیب خاں پر حملہ آور ہوا  
 حبیب خاں نے بھی دو سو سواروں کے ساتھ حریف کا مقابلہ کیا۔ شدید  
 جنگ کے بعد حبیب خاں کو شکست ہوئی اور دریائے جہوپل کو مجبور کر کے  
 وقت اس کا گھوڑا ایک جگہ پھنس گیا غازی خاں کا ایک فیلبان حبیب خاں  
 کے سر پر پہنچ گیا اور اپنے مالک کے حکم سے حبیب چک کا سر تن سے  
 جدا کرنے کے لئے اس کی طرف بڑھا فیلبان کا ہاتھ حبیب خاں کے منہ تک

پہنچا اور اس نے فیلیبان کی انگلیاں دانتوں کے نیچے دبائیں لیکن فیلیبان  
 نے آخر کار اس کا سر تن سے جدا کر لیا یہ سر حبیب خاں کے قیام گاہ مرفع  
 کلمہ نامت میں دار پر آویزاں کیا گیا غازی خاں نے درویش چک اور  
 نازک چک کو بھی گرفتار کر کے ان کو بھی پھانسی پر چڑھا دیا۔ اس واقعے  
 کے چند روز کے بعد بہرام چک ہندوستان سے غازی خاں کی خدمت میں  
 آیا اور ضلع کھنڈہ ہامون اس کو جاگیر میں دیا گیا بہرام چک سری نگر سے پرگنہ  
 رتن گڑھ اپنے وطن کو روانہ ہو گیا شکر چک فتح چک بھی بہرام کے پاس  
 پہنچ گئے اور ان سرداروں نے سونہ پور میں قیام کر کے فتنہ و فساد کا بازار  
 گرم کیا غازی خاں نے اپنے فرزندوں اور بھائیوں کو ان کی تنبیہ کے لئے  
 روانہ کیا اور باغی پہاڑیوں میں چاچھے غازی خاں نے ان کا تعاقب کر لیا  
 تاکہ باغیوں کو گرفتار کر لیا جائے دوسرے اور یہ معلوم ہوا کہ بہرام چک کس  
 چلا گیا اور شکر چک اور فتح چک اس سے جدا ہو گئے ہیں غازی خاں جلد سے  
 جلد کو تھامون روانہ ہوا اور چھ روز کا ل اس بات کی کوشش کی کہ بہرام چک  
 کو گرفتار کرے لیکن ممکن نہ ہوا احمد جو رہن برادر حیدر چک نے بہرام چک  
 کے گرفتار کرنے کا بیڑہ اٹھایا اور غازی خاں سری نگر واپس آیا احمد جو رہن  
 سیم کوٹ میں جو چھر گیون کا مسکن تھا پہنچا اور بہر گیون کو گرفتار کر کے ان سے  
 تفتیش حال کیا ان جو گیون نے بیان کیا کہ ہم نے بہرام چک کو کشتی میں بھاگ  
 ناوٹلی میں امیر زینا کے سپرد کر دیا ہے۔ رشیان ایک گروہ کا نام جو ہر وقت  
 زراعت اور باغبانی کا کام کرتے ہیں یہ لوگ ایک ہی جگہ مل کر رہتے ہیں  
 اور شادی نہیں کرتے۔ احمد جو رہن امیر زینا کے پاس گیا اور بڑی تلاش سے  
 بعد بہرام چک کو گرفتار کر کے سری نگر لایا جہاں اس کو پھانسی دیدی گئی۔  
 اسی دوران میں شاہ ابوالغالی جو لاہور سے بھاگ کر کھلرون کے  
 ہاتھ میں گرفتار ہو گیا تھا پابہ زنجیر یوسف چک کے کاندھوں پر سوار ہو کر  
 قید خانہ سے باہر نکلا اور کمال خاں کھلرون کو اپنا ہی خواہ بنا کر میرزا حمید رنجرگ  
 کی طرح کشمیر پر حکمرانی کرنے کا خواہاں ہوا۔ شاہ ابوالغالی راجوری پہنچا اور

مغلوں کا ایک گروہ بھی اس سے ہٹا۔ اندھا دولت فتح چک اور قرق چک کے چند دیگر سربراہان اور نینرگوہر باکری بھی شاہ ابو المعالی کے گرد جمع ہو گئے۔ ۹۶۵ھ ہجری میں شاہ ابو المعالی نے کشمیر کا رخ کیا۔ ابو المعالی بارہ مولہ کے نواح میں پہنچا اور حیدر چک و فتح چک جو راستہ کے محافظ تھے فراری ہو کر ماذوکی میں پناہ گزین ہو گئے۔ ابو المعالی نے انصاف کو ایسا شعار بنایا کہ اس کے سپاہیوں میں کسی شخص کو بھی رعایا پر ظلم و جبر کرنے کی قدرت نہ رہی۔ ابو المعالی بارہ مولہ پہنچ گیا اور ایک بلند مقام پر قیام پزیر ہوا۔ غازی خاں چک نے اپنے برادر حسین چک کو ہراول لشکر مقرر کر کے لکھنؤ (دکھن) میں اپنے خیمے نصب کئے۔ ابو المعالی کے یہی خواہ سرداروں کشمیر سے بلا ابو المعالی کی اطلاع کے حسین چک پر حملہ کر کے اسے ہٹا کر دیا غازی خاں خود پہنچا اور اس نے بڑی مردانگی کے ساتھ اپنے ہموطن حریفوں کے ایک گروہ کو قتل کر کے ابو المعالی پر فتح حاصل کی شاہ ابو المعالی نے یہ حال دیکھ کر بلا جنگ آزمائی کے راہ فرار اختیار کی۔ اٹھائے راہ میں ابو المعالی کا گھوڑا تھک گیا ایک مغل نے اپنا تازہ دم گھوڑا اسے دیا اور خود ابو المعالی کے خستہ گھوڑے پر سوار ہو کر راستہ میں کھڑا ہو گیا اور کشمیر کے باشندوں کو جواب ابو المعالی کے تعاقب میں آرہے تھے راستہ ہی میں روک دیا۔ اس مغل بہادر کا ترکش تیروں سے خالی ہو گیا اور اہل کشمیر نے ہجوم کر کے اس کو قتل کر دیا اس کشاکش میں ابو المعالی زندہ و سلامت بچ گیا اور غازی خاں نے واپس ہو کر مادیوگی میں قیام کیا۔ غازی چک نے سوا حافظ میرزا حسین کے جوہاویں بادشاہ کا بڑا مقرب ماہر موسیقی تھا بعینہ تمام مغل امیروں کو تہ تیغ کر دیا۔ حافظ میرزا نے اپنی خوش الحانی کی وجہ سے بیخبر موت سے نجات پائی۔ اس فتح کے بعد غازی خاں نے نصرت چک کو زندان سے رہا کر کے اسے جلال الدین محمد اکبر بادشاہ غازی کے حضور میں روانہ کر دیا۔ نصرت چک بیرم خاں کے متوسلین میں داخل ہو گیا۔

۹۶۶ھ ہجری میں غازی خاں کی طبیعت میں انقلاب پیدا ہوا اور

اس نے ظلم و جبر کو اپنا شعار بنایا غازی چک کی اس روش سے تمام رعایا کو اس سے نفرت پیدا ہو گئی۔ اسی دوران میں اسے معلوم ہوا کہ خود اس کا فرزند حیدر چک عنان حکومت اپنے ہاتھ میں لینے کا خواستہ کر رہے غازی چک نے اپنے وکیل محمد جنید اور بہادر بہت کو خلوت میں بلایا اور ان سے کہا کہ میں نے سنا ہے کہ حیدر چک مجھ سے بغاوت کرنا چاہتا ہے تم لوگ اسے سمجھاؤ کہ اس خیال محال سے باز آئے۔ محمد جنید نے حیدر چک کو اپنے پاس بلایا اور اس سے سخت گفتگو کرنے کے بعد گالیاں دیں حیدر چک کو غصہ آیا اور اس نے محمد جنید کی کمر سے خنجر زبردستی کھولا اور وہی خنجر اس کے شکم میں بھونک دیا محمد جنید وہیں ٹھنڈا ہو گیا۔ لوگوں نے حیدر چک کو گھیر کر گرفتار کر لیا اور غازی خاں کے حکم سے اس کو قتل کر کے اس کا جسم زین گدہ میں دار پر آویزاں کر دیا۔ حیدر چک کے ساتھ اس کے تمام بھی خواہ بھی متبع کر دے گئے۔

۹۶۷ھ ہجری میں میرزا قیران بہادر ایک جرار لشکر اور نو عدد ہاتھی اپنے ہمراہ لے کر ہندوستان سے آیا اور تین ماہ لالہ پور میں قیام پذیر رہا۔ میرزا کے ہمراہ نصرت چک کے علاوہ کھکروں کا ایک گروہ بھی تھا قیران بہادر کو اس بات کا امیدوار بنایا کہ کشمیر کے باشندے اس کا ساتھ دیں گے لیکن اسی اثنا میں نصرت چک وغیرہ میرزا سے منحرف ہو کر غازی خاں کے پاس چلے آئے اس واقعہ سے قیران بہادر کے ارادہ میں خلل پیدا ہوا اور غازی خاں چک کشمیر سے روانہ ہو کر نور کوٹ میں قیام پذیر ہوا اور پیادوں کا ایک لشکر میرزا قیران کے مقابلے کے لئے روانہ کیا۔ میرزا قیران شکست کھا کر دوریا کے قلعہ میں پناہ گزین ہوا۔ دوسرے روز مرزا نے پھر جنگ آزمائی کی لیکن حریف سے دوبارہ مغلوب ہو کر راہ فرار اختیار کی اور اس کے ہاتھیوں پر دشمن کا قبضہ ہو گیا۔

جب شاہ کی حکمرانی کو پانچ سال کا زمانہ گزرا اور غازی خاں نے اب اس شاہ شطرنج کو تاج و تخت سے بالکل علیحدہ کر کے اپنے کو غازی شاہ کے خطاب سے مشہور کر کے ملک میں اپنے نام کا خطبہ و سکہ جاری کیا۔ غازی شاہ غازی چک نے شاہان کشمیر کے رسم و رواج کے مطابق

تحت حکومت پر جلوس کر کے اپنے کو غازی شاہ کے خطاب سے مشہور کیا۔ غازی شاہ اس سے پیشتر ہی سے مرض جذام میں مبتلا تھا اس زمانے میں ہماری لکی اور بھی شدت بڑھ گئی اور آواز بالکل متغیر ہو گئی اور انگلیوں کا یہ حال تھا کہ اٹھ کر جانے کے قریب ہو گئی تھیں دانتوں میں زخم پڑ گئے تھے اور درو کی وجہ سے بچہ پریشان رہتا تھا۔

سنہ ۹۶۵ ہجری میں فتح خاں چک اور لومہر واکری غازی خاں سے بدگمان ہو کر کوہستان میں پناہ گزین ہوئے اور غازی شاہ نے اپنے بھائی حسین چک کو دو ہزار سواروں کے ساتھ ان کے تعاقب میں روانہ کیا۔ یہ زمانہ برت باری کا تھا سردی کی شدت سے دشمنوں کا ایک کثیر گروہ ہلاک ہوا اور بقیہ افراد کشتوار چلے گئے اور وہاں پریشان ہو کر حسین چک کے حضور میں حاضر ہوئے۔ حسین چک نے ان کے عفو تقصیر کی غازی شاہ سے درخواست کی اور غازی شاہ نے ان کے جرایم معاف کر دیے۔

سنہ ۹۶۵ ہجری میں غازی شاہ نے سری نگر سے کوچ کر کے لاریں قیام کیا اور اپنے فرزند احمد خاں کو فتح خاں چک و ناصہ کنانی و نیز دیگر امراء ملک کے ہمراہ تبت بھلان کے فتح کرنے کے لئے روانہ کیا کشمیر کے امراء نے پانچ کوس کی راہ لے لی اور فتح خاں چک بنیہ احمد خاں کی اجازت کے تبت پہنچ کر شہر میں داخل ہو اہل تبت نے جنگ سے کنارہ کشی کر کے بہت بڑی رقم بطور پیشکش ادا کی فتح خاں تحائف اپنے ہمراہ لے کر واپس آیا۔ احمد خاں نے خیال کیا کہ فتح خاں تبت تبت جا کر واپس آیا ہے اگر میں بھی ایسا ہی کروں تو اہل کشمیر میرے مداح ہوں گے احمد خاں نے تبتا سفر کرنے کا ارادہ کیا فتح خاں چک نے کہا کہ تمہارا تبتا سفر کرنا مناسب نہیں ہے بہتر ہے کہ فوج اپنے ہمراہ لیتے جاؤ احمد خاں نے اس کے قول کا اعتبار نہ کیا اور فتح خاں کو منزل پر چھوڑ کر خود پانچ سو سواروں کے ہمراہ روانہ ہوا اہل تبت نے احمد خاں کو تبتا دیکھ کر اس کو ہر چھار طرف سے گھیر لیا احمد خاں دشمن سے مقابلہ نہ کر سکا اور راہ فرار اختیار کر کے فتح خاں کے پاس پہنچ گیا۔ احمد خاں نے فتح چک سے کہا کہ آج تم ہراول لشکر ہو تاکہ میں

حریف پر حملہ کروں فتح خاں نے بلاتال احمد خاں کا ساتھ دیا اہل تبت نے دشمن کا مقابلہ کیا اور فتح خاں نے بڑی جواہری کے ساتھ تنہا دشمن سے مقابلہ کیا اور یہاں تک لڑا کہ میدان کارزار میں کام آیا۔ غازی شاہ اس واقعہ کو شکر اپنے فرزند پر سید غضبناک ہوا اور اسے واپس بلایا غازی شاہ نے جیسا کہ بعد میں بیان ہو گا چار برس حکومت کر کے عنان حکومت اپنے بھائی حسین شاہ کے ہاتھ میں دیدی۔

حسین شاہ غازی شاہ کا براہِ تحقیق ہے ۹۷۱ھ ہجری میں غازی شاہ نے تبت کلاں کی فتح کرنے کا مصمم ارادہ کر کے کشمیر سے سفر کیا اور رملہ کار میں مقیم ہوا۔ مرض جذام کے غلبہ سے غازی شاہ کی آنکھیں بالکل بے کار ہو گئیں غازی شاہ نے جبر و ظلم کو اپنا شعار بنایا اور زبردستی رعایا سے روپیہ وصول کرنا شروع کیا۔ بادشاہ کی اس روش سے تمام رعیت اس سے منحرف ہو گئی اور اعیان ملک کے دو گروہ ہو گئے ایک جماعت نے غازی شاہ کے فرزند احمد خاں کا ساتھ دیا اور دوسرا بادشاہ کے بھائی حسین چک کا بھی خواہ بنا غازی شاہ یہ اخبار شکر سہری نگہ واپس آیا۔ بادشاہ اپنے بھائی حسین چک پر سید مہربان تھا اس لئے اسی کو اپنا جانشین مقرر کیا غازی شاہ کے وکلاء و وزراء حسین چک کے آستانہ پر جمع ہو کر اس کے احکام کا امتثال کرنے لگے۔

تقرر جانشینی کے پندرہ روز بعد غازی شاہ نے اپنے تمام مال و اسباب کو دو حصوں میں منقسم کیا ایک حصہ اپنے فرزندوں کو دیا اور دوسرا حصہ ایتانوں کو دیا کہ اس کی قیمت اس کے پاس پہنچا دیں حسین چک نے اس حرکت سے غازی شاہ کو منع کیا غازی شاہ بھائی سے ناراض ہو گیا اور اب اس نے ارادہ کیا کہ بجائے حسین چک کے اپنے فرزند احمد خاں کو بادشاہ بنائے حسین چک کو اس واقعہ کی اطلاع ہوئی اور اس نے احمد خاں ولد غازی شاہ ابدال خاں اور نیز دیگر اعیان ملک کو اپنے حضور میں طلب کیا اور ان سے عہد و پیمان کیا کہ یہ امر حسین چک کے مطیع رہیں۔ غازی خاں حکمرانی ترک کر کے

نادم و پشیمان ہوا اور اس نے اپنے خاصہ کے ملازمین اور مغلوں کو طلب کیا اور ان کی ایک جمعیت تیار کی حسین چاک بھی قتال پر آمادہ ہوا لیکن شہر اور قصبہ کے باشندے درمیان میں آپڑے اور یہ فساد برپا نہ ہو سکے گا زنی چاک سری نگر سے کوچ کر کے زمین پور میں مقیم ہوا لیکن تین ماہ کے بعد پھر سری نگر واپس آیا حسین چاک کا پورا استقلال ہو گیا اور اس نے کشمیر کا ملک اپنے ہی خواہوں میں تقسیم کیا۔

۹۷۲ھ ہجری میں حسین چاک نے اپنے بڑے بھائی شکر چاک کو راجوری کی حکومت عطا کی اور نو شہرہ اس نئی جاگیر میں دیا لیکن اس تقرر و عطیہ کے تھوڑے ہی روز بعد معلوم ہوا کہ شکر چاک نے بغاوت کر دی ہے حسین چاک نے شکر کی جاگیر محمد باکری کو عطا کی اور احمد خاں فتح خاں خواجہ مسعود و مانک چاک کو ایک جہاز لشکر کے ہمراہ شکر چاک کی تادیب کے لئے روانہ کیا شاہی لشکر کو فتح ہوئی اور حسین چاک نے فرستادہ امداد کا استقبال کیا اور ان کو بھی سری نگر میں لے آیا۔ اس واقعہ کے بعد حسین چاک کو معلوم ہوا کہ احمد خاں محمد خاں باکری اور نصرت چاک اس کو قتل کرنا چاہتے ہیں حسین شاہ نے ارادہ کیا کہ ان سادشیوں کو گرفتار کرے بادشاہ کے اس ارادہ کی خبر ان امیروں کو بھی ہوئی اور یہ لوگ پوری جمعیت کے ساتھ حسین چاک سے ملاقات کرنے کے لئے روانہ ہوئے حسین شاہ کو معلوم ہو گیا کہ امداد کو اس کے ارادہ سے اطلاع ہو گئی ہے اور اس نے ملک لوندنی کو ان امیروں کے پاس شرائط صلح طے کرنے کے لئے روانہ کیا کہ تاکہ یہ امیر ایک جگہ جمع ہو کر اس بات کا عہد و پیمان کریں کہ ایک دوسرے کو نقصان نہ پہنچائے گا۔ امداد کو راجہ خاں کے گھر میں جمع ہوئے اور یہ ارادہ کیا کہ احمد خاں کو جس نے چند روز سے حسین چاک کو نہیں دیکھا ہے بادشاہ کے مکان پر لے جائیں احمد خاں نے بیجا اصرار کے بعد اس امر کو قبول کیا اور نصرت چاک لوندنی کو دند کے ہمراہ حسین شاہ کی خدمت میں حاضر ہوا تاہی حبیب جو اعیان شہر میں تھا مع محمد باکری کے حاضر ہوا اور دیوانہ خانہ میں مجلس شوریٰ منعقد ہوئی۔ راجہ کا وقت آیا اور حسین شاہ نے حاضرین مجلس سے کہا میں آج رات تنبورہ بجانا چاہتا ہوں چونکہ قاضی صاحب پابند شریعت ہیں آپ

سب حضرات بالاخانہ پر تشریف رکھیں تو بہتر ہوگا میں بھی تھوڑی دیر کے بعد حاضر ہوتا ہوں یہ امر بالاخانہ پر پہنچے اور حسین شاہ نے اپنے ملازموں کو بھیج کر ان تینوں کو گرفتار کر لیا۔ حسین شاہ نے اس واقعے کے بعد علی خاں اور خان زماں فتح خاں کو ایک جرار لشکر کے ساتھ لشکر چک کے مقابلے کے لئے جو راجوری میں مقیم تھا روانہ کیا۔ یہ امیر روانہ ہوئے اور لشکر چک کو شکست دیکر کامیاب واپس آئے خان زماں کا اقتدار بڑھ گیا اور حسین شاہ نے حکم دیا کہ تمام امرا و وزاتہ خان زماں کے آستانہ پر حاضری دیا کریں۔

۳۷۳ء ہجری میں امیروں نے خان زماں کی طرف سے بادشاہ کو بدگمان کرنے کا ارادہ کیا بادشاہ نے امیروں کو خاں زماں سے ملاقات کرنے کی ممانعت کر دی۔ خان زماں نے ارادہ کیا کہ شہر سے باہر چلا جائے خان زماں سامان سفر درست کر رہا تھا کہ حسین ماکری اس کے پاس آیا اور خان زماں سے کہا شہر کیوں چھوڑتے ہو حسین چک شکار کو گیا ہوا ہے اور اس کا مکان خالی ہے۔ تھوڑی ہمت کر و اور حسین شاہ کے مکان پر چل کر تمام اسباب و خزانہ پر اپنا قبضہ کر لو۔ خان زماں نے اس رائے سے اتفاق کیا اور فتح خان چک و لوہروانگری کے ہمراہ حسین شاہ کے مکان پر گیا اور دروازے میں آگ لگا دی خان زماں نے ارادہ کیا کہ احمد خاں و محمد ماکری و نصرت خاں کو قید خان سے باہر نکالے۔ مسعود چک مانگ وانگری نے جو زنداں کا محافظ تھا دیوانخانہ میں پانی بہا دیا اور سارے صحن میں کھجور کی وجہ سے قدم رکھنا دشوار ہو گیا۔ دولت خاں چک ترکش و کمان لئے ہوئے کھڑا تھا بہادر خاں ولد خان زماں اس کی طرف بڑھا اور اس پر تلوار کا وار کیا لیکن شمشیر ترکش پر پڑی دولت خاں نے ایک تیر بہادر خاں کے گھوڑے کی آنکھ میں مارا گھوڑا چراغ پیا ہوا اور بہادر خاں زمین پر آ رہا مسعود مانگ نے بہادر خاں کا سر قلم کر لیا خان زماں جو مکان کے باہر کھڑا تھا مضر ہو گیا اور مسعود مانگ نے اس کا تعاقب کر کے گرفتار کر لیا اور حسین چک کے حضور میں لے گیا حسین شاہ کے حکم سے خان زماں کے کان ناک اور دست و پا کا ٹکر جسم دار پر آویزاں کر دیا گیا۔ حسین شاہ نے مسعود چک کو



اپنا فرزند کیا اور اسے مبارز خاں کے خطاب سے سرفراز کر کے پرگنہ فٹل اس کو بطور جاگیر کے عطا کیا۔

۹۷۰ھ ہجری میں حسین شاہ کے حکم سے احمد خاں نصرت خاں اور محمد ماکری ہر سہ سردار نامینا کر دیئے گئے۔ غازی شاہ اس خبر کو شکر بیچہ غمناک ہوا اور چونکہ عرصہ سے بیمار تھا اس واقعہ کے اطلاع پاتے ہی فرط رنج سے فوت ہوا۔

۹۷۰ھ ہجری میں لودنی لوند نے حسین شاہ سے بیان کیا کہ مبارز خاں یہ کہتا ہے کہ چونکہ بادشاہ نے مجھے اپنا فرزند بنایا ہے اس لئے مناسب ہے کہ خزانوں میں بھی مجھے اپنا شریک سمجھ کر ایک حصہ مجھے بھی عطا کرے۔ حسین شاہ چک اس خبر کو شکر بیچہ رنجیدہ ہوا اور ایک روز مبارز خاں کے مکان پر گیا اور اس کے طویلے میں بیٹھا رگھوڑے دیکھ کر اور زیادہ اس کی طرف سے بدگمان ہوا۔ حسین شاہ نے مبارز خاں کو نذر زندان کیا اور ملک لودنی لوند اس کا جانشین بنایا گیا لیکن تھوڑے ہی زمانے کے بعد یہ اسے بھی چالیس ہزار روپے شاہی کی خیانت کا مجرم ہو کر قید کر دیا گیا اور علی کو کہ اس کا قائم مقام ہوا۔

۹۷۰ھ ہجری میں قاضی صیب جو مسلم دیندار اور سنی خفی المذہب تھے جمعہ کے روز جامع مسجد سے باہر نکلے اور زیارت قبور کے لئے وادی کوہ ماران روانہ ہوئے۔ یوسف نامی ایک شیخی نے قاضی صاحب پر تلوار کا وار کیا قاضی صاحب کا سر زخمی ہو گیا یوسف نے دوسرا وار کیا اور قاضی صاحب کی انگلیاں کٹ گئیں اس واقعہ کی بنا بعض تعصب مذہبی تھی ورنہ اس کو بیات سے قطعاً تعلق نہ تھا مولانا کمال جو قاضی صاحب کے داماد اور شہر یانکوٹ کے بڑے فاضل مدرس تھے قاضی صاحب کے ہمراہ تھے یوسف شیخی دو وار کر کے فراری ہوا۔ حسین شاہ اگرچہ خود بھی شیخی تھا لیکن اس نے یہ خبر سنتے ہی چند سپاہیوں کو یوسف کی گرفتاری کے لئے روانہ کیا اور مجرم قید خانہ میں بند کر دیا گیا۔ حسین شاہ نے شہر کے علماء ملا یوسف و ملا فیروز وغیرہ کو

یکجا جمع کر کے فتویٰ طلب کیا ان بزرگوں نے جواب دیا کہ از روئے سیاست  
ایسے شخص کو قتل کرنا جائز ہے قاضی صاحب نے فرمایا کہ میں زندہ ہوں اس  
شخص کو قتل کرنا ناجائز ہے غرض کہ یوسف شیعہ سنگ سار کر دیا گیا۔ اسی  
درمیان میں اتفاق سے ایک عیسائی گروہ یعنی میرزا مقیم میر یعقوب ولد بابا علی  
وغیرہ اکبر بادشاہ کے دربار سے بطور قاصد کشمیر وارد ہوا۔ یہ جماعت میر پور  
پہنچی اور حسین شاہ نے خیمہ و خرگاہ نصب کرایا حسین چک کو معلوم ہو گیا کہ  
قاصد قریب آگئے ہیں اور بادشاہ نے خرگاہ سے براہ ہو کر ایلچیوں سے  
ملاقات کی اس تقریب کے بعد قاصد حسین چک کے فرزند کے ہمراہ کشمیری میں  
بیٹھکر شہر روانہ ہوئے حسین چک نے خود مرکب پر سوار ہو کر کشمیر کا رخ کیا۔  
بادشاہ نے حسین ماکر کے مکان پر قاصدوں کو اتارا۔ چند روز کے بعد  
میرزا مقیم نے جو یوسف شیعہ کا ہم مشرب تھا کہا کہ جن علمائے یوسف نے  
قتل کا فتویٰ دیا تھا ان کو میرے حضور میں طلب کر حسین چک نے  
میرزا مقیم کے حکم کی تعمیل کی قاضی زین نے جو مذہب امامیہ کا پیرو تھا کہا کہ  
علمائے غلط فتویٰ دیا ہے ان علمائے جواب دیا کہ ہم نے مجرم کے قتل کا  
مطلقاً فتویٰ نہیں دیا بلکہ ہمارے فتویٰ کا مقصد وہ یہ تھا کہ ایسے شخص کو از روئے  
سیاست قتل کرنا جائز ہے۔ میرزا مقیم نے اسی مجلس میں علماء کی توہین کی اور  
ان کو فتح خاں چک کے حوالے کر دیا فتح خاں نے ان علماء کو بہت آڑ بچایا  
حسین چک دریا کی راہ سے کراچ روانہ ہو گیا اور فتح چک نے میرزا مقیم  
کے حکم سے علماء کو قتل کر کے ان کے پالون میں رسی باندھ دی اور ان کی لاشوں  
کو شہر میں اس طرح گشت کرایا حسین چک نے اپنی دختر کو مع نفیس و بیش  
قیمت تحائف کے قاصدوں کے ہمراہ جلال الدین محمد اکبر بادشاہ کے  
حضور میں روانہ کر کے اطاعت و خلوص کا اظہار کیا۔

۹۷۷ھ ہجری میں یہ معلوم ہوا کہ جلال الدین محمد اکبر بادشاہ

علی شاہ

نے میرزا مقیم کو اس جرم میں کہ اس نے بے گناہ علماء کے  
خون ناحق کئے ہیں قتل کرایا اور حسین چک کی دختر کو اپنی زوجیت میں

قبول کرنے سے انکار کر کے عروس کو کشمیر واپس کر دیا ہے حسین چک  
یہ خبر نگر بیمار ہوا اور اسے اسہال خونی کی شدید شکایت پیدا ہوئی۔  
حسین شاہ تین یا چار ماہ علیل رہا اس زمانے میں محمد خاں نے یوسف چک  
ولد علی خاں چک کو مشورہ دیا کہ سوہنپور میں اپنے باپ کے پاس چلا جائے  
یوسف چک کے روانہ ہوتے ہی بقیہ امرا بھی یکے بعد دیگرے حسین شاہ سے علیحدہ  
ہو کر علی خاں کے گرد جمع ہو گئے۔ حسین چک نے علی خاں کو یہ پیغام دیا کہ  
آخر مجھ سے کیا گناہ مہرز ہوا ہے میں نے تمہارے فرزند کو بلا کسی خیال  
کے تمہارے پاس روانہ کیا اب ان امرا کا مجھ سے کنارہ کرنا کیا معنی رکھتا ہے  
علی خاں نے جواب دیا کہ میرا اس میں کوئی قصور نہیں ہے ہر چند میں ان امرا  
کو منع کرتا ہوں کہ تم سے علیحدہ ہو کر میرے گرد جمع نہ ہوں لیکن یہ لوگ  
میری حماقت پر خیال نہیں کرتے آخر کار علی خاں نے سوہنپور سے کوچ کیا  
اور سری نگر سے سات کوس کے فاصلہ پر مقیم ہوا ملک لوندنی لوند بھی فاری  
ہو کر علی خاں کے پاس آ گیا حسین چک نے بھی شہر سے سفر کیا اور سری نگر  
سے ایک کوس کے فاصلے پر قیام پذیر ہوا احمد و محمد ماکری بھی حسین شاہ  
سے جدا ہو کر علی خاں کی بارگاہ میں حاضر ہو گئے۔ دولت چک نے جو  
حسین شاہ کے مقرب درباریوں میں تھا اپنے علیل فرماؤا سے کہا کہ  
تمام امرا ہم سے کنارہ کش ہو کر علی خاں کے گرد جمع ہو گئے ہیں بہتہ یہ ہے  
کہ ایک تاج و اسباب شاہی جو مابہ النزاع ہے علی شاہ کے پاس جو آپ کا  
برادر حقیقی ہے روانہ کر دین حسین شاہ نے دولت چک کے مشورہ پر عمل  
کیا اور یوسف چک کی معرفت اثاثہ شاہی علی خاں کے پاس روانہ کر کے  
اسے یہ پیغام دیا کہ میرا گناہ صرف اسی قدر ہے کہ اس مرض میں گرفتار ہوں  
اس واقعے کے بعد علی خاں حسین شاہ کی عیادت کے لئے آیا اور دونوں بھائی  
گلے مل کر خوب روئے حسین شاہ نے عمان حکومت علی خاں کے ہاتھ میں دیکر  
خود زین پور میں اقامت اختیار کی۔ علی خاں نے تخت حکومت پر جلوس کر کے  
اپنے کو علی شاہ کے خطاب سے مشہور کیا اور کشمیر کا مستقل فرمانروا ہو گیا

حسین شاہ کا وکیل سلطنت فوت ہوا اور اس کی وفات کے تین ماہ کے بعد حسین چک نے بھی دنیا کو خیر باد کیا۔ علی شاہ حسین شاہ کے خیازہ پر آیا اور اسے جبران بازار کے قریب پیوند خاک کیا۔

اسی اثناء میں عارف نام ایک صوفی جو اپنے کو شاہ ہما سب صفوی کی اولاد سے ظاہر کرتے تھے تصوف کے لباس میں لاہور سے کشمیر آئے یہ متصوف درویش و حقیقت شیعہ مذہب کا پابند تھا اور تقیہ کر کے سنی ظاہر کرتے تھے علی شاہ والی کشمیر جو خود بھی شیعہ تھا شاہ عارف کے زور و کوبہت بڑی نفرت سمجھا اور اس قدر اس کا معتقد ہوا کہ اپنی دختر کو شاہ عارف کے حوالہ عقد میں دیدیا۔ علی شاہ نوروز چک و ایراہیم چک وغیرہ جو سب کے سب مذہب امامیہ کے پیرو تھے شاہ عارف کو حضرت مہدی آخر الزماں تصور کر کے اس قدر معتقد ہوئے کہ شاہ صاحب موصوف کو سجدہ کرنے لگے امرائے کشمیر نے ارادہ کیا کہ علی شاہ کو مغرور کر کے شاہ عارف کو بادشاہ تسلیم کریں علی شاہ یہ اخبار شکر بیدار بخیدہ ہوا۔ شاہ عارف نے جو کیا گری اور شیعہ جن میں مشہور و معروف تھے اس امر کی شہرت دی کہ میں کشمیر میں قیام نہ کروں گا اور صرف ایک ہی روز میں لاہور یا کسی دوسرے ملک کو روانہ ہو جاؤں گا۔ اس خبر کو شائع کرنے کے بعد شاہ عارف روپوش ہو گئے تاکہ معتقدین یہ سمجھیں کہ یہ وقفہ زبان غیبت ہے اور تین دن کے بعد معلوم ہوا کہ دو اشرفیاں طاح کو دیکر ایک کشتی میں بیٹھے اور بارہ مولہ میں پہنچ کر پناہ پر قیام پذیر ہوئے علی شاہ نے شاہ عارف کے تعاقب میں اپنے ملازموں کو روانہ کیا شاہ صاحب گرفتار ہو کر بادشاہ کے سامنے لائے گئے اور شاہی حکم سے نظر بند کر دئے گئے۔ شاہ عارف پھر مغرور ہوئے اور اس مرتبہ کوہ اسیلمان پر گرفتار کئے گئے علی شاہ نے ایک ہزار اشرفیاں اپنی دختر کے مہر کی شاہ عارف سے وصول کر کے طلاق حاصل کر لی۔ ایک خواجہ مہر نے شاہ عارف کو بادشاہ سے مانگ لیا اور ان کو تبت کلاں کی طرف روانہ کر دیا۔ علی رائے والی تبت بھی مذہب شیعہ تھا اس نے شاہ عارف کی بیچ

تعظیم و تکریم کی اور شاہ صاحب کو تبت میں سکونت اختیار کرنے پر مجبور کر کے اپنی دختر کا نکاح شاہ عارف کے ساتھ کر دیا۔ شاہ صاحب ایک زمانے تک تبت میں مقیم رہے اور اس کے بعد اکبر بادشاہ کے حسب الطلب ہندوستان روانہ ہوئے لیکن اگرے پہنچتے ہی فوت ہو گئے۔

۹۷۹ء ہجری میں علی چک ولد نوروز چک علی شاہ کی خدمت میں حاضر ہوا اور کہا کہ دو کہہ نے میری جاگیر میں اگر غل پیدا کیا ہے اگر تم اسے منع نہ کرو گے تو میں اپنے گھوڑوں کا پیٹ چاک کر ڈالوں گا علی شاہ نے اس قول کو کنایہ پر محمول کیا اور سمجھا کہ علی چک خود اس کے شکم کو پارہ کرنے کی دھمکی دے رہا ہے بادشاہ نے غصہ میں آکر علی چک کو نظر بند کر کے ان کو کھراج روانہ کر دیا۔ علی چک کھراج سے فراری ہو کر حسین قلی خاں حاکم پنجاب کے دامن میں پناہ گزین ہونے کا ارادہ کیا۔ ملاقات کے اثناء میں حسین قلی خاں نے رسم زمانہ کے موافق علی چک کی تعظیم نہ کی اور علی چک لاہور سے دوبارہ کشمیر واپس آیا۔ علی شاہ نے اس کو گرفتار کر کے مفید کر دیا علی چک تھوڑے زمانے کے بعد قید خانہ سے بھاگا اور نوشہرہ میں مقیم ہوا علی شاہ نے اس پر لشکر کشی کی اور اسیر کر کے اس کا خاتمہ کر دیا۔

۹۸۰ء ہجری میں علی شاہ نے کھنوار پر حملہ کر کے وہاں کے حاکم کی دختر کو اپنے محل میں داخل کیا۔ اسی دوران میں ملاحتی و قاضی صدر الدین جلال الدین محمد اکبر بادشاہ کی بارگاہ سے بطور قاصد علی شاہ کے دربار میں آئے اور علی شاہ نے اپنے برادر زادہ کی دختر کو شاہزادہ سلیم کی زوجیت کے لئے منتخب کر کے عروس کو مع بیش قیمت تحائف کے اکبر بادشاہ کے حضور میں روانہ کیا اور ملک میں اکبری خطیمہ و سکہ جاری کر دیا۔ اسی زمانے میں یوسف خاں ولد علی شاہ نے محمد بہت کی کوشش سے ابراہیم خاں ولد غازی خاں کو بلابا دشاہ کی منظوری حاصل کئے ہوئے قتل کر دیا۔ یوسف خاں اپنے باپ کے خوف سے محمد بہت کے ہمراہ سرری نگر سے فراری ہو کر بارہ مولہ میں مقیم ہوا۔ علی شاہ اپنے فرزند کے ان اوصاف و اطوار سے ناخوش ہوا

لیکن امیروں نے یوسف کے غفلت و تقصیر کی بادشاہ سے درخواست کی اور علی شاہ نے یوسف چاک کو سری نگر بلوایا۔

سنتھ بھری میں علی شاہ جال نگری کی سیر کے لئے اپنے اہل و عیال کے ہمراہ اسی طرف گیا۔ حیدر خاں ولد محمد شاہ جو سلطان زین العابدین کی نسل سے تھا عرصہ سے گجرات میں مقیم تھا جلال الدین محمد اکبر بادشاہ نے گجرات کو فتح کیا اور حیدر خاں بادشاہ کے ہمراہ ہندوستان چلا آیا اور اس کے بعد نوشہرہ میں مقیم ہوا۔ حیدر خاں کا چچا زاد بھائی سلیم خاں اپنی جمعیت کے ساتھ اس سے آگیا علی شاہ نے ایک گروہ کشمیر کو بھجوا دیا۔ اس کی ہمراہی میں نوشہرہ روانہ کیا محمد خاں حاکم راجوری۔ نوہر چاک کے اقتدار سے حسد پیدا ہوا اور اس سے مقید کر کے مع اس کے لشکر کے حیدر خاں کے پاس نوشہرہ میں چلا آیا۔ محمد خاں نے حیدر چاک سے کہا کہ اسلام خاں ایک جوانمرد امیر ہے اس کو میرے ساتھ روانہ کرو تو میں کشمیر کو فتح کر لوں گا۔ حیدر خاں اس کے دام نکر میں گرفتار ہو گیا اور اسلام کو محمد خاں کے ہمراہ روانہ کر دیا۔ موضع جیکھم میں پہنچ کر محمد خاں نے صبح کے وقت اسلام خاں کو قتل کیا اور براہ راست علی شاہ کے پاس پہنچ گیا۔ علی شاہ نے اس خدمت کے صلہ میں محمد خاں پر بڑی نوازش و مہربانی فرمائی۔ علی ماگری وغیرہ جو حیدر خاں کی بھی خواہی کا دم بھرتے تھے نظر بند کئے گئے۔

سنتھ بھری میں کشمیر میں تعلیم الشان قوط پڑا ہوا جاں شدت گرنگی سے ضایع ہوئیں۔

سنتھ بھری میں علی شاہ نے مسجد کے بالائی حصہ میں ایک مجلس معتقد کی اور ملک کے علماء و فقہاء کو طلب کیا۔ حدیث شریف کی معتبر کتاب مشکوٰۃ الصالحین مجلس میں منکوحہ لکھی اور باب فضائل توبہ کے مطالعہ کے بعد بادشاہ نے موافق ارشاد نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ و اصحابہ وسلم توبہ کی اور اس کے بعد نماز و تلاوت قرآن مجید میں مشغول ہوا۔ عبادت سے فراغت حاصل کر کے علی شاہ نے چوگن بازی کا ارادہ کیا۔ بادشاہ عید گاہ کے میدان میں چوگان بازی میں مشغول تھا کہ ناگاہ زمین پر گرا اور زین کا نوکدار کونہ اس کے شکم میں

گھس گیا اور علی شاہ نے وفات پائی۔

یوسف شاہ | علی شاہ کی وفات کے بعد اس کا بھائی ابدال خاں چک اپنے برادر زادہ یوسف چک کے خوف سے بادشاہ

کے جنازہ پر حاضر نہیں ہوا یوسف شاہ نے سید مبارک اور بابا خلیل کو ابدال خاں کے پاس روانہ کیا اور اپنے چچا کو یہ پیغام دیا کہ آپ آئیں اور اپنے بھائی کی تدفین میں شرکت فرمائیں اگر آپ مجھے مرحوم بادشاہ کا جانشین تصور کریں تو فوج لے کر ورنہ بسم اللہ تاج و تخت حاضر ہے آپ خود عنان حکومت اپنے ہاتھ میں لیں اور میں آپ کی اطاعت کروں۔ ابدال خاں نے جواب دیا کہ میں تمہارے حسب الطلب آبا ہوں اور تمہیں فرمانروا تسلیم کرنے کے لئے تیار ہوں لیکن اگر مجھ سے کسی طرح کا نقصان پہنچے گا تو اس کا وبال تم پر ہوگا۔ سید مبارک خاں ابدال خاں سے منحرف تھا اس نے کہا کہ تم کو یوسف شاہ کے پاس چلنا چاہیے اور اس سے قول و قرار کر لینا چاہئے۔ سید مبارک نے یوسف خاں سے کہا کہ ابدال خاں میری نصیحت قبول نہیں کرتا پہلے اس کا علاج کر لو اور اس کے بعد بادشاہ کی تجنیز و تکفین کی طرف متوجہ ہو۔ یوسف شاہ فوراً ابدال خاں کے سر پر پہنچ گیا ابدال خاں نے مقابلہ کیا اور لڑائی میں کام آیا۔ سید مبارک کا فرزند جلال خاں بھی اس جنگ میں قتل ہوا۔ دوسرے روز علی شاہ کو فرقہ امامیہ کے طریقہ کے مطابق پیوند خاک کیا اور یوسف شاہ نے تخت حکومت پر جلوس کیا دو یا تین ماہ کے بعد سید مبارک خاں و علی خاں چک نے دریائے بہت کو عبور کر کے بغاوت کی یوسف شاہ نے اپنے مقدمہ لشکر کو متحد ماکری کے ہمراہ باغیوں کے مقابلے کے لئے روانہ کیا متحد ماکری نے جنگ میں سبقت کی اور ساٹھ سواروں کے ہمراہ میدان جنگ میں کام آیا۔ یوسف شاہ نے امان طلب کر کے ہمیشہ پور میں قیام کیا سید مبارک خاں نے یہ خیر لشکر ترتیب دیا اور جنگ کے ارادے سے باہر آیا یوسف شاہ حریف کے مقابلے میں نہ ٹھہر سکا موضع پر تھاں (جہرغل نرسک برگڑ) میں جو جنگل میں واقع ہے پناہ گزیں ہوا۔ سید مبارک نے یوسف شاہ کا تعاقب کیا

اور جنگ آزمائی کے بعد یوسف شاہ کو کوہستان اطراف کی طرف بھگا دیا۔ سید مبارک مظفر و کامیاب کشمیر میں داخل ہوا اور علی خاں ولد نوروز چک کو کسی بہانے سے اپنے پاس بلا کر اس کو نظر بند کر لیا۔ فرقہ چک کے دیگر امراء یعنی لوہنر چک حیدر چک و ہستی چک وغیرہ خوف کی وجہ سے پہلی مرتبہ نہ آئے۔ بابا خلیل و سید برخورداران امیروں کے پاس آئے اور عہد و پیمان کے بعد ان کو سید مبارک خاں کے حضور میں لے گئے سید مبارک نے ان امیروں کو جاگیرات پر جانے کی اجازت دی ان امیروں نے اٹھائے راہ میں یہ طے کیا کہ یوسف شاہ کو طلب کر کے اسے اپنا بادشاہ تسلیم کریں امرائے مذکور نے ایک قاصد جلد سے جلد یوسف شاہ کے پاس روانہ کر گئے اسے یہ پیغام دیا کہ ہم اپنے کردار پر پشیمان ہیں اور آپ کو اپنا مالک تسلیم کرنے کے لئے لیا رہیں۔ سید مبارک یہ خبر سیکر بیچ پریشان ہوا اور علی خاں چک کو قید سے آزاد کر دیا۔ سید مبارک نے تنہا خانقاہ بابا خلیل میں قیام کیا۔ حیدر چک نے علی خاں چک کو پیغام دیا کہ ہماری تمام کوششوں کا مقصد تمہاری آزادی ہے۔ یوسف چک ولد علی خاں چک نے اپنے باپ سے کہا کہ حیدر چک کا ارادہ بغاوت کرنے کا ہے علی خاں نے فرزند کی نصیحت پر عمل نہ کیا اور اس کے پاس چلا گیا لوہنر چک وغیرہ حیدر خاں کی مجلس میں موجود تھے علی خاں چک بھی پہنچا اور فوراً نظر بند کر دیا گیا۔ ان امیروں نے باہم یہ طے کیا کہ لوہنر چک کو بادشاہ بنالیں۔ اسی دوران میں یوسف شاہ کا لیور پہنچا اور اسے معلوم ہوا کہ امرائے کشمیر نے لوہنر چک کو تخت و تاج کا مالک تسلیم کر لیا ہے یوسف شاہ موضع وایل پہنچا اور اپنے ہی خواہوں کو ہمراہ لے کر جو سے گزرتا ہوا لاہور پہنچا اور یہ یوسف خاں شہیدی کے دامن میں پناہ گزین ہوا۔ سید یوسف خاں شہیدی جلال الدین اکبر بادشاہ کے نامی امراء میں سے تھا۔ یوسف شاہ راجہ مان سنگھ کے ہمراہ فتحپور سیکری میں وارد ہوا اور اکبر بادشاہ کے حضور میں حاضر ہو کر طالب امداد ہوا۔ عرش آشیانی اکبر بادشاہ غازی ہمیشہ کشمیر فتح کرنے کے خواہشمند تھے بادشاہ دہلی کو یہ بہانہ ہاتھ آیا اور اکبر شاہ نے



یوسف شاہ کو راجہ مان سنگھ اور سید یوسف خاں سہیدی کے ہمراہ کشمیر روانہ کیا۔

۹۸۷ھ ہجری میں یہ گروہ سری نگر روانہ ہوا اس زمانہ میں لوہرچک کشمیر کا فرمانروا تھا یوسف شاہ نے اپنے فرزند یعقوب خاں کو اپنے سے پیشتر کشمیر روانہ کیا تاکہ امراء کشمیر کو لوہرچک سے برگشتہ کر کے اپنا بھی خواہ بنائے۔ یوسف شاہ سیالکوٹ پہنچا اور بلا یوسف خاں شہدی اور راجہ مان سنگھ کی مدد کے راجوری پہنچ کر شہر پر قابض ہو گیا۔

یوسف شاہ راجوری پر قبضہ کر کے ٹھٹھہ پہنچا۔ اس وقت لوہرچک نے یوسف کشمیری کو یوسف شاہ کے مقابلہ میں روانہ کیا لیکن کشمیری لوہرچک سے جدا ہو کر یوسف شاہ کے ہی خواہوں میں داخل ہو گیا یوسف شاہ کو اب طاقت حاصل ہوئی اور جھیل کے راستہ سے جو سب سے زیادہ دشوار گزار راہ ہے دھاوا کر کے قلعہ سون پور میں داخل ہوا۔ لوہرچک نے حیدرچک و شمس چک و ہستی چک کے ہمراہ یوسف شاہ کے مقابلہ میں دریائے بہت کے کنارہ اپنی فرود گاہ تیار کی۔ چند روز کے بعد فریقین میں خونریز لڑائی ہوئی اور یوسف شاہ اپنے حریف پر غالب آیا۔ یوسف شاہ فتح کے بعد سری نگر روانہ ہوا لوہرچک نے قاضی موسیٰ اور محمد سعادت بہت کے وسیلہ سے یوسف شاہ کی ملازمت حاصل کی لیکن بادشاہ اول تو اچھی طرح پیش آیا لیکن آخر میں لوہر کو قید کر دیا۔ یوسف شاہ کو اہلیان حاصل ہوا اور اس نے کشمیر کو اپنے امراء میں تقسیم کرنا شروع کیا۔ شمس چک و لد دولت چک اور اپنے فرزند یعقوب خاں و نیز یوسف خاں کشمیری کے عہدہ جاگیریں عطا کر کے بقیہ حصہ ملک کو خالصہ قرار دیا یوسف شاہ نے اپنے امراء کی ترتیب و گوش سے لوہرچک کو نابینا کر دیا۔ ۱۰۰۰ھ ہجری میں شمس چک نے علی شاہ چک و محمد سعادت بہت کو اس گمان پر کہ یہ امیر بغاوت پر آمادہ ہیں قید کیا جیب خاں چک خوف زدہ ہو کر موضع کہیہ کی طرف فراری ہوا۔ یوسف و لد علی خاں چک جو یوسف شاہ کا قیدی تھا اپنے چاروں بھائیوں کے ہمراہ زندان سے

نکلا اور حبیب خاں چک سے موضع کہنیر میں جا ملا۔ یہ امیر بالائفاقی راجہ ثبت کے پاس تھکے اور اس سے طالب امداد ہوئے لیکن جب کشمیر کے حدود میں داخل ہوئے تو ان کے درمیان خود اختلاف پیدا ہوا اور ان کی جمعیت بکٹ ہو گئی۔ یوسف اور محمد خاں دشمن کے ہاتھ میں گرفتار ہو کر سری نگر لائے گئے اور ان کے ناگ اور کان کاٹ ڈالے گئے۔ حبیب خاں چک شہر میں روپوش ہو گیا۔ ۹۸۹ء ہجری میں جلال الدین محمد اکبر بادشاہ غازی نے کابل سے معاودت کرتے ہوئے جلال آباد میں قیام فرمایا۔ بادشاہ دہلی نے میرزا طاہر خورشید سید خاں شہدی و محمد صالح عامل کو بطور قاصد کشمیر روانہ کیا۔ شاہی قاصد بارہ پولہ پہنچے اور یوسف شاہ نے ان کا استقبال کر کے بادشاہ کے فرمان کو بوسہ دیا اور اسے آنکھوں سے لگایا اور قاصدوں کو شہر میں لایا۔ یوسف شاہ نے اپنے فرزند حیدر خاں اور شیخ یعقوب کشمیری کو بیش قیمت تحائف کے ساتھ اکبر بادشاہ کی بارگاہ میں روانہ کیا یوسف شاہ کے قاصد ایک سال دربار اکبری میں قیام کرنے کے بعد کشمیر واپس آئے۔ اسی سال شمس چک نے زنجیر زندان اپنے پاؤں سے دور کی اور کہنوار کی طرف فراری ہو کر حیدر چک سے جا ملا یوسف کو اس واقعہ کی اطلاع ہوئی اور اس نے ان باغیوں پر لشکر کشی کر کے ان کی جہات کو پراگندہ کر دیا۔ یوسف شاہ منظر و کامیاب کشمیر واپس آیا۔

۹۹۰ء ہجری میں حیدر چک و شمس چک کہنوار سے یوسف شاہ کے مقابلہ کے لئے کشمیر روانہ ہوئے یوسف شاہ آگے بڑھا اور اپنے فرزند یعقوب خاں کو ہراول شکہ مقرر کر کے دشمن کے مقابلہ میں صف آرا ہوا یوسف شاہ حریف کو پساکر کے سری نگر واپس آیا اور رائے کہنوار کی سفارش سے شمس چک کی خطا معاف کر کے اس کی جاگیر اسے مرحمت کی۔ حیدر چک حدود کشمیر سے نکل کر راجہ مان سنگھ کے دامن میں پناہ گزین ہوا۔

۹۹۲ء ہجری میں یعقوب خاں ولد یوسف شاہ اخلاص و اطاعت کے اظہار کے لئے جلال الدین محمد اکبر بادشاہ غازی کے دربار میں حاضر ہوا۔ عرش آیشانی اکبر بادشاہ فتح پور سیکری سے لاہور پہنچے اور یعقوب خاں نے اپنے باپ یوسف شاہ

کہا کہ بادشاہ کشمیر تشریف لانے کا ارادہ رکھتے ہیں۔ یوسف شاہ نے استقبال کا ارادہ کیا۔ اس زمانے میں معلوم ہوا کہ حکیم علی گیلانی بطور قاصد دربار اکبری سے روانہ ہو کر ٹھٹھ پہنچ گئے ہیں۔ یوسف شاہ ٹھٹھ پہنچا اور شاہی خلعت پہنکر بادشاہ کی ملازمت حاصل کرنے کے لئے روانہ ہوا۔ بابا جلیل بابا مہدی اور شمس دولے نے یوسف شاہ سے کہا کہ اگر تم اکبر بادشاہ کے دربار میں حاضر ہونے پر اصرار کرو گے تو ہم تم کو قتل کر کے یعقوب خاں تمہارے فرزند کو بادشاہ تسلیم کریں گے۔ یوسف شاہ نے ان امیروں کے خوف سے اپنی حاضری کو معرض الزام میں ڈال دیا اور اکبری قاصدوں کو واپسی کی اجازت دی۔ جلال الدین محمد اکبر بادشاہ کشمیر فتح کرنے پر مدد سے زیادہ مصر تھے بادشاہ کو ایک بہانہ ہاتھ آیا اور عرش آیشانی نے شاہ مہر شاہ قلی خاں اور راجہ بھگوان داس کو کشمیر کی مہم پر روانہ کیا۔ یوسف شاہ نے کشمیر سے کوچ کر کے بارہ مولہ میں قیام کیا۔ اکبری امراء ہولہاس پر جو کشمیر کی سرحد سے پہنچے اور اہل کشمیر نے ہندوستان کا راستہ بند کر کے آمد و شد کی تمام راہیں مسدود کر دیں۔ چند ماہ کے بعد موسم سرما کا آغاز ہوا اور برف باری شروع ہوئی۔ یوسف شاہ نے اپنے فرزند یعقوب خاں کو اپنا جانشین بنایا اور ہمد و پیمان کے بعد راجہ بھگوان داس سے ملاقات کی اور ہر سال رقم معین ادا کرنے کا اقرار کر کے صلح کر لی۔ امراء اکبری یوسف شاہ کو اپنے ہمراہ لے کر عرش آیشانی کی خدمت میں حاضر ہوئے اکبر بادشاہ نے اس صلح کو پسند نہ کیا اور ۹۹۵ھ میں محمد قاسم میر بھر کو کشمیر روانہ کیا یعقوب شاہ کشمیر کا حکمران تھا اس نے تمام راستے مضبوط و مسدود کر کے اکبری فوج کے سامنے اپنے ڈیرے ڈالے امراء کشمیر اپنے فرمانروا سے منحرف ہوئے اور یکے بعد دیگرے محمد قاسم کے گرد جمع ہونے لگے۔ بعض امیروں نے خود سری نگر میں نباوت کی یعقوب شاہ اندرون ملک کے فتنہ کو فرو کرنا نہایت ضروری سمجھا اور کشمیر واپس آیا اکبری شاہی فوج نے حد و کشمیر میں داخل ہو کر شہر کو تباہ کیا یعقوب شاہ نے کوہستان میں پناہ لی محمد قاسم میر بھر نے سری نگر پر قبضہ کر کے کشمیر میں اپنے عمال و حاکم مقرر کئے لیکن چند روز کے بعد یعقوب شاہ نے پراگندہ لشکر جمع کر کے محمد قاسم کے مقابلہ میں

صف آرائی کی اس سحر کہ میں اگرچہ اکثر منغل سردار قتل ہوئے لیکن یعقوب شاہ  
 شکست خوردہ فراری ہوا۔ قلیل مدت کے بعد یعقوب شاہ نے دوبارہ حملہ کیا  
 اور محمد قاسم قلعہ ارک میں پناہ گزین ہو گیا محمد قاسم اکبر بادشاہ کے حضور میں ایک  
 عرضداشت روانہ کر کے امداد کا طلب گزار ہوا عرش آشرافی نے یوسف خاں شہیدی  
 کو حاکم کشمیر مقرر کر کے محمد قاسم کو اپنے دربار میں طلب کر لیا یوسف خاں شہیدی  
 کشمیر پہنچا اور یعقوب شاہ محمد قاسم کے محاصرہ سے دست بردار ہو کر کوہستان  
 میں باچھیا یوسف خاں شہیدی نے اس کا تعاقب کیا اور آخر کار اسے شکست دلاسا  
 دیکر یعقوب شاہ کو بھی بادشاہ کے حضور میں روانہ کر دیا۔ یوسف و یعقوب  
 ہر دو پدرو پسر امرا کے اکبر شاہی میں داخل ہو کر بہار کے جاگیردار قرار پائے  
 اور اس تاریخ سے ملک کشمیر جو ہزار سال سے حکومت ہندوستان سے آزاد تھا  
 شاہانِ دہلی کے قبضہ اقتدار میں آگیا۔

# گیارہواں مقالہ

## ملا بار کے مسلمان بادشاہوں کے مختصر حالات

واضح ہو کہ سلاطین ملا بار کے مفصل حالات کسی تاریخ میں مرقوم نہیں ہیں میری اس تالیف کا آخذ صرف کتاب تحفۃ المجاہدین ہے میں اسی کتاب سے قدرے حالات اس ملک کے ہدیہ ناظرین کرتا ہوں ملا بار ہندوستان کا ایک حصہ ہے جو دکن کی جانب رو بہ جنوب واقع ہے۔ قتل رام راج سے واقعے سے قبل والیان ملا بار حکام بیجا نگر و کرناٹک کے مطلق و فرمانبردار رہے اور ہمیشہ مخالفت و دہدایا بھیج کر ان ممالک کے حکام کو رضا مند کر کے اپنے ملک کی حفاظت میں مصروف رہے۔ قدیم زمانہ میں ظہور اسلام سے پیشتر اور اس کے بعد بھی یہود و نصاریٰ دریا کی راہ سے برسم تجارت اس ملک میں آمد و شد کرتے رہے جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ منافع و نیوی کی وجہ سے اہل ملا بار اور ان تجار کے درمیان رابطہ اتحاد مستحکم ہوا اور بعض نصرانی و یہودی تاجروں نے مستقل سکونت ملا بار میں

اختیار کر لی مختصر یہ کہ ظہور اسلام تک اس ملک کی یہی حالت رہی۔  
 جیسا کہ مذکور سنہ ہجری کے بعد عربی و عجمی مسلمانوں کا ایک گروہ  
 قدح گاہ حضرت آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی زیارت کے ارادہ سے ہندو گاہ  
 عرب سے سوار ہو کر جزیرہ ہند کی طرف روانہ ہوا لیکن باد مخالف نے کشتی کو تباہ  
 کیا اور یہ مسافر ملابار کے ساحل پر پہنچ گئے۔ مسلمانوں کا یہ گروہ شہر کدنگلور  
 وارد ہوا اس شہر کا حاکم جو کامل عقل اور پسندیدہ اخلاق کا مجموعہ تھا سامری کے  
 نام سے موسوم اور رعایا میں بیحد ہر و لعزیز تھا۔ درویشوں کا ایک گروہ سامری  
 سے ملا اور ہر قسم کی گفتگو باہم ہونے لگی سامری نے ان درویشوں کے مذہب  
 کی بابت سوال کیا ان غبار آئے جواب دیا کہ دین اسلام آگے پیرو ہیں  
 اور ہمارے نبی کا نام نامی محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہے۔ سامری نے  
 کہا کہ میں نے یہود و نصاریٰ سے جو اس دین کہ بحد مخالف ہیں یہ سنا ہے کہ  
 دین اسلام عرب و عجم میں خوب رائج ہو گیا ہے لیکن مجھے اتنا مسلمانوں سے  
 ملاقات کرنے کا اتفاق نہیں ہوا تھا خوبی قسمت سے تم لوگ یہاں آ گئے ہو  
 حضرت سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے مختصر حالات اور آپ کے معجزات و  
 واقعات نہایت صداقت و دیانت کے ساتھ میرے روبرو بیان کرو۔ ان  
 درویشوں میں سے ایک صاحب نے جو علم و تقویٰ میں سب سے بہتر تھے اسی  
 صداقت انگیز گفتگو کی کہ سامری کے دل میں سید المرسلین علیہ الصلوٰۃ والسلام  
 کی محبت پیدا ہوئی۔ اثنائے تقریر میں معجزہ شق القمر کا بھی ذکر آیا سامری نے  
 کہا کہ یہ معجزہ تو نبوت کی بدیہی دلیل ہے اور اگر یہ اعجاز ثبوت ہے اور  
 اسے سحر و ساحری سے کوئی تعلق نہیں ہے تو یقین ہے کہ قریب و دور ہر شہر و  
 قریہ کے باشندوں نے اسے دیکھا ہو گا۔ ہمارے شہر کی رسم یہ ہے کہ جب کبھی  
 کوئی بڑا واقعہ پیش آتا ہے تو ارباب تلم و فقر شاہی میں اس حادثے کو لکھ دیتے  
 ہیں میرے آبا و اجداد کے عہد حکومت کے ذخائر موجود ہیں انھیں دیکھ کر اور  
 تمہارے قول کا صدق و کذب تم پر ظاہر کر تا ہوں۔ سامری نے اہل وفت کو  
 طلب کیا اور حکم دیا کہ خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم کے زمانہ مبارک کا

دفتراچہ کے روبرو پیش کریں۔ سامری کے حکم کا امتثال کیا گیا اور اس دفتر میں مرقوم  
تھا کہ فلاں تاریخ یہ دیکھا گیا کہ چاند دو ٹکڑے ہو کر پھر باہم مل گیا۔ سامری پر دین اسلام  
کی حقیقت ظاہر ہوئی اور وہ کلمہ طیبہ پڑھ کر صدق دل سے مسلمان ہو گیا۔ سامری نے اپنے  
ایمان ملک کے خوف سے اپنا اسلام علانیہ ظاہر نہ کیا اور مسلمان تاجروں کو بھرا انعام  
واکرام دیکر رخصت کیا اور ان سے عہد لے لیا کہ قدم گاہ حضرت آدم علیہ السلام کی  
زیارت سے فارغ ہو کر ملا بار واپس آئیں۔ مسلمان درویش سامری سے رخصت  
ہو کر ہر اندیب وارد ہو گئے اور وہاں قدم گاہ شریف کی زیارت کر کے بلدہ کد نکلو  
واپس آئے۔ سامری مسلمانوں کی واپسی سے بید خوش ہوا اور ان کی تعظیم و تکریم  
میں کوئی دقیقہ اٹھانہ رکھا سامری نے حرمین شریفین کے سفر کی طیارہ کی لیکن  
چونکہ علانیہ اس کام کو انجام نہ دے سکتا اس معاملہ میں ایک تدبیر سوچنی اور تدبیر  
طور پر مسلمانوں کو زرو مال دیکر ان کو حکم دیا کہ اپنی کشتی خیار کریں اور آؤ وقتہ و  
سامان ضروری کثرت سے اس کشتی میں بیکار کر لیں اس انتظام کے بعد سامری نے  
اپنے ارکان دولت و اعزہ و اقارب کو ایک مجلس میں جمع کر کے ان سے  
کہا کہ اب مجھ پر عبادت الہی کا شوق غالب ہو چکا ہے میں چاہتا ہوں کہ گوشہ  
خلوت میں بیٹھ کر مخلوق سے کنارہ کش ہوں اور خالق کی عبادت میں اپنی عی کے  
بقیہ ایام بسر کروں چونکہ ایسی حالت میں تم کو مجھ سے ملاقات کا موقع نہ حاصل  
ہو گا اس لئے میں اپنے قلم سے ایک دستور العمل لکھ کر تمہارے سپرد کرتا ہوں  
تاکہ تم انھیں احکام کے مطابق تمام مہمات شاہی کو انجام دو اور عرض مکرر کے  
محتاج نہ رہو طویل گفتگو کے بعد یہ امر طے پایا اور اراکین دربار نے شدید قسموں کے  
ساتھ سامری کے حکم کی تعمیل کا اقرار کیا۔ راجہ نے اپنے قلم سے ایک دستور عمل  
لکھا اور تمام ملک ملا بار کو اپنے معتد امیروں پر تقسیم کر کے ان سے کہا کہ جو ملک  
جس کے نام اس دستور العمل میں مرقوم ہے ہمیشہ کے لئے اس کی اور نیز اس  
امیر کی اولاد کی ملک تصور کیا جائے گا۔ امیروں کو چاہئے کہ ایک دوسرے پر  
نظر نہ اٹھائیں اور اگر حکام کے درمیان اختلاف پیدا ہو تو اس کی نزاع کی وجہ سے  
ملک تباہ و ویران نہ ہونے پائے۔ اور ایک دوسرے کے ملک پر قبضہ نہ کرے

سب سے اہم امر یہ ہے کہ بادشاہ کے قتل کرنے اور اس کے مقتول ہونے سے ہمیشہ خائف رہنا اور اگر بادشاہ کسی معرکہ میں قتل ہو جائے تو جب تک کہ حریف کے تمام سپاہ و لشکر اور اس کی آل و اولاد کو قتل اور اس کے ملک کو تباہ و برباد نہ کر لینا آرام سے گھر میں نہ بیٹھا۔ مورخ فرشتہ کہتا ہے کہ تحریک کتاب کے وقت تک جو سلسلہ ہجری سے اہل ملابار بادشاہ کے قتل سے بچد ورتے ہیں اور باوجود اقتدار کے کوئی امیر اپنے سے کم مرتبہ حاکم پر فوج کشی نہیں کرتا اور اس میں غیہ نہیں کہ اس قاعدہ میں اہل ملابار کا طرز عمل تمام عالم سے جدا ہے۔ کہتے ہیں کہ سامری نے ملک کو اپنے تمام امرا پر تقسیم کیا لیکن اتفاق سے تقسیم کے وقت ایک امیر موجود نہ تھا جو بعد میں راجہ کے حضور میں حاضر ہوا راجہ بچد فکر مند ہوا اور اپنی تلوار کمر سے کھول کر اس امیر کو دی۔ اور اس سے کہا کہ ملابار کا جس قدر حصہ ملک تم اس تلوار سے فتح کرو گے وہ تمھاری اور تمھاری اولاد کی ملک سمجھا جائے گا اور میرے بعد تم اور تمھاری اولاد میں جو شخص حکمراں ہوگا وہ بھی میرے ہی نام سے موسوم ہوگا۔

مختصر یہ کہ سامری نے وصیت سے فراغت حاصل کر کے اراکین دربار سے کہا کہ میں فلاں مقام پر عبادت الہی میں مشغول ہوتا ہوں اس درمیان میں ایک ہفتہ تک کوئی میرے پاس نہ آئے۔ اراکین دربار کو یہ حکم دیکر راجہ خود رات کے وقت مسلمانوں کے ہمراہ جن کے سرگروہ مالک بن حبیب تھے کشتی میں سوار ہو کر مکہ معظمہ روانہ ہوا اہل ملابار ایک ہفتہ کے بعد مقررہ عبادت گاہ میں آئے اور راجہ کو وہاں موجود نہ پایا اہل ملابار نے بالاتفاق کہا کہ سامری آسمان پر چڑھ گیا اور دوبارہ نزول کرے گا۔ یہی وجہ ہے کہ اہل ملابار سال میں ایک شب سامری کی اس عبادت گاہ میں جشن کرتے ہیں اور پانی اور ایک جوڑ کھڑاون رکھ دیتے ہیں کہ اگر سامری آسمان سے زمین پر اترے تو پانی اور پاپوش اس کو موجود ملے۔ سامری سفر و یا کر تا ہوا ایلا جا رہا تھا۔ کشتی بندر قدیریہ میں پہنچی مسافروں نے ایک شبانہ روز اس مقام پر قیام کیا اور یہاں سے بندر شجر وارد ہوئے اور سامری مرض الموت میں مبتلا ہوا۔ راجہ نے مالک بن حبیب اور دوسرے مسلمان ہمارا ہیوں کو اپنے دربار



بلایا اور ان سے کہا کہ چونکہ ہمارا ارادہ یہ ہے کہ ملابار میں اسلام کو رائج کریں رفاقت و مروت کا تقاضا یہ ہے کہ حمیت اسلام کو منظور نظر رکھ کر دریا کے سفر کی زحمت گوارا کرو اور تم اور نیز دیگر مسلمان تجارت کے لئے دریا کی راہ سے اس ملک میں جاؤ اور وہیں اپنے مکانات بنا کر سکونت اختیار کرو تاکہ رفتہ رفتہ اس ملک میں دین اسلام کا رواج ہو اور باشندگان ملابار اسلام و بانی اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے شیدائی ہو جائیں۔ مسلمانوں نے راجہ کے حق میں دعائے خیر کی اور کہا کہ تمہاری عدم موجودگی میں ہمارا اس ملک میں جا کر اپنے مقاصد میں کامیاب ہونا بہت مشکل ہے اس لئے کہ ملابار کے غیر مسلم باشندے یہود و نصاریٰ سے محبت رکھتے ہیں اور یہ ہر سہ فریق ہمارے دین و مذہب کے سخت مخالف و دشمن ہیں ظاہر ہے کہ اس حالت میں یہ ہم کو کسی طرح بھی وہاں نہ رہنے دیں گے ہمارا اس ملک میں قدم رکھنا ہی دشوار ہے چہ جائے کہ ہم وہاں توطن اختیار کریں۔ سامری نے مسلمانوں کی گفتگو سن کر تھوڑا غور کیا اور ایک فرمان اپنے قلم سے امرائے ملابار کے نام اس مضمون کا روانہ کیا کہ سامری کی جانب سے جو خدا کے حکم سے اس وقت تم سے جدا ہے لیکن عنقریب پھر تمہارے دیدار سے بہرہ مند ہو گا تم سب کو معلوم ہو کہ مجھ کو ہمیشہ اپنے پاس سمجھ کر میرے نوشتہ و دستور العمل کے پابند رہو اور ان احکام سے سر مو تجاو نہ کرو اور یہ سمجھو کہ دین و دنیا کی تمام سعادت انھیں قوانین پر عمل پیرا ہونے پر موقوف ہے۔ اس زمانے میں صداقت شعار مالک بن حبیب اور خدا پرستوں کا ایک گروہ جس میں فلاں فلاں اشخاص داخل ہیں اور تمام افراد نیک نفس اور نیک اعتقاد ہیں برسم تجارت ملابار کا سفر کر رہے ہیں۔ ان تاجروں کے حالات سے مجھے پوری واقفیت ہے اس لئے اپنا فریقہ سمجھ کر میں اس گروہ کی تم سے سفارش کرتا ہوں تم کو چاہئے کہ ان کے ورود کو باعث برکت سمجھ کر انکی تعظیم و تکریم کرو اور مہانداری کے تمام شرائط بہ احسن وجہ انجام دے کر ان کی تمام ضرورتوں کے مہیا کرنے میں اس گروہ کی پوری امداد و اعانت کرو۔ اس گروہ کو تمام دیگر جماعتوں سے جو اس ملک میں برسم تجارت وارد ہوں بزرگ و برتر سمجھ کر بیحد مبالغہ و اصرار کے ساتھ ان کو مجبور کرو کہ ہمیشہ اس نواح میں آمد و شد جاری رکھیں

بلکہ ان کے ساتھ ایسا سلوک کرو کہ اس گروہ کو تمہارے ملک میں سکونت اختیار کرنے کا شوق پیدا ہوا اور یہ بزرگ افراد ملابار میں آباد ہو کر مکانات و مساجد تعمیر کرائیں اور باغات نصب کریں اس امر کی کمال نگہداشت کرو کہ خود اہل ملابار و نیز دیگر اقوام کے تیار و مسافران کو کسی قسم کی تکلیف نہ دے سکیں۔

سامری نے مذکورہ بالا فرمان مسلمانوں کو دیا اور ان سے کہا کہ میری موت اور میرے مفر کا حال کسی پر ظاہر نہ کرنا اور میرا یہ فرمان حاکم کد نکلوڑ کو پہنچا دینا خدا سے امید ہے کہ وہ تمہارے ساتھ ایسا سلوک کرے گا کہ تم ہیچد راضی و خوش ہو گے۔ سامری نے اپنا تمام مال و اسباب مسلمانوں کو تقسیم کر دیا اور نحو و جنت کی راہ لی اور بند و شجر میں پیوند خاک کر دیا کیا صحیح روایت یہ ہے کہ سامری نے جناب سرور عالم صلی اللہ علیہ وآلہ و آلہ و صحابہ وسلم کی قبر کت مہد میں حجرہ شق القمہ خود اپنی آنکھوں سے دیکھا اور تحقیق حال کے لئے تمام اطراف و جوانب میں اپنے معتبر ملازمین روانہ کئے بڑی کوشش کے بعد معلوم ہوا کہ سرزمین عرب میں ختم المرسلین روحی فساد نے دعویٰ نبوت کیا ہے اور شق القمہ کو اپنے معجزات میں ایک بین دلیل رسالت کی ظاہر فرمایا ہے سامری اس خبر کو سنکر کشتی پر سوار ہوا اور زیارت جمال بالکمال سے مشرف ہو کر مسلمان ہو گیا۔ سامری نے بیت اللہ شریف کا طواف کیا اور حسب اجازت سرور کائنات علیہ الصلوٰۃ والسلام اپنے ملک کو واپس ہوا۔ سامری مسلمانوں کے گروہ کے ساتھ شہر ظفار میں پہنچا اور مرض الموت میں غلیل ہو کر راہی جنت ہوا۔ سامری کا مزار اب تک شہر مذکور میں زیارت گاہ خلافت ہے۔

بہر نوع جو روایت بھی صحیح ہو مسلمانوں کے اس گروہ میں جو راجہ کے ہمراہ ملابار روانہ ہوا تھا شرف بن مالک اور ان کے برادر خیالی مالک بن دنیا اور ان کے برادر زاوے مالک بن حبیب بھی شامل تھے۔ یہ گروہ سامری کا نوشتہ اپنے ساتھ لے کر ملابار پہنچا اور حاکم شہر کد نکلوڑ کو سامری کا خط پہنچایا۔ حاکم نے مرحوم راجہ کے خط کی تائید کی اور اسے دیکھ کر ہیچد خوش ہوا اور ان سے سوال کیا کہ سامری کہاں ہے اور کن مطالب کے لئے اس نے تمہارے ہمراہ سفر اختیار کیا ہے۔ مسلمانوں نے جواب دیا کہ سامری ہمارا ہم سفر نہ تھا اور نہ ہمیں اس کی

بابت کچھ علم ہے ہم دریائے شجر کے کنارے کشتی پر سوار ہو رہے تھے ہم نے سامری کو دیکھا اور اس سے ترک وطن کی بابت سوال کیا اس نے ہمارے سوال کا مطلق جواب نہ دیا لیکن جب راجہ کو معلوم ہوا کہ ہم ملا بار جا رہے ہیں تو اس نے یہ خط لکھ کر ہم کو دیا اور ہدایت کی کہ ہم یہ نامہ تم تک پہنچا دیں جو کچھ ہم نے بیان کیا ہے اس سے زیادہ ہم کو واقفیت نہیں ہے۔

باشندگان ملا بار کا عقیدہ یہ تھا کہ سامری زندہ بالائے آسمان چلا گیا ہے۔ اس فرمان کے پہنچتے ہی بلدہ کدنگلور و نیز دیگر بلا دلا بار میں شادیاں منانے لگے اور حاکم کدنگلور نے مسلمانوں کو عہدہ مکانات میں مقیم کرایا اور ضیافت و مہمان داری میں کوئی دقیقہ فرو گذاشت نہ کیا ضیافت و خاطر داری اسے فراغت حاصل کرنے کے بعد مسلمانوں سے ان کے مقاصد و احوال کے بابت سوال کیا۔ راجہ کو اس جہت کے ورود کی غرض کا علم ہوا اور اس نے ملا بار کے تمام حکام و عمال و نیز رعایا کے نام پر واجبات روانہ کئے آجں کا مضمون یہ تھا کہ مالک بن حبیب مع اپنے ہمراہوں اس ملک میں تشریف لائے ہیں یہ گروہ جس قصبے اور قریے میں پہنچے اپنی پند کے کے موافق مکانات و مساجد و باغات کے لئے مرغوب و عمدہ زمین کا انتخاب کر سکتا ہے سامری کا حکم ہے کہ اس گروہ کے ساتھ اس قسم کی رعایت کی جائے اور ہر شخص ان کی خدمت کو سعادت دارین سمجھ کر سامری کے عنایات کا امیدوار ہو۔ مالک بن حبیب نے مع دیگر مسلمانوں کے سب سے پہلے کدنگلور میں مسجد تعمیر کرائی اور مکانات و باغات تعمیر و درست کر کے اس ملک میں فروکش ہوئے تھوڑے زمانے کے بعد مالک بن حبیب اپنے عیال و فرزندوں کے ہمراہ ملا بار کی سیر کے لئے روانہ ہوئے۔ سب سے پیشتر کوہلم (کولین - برگڑ) میں وارد ہوئے اور اس مقام پر بھی کدنگلور کی طرح مساجد و مکانات و باغات کا پورا انتظام کر کے اپنے عیال و اطفال کو کوہلم میں چھوڑا اور خود بلی مارادی میں وارد ہوئے یہاں بھی مناسب انتظام کر کے حذقین - قندریہ - حالیات - فاکٹور - سنگور و کالنج کوٹ کی سیر کی اور ہر شہر میں مساجد و مکانات و باغات کا پورا انتظام کر کے ہر مقام پر مسلمانوں کو آباد کیا اور ان کو صوم و صلوة و اذان کی وصیت کر کے خود کوہلم

واپس آئے۔ ملا بار کے اکثر مسلمان شافعی المذہب ہیں اس سے قیاس ہوتا ہے کہ مالک بن حبیب و سامری وغیرہ تمام مسلمان فروعات میں امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے مقلد تھے۔

غرض کہ فتنہ مسلمانوں کی آمد و شد اس ملک میں زیادہ ہوئی اور ملا بار کے اکثر حکام نے دین اسلام قبول کیا۔ بندر کوہ و دابل و جیول وغیرہ کے راجاؤں نے بھی حکام ملا بار کی تقلید کر کے عرب تاجروں کو سواحل دریا پر مسکن تعمیر کرانے کی اجازت دی اور ان کو نوایت کے لقب سے جس کے معنی خداوند یعنی صاحب و آقا کے ہیں مخاطب کیا۔ یہود و نصاریٰ مسلمانوں کی اس غرت و وقت سے آتش حسد میں جلنے لگے اور ان ماسدوں نے اہل اسلام کی عداوت پر کم باندھی لیکن دکن و گجرات پر مسلمانوں کا قبضہ ہو چکا تھا اور دکن میں دین حق نور سے طور پر رائج ہو چکا تھا مخالفین نے خاموشی اختیار کی اور اظہار عداوت نہ کر سکے۔

سنہ ۹۱۵ ہجری تک اہل اسلام اپنے دشمنوں کی شر سے محفوظ رہے لیکن اس کے بعد شاہان دکن کی قوت میں ضعف پیدا ہوا اور اہل فرنگ کو شاد پرنگال کی طرف سے اجازت ہوئی کہ بحر ہند کے سواحل پر قلعے تعمیر کریں۔ سنہ ۹۱۷ ہجری میں چار کشتیاں پرنگال سے بندر قندریہ پر لنگر انداز ہوئیں اور نصاریٰ تجارت کا لیکوٹ میں وارد ہوئے۔ ان پرتگیزی تاجروں نے اس مقام کے حالات اور یہاں کے باشندوں کی طبیعت اور ان کے اخلاق سے واقفیت حاصل کر کے اپنے ملک کی راہ لی۔

سنہ ۹۱۵ ہجری میں پرنگال سے چھ کشتیاں کالیکوٹ پر لنگر انداز ہوئیں اور اس مرتبہ نصاریٰ نے اہل ملا بار سے کہا کہ مسلمانوں کو عرب کے سفر سے ممانعت کر دی جائے ہم ان سے زائد تم کو منافع تجارت ادا کریں گے۔ سامری نے نصاریوں کی یہ درخواست قبول نہ کی اور نصاریٰ نے لین دین میں مسلمانوں پر جبہ و ظلم کرنا شروع کیا سامری نے غضبناک ہو کر نصاریٰ کے قتل عام کا حکم دیا اور اہل ملا بار نے ان کے مال و اسباب کو تباہ و تاراج کر ڈالا

شہر عالی مرتبہ فرنگی قتل ہوئے اور بقیہ اپنی جان بچا کر بندر کوچی کو روانہ ہو گئے۔  
 کوچی کا حاکم سامری کا دشمن اور اس کا بدخواہ تھا اس راجہ نے نصاریوں کو پناہ  
 دیکر ان کو اپنے ملک میں آباد ہونے کی اجازت دیا۔ نصاریٰ سے حاکم کوچی  
 کی اجازت سے بندر گاہ کے قریب ایک قلعہ تعمیر کیا اور ساحل دریا کی مسجد کو  
 شہید کر دیا اور اسے اپنا کلیسا بنایا۔ قلعہ مذکور پہلا حصار ہے جو فرنگیوں نے  
 بحر ہند کے ساحل پر تعمیر کیا ہے۔ اسی دوران میں بندر کنور کے باشندوں نے بھی نصاریٰ  
 سے اتحاد کیا اور اہل فرنگ نے یہاں بھی ایک قلعہ تعمیر کر کے آزادی کے ساتھ  
 قلعہ و نجیل دسیاہ مرج و سونٹھ کی تجارت شروع کی اور مسلمانوں کے  
 کاروبار میں مانع آئے۔ سامری ان واقعات کو شکرہ بید غضبناک ہوا اور اس نے  
 لشکر کشی کر کے بندر کوچی کے تین راجاؤں کو قتل کیا اور اس کے ملک کو تباہ کر کے  
 واپس آیا مقتول حکام کے وارثوں نے پھر جمعیت بہم پہنچائی اور ویران شگل  
 کو آباد کر کے فرنگیوں کے شورے کے موافق جہاز رانی کا سلسلہ شروع کیا۔

حاکم کنور نے بھی نئی روش اختیار کی اور دریائی تجارت کا آغاز  
 ہوا۔ سامری کا غصہ ہزار گنا زیادہ ہو گیا اس نے اپنے تمام خزانوں کو صرف  
 لشکر کیا اور دیاتین مرتبہ کوچی پر لشکر کشی کی۔ چونکہ اہل فرنگ ہر مرتبہ کوچی  
 کے معین ہوتے تھے سامری اس پر غلبہ حاصل کر سکا اور ہر مرتبہ ناکام واپس آیا۔  
 سامری نے مصر و جدہ و دکن و سبغات کے فرمانرواؤں کے نام اس مضمون  
 کے نامے روانہ کئے کہ اہل فرنگ مجھے اور میرے موروثی ملک کو حد سے  
 زیادہ نقصان پہنچا رہے ہیں لیکن اپنے ذاتی نقصان کا مجھے زیادہ خیال نہیں ہے  
 سب سے جانکاهہ صدمہ مجھے اس بات کا ہے کہ نصاریٰ اہل اسلام کو طرح طرح  
 سے آزار پہنچاتے ہیں میں یا وجود اس کے کہ ہندو ہوں لیکن مسلمانوں کی  
 حمایت کو اپنا فرض سمجھتا ہوں اور اپنا روپیہ اور دولت مسلمانوں کی اعانت  
 و امداد میں صرف کرتا ہوں اور اپنے حقیقی الوسع اہل اسلام کو دشمنوں سے محفوظ  
 رکھنے میں کوتاہی نہیں کرتا لیکن چونکہ شاہ پرتگال مجھ سے زیادہ طاقتور و  
 دولت مند ہے اور ہمیشہ آلات حرب و مردوں کا رزار سے ملبار کے نصاریوں کی

حمایت و امداد کرتا رہتا ہے اور باوجود معرکہ آرائیوں کے بھی اس کی فوجی دہلی حالت میں کوئی نمایاں تغیر نہیں ہوتا اس لئے مجھے شاہان اسلام کی امداد کی ضرورت پیش آئی ہے اگر دشمنان اسلام کی تباہی پر کمر ہمت باندھ کر سپاہ و آلات حرب یہاں روانہ کرو گے اور اعدائے دین کے تباہ کرنے میں پوری کوشش کرو گے تو مجاہدین میں داخل ہو کر میدان حشر میں شارع اسلام علیہ السلام کے روبرو نہ خرو ہو گئے۔ سامری کے ان ناموں نے اثر کیا اور سب سے پیشتر قانصور غوری حاکم مصر نے امیر حسین نام ایک عہدہ دار کو مع نیو جہازوں کے جو سپاہ و آلات حرب سے مہمور تھے جہاد کی غرض سے بندر گاہ مذکور کو روانہ کیا مہمور شاہ گجراتی و محمود شاہ بہمنی نے بھی دیو و سورت و کدوہ و وایل و جیول کی بندرگاہوں سے نہایت مستحکم کشتیاں مع سامان حرب کے روانہ کیں۔ مصر کے جہاز پہلے بندر دیو میں لنگر انداز ہوئے اور اس کے بعد گجرات و دکن کے جہازوں کے ہمراہ بندر جیول کو جہاں فرنگ کا مرکز تھا روانہ ہوئے۔ چالیس کشتیاں سامری کی اور چند عرب بندر کدوہ و وایل کے بھی مصری جہازوں کے ساتھ شامل جنگ ہوئے۔

اہل فرنگ کی ایک کشتی جو سپاہیوں سے معمور تھی گرفتار ہوئی اور مسلمان جہاد سے فرانت حاصل کر کے بندر دیو کی طرف واپس ہوئے اہل فرنگ ان کے ثاقب میں دفتہ وہاں پہنچ گئے اور حریف کو بے خبر پا کر آمادہ بہ قتال ہوئے ملک ایاز حاکم بندر دیو و امیر حسین نے مجبوراً جنگ آزمائی شروع کر دی لیکن کچھ کاربہاری نہ ہوئی اور چند کشتیاں اہل مصر کی گرفتار ہوئیں اور مسلمان شہید ہوئے اہل فرنگ کامیاب اپنے بندرگاہوں کو واپس ہوئے اسی اثناء میں سلیم سلطان شاہ روم سلاطین مصر پر غالب آیا اور ان کی سلطنت بے سر ہو گئی سامری اس واقعے سے بچیدہ بنجیدہ ہوا اور اہل فرنگ کا ملک پر تسلط ہونے لگا۔ فرنگیوں سامری کی عدم موجودگی میں رمضان ۷۱۳ ہجری میں کالیکٹ کا سفر کیا اور جامع مسجد کو جلا کر شہر کو تاخت و تاراج کر دیا لیکن دیگر باشندگان ملابار نے فرنگیوں پر حملہ کر کے پانچ سو فرنگی سواروں کو تہ تیغ کیا بقیہ افراد نے بندر کو لہم میں پناہ لی۔ اہل فرنگ نے بندر کو لہم کے زمینداروں سے صلح کر کے شہر سے

نصف کو س کے فاصلے پر ایک قلعہ تعمیر کیا اور اپنی جمعیت کو فراہم کر کے اسی سال جیسا کہ مذکور ہوا یوسف عادل شاہ کے ملازمین سے جنگ کر کے بندر کوہ پر قبضہ کر لیا۔ یوسف عادل نے فوراً قلعے کو دوبارہ مرہ کر لیا لیکن ایک مدت کے بعد فرنگیوں نے وہ لت کشیر صرف کر کے حصار کے حاکم کو اپنا بندہ زربایا اور قلعے پر قابض ہو گئے۔ اہل فرنگ نے ہندوستان کے بندر میں اسی بندرگاہ کو اپنا صدر مقام بنایا اور اس کے استحکام و مرمت کی پوری کوشش کی۔ سامری باوجود اس کے کہ غیر مسلم تھا لیکن چونکہ غیرت مند و صاحب احساس تھا یہ واقعات دیکھ کر فرط رنج سے بیمار ہوا اور دنیا سے کوچ کر گیا۔

۹۲۱ء ہجری میں سامری نے وفات پائی اور اس کا بھائی سامری کا جانشین ہوا۔ اس جدید فرمانروائے اہل فرنگ سے صلح کرنی۔ فرنگیوں نے راجہ کی اجازت سے کالیکوٹ کے قریب ایک نیا حصار تعمیر کرایا راجہ نے اہل فرنگ سے یہ عہد و پیمان کیا کہ ہر سال چار کشتیاں لعل و زنجبیل کی عرب کی بندرگاہوں کو روانہ کرتے رہیں نصاریٰ نے اول تو اس عہد کو پورا کرنے کا اقرار کیا لیکن جب قلعہ طیار ہو گیا تو اس تجارت کو سد و دگر دیا اور اس ملک کے مسلمانوں پر جبر و ظلم شروع کیا۔ یہودیوں کا وہ گروہ جو شہر کدنگور میں آباد تھا سامری کا ضعف سلطنت دیکھ کر مسلمانوں کی مخالفت پر آمادہ ہو گیا اور بے شمار مسلمان شہید ہوئے۔ سامری اپنے حرکات سے شرمندہ ہوا اور سب سے پہلے اس نے کدنگور کا سفر کیا اور یہودیوں کو ایسا تباہ و برباد کیا کہ ان کا نام و نشان تک دنیا میں باقی نہ رہا۔ یہود کو تباہ کرنے کے بعد سامری نے مسلمانوں کے ہمراہ کالیکوٹ کا رخ کیا اور فرنگیوں کے حصار کا محاصرہ کر کے بڑی محنت جان فشانی کے بعد حصار مذکور کو فتح کر لیا۔ اس واقعے سے اہل ملابار کی حالت کچھ سنبھلی اور وہ اپنی کشتیاں اہل فرنگ سے معاہدے کے ہوئے بغیر عرب کے بندرگاہوں کو روانہ کرنے لگے۔

۹۳۰ء ہجری میں اہل فرنگ نے حالیات کے حدود میں جو کالیکوٹ سے دو کوس کے فاصلے پر آباد تھے حصار تعمیر کرایا اور ملابار کی کشتیوں کی مزاحمت کرنے لگے اسی زمانے یعنی عہد برہان نظام شاہ ہجری میں نصاریٰ نے بندرجیوں کے

قریب ایک قلعہ بنایا اور وہاں سکونت پذیر ہوئے۔

۹۲۱ھ ہجری یعنی بہادر شاہ گجراتی کے عہد میں بندر ویسی و دمن و دیو کے بندر گاہوں پر بھی نصرا نیوں کا قبضہ ہو گیا۔

۹۲۳ھ ہجری میں اہل فرنگ نے شہر کد نکلو میں ایک جدید قلعہ تعمیر کر کے کامل غلبہ حاصل کر لیا۔ اس اثنا میں سلطان سلیمان بن سلطان سلیم رومی نے ارادہ کیا کہ فرنگیوں کو ہندوستان کی بندرگاہوں سے خارج کر کے خود ان بنادر پر قبضہ کر لے۔

۹۲۴ھ ہجری میں سلطان سلیمان نے اپنے وزیر سلیمان پاشا کو سو جہازوں کے ہمراہ بندرگاہ عدن پر روانہ کیا تاکہ پہلے اسی بندرگاہ کو جو سہراہ واقع ہے اپنے قبضے میں لائے اور بعد اس کے دیگر بنادر ہند کی طرف توجہ کرے۔ سلیمان پاشا نے شیخ غازی بن شیخ داؤد کو قتل کر کے بندرگاہ عدن پر قبضہ کیا اور بندرگاہ دیو کی جانب روانہ ہوا۔ سیدان پاشا نے جنگ کی بنا ڈالی لیکن غلہ و آذوقہ کی قلت کی وجہ سے اس بندرگاہ کی تسخیر میں تاخیر واقع ہو گئی اور سلیمان پاشا بے نیل مرام ملک روم کو واپس گیا۔

۹۲۵ھ ہجری میں اہل فرنگ نے ہرموز و سکت و سقوطرہ و ملوہ و میلہ پور و ناک فتن و منگلور و سیلان و بنگالہ وغیرہ بندرگاہوں پر سہرہ چین تک قبضہ کر لیا اور ہر بندرگاہ پر قلعہ تعمیر کرایا۔ سلطان علی آجی نے قلعہ سقوطرہ فتح کیا اور حاکم سیلان نے اہل فرنگ کو مغلوب کر کے اپنے ملک کو ان کے ضرر سے محفوظ رکھا۔ حاکم کالیکوٹ راجہ سامری جس بابت مشہور ہے کہ یہ شخص اسی امیر کی نسل سے تھا جس کو سامری اول نے اپنی تلواریں عنایت کی تھیں اہل فرنگ کے غلبہ سے سجدہ پریشان ہوا اور علی عادل شاہ و مرتضیٰ نظام شاہ کے پاس قاصد روانہ کر کے اہل فرنگ کے مقابلہ میں صف آرا ہو کر ان کو اپنے ممالک سے خارج کرنے کی استدعا کی۔ ۹۲۹ھ ہجری میں سامری نے قلعہ عالیات کا محاصرہ کیا اور علی عادل و مرتضیٰ نظام شاہ نے رینگندہ و بندر کو وہ پر دھوا و کیا سامری نے عالیات پر قبضہ کر لیا لیکن مرتضیٰ نظام و علی عادل اپنے ملازمین کی شامت اعمال سے جیسا کہ مذکور



ہو چکا بلا کسی کار براری کے واپس آئے اہل فرنگ کی عداوت مسلمانوں کے ساتھ اور بڑھ گئی اور انھوں نے چند جہاز جلال الدین محمد اکبر بادشاہ کے جو مکہ معظمہ سے واپس آ رہے تھے بند گاہ جدہ میں غارت کر کے مسلمانوں کی سخت توہین کی۔ فرنگیوں نے علی عادل شاہ کے مقبوضہ بندر گاہ قراہٹن میں آگ لگا دی اور بندر وائی میں پہنچ کر ارادہ کیا کہ بطریق تجارت اس پر بھی قبضہ کریں ملک التتار خواجہ علی شہر ازی حاکم بندر نے سچا س ذی رتبہ فرنگیوں کو نہ تیغ کر کے اس فتنے کو فرو کیا۔ جلال الدین اکبر بادشاہ نے جہازوں کے گرفتار ہو جانے کے بعد سے بنادر عرب و عجم کا سلسلہ جہاز رانی موقوف کیا بادشاہ نے اہل فرنگ سے عہد و پیمان کرنا اپنی کسر شان سمجھا اور بلا کسی عہد و پیمان کے جہازوں کو روانہ کرنا دیدہ و دانستہ مسلمانوں کو ضایع کرنا تھا بادشاہ نے تو خود کٹارہ کشی کر لی لیکن میرزا عبدالرحیم خان خانناں وغیرہ امراء فرنگیوں سے عہد نامہ کر کے جہازوں کو بنادر عرب و عجم کی طرف روانہ کرتے رہے۔

۱۹۱۰ء ہجری میں نور الدین محمد جہانگیر بادشاہ نے اہل فرنگ کے دوسرے گروہ کو جو عقائد میں باشندگان پرتگال سے مختلف اور ایک دوسرے کے خون کے پیاسے تھے ہجرات کے ایک مشہور بندر گاہ سورت میں توطن کی اجازت دی۔ سورت پہلا مقام ہے جہاں کہ فرنگیاں انگلیسی نے اپنی سکونت اختیار کی یہ لوگ عقاید میں دیگر اہل فرنگ سے اختلاف رکھتے ہیں انکا عقیدہ ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام خدا کے بندہ اور اس کے رسول ہیں اور خدا ایک ہے جو زن و فرزند سے بالکل پاک ہے انگلیسی اہل فرنگ کا بادشاہ دوسرا ہے یہ لوگ شاہ پرتگال کی رعایا نہیں ہیں۔ چونکہ اس گروہ کو ابھی کامل اقتدار نہیں ہوا ہے اس لئے مسلمانوں سے اظہار محبت کرتے ہیں اور فرنگیاں پرتگال کے تشنہ خون ہیں اور جہاں کہیں کہ ان کو پاتے ہیں قتل کر ڈالتے ہیں لیکن اب نور الدین محمد جہانگیر بادشاہ کی حمایت میں اپنے مخالفین کے قرب و جوار میں آباد ہیں خدا ہی جانتا ہے کہ ان دونوں فریق کا آئندہ کیا حال ہوگا۔

مختصرہ البچا دین میں مرقوم ہے کہ رعایائے ملا باراکٹر غیر مسلم ہیں اور ان کے قبائل کو نیار کہتے ہیں۔ عقد نیار سے ایک تاکامراد ہے جو عورت کی گردن میں

باندھ دیا جاتا ہے اس کے بعد عورت ڈور باندھنے والے اور اغیار سب کے لئے  
 حلال ہے چنانچہ ایک عورت کے متعدد دشوہر ہوتے ہیں اور ہر رات وہ جداگانہ  
 مکان میں رہتی ہے سب سے سب سے سب سے سب سے سب سے سب سے سب سے سب سے  
 ہیں سوا برہمنوں کے جو اپنے رواج میں قطعاً مختلف ہیں ٹھکر کے غیر مسلم باشندوں  
 بھی یہی حال ہے اس لئے کہ یہ فرقہ قبل اسلام لانے کے اسی رسم کا پابند تھا اور  
 ایک عورت متعدد دشوہروں کی زوجہ ہوتی تھی اور جو شوہر کہ عورت کے گھر آتا تھا  
 وہ اپنی علامت دروازہ کے باہر چھوڑ جاتا تھا تاکہ اگر شوہر و بیگہ آئے تو پاؤں  
 اور نشان کو دیکھ کر واپس جائے۔ ان کہکروں کا قاعدہ تھا کہ جب کسی گھر میں بیٹی  
 پیدا ہوتی تھی تو دروازہ پر استادہ ہو کر بہ آواز بلند اس لڑکی کے طلبہ کار کو آواز  
 دیتے تھے اگر خوش قسمتی سے کوئی اس دختر کا خواہاں مل گیا تو فہو المراء ورنہ  
 غریب بچی کو قتل کر ڈالتے تھے۔

ملبار کے برہمنوں کا قاعدہ ہے کہ اگر کسی گھر میں چند برادران حقیقی ہوتے ہیں  
 تو صرف بڑا بھائی شادی کرتا ہے اس میں مصلحت یہ ہے کہ وارثوں کی تعداد  
 نہ بڑھے اور ان میں نزاع و فساد نہ ہونے پائے۔ دیگر برادران خور و شادی نہیں کرتے  
 فرقہ نیار کی عورتوں کو اپنی خدمت گزاری کے لئے نوکر رکھ لیتے ہیں برہمنوں کے  
 والدین میں جب کبھی کوئی مرتا ہے تو ایک سال کامل ماتم کر کے نوحہ کرتے ہیں  
 اسی طرح نیاریوں میں یہ دستور ہے کہ جب ان کی مائیں یا اماؤں یا برادر بزرگ  
 فوت ہوتے ہیں تو یہ طبقہ بھی ایک سال ان کا ماتم کرتا ہے اور نیاری لذتوں سے  
 کنارہ کش رہتے ہیں۔

باشندگان ملبار کے تین طبقے ہیں اعلیٰ ادنیٰ و اوسط۔ اعلیٰ طبقہ کا کوئی  
 فرد اگر ادنیٰ طبقہ کے کسی شخص سے میل جول کرتا ہے تو جب تک غسل نہیں کر لیتا  
 اکل و شرب اپنے اور حرام سمجھتا ہے اور اگر اتفاق سے قبل غسل غو و نوش  
 کر لیتا ہے تو حاکم اسے گرفتار کر کے پلٹہ ادنیٰ کے ہاتھ فروخت کر دیتا ہے اور  
 یہ زرخیز بد نصیب تمام زندگی غلامی میں بسر کرتا ہے سوا اس کے کہ مجرم ایسی جگہ  
 مفروز ہو کر روپوش ہو جائے کہ کسی کو اس کے حال سے واقفیت نہ ہو۔ اسی طرح

اعلیٰ طبقے کے لئے ادنیٰ کے ساتھ کھانا پکانا چاہیہ ہے اگر اعلیٰ طبقے کا کوئی فرد ادنیٰ طبقے کے کسی ملازم کا پکا یا پھوکھانا کھاتا ہے تو برادری سے خارج سمجھا جاتا ہے۔  
 میر جمال الدین حسین انجو جو چاند بی بی سلطانہ والیہ احمد نگر کی بہن کا شوہر ہے اپنی فرہنگ میں لکھتا ہے کہ طیبہ بارہ فتح اول و کسرتانی اس ملک کا نام ہے جو دریائے عمان کے ساحل پر اور دکن کے مشہور شہر بیجانگر کے قریب واقع ہے اہل ملا بار کار واج شرمناک ہے اور ایک عورت متعدد شوہر کی زوجہ ہوتی ہے جیسا کہ امیر خسرو دہلوی فرماتے ہیں۔

بہ بے نیازی او کعبہ خستہ و خوار است  
 بیادیں کہ خرابیش چوں طیبہ راست

تمت

# صحف نامہ

## تاریخ فرشتہ جلد چہارم

صفحہ	سطر	غلط	صحیح	صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۲	۱۱	امیر	امیروں	۴۸	۲۳	زردوزی	زردوزی
۱۱	۲۳	سکندر اور	سکندر آقازوی	۴۹	۳	کیں	کیا
"	"	مقرضیاں	مقرضہ خاں گرد	"	۳	نمران نے	نمران
۱۲	۸	اسی	اسی	۷۱	۱۹	اور ونگناوری	اور ونگناوری
۱۹	۲	۹۳۷	۹۳۷	۷۲	۲	اسی طرح رہی کر کے	اسی طرح رہی کر کے
۱۷	۵	ہو سکے	کہہ سکے	"	۲۵	اس	اس کے
۱۸	۳	ترسوں	ترسوں	۷۵	۷	قلعہ طور کل پیر	قلعہ طور کل پیر
۳۲	۸	بٹھا	پٹھایا	"	۱۷	قلعہ دینکنی	قلعہ دینکنی
"	۲۰	ہو	ہوا	۷۹	۶	چندر کوئی	چندر کوئی
۵۳	۳	انجو	انجو	۷۷	۹	قلعہ جیرہ	قلعہ جیرہ
۵۴	۱۹	چتر	چتر	۷۸	۷	ساروں	ساروں
۶۲	۱۹	بیٹے	بیٹے	"	۱۲	ایسے	آئے
"	۲۴	جن	اس	۸۱	۱	بالائے کوہ	بالائے کوہ
۶۴	۶	نور گل	نور گل	"	۵	قلعہ کر	قلعہ کر
۶۷	۱۹	بار	بارہ	۸۲	۱۱	عین ملک	عین ملک
۶۸	۱	آواز سے	ارالے سے	۸۵	۵	بارج	بارج
"	۱۰	امیدان	میدان	۸۹	۱۸	دروازہ امام	دروازہ امام

صفحہ	سطر	غلط	صحیح	صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۹۰	۸	کے لئے	کے لئے	۱۷	۱۷	برقی اساعہ بزن	برقی اساعہ بزن
۹۳	۷	تساہل	تساہل	۱۵	۲۱۷	قلعہ اہتگر	قلعہ اہتگر
۹۷	۱۳	پھر خبر	پھر خبر	۳۳	۲۳۳	حملۃ الملک	حملۃ الملک
۹۷	۱	تلنگ	تلنگ	۲۵	۲۲۵	جراست	جراست
۱۰۵	۱۰	نمک جلالی	نمک جلالی	۹	۲۳۰	زمین	زمین
۱۱۵	۱۵	نبوی	نبوی	۳۲	۲۳۳	پہنچے ہی	پہنچے ہی
۱۱۹	۹	کیا	کیا	۱۲	۲۴۰	ملائے مذکور	ملائے مذکور
۱۲۰	۸	نے نے	نے نے	۲	۲۴۷	برہمن پر ہیں	برہمن پر ہیں
۱۲۲	۲۱	کرے	کرے	۲	۲۴۸	چرکشی	چرکشی
۱۲۳	۱۵	محال	محال	۱	۲۵۴	ہیں	ہیں
۱۲۷	۹	سواروں کے	سواروں کے ساتھ	۱۸	۲۵۵	سرپردہ شاہی	سرپردہ شاہی
۱۳۷	۱۲	نہ آنے تو دو	نہ آنے دو	۲۵	۲۵۷	نہ کر دیں	نہ کر دیں
۱۴۵	۱۵	ریاعا	ریاعا	۱۳	۲۵۹	تدارک	تدارک
۱۵۰	۹	جوان ضروری	جوان ضروری	۲۲	۲۵۷	حکم	حکم
۱۵۵	۲۰	رینے	رینے	۱	۲۶۲	کیا	کیا
۱۶۵	۱۹	قلعہ کوہ کن	قلعہ کوہ کن	۹	۲۶۳	ہوا	ہوا
۱۶۸	۱۵	سخانی	سخانی	۲	۲۷۱	ملاقات	ملاقات
۱۶۹	۱۱	قلعہ اسیر	قلعہ اسیر کے	۲	۲۸۲	کیا	کیا
۱۷۷	۱	کیتائی روزگار	کیتائے روزگار	۲۲	۲۸۶	فعل	فعل
۱۸۰	۱۳	عبادت	عبادت	۹	۲۹۱	صاحب وائل	صاحب وائل
۱۸۶	۵	ہوں گا	رہوں گا	۱۱	۲۹۳	دوبارہ درو کیا	دوبارہ درو کیا
۱۹۲	۱۲	سفر	سفر	۱۲	۳۰۳	حضور	حضور
۲۰۳	۵	سلیمن	سلیمان	۱	۱۱۳	ہیں ہیں	ہیں ہیں
۲۰۹	۱۰	فوج کا	فوج کے	۵	۳۱۵	بے خبر تھا آیا تھا	بے خبر تھا آیا تھا

صحیح	غلط	صفحہ	سطر	صحیح	غلط	صفحہ	سطر
اسیر	اسپر	۴۱۶	۱۶	عادل	ادل	۳۶۷	۲۴
بورہ	بورہ	۴۱۸	۷	آمان	آمان	۳۶۲	۷
سپرد	سپر	۴۲۱	۶	اس نے ارادہ کیا	اس نے ارادہ کیا	۳۶۵	۲۰
اینباجب	اینباجب	۴۲۸	۲۳	محمد علی قطب	محمد علی قطب	۳۶۸	۱۵
نذر بار	نذر بار	۴۳۳	۱	بے نیل مرام	بے نیل مرام	۳۳۱	۱۹
مرگیا	مر گئے	۴۵۷	۱۰	دریا	درہا	۳۳۶	۷
درگاہی	درگاہی	۴۶۲	۲۵	نے	نے	۳۳۶	۸
زندہ نہ رہی	زندہ گئی	۴۶۶	۴	تعالیٰ خاں شمشیر الملک	تعالیٰ خاں شمشیر الملک	۳۳۶	۷
عماد الملک	عماد الملک	۴۸۵	۲۵	صاحب بہت اور	صاحب بہت	۳۳۵	۹
تنظیم	تنظم	۴۸۶	۱۳	فریب	قریب	۳۴۰	۱۶
پیدا کر دے	پیدا کر دی	۷	۱۵	فرار میں	فرار ہی	۳۴۵	۱۶
خداوند کرم	خداوند	۷	۲۰	ناشیبہ	شایبہ	۳۴۷	۱۲
نہ آتا	نہ آتا	۴۸۷	۲۵	ادبائش	دوا باش	۳۵۰	۹
تمام سپاہ کو	تمام سپاہ کو	۴۸۸	۱۲	کمر	مگر	۳۵۳	۳
قابض ارواح	قابض ارواح	۷	۸	مند	مند	۳۵۹	۸
مردانگی کے خلاف	مردانگی کے خلاف	۴۸۹	۱	کنگدوں	کنگدوں	۷	۹
فتح کرنے کے ارادے	+	۷	۱۰	آرام	قیام	۳۶۲	۱
سے روانہ ہوا اور				پونجا	پوجا	۳۶۳	۱
احمد آباد تک کسی مقام				صوابدید	صوابد	۳۶۳	۹
پر توقف نہ کیا چنانچہ				جرات	جرات	۳۸۶	۱۵
بھی مرزاؤں کے				مذکور	مذکور	۷	۲۴
منیت	منیت	۵۱۲	۷	غلات	خلاف	۳۸۸	۲۲
فوت	قوت	۵۲۰	۱۹	جانیرو	خباہتہ	۴۰۹	۱۶
اعزا	اعزا	۵۳۲	۱۳	د	د	۴۱۲	۲۰

صفحہ	سطر	غلط	صحیح	صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۵۴۰	۲۱	کئے لئے	کئے گئے	۴۸۴	۲۱	براہیم	ابراہیم
۵۵۱	۱۲	اس نے	اس کے	۴۲۹	۵	لنگاہ	لنگاہ
۵۵۶	۳	بلکہ جہاں	ملکہ جہاں	۴۳۷	۱۸	پالیا	پالیا
۵۵۸	۱۳	دوقف	موقوف	۴۴۰	۵	نظام الدین احمد	نظام الدین احمد
۵۵۹	۱	حواکہ	حوالہ			پیشگی	پیشگی
۵۶۲	۲۴	ہو	ہوا	۴۵۵	۱۸	فقیہ	فقیہ
۵۷۰	۲	ناظر الدین	ناصر الدین	۴۵۷	۳	پنہا	پنہاں
"	۸	"	"	۴۶۰	۱	عیان	اعیان
۵۷۲	۱۹۵۹	مولیٰ خاں	موتی خاں	"	۲۲	علاء الدین	علاء الدین
۵۷۴	۲	کیونکہ	کیونکہ	۴۶۶	۷	آزار دہی	آزار دہی
۵۷۷	۱۲	مواق خاں	مواق خاں	۴۷۰	۶	بڑی	بڑی
۵۷۸	۱۲	+	(بالاں کی)	۴۸۰	۳	جاجی	جاجی
۶۰۵	۹	مہر اس پر کی	مہر اس پر کی	۴۸۵	۱	کو کو	کو کو
۶۲۵	۱	گوند دارہ	گوند دارہ	۴۸۹	۱۴	گدائی	گدائی
۶۳۶	۳	تھانیسر	تھانیسر	۴۹۴	۲	اھر	اھر
۶۵۷	۳	پر گئے	پر گئے	۸۰۳	۴	مرزا حیدر	مرزا حیدر
"	۱۶	ہو	ہوا	۸۰۹	"	ازواج داخل	ازواج میں داخل
۶۵۹	۲	تو دیا	تو دیا	۸۳۰	۱	سہیدی	سہیدی
"	۵	نہوگا	نہوگا	۸۳۲	۱۰	شاہ ہرنج	شاہ ہرنج
۶۶۲	۳	میں	میں	۸۳۹	۲	ہوا	ہوا
۶۶۸	۶	کانش	کانش	۸۴۲	۳	سے	سے
۶۷۳	۲	سے	سے	۸۴۵	۱۹	جس بابت	جس کی بابت
"	۱۸	نفرش خاں	نفرش خاں	۸۴۷	۶۲	خود روش	خود روش





ف ۲۴  
(طالوت ف)  
۴۴

9043-1

DUE DATE

[illegible]

Blank Sheet Submittal Collection

22-9-2015

(بالتين)

22-9-2015

Date

No.

Date

No.